کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

نورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک منفرد اور جامع کتاب)

معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ حصہ دوم وسوم

از: مولانا معین الدین واعظ الکاشفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 107 ہجری)

تلخیص کار

محمد اسلم لودھی
0300-9409732

انتساب!

انتساب اس عظیم ہستی کے نام جن کے لیے ساری کائنات تخلیق کی گئی۔ جسے اللہ رب العزت نے حبیب کہہ کر پکارا۔معراج کی سیر کروائی، جنت اور دوزخ کا نظارہ کروایا خود سے ہم کلام ہونے اور راز و نیاز کی باتیں کرنے کا شرف بخشا۔ جسے گنہگاروں کے لیے رحمۃ اللعالمین اور سفارش کنندہ بنا کر بھیجا۔ قیامت کے دن جب ہر انسان نفسی نفسی پکارے گا لیکن آپ ﷺ کی زبان پر امتی امتی ہوگا۔اپنے عملوں کی بجائے آپ ﷺ کی شفاعت کی بدولت ہی امت مسلمہ، دوزخ سے نجات پا کر جنت میں داخل ہوگی۔ انشا اللہ ایسی عظیم ہستی، محسن انسانیت ﷺ اور اللہ کے حبیب ﷺ پر لاکھوں کروڑوں درود و سلام!

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

فہرست

-1	انتساب	03
-2	حرف اول	07
-3	تقریظ	12
-4	تورات اور انجیل میں نبی آخر الزمان ﷺ کا تذکرہ	13
-5	حضور ﷺ کے حوالے سے ظہور قدسی کی بشارتیں	14
-6	حضور ﷺ کے حوالے سے دیگر شہادتیں	22
-7	چاہ زمزم کی دوبارہ دریافت	25
-8	حضرت عبداللہ کی قربانی کا واقعہ	28
-9	حضرت عبداللہ کی سیدہ آمنہ سے شادی اور وفات	30
-11	حضرت عبدالمطلب کو حضور ﷺ کی بعثت کی بشارت	34
-12	حضور ﷺ کے حوالے سے خطیر بن مالک کی شہادت	36
-13	ابرہہ کے لشکر کی خانہ کعبہ پر یلغار اور ابابیل	37
-14	انبیاء کرام کی زیارت	41
-15	حضور ﷺ کے صفاتی اسماء مبارک اور القاب	44
-16	ذکر ولادت آنحضرت محمد ﷺ	48
-17	حضور ﷺ کی رضاعیت کے واقعات	55
-18	حضور ﷺ کے کمسنی کے حیرت انگیز واقعات	67
-19	حضور ﷺ حضرت ابوطالب کی تربیت اور محافظت میں	72
-20	حضور ﷺ کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح	78
-21	خانہ کعبہ کا انہدام اور تعمیر میں حضور ﷺ کا کردار	85

عہدِ رسالت کی ضیائیں

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

-22	آنحضرت ﷺ پر وحی کا نزول	91
-23	آنحضرت ﷺ کی تبلیغ پر لبیک کہنے والے	101
-24	اعلانیہ تبلیغ کا حکم اور مشرکین کے مظالم	111
-25	ہجرت حبشہ اور نجاشی کا حسن سلوک	124
-26	حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا ایمان لانا	133
-27	مسلمانوں کا بائیکاٹ اور شعیب ابو طالب کا محاصرہ	146
-28	حضرت ابو طالبؓ کی رحلت	151
-29	حضرت خدیجہؓ کی رحلت	154
-30	طائف میں کفار کے مظالم	157
-31	آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کا نکاح	162
-32	حضور ﷺ کے خلاف قریش کی ریشہ دوانیاں	164
-33	واقعہ معراج النبی ﷺ	169
-34	بیت المقدس کے واقعات	175
-35	سات آسمانوں کے عجائبات	178
-36	عجائبات سدرۃ المنتہیٰ اور مقام جبرئیل	197
-37	پروردگار اور فرشتوں سے نبی کریم ﷺ کے راز و نیاز	207
-38	بہشت کے عجائبات	220
-39	طبقات جہنم اور اس کے عجائبات	227
-40	آنحضرت ﷺ کی دُعا	230
-41	مقام قاب قوسین سے حضور ﷺ کی واپسی	232
-42	معراج سے واپسی کے بعد کے واقعات	236
-43	پیغمبروں کی معراجیں	247
-44	مدینہ منورہ مسلمانوں کی پناہ گاہ اور ہجرت کی تیاریاں	250
-45	آفتاب رسالت ﷺ کا مدینہ منورہ میں نزول اجلال	266

-46	ہجرت کے پہلے سال کے واقعات	268
-47	دوسرے سال کے واقعات	282
-48	تیسرے سال کے واقعات (واقعات جنگ بدر)	294
-49	واقعات غزوہ احد	321
-50	آنحضور ﷺ پر کفار کی یلغار	338
-51	چوتھے سال ہجری کے واقعات	346
-52	واقعات غزوہ خندق	368
-53	پانچویں سال کے واقعات	376
-54	چھٹے سال کے واقعات	378
-55	شاہان وقت کی طرف خطوط اور ردعمل	392
-56	ساتویں سال کے واقعات	402
-57	سال ہشتم کے واقعات	417
-58	فتح مکہ اور بعد کے غزوات	423
-59	غزوہ حنین اور بعد کے حالات	446
-60	غزوہ طائف	454
-61	نویں سال کے واقعات	458
-62	غزوہ تبوک اور معجزات نبوی	461
-63	دسویں سال کے واقعات	477
-64	حجۃ الوداع	483
-65	گیارہویں سال کے واقعات (مرض الموت کی کیفیت)	492
-66	حضور ﷺ کا آخری خطبہ	499
-67	جسمانی وصال مصطفوی ﷺ	506
-68	امت کی بخشش کی بشارت	510
-69	حضور ﷺ کے جسم اطہر کی تجہیز و تکفین	514
-70	تدفین کے بعد چند اہم واقعات	518

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حرف اول

تمام توفیقیں اس پروردگار اور خالق کائنات کی طرف سے ہیں جو واحد ہُو لاشریک ہے۔ جس کے قبضے میں ہم سب کی جان ہے۔ رب کریم کی دی ہوئی سعادت اور توفیق سے حوصلہ پا کر میں نے زیر نظر کتاب معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ تالیف حضرت مولانا معین واعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ اردو ترجمے کی بقیہ دو جلدوں میں کل 1266 صفحات پر مشتمل تھی، تلخیص کی سعادت حاصل کی۔ سیرت محمد ﷺ کے حوالے سے اسے بہت جامع اور پر مغز کتاب قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ ہم نے صرف نصابی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے صرف چند واقعات کو ہی ازبر کر رکھا ہے لیکن حقیقت میں نبی کریم ﷺ جیسی عظیم الشان ہستی کی ولادت سے پہلے کے واقعات، ولادت کے وقت اور نبوت حاصل ہونے کے بعد میں انسانی زندگی اور کائنات میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور واقعات نہ صرف ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے لیے رشد و ہدایت کا باعث بنتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے آقا و مولی حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارکہ کے بارے میں مکمل طور پر نہ جان لے بلکہ اپنی زندگی کو نبی کریم ﷺ کی زندگی اور گزارے ہوئے شب و روز کے مطابق نہ ڈھال لے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی زندگی کو پوری کائنات کے لیے مثال بنا کر رکھ دیا ہے۔ جس کے ایک ایک لفظ سے نور اور ہدایت کی بے پناہ کرنیں پھوٹتی ہیں جو انسان کے دل و دماغ کو ایمان کی روشنی سے منور کرتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ پڑھنے سے انسان مسلمان ہوجاتا ہے لیکن یہ ایمان کی پہلی سیڑھی ہے اصل امتحانات ایمان کی دولت ملنے کے بعد شروع ہوتے ہیں کیونکہ یہ چند روزہ زندگی جسے ہم لامحدود تصور کر بیٹھے ہیں، بہت جلد ختم ہونے والی ہے، اور ہر انسان کو موت کی صورت میں اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو حکمت خداوندی سے جب زمین پر اتارا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام دو سو سال اپنی لغزش کی پاداش ، جنت سے نکالے جانے اور اپنے رب سے معافی کے لیے روتے رہے۔ پھر جب محمد ﷺ کے طفیل حضرت آدم علیہ السلام کو معافی ملی تو آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو ایک بار پھر جنت میں ابدی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا اے آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ علیہ السلام اور آپ کی اولاد میں سے جو بھی میرا حق بندگی کو ادا کرتے ہوئے نیک اور صالح عمل کرے گا میں اسے ایک بار پھر (موت کے بعد) راحت اور سکون والی جگہ جنت میں داخل کردوں گا۔

اس لیے نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ رب کائنات اور نبی آخر الزمان ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق گزارے تاکہ مرنے کے بعد لامحدود زندگی کو جنت میں راحت اور سکون سے گزار سکے۔ لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ہم اس چند روزہ زندگی کو کچھ اس طرح گزارتے ہیں کہ ہمیں مرنا بھی بھول جاتا ہے اور یہی تصور کرتے ہیں کہ زندگی کے معمولات اسی طرح ہمیشہ جاری و ساری رہیں

گے جب موت کا فرشتہ حکمت الٰہی سے روح قبض کرنے کے لیے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے تو پھر نجات کا راستہ تلاش کرتے ہیں لیکن رب کائنات نے موت کا فرشتہ نظر آنے سے پہلے تک توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے ملک الموت نظر آتے ہی انسان سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔

الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے ہر انسانی عمل میں دینی فرائض کی انجام دہی' ایمان کی سلامتی اور نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت کا اظہار بہت ضروری ہے۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اپنے حبیب ﷺ کے لیے پوری کائنات کو پیدا کرنے والا پروردگار کیا اتنا عاجز تھا کہ وہ قریش مکہ کے مظالم سے اپنے محبوب ﷺ کو نہیں بچا سکتا تھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ کو جن مشکلات و آلام سے نبوت کے ابتدائی سالوں میں اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت پنہاں تھی۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ جو اس آزمائش میں ثابت قدم رہا وہی ہدایت پا گیا جو مصیبتوں اور پریشانیوں سے گھبرا کر دین کے راستے سے بھٹک گیا وہ دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی فلاح سے محروم ہو گیا۔ گویا دین اسلام 'اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حاکمیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ پر نہ صرف ایمان لانے کا نام ہے بلکہ اسلام کے بنیادی عناصر پر سختی سے عمل پیرا بھی ہونا پڑتا ہے۔

بہرکیف تلخیص کرتے ہوئے جب میں اس کتاب کی گہرائی میں اترا تو اترتا ہی چلا گیا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہم جو غفلت بھری زندگی گزار رہے ہیں آخرت میں اس کی حیثیت کوئی نہیں بلکہ اگر ہم نبی کریم ﷺ کے سچے امتی اور پیروکار ہیں تو ہمیں نہ صرف نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو مکمل طور پر خود پر طاری کرنا ہوگا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ' حضرت عمر فاروق ؓ' حضرت عثمان غنی ؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسی عظیم شخصیات کی زندگیوں کو نمونہ بنا کر ان کے مطابق اپنی زندگی گزارنا ہوگی۔

دوسرے لفظوں میں یہ مختصر سی دنیاوی زندگی ہم سب کے لیے کشش کا باعث ہے۔ کیونکہ جہاں انسان کے خمیر میں خوشیوں سے زیادہ پریشانیاں اور مصیبتیں لکھ دی گئی ہیں وہاں دنیا میں گزارے ہوئے ایک ایک لمحے کا حساب بھی روز محشر میں مانگا جائے گا۔ دونوں شانوں پر بیٹھے ہوئے فرشتے ہماری زبان سے نکلے ہوئے ہر لفظ اور ہماری ہر اچھی بری حرکت کو ایک کتاب میں لکھ کر محفوظ کرتے جا رہے ہیں۔ یہ کتاب روز جزا والے دن اس وقت ہمارے ہاتھ میں دی جائے گی جب ہماری نیکیوں اور بدیوں کو انصاف کے ترازو پر تولا جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک نیک اور صالح بزرگ نے دعا کی اے میرے رب: شانوں پر متعین فرشتوں کو مجھے نہ صرف دیکھنے کی توفیق دے بلکہ یہ بھی دکھا دے کہ وہ میرا نامہ اعمال کس طرح لکھتے ہیں۔ خالق کائنات کے ہاں یہ دعا مقبول ہوئی۔ تو بزرگ کو کراما کاتبین دونوں فرشتے نظر آنے لگے۔ جو اپنے فرائض کی انجام دہی میں اس قدر مستعد اور متحرک تھے کہ کوئی بات یا عمل لکھنے سے رہنا ممکن نہیں تھا۔ اللہ کے اس نیک بندے نے ان فرشتوں سے کہا کہ تم کس طرح میری ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھ لیتے ہو۔ کیا تمہیں اونگ یا نیند نہیں آتی۔ فرشتوں نے جواب دینے کی بجائے زبان سے نکلی ہوئی بات بھی من و عن لکھ ڈالی۔ اس نے جب فرشتوں کا یہ عمل دیکھا تو فوراً سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی کہ اس سے دانستہ یا غیر دانستہ جو لغزشیں ہو چکی ہیں' معاف کر دی جائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سرزد ہونے والے چھوٹے بڑے گناہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی ذہن سے تو محو ہو جاتے ہیں لیکن نامہ اعمال کی جو کتاب شانوں پر بیٹھے ہوئے فرشتے لکھ رہے ہیں۔ نہ اسے کوئی مٹا سکتا ہے اور نہ ہی وقت گزرنے کے ساتھ وہ بات بھلائی اور مٹائی جا سکتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے ایمان لانے کی توفیق اور ہر مسلمان کے لیے مرنے سے پہلے توبہ کا

انعام دے کر انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

کیا ہم نے نبی آخرالزمان ﷺ کے امتی بن کر کبھی اپنی خوش نصیبی پر غور کیا ہے۔ ہرگز نہیں ہمیں دنیاوی باتوں سے ہی فرصت نہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جب گناہوں سے آلودہ ہمارے اعمال نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیے جاتے ہوں گے تو اس لمحے آپ ﷺ کیا سوچتے ہوں گے کہ اپنی اس امت کی بخشش کے لیے رب کریم سے آپ ﷺ نے گڑگڑا کر دعائیں مانگی تھیں اور فرمایا تھا کہ خالق کائنات قیامت کے روز میرے امتیوں کو مجھ سے جدا نہ کرنا اگر مجھے جنت میں بھیجنا ہے تو میرے امتیوں کو بھی میرے ساتھ جنت میں بھیج دینا۔ انصاف کی سخت کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے میرے امتیوں پر رحم فرمانا۔ اس پر رب کریم نے فرمایا کہ میرے حبیب ﷺ جیسا تو چاہے گا ویسا ہی ہوگا۔ قیامت والے دن بخشش کا اختیار آپ ﷺ کے سپرد کر دوں گا۔ جسے آپ ﷺ چاہیں گے وہی جنت میں داخل ہوگا اور وہ وہاں ہمیشہ راحت بھری زندگی سے لطف اندوز ہوگا۔

شاید ہم اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کی اس درخواست کو بھی بھول چکے ہیں جو انہوں نے معراج کے دوران حضرت عزرائیل علیہ السلام سے کی تھی کہ جان کنی کے وقت میری امت کے ساتھ نرمی اور سہولت کا معاملہ فرمانا۔ ملک الموت نے جواب دیا اے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ آپ خوش ہو جائیں مجھے اس معبود کی قسم ہے جس نے خلعت خاتمیت انبیاء رسل آپ ﷺ کو پہنایا ہے روزانہ ستر ہزار مرتبہ اللہ تعالیٰ بذات خود مجھے خطاب فرماتا ہے کہ اے عزرائیل علیہ السلام! امت محمد ﷺ کے ساتھ نرمی اور سہولت کا سلوک کر، اور نرمی سے ان کی جان قبض کر۔ اس لیے آپ ﷺ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ ﷺ کی امت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوں۔ (سبحان اللہ)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ معراج کے دوران جب آپ ﷺ نے دوزخ دیکھنے کی آرزو کی تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ ﷺ کو دوزخ اور دوزخیوں سے کیا کام۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ضرور دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر جونہی آپ ﷺ نے انگلی کا اشارہ کیا تو دوزخ کا دروازہ کھل گیا۔ دوزخ کا دھواں اور شعلے نظر آنے لگے۔ یہاں ایک بارعب اور ہیبت ناک فرشتہ نظر آیا۔ سیاہ کپڑے پہنے ہوئے یہ فرشتہ لوہے کے سیاہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا گرز تھا۔ منہ سے آگ نکل رہی تھی۔ ناک کے دونوں نتھنوں سے بھی آگ کے شعلے لپکتے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس فرشتے اور خوفناک ماحول کو دیکھ کر ڈر گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کون ہے۔ جس کے خوف سے میں بدحواس ہو کر کانپنے لگا ہوں اور میرے ہوش و حواس زائل ہو گئے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ مالک نامی فرشتہ دوزخ کا داروغہ ہے۔ آپ ﷺ کا نام سن کر وہ تعظیم سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا آپ ﷺ کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کے گوشت پوست کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا آپ ﷺ کی برکت سے اس پر بھی آتش دوزخ حرام ہوگی۔ مجھے خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں ان گنہگاروں پر رحم کروں جو آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اور ان سے انتقام لوں جو ایمان نہیں لائے اور ساری زندگی شیطان کے بہکاوے میں آ کر خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی میں گزار دی۔

پروردگار نے معراج کے دوران اپنے حبیب ﷺ کو جنت اور دوزخ کے تمام مقامات اور عجائبات کی اس لیے سیر کروائی تھی تاکہ آپ ﷺ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنی امت کو نیک عمل کرنے اور بداعمالیوں سے بچنے کی نصیحت کر سکیں۔ ہم نبی کریم ﷺ کے امتی ہونے کا دعویٰ تو بڑے وثوق

سے کرتے ہیں لیکن وہ حق ادا نہیں کرتے جس کا تقاضا حب رسول ﷺ ہم سے چاہتی ہے۔

بہر کیف اس کتاب میں حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے کے واقعات، ولادت کے واقعات، بچپن، لڑکپن، جوانی، شق الصدر، اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد کے واقعات، وحی کا نزول، قبولِ اسلام کے واقعات، دشمنانِ نبوت کی چالبازیاں اور قدم قدم پر دی جانے والی اذیتوں کے ذکر کے علاوہ معراج النبی ﷺ شامل ہیں۔ ہجرت مدینہ جنگ بدر جنگ احد غزوہ خندق، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، غزوہ تبوک، حجۃ الوداع سمیت ہجرت کے دس سالوں کی درد اور کرب میں ڈوبی ہوئی داستان اس کتاب میں شامل ہیں۔

معارج النبوت کی دو جلدوں کو تلخیص کرتے ہوئے چند ایک مقامات پر شبہات محسوس ہوئے۔ بطور خاص جب آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب' آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ اور آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا جہاں جہاں بھی ذکر آیا وہاں ان کے ناموں کے ساتھ آیا حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آنا چاہیئے یا نہیں کیونکہ سوائے ابو طالب کے وہ دونوں محترم شخصیات آپ ﷺ کی اعلان نبوت سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں جبکہ حضرت ابو طالب کے بارے میں علما اور فقہا میں اختلاف موجود ہے کچھ کا خیال ہے کہ انہوں نے نہایت دھیمے لہجے میں کلمہ طیبہ پڑھ لیا تھا کچھ کا خیال ہے نہیں پڑھا۔ ایک ممتاز عالم دین اور محقق ڈاکٹر فیض احمد چشتی کے روبرو میں نے یہ نکتہ پیش کیا تو انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جن شخصیات کے ذریعے نور محمد ﷺ نسل در نسل آپ ﷺ تک پہنچا وہ تمام شخصیات نہ صرف اہل ایمان اور مسلمان ہیں بلکہ جہاں جہاں بھی ان کا ذکر آتا ہے بحیثیت مسلمان حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ کا اضافہ ہم پر لازم ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ پایہ ثبوت کو پہنچی کہ جہاں جہاں بھی حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ کا ذکر آئے گا وہاں ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ ساتھ حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اضافہ ہوگا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ اور اس کی امت کو کس قدر چاہتا ہے اور اس کی سربلندی کے لیے کس قدر دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا فرمانے کے لیے پرعزم ہے یہ ہم سب مسلمانوں کے لیے اظہار تشکر کا باعث ہے لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم نبی آخر الزماں ﷺ کے امتی تو خود کو کہتے ہیں لیکن اپنی زندگی کو نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ ہم نماز پڑھیں نہ پڑھیں' ہم زکوۃ دیں نہ دیں' ہم روزہ رکھیں نہ رکھیں' ہم توفیق کے باوجود حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کریں یا نہ کریں لیکن ہماری خواہش ہے کہ روز جزا والے دن ہمیں اس لیے بخش دیا جائے کہ ہم اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے امتی ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان کی تباہی تین باتوں میں ہے توبہ کی امید پر گناہ کرنا' زندگی کی امید پر توبہ نہ کرنا اور توبہ کے بغیر رحمت کی امید رکھنا۔ کچھ یہی خوش فہمیاں ہم سب مسلمانوں کو لاحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بروقت توبہ کرنے' گناہ سے بچنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ میں نہ تو عالم ہوں اور نہ ہی محقق۔ لیکن دین اسلام کی سربلندی اور نبی کریم ﷺ سے محبت میری رگ رگ میں رچی بسی ہے اسی محبت نے مجھے مجبور کیا کہ میں اپنی کم علمی کے باوجود یہ کوشش کروں کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے لیے توشہ نجات بن جائے اور روز آخرت میں میری نجات کا باعث بن جائے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

اس کتاب کے بارے میں یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ہم جس نبی ﷺ کی امت ہیں۔ پروردگار کی نظر میں ان کی عظمت اور روز

قیامت ان کی شفاعت کی جلوہ افروزیوں کے بارے میں جاننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس کتاب کو ترتیب اور تلخیص کرتے وقت اس بات کی حتی المقدور کوشش کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور دین اسلام کی ترویج کے حوالے سے کوئی قابل ذکر واقعہ یہاں درج ہونے سے نہ رہ جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ معارج النبوت مولانا معین الدین واعظ ہروی (رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۰۷ھ) کی تالیف ہے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کرنے کی سعادت مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نے حاصل کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں مکتبہ نبویہ کے ارباب اختیار اپنی اس عظیم الشان کاوش پر امت مسلمہ کی تحسین اور خراج کے مستحق ہیں۔ اس ترجمے کی تلخیص کی سعادت اللہ تعالیٰ نے عطا فرما کر مجھ پر احسان عظیم کیا ہے۔

کتاب کی تلخیص کے حوالے سے مجھے پیر طریقت حضرت مولانا محمد عنایت احمد دام برکاتہ کی دعاؤں، پروفیسر حبیب اللہ شاہ ہاشمی، ڈاکٹر فیض احمد چشتی اور پروفیسر معین نظامی صدر شعبہ فارسی پنجاب یونیورسٹی کا گراں قدر تعاون حاصل رہا جس پر میں ان تمام عظیم المرتبت شخصیات کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں۔ شاید یہ کتاب غلطیوں سے مبرا آپ کے ہاتھ تک نہ پہنچتی اگر قابل احترام جناب محمد اجمل گل صاحب پروف ریڈنگ کے فرائض انجام نہ دیتے۔ انہوں نے جس محنت، لگن اور محبت سے یہ فریضہ انجام دیا ہے ان کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی صحت کاملہ اور ایمان کی سلامتی سے نوازے۔ قاری محمد یونس نہ صرف حافظ قرآن ہیں بلکہ جامعہ رضویہ قادریہ میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہیں اور درجنوں بچے ان کی سرپرستی میں قرآن حفظ کر کے فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ نور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کتاب میں قرآنی آیات کی تصحیح اور حوالہ جات انہوں نے تحریر کیے ہیں جس پر میں ان کا بے حد مشکور ہوں۔

یہاں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کتاب صرف معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ کے حصہ دوم اور سوم کی تلخیص ہے۔ قارئین میں سے اگر کوئی شخص کسی واقعے، تحریر تا تبیع کی تصدیق کرنا چاہے تو اسے صرف معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ کتاب کو ہی دیکھنا ہوگا جو مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نے شائع کی ہے۔ صرف ابرہہ کے لشکر کا واقعہ کتاب تخلیق کائنات سے اخذ کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ یہ کتاب نہ صرف میری بخشش کا باعث بنے بلکہ امت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے ذریعہ نجات بھی ثابت ہو۔ آمین۔

خاکپائے رسول

محمد اسلم لودھی (شاہ زیب)

882/8-B مکہ کالونی گلبرگ تھرڈ لاہور

0300-9409732

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

تقریظ

عظمت رسول کریم ﷺ اساس دین، عشق مصطفےٰ روح ایمان اور احترام شان رسالت جان اسلام و عرفان ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عقیدت و محبت رکھنے والے خوش نصیبوں نے ہر عہد میں، ہر زبان میں اور ہر صنف سخن میں بارگاہ محبوب کبریا میں خراج تحسین و تشکر پیش کیا ہے۔ عالم اسلام میں سیرت و نعت کا ذخیرہ تخلیق اسی جذبہ عشق کا بین ثبوت ہے۔ توصیف مصطفےٰ ﷺ ایسی ارفع و اعلیٰ عبادت ہے، جس میں خود خالق کائنات اپنے نوری فرشتوں سمیت شریک ہے۔ توصیف و مصطفوی کا یہ ایمان افروز سلسلہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا اور اہل دل و نظر اس کی بدولت تسکین قلب و روح سے ہمکنار ہوتے رہیں گے۔

عالم اسلام میں رائج دیگر زبانوں کی طرح فارسی زبان کو بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ عاشقان جمال رسالت نے اس شیریں زبان میں بھی سیرت نگاری اور نعت گوئی کے سدا بہار غنچہ و گل کھلائے ہیں۔ "معارج النبوت فی مدارج الفتوت" کا شمار فارسی کی ایسی ہی عظیم کتابوں میں ہوتا ہے جو غیر معمولی تاثیر کی حامل اور رجحان ساز سمجھی جاتی ہیں۔

معارج النبوت مولانا معین الدین واعظ ہروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 107 ہجری) کی تالیف لطیف ہے جو "مسکین معین" کے نام سے حلقہ علم و ادب اور صاحبان جذب و سوز میں خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ ایران کے عہد تیموری کے نامور فاضل، مفسر قرآن اور صاحب اسلوب واعظ تھے۔ ہرات جیسا مرکز دانش و عرفان ان کی دینی سرگرمیوں کا محور و مدار تھا۔ وہ اپنے دور کے بہت بڑے شاعر بھی تھے۔ تصوف و عرفان سے انہیں دلی لگاؤ تھا ان کے کلام میں صوفیانہ رنگ اتنا غالب ہے کہ ان کا دیوان غلطی سے حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز سے منسوب کیا جاتا رہا۔ سیرت کے موضوع پر ان کی شاہکار تصنیف "معارج النبوت" ایک عاشق صادق کی علمیت اور دین اسلام سے والہانہ محبت کا اظہار ہے ۔ جو ہمیشہ اہل ایمان کے لیے باعث راحت اور باعث نجات رہے گی۔

عزیزم محمد اسلم لودھی کا شمار بطور خاص اردو نثر میں بڑے لکھنے والوں میں ہوتا ہے ان کی تحریروں کی جاذبیت اور کشش قاری اپنے ذہن و دل میں مدتوں تک محسوس کرتا ہے۔ معارج النبوت کتاب کی تلخیص کا کام اس لیے بہت مشکل تھا کہ اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے دو ضخیم جلدوں کے مسودات میں شامل تحریروں کو آسان اردو زبان میں ڈھالنا واقعی بہت مشکل تھا یہ کریڈٹ بلاشبہ محمد اسلم لودھی کو جاتا ہے کہ انہوں نے مسلسل کئی سال کی شبانہ روز محنت کے بعد تلخیص کا یہ کام کچھ اس طرح پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے کہ اب ایک عام قاری بھی اس اہم ترین کتاب کو نہ صرف آسانی سے پڑھ سکتا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے واقعات و مشاہدات کو بہت قریب سے دیکھ کر خود کو اس ماحول کا حصہ بنا سکتا ہے۔

اس اہم ترین کتاب کی تلخیص پر محمد اسلم لودھی کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے میں ان کی کامیابی اور بخشش کے لیے دعا گو ہوں۔

پروفیسر معین نظامی

صدر شعبہ فارسی اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور

تورات اور انجیل میں

نبی آخرالزماں ﷺ کا تذکرہ

تورات میں ذکر

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ حضور ﷺ نہ تو تلخ لہجے والے ہوں گے اور نہ ہی سخت دل۔ بازار میں بلند آواز سے کسی کو نہ بلائیں گے۔ بدی کا بدلہ بدی میں نہیں دیں گے بلکہ زیادتی کو رحم دلی سے معاف فرما دیا کریں گے۔ آپ کی امت بے پناہ اوصاف کی مالک ہوگی وہ قیامت تک اللہ کی تکبیر اور تذکیر بلند کرتی رہے گی۔ ان کے آزار نیم پنڈلی تک ہوں گے۔ وہ چہار اندام (یعنی ہاتھ، پاؤں، منہ اور مسح) کا وضو کریں گے۔ ان کے منادی یعنی موذن فضا میں اذانیں دیں گے۔ بلند عمارتوں اور میناروں پر کھڑے ہو کر خدا کی تکبیر کہیں گے۔ ان کے اوصاف جنگ اور نماز میں ایک جیسے ہوں گے وہ رات کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کریں گے۔ نبی آخرالزماں ﷺ مکہ میں پیدا ہوں گے مدینہ میں ہجرت کریں گے آپ ﷺ کی حکومت مدینہ سے لے کر شام تک وسیع ہوگی۔

تورات میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرا بندہ محمد ﷺ ہوگا جس کا نام متوکل ہوگا اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاؤں گا جب تک تمام ٹیڑھے راستے اس کے دین مستقیم پر نہ آ جائیں گے اور باطل دین اس کے دین حق سے سیدھے نہ ہو جائیں گے وہ تمام مخلوقات کو دین توحید کی طرف دعوت دے گا۔ اس کی دعوت کی برکات سے بے نور آنکھوں کو روشنی، بے بہرہ کانوں کو قوتِ سماعت اور مردہ دلوں کو بصیرت عطا کروں گا۔

انجیل میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا تذکرہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں خطاب ہوا۔ اے مریم علیہ السلام کے بیٹے! دل کے کانوں سے سنو! تم بھی نبوت محمدیہ ﷺ کی تصدیق کرو، ان پر ایمان لاؤ اور اپنے آپ کو ان کا امتی کہو جو شخص بھی ان کا زمانہ پائے ان پر ایمان لائے۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے نہ دنیا ہوتی نہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوتے، نہ بہشت نہ دوزخ کو پیدا کیا جاتا۔ یہ کائنات کبھی ظہور میں نہ آتی۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کے حوالے سے

ظہورِ قدسی کی بشارتیں

اس باب میں وہ بشارتیں درج کی گئی ہیں جن کا تعلق ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام سے ہے۔ ایسی بشارتیں حد وحساب سے باہر ہیں لیکن ہم صرف گیارہ بشارتوں کو یہاں بیان کریں گے۔ یہ بشارتیں معتبر کتابوں سے لی گئی ہیں ان میں سے ہر ایک واقعہ حضور ﷺ کے کمال رتبہ اور اعلیٰ درجہ کا اظہار کرتا ہے۔

واقعہ جبرئیل امین علیہ السلام

تاج المذکرین اور ثمار الفرادیس میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی درج ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ " مجھے جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یا محمد ﷺ جس دن اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت وجود عطا فرمایا تو مجھے اٹھارہ ہزار سال عرش مجید کے نیچے ساکن ہونے کا حکم دیا پھر مجھ سے پوچھا من خلقك (جبرئیل تمہیں کس نے پیدا کیا ہے) میں نے کہا۔ اے پروردگار آپ نے۔ پھر مجھ سے اٹھارہ ہزار سال تک کوئی خطاب نہ کیا گیا۔ پھر دریافت فرمایا۔ (جبرئیل تمہیں کس نے پیدا کیا اور میں کون ہوں؟) میں نے کہا اے پروردگار تو ہی مالک وخالق ہے۔ پھر اٹھارہ ہزار سال گزر گئے پھر مجھ سے پوچھا گیا "میں کون ہوں اور تم کون ہو؟" میں نے عرض کی۔ تو خالق ہے اور میں تیری مخلوق۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جبرئیل تم نے صحیح کہا۔ میں نے جرأت کرتے ہوئے عرض کی۔ اے اللہ مجھے پیدا کرنے سے پہلے تو نے کوئی اور مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے، حکم ہوا۔ سامنے دیکھو۔ میں نے اس نور کے دائیں بائیں جنوب وشمال میں چار ہالے دیکھے۔ میں نے دریافت کیا یا اللہ۔ یہ نور کون ہے اس کی ضیاؤں سے میری آنکھیں چندھیائی جا رہی ہیں۔ فرمایا: یہ نور اس کا ہے جس کی خاطر میں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ تمام فرشتوں اور دوسری مخلوقات کو صرف اسی کی برکت سے پیدا کروں گا۔ اور اس کے وجود گرامی کو ان سب پر مشرف ومکرم بنادوں گا عرش، کرسی لوح وقلم، بہشت، دوزخ اسی ہستی کے طفیل عالم وجود میں آئیں گے۔ میں نے دریافت کیا۔ یا اللہ یہ نور کے چار ہالے کون ہیں۔ فرمایا: آپ ﷺ کے دائیں طرف آپ ﷺ کے وزیر ابوبکر صدیق اکبرؓ ہیں۔ بائیں طرف آپؐ کے مشیر عمرؓ بن الخطاب ہیں۔ سامنے آپ ﷺ کے حبیب عثمانؓ بن عفان اور پیچھے آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں۔

میں نے دریافت کیا۔ اے اللہ یہ پانچ افراد کتنے برگزیدہ ہیں۔ پروردگار نے فرمایا کہ یہ میرے دوست ہوں گے جو ان کو دوست رکھے گا' میں اسے دوست رکھوں گا۔ جو ان سے دشمنی رکھے گا میں ان سے دشمنی رکھوں گا"۔

بشارت حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام

ریاض المذکرین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: "جب حضرت آدمؑ نے پہلی مرتبہ عرش اعلیٰ پر نگاہ ڈالی تو لکھا پایا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ۔ جو گناہ کا مرتکب ہوگا اس کا گناہ اس وقت تک معاف نہ کیا جائے گا جب تک وہ نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھ لے۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا۔ یا اللہ! محمد ﷺ کون ہیں۔ فرمایا یہ آپ کی اولاد میں سے ایک نامور فرزند ہیں۔ ان کے نام کا پہلا حرف میم میرے صفت ملک سے ماخذ ہے۔ دوسرا حرف ح میرے حلم سے لیا گیا ہے۔ تیسری میم میرے مجد و کرم سے لی گئی ہے اور دال میرے دین کی علامت ہے۔ میں اپنے ملک حلم و مجد اور دین اسلام کی قسم کھاتا ہوں۔ آپ کی امت سے جو بھی میرے نبیؐ پر درود پڑھے گا میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔ جب تک سید برگزیدہ اور نور دیدہ کی اتباع نہ کی جائے گی اور وہ اس پر درود نہ پڑھے گا بہشت میں داخل نہ ہونے دوں گا۔"

شرح تعرف میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ سیدنا آدمؑ نے پایۂ عرش پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تو سرکار دو عالم ﷺ کا رتبہ ذہن و قلب میں نقش ہوگیا۔ بہشت میں داخل ہوئے تو مشرق و مغرب، در و دیوار، اشجار و ازہار غرض کہ ہر طرف اسم محمد ﷺ کی جلوہ فرمائیاں دیکھیں۔ ایک دن آپ علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو نام محمد ﷺ سے آراستہ نہ ہو حتیٰ کہ عرش و کرسی، لوح و قلم، مدارج جنان منازل رضوان کو اسم محمد ﷺ سے مزین پایا۔ حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے والد مکرم سے پوچھا۔ کیا آپ بلند مرتبت ہیں یا محمد ﷺ۔ حضرت آدم علیہ السلام خاموش رہے مگر تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا۔ بیٹا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں میری ایک بات ہی یاد رکھ لو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اے آدم! یہ اجرام علویہ اور اجسام سفلیہ تو تمہاری خاطر بنائے گئے ہیں مگر تم میرے حبیب ﷺ کے لیے ہو۔"

سیر گازرونی میں کعب الاحبار کے حوالے سے یہ روایت لکھی گئی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے وجود منور کو سرکار دو عالم ﷺ کی مصباح نور سے ضیا بخشی گئی تو سرکار دو عالم ﷺ کا نورِ نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی جبین پر نور سے درخشاں ہونے لگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس نور کی بصیرت سے چیونٹی کے قدموں کی آواز سن سکتے تھے۔ آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔ یا اللہ! یہ زمزمہ کیا ہے۔ فرمایا یہ نور محمد ﷺ کی تسبیح کا زمزمہ ہے جو تمہارے خمیر میں ملایا گیا تھا۔ وہ تمہارا فرزند ہوگا اور تم اس کے باپ۔

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ نور محمدی کو اپنے مقام سے اٹھا کر مغفرت و غفران کے دریا کی طرح رواں کیا گیا پھر یہ نور پوری تابانیوں کے ساتھ پانچ سو سال کی مسافت طے کر کے حضرت آدمؑ کے پاس پہنچا۔ خواب سے بیدار ہوئے تو اس نور کی شعاعوں کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا گئیں اور آنکھوں کا نور بے نور ہونے لگا۔ پوچھا یا اللہ! یہ کیسا نور ہے جو ہر روشنی کو خیرہ کر رہا ہے۔ حکم ہوا۔ یہ نور محمد ﷺ کا ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں اس کے رتبہ کو اعلیٰ علیین سے بھی بلند تر کروں گا۔ اس کی امت سے اپنی بہشت کو بھر دوں گا۔ اس کا کلام ساری دنیا سے افضل ہوگا۔ اس پر قرآن نازل کروں گا جو کبھی متروک نہ ہوگا۔

اس کے بعد ہر پیغمبر کے لیے ایک ایک کرسی بچھا دی گئی۔ ان کرسیوں میں سب سے اونچی کرسی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے لائی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور کی ضیاء نکلتی اور ہر نبی اپنے لیے مخصوص کرسی پر براجمان ہوتا جاتا۔ جب سرکار دو عالم کی کرسی پر نور کی بارشیں ہونے لگیں تو حضرت آدمؑ نے دیکھا کہ ستر ہزار شعاعیں اس کرسی پر نور سے ابھر رہی ہیں۔ ملائکہ ملکوت ان انوار کی برکات سے نوازے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ کا اسم گرامی عرشِ اعظم کے پردوں پر منقش ہے۔ ہر طرف سے مشک وعنبر کی خوش کن خوشبو کے جھونکے آ رہے ہیں۔ آسمان وزمین کی حرکتیں مسرت وشادمانی کا گہوارہ بن گئیں۔ ہر مخلوق سے یہ آواز آ رہی ہے کہ یہ نور سرور پیغمبراں ﷺ ہے۔ آدمؑ تمہیں صد ہا مبارک ہو کہ یہ نور مجسم تمہارے بیٹے ہوں گے۔ دربار خداوندی سے صدا آئی۔ یہ بندہ میرا پسندیدہ اور حبیب ہے۔ یہ دین حقیقت پر مبعوث ہوگا۔ شفاعت کبریٰ کے اختیارات کا مالک ہوگا اور میرے خاص بندوں میں سے ہوگا وہ دنیا والوں کے لیے نور ہوگا جو اس نور کی اتباع کرے گا؟ بہشت میں جگہ پائے گا۔ آسمانوں پر اسے احمد کے نام سے پکارا جاتا ہے زمین پر محمد ﷺ کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ سمندروں میں ماحی کے نام سے مشہور ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا۔ یا اللہ! سمندروں میں ان کا نام ماحی کیوں ہوگا۔ فرمایا: آپ کے وجود سے کفر وشرک کی سیاہیاں محو ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ کا زمانہ قیامت کے قریب تر ہوگا۔ وہ ذکر میں اوّل پیغمبراں ہوگا اور بعثت میں آخری نبی ہوگا۔ کوئی پیغمبر آپ ﷺ سے بلند رتبہ نہ ہوگا اور کوئی امت، امت محمدیہ سے اعلیٰ نہ ہوگی۔ میرے حبیب کی امت ہمیشہ پاک ہوگی۔ اس کا نور آسمان وزمین کے درمیان ستاروں کے نور کی طرح درخشاں ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں **فتلقی آدم من ربہ کلمات** فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حوا جنت کے تخت پر جلوہ فرماتے اور اپنی ابدی زندگی پر نازاں تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تا کہ حضرت آدمؑ کو جنت کے منازل اور محلات کی سیر کرائیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کا ہاتھ پکڑے ایک ایسے محل کے سامنے آئے جس کی ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی تھی۔ دروازے زرد اور اخضر کے بنے ہوئے تھے محل کے اندر تخت بچھے تھے جن پر یاقوت سرخ سے لکھا ہوا تھا۔ ہر تخت پر ایک نورانی محراب بنی ہوئی تھی اس تخت پر ایک حسن وجمال کا پیکر جلوہ فرما تھا جس کے سر پر ایک نورانی تاج ضیا پاشیاں کر رہا تھا۔ کانوں میں موتی حلقہ گوش تھے۔ گردن میں نورانی حمائل آویزاں تھی۔ حضرت آدمؑ اس ملیح وصبیح حسن کے پیکر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور انگشت بدنداں ہوئے۔ حوا کے حسن وجمال کو فراموش کرتے ہوئے کہنے لگے۔ اللہ یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی صورت ہے جو سرکار دو عالم ﷺ کی بیٹی ہوں گی۔ سر پر یہ نورانی تاج آپ کے والد کا سایہ نور ہے۔ یہ نورانی ہار آپ کے شوہر نامدار حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ کانوں کے دو آویزے شہزادگان حسنین رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو پانچ دروازے کھلے نظر آئے۔ ہر دروازہ پر ایک ایک کتاب پڑی ہے جس پر کلمۂ نور سے لکھا ہوا تھا **انا المحمود وھذہ محمد** دوسری پر **انا العلی وھذا علی** لکھا ہوا ہے تیسری کتاب پر **انا الفاطمہ وھذہ الفاطمہ** لکھا ہوا تھا چوتھے پر **انا الحسن وھذا الحسن** لکھا ہوا دیکھا۔ پانچویں پر **منی لاحسان وھذا الحسین** لکھا ہوا پایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو کہا: ان اسماء گرامی اور کلماتِ نامی کو یاد کر لیں شاید ایک دن ان کی برکات سے آپ کے مسائل حل ہوں جب کہ ایک وقت آیا کہ حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک ایک ابتلا میں آ کر روتے رہے حتیٰ کہ ندائے غیب سے یہ راہنمائی حاصل ہوئی تو آپ نے کہا **یا محمود ویا علی**

اور پھر کہا بحق محمد وعلی وفاطمة والحسن الاعلی ویافاطمه ویامحسن ویامنك الاحسان اسالك بالاجملة والحسین ان تغفرلی وتقبل توبتی بالفور۔ جناب باری تعالیٰ سے آواز آئی۔ اے آدم! اگران پانچ ناموں کی وساطت سے اپنی ساری اولاد کے گناہوں سے مغفرت چاہتے تو آج میں تمہاری یہ دعا بھی قبول کر لیتا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بشارت حضرت شیث علیہ السلام

خلاصۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدمؑ زمین پر وارد ہوئے تو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنے بیٹے حضرت شیثؑ سے عہد لیں اور وصیت فرمائیں کہ وہ نور کامل السرور سید الانبیاء اور گوہر از ہر سند الاصفیاء ﷺ کو کسی صورت بھی ناراض نہ کریں گے اور یہ وصیت نسل در نسل جاری رہے گی چنانچہ جب تک حضرت شیث علیہ السلام زندہ رہے ان کی زبان پر درود مصطفیٰ ﷺ ہی جاری رہا۔

بشارت حضرت نوح علیہ السلام

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف تھے تو حکم ہوا اس کشتی کے ۱۲۴۰۰۰ (ایک لاکھ چوبیس ہزار) تختے بنائے جائیں اور ان پر تمام انبیاء کرام کے اسماء گرامی تحریر کیے جائیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مدد سے یہ اسماء گرامی لکھ دیئے گئے دوسرے دن جب کام شروع کیا تو دیکھا کہ تمام اسماء محو ہو چکے ہیں حضرت نوح علیہ السلام بڑے متفکر ہوئے۔ دوسرے دن پھر لکھے تو ایسا ہی ہوا۔ تیسرے روز وحی آئی اور حکم ہوا کہ ان تمام اسماء انبیاء کا آغاز ہمارے نام نامی سے کرو اور ختم میرے حبیب حضرت محمد ﷺ کے نام پر کرو۔ اس طرح یہ کشتی اللہ کی پناہ میں رہی اور شیطان کے حملے ناکام ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام اس غیبی تعلیم کی روشنی میں انبیاء کرام کے اسماء گرامی کو لکھتے گئے۔ خدائے رب العلمین کے نام سے آغاز کیا جب آخر میں اسم گرامی محمد رسول اللہ کندہ کیا گیا تو غیب سے آواز آئی، اب تمہاری کشتی مکمل ہو گئی ہے۔

کشتی کے تمام تختے جوڑ دیئے گئے تو آخر میں صرف چار تختوں کی جگہ باقی رہ گئی حضرت جبرئیل سے مشورہ کیا کہ ان چار تختوں پر کن اسماء گرامی کو لکھا جائے۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: اے شیخ الانبیاء! سرکار دو عالم ﷺ کے چار دوست ہوں گے۔ ان تختوں پر ان کے نام لکھ دیئے جائیں۔ یہ چار نام اسلام کے درخشاں ستارے ہیں۔ ان اسماء کی برکت سے آفات سماوی سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ عظیم الشان کشتی انبیاء کرام کے اسماء گرامی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے معمور ہو گئی اور ان پاکیزہ ناموں کی برکت سے اس تاریخی طوفان میں تباہ ہونے سے محفوظ رہی۔

بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابوامامہؓ باہلی نے حضور علیہ السلام کی حدیث بیان کی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بہشت کو خواب میں دیکھا۔ بہشت کی وسعت زمین و آسمان دونوں کی وسعت کے برابر ہے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا۔ یہ مبارک جگہ اور پرامن مقام کس کی ملکیت ہے۔ آواز آئی۔ اسے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ جنت کے باغوں کی جڑوں کی تلاش کی گئی تو وہ شہادت ان لا اله الا

اللہ بنائی گئی تھیں کونپلیں دیکھیں گئیں تو محمد رسول اللہ سے بنی تھیں۔ پھلوں کو دیکھا گیا تو وہ سبحان اللہ والحمد للہ سے بنائے گئے تھے۔ خواب سے بیدار ہوئے تو اپنی قوم کو بلا کر سارا واقعہ بیان کیا۔ قوم نے پوچھا کہ یا خلیل اللہ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت کا پورا پورا تعارف کرائیں تا کہ ان کی قدر و منزلت کا ہمیں بھی علم ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حضور میں سجدہ ریز ہوئے اور جلال و عظمت مصطفیٰ ﷺ کے بیان کی توفیق چاہی حضرت جبرئیل امین آئے اور کہا ابراہیم سر اٹھاؤ! غم نہ کرو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب کا سارا واقعہ سنایا اور قوم کے اشتیاق کا اظہار کیا۔ چونکہ مجھے مناظر شمائل، محاسن اور فضائل مصطفیٰ ﷺ کما حقہ معلوم نہ تھے اس لیے مجھے جواب میں تامل تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کمالات مصطفیٰ ﷺ کو مکمل طور پر بیان کرنا تو میرے بھی اختیار سے باہر ہے۔ ہاں رب ذوالجلال سے دریافت کرتا ہوں۔ دربار خداوندی میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو حکم ملا۔ جبرئیل! محمد میرے رسولؐ ہیں نبی ہیں اور وصی ہیں۔ میری مخلوق کے بہترین فرد ہیں میں نے اپنے بندوں کی طرف بہترین انتخاب اور اعلیٰ ترین بعثت کیا ہے اور کائنات ارضی و سماوی سے بہتر ہیں۔ آپ کی امت سابق اور اواخر انبیاء کی امتوں سے بہترین ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے میں نے اپنے محبوب کو برگزیدہ خلق کیا اور اس کی امت کو آسمان و زمین کی پیدائش سے بیس ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور میدان حشر میں وہ تمام امتوں میں سے پہلے اور عمدہ صورت میں اٹھیں گے۔ قیامت کے دن وہ تمام برائیوں سے مبرا ہوں گے۔ تمام نوجوان ہوں گے خوبصورت ہوں گے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے نوری ہوں گے یہ نور ان کے وضو کی ضیاؤں کی وجہ سے ہوگا۔ ان کے سروں پر تاج ہوں گے ان کی نعمتیں مقرر ہوں گی وہ خوش و خرم ہوں گے۔ ان کی حالت انبیاء معظم کی طرح ہوگی۔ تمام امتوں کے درجوں سے بڑھ کر درجہ ہوگا۔ وہ منبر رسول اللہ ﷺ کے اردگرد ہوں گے۔ ان کی پیشانیوں پر قلم قدرت سے یہ کلمہ ثبت ہوگا انی انا اللہ لا الہ الا انا اے جبرئیل یہ مختصری تعریف ہے جو تم نے رسول مقبول اور ان کی امت کے بارے میں سنی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام واپس آئے اور نبی آخرالزمان ﷺ اور ان کی امت کی فضیلت بیان فرمائی۔ جسے سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ''اے اللہ مجھے امت رسول ﷺ میں بنا۔''

بشارت حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام پر چاہِ کنعان میں بعض غیبی احوال ظاہر ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے نام محمد ﷺ کی برکت سے اس مصیبت سے نجات چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نام کی برکت سے کنویں میں ایک ایسا درخت پیدا کیا جس کی شاخیں کناروں کو چھو رہی تھیں۔ میوے لگے پکے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی صبر و قناعت کا ثمرہ بن کر خوراک بنے اور پھر حضور پرنور کی برکت سے اس چاہ قناعت سے نجات پائی اور آپ علیہ السلام دولت اور عزت و منزلت کے مقامات تک پہنچے۔

بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو توریت کی الواح عطا ہوئیں تو آپ مسرت و سرور میں وادیٔ طور میں کھڑے ہو کر بارگاہِ الٰہی میں التجا کرنے لگے۔ اے اللہ! تو نے مجھے اتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے جو اس سے پہلے کسی کے حصے میں نہیں

آئی۔ وحی آئی۔ ''موسیٰ! میں نے اپنے بندوں کے دلوں پر نگاہ کی تو تمہارے دل سے مناسب مجھے کوئی بھی دل نہ ملا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنی رسالت اور کلام سے سرفراز فرمایا۔ میں نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے، لے لو۔ اور شکر گزار بن جاؤ۔ توحید اور حب محمد رسول اللہ ﷺ پر زندگی کا خاتمہ کردو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا۔ اے اللہ۔ حضرت محمد ﷺ کون ہیں جن کی محبت تیری توحید کے ساتھ وابستہ ہے اور جس کا اسم گرامی موت کے وقت بھی ضروری ہے۔ فرمایا اے موسیٰ محمد رسول اللہ ﷺ وہ ہیں جن کا نام نامی تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ہی عرشِ عظیم کے کنگروں پر لکھ دیا گیا تھا۔ فرمایا: اے موسیٰ! تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے نزدیک اتنا رہوں جتنی تمہاری بات تمہاری زبان ہے۔ تمہارا خیال دل سے، تمہاری روح بدن سے، تمہارا نور بصیرت، آنکھ سے، تمہاری سماعت کان سے، تمہاری آنکھوں کی سیاہی، تمہاری آنکھوں کی سفیدی سے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ۔ میری آرزو اور میری تمنا تو یہی ہے کہ میں تیرے قریب تر رہوں۔ فرمایا: موسیٰ! پھر میرے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ پر بے پناہ درود پاک پڑھا کرو۔ اور بنی اسرائیل کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جو بھی میرے دربار میں آئے گا اور اس کے دل میں اگر محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار ہوگا تو اسے دوزخ کے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور اسے حجابات میں چھپا دیا جائے گا وہ میرے دیدار کی دولت سے محروم رہ جائے گا اور مردود بنا دیا جائے گا۔ کوئی فرشتہ اس پر رحم نہیں کرے گا۔ کوئی نبی ان کی شفاعت نہیں کرے گا۔ فرشتے ان کے لیے جہنم کے دروازے کھول دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یاالٰہی مجھے بتایا جائے کہ محمد رسول اللہ کون ہیں جن کے درود کے بغیر تیرا قرب مجھے نصیب نہیں ہوسکتا۔ فرمایا۔ اے موسیٰ! اگر میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت کو پیدا نہ کرتا۔ تو میں جنت و دوزخ، آفتاب و ماہتاب، لیل ونہار، ملائکہ مقربین، انبیاء مرسلین حتیٰ کہ تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ اگر تم بھی نبوت محمد ﷺ کا اقرار نہیں کرو گے اور اس پر درود نہ پڑھو گے تو تمہیں بھی آتش دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ! میں محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی رسالت وفضیلت کی گواہی دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ بے پناہ درود پڑھوں گا مگر ایک سوال کرنے کی اجازت چاہتا ہوں مجھے اس سوال کا جواب ملنا چاہیے کیا میں تیرا زیادہ محبوب ہوں یا محمد ﷺ۔ فرمایا: موسیٰ تم میرے کلیم ہو۔ محمد ﷺ میرے حبیب ہیں۔ کلیم وہ ہوتا ہے جو اللہ سے محبت کرے لیکن حبیب وہ ہوتا ہے جسے میں چاہوں۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے۔ فرمایا۔ کلیم وہ ہے جو اللہ سے محبت کرے اور جو چیز اللہ کو پسند ہو اسے بجالائے مگر حبیب وہ ہوتا ہے خدا اس سے محبت کرے اور جو وہ چاہے خدا وہ کرے۔ کلیم رات بھر قیام کرتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے۔ متواتر چالیس روزے رکھتا ہے۔ چالیس راتیں بیدار رہتا ہے پھر جا کر وادیٔ سینا پر آ کر مجھ سے ہم کلام ہوسکتا ہے حبیب وہ ہوتا ہے کہ اپنے بستر استراحت پر آرام فرما رہا ہو اور خدا جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دروازے پر بھیجے اور آنکھ جھپکتے میں میرے پاس لے آئے اور اسے وہ مقام حاصل ہو کہ میری کسی مخلوق کو نصیب نہ ہوا۔ اے موسیٰ! میں نے تم سے اس وقت کلام کیا جب تم طور سینا پر تھے۔ مگر میں نے اپنے حبیب سے اس وقت گفتگو کی جب وہ قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر تھا۔

بشارت حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ اے اللہ! میں جب زبور کی تلاوت کرتا ہوں تو مجھے ایک نور نظر آتا ہے۔ میرا محراب خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور میرا قلب وجگر انتہائی راحت محسوس کرتا ہے۔ میرا حجرہ منور ہو جاتا ہے۔ اللہ! وہ نور کیسا ہے؟ فرمایا۔ یہ نورِ محمدی ﷺ ہے۔ میں نے اسی نور کے طفیل دنیا، آخرت، آدم، حوا، جنت اور دوزخ کو پیدا فرمایا۔ حضرت داؤد نے بلند آواز سے محمد ﷺ کا نام لیا تو پرندے۔ جنگلی وحشی کوہ و دشت بیابان اور صحرا سے ایک آواز گونجی۔ صداقت یاداؤد اے داؤد آپؑ نے صحیح کہا: اس دن کے بعد جب بھی آپ علیہ السلام زبور کی تلاوت فرمانے لگتے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتے۔

بشارت حضرت سلیمان علیہ السلام

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لاؤ لشکر سمیت وادی اصطخر سے یمن جا رہے تھے۔ یہ لشکر ہوا میں اُڑتا جا رہا تھا کہ جب یہ لشکر مدینہ پاک کی سرزمین سے گزرا تو آپ علیہ السلام فرمانے لگے۔ یہ مقام نبی آخر الزماں کا دار الہجرت ہے وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو اتباع کرتے ہوئے آپ ﷺ پر ایمان لائے گا۔ وادی مدینہ سے گذر کر جب آپ سرزمین مکہ پہنچے تو نیچے دیکھا کہ مشرکین مکہ بت خانے آباد کر رہے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اس مقام سے خاموشی سے آگے بڑھ گئے تو کعبۃ اللہ بارگاہِ رب العزت میں رویا اور عرض کی کہ اے اللہ۔ تیرا پیغمبر جس کے پاس اولیاء اللہ کا ایک لشکر اور نیک بندوں کا مجمع ہے۔ وادی مکہ سے گذر گیا اور یہاں نہیں ٹھہرے۔ نہ نماز ادا کی نہ تسبیح و ذکر کیا حالانکہ مشرکین اپنے بتوں کو پوجا کر رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا: اے کعبہ تو دل گرفتہ نہ ہو۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تیری سرزمین کو سجدہ کرنے والوں سے بھر دیا جائے گا اور اپنا آخری کلام قرآنِ مجید اسی سرزمین پر نازل کروں گا۔ اپنا عظیم اور سب سے افضل و اعلیٰ نبی حضرت محمد ﷺ اسی شہر میں مبعوث کروں گا۔ وہ نبی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہوگا۔ میں ایک ایسی جماعت کو بھیجوں گا جو تعمیر کعبہ میں مصروف ہو جائے گی اور پھر لوگ کعبۃ اللہ کے طواف اور زیارت کو آیا کریں گے حتیٰ کہ اس خطۂ پاک کو قیامت تک کے لیے امن کا گہوارہ بنا دوں گا اس سرزمین سے بتوں کی آلائش اور نجاست کو صاف کر دیا جائے گا اور شیاطین یہاں سے بھاگ جائیں گے مشرکین کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام اس وادی میں تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں نماز و قیام فرمایا۔ کعبہ کے پاس ہی پانچ ہزار اونٹ، پانچ ہزار گائے اور بیس ہزار دنبے قربان کئے اور اپنی قوم کے معززین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں نبی آخر الزماں ﷺ پیدا ہوں گے۔ اللہ کی نصرت اور تائید انہیں حاصل ہوگی آپ ﷺ کا حکم مخالفین پر نافذ ہوگا۔ دور و نزدیک کے لوگ اپنے بیگانے سب حکمِ حق پر ایمان لائیں گے۔ پیغام رسالت کی راہ میں کھڑے ہونے والی رکاوٹیں ان کے عظیم مقاصد کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گی۔ وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوں گے جو آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت موجود ہوں گے اور دولت ایمان سے مالا مال ہوں گے۔ حاضرین نے دریافت کیا۔ یا نبی اللہ! آپ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں ﷺ کے درمیان کتنا عرصہ ہوگا آپ علیہ السلام نے بتایا۔ تقریباً ایک ہزار سال۔ یہ بشارت دینے کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور وادی نمل سے گذرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ (عرائس از ثعلبیؒ)

بشارت حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو ایسے سوار دکھائے ہیں۔ ایک گدھے پر سوار تھا اور ایک اونٹ پر۔ گدھا سوار ماہتاب و آفتاب کے حسن کا مالک تھا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے مگر شتر سوار آفتاب و ماہتاب کے حسن کو شرما رہا تھا یہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔

بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

امام ثعلبی نے عرائس میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسی ایسی جگہ سے گزر ہوا جہاں لوگ مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا مچھلی کا شکار کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: آؤ میرے ساتھ مل کر انسانوں کا شکار کریں۔ لوگوں نے پوچھا۔ اے نوجوان! تمہارا کیا نام ہے اور تم کیا کام کرتے ہو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کیا آپ سے بڑھ کر بھی کسی اور رسول کو مرتبہ ملا۔ فرمایا۔ ہاں مرتبے کے اعتبار سے پیغمبر آخر الزمان ﷺ سب سے افضل ہیں۔ اگر میں ان کے نعلین پا (پاؤں) میں کھڑا ہو سکوں تو بھی میری خوش قسمتی ہو گی۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کے حوالے سے دیگر شہادتیں

محمد اسحاق علیہ الرحمہ مغازی میں لکھتے ہیں کہ "تبع" ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک تھا جنہوں نے کائناتِ ارضی پر اپنا قبضہ کر رکھا تھا اس کے پاس اس زمانہ میں بہت بڑا لشکر تھا جس کی تعداد ایک سو تئیس ہزار سوار اور ایک سو تیرہ ہزار پیادہ سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ یہ شخص تسخیر دنیا کے تمام اصولوں کو جانتا تھا۔ اس کے دانشمند وزراء اور معروف ارا کین سلطنت بڑے دانش منداور زمانہ ساز تھے۔ ان کی تعداد ہزاروں میں تھی۔

تبع کا پرشکوہ لشکر ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے نواح سے گذرا تو اہل مکہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور ان کے استقبال و خاطر و مدارات کی طرف خیال تک نہ کیا۔ اہل مکہ کے اس رویہ پر بادشاہ بڑا غضبناک ہوا اس نے اپنے خاص وزیر سے مشورہ کیا اور اہل مکہ کے اس ناروا سلوک کی وجہ معلوم کی۔ وزیر نے بتایا۔ اے بادشاہ سلامت! آپ تو اقوامِ عالم کی خصوصیات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اہل عرب دراصل اپنی جہالت پر ہی نازاں ہیں چونکہ اس خطہ پاک کو ان طهرا بيتي کا خطاب حاصل ہے وہ اسی فخر و تکبر میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کعبۃ اللہ کو برباد و مسمار کر دیا جائے اور اہل مکہ کا قتل عام کیا جائے۔ یہ خیال آتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے سر میں شدید درد پیدا کر دیا۔ اس کے ناک، کان، منہ اور دانتوں سے خون بہنے لگا۔ حکماء و اطباء کے علاج کارگر نہ ہوئے درد کی شدت تیز سے تیز تر ہوتی گئی حتیٰ کہ وہ اسی تکلیف سے موت کے کنارے جا پہنچا۔ بادشاہ نے وزیر کو بلا کر کہا کہ میں مختلف ممالک کے چار ہزار حکماء سے علاج کرا چکا ہوں لیکن بیماری دور نہیں ہوئی بلکہ ان اطباء نے اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیا ہے۔ بادشاہ کی بے بسی دیکھتے ہوئے ایک بہت دانا مشیر (جو نگاہِ بصیرت کا بھی مالک تھا) نے کہا اگر بادشاہ سلامت مجھے اپنے دل کا صحیح حال بتا دیں تو میں علاج کر سکتا ہوں اور میں جو بھی سوال کروں اس کا جواب سچ دیں تو بادشاہ تندرست ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے بیماری کی شدت اور موت کی قربت کو دیکھ کر اس دانا مشیر کی تمام شرطیں مان لیں۔ دانا مشیر بادشاہ سے مختلف سوالات کرتا رہا جب بات یہاں تک آ پہنچی کہ بادشاہ کو کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے اور اہل مکہ کے قتل عام کرنے کا ارادہ ظاہر کرنا پڑا۔ دانا مشیر نے فوراً کہا کہ آپ کی بیماری کی جڑ اور وجہ تو یہی خیال ہے۔ اے بادشاہِ وقت! یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اس گھر کا مالک غیب و اسرار کا جاننے والا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس ارادے کو اپنے دل سے نکال دو تا کہ صحت و تندرستی کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کی نعمتیں آپ کے حصہ میں آئیں۔ دانا مشیر کی بات سن کر بادشاہ نے فوراً اپنے خیالات بدلتے ہوئے توبہ کی۔ کعبۃ اللہ اور اہل مکہ کے لیے نیک ارادے کا اظہار کرنے لگا۔ ابھی دانا مشیر کمرے سے باہر بھی نہیں گیا تھا کہ بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔ چنانچہ بادشاہ اس واقعہ کے بعد اپنے دین سے تائب ہو کر کلمہ توحید پڑھ کے ملت ابراہیمی میں شامل ہو گیا۔ کعبۃ اللہ کی تعظیم و اکرام کرنے لگا۔ علماء مکہ سے زیارت کے طریقے اور حج کے مناسک معلوم کر کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اہل مکہ کی عظیم الشان دعوت کی چنانچہ مکہ کے تمام امیر و غریب، ادنیٰ و اعلیٰ اس ضیافت میں شریک ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ضیافت میں اہل مکہ کو پانی کی جگہ خالص شہد پلایا جائے۔ سارا دن یہی کام کرتا۔ مجاورانِ کعبہ کا خصوصی احترام

کرنے کا حکم دیا۔ غلاف کعبہ ریشم نایاب سے تیار کرایا گیا مگر خواب میں دیکھا کہ یہ ریشمی غلاف کعبۃ اللہ کے شایانِ شان نہیں ہوسکتا۔ کوئی اور کپڑا مہیا کیا جائے۔ دوسرے دن خوشبودار کپڑا تیار کیا گیا لیکن پھر بھی یہی خواب دیکھا کہ یہ کپڑا شایانِ شان نہیں۔ تیسرے روز سات پردوں والا غلاف تیار کیا گیا جس میں بردِیمانی اور حریر استعمال ہوا تھا۔ اس خدمت کا صلہ یہ ملا کہ قیامت تک غلاف کعبہ کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے کا انتخاب کیا جاتا ہے چنانچہ بادشاہ وقت کعبۃ اللہ کے لباس کو تیار کرنا اپنے لیے سعادت خیال کرتے ہیں۔ (ایوب خان کے دور میں پاکستان کو بھی غلاف کعبہ تیار کر کے پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے جس کو ہر پاکستانی اپنے لیے ایک عظیم سعادت خیال کرتا ہے)۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ بتوں کو کعبۃ اللہ سے ہٹا دیا جائے' ناپاک عورتوں کا داخلہ بند کر دیا جائے' کعبۃ اللہ کے در و دیوار کو قربانی کے خون سے آلودہ نہ کیا جائے۔ اس نے کعبۃ اللہ کا ایک بہت بڑا دروازہ بنوایا۔ اس پر مضبوط سا تالا لگا کر چابی مجاورانِ کعبہ کے حوالے کر دی۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ ان دنوں مدینہ کے شہر کو چراغاں کیا گیا۔ روشنیوں سے شہر کو بقعہ نور بنا دیا گیا۔ ہر طرف پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ چار ہزار حکماء میں سے نہایت عقل مند حکیم جس کا نام شامول تھا کو حکم دیا کہ اس شہر کے مستقبل کے متعلق ایک نقشہ تیار کیا جائے اور مجھے بتایا جائے کہ اس کی تعمیر و ترقی کے لیے کیا کرنا چاہیے حکماء نے حساب لگا کر بتایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اس شہر میں نبی آخر الزمان ﷺ ہجرت کر کے قیام فرما ہوں گے اور یہیں مدفن ہوں گے۔ شامول کی ان باتوں کے بعد حکماء نے عہد کیا کہ ہم لوگ اس شہر کو بارونق بنا کر یہاں ہی قیام کریں اور اس آخر الزمان نبی ﷺ کا انتظار کریں اور عہد و مواثیق کیے کہ اگر ہماری موت کے بعد وہ نبی آخر الزمان ﷺ تشریف لائیں تو ہماری اولاد ان کی اتباع کرے اور ان کی مرضی و منشا کے مطابق زندگی بسر کرے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے وزیر اعظم کو بلایا تا کہ ان لوگوں سے اس موضوع پر گفتگو کی جائے۔ ان علماء و حکماء نے بتایا کہ ہمارا علم یہی بتاتا ہے کہ یہی مبارک اور متبرک شہر ہے جو سرکار دو عالم ﷺ کی ہجرت گاہ ہوگا۔ اس نبی آخر الزماں کا اسم گرامی محمد ﷺ ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں عصاء ہوگا اور اونٹنی پر سوار ہوگا۔ صاحب قرآن و قبلہ ہوگا۔ صاحب لواء اور منبر ہوگا اور لوگوں کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھائے گا۔ مکہ میں پیدا ہوگا۔ مدینہ میں ہجرت کر کے قیام کرے گا اور یہی شہر ان کا مدفن ہوگا۔ اب ہمارا فیصلہ تو یہی ہے کہ اسی شہر میں قیام کر لیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہماری اولاد میں سے کسی کو اس نبی برحق ﷺ کی زیارت نصیب ہو تو وہ دولت ایمان و اتباع سے بہرہ ور ہو سکے۔

بادشاہ ان کی گفتگو سن کر دل ہی دل میں کہنے لگا کہ میں بھی اسی شہر میں قیام کروں گا۔ لیکن ظاہری طور پر اس ارادہ کا اظہار اس لیے ظاہر نہ کر سکا کہ اس کے پاس ایک عظیم لشکر اور کثیر ہمراہی تھے۔ ہوسکتا تھا کہ اس کے فیصلے کی مخالفت ہو جاتی۔ البتہ اس نے یہ حکم دیا کہ ان چار ہزار حکماء کے لیے علیحدہ علیحدہ مکانات تعمیر کر دیے جائیں اور ان حکماء کو خوب صورت کنیزیں دے دی جائیں تا کہ افزائش نسل کا سلسلہ جاری رہ سکے اور ہر ایک کے لیے زندگی کی تمام سہولتیں مہیا کر دی جائیں تا کہ کوئی دل برداشتہ ہو کر شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ ایک نہایت نفیس کتاب میں ایک خط تحریر کیا جو آنحضرت ﷺ کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

"الی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بن عبداللہ خاتم النبیین و رسول رب العالمین من تبع بن حمیر بن دردع "اما بعد یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فانی آمنت بک ولکتابک الذی انزل اللہ علیک وعلی دینک وسنتک

وامنت بربك ورب كل شئي ماجاء من ربك من شرايع الايمان والاسلام وانا قبلت ذلك فان ادركتك فيها ونعمت وان لم ادركتك فاشفع لي يوم القيمة ولاتنستي فاني من امتك الاولين وتابعتك قبل مجيئك وقبل ارسالي الله تعالى اياك وانا على ملتك وملته ابيك ابراهيم خليل الله عليه السلام"

اس کے بعد اس پر سونے کی مہر ثبت کر دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس مہر پر یہ کلمہ منقوش تھا۔ لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون ۔ خط کو شامول کے سپرد کرتے ہوئے حفاظت کرنے کی وصیت کی اور کہا کہ اگر تم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری سے شرف یاب ہو جاؤ اور اس پیغمبر ﷺ کی بعثت کا زمانہ تمہیں میسر آ جائے تو اس مخلصانہ خط کو آنحضرت ﷺ کے خاص ملازمین کے سپرد کرنا وگرنہ اپنی اولاد کے سپرد کر کے انہیں اس کی حفاظت کی تاکید کرنا کہ وہ بھی نسل در نسل اسی طرح کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ یہ خط اس سید البشر ﷺ کی کیمیا اثر نگاہِ رحمت کے سامنے پیش ہو۔ ان مہمات سے فارغ ہونے کے بعد (تبع) بادشاہ مدینہ شہر سے رخصت ہوا اور سفر طے کرتا ہوا ہندوستان کے علاقے بلغستان آ پہنچا۔ یہیں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور سپردِ خاک ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے یوم وفات سے آنحضرت ﷺ کے یوم ولادت تک پورے ایک ہزار سال کا زمانہ بنتا ہے۔

یہاں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ وہ انصار جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی حمایت اور مدد کی ان کا خوشدلانہ رویہ اور اطاعت نبوی ﷺ کی وجہ کیا تھی۔ درحقیقت شہر مدینہ میں مسلمانوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والے لوگ (تبع) بادشاہ کے ان چار ہزار حکماء کی اولاد میں سے تھے جنہوں نے ایک ہزار سال پہلے سے مدینہ میں قیام کیا تھا اور (تبع) بادشاہ کا وہ خط ان کے بیٹوں اور بیٹیوں سے اولاد تک منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (جو نسل در نسل حکمت و دانا شخص 'شامول کے اکیسویں بیٹے تھے) تک پہنچا۔ جب آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہونے کی خبر پہنچی۔ اس نامہٴ نامی اور صحیفہ گرامی کو ایک معتبر شخص (جس کی کنیت ابو یعلیٰ تھی) کے ہاتھ آنحضرت ﷺ کے استقبال کے لیے بھیجا۔ جب اس نے قبیلہ بنی سلیم میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو ابو یعلی ہے اور (تبع) کا خط تیرے پاس ہے۔ وہ شخص بڑا حیران ہوا حالانکہ وہ شخص آنحضرت ﷺ کو پہچانتا بھی نہیں تھا۔ اس نے کہا آپ کون ہیں۔ مجھے آپ کے چہرہ پر جادو کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ فرمایا: انا محمد بن عبد الله هات الكتاب ۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ وہ خط دیجئے۔ ابو یعلی نے (وہ خط کپڑے میں لپٹے رکھا تھا) نکالا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ جب آپ ﷺ خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو زبان سے تین مرتبہ اس کلمہ کو فرمایا: مرحبا باخ الصالح ۔ ابو یعلی آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری سے شرف یاب ہو چکا تو آپ ﷺ نے اسے واپسی کا حکم فرمایا تا کہ واپس جا کر اہل مدینہ کو سید عالم ﷺ کی آمد و قیام سے آگاہ کرے۔ ابو یعلی جسے ملتا یہ خوش خبری سناتا۔ ہر شخص نے اسے اپنی حیثیت کے مطابق عطیات دیئے۔ سب آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری پر فخر و انبساط محسوس کر رہے تھے۔

http://kitaabghar.com

چاہ زمزم کی دوبارہ دریافت

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

ایک زمانہ تھا جب مکہ مکرمہ پر جرہم قبیلہ کی حکمرانی ہوا کرتی تھی۔ یہ قبیلہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانہ سے مکہ مکرمہ میں ہی آباد چلا آرہا تھا۔ ابتدا میں یہ لوگ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے بہت اچھے تھے لیکن رفتہ رفتہ وہ بدکاریوں اور بدعملیوں کا شکار ہوتے چلے گئے۔

رئیس قبیلہ عمر بن حارث جرہمی نیک سیرت انسان تھا اس نے اپنے قبیلے کے لوگوں کی عادات واطوار کو بدلنے کی بہت کوشش کی لیکن جن کو بدکاریوں اور بے حیائیوں کا چسکا پڑ چکا تھا وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے چنانچہ قوم کی اخلاقی اعتبار سے گراوٹ دیکھ کر عمر بن حارث کو خیال آیا کہ اگر میری قوم کا یہی حال رہا تو ایک نہ ایک دن ہمارے قبیلے پر عذاب الٰہی نازل ہو کر رہے گا۔ اس لیے اس نے کعبہ میں جمع شدہ سونا اور دیگر قیمتی سامان اکٹھا کر کے چاہ زمزم میں دفن کر دیا۔ حسن اتفاق سے چاہ زمزم بھی خشک ہو چکا تھا اس لیے اس نے سونے سمیت تمام قیمتی سامان دفن کرنے کے بعد اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا۔

آخر وہی ہوا جس کا خدشہ ظاہر کیا گیا تھا خزاعہ نامی قبیلہ کے لوگوں نے قبیلہ جرہم پر حملہ کر دیا۔ باہمی نااتفاقیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے قبیلہ جرہم کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے لوگ مارے گئے جو زندہ بچے وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر یمن کی طرف فرار ہو گئے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چاہ زمزم کا نام ونشان بھی مٹ گیا کسی کو یاد بھی نہ رہا کہ چاہ زمزم کہاں ہوا کرتا تھا اسی عالم میں پانچ سو سال گزر گئے۔ ایک رات عبدالمطلب نے خواب دیکھا کوئی ان سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا "طیبہ کھودو" ......

طیبہ کیا چیز ہے؟ عبدالمطلب نے پوچھا مگر انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ دوسری رات پھر خواب دیکھا' کہا گیا "برہ کھودو"۔ برہ کیا ہے؟ عبدالمطلب نے پوچھا پھر کوئی جواب نہ ملا۔ تیسری رات پھر حکم ملا۔ "مضنونہ کھودو"۔ مضنونہ سے کیا مراد ہے؟ پہلے کی طرح جواب نہ ملا۔

عبدالمطلب اہل زبان تھے' تینوں الفاظ کے معانی بخوبی جانتے تھے مگر حیران تھے کہ ان سے مراد کیا ہے؟ پھر ایک رات صراحتہ کہا گیا کہ زمزم کھودو......

اب تو معاملہ صاف ہو گیا۔ عبدالمطلب سمجھ گئے کہ طیبہ' برہ اور مضنونہ زمزم کے ہی صفاتی نام ہیں۔ صبح آپ نے اپنی قوم سے ذکر کیا کہ مجھے خواب میں زمزم کھودنے کا حکم ملا ہے۔ چونکہ زمزم کو منظر سے غائب ہوئے پانچ سو سال گزر چکے تھے اور کسی کو بھی اس کی صحیح جگہ معلوم نہ تھی اس لیے لوگوں نے پوچھا کہ زمزم کہاں کس جگہ پر ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا یہ نہیں بتایا گیا۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا اگر خواب سچا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا تو کسی خواب میں جگہ کی نشاندھی بھی کر دی جائے گی۔

کچھ عرصے بعد پھر حکم ہوا۔ زمزم کھودو اسے کھود کر تمہیں شرمسار نہیں ہونا پڑے گا وہ تمہارے باپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی میراث ہے نہ کبھی خشک ہو گا اور نہ ہی اس کا پانی کم ہو گا بلکہ قیامت تک کعبہ کی زیارت کے لیے آنے والوں کی پیاس بجھاتا رہے گا۔ عبدالمطلب نے پوچھا وہ

کنواں ہے کہاں۔ جواب ملا چیونٹیوں کے بل کے پاس' جہاں سفید سینے والا کوا گوبر اور خون میں چونچ مار رہا ہو۔

عبدالمطلب نیند سے بیدار ہوئے تو حرم کی طرف چل پڑے تا کہ وہاں خواب میں بتائی جانے والی نشانیوں کا کھوج لگایا جا سکے۔ وہاں چیونٹیوں کا بل تو آسانی سے مل گیا لیکن گوبر اور خون میں چونچ مارتا ہوا کوا کہیں نظر نہ آیا۔ عبدالمطلب ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کہیں قریب سے نیم ذبح شدہ گائے لوگوں کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ عبدالمطلب نے دیکھا کہ گائے دوڑتی ہوئی آئی اور چیونٹیوں کے بل کے پاس بے دم ہو کر گر پڑی۔ اتنے میں پیچھے سے لوگ بھی آ پہنچے انہوں نے وہیں گائے کو ذبح کیا' چمڑا اتارا اور گوشت وغیرہ کاٹا۔ ایسا کرنے سے وہ جگہ گوبر اور خون سے لتھڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد کہیں سے اڑتا ہوا ایک سفید سینے والا کوا آیا گوبر اور خون میں چونچ مارنے لگا۔ خواب میں بتائی گئی تمام علامتیں پوری ہو چکی تھیں عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ زمزم کا کنواں اسی جگہ موجود ہے۔

اگلے دن عبدالمطلب نے کدال لی اور اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر نشان زدہ جگہ کو کھودنے لگے۔ کھدائی کرتے ہوئے دیکھ کر قریش کی دیگر لوگوں نے شور مچا دیا۔ جن دو بتوں کے پاس ہم اپنے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اس درمیانی جگہ پر ہم آپ کھدائی نہیں کرنے دیں گے۔ عبدالمطلب لوگوں کی باتوں پر توجہ دینے کی بجائے کھدائی میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ کے اکلوتے بیٹے حارث نے منع کرنے والے لوگوں کو کسی نہ کسی طرح روکے رکھا۔ اس دوران عدی بن نوفل نے آپ کو یہ طعنہ بھی دیا کہ نہ آپ کی کثیر اولاد ہے نہ آپ کے پاس مال ہے مفت میں آپ ہم پر رعب جماتے رہتے ہیں۔ عدی بن نوفل کی بات آپ پر گراں گزری آپ نے اسی وقت ایک منت مان لی کہ اللہ تعالیٰ اگر انہیں دس بیٹوں سے نوازے گا جو جوان ہو کر ان کے دست و بازو بنیں گے تو ان میں سے ایک کو کعبہ کے پاس راہ خدا میں قربان کر دوں گا۔

کھدائی سے چاہ زمزم جب دریافت ہو گیا تو قبیلے کے دوسرے لوگ بھی اصرار کرنے لگے کہ کنویں کے پانی پر ان کا بھی حق ہے جوان سب کے جد امجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ یہ کنواں صرف قدرت الٰہی کی جانب سے صرف مجھے عطا کیا گیا ہے اس لیے میں کسی کو بھی اس کی وراثت میں شریک نہیں کروں گا۔ جب بات حد سے زیادہ بڑھ گئی تو طے یہ ہوا کہ کسی تیسرے غیر جانبدار شخص کو منصف مقرر کر کے اس سے فیصلہ لے لیا جائے وہ جو بھی فیصلہ کرے دونوں فریق اس فیصلے کو قبول کریں۔ سب نے کہا ہم سعد بن ہذیم قبیلہ کی کاہنہ کو اپنا منصف مقرر کرتے ہیں۔ یہ کاہنہ شام کی رہنے والی تھی۔ (یہاں یہ بتا تا چلوں کہ کاہن یا کاہنہ اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جو قیافہ' پامسٹری' علم جفر' نجوم' علم الاعداد اور سحر پر گہری دسترس رکھتا ہو۔ مذکورہ بالا علوم میں مہارت کی وجہ سے ان کی اکثر پیشگوئیاں درست ثابت ہوتی تھیں۔)

چنانچہ عبدالمطلب اپنے ساتھیوں اور قبیلے کے دوسرے لوگ کاہنہ سے بات کرنے کے لیے شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان دنوں مکہ اور شام کے درمیان صحرا ہوا کرتا تھا تا حد نظر آبادی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ ایک ایسے صحرا میں سفر کرتے ہوئے عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ پیاس جب حد سے بڑھ گئی تو قبیلے کے دوسرے لوگوں سے پانی مانگا انہوں نے یہ کہہ کر پانی دینے سے انکار کر دیا کہ اگر آپ کو پانی دے دیا تو ہم کیا پئیں گے اور ہم بھی پیاسے ہلاک ہو جائیں گے۔ عبدالمطلب ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو انہیں یقین ہو گیا کہ اب زندہ بچ رہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو انہوں نے سوچا کہ ادھر ادھر بھٹکنے کی بجائے کیوں نہ یہیں بیٹھ کر موت کا انتظار کر لیا جائے۔ ساتھیوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے آپ سے اتفاق کیا۔ بہر کیف یہ طے پایا کہ ہر شخص اپنے لیے ایک گڑھا کھودے اور اس میں بیٹھ کر اپنی موت کا انتظار کرے۔ جب

کوئی شخص مر جائے تو دوسرے ساتھی اس پر مٹی ڈال دیں تا کہ بے گور و کفن رہنے کی بنا پر انسانی جسم کی بے حرمتی نہ ہو۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ سب اپنا اپنا گڑھا کھود کر اس میں بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔ اسی اثنا میں عبدالمطلب کی رائے بدل گئی انہوں نے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا یوں اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں جانا انتہا درجے کی کمزوری ہے ہمیں ہر حال میں سفر جاری رکھنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں پانی سے نواز دے۔ یہ کہتے ہوئے سب اپنی اپنی سواریوں کی جانب چل پڑے۔ عبدالمطلب بھی اپنے اونٹ پر بیٹھ گئے اور اسے اٹھانے لگے جب اونٹ اٹھا تو اللہ کی قدرت اس لق و دق صحرا میں اونٹ کے پاؤں کے نیچے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ جسے دیکھ کر عبدالمطلب اور ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی کہا کہ وہ بھی تازہ اور میٹھا پانی پی لیں۔ قبیلے کے لوگوں نے جب آپ کی بزرگی اور کرامت دیکھی تو انہوں نے آپ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا اب ہمیں شام جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ واقعی نیک اور صالح بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو نوازنا چاہتا ہے اور چاہ زمزم بھی آپ ہی کے خاندان کی ملکیت میں رہے گا۔

مکہ واپسی کے بعد جب دوبارہ چاہ زمزم کی کھدائی کی گئی تو عمر بن حارث کے دفن کردہ سونے کے دو ہرن اور دیگر قیمتی سامان بھی برآمد ہوا۔ اس کی ملکیت کے لیے قریش کے لوگوں نے ایک بار پھر جھگڑنا شروع کر دیا اور سامان میں دعوی دار بن بیٹھے۔ چنانچہ اتفاق رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ قرعہ اندازی کر لی جائے۔ قرعہ اندازی ہوئی تو سونے کے دو ہرن کعبہ کے نام نکلے جبکہ دیگر سامان عبدالمطلب کے نام نکلا اور قریش کے نام کچھ بھی نہ نکلا۔ عبدالمطلب نے لوہے کے سامان کو ڈھال کر کعبے کا دروازہ بنا دیا اور سونے کے ہرن پگھلا کر سونے کا پانی دروازے پر چڑھا دیا۔ اس طرح وہ زمزم کا کنواں ایک بار پھر جاری ہو گیا قیامت تک جس سے خلق خدا سیراب ہوتی رہے گی۔ ان شاءاللہ

عبدالمطلب چاہ زمزم کے پانی کو انتہائی متبرک اور پاکیزہ سمجھتے تھے اس لیے پینے کے علاوہ کسی اور ضرورت میں صرف کرنے کا تصور بھی نہیں کرتے تھے لیکن عام لوگوں نے اس تقدس کا خیال نہ رکھا اور دیگر ضروریات انسانی کے لیے بھی استعمال کرنے لگے۔ ایک دن عبدالمطلب نے ایک شخص کو دیکھا جو اس پانی سے نہا رہا تھا انہیں بے حد غصہ آیا۔ ایسا مبارک پانی اور اسے غسل و طہارت کے کام میں لایا جائے۔ دن بھر کڑھتے رہے اسی پریشانی کے عالم میں آپ سو گئے۔ خواب میں حکم ملا۔

لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں اس پانی سے نہانے دھونے کی اجازت نہیں دے سکتا یہ تو صرف پینے والوں کے لیے حلال و مباح ہے .... پھر آپ بے فکر ہو جائیں۔

غائب سے ملنے والی ہدایت کے بعد آپ نے حرم شریف میں تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے بتا دیا کہ آب زمزم کو صرف پینے کے لیے استعمال کیا جائے کسی اور مقصد کے لیے ہرگز نہیں۔ یہی قدرت الٰہی کا حکم ہے۔

اس کے بعد جو شخص بھی اس پاکیزہ پانی کی حرمت کو پامال کرتا کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا تھوڑے ہی عرصے میں آب زمزم کی حرمت لوگوں کے ذہن نشین ہو گئی انہوں نے دیگر ضرورتوں کے لیے اس کا استعمال بند کر دیا۔

حضرت عبداللہ کی قربانی کا واقعہ

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

زمزم جاری ہونے کے بعد تیس سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس دوران عبدالمطلب کو اللہ تعالیٰ نے مزید نو بیٹوں سے نوازا جن میں حارث، زبیر، حجل، ضرار، مقوم، ابولہب، عباس، حمزہ، ابوطالب، عبداللہ شامل ہیں۔ ایک رات آپ سو رہے تھے کہ خواب میں کسی نے کہا عبدالمطلب اپنی نذر پوری کرو۔

تیس سال پہلے مانی جانے والی منت عبدالمطلب کے ذہن سے محو ہو چکی تھی اس لیے وہ سمجھ نہ سکے اس سے مراد کونسی نذر ہے۔ آپ نے ایک دنبے کو راہ خدا میں قربان کر دیا۔ دوسری رات پھر کہا گیا اس سے عمدہ چیز کی قربانی پیش کرو، عبدالمطلب نے ایک بیل کی قربانی دے دی، تیسری رات پھر حکم ملا اس سے بھی بڑھیا شے کو قربان کرو، عبدالمطلب نے ایک اونٹ ذبح کر دیا۔ چوتھی رات پھر کہا گیا اونٹ سے بھی اعلیٰ چیز کی قربانی دو۔ اہل عرب کے نزدیک اونٹ سے زیادہ قیمتی شے کوئی اور نہیں تھی اس لیے عبدالمطلب نے پوچھا اونٹ سے بہتر اور کونسی چیز کی قربانی دی جائے۔ خواب میں جواب ملا اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرو، جسے ذبح کرنے کی تم نے نذر مانی تھی۔ تب عبدالمطلب کو اپنی تیس سال پرانی نذر یاد آئی۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دس بیٹے عطا کیے جو میرے دست و بازو بنے تو میں ان میں سے ایک کو کعبہ کے پاس اللہ کی راہ میں قربان کروں گا۔

اس خواب کے بعد عبدالمطلب نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا ان کے سامنے زمزم کی کھدائی کے وقت اپنی نذر کا ذکر کیا یہ بھی بتایا کہ اب خواب کی حالت انہیں اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بیٹوں نے بھی باپ کی اطاعت اور فرماں برداری کا حق ادا کر دیا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا آپ ہم میں سے کسے ذبح کرنا چاہتے ہیں ہم آپ کی مکمل اطاعت کرتے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا تم سب ایک ایک تیر لو اس پر اپنا اپنا نام لکھو پھر ان سب تیروں کو میرے پاس لے آؤ۔

جب سب نے تیروں پر اپنا اپنا نام لکھ لیا تو عبدالمطلب اپنے سب بیٹوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ گئے۔ وہاں قرعہ اندازی کی گئی تو عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ کا نام نکل آیا۔ اس کے باوجود کہ عبداللہ باپ کے سب سے لاڈلے بیٹے تھے۔ عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں چھری لے کر ذبح کرنے کے لیے چل پڑے۔ جب عبداللہ کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا تو ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور حیرت سے پوچھنے لگے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

عبدالمطلب نے جواب دیا میں اپنی نذر پوری کر رہا ہوں جو میں نے تیس سال پہلے مانی تھی۔ قریش کے معززین نے کہا عبدالمطلب ایسا نہ کریں پہلے کاہنہ سے پوچھ لیں ہو سکتا ہے وہ کوئی بہتر راستہ بتا دے اس طرح تو اپنی اولاد کی قربانی کی رسم چل نکلے گی۔ اگر کاہنہ نے کوئی متبادل صورت نہ بتائی تو پھر آپ بے شک بیٹے کو ذبح کر دیجیے گا۔

عبدالمطلب کے دوسرے بیٹے بھی بھائی کو قربان ہوتا ہوا نہ دیکھ سکے انہوں نے بھی عبدالمطلب کو مجبور کیا کہ کاہنہ سے مشورہ کر لینا چاہیئے ہوسکتا ہے کوئی اور متبادل راستہ نکل آئے بیٹوں اور معززین قریش کے اصرار پر عبدالمطلب کاہنہ کے پاس جانے پر رضامند ہو گئے۔

اس کاہنہ کا نام قطبہ تھا جو اس وقت خیبر میں مقیم تھی۔ جب عبدالمطلب اور قریش کے دیگر معززین اس کاہنہ کے پاس گئے تو اس نے کہا ایک جن میرے تابع ہے میں اس کے ساتھ مشورہ کر کے کل آپ کو جواب دوں گی۔ دوسرے دن اس نے جو تجویز سامنے رکھی وہ بلاشبہ فہم و دانش کی شاہکار تھی۔ اس نے ان لوگوں سے پوچھا تمہارے ہاں ایک جان کی دیت (خون بہا) کتنی ہوتی ہے۔ معززین قریش نے بتایا کہ دس اونٹ۔ اس پر کاہنہ نے کہا تم دس اونٹ اور عبداللہ پر قرعہ اندازی کرو اگر قرعہ دس اونٹ پر نکلے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کے عوض دس اونٹ کی قربانی قبول کر لی ہے اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو پھر بیس اونٹ اور عبداللہ پر قرعہ ڈالو' اگر پھر بھی عبداللہ کا نام نکلے تو پھر تیس اونٹ۔ اسی طرح ہر مرتبہ دس دس اونٹ بڑھاتے جاؤ' یہاں تک کہ قرعہ عبداللہ کی بجائے اونٹوں پر نکل آئے۔ اونٹوں کی جتنی تعداد پر قرعہ نکلے اتنے اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کر دیئے جائیں اور عبداللہ کو چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح رب بھی راضی ہو جائے گا اور عبداللہ بھی بچ جائے گا۔ تجویز چونکہ بہت ہی معقول تھی اس لیے عبدالمطلب سمیت سب نے اس پر اتفاق کیا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر کاہنہ کے بتائے ہوئے طریقہ کار پر قرعہ اندازی کی گئی۔ پہلے دس' پھر بیس' پھر تیس حتیٰ کہ سو اونٹوں اور عبداللہ کا قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اونٹوں پر نکل آیا اس طرح عبداللہ کی جان بچ گئی اور اس کے بدلے سو اونٹ قربان کر دیئے گئے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضرت عبداللہ کی سیدہ آمنہؓ سے شادی اور وفات

http://kitaabghar.com

یہاں کہانی ایک منفرد موڑ اختیار کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کا تعلق قریش کی ہی ایک شاخ بنی زہرہ سے ہے یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے بنی زہرہ کی عورت کا انتخاب کیوں کیا دوسرا یہ کہ بنی زہرہ میں سے سید آمنہ کا انتخاب کس بنا پر کیا گیا۔ اس اہم نکتے کی تہہ میں اترنے کے لیے اس کے پس منظر میں جانا پڑے گا۔

عبدالمطلب ایک مرتبہ یمن گئے وہاں ایک یہودی قیافہ شناس سے ملاقات ہوگئی وہ آپ کی غیر معمولی وجاہت دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ کوئی عظیم شخصیت ہیں۔ مزید تحقیق کے لیے ان سے پوچھنے لگا۔

آپ کا تعلق کس قبیلے سے ہے؟

عبدالمطلب نے جواب دیا۔

قریش سے۔

قریش کی کونسی شاخ سے؟

بنی ہاشم سے۔

کیا میں آپ کے جسم کے بعض حصوں کو دیکھ سکتا ہوں؟

ہاں مگر شرط یہ ہے کہ وہ حصہ ایسا نہ ہو جو ڈھانپنا ضروری ہو۔

قیافہ شناس نے آپ کے جسم پر پائی جانے والی تمام نشانیوں کا تفصیل سے جائزہ لیا پھر آپ کی ناک اوپر اٹھائی اور بہت غور سے نتھنوں کا معائنہ کیا۔ علم قیافہ کی رو سے تمام علامات ایک ہی اشارہ دے رہی تھیں۔ قیافہ شناس پکار اٹھا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے ایک ہاتھ میں بادشاہی ہے اور دوسرے ہاتھ میں نبوت۔ پھر کہنے لگا مگر اس بادشاہی اور نبوت کا تعلق بنی زہرہ سے بھی ہے کیا آپ نے بنی زہرہ کی کسی عورت سے شادی کر رکھی ہے؟

عبدالمطلب نے جواب دیا نہیں۔

تو قیافہ شناس نے مشورہ دیتے ہوئے کہا اب جا کر بنی زہرہ کی کسی نیک سیرت خاتون سے شادی کر لیں۔

واپسی پر آپ نے بنی زہرہ کی ایک خاتون "ہالہ" سے شادی کی۔

قریش کی ایک مشہور کاہنہ "سودہ" نے بنی زہرہ کی عورتوں سے کہا تمہارے درمیان ایک ایسی لڑکی ہے جو یا تو خود لوگوں کو عذاب الٰہی سے

ڈرائے گی یا اس کا بیٹا یہ کام کرے گا اس لیے تم اپنی تمام لڑکیوں کو میرے روبرو لاؤ تا کہ میں اسے پہچان لوں۔ یکے بعد دیگرے جب ساری لڑکیاں اس کاہنہ کے سامنے لائی جاتی رہیں پھر جب سیدہ آمنہ اس کے روبرو آئیں تو انہیں دیکھتے ہی کہنے لگی۔ "یہ ہے وہ لڑکی جو یا تو خود نذیرہ ہوگی یا اس کا بیٹا نذیر (عذاب الٰہی سے ڈرانے والا) ہوگا اور وہ بڑی شان والا اور واضح دلیل والا ہوگا۔

سیدہ آمنہ کے والد "وہب" بنی زہرہ کی سب سے معزز اور ممتاز شخصیت سمجھے جاتے تھے وہ اپنی عالی نسبی اور شرافت کی وجہ سے بنی زہرہ کے سردار تھے ان کی بیٹی سیدہ آمنہ بھی قریش کی سب سے بہترین لڑکی تھیں انہی خوبیوں کی بنا پر عبدالمطلب نے اپنے فرزند عبداللہ کے لیے آپ کو منتخب کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ کے والد وہب خود اس رشتے کی تمنا رکھتے تھے اور انہوں نے اپنی بیوی کو عبدالمطلب کے گھر اس غرض سے بھیجا کہ وہ عبداللہ کے لیے آمنہ کا رشتہ قبول کر لیں۔ وہب کی بے تابی کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے عبداللہ کی ایک انوکھی عظمت کا بچشم خود نظارہ کر لیا تھا۔

ایک دن عبداللہ شکار گاہ میں شکار کھیل رہے تھے۔ اتفاقاً وہب بھی پھرتے پھراتے ادھر جا نکلے۔ عبداللہ بے فکری سے شکار میں مشغول تھے کہ اچانک جھاڑیوں کے پیچھے سے ستر اسی یہودی تلواریں لہراتے ہوئے باہر نکل آئے اور مارنے کے لیے آپ کو گھیر لیا۔ وہب نے یہ صورت حال دیکھی تو عبداللہ کی مدد کے لیے آگے بڑھے مگر وہ اکیلے اتنی بڑی تعداد میں شمشیر بکف دشمنوں سے عبداللہ کو کیسے بچا سکتے تھے۔ اسی لمحے ناگاہ سفید گھوڑوں پر سوار بہت سے افراد کہیں سے نمودار ہوئے یہ لوگ دنیا کے عام لوگوں کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتے تھے انہوں نے آتے ہی یہودیوں پر حملہ کر دیا اور چند لمحوں میں انہیں مار بھگایا۔ قدرت الٰہی کا یہ کرشمہ دیکھتے ہی وہب نے دل ہی دل میں طے کر لیا تھا کہ وہ نوجوان جس کی حفاظت کے لیے غیبی طاقت اور مخفی قوتیں مصروف عمل ہوں اس سے بہتر داماد اور کون ہو سکتا ہے؟

یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ عبداللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح خوبصورتی کے شاہکار تھے قریش کی عورتیں ان پر فریفتہ تھیں اور ان سے شادی کی آس لگائے بیٹھی تھیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نور نبوت کے حامل تھے اور نور مصطفیٰ کے امین تھے۔۔ اسی نور کے جھلکنے کی بنا پر آپ کا چہرہ غیر معمولی طور پر تاباں و درخشاں تھا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ عبداللہ کے چہرہ انور سے نور مصطفیٰ ایسے جھلکتا تھا جیسے چمکتا ہوا تارا۔ اسی بنا پر قریش کی دیگر عورتیں بھی شادی کی غرض سے آپ کو پسند کر رہی تھیں۔ جب آپ شادی کی غرض سے اپنے والد عبدالمطلب کے ہمراہ مدینہ تشریف لے جا رہے تھے تو فاطمہ نامی ایک مالدار حسین و جمیل عورت نے آپ کے چہرے پر نور نبوت کو چمکتا دیکھ کر یہ پیشکش کی کہ اگر تم مجھ سے شادی کر لو تو میں آپ کو سو اونٹ بطور نذرانہ پیش کروں گی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور اپنے دامن کو بچا کر مدینہ میں وہب کے گھر پہنچ گئے اور سیدہ آمنہ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

اہل عرب میں دستور تھا کہ دولہا شب زفاف اپنے سسرال میں ہی بسر کیا کرتا تھا اور تین دن تک وہیں مقیم رہتا۔ اسی رواج کے مطابق عبداللہ بھی تین روز تک وہب کے گھر قیام پذیر رہے اور اسی قیام کے دوران وہ نور جو روئے عبداللہ پر جگمگاتا تھا سیدہ آمنہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ تین دن کے بعد جب عبداللہ واپس اپنے گھر لوٹ رہے تھے تو راستے میں پھر فاطمہ نامی عورت سے ملاقات ہو گئی جو آپ کو چند ساعات وصال کے عوض سو اونٹ دینے پر آمادہ تھی مگر آپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس عورت نے آپ کی طرف توجہ نہ کی تو عبداللہ سے رہا نہ گیا اور اس سے پوچھ ہی لیا۔ کیا

بات ہے آج تم پہلے والی پیش کش نہیں کر رہی ہو؟ تو اس نے جواب دیا پہلے جو نور تمہارے پاس تھا وہ اب تم سے جدا ہو چکا ہے اب مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے اور کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ایک زہری عورت نے تم سے کتنی بڑی نعمت لوٹ لی ہے اور تمہیں اس کا پتہ ہی نہیں۔

سیدہ آمنہ کی یہی خوش بختی کیا کم تھی کہ انہیں حضرت عبداللہ جیسا مثالی اور پاکیزہ کردار شوہر ملا اس پر مزید سعادت یہ حاصل ہوئی کہ ان کا بطن اطہر قرارگاہ نور مصطفےٰ بن گیا۔ یہ دنیا کا منفرد حمل تھا۔ سیدہ آمنہ خود فرماتی ہیں کہ مجھے اپنے حاملہ ہونے کا پتہ ہی نہ چلا کیونکہ نہ تو مجھے کسی قسم کا بوجھ محسوس ہوا اور نہ ہی مجھ پر دیگر حاملہ عورتوں کی مانند کیفیت طاری ہوئی۔ پھر ایک دن میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھی کہ غائب سے ایک آواز میرے کانوں میں پڑی۔ "آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ تمام مخلوقات کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوگئی ہیں اور فرمایا گیا کہ جب اس بچے کی ولادت ہو تو آپ یوں کہیئے میں اسے ہر حاسد کے شر سے خدائے وحدہ لاشریک کی پناہ میں دیتی ہوں پھر اس کا نام "محمد" رکھنا۔ محمد کے معنی ہے بار بار تعریف کیا گیا یا بہت زیادہ تعریف کیا گیا۔

اس درِ شہوار کا صدفِ آمنہ میں قرار اتنی خوشیوں اور راحتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا کہ اس سال کا نام ہی سنہ الفتح والا ابتھاج (کامرانی اور شادمانی کا سال) پڑ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے قریش قحط سالی اور شدید تنگ دستی سے دوچار تھے مگر اس سال زمین سرسبز ہوگئی، درختوں کے ساتھ پھل لگ گئے اور قریش پر ہر طرف سے خوشحالی آ گئی۔

وفات حضرت عبداللہ

نبی کریم ﷺ کے دنیا میں جلوہ افروز ہونے سے چند ماہ پہلے حضرت عبداللہ قریش کے ایک قافلے کے ہمراہ تجارت کی غرض سے شام گئے۔ واپس آتے ہوئے راستے میں طبیعت ناساز ہوگئی جب قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو حضرت عبداللہ نے قافلے والوں سے کہا کہ تم لوگ اپنا سفر جاری رکھو میں یہاں مدینہ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں چند روز قیام کروں گا اور صحت یاب ہوتے ہی مکہ واپس لوٹ آؤں گا۔ تجارتی قافلہ مکہ پہنچ گیا لیکن حضرت عبداللہ کی طبیعت مزید خراب ہوتی چلی گئی اور آپ اس فانی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔

جب آپ کی وفات کی اطلاع مکہ مکرمہ پہنچی تو کہرام مچ گیا ماں باپ، بہن بھائیوں پر جو گزری سو گزری سیدہ آمنہ کا غم سب پر نمایاں تھا جس عورت کی خوشیاں عین عالم شباب میں لٹ گئی ہوں، جو شادی کے صرف چند ماہ بعد ہی بیوہ ہوگئی ہو، جسے عبداللہ جیسا مثالی شوہر داغ مفارقت دے گیا ہو، جسے اپنے محبوب شوہر کا آخری دیدار بھی نصیب نہ ہو سکا ہو، جس کے پیٹ میں پرورش پانے والا بچہ اپنی پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہوگیا ہو، اس عورت کے غم واندوہ کا کون اندازہ کر سکتا ہے اور اس کے دکھ درد کو کون جان سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ کی وفات سے سیدہ آمنہ کی نگاہوں میں جہاں تاریک ہوگیا انہیں چار سو ویرانیاں اور بربادیاں نظر آنے لگیں اور اپنے ہاشمی جیون ساتھی کے بچھڑنے سے ارض مکہ، آل ہاشم سے خالی معلوم ہونے لگی۔ وہ فرماتی ہیں "وادی بطحا کے اطراف وجوانب آل ہاشم سے خالی ہوگئے اور میرا سرتاج کفن میں لپٹا ہوا لحد میں جا لیٹا۔"

حضرت عبداللہ کی وفات سے جانِ دو عالم ﷺ ولادت سے پہلے ہی یتیم ہوگئے۔ عام لوگوں کو بطن آمنہ میں پرورش پانے والی ہستی کی

عظمت کا صحیح علم نہ تھا مگر فرشتوں نے اس غم کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے رب کائنات سے کہا اے تمام جہانوں کے خالق اور ہمارے آقا تیرا نبی تو یتیم رہ گیا ہے اس کی تربیت اور حفاظت کرنے والا باپ تو چل بسا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا دوست ہوں' میں اس کا نگہبان ہوں' میں اس کا حامی ہوں' میں ہی اس کی تربیت کا ذمہ دار ہوں' میں اس کا مددگار ہوں اور میں ہی اس کا رازق ہوں۔ فرشتو! تم اس پر درود پڑھو اور اس کے نام نامی سے برکت حاصل کرو۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضرت عبدالمطلب کو حضور ﷺ کی بعثت کی بشارت

http://kitaabghar.com

سرزمین یمن پر سیف ذوالیزن نامی بادشاہ کی حکمرانی تھی۔ وہ ایک عادل حکمران تھا ایک دن (سیف) بادشاہ نے حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو سیف بادشاہ نے انہیں خصوصی عزت واحترام سے نوازا اور آپ کے روبرو اپنے مخفی خزانوں میں سے ایک راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا مجھے ڈر ہے کہ اس راز سے اغیار آگاہ نہ ہو جائیں۔ آپ چونکہ اس عظیم ہستی کے محرم اور سرپرست ہیں اس لیے یہ راز آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے آشناؤں اور بیگانوں کے سامنے اس راز سے پردہ نہ اٹھائیں گے جب تک اس کے ظہور کا وقت نہ آ جائے۔

بادشاہ نے حضرت عبدالمطلب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا.... اے سرور وانبساط کے منبع آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مکہ مکرمہ کے حرم کی چاردیواری میں ایک بزرگ مہمان آنے والا ہے اور پوری دنیا ان کے نور سے منور ہو جائے گی۔ ان کی دیگر علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہوگی کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی طرح ایک خوبصورت تل ہوگا۔ جن وانس کے لیے جو امن وامان کا ضامن ہوگا اس نور کی وجہ سے ظلمت اور تاریکی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ قیامت تک نسل در نسل آپ اور آپ کی اولاد کے خاندان کی دیگر مخلوقات کے مقابل بزرگی وبرتری قائم اور باقی رہے گی۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میری بزرگی اور مقام بلند کا کیا کہنا ہے کہ آپ کی محفل گرامی سے بہترین خلعت واکرام اور عزت واحترام کا اعزاز لے کر لوٹ رہا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ عرب کے بادشاہ اور اے آسمان ادب کے چاند اب وقت آ گیا ہے کہ وہ سعادت مآب فرزند حضرت آدمؑ کی طرح برگزیدہ ' حضرت شیثؑ کی سی نسبت رکھنے والا' حضرت ادریسؑ کی سی پاکدامنی کا حامل' حضرت نوحؑ کا سا دائی' دین الٰہی ملت ابراہیمؑ کا عبا پوش۔ حضرت اسماعیلؑ کی مانند راہِ خدا میں اپنے آپ کو پیش کرنے والا' حضرت یعقوبؑ کا سا محبت والا۔ حضرت یوسفؑ کا سا خوبصورت، حضرت موسیٰؑ کی مانند اللہ سے کلام کرنے والا، حضرت داؤدؑ کی سی طاقت لسانی اور حضرت سلیمانؑ کی سی حشمت اور حضرت لقمانؑ کی سی حکمت اور حضرت سکندرؑ کی سی حکومت' حضرت یحییٰؑ کی سی عصمت، حضرت عیسیٰؑ کی سی طہارت کا حامل رفیع الشان محمد ﷺ نام صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین عالم ظہور میں قدم رنجہ فرمائے گا۔ وہ یتیم وغریب ہوگا اور ان کے دادا اور چچا ان کی کفالت فرمائیں گے اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی بعثت کو آشکارا فرمائے گا اور مسند نبوت پر بٹھائے گا اور خلعت رسالت پہنائے گا۔ اس کے باوصف کہ وہ لکھنا پڑھنا نہ جانتے ہوں گے سابقہ صحائف پر منسوخی کا قلم پھیر دیں گے اور اس نبی مبارک کے قدم کی وجہ سے اولیاء اللہ کی ولایت کے جاہ وجلال کا جھنڈا سر بلند اور اعداء سب ناچیز ہو جائیں گے۔ بتوں اور بت پرستوں کا صفایا ہو جائے گا لوگ اللہ کی عبادت کریں گے۔ امر بالمعروف کریں گے اور منکرات سے منع فرمائیں گے اور اس سے خود بھی اجتناب کریں گے۔ عبادت الٰہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمائیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا آپ کی شاہانہ نوازشات سے

امید ہے کہ آپ اپنی اس گفتگو کی آسان الفاظ میں تشریح فرمائیں گے۔ سیف بن ذی الیزن نے کہا خداوند کعبہ اور رب العزت کی قسم ہے کہ ہمارے یہاں یہ بات پایۂ یقین کو پہنچ گئی ہے کہ ان کے حقیقی دادا آپ ہی ہوں گے اور جو کچھ میں آپ سے کہہ رہا ہوں حق اور عین صداقت تصور فرمائیں کہ میں نے کتب آسمانی میں اس طرح مطالعہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب فوراً سجدۂ شکر بجالائے۔ ملک ذی الیزن نے کہا سر اٹھایئے کہ ان پوشیدہ باتوں اور قدرت الٰہی کے رازوں کو ابھی دنیا والوں سے مخفی رکھیں۔

ایک اور واقعہ کا ذکر حضرت عبدالمطلب سے ہی منسوب ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات ایسا خواب دیکھا جس سے میں خوفزدہ ہوگیا اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے صبح صبح ایک کاہنہ کے پاس گیا اسے بتایا کہ میں نے آج رات خواب میں ایک نورانی درخت کو اگتے دیکھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی چوٹی آسمان تک جا پہنچی اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب تک پھیل گئیں وہ درخت اتنا نورانی تھا کہ میں نے اس سے پہلے اتنی منور شے کوئی نہیں دیکھی تھی اس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی ستر گنا زیادہ تھی اس کے سامنے عرب و عجم سب سجدہ ریز تھے اس درخت کی بڑائی' نورانیت اور اونچائی لحہ بہ لحہ بڑھتی جارہی تھی کبھی وہ میری نظروں سے اوجھل ہو جاتا کبھی پھر دکھائی دینے لگتا۔

میں نے قریش کے کچھ لوگوں کو اس کی ٹہنیوں سے لٹکتے ہوئے دیکھا اور کچھ افراد کو دیکھا کہ وہ اسے کاٹنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں لیکن جب وہ اس کے قریب پہنچتے ہیں تو ایک خوبصورت جوان اچانک آگے بڑھتا ہے اور انہیں مار مار کران کی کمریں توڑ دیتا ہے اور آنکھیں پھوڑ دیتا ہے وہ جوان ایسا حسین و جمیل تھا کہ اس طرح کا حسین میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس کے جسم سے ایسی خوشبو پھوٹتی تھی کہ اتنی عمدہ مہک میں نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔

میں بھی اس درخت کے ساتھ لٹکنے کے لیے آگے بڑھا مگر مجھے روک دیا گیا میں نے پوچھا یہ سعادت کن لوگوں کو نصیب ہوتی ہے؟ جواب ملا یہ صرف انہی لوگوں کا مقدر ہے جو پہلے سے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

کاہنہ نے جب یہ خواب سنا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا کہنے لگی اگر آپ کا یہ خواب سچا ثابت ہوا تو آپ کی نسل سے ایک ایسا عظیم الشان انسان پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور دنیا اس کے سامنے جھک جائے گی۔

حضور ﷺ کے حوالے سے خطیر بن مالک کی شہادت

قصہ یوں ہوا کہ یسب بن مالک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔یسب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے پہلے جس شخص کو معلوم ہوا کہ آسمان، جنوں سے محفوظ ہو گیا ہے اور وہ چوری چھپے باتیں سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔وہ میں تھا۔دو سو ستر سالہ ایک عمر رسیدہ خطیر بن مالک نامی نجومی تھا وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم نجوم کا ماہر تھا۔میں نے اس سے پوچھا کہ آسمان میں یہ رات کو ستاروں کی جو بوچھاڑ ہوتی ہے۔ستارے ٹوٹتے ہیں اس کے متعلق آپ کو کچھ علم ہے ہم خوفزدہ ہیں ایسا نہ ہو کہ اس ضمن میں کوئی ایسا معاملہ ہو کہ جو ہمارے نقصان اور پریشانی کا باعث ہو۔میری بات سن کر اس نے کہا صبح آنا تا کہ میں تجھے اس کی خبر بتا سکوں کہ ستارے کیوں ٹوٹتے ہیں۔یسب بن مالک نے کہا ہم اگلی صبح مقررہ جگہ پر ساتھیوں کے ساتھ گئے۔ہم نے خطیر کو دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف رخ کر کے کھڑا ہے جب ہم نے اسے آواز دی تو اس نے ہمیں اشارے سے چپ رہنے کی تلقین کی۔اچانک ایک بڑا ستارہ گرا خطیر چیخا اور چند کلمات کہے جو شیطانوں کے عمل کو باطل کرنے پر دلالت کرتے تھے اور ان کی ذلت وخواری کا متمنی تھا۔اس کے بعد اس نے کہا اے گروہ بنی خطان میں تمہیں سچی خبر دیتا ہوں اور کعبہ اور اس کے ارکان کی قسم کھاتا ہوں کہ شیطان اور جنات کو آسمان پر جانے اور وہاں کی باتیں سننے سے منع کر دیا گیا ہے اور اس کے باوجود جو اس کوشش میں آسمان کی طرف بڑھتے ہیں ستاروں کی شکل میں ان پر آگ برسائی جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ عظیم القدر پیغمبر قرآن کے ساتھ جس میں حلال وحرام کا بیان ہے' ظاہر ہونے والا ہے اس کے دلائل آفتاب کی طرح روشن اور واضح ہوں گے وہ بت پرستی کو باطل کر دے گا۔

میں نے کہا تم عجیب قصہ بیان کرتے ہو میری قوم کا کیا حال ہوگا۔اس نے کہا ان کے لیے سب سے بہتر یہی ہے کہ وہ اس نبی ﷺ کی اتباع کریں اور اس کی مخالفت سے پرہیز کریں۔اس کی نبوت کا اظہار مکہ کی فضا میں ہی ہوگا۔اس پر قرآن نازل ہوگا۔میں نے پوچھا ۔۔۔۔وہ کون سے قبیلے سے ہوگا اس نے کہا وہ قبیلہ قریش ہی سے ہوگا اس میں طیش نہیں ہوگا۔اس کے حکم میں کوئی کھوٹ نہیں ہوگا۔بنی قحطان اور دوسرے قبائل سے بہت سا لشکر اس کے پاس جمع ہو جائے گا۔میں نے پوچھا لوگ کس قبیلہ سے فراہم ہوں گے۔اس نے کہا قریش سے۔اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے کعبہ اور ارکانِ کعبہ کی قسم کہ بزرگ و برتر ہاشم کی نسل سے ہوگا۔کفار و فجار کے قتل کے لیے مبعوث ہوگا۔یہ قصہ مجھے بڑے بڑے جنوں سے حاصل ہوا ہے۔پھر اس نے کہا اللہ اکبر حق ظاہر ہو گیا اور جن آسمان پر جانے سے روک دیئے گئے ہیں۔پھر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا تین روز کے بعد ہوش میں آیا اور کہا لا الہ الا اللہ۔جب یہ حکایت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیان کی گئی۔فرمایا: سبحان اللہ اس نے مقام نبوت سے بات کی ہے وہ قیامت کے روز اٹھایا جائے گا اور وہ تنہا ایک امت ہوگا۔واللہ الہادی۔

http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ابرھہ کے لشکر کی

خانہ کعبہ پر یلغار اور ابابیل

یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے چالیس سال پہلے رونما ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بطورِ خاص قرآن پاک کی سورۃ الفیل میں اس واقعہ کا ذکر اس لیے کر دیا ہے کہ بعد میں آنے والے لوگوں پر یہ بات آشکارہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو چڑیوں، بازوں اور ابابیلوں سے ہاتھیوں کو روند ڈالتا ہے۔ اس کے لیے تعداد کا زیادہ یا کم ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر ہم سمجھیں تو یہ ہمارے لیے بہتر ہے۔ اس سورۃ کے ذریعے مسلمانوں کے لیے بہت بڑا پیغام ہے کہ جب حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا تب بھی اللہ نے اپنے گھر کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ خانہ کعبہ پر حملے کی غرض سے آنے والے ہاتھیوں کے طاقتور لشکر کو انتہائی چھوٹی جسامت والے پرندے "ابابیل" کے ہاتھوں بھوسے کا ڈھیر بنا دیا۔ یہ واقعہ ہر مسلمان کو ایمان کی روشنی اور جہاد کی قوت عطا کرتا ہے۔

محمد بن اسحاق بروایت سعید بن جبر و عکرمہ از بن عباسؓ نے بیان کیا۔ کہ نجاشی، شاہ حبشہ نے ارباط (سپہ سالار) کو یمن پر فوج کشی کے لیے بھیجا۔ ارباط نے معمولی مزاحمت کے بعد یمن پر قبضہ کر لیا۔ ابرہہ بن الصباح حبشی ایک جنگجو سردار تھا۔ اس کو ارباط کی سیادت پر حسد ہوا تو اس نے بغاوت کر دی۔ اس طرح حبشیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ ایک گروہ ارباط کے ساتھ اور دوسرا ابرہہ کے ساتھ ہو گیا۔ دونوں کا ٹکراؤ ہوا۔ ابرہہ نے ارباط کو قتل کر دیا۔ حبشیوں نے ابرہہ کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس طرح ابرہہ کا تسلط یمن پر قائم ہو گیا۔ پھر جب ابرہہ نے دیکھا کہ حج کے دنوں میں لوگ مکہ کو جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ ابرہہ نے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے صنعا میں ایک گرجا گھر تعمیر کروایا اور نجاشی کو لکھا کہ میں نے صنعا میں ایک کلیسا بنوایا ہے آپ اس گرجا گھر میں تشریف لائیں تاکہ میں مکہ میں حج کی غرض سے جانے والوں کا رخ موڑ سکوں۔ یہ بات قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص کو جب معلوم ہوئی تو اس نے رات کے وقت نو تعمیر شدہ گرجا (جس کے افتتاح کے لیے نجاشی کو بلوایا جا رہا تھا) کے اصل قبلہ کو گندگی سے آلودہ کر دیا۔ ابرہہ کو جب اس واقعے کی اطلاع پہنچی تو وہ غصے میں لال پیلا ہو گیا۔ اس نے جذبات میں آتے ہوئے کہا میں جب تک کعبے کو (نعوذ باللہ) گرا نہ دوں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا اور یہی اطلاع نجاشی کو بھی بھیج کر درخواست کی کہ جنگ کے لیے کچھ ہاتھی اور بھیج دیئے جائیں۔ نجاشی نے ابرہہ کو جو ہاتھی جنگ کے لیے بھیجے اس میں ایک نہایت طاقتور ہاتھی "محمود" بھی شامل تھا۔ جو دشمن فوج کو کچلنے اور معرکہ آرائی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

ابرہہ اپنے ٹڈی دل لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف چل پڑا۔ عربوں تک جب یہ خبر پہنچی تو یمن کے سرداروں میں ایک سردار جن کا نام ذونفر تھا وہ ابرہہ کے مقابلے کے لیے نکلا لیکن ابرہہ نے اسے آسانی سے شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ ذونفر کو شکست دینے کے بعد ابرہہ مکے کی طرف بڑھا جب ابرہہ کا لشکر قبائل خثعم کے مقام پر پہنچا تو نفیل بن خثمی اپنے ساتھیوں کو لے کر ابرہہ کے مقابلے کے لیے نکلا۔ یمن کے دیگر قبائل بھی نفیل

بن خثمی سے آملے اس کے باوجود ابرہہ نے اسے شکست فاش سے دوچار کر کے نفیل کو گرفتار کر لیا۔ نفیل نے ابرہہ سے کہا کہ میں سرزمین عرب کے راستوں سے خوب واقف ہوں اور راستوں کے تعین میں رہنمائی کا کام دے سکتا ہوں اس لیے ابرہہ نے اس کو معاون کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے لیا۔ جب ابرہہ کا لشکر طائف کے مقام سے گزرا تو مسعود بن مغیث اپنے قبیلے کے کچھ معززین کو لے کر ابرہہ کے پاس آیا اور بولا کہ ہم آپ کے غلام ہیں اور آپ کی اطاعت قبول کرتے ہیں ہماری جانب سے آپ کو کسی قسم کی شکایت نہیں ملے گی اگر آپ اس مقدس مکان کو گرانے (ڈھانے) کے ارادے سے نکلے ہیں جو مکہ میں ہے تو ہم آپ کے ساتھ ایک رہنما بھیج دیتے ہیں۔ رضامندی کے بعد انہوں نے اپنے غلام ابو رغال کو رہنمائی کے لیے ابرہہ کے ساتھ بھیج دیا۔ جب ابرہہ مغمس کے مقام پر پہنچا تو ابو رغال مر گیا۔ ابرہہ نے مغمس کے ایک حبشی (جس کا نام اسود تھا) کو اس غرض سے مکہ بھیجا کہ وہ حرم کا مال یعنی اونٹ وغیرہ زبردستی گھیر لائے۔ اسود نے ابرہہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کے دوسو اونٹ پکڑ لیے۔ ابرہہ نے ایک شخص کو یہ پیغام دیکر مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ وہ سردار مکہ کو یہ پیغام پہنچادیں کہ ابرہہ یہاں ان سے لڑنے نہیں آیا بلکہ یہاں آنے کا مقصد (نعوذ باللہ) خانہ کعبہ کو گرانا ہے۔ ابرہہ کے قاصد نے مکہ کے سردار عبدالمطلب کو من و عن پیغام پہنچا دیا جس پر مکہ کے سردار عبدالمطلب نے کہا ہم بھی اس سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ہم اس گھر تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالیں گے یہ اللہ کا حرمت والا گھر ہے وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ اگر ابرہہ کو اس مقدس گھر تک پہنچنے سے خدا نہیں روکے گا تو ہم بھی اس کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔

اس کے بعد مکہ کے سردار عبدالمطلب اپنے اونٹ واپس لینے کے لیے ابرہہ کے لشکر میں پہنچ گئے۔ عرب سردار ذونفر جو شکست کھانے کے بعد ابرہہ کے ساتھ تھا وہ عبدالمطلب کا دوست تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ اس کے پاس پہنچے اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ ذونفر نے کہا کہ میں تو خود قیدی ہوں البتہ انیس میرا دوست ہے جو ابرہہ کے لشکر میں شامل ہاتھیوں کا داروغہ ہے میں اس سے آپ کی سفارش کرنے کو کہتا ہوں۔ اگر وہ مان گیا تو شاید کام بن جائے۔ ذونفر نے اسے بلوا کر عبدالمطلب سے ملوا دیا اور کہا یہ قریش مکہ کے سردار ہیں اور اپنے اونٹ واپس لینے آئے ہیں انہیں کسی نہ کسی طرح ابرہہ سے ملوادو۔ یہ لڑنے اور جھگڑنے والے نہیں ہیں۔

انیس نے قریش کے سردار عبدالمطلب کی آمد کی خبر ابرہہ کو کر دی۔ ابرہہ نے انہیں ملنے کی اجازت دے دی۔ عبدالمطلب خوبصورت اور قد آور شخصیت کے مالک تھے اور دیکھنے والا ان کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جونہی قریش کے سردار عبدالمطلب ابرہہ کے خیمے میں داخل ہوئے تو ابرہہ ان کو دیکھ کر تعظیم و تکریم میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے دل میں قریش مکہ کے سردار کی اس قدر عظمت ڈال دی کہ وہ خود تخت پر بیٹھ کر ان کو نیچے نہیں بٹھانا چاہتا تھا اس لیے سوچ بچار کے بعد ابرہہ بھی اپنے تخت سے اتر کر ان کے ساتھ آ بیٹھا اور آنے کی وجہ دریافت کی۔

عبدالمطلب نے فرمایا یہاں میری آمد کی وجہ میرے دوسو اونٹوں کی واپسی ہے۔ اس پر ابرہہ نے کہا کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو مجھے آپ بہت بھلے لگے تھے مگر اونٹوں کا تقاضا کر کے آپ میری نظر سے گر گئے ہیں۔ میں تو کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں جو تمہارا دین بھی ہے اور تمہارے باپ دادا کا بھی۔ یہ کعبہ تمہارے لیے باعث عزت بھی ہے۔ تم نے اس سلسلے میں مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کی الٹا اپنے دوسو اونٹوں کی واپسی کا تقاضہ کر رہے ہو۔ ابرہہ کی زہر آلود باتیں سن کر عبدالمطلب نے فرمایا کہ ان اونٹوں کا مالک تو میں ہوں اور اس گھر کا مالک پوری کائنات کا رب ہے جو خود

اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔

یہ سن کر ابرہہ نے بڑے تکبرانہ انداز میں کہا کہ اس گھر کا مالک بھی مجھ سے اپنا گھر نہیں بچا سکتا۔ ابرہہ نے اونٹ عبدالمطلب کو واپس کر دیئے۔ عبدالمطلب اپنے اونٹ واپس لے کر قبیلے میں آ گئے اور واپس آ کر سارا واقعہ قریش کو سناتے ہوئے حکم دیا کہ سب لوگ گھاٹیوں میں بکھر جائیں اور پہاڑوں پر چڑھ کر اپنی حفاظت کریں تا کہ حبشی ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ پھر خود کعبہ کے دروازہ کی زنجیر پکڑ کر فرمانے لگے۔

"پروردگار تیرے سوا ان کے مقابلے میں، میں کسی اور سے امید نہیں رکھتا تو ہی اپنے گھر (حرم)

کی حفاظت کر۔ اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے اپنی بستی کو اجاڑنے سے ان کو روک دے۔"

اس موقع پر عبدالمطلب نے چند اشعار بھی پڑھے جن کا ترجمہ یہ تھا۔

اے اللہ، بندہ اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے تو اپنے سامان کو محفوظ رکھ۔ صلیب کے طرفداروں اور پرستاروں کے خلاف اپنے پرستاروں کی مدد کر۔ ان کی صلیب اور چال، تیری تدبیر پر غالب نہیں آنی چاہیئے۔ تیرے خادموں کو گرفتار کرنے کے لیے اپنے ملک کے بڑے لشکر اور ہاتھیوں کو کھینچ لائے ہیں۔ انہوں نے اپنی چال کے ساتھ نادانی کی وجہ سے تیرے گھر (حرم) کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا ہے اور تیرے جلال کا انہوں نے خوف نہیں کیا۔ اگر تو ان کو اور ہمارے کعبہ کو یونہی چھوڑ دینے والا ہے تو پھر جو تیری مرضی وہی کر۔

یہ مناجات کر کے کعبہ کی زنجیر چھوڑ دی اور اپنی قوم کے ساتھ پہاڑوں میں چلے گئے۔ اگلی صبح ابرہہ نے مکہ میں داخل ہونے کی تیاری شروع کر دی اور لشکر کو ہاتھیوں سمیت تیار کر لیا۔ بارہ ہاتھی جسامت اور قوت کے اعتبار سے قابل ذکر تھے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ سب سے طاقتور ہاتھی "محمود" تھا نفیل اس کے پاس آیا اس کا کان پکڑ کہنے لگا محمود بیٹھ جا یا جہاں سے آیا ہے سیدھا واپس چلا جا کیونکہ تو اس وقت اللہ کی حرمت والے شہر مکہ میں ہے۔ نفیل کی بات سنتے ہی محمود نامی ہاتھی بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اس کو اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ نہ اٹھا لوگوں نے اس کے سر پر کدال مارے مگر وہ پھر بھی نہ اٹھا۔ آخر کار اس ہاتھی کی آنکھوں کے نیچے ضرب لگا کر اسے ڈرانا چاہا مگر ہاتھی اٹھنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ ہاتھی کی اس حرکت پر سب حیران تھے کیونکہ ہمیشہ یہ ہاتھی دشمن کی فوج پر حملہ آور ہونے میں سب سے آگے ہوتا تھا اب جبکہ اس کے سامنے کوئی فوج بھی نہیں تھی اس کے باوجود وہ اٹھ کر چلنے سے بھی انکاری تھا۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھی کے دل و دماغ میں کعبہ کی حرمت کا خوف ڈال دیا تھا۔

آخر کار اس ہاتھی کا رخ یمن کی طرف کر کے اٹھایا گیا تو وہ اٹھ کر تیزی سے چلنے لگا۔ اس کا رخ شام کی طرف کر دیا گیا تب بھی ہاتھی تیز تیز چلتا رہا۔ مشرق کی طرف بھی ہاتھی نے ایسا ہی کیا لیکن جونہی اس کا رخ مکہ کی طرف کیا گیا تو وہ کھڑا بھی نہ رہ سکا۔ نفیل دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا اللہ نے سمندر کی طرف سے ابابیلوں جیسے ننھے منے سفید رنگ کے پرندے بھیجے۔ ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے دو دونوں پنجوں میں اور ایک چونچ میں۔ یہ پتھر چنے اور دال مسور کے برابر تھے۔

ابو مسعود نے سمندر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اسے کچھ محسوس ہوا۔ انہوں نے عبدالمطلب سے کہا سمندر کی طرف تو دیکھو عبدالمطلب نے دیکھا تو بولے مجھے تو سفید رنگ کے پرندے اڑتے نظر آ رہے ہیں۔ ابو مسعود نے کہا ذرا نظر اٹھا کر دیکھو ان کی قرار گاہ کہاں ہے؟ عبدالمطلب

نے کہا یہ مکہ کی طرف ہی آ رہے ہیں۔ ابو مسعود نے کہا کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ عبدالمطلب نے کہا خدا کی قسم میں ان کو نہیں پہچانتا۔ نہ یہ نجدی نہ تہامی ۔نہ عربی ہیں نہ شامی۔ ابو مسعود نے پوچھا ان کی تعداد کتنی ہوگی؟ عبدالمطلب نے کہا کہ شہد کی مکھیوں کی طرح یہ بے حد و حساب ہیں ان کی گنتی نہیں کی جاسکتی۔ ہر پرندے کی چونچ سرخ' سر سیاہ' گردن لمبی تھی۔ ان پرندوں کا ایک لیڈر تھا جو سب سے آگے تھا۔ ابابیلوں کی یہ فضائی فوج ابرہہ کے سپاہیوں اور ہاتھیوں کے عین سروں پر آ کر رک گئی۔ چند ہی لمحوں بعد ان پرندوں نے اپنی چونچوں اور پنجوں میں پکڑی ہوئی کنکریاں چھوڑ دیں قدرت خداوندی دیکھیے کہ ہر پتھر پر مرنے والا کا نام لکھا ہوا تھا۔ جس کو یہ کنکر لگتا وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ ہاتھی ان پتھروں کی ضرب کی شدت سے نڈھال ہو کر اپنی ہی فوج کو کچلنے لگے۔ پلک جھپکتے میں ابرہہ کی ساری فوج تہس نہس ہو گئی جو چند افراد بچے وہ راستہ نہ ملنے کی وجہ سے بھٹک بھٹک کر بھوک پیاس سے مر گئے۔

اللہ تعالی نے ابرہہ کو ایک موذی جسمانی مرض میں مبتلا کر دیا اس کی انگلیوں کے پور گرنے لگے۔ جس سے لہو بہنے لگتا۔ آخر کار چوزے کی طرح ہو کر ابرہہ واپس صنعا پہنچا تو اس کا سینہ شق ہو گیا اور اللہ کے مقدس گھر کی حرمت کو پامال کرنے کے جرم میں کتے کی موت مر گیا۔

اگلی صبح جب عبدالمطلب پہاڑے سے اترے تو ابرہہ کے قافلے میں کوئی آہٹ محسوس نہ ہوئی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ حملہ آور قافلے کے لوگ رات کو سوئے نہیں ہوں گے اس لیے صبح دیر تک سو رہے ہیں لیکن جب آپ ابرہہ کے لشکر کے قریب پہنچے تو سب مردہ حالت میں پڑ نظر آئے۔ جس شخص کے سر پر پتھر گرتا وہ سر پھاڑ کر دماغ میں اتر جاتا۔ یہاں تک کہ ہاتھیوں اور گھوڑوں کے اندر گھس کر وہ پتھر زمین کے اندر داخل ہو جاتا۔ بعد ازاں عبدالمطلب نے ابرہہ کی فوج کا مال غنیمت اکٹھا کیا اور قبیلے کے لوگوں میں یکساں تقسیم کر دیا۔ جس سے قبیلہ قریش کے لوگ بہت خوشحال ہو گئے اور یہ خوشحالی ان پر ہمیشہ قائم رہی۔

اس طرح مکہ کو ڈھانے کی نیت سے آنے والے ابرہہ اور اس کی فوج کو ہمیشہ کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

انبیاء کرام کی زیارت

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

ہشام بن مالک کہتا ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ایک قریشی کے ساتھ (ہرقل) شاہ روم کے پاس بطور قاصد بھیجا تا کہ اسے اسلام کی دعوت دوں۔ جب ہم شہر دمشق میں پہنچے ہم نے ایک شخص کو دیکھا جو بلند مرتبہ بادشاہوں کی مانند تخت کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہمارے پاس ایک ترجمان بھیجا۔ اس نے ہم سے حقیقت حال اور آنے کا مقصد پوچھا۔ ہم نے کہا: ہم صرف اسی سے ہی بات کریں گے جس نے تمہیں بھیجا ہے اگر ایسا نہ ہوسکا تو ہم واپس چلے جائیں گے۔ القصہ جب ہم اس کی مجلس میں داخل ہوئے۔ اسے سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے قبول نہ کی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ زرد سیاہ لباس پہنے ہوئے ہے ہم نے اس کی وجہ پوچھی اس نے کہا۔ یہ سیاہ لباس میں نے اس سبب سے پہن رکھا ہے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک تمہیں شام سے باہر نہ نکال دوں اسے نہیں اتاروں گا۔ ہم نے کہا قسم بخدا، اسی جگہ جہاں تو بیٹھا ہے ہم تجھے گرفتار کریں گے اور اس ملک میں تجھ سے بڑے بادشاہ کو بھی انشاءاللہ قبضہ میں کریں گے کیونکہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں اس بات کی بشارت دی ہے۔

جبلہ نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو جو اس ملک کے مالک بنیں گے کیونکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو صبح سے شام تک روزہ رکھیں گے ہم نے کہا ہماری شریعت بھی اسی طرح ہے۔ ثم اتموا الصیام الی الیل جب ہم نے یہ کہا اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے کہا تمہیں قیصر کے پاس بھیجا گیا ہے۔ روم میں جاؤ دیکھیں وہاں تمہارے ساتھ معاملہ کیسا ہوتا ہے۔ اور ایک راہنما کو ہمارے ساتھ کر کے قیصر کے پاس بھیج دیا۔ جب ہم قیصر کے دارالسلطنت میں پہنچے۔ راہنما نے کہا کہ اس شہر میں تمہارا اونٹوں پر سوار رہنا مناسب نہیں۔ شہر میں دوسری سواریاں اختیار کرو ہم نے کہا ہم اسی وضع پر ہرقل کی بارگاہ تک جائیں گے۔ جب یہ بات انہوں نے ہرقل سے کہی۔ ہرقل نے کہا ان کو اختیار ہے۔ ہم تلوار حمائل کئے ہوئے اپنے اونٹوں پر سوار شہر میں داخل ہوئے جب قیصر کے محل کے دروازے کے باہر آئے ہم نے اونٹوں کو بٹھا دیا اور بلند آواز سے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہا۔ اس کلمہ کی ہیبت سے قیصر کا محل تند ہوا سے کھجور کے درخت کی مانند لرز اٹھا۔ قیصر اس حال میں بالا خانے سے ہمیں دیکھتا رہا جب اس نے یہ واقعہ خود مشاہدہ کیا تو ہمارے پاس ایک شخص کو بھیجا اور کہا اپنے دین کا اظہار کرو اور جو سوال بھی تمہارا ہو پیش کرو۔ ہم نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیت کی ہے کہ ہم قیصر کے علاوہ کسی سے بات نہ کریں گے۔ قیصر نے آنے کی اجازت دے دی۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک جماعت قوی ہیکل وجسیم اس کے تخت کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے اور کچھ کھڑے ہیں۔ یہ بھی بادشاہ کی مانند سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب اس نے ہمیں دیکھا۔ ہنسا اور ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ انہوں نے اپنے دستور کے مطابق ہمیں سلام کیوں نہیں کیا۔ ہم نے کہا تو ہمارے لیے تمہیں سلام کہنا جائز نہیں جیسا کہ تمہارے لیے ہمیں سلام کہنا روا نہیں۔ اس

نے پوچھا کہ تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کہتے ہو۔ ہم نے کہا السلام علیکم ۔اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح جواب دیتا ہے۔ ہم نے جواب دیا۔ اسی لفظ کے ساتھ۔ اس نے پوچھا کہ تمہاری سب سے افضل اور بات کون سی ہے ہم نے کہا لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ۔ جب ہم نے یہ کہا دوسری مرتبہ بالا خانہ محل کے ساتھ لرز اٹھا۔ ہرقل نے کہا جب تم اپنے گھروں میں اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرتے ہو تو اس سے یہی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ہم نے کہا۔ ہم نے کبھی بھی اپنے گھروں میں یہ کیفیت مشاہدہ نہیں کی۔

اس کے بعد ہرقل نے ہم سے دوسری چیزوں کے متعلق سوال کیے ہماری طرف سے تمام کے شافی جواب دیئے گئے اس کے بعد نماز اور روزے کے متعلق سوال کیا۔ ہم نے اس کا صحیح صحیح جواب دیا پھر اس نے ہمیں ایک دل کشا مقام اور روح افزا منزل میں ٹھہرایا اور ہماری خدمت و تواضع بہت کی۔ تین روز کے بعد اس نے ہمیں اپنی مجلس میں طلب کیا اور چند باتیں دریافت کیں جب ہم جواب دے چکے تو اس نے ایک بڑا سا صندوق منگوایا۔ اس صندوق میں چھوٹے چھوٹے بہت سے خانے تھے اور ہر ایک کا الگ دروازہ تھا اور ہر دروازہ پر تالہ لگا ہوا تھا اس نے ایک دروازہ کو کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اسے کھولا اس پر ایک شخص کی تصویر تھی۔ سرخ چہرہ، فراخ چشم، بلند گردن اور بے ریش بارعب چہرہ تھا۔ اس نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے۔ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے دوسرا دروازہ کھولا۔ ایک سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس ریشم کے ٹکڑے پر ایک مرد کی تصویر بھی سفید رو گھنگھریالے بال، سیاہ چشم، بڑا سر اور عمدہ داڑھی تھی۔ اس نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت نوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس ایک اور دروازہ کھولا اور ایک دوسرا ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس میں ایک سفید رو، روشن چشم کشادہ پیشانی، ستواں ناک اور سفید داڑھی خنداں و شگفتہ تصویر تھی اس نے پوچھا اسے پہچانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ایک اور دروازہ کھول کے دوسرا ٹکڑا نکالا اس پر آنحضرت ﷺ کی صورت مبارک تھی اس تصویر کی تعظیم میں پہلے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بیٹھتے ہوئے کہا تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہ حضرت محمد ﷺ کی تصویر ہے۔ ہم نے کہا۔ بخدا اسی طرح ہے گویا کہ بعینہٖ یہ آپ ہی ہیں پھر تھوڑی دیر ہمیں دیکھا اور کہا یہ پیغمبر آخر الزمان کی تصویر ہے۔ اس تصویر کو جلد نکالنے میں میرا مقصد تمہارا امتحان تھا۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور سیاہ رنگ کے ریشم کا ٹکڑا نکالا جس پر گندم گوں، سیاہ مو، تیز چشم، عمدہ نگاہ، بند منہ، غضبناک مرد کی تصویر تھی۔ اس نے کہا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہنے لگا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔ ان کے پہلو میں ایک اور تصویر تھی جس کے سیاہ بال، کشادہ پیشانی اور گول آنکھیں تھیں۔ اس نے پوچھا اسے جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور دوسرا ریشم کا ٹکڑا نکالا اس میں گندم گوں، لٹکے ہوئے بال، خوبصورت اور غضبناک مرد کی تصویر تھی۔ اس نے کہا۔ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک اور سفید سرخی مائل صورت دکھائی۔ اس کی گردن ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی۔ چہرہ خوبصورت تھا۔ اس نے کہا یہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے بعد ایک اور تصویر ظاہر کی جو اسحاق علیہ السلام کی طرح تھی مگر ان کے نچلے ہونٹ پر تل تھا۔ اس نے کہا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر ہے پھر اس نے ایک اور تصویر دکھائی سفید سرخی مائل چمکدار پیشانی جن کے چہرہ پر تواضع کا اثر ظاہر تھا خوش قامت، ستواں ناک، اس نے کہا یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تصویر ہے جو تمہارے پیغمبر کا جدِ اعلیٰ ہے اس کے

بعد حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر جیسی ایک تصویر دکھائی اور کہا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت ہے۔ اس ریشم کے ٹکڑے سے ایک سفید ٹکڑا باہر نکالا اس پر ایک سرخ رنگ، باریک ساق، مربع شکم، میانہ قد۔ جس نے تلوار حمائل کی ہوئی تھی کی تصویر نکالی اور کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تصویر ہے پھر سفید ریشم ہی کے ٹکڑا پر ایک اور مرد بڑا سر، لمبے پاؤں، گھوڑے پر سوار کی تصویر دکھائی اور کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے پھر اس نے سیاہ ریشم کے ٹکڑے پر سفید رو سیاہ ریش، گھنے بال، نیکو چشم، خوبصورت مرد کی تصویر دکھائی اور کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ہے۔
انبیاء کی صورتیں ملاحظہ کرنے کے بعد ہم نے قیصر سے پوچھا کہ آپ نے یہ تصویریں کہاں سے حاصل کیں اور تجھے ان صورتوں سے کیا سروکار ہے۔
ہم اپنے پیغمبر ﷺ کی صورت پر قیاس کرتے ہوئے یقین سے جانتے ہیں کہ تمام تصویریں اپنے اصل کے مطابق ہیں یعنی تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ہرقل نے جواب دیا کہ آدم علیہ السلام نے مصورِ حقیقی ھو الذی یصور کم فی الارحام کیف یشاء سے سوال کیا کہ ان کی اولاد خصوصاً وہ اولاد جو شرف نبوت سے مشرف ہوا سے دکھائے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کی خاطر اور ان کی درخواست کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصویریں ان کے پاس بھیجیں اور بلادِ مغرب میں آدم علیہ السلام کے خزانہ میں محفوظ تھیں جب ذوالقرنین وہاں پہنچا انہیں نکال کر دانیال پیغمبر علیہ السلام کے سپرد کیں۔ اس نے انہیں ریشم کے ٹکڑوں پر منتقل کیا وہاں سے بادشاہوں کے خزانوں میں منتقل ہوئیں اب یہ ہم تک پہنچی ہیں اور یہ ہو بہو ہی تصویریں ہیں جو دانیال علیہ السلام کے پاس تھیں اس بات سے مجھے پورا اطمینان ہوگیا کہ تمہارے پیغمبر کی صورت ذات شریف کے موافق اور مطابق ہے۔
کاش خدا تعالیٰ مجھے توفیق عنایت فرمائے کہ سلطنت کے امور کو چھوڑ کر تمہارے غلاموں کی غلامی میں کمربستہ ہو جاؤں یہاں تک کہ زندگی کا چراغ، موت کی تند و تیز زندگی سے گل ہو جائے۔

ہشام کہتا ہے کہ ہرقل نے ہمیں واپس روانگی کے وقت انواع واقسام شاہانہ الطاف اور خسروانہ عنایات سے نوازا۔ جب ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے۔ ہم نے تمام صورتِ حال بیان کی۔ صدیق رضی اللہ عنہ روئے اور فرمایا بیچارہ ہرقل! اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اسے دولت اسلام نصیب ہوتی پھر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے میری صفات تورات وانجیل میں پڑھی ہیں اور جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے۔

حضور ﷺ کے صفاتی اسماء مبارک اور القاب

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

آنحضرت ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے پہلے صاحبزادے کا اسم گرامی قاسم تھا اور عربوں کا طریقہ ہے کہ پہلے فرزند کے ساتھ کنیت اختیار کرتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا دوسرا فرزند ابراہیم، ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی کنیت ابوابراہیم رکھی لیکن آنحضرت ﷺ کے اسماء مبارکہ قرآن مجید اور احادیث میں جو مذکور ہیں۔ بعض احادیث معتبرہ میں ننانوے اسماء متعین فرمائے ہیں اور بعض نے زیادہ بیان کیے ہیں وہ اسماء جو قرآن مجید اور احادیث معتبرہ میں ہیں وہ ذیل میں درج ہیں۔

پہلا محمد ﷺ قال اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ اور محمد ﷺ کا معنی۔ حمد میں لامتناہی یعنی بہت تعریف کیا ہوا۔ محمود عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا اور کہتے ہیں کہ شفاعت کی قبولیت کے وقت اکثر آپ کو اس نام سے پکارتے ہیں۔ احمدؐ۔ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور احمد کا معنی حمد میں لامتناہی یعنی بہت تعریف کرنے والا۔ ابو القاسم، المصطفےٰ، المجتبیٰ، المرتضیٰ، المقتدیٰ، المختار، المفضل، المعزر، الموقر، المقرب، المؤید، المعلم، المحکم، العالم، الحاکم، الخاتم، الشاکر، الذاکر، الصابر، الطاهر، العابد، الشاهد، المبشر، النذیر، الداعی السراج، الصاحب، الامر الناهی، الراضی، القاضی، الهادی، التالی، القاری، المهدی، المکفی، المصلی، المنادی، المبلغ، المبین، المعلم، المذکر، المزمل، المدثر، المطهر، المصدق، المؤمن، المسبح، المرتل، المتبتل، المتوکل، المتهجد، المستعذ، المستغفر، المستقیم، المرسل، الرسول، النبی المودع، الشهید، العزیز، الحریص، الرؤف، الرحیم، الکریم، البشیر، الامین، اللین، المبعوث، المعصوم، المحفوظ، المرفوع، المنصور، المغفور، المامور، الحق، النور، البرهان، البینه، الهدی، الرحمت، النعمة، العبد، الفجر، الضحیٰ، الظل، النجم، البدر، الشمس، عبداللہ۔

سابقہ کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے اسماء گرامی: توریت میں مبذ مبذ۔ انجیل میں طاب طاب۔ زبور میں عاقب اور بعض صحیفوں میں روحا، اولایا، ایا، فارقلیطا، حموک، مشفح، امیدا، ماذ ماذ، مختار، روح الحق، مقیم السنۃ، مقدس، حرز الامین، قثیم، نبی الملاحۃ اور بعض میں قتال ہے۔ یہ اسماء دراصل صفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن چونکہ سابقہ کتابوں میں ان ناموں کے ساتھ مشہور اور مذکور تھے۔ اس لیے اسماء میں ان کو شمار کیا گیا۔

آنحضرت ﷺ کے آسمانوں میں اسماء: آسمانِ دنیا میں آپ کا اسمائے گرامی مجتبیٰ، آسمان دوم میں مرتضیٰ، تیسرے آسمان پر مزکی۔ چوتھے آسمان میں مجیب، پانچویں میں محب، چھٹے میں مظہر، ساتویں میں مقرب ہے۔

زمینوں میں آنحضرت ﷺ کے اسماء گرامی: طبقہ اولیٰ میں معظم، دوسرے میں مجمل، تیسرے میں محب، چوتھے میں مشرف، پانچویں میں مطہر، چھٹے میں امین اللہ اور ساتویں میں نور اللہ انواع مخلوقات میں سے ہر نوع میں اسماء گرامی:

اول: آنحضرت ﷺ کو حاملین عرش، مصطفیٰ کہتے ہیں کروبیاں مختار، روحانیاں، بکرم اور ساق عرش پر حبیب اللہ

دوم: کرسی کی پیشانی پر رسول اللہ، لوح محفوظ پر صفی اللہ۔

سوم شجر طوبیٰ کے اوراق پر صفوۃ الیذ۔

چہارم: لواء الحمد خیرۃ اللہ۔

پنجم: اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ۔

ششم: دوسرے ملائکہ کے درمیان آنحضرت ﷺ کو عبدالمجید کہتے ہیں۔

ہفتم: انبیاء علیہم السلام کے نزدیک عبدالوہاب۔

ہشتم: شیاطین کے نزدیک عبدالقہار۔

نواں: جنات کے نزدیک عبدالرحیم۔

دسواں: پہاڑوں کے رہنے والوں کے نزدیک عبدالخالق۔

گیارھواں: جنگلات کے رہنے والوں کے نزدیک عبدالقادر۔

بارھواں: سمندروں میں رہنے والوں کے ہاں عبدالقدوس۔

تیرھواں: زمین کے کیڑے مکوڑوں کے نزدیک عبدالغیاث۔

چودھواں: وحوش کے نزدیک عبدالرزاق۔

پندرھواں: میر کے نزدیک عبداللہ، وحوش کے نزدیک عبدالمومن۔

سولھواں: پرندوں کے نزدیک آپ کا نام عبدالغفار ہے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کمال محبت رکھتے تھے ان تمام اسماء شریفہ سے ان کو مخصوص فرمایا اور ہر طائفہ میں ایک نام کے ساتھ مخصوص کیا اور اس سے بھی زیادہ لطیف یہ کہ کلام مجید میں جس جگہ بھی آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا: عزت و کرامت کے نام سے یاد فرمایا۔ اسم علامت سے یاد نہیں فرمایا جیسا کہ فرمایا: یاایھا الرسول ۔یا ایھا النبی ۔اس سے آنحضرت ﷺ کی شرافت اور بزرگی کا اظہار ہوتا ہے۔ جس طرح فرزند باپ کے نزدیک عزیز و مکرم ہوتا ہے اور اس کے لیے بہت سے نام تجویز کرتا ہے۔ لامحالہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے لیے ننانوے نام اپنے اسماء حسنیٰ کے مطابق ترتیب فرمائے تاکہ ان کی رفعت جاہ و مرتبہ پر دلالت کرے اور آنحضرت ﷺ کا جاہ و مرتبہ اور بڑھے۔

اسم گرامی کے حروف کی برکات

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بنی آدم کو مکرم مخلوق بنایا۔ اور اس کی کرامت یہ ہے کہ وہ نام محمد ﷺ کی شکل پر پیدا ہوا ہے چنانچہ اس کا گول سر محمد ﷺ کی میم ہے اور اس کے ہاتھ حا کی مانند ہیں اور جوف وار شکم میم ثانی اور اس کے پاؤں دال کی طرح ہیں یہی وجہ ہے

کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس کافر کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے اس کی انسانی شکل کو مسخ کر دیں گے اور شیطانی ہیئت پر پھیر دیں گے کیونکہ انسانی شکل میرے نام کی شکل پر ہے جو کہ محمد ﷺ ہیں۔ حق تعالیٰ اس بات کو میرے نام کی صورت پر عذاب نہیں کرتا وہ بندہ جو میرا ہم نام، فرمانبردار اور محب ہو اس کو کیسے عذاب دے گا۔

احادیث میں حضور ﷺ کے اسمائے گرامی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کے روز تمام اولین و آخرین مخلوق سے ان کے برے اعمال کا مواخذہ ہوگا۔ دو بندوں کو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے ان دونوں بندوں کو جنت میں لے جاؤ۔ وہ بندے انتہائی مسرت وخوشی سے واجب العطایا کے حضور مناجات کریں گے اور عرض کریں گے کہ خداوندا ہم اپنی ذات میں جنت میں داخل ہونے کی کوئی صلاحیت اور استحقاق نہیں رکھتے اور ہمارے نامۂ اعمال میں جنتیوں کا سا کوئی عمل بھی نہیں ہے۔ ہم اپنے متعلق اس عزت واکرام کا سبب معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ حکم ہوگا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میرے کرم سے یہ بات بعید ہے کہ احمد اور محمد جس کا نام ہو اسے دوزخ میں ڈالوں۔

حدیث دوم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس گھر میں ان تین ناموں احمد، محمد، عبداللہ میں سے کسی نام والا شخص ہو اس گھر میں فقر نہیں آتا۔

حدیث سوم

ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ہر وہ بندہ مومن جو اپنے فرزند کا نام دوستی ومحبت کی بنا پر میرے نام پر رکھتا ہے وہ اور اس کا فرزند میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث چہارم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا جب بندۂ مومن اپنے بیٹے کا نام محمد رکھتا ہے اور جب وہ لڑکا خود کو محمد پکارتا ہے اور کہتا ہے یا محمد۔ تمام حاملین لبیک یا ولی اللہ سے جواب دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اے ولی تجھے بشارت ہو کہ تو ہماری مزدوری میں شریک ہے یعنی ہماری طاعات وعبادات میں ہمارے ساتھ شریک ہے اور اس کا اجر تجھے دیا جائے گا اور حق تعالیٰ اسے قیامت کے روز حاملین عرش کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

حدیث پنجم

عبدالرحمن بن عمرو بن جبابہ، رشدہ بنت سعید سے وہ ام کلثوم بنت عتبہ سے اور وہ اپنی مادر جلیلہ بنت عبدالجلیل سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے مگر بچپن ہی میں فوت ہو جاتا ہے۔ مجھے آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔ فرمایا اس دفعہ جب تجھے حمل ہو جائے تو تہیہ کر لینا کہ اپنے فرزند کا نام محمد رکھے گی۔ مجھے امید ہے کہ وہ لڑکا لمبی عمر پائے گا اور اس کی نسل میں برکت ہوگی۔ وہ کہتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا۔ میرا وہ بچہ زندہ رہا اور بحرین میں (جو ایک جگہ ہے) اس کی اولاد سے زیادہ کسی قبیلہ کے افراد نہیں ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

ذکرِ ولادت آنحضرت محمد ﷺ

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

تاریخ ولادت اور وقت سعادت

آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت حکومت نوشیرواں کے بیالیسویں سال میں ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کرتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے زمانہ بعث سے خاتم النبیین ﷺ کے زمانہ ولادت تک چھ سو سال کا فرق تھا اور ذوالقرنین کی وفات سے آٹھ سو بیاسی سال۔ داؤد علیہ السلام کے زمانہ سے ایک ہزار آٹھ سو سال، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے دو ہزار تین سو سال گزر چکے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کو تین ہزار ستر سال اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کو چار ہزار چار سو ننانوے سال اور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چھ ہزار سات سو پچاس سال گزر چکے تھے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ فیل کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے نور مبارک کے ظہور کی برکت سے ہوا بلکہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی علامات نبوت میں سے ایک یہ تھا اور مشہور یہ ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں آنحضرت ﷺ عالم وجود میں آئے۔

وقت ولادت' واقعات کا ظہور

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے وضع حمل کے وقت ایک باعظمت اور بارعب آواز سنی جس سے میں بہت خوفزدہ ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ سفید پرندے کے پر میرے پیٹ پر ملے گئے ان پروں کے چھونے سے وہ خوف مجھ سے جاتا رہا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ایک سفید شربت کا بھرا ہوا پیالہ سامنے موجود تھا۔ میں نے سمجھا دودھ ہے مجھ پر پیاس کا غلبہ طاری تھا میں نے اسے پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور خوش ذائقہ تھا۔ اس کے بعد مجھ سے نورِ عظیم ظاہر ہوا۔ میری حویلی اور گھر اس طرح نورانی ہوگیا کہ نور کے سوا کوئی چیز مجھے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہاں میں نے بلند کھجور کی مانند بلند و بالا اور آفتاب کی مانند چمک دار خوبصورت چہروں والی عورتیں دیکھیں جو دختران عبد مناف کی طرح تھیں۔ میرے گرد پھرتیں اور میری دیکھ بھال کر رہی تھیں۔ دردزہ کے وقت میں ان پر تکیہ کرتی۔ مجھے حیرت تھی کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں۔ یہ وقت مجھ پر بہت دشوار تھا۔ میں گھر میں حرکت کی آواز سنتی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں نے ایک ریشم کا لمبا کپڑا انتہائی سفید دیکھا جو آسمان سے زمین پر پہنچا اس لمحے میں نے آواز سنی کہ اس فرزند کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھو۔ پرندوں کی ایک جماعت دیکھی جو قطار در قطار میرے سامنے آتے۔ ان کی چونچیں زمرد اور پر یاقوت کی مانند تھے۔ لوگوں کی ایک اور جماعت دیکھی جن کے ہاتھوں میں چاندی کے برتن تھے۔ انتہائی خوف و دہشت سے میرا پسینہ ٹپک رہا تھا جس سے کستوری کی خوشبو آتی۔ اس حالت میں میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا گیا مجھ پر

زمین کے مشرق ومغرب کے کنارے ظاہر ہوگئے۔ میں نے تین علم بلند ہوتے دیکھے ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر۔ میرے اردگرد بہت سی عورتیں جمع تھیں جب محمد ﷺ پیدا ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے سر سجدہ میں رکھا ہوا ہے اس طرح جیسے کوئی شخص دعا کرتا ہے اور انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے رب سے سوال کرتا ہے۔ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ سفید بادل کا ٹکڑا آسمان سے زمین پر اُترا اور آپ ﷺ کو لے کر غائب ہوگیا اس کے بعد میں نے آواز سنی کہ محمد ﷺ کو دنیا کے مشرقوں مغربوں اور تمام جہان کے گرد گھماؤ تاکہ تمام مخلوقات کو صورت اور صفت سے پہچان لیں پھر پلک جھپکتے ہی بادل چھٹ گیا اور محمد ﷺ کو سفید صوف میں لپٹا ہوا میں نے دیکھا جو دودھ سے زیادہ صاف اور ریشم سے زیادہ نرم تھا۔ پھر پہلے سے زیادہ بڑا بادل آیا جس سے نہ صرف لوگوں کی آواز آرہی تھی بلکہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ کا احساس بھی ہوتا تھا منادی کرنے والا کہتا تھا کہ محمد ﷺ کو تمام جن وانس کے گرد پھراؤ اور اسے صفوتِ آدم علیہ السلام۔ رقت نوح علیہ السلام۔ خلعت ابراہیم علیہ السلام۔ لسانِ اسماعیل علیہ السلام۔ جمالِ یوسف علیہ السلام، بشرائے۔ یعقوب علیہ السلام۔ صوتِ داؤد علیہ السلام۔ صبر ایوب علیہ السلام، زہد یحییٰ علیہ السلام اور کرمِ عیسیٰ علیہ السلام عطا کرو پلک جھپکتے وہ بادل بھی چھٹ گیا۔

اسی واقعہ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوسرے طریق پر روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب محمد ﷺ پیدا ہوئے انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف کیا اور دو زانو ہو گئے اپنی انگلیوں کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور انگلی مبارک سے کچھ اس طرح اشارہ کیا جیسے تسبیح کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنی انگلی مبارک کو چوستے تو اس سے دودھ نکلتا تھا۔ پھر سر اٹھا کر کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور سجدہ کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ مجھ سے نور باہر نکلا۔ میں نے بصرہ اور شام کے محلات اس نور سے دیکھے۔ پھر سفید بادل کا ٹکڑا آسمان سے اترا آپ ﷺ کو اٹھا کر میری نظر سے غائب کر دیا۔ میں نے کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اسے مشرق ومغرب کی سیر کراؤ اور انبیاء کے پیدا ہونے کی جگہ پر لے جاؤ تاکہ تمام دعا کر کے اس پر پھونکیں اسے ملت حنفی کا جامہ پہناؤ۔ اسے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کرو اور تمام دریاؤں سے اسے گزارو تاکہ دریاؤں اور سمندروں میں رہنے والی مخلوق آپ ﷺ کو صورت اور صفت سے پہچان لے۔ سمندروں میں آپ ﷺ کا نام ماحی ہے کہ آپ ﷺ کی برکت سے تمام شرک مٹ جائیں گے۔ ایک لمحہ کے بعد آپ ﷺ کو پھر لے جایا گیا۔ سفید صوف میں لپٹا ہوا جیسا کہ بیان ہوا اور ریشم کے سبز ٹکڑے میں رکھا ہوا تھا اور چند چابیاں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا ... کہنے والا کہہ رہا تھا۔ محمد ﷺ نے کلید نبوت، کلید نصرت اور کلید باد کو حاصل کر لیا۔ پھر ایک اور بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جو پہلے سے زیادہ عظیم اور نورانی تھا۔ اس کی آواز گھوڑے کی ہنہناہٹ اور پرندوں جیسی سنائی دیتی تھی۔ اس میں سے لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔ بادل کے اس ٹکڑے نے بھی آپ ﷺ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور نظر سے اوجھل کر دیا۔ اس مرتبہ پہلے سے زیادہ دیر تک آپ غائب رہے۔ غائب سے آواز آئی محمد ﷺ کو اطراف زمین میں سیر کرا لاؤ اور تمام روحانی مخلوق اور جن وانس کے ساتھ ساتھ اسے انبیاء رسل کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔ پھر اسے لاؤ۔ اب ریشم کا ٹکڑا آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا جس سے آبِ زلال کے قطرے ٹپک رہے تھے اور کہنے والا کہہ رہا تھا کہ واہ واہ محمد ﷺ نے تمام کو قبضہ میں کر لیا اور اہل دنیا میں سے کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اس کے قبضۂ تسخیر میں برضا ورغبت نہ آئی ہو۔ باذن اللہ تعالیٰ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ اس کے بعد میں نے تین

افراد دیکھے جن کے چہرے اس قدر حسین وجمیل تھے کہ آفتاب کی طرح درخشاں تھے۔ایک کے ہاتھ میں لوٹا نما برتن تھا جس سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں زمرد سبز کا طشت تھا جس کے چار کونے تھے اس کے ہر کونے پر ایک سفید قولی تھی۔ انہوں نے کہا یہ دنیا کی چار حدیں ہیں جو سمت چاہے اختیار کرے۔ محمد ﷺ نے ہاتھ طشت میں رکھا۔ آواز آئی کہ اس نے کعبہ کو پکڑ لیا۔ ہم نے اسے اس کا قبلہ و مسکن بنا دیا تیسرے شخص کے ہاتھ میں ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا تھا اس نے اسے کھولا تو اس میں مہر تھی۔ طشت والے شخص نے محمد ﷺ کو اٹھا کر طشت میں بٹھا دیا۔ برتن سے اس پر پانی ڈالتے گئے۔ سات مرتبہ انہوں نے آپ ﷺ کو غسل دیا گیا پھر آپ ﷺ کے سر اور پاؤں کو انہوں نے بوسہ دیا۔ اس ریشم کے ٹکڑے میں لپیٹ کر ایک رومال سے (گویا کہ مشک اذفر سا تھا) باندھ دیا پھر طشت والے نے تھوڑی دیر اپنے پروں کے نیچے رکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ دو شخص رضوان اور خازن جنت تھے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے پر کے نیچے سے نکالا اور آپ ﷺ کے کان میں بہت سی باتیں کیں مجھے کچھ سمجھ نہ آئی پھر اس کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا۔ اے محمد ﷺ تجھے خوشخبری ہو کہ تمام پیغمبروں کا علم تجھے عنایت ہوا اور تیری بہادری کا جھنڈا گاڑھ دیا گیا ہے۔ نصرت و بہادری آپ ﷺ کی شخصیت کا حصہ بنا دی گئی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی ہیبت و عظمت ڈال دی گئی ہے۔ یا حبیب اللہ آپ کا جو بھی ذکر سنے گا۔ اس پر لرز طاری ہو جائے گا اگرچہ اس نے تجھے دیکھا نہ ہو۔ اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا منہ اس کے منہ پر رکھا جیسا کہ کبوتر اپنے بچہ کو خوراک دیتا ہے وہ اسے کچھ دے رہا تھا اور میں اسے دیکھ رہی تھی کہ انگلی سے اشارہ کرتا ہے اور زیادہ کی طلب کرتا ہے اس کے بعد اس نے کہا اے محمد ﷺ تجھے خوشخبری ہو کہ تمام اخلاق حسنہ تمہیں بخشے گئے آپ ﷺ کے سر اور چہرہ پر تیل ملا۔ سر پر کنگھی پھیری۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا اور میری نظروں سے غائب کر دیا۔ اس صورتِ حال سے میرے دل پر بڑا خوف طاری ہوا۔ میں حیران رہ گئی میں نے کہا میری قوم کہاں ہے۔ تین راتوں سے میں یہاں وضع حمل میں مبتلا ہوں اور میری قوم میں سے کوئی بھی میرے پاس موجود نہیں۔ اسی اثناء میں وہی شخص محمد ﷺ کو میرے پاس لایا۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور کستوری کی خوشبو اس سے آ رہی تھی۔ اس شخص نے کہا میں نے اسے تمام زمین کے حصوں میں پیش کیا۔ آدم صفی اللہ کے پاس لے گیا۔ اس نے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور برکت کی دعا فرمائی اور کہا اے محمد ﷺ تجھے بشارت ہو کہ تو میرے اوّلین و آخرین فرزندوں میں سے ہوگا وہ شخص یہ باتیں کر رہا تھا اور محمد ﷺ کو میرے سپرد کر کے جا رہا تھا لوٹتے ہوئے اس نے کہا۔ اے دنیا و آخرت کی عزت و شرف! تجھے بشارت ہو کہ جو شخص بھی تیرا دامن پکڑے اور تیرا حکم مانے گا۔ تیرے محبین کے گروہ میں شمار ہوگا وہ بخشا جائے گا۔ اسی اثنا میں حضرت عبدالمطلب گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں نے انہیں سارے حالات اور واقعات سے آگاہ کیا جو مجھے درپیش ہوئے تھے۔ ان کا ذکر ذیل میں درج ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر نگاہِ اوّلین

حضرت عبدالمطلب نے کہا آج رات میں کعبہ میں دعا و نیاز میں مصروف تھا اچانک میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نے مقامِ ابراہیم پر سجدہ کیا

اور پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹ گیا۔ زبان فصیح سے کہتا تھا اللہ اکبر ! محمد ﷺ نے مجھے اس وقت بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ ہبل جو سب سے بڑا بت تھا میں نے دیکھا کہ منہ کے بل گرا ہوا تھا اور آواز آئی کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس پر سحاب رحمت نازل ہوا ہے عالم قدس سے ایک طشت اسے نہلانے کے لیے لایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: محمد ﷺ لوگوں کو ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے ہدایت کی روشنی میں لائے گا اور تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوگا۔ روشن چراغ، رسول داعی اور تمام مخلوقات کو نصیحت کرنے والا ہوگا۔ اے فرشتو! گواہ رہو کہ مفاتح خزائن اسے دے دی گئی ہے۔ اس کے روز ولادت کو اپنی عید بناؤ اور ہر سال قیامت تک اس روز سے تبرک حاصل کرو۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ جب میں نے یہ باتیں سنیں میں حیران رہ گیا۔ میرے منہ میں زبان سرخ ہوگئی۔ میں نے خیال کیا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ ملے۔ میں نے محسوس کیا کہ میں ہوش میں ہوں اور بیدار ہوں۔ باب بنی شیبہ سے بطحا کی طرف نکلا۔ میں نے صفا کو دیکھا کہ کبھی بلند اور کبھی پست ہو رہا ہے۔ مروہ اضطراب میں تھا اور اطراف سے آواز آ رہی تھیں کہ اے سید قریش کیا بات ہے کہ تو خوفزدہ ہے مجھ میں جواب دینے کی طاقت نہیں تھی۔ پھر میں گھر کی طرف متوجہ ہوا تا کہ اس فرزند ارجمند کو دیکھ سکوں۔ میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو ایک سفید پرندہ دیکھا جس نے تیرے دروازہ پر پر پھیلا رکھے ہیں۔ جن کی روشنی سے مکہ کے پہاڑ منور ہو چکے تھے۔ سفید بادلوں کا ایک ٹکڑا تیرے گھر کے اوپر سایہ فگان تھا جو مجھے گھر میں داخل ہونے سے روک رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا جو کچھ میرے مشاہدہ میں آ رہا ہے وہ خواب ہے یا حقیقت۔ لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ مجھے یہاں کستوری کی خوشبو آ رہی تھی میں تیرے گھر میں داخل ہونا چاہ رہا تھا لیکن ہمت جواب دے چکی تھی۔ آخرکار بہت ہمت کر کے گھر میں داخل ہوا تو تجھے اس حال میں پایا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

عبدالمطلب درِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

منقول ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازہ پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خفیف آواز میں جواب دیا۔ عبدالمطلب نے کہا جلد دروازہ کھولو۔ میرا جگر پھٹا جا رہا ہے۔ آمنہ رضی اللہ عنہا نے تیزی سے دروازہ کھولا۔ عبدالمطلب نے پہلے آمنہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو جو آنحضرت ﷺ کے نور کا مقام تھی۔ دیکھا اس نور کو آمنہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پر نہ پایا بے حال ہو گئے۔ اپنے کپڑے پھاڑ دینا چاہے۔ انہوں نے کہا واغوثہ! اے آمنہ رضی اللہ عنہا وہ نور کہاں چلا گیا کہ مجھے اب دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے جواب دیا۔ وضع حمل ہو گیا ہے اور وضع حمل کے وقت میں نے عجیب امور مشاہدہ کئے ہیں پھر ایک ایک واقعہ حضرت عبدالمطلب سے بیان کیا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وضع حمل کا کوئی اثر تجھ پر دکھائی نہیں دیتا۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا واللہ میں سچ کہتی ہوں وہ سفید پرندہ جو آپ نے دیکھا دودھ پلانے میں میرے ساتھ جھگڑا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ محمد ﷺ کو وہ دودھ پلائے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا محمد ﷺ کو لاتا کہ میں ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ افسوس آپ اس وقت اسے نہیں دیکھ سکتے۔ ایک شخص سبز زمرد کا طشت لے آیا۔ اس میں اسے نہلا کر کہا اس بچہ کو تین روز تک کسی کو مت دکھانا۔ حضرت عبدالمطلب تلوار کھینچ کر حضرت

آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے اور کہا مجھے اسے ابھی دکھاؤ ورنہ تجھے یا خود کو ہلاک کر دوں گا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت عبدالمطلب کا سخت اور پر اصرار لہجہ دیکھا تو کہا محمد ﷺ فلاں مکان میں صوف میں لپٹے ہوئے ہیں جا کر دیکھ لو۔ حضرت عبدالمطلب جب اس مکان میں داخل ہوئے تاکہ جمالِ جہاں آرائے محمد ﷺ دیکھیں ایک مہیب شخص کو شمشیر بکف دیکھا جو اس کی طرف بڑھا اور کہا عبدالمطلب لوٹ جاؤ۔ کوئی شخص اسے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ سنتے ہی حضرت عبدالمطلب پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار ہاتھ سے گر پڑی انہوں نے چاہا کہ باہر نکل کر قریش کو اس حال سے باخبر کریں لیکن جب گھر سے باہر نکلے تو کوئی بات نہ کر سکے اور ایک قول کے مطابق سات روز تک بات نہ کر سکے۔

صفیہ بنت عبدالمطلب کی روایت

صفیہ بنت عبدالمطلب کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی رات میں محمد ﷺ کی قابلہ تھی آنسرور ﷺ کی ولادت کے وقت نور ظاہر ہوا جو چراغ کی روشنی پر غالب آ گیا۔ اس رات چھ علامات میں نے مشاہدہ کیں۔ ایک یہ کہ جب بچہ زمین پر آیا اس نے سجدہ کیا۔ دوسرا یہ کہ سر اٹھا کر فصیح زبان میں لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ۔ سوم یہ کہ گھر کو میں نے نور سے منور دیکھا۔ چوتھا یہ کہ جب میں نے اسے نہلانا چاہا۔ ہاتف نے آواز دی۔ اے صفیہ! تو زحمت نہ اٹھا ہم نے اسے نہلا کر بھیجا ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ مختون تھا اور ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔ چھٹی یہ کہ میں نے اسے کپڑے میں لپٹنا چاہا۔ تو اس کی پشت پر مہرِ نبوت دیکھی جو دونوں کندھوں کے درمیان تھی جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ (از معارج النبوت حصہ دوم ص نمبر 98)

حضور ﷺ کی ولادت کی خبر سے یہودیوں کی پریشانی

یہودیوں کا ایک عالم مکہ میں رہتا تھا جس کا نام یوسف تھا۔ نبی کریم ﷺ کی شب ولادت کے چند روز بعد وہ قریش کی مجلس میں آیا۔ اس نے پوچھا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے ہاں کل لڑکا پیدا ہوا ہو۔ انہوں نے کہا۔ عبدالمطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے اس نے کہا اس مولود کو مجھے دکھاؤ اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اسے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے اور آنحضرت ﷺ کو کپڑے میں لپیٹ کر اس کے پاس لائے۔ اس نے آنحضرت ﷺ کی آنکھیں دیکھیں اور پھر دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا اور زمین پر گر پڑا اور اس کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ قریش کی ایک بہت بڑی جماعت وہاں موجود تھی۔ اس پر ہنستے تھے۔ یہودی عالم نے کہا مجھ پر مت ہنسو اے گروہِ قریش! خدا کی قسم یہ صاحب شمشیر پیغمبر ہے تمہیں ہلاک کر دے گا اور تم پر اس کے غلبہ کی خبر مشرق و مغرب تک پہنچے گی اس وقت اس کی نبوت تم پر ظاہر اور روشن ہو گی۔ اب بنی اسرائیل سے نبوت منتقل ہوتی ہے۔ یہ خبر مکہ میں مشہور ہو گئی۔

مدینہ کے یہودی ولادتِ مصطفٰے ﷺ سے کانپ اُٹھے

حسان بن ثابتؓ نے کہا میں گیارہ بارہ سال کا تھا۔ ایک یہودی نے مدینہ میں ایک صبح شور مچایا اور پکارا کہ اے یہود! لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس نے کہا تجھ پر افسوس ہے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے اس نے کہا کل ستارۂ احمدی ﷺ متولد ہو گیا ہے۔ حسان کہتا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ مدینہ

میں تشریف لائے مجھے وہ رات یاد تھی میں نے حساب کیا تو اسی رات آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تھے حسان بن ثابتؓ کہتا ہے وہ یہودی آنحضرت ﷺ کو ملا مگر بدبختی کی وجہ سے ایمان نہیں لایا۔

مدینہ والوں میں ولادت کی خبر سے خوشی

حسان بن ثابتؓ سے ہی منقول ہے کہ ایک صبح میں ٹیلے پر بیٹھا تھا کہ ایک ایسی بلند آواز میں نے سنی کہ اس سے بلند آواز آج تک میں نے نہیں سنی تھی جب میں نے اچھی طرح غور کیا تو مجھے دوسرے ٹیلہ پر ایک یہودی دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک ٹکڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس جمع تھے اس کی فریاد کو ناپسند کرتے تھے اور اسے کہتے تھے کہ آخر تجھے ہوا کیا ہے اس نے کہا کہ نور محمدی ﷺ طلوع ہو چکا ہے اب نبی آخرالزمان احمد ﷺ کے سوا کوئی پیغمبر نہیں ہے جس کی آمد متوقع ہو حسانؓ نے کہا لوگ اس سے ٹھٹھہ کرتے اور اس پر ہنستے تھے۔ جب یہ خبر قیس بن عدی تک پہنچی تو اس نے بھی بت پرستی چھوڑ دی سیاہ کپڑے پہن کر عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا۔ اس نے کہا۔ وہ سچ کہتا ہے کیونکہ پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت یہی ہے مجھے اس لباس میں تم دیکھتے ہو تو یہ اسی کی وجہ سے ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو پالوں اور ان پر ایمان لاؤں۔ جب آنحضرت ﷺ نے مکہ میں نبوت کا اعلان فرمایا تو قیس نے مدینہ میں سنا۔ آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی اور جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ قیس بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تجدید پر مشرف بہ اسلام ہوا۔

ولادت کی گواہی یہودیوں کی زبان سے

ایک یہودی نے حضرت عبدالمطلب سے پوچھا کہ اے سید بطحا وہ فرزند (جس کے متعلق میں اس سے پہلے خبر دیتا تھا اور اس کے ظہور کی بشارت دیتا تھا) کل متولد ہو گیا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ ہاں یہودی نے کہا اس کا کیا نام تجویز کیا ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا محمد ﷺ۔ یہودی نے کہا اس کی نبوت کی صداقت پر تین دلائل ہیں۔ پہلی دلیل طلوع ستارہ دوشنبہ۔ دوم ان کا نام محمد ﷺ رکھا جانا۔ سوم اس کا اشراف بزرگوں سے ہونا۔

تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کے گر گیا

تمام روئے زمین میں جہاں کہیں بھی بت تھا۔ منہ کے بل گر پڑا اور اوندھا ہو گیا۔ عروہ بن زبیر روایت کرتا ہے کہ قریش کی جماعت کے بت خانہ میں ایک ایسا بت تھا' ہر سال ایک مخصوص رات کو جس کا طواف کیا جاتا تھا قریش کے لوگ اس روز کو اپنی عید شمار کرتے تھے۔ اونٹ ذبح کرتے دعوتِ عام کرتے اور کثرت سے شراب پیتے تھے۔ اتفاقاً عید کی ان راتوں میں سے ایک رات قریش کے لوگ اس بت کے پاس گئے دیکھا کہ وہ بت نہ صرف منہ کے بل گر پڑا ہے بلکہ اپنی جگہ سے ہٹ بھی چکا ہے۔ یہ حالت انہیں بہت بری معلوم ہوئی۔ اس بت کو اٹھا کر پھر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ایک لمحہ کے بعد وہ پھر سرنگوں ہو گیا وہ اسے پھر اپنی جگہ پر لے گئے۔ تیسری مرتبہ پھر سرنگوں ہو گیا۔ ان لوگوں نے جب یہ مشاہدہ کیا تو بہت غمگین ہوئے۔ جب بت کو اپنی جگہ پر سیدھا کھڑا کر دیا تو بت میں سے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ وہ کہتا تھا

تـــری بـــمـــولـــود اضـــاء ت بـــنـــوره

جـــمـيـــع فـــجـــاج الارض بـــالـشـــرق والـغـــرب

وحـــرت لــــه الا وثـــان طـــراً وازعـــرت

قـلـوب مـلـوك الارض جـمـعـا مـن الـدعـت

(از معارج النبوت حصہ دوم ص 104)

❁......❁

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کی رضاعیت کے واقعات

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ثوبیہؓ دودھ پلاتی ہیں

جمہور صحاب سیرت وتاریخ رحمہم اللہ اس امر پر متفق ہیں کہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جس نے آنخضرت ﷺ کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی کنیز ثوبیہ تھی۔ اس نے اپنے بیٹے مسروح نامی کے ساتھ آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔ سیدالشہداء، مسروح، حمزہ، ابوسلمہ، مخزومی، عبداللہ بن جحش، اسدی اور آنخضرت ﷺ کے درمیان اخوت رضاعیہ اس وجہ سے تھی۔ کہ تمام نے ثوبیہ کے پستان سے دودھ پیا تھا۔ پہلے سات روز اپنی والدہ کا دودھ پیا پھر سات روز ثوبیہ کا۔

نقل ہے کہ اس ثوبیہ نے آنخضرت ﷺ کی شب ولادت، ولادت کی خبر خوشخبری کے طور پر ابولہب کو پہنچائی۔ ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔ اس آزاد کرنے کی وجہ سے ہر دوشنبہ کی رات جب کہ ثوبیہ کو آزادی حاصل ہوئی۔ ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ ابولہب کی وفات کے بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا، تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ موت کے بعد سخت عذاب میں مبتلا ہوں لیکن ہر دوشنبہ کی رات جس میں ثوبیہ آزاد ہوئی تھی۔ میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ میری دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطی سے پانی کا قطرہ مل جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی رضاعت کے ابتدائی حالات

آنخضرت ﷺ کو ثوبیہ کے چند مرتبہ دودھ پلانے کے بعد حلیمہ بنت عبداللہ بن ابی ذویب بن الحارث بن جابر بن زرام بن ناضرۃ سعد بن بکر۔ اس دولت سے سرفراز ہوئی اس واقعہ کی کیفیت یوں ہوئی کہ اہل مکہ اور سردارانِ قریش کی عادت تھی کہ وہ اپنی فضیلت اور عظمت وشوکت اور مکہ کی ہوا کے شدید گرم ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں کو دائیوں کے سپرد کر کے اطراف قبائل میں بھیج دیا کرتے تھے تاکہ وہ شیریں پانی اور لطیف ہوا میں پرورش پاسکیں بچوں کی پرورش کی ذمہ داری لینے والی عورتیں سال میں دو مرتبہ (موسم ربیع اور موسم خریف میں) واپس آتیں چونکہ اشراف واغنیاء مکہ سے مستحقین کو بیشمار فوائد اور دولت ملتی تھی اس لیے مکہ سے بہت سی عورتیں حرم میں آتیں اور مالدار والدین کے بچوں کو بہترین پرورش اور نگہداشت کے لیے اپنے گھروں کو لے جاتی تھیں۔

بنی سعد کی عورتیں مکہ میں

کہا جاتا ہے کہ ان دنوں اس قبیلہ میں عظیم قحط رونما ہوا تھا جس کی وجہ سے پستانوں میں دودھ، جنگل میں گھاس اور باغوں میں درخت خشک

ہو گئے تھے چوپائے لاغر اور لوگ مجبور اور بیمار تھے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سال ہم جنگلوں سے گھاس کی جڑیں کھا کر گزارا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ تین دن رات ہم نے کچھ نہیں کھایا بلکہ بھوک سے لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔ اتفاقاً اسی حالت میں مجھے وضع حمل کا واقعہ پیش آ گیا اور درد زہ اور بھوک نے نڈھال کر دیا۔ میرے ہوش و حواس گم ہو جاتے، اس رات میں صحرا میں تھی۔ تھوڑی دیر بعد غنودگی کی حالت مجھ پر طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور مجھے اٹھا کر ایسے پانی (جو دودھ کی مانند سفید تھا) غوطہ دیتا اور کہتا۔ اس سے خوب پانی پی لو تا کہ تجھ میں کافی دودھ ہو جائے۔ عزت سرمدی اور دولت ابدی تیری طرف مبذول ہونے والی ہے۔ میں جس قدر پیتی تھی وہ اور زیادہ ہو جاتا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ آخر اس مرد نے مجھے کہا۔ مجھے پہچانتی ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں تیری وہ حمد و شکر ہوں جسے تو محنت و مشقت کی حالت میں پکارتی تھی۔ اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو مکہ کی طرف رزق میں وسعت پائے گی اور روشنی و نور اور نور و ضیاء وہاں سے اپنے ہمراہ لائے گی۔ اس نے مجھے اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی۔ میرے سینہ پر اس نے ہاتھ مارا اور کہا: خدا تعالیٰ تیرے دودھ کو زیادہ کرے اور تجھے کشادہ روزی عنایت فرمائے۔ غنودگی کی حالت سے جب میں ہوش میں آئی تو اپنے پستانوں کو دودھ سے بھرا ہوا پایا۔ بھوک اور کمزوری کی حالت مجھ سے یکسر جاتی رہی۔ تمام قبیلہ بڑی سختی کے دن گزار رہا تھا۔ سرداروں کی پشت پیٹ سے جا لگی۔ القصہ اس خواب کی برکت سے میری حالت بالکل تبدیل ہو گئی مجھے یوں محسوس ہونے لگا گویا کوئی غیبی طاقت میرے ساتھ ہے۔ دوسرے روز قبیلہ سے مجھے جو بھی دیکھتا تعجب کرتا اور کہتا اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! کیا بات ہے کل تو ضعیف اور کمزوری کی حالت میں تھی اور آج ملوک و سلاطین کی بیٹیوں کی مانند معلوم ہوتی ہے چونکہ مجھے خواب کو پوشیدہ رکھنے کا حکم ملا تھا۔ اس لیے میں نے اسے ظاہر نہ کیا۔ اسی اثنا میں میرے قبیلہ کے لوگوں نے مکہ کا قصد کیا تا کہ گزر اوقات کے لیے اہل ثروت قریش کی اولاد سے کوئی لڑکا اختیار کیا جا سکے۔ میں بھی اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ کے ہمراہ مکہ روانہ ہو گئی۔ دونوں فرزندوں عبداللہ وانیسہ اور ہمشیرہ تمام ہمارے ساتھ تھے۔ ضمرہ جو آنحضرت ﷺ کی ہمشیرہ تھی اسے میں نے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔ اس دوران غیب سے میں آواز سنتی کہ اس سال خدا تعالیٰ نے اس مقدم مولود کی برکت سے (جو قریش میں پیدا ہوا ہے) عورتوں پر حرام کر دیا ہے کہ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور کیا کہنا ہے اس پستان کا جو اسے دودھ پلائے۔ اے بنی سعد کی عورتو! بھاگو تا کہ تم اس دولت سے مشرف ہو سکو۔ جب قبیلہ کی عورتوں نے یہ ندا سنی۔ بڑی جد و جہد اور کوشش سے حرم مکہ کی طرف متوجہ ہوئیں تو حلیمہؓ کہتی ہیں ہمارے پاس ایک بہت لاغر گدھا تھا جس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں ایک مدت سے اس نے گھاس اور چارا نہیں چکھا تھا۔ بھوک سے اس کی ہڈیاں ہی باقی رہ گئی تھیں اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ایک اونٹنی بھی انتہائی کمزور اور لاغر ہمارے ہمراہ تھی۔ کسی بھی تدبیر و حیلہ سے دودھ کا ایک قطرہ بھی اس سے حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ گرتے پڑتے قافلہ کے پیچھے چلے جاتے تھے ہر چند کہ ہم کوشش کرتے لیکن ان تک نہ پہنچ پاتے۔ میرا خاوند کہتا کوشش کر اور ان سے آگے نکل جا کیونکہ قبیلہ کی ہر عورت جلیل القدر اولاد کو حاصل کر لے گی اور تو مایوس ہو جائے گی۔ میں ہر چند کوشش کرتی اور گدھے کو ڈرا دھمکا کر چلاتی مگر ان تک نہیں پہنچ پاتی لیکن دائیں بائیں سے یہ آواز کانوں میں پڑتی۔ ھنیئالك یا حلیمه اور ہم جس چیز کے پاس سے گزرتے وہ کہتی، اے حلیمہ! تیرا پستان خوش قسمت ہے کہ نور تاباں اس سے دودھ پئے گا۔ اچانک پہاڑ کے شگاف سے کھجور کے درخت کی مانند بلند و بالا شخص مجھ پر ظاہر ہوا اس کے ہاتھ میں نور کا حربہ تھا۔ اس نے میرے گدھے کے پیٹ پر ہاتھ مارا اور کہا اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! خدا

تعالیٰ نے تجھے خوشخبری دینے کے لیے مجھے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ سرکش شیطانوں کو تجھ سے دور کروں۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا۔ جو کچھ میں دیکھتی ہوں کیا تو بھی دیکھتا ہے یا جو میں سنتی ہوں تو بھی سنتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

اس نے پوچھا کیا بات ہے کہ میں تجھے خوفزدہ دیکھتا ہوں۔ ہم نے چلنے میں جلدی کی یہاں تک کہ مکہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھکاوٹ کی وجہ سے ہم نے قیام کیا اور ٹھہرتے ہی آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سرہانے سرسبز و شاداب اور بہت سی ٹہنیوں والا درخت سایہ کیے ہوئے ہے وہ کھجوروں سے بھرا ہوا ہے اور بنی سعد کی تمام عورتیں میرے گرد جمع ہو کر کہتی تھیں۔ اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو ہماری ملکہ ہے۔ اس درخت سے ایک کھجور میری جھولی میں آ پڑی۔ میں نے اسے اٹھا کر کھالیا۔ یہ کھجور شہد سے بھی زیادہ میٹھی تھی۔ میری طبیعت سے اس کی حلاوت کا مزہ نہیں گیا۔ حتیٰ کہ جس دن حضور اکرم ﷺ مجھ سے جدا کر دیئے گئے تو یہ حلاوت بھی جاتی رہی۔ میں نے اس خواب کا کسی کے سامنے ذکر نہیں کیا۔ میرا خیال تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز منظور ہوگی تو سامنے آ جائے گی۔

پیر کے دن میں مکہ میں پہنچی۔ قبیلے کی دوسری عورتیں پہلے قریش کے مالدار گھروں میں پہنچ کر اپنے لیے بچوں کی بات کر چکی تھیں۔ بنی مخدوم قبیلے کے بچے انہوں نے اپنے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ میرا اپنا بچہ بھی سفر کی تھکان سے اس دن بیمار تھا اور نیم بے ہوش سا نظر آتا تھا جیسے مردہ ہے۔ اچانک بچے نے حرکت کی، آنکھیں کھولیں اور مسکرایا۔ میں اس کی اس ادا پر بڑی حیران ہوئی چنانچہ اسے اپنی قیام گاہ پر چھوڑ کر میں شہر کی طرف نکل کھڑی ہوئی۔ میں اِدھر اُدھر مختلف گھروں میں مارے مارے پھرتی رہی تا کہ مجھے کوئی بچہ مل جائے لیکن ساری کوششیں بیکار گئیں۔ بنی سعد کی عورتیں اپنی مرضی کے مطابق بچوں کو لے جا چکی تھیں۔ انہیں بڑے بڑے امراء اور اغنیاء کے بچے مل چکے تھے۔ میں اس صورتِ حال سے بڑی غمگین اور افسردہ تھی اور دل ہی دل میں اپنی قسمت کو کوس رہی تھی۔ اسی اثناء مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جو عظمت حشمت کے آثار پیشانی پر لیے ہوا تھا۔ نورِ کرامت اس کی شخصیت پر نمایاں نظر آ رہا تھا۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ بنی سعد کی عورتوں میں سے کوئی ہے جس نے ابھی تک بچہ نہ لیا ہو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ مکہ کے ایک بزرگ عبدالمطلب ہیں۔ میں ان کے پاس گئی۔ سلام عرض کیا اور کہا کہ میں بھی بنی سعد قبیلے کی ایک عورت ہوں۔ آپ نے نام پوچھا تو میں نے بتایا حلیمہ۔ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے۔ تم میں دو چیزیں خوبصورت اور اچھی یکجا پائی جاتی ہیں۔ سعادت اور حلیمی (یہ دونوں عادات دنیا و آخرت میں پسندیدہ ہیں) پھر کہنے لگے۔ حلیمہ۔ میرا ایک بچہ یتیم ہے اس کا نام محمد ﷺ ہے۔ میں نے بنی سعد کی ساری عورتوں کو دکھایا مگر کسی نے قبول نہیں کیا۔ تمام نے کہا کہ جس کا باپ نہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ مجھے امید ہے تم اس یتیم بچے کو لے کر فائدہ اٹھاؤ گی۔ میں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں میں اپنے شوہر سے بات کر لوں۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ ہاں اس میں کوئی قباحت نہیں۔ میں اپنے شوہر کے پاس آئی۔ ساری بات بیان کی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں فرحت اور سرور پیدا کیا مجھے کہنے لگا۔ جاؤ اور اس بچے کو فوراً قبول کر لو ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسری عورت لے جائے لیکن میری ہمشیرہ کے لڑکے نے کہا، افسوس بنی سعد کی عورتوں نے اشراف اور مالداروں کے بچے لے کر آسودگی اور خوشحالی حاصل کر لی اور تم یتیم بچے کو اپنے ساتھ لیے جا رہی ہو جس کی کفالت محنت و مشقت کی زیادتی سے ہوگی۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ میرے عزم میں کمزوری پیدا ہوئی اسی وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر تو نے محمد ﷺ کو چھوڑ دیا تو ہرگز فلاں نہ پاؤ گی۔

میں نے بھانجے کی بات کی طرف توجہ نہ دی، میں نے کہا قوم کی تمام عورتیں دودھ پلانے کے لیے بچے لے جائیں اور میں کوئی فرزند ساتھ نہ لے جاؤں! خدا کی قسم میں اسے ہی لوں گی اگرچہ اس کا باپ نہیں ہے لیکن اس کا دادا عبدالمطلب تو ہے۔ میں اسے یتیم ہونے کی وجہ سے رد نہیں کروں گی۔ اگر اس دریتیم کا مرتبہ کوئی اور نہیں پہچانتا تو میں پہچانوں گی۔

جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا وہ میری مدد کرے گا۔ میں نے حضرت عبدالمطلب کے پاس جا کر کہا وہ فرزند ارجمند کہاں ہے؟ لائیے تاکہ میں اسے دیکھوں، اس بات سے ان کا چہرہ چمک اٹھا اور بے پناہ خوشی و مسرت سے کہا۔ حلیمہ! کیا تو نے میرے فرزند کو دودھ پلانے کا ارادہ کرلیا ہے، میں نے کہا ہاں۔ عبدالمطلب سجدۂ شکر بجالائے، پھر سر اٹھایا اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہا: الٰہی! حلیمہ کو محمد ﷺ سے سعادت افروز فرما۔ پھر مجھے حضرت آمنہؓ کے گھر لے گئے۔ میں نے ایک عورت دیکھی جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، حضرت عبدالمطلب نے میرا نام اور حال بیان کیا، اس نے کہا اہلاً و سہلاً یا حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس مکان میں لے گئی جہاں آنحضرت ﷺ کو سفید صوف کے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، کستوری کی مانند خوشبو آرہی تھی۔ ان کے نیچے ریشم کا سبز ٹکڑا پڑا ہوا تھا، آنحضرت ﷺ سو رہے تھے، جب میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو وہ خورشید کی مانند چمک رہا تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ جب میری نظر مبارک فرزند کے جمال پر پڑی تو میں ہزار جاں اس پر فریفتہ و شیفتہ ہوگئی۔

دفعتاً میں نے دیکھا کہ میرے جسم کی تمام رگوں سے دودھ نے پستان کی طرف جوش مارا اور اس کی محبت میرے روح کی گہرائی تک اس قدر جاگزیں ہوگئی کہ میں نے اپنے ہاتھ کو اور ایک روایت میں اپنے پستان کو آپ کے سینہ پر رکھا یہاں تک کہ میں نے انہیں خواب سے بیدار کیا، آپ ﷺ نے اپنی آنکھیں کھولیں میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا میں نے ان کے تبسم میں وہ ملاحت دیکھی جو کسی اور بچے کی مسکراہٹ میں بھی نہیں دیکھی تھی، میں نے ایک نور دیکھا جو ان کی دونوں آنکھوں سے نکل رہا تھا اور اس کی شعاعیں آسمان کو پہنچ رہی تھیں، میں نے اسی وقت ان کا منہ چوم لیا، میں اپنی اس حالت کو آمنہؓ سے چھپاتی تھی ایسا نہ ہو کہ اسے اس حال کی خبر ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کو اپنی گود میں لے لیا اور دایاں پستان ان کے منہ میں دیا۔ انہوں نے دودھ پینا شروع کیا، جب میں نے بایاں پستان ان کی طرف کیا تو وہ رک گئے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو انصاف کی توفیق دی گئی کہ ایک پستان کو انہوں اپنے دودھ شریک بھائی کے لیے چھوڑ دیا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ میں اپنا دایاں پستان ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے لیے محفوظ رکھتی اور بایاں اپنے بیٹے ضمرہ کو دیتی۔ میرا فرزند دائیں پستان سے ہرگز دودھ نہیں چوستا تھا اور آنحضرت ﷺ بھی بائیں پستان سے دودھ نہیں پیتے تھے۔ ہمیشہ اسی طرح دودھ پیتے رہے۔ جب تک آنحضرت ﷺ دودھ پینے سے فارغ نہیں ہوجاتے میرا فرزند پستان منہ میں نہیں لیتا تھا۔

حلیمہ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ میری گود میں دودھ پی رہے تھے، آپ ﷺ کی خواب آلود آنکھوں کی طرف دیکھ کر خوشی مجھ سے ضبط نہیں ہو رہی تھی میں چاہتی تھی کہ جلد از جلد انہیں اپنے گھر لے جاؤں تاکہ میرا خاوند بھی ان کے دیدار کی سعادت حاصل کرسکے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا، حلیمہ! تجھے بشارت ہو کہ کوئی عورت بھی اپنے قبیلہ کی طرف اس طرح واپس نہیں جائے گی جس طرح تو جارہی ہے جب میں آنحضرت ﷺ

کو اٹھا کر گھر لے جا رہی تھی تو آمنہ نے کہا، اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! مجھ سے ملے بغیر مکہ سے باہر نہ جانا، کیونکہ اس فرزند کے متعلق میں نے عجیب واقعات مشاہدہ کیے ہیں۔ اس کے متعلق مجھے تم سے کچھ وصیتیں کرنی ہیں۔ تین دن رات پہلے مجھے خواب میں کہا گیا کہ اپنے فرزند کو قبیلہ بنی سعد سے اس عورت کے سپرد کرنا جو ابی ذویب سے نسبت رکھتی ہو، میں نے کہا اے آمنہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں بنی سعد سے ہی ہوں اور میرے خاوند اور باپ کی کنیت ابی ذویب ہے۔ آمنہ نے بہت سے واقعات (جو اس ارجمند سعادت مند کوکب کے طلوع کے وقت مطلع سعادت سے ظہور پذیر ہوئے تھے) مجھے بتائے اور کچھ نصیحتیں کیں، میں فرزند کو اٹھا کر اپنے گھر لے آئی۔

جب میرے خاوند کی نظر اس فرزند پر پڑی اور جمال محمدی ﷺ کو دیکھا اپنے احوال پر ضبط نہ کر سکا، فی الفور اٹھا اور سجدۂ شکر بجا لایا کہا، اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! میں نے جن وانس میں اس سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا، حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جس وقت سے میں آنحضرت ﷺ کو اپنے گھر لائی بہت زیادہ برکت اور سکون پایا۔ ہماری کمزور اونٹنی جو کسی بھی تدبیر اور حیلے سے ایک قطرہ بھی دودھ نہیں دیتی تھی اس نے اس قدر دودھ دیا کہ تمام برتن بھر گئے، میرے خاوند نے کہا، اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! ہمارے خاندان میں برکت آ گئی، حق تعالیٰ کی ہم پر نظر کرم تھی کہ اس سعادت مند فرزند کے دیدار سے ہم مشرف ہوئے۔

اسی رات میں خواب سے بیدار ہوئی دیکھا کہ اس کے گرد ایک نور پھیلا ہوا ہے اور ایک سبز پوش آدمی اس کے سرہانے کھڑا ہے، میں نے اپنے خاوند کو نیند سے بیدار کیا اس نے بھی اس صورت کو ملاحظہ کیا اور بڑا تعجب کرتے ہوئے کہا، خبردار ان واقعات کو ظاہر نہ کرنا کیونکہ جب سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے علماء یہود اور علمائے نصاریٰ کو نہ دن کو چین ہے نہ رات کو قرار۔ کہا جاتا ہے کہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ میں سات روز قیام کیا اور ہر روز حضرت آمنہؓ کے پاس جاتی وہ ان عجائبات کو جو مدتِ حمل اور آنحضرت ﷺ کے تولد کے وقت دیکھے تھے حلیمہ سے بیان کرتیں کہ آخری بار جب میں نے حضرت آمنہ کو الوداع کہا تو اس نے مجھے آنحضرت ﷺ کے متعلق بہت سی نصیحتیں کیں، میں انہیں قبول کر کے اپنے قبیلہ بنی سعد کی طرف متوجہ ہوئی، راستہ میں اپنے گدھے پر سوار ہوئی، محمد ﷺ کو اپنے آگے بٹھا رکھا تھا، میرا گدھا بہت چست و چالاک ہو گیا اس نے اپنی گردن کو اوپر اٹھا لیا گویا وہ رقص کرتے ہوئے ہاتھ پاؤں زمین پر مارتے ہوئے فخر سے سر اونچا کر کے چلتا تھا۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ دورانِ سفر میں نے دیکھا کہ میرا گدھا بڑی خوشی سے کعبہ کی طرف متوجہ ہوا اور تین مرتبہ اپنا سر زمین پر رکھا اور واپس آ گیا، وہ قافلہ کی تمام سواریوں سے آگے بڑھ جاتا، بنی سعد کی عورتیں متعجب ہو کر کہتی تھیں، حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! اپنی سواری کی باگ کھینچ کر رکھ تا کہ ہم تیرا ساتھ دے سکیں، یہ وہ گدھا نہیں ہے جو مکہ جاتے وقت کمزوری سے چل بھی نہیں سکتا تھا؟ اور تمام جانوروں سے پیچھے رہ جاتا تھا، میں نے کہا ہاں، انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی راز ضرور ہے۔

میں نے سنا ہے کہ میرا گدھا فصیح زبان میں کہتا تھا ''خدا کی قسم میری بڑی شان ہے کہ میں زندہ ہو گیا اور طاقت پائی اے بنی سعد کی عورتو! تم نہیں جانتی کہ میں کس کو اٹھائے ہوئے ہوں میں حامل رسول رب العالمین ہوں۔ دنیا کی خوشی اور عقبیٰ کا نور آنحضرت ﷺ کے دم سے ہے۔''

راستے میں اطراف وصحرا میں سے میں یہ آواز سنتی، کہنے والا کہتا تھا ''اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخر کار غنی ہو گئی اور بنی سعد کی عورتوں

میں بزرگ ہوگئی۔'' پھر میں ایک ریوڑ کے پاس سے گزری، تمام بکریاں ایک ایک کر کے میرے پاس آئیں اور کہتی تھیں حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی ہو تمہارا دودھ پینے وال کون ہے؟ آسمان وزمین کے پروردگار کے رسول، اور بہترین فرزندانِ آدم علیہ السلام، محمد ﷺ ہیں۔ میں نے جس جگہ اور مقام پر قیام کیا وہ جگہ سبز و شاداب ہوگئی اور بہت سا گھاس وہاں پیدا ہوگیا ایک اور واقعہ، حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح بیان کرتی ہیں کہ راستہ میں ہم ایک سرائے میں ٹھہرے ہذیل کا ایک شیخ وہاں موجود تھا، عورتوں نے مجھے کہا اس بچہ کے متعلق اس کی ماں نے جو عجیب وغریب حکایات ذکر کی ہیں، اس کے بارے میں اس شیخ سے پوچھ لیں۔ میں نے کہا اے شیخ! اس بچے کی والدہ کہتی ہے کہ اس کی ولادت کے وقت مجھ سے نور پیدا ہوا جس سے تمام چیزیں روشن ہوگئیں، جب یہ زمین پر آیا خاک کی ایک مٹھی پکڑلی، پھر آسمان کی طرف رخ کیا، ہذیل چیخ اٹھا۔ اے آلِ ہذیل اس بچہ کو قتل کر دو کیونکہ یہ تمام روئے زمین کا مالک اور سردار ہوگا اور یہ منتظر ہے کہ آسمان سے اس پر وحی نازل ہو'' ہذیل کی چیخ وپکار کے بعد بنی سعد کا قافلہ تیزی سے کوچ کرتا ہوا اپنی سرزمین پر پہنچ گیا۔

حلیمہ سعدیہؓ سے روایت ہے کہ اہل قبیلہ اپنے چرواہوں کو کہتے کہ اپنی بکریوں کو میری بکریوں کے ساتھ اس جگہ چرائیں جہاں میری بکریاں چرتی ہیں وہ اپنے مویشی کو بھی اسی جگہ چراتے، اس وجہ سے حق تعالیٰ ان کے مویشیوں میں بھی برکت پیدا فرما دیتا تھا، جب تک محمد ﷺ ہم میں رہے آپ ﷺ کے وجود بے نظیر کی برکت سے خیرات وبرکات قبیلہ بنی سعد کے شامل حال رہیں۔ آنحضرت ﷺ اس قبیلہ میں بڑی عمدگی سے نشوونما پاتے رہے چنانچہ امام عبداللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے مناظر میں ایک روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تین ماہ کے ہوئے تو اٹھ کر کھڑے ہوجاتے تھے، جب چار ماہ کے ہوئے، دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ہر طرف چلتے۔ پانچ مہینوں میں چلنے پھرنے کی پوری قوت حاصل کرلی اور جب چھ ماہ کے ہوئے تیز چلنا شروع کردیا سات ماہ میں ہر طرف خوش اسلوبی سے بھاگتے، جب آٹھ ماہ کے ہوئے اس طرح بات کرتے کہ سمجھی جاسکتی تھی۔ نو ماہ کی عمر میں فصیح باتیں کرنا شروع کردیں جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک دس ماہ ہوگئی تو بچوں کے ساتھ تیراندازی میں سبقت لے جاتے اور فرماتے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، انہی ایام میں آپ ﷺ سے لوگوں نے پوچھا، تم کون ہو، تو آنحضرت ﷺ نے جواب دیا، میں طاقت کے اعتبار سے عربوں میں ایک مضبوط ترین عرب ہوں اور ان اہل عرب کے لیے شراب کا ایک تلخ جام، نیزہ بازی میں سب سے زیادہ دلیر، دین میں سب سے اعلیٰ ہوں، میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔

حضور ﷺ کا آغاز گفتگو

جب آنحضرت ﷺ نے باتیں کرنا شروع کیں تو حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ پہلی بات جو میں نے آنحضرت ﷺ سے سنی رات کے دوران تھی اُن کی نرگسی آنکھیں صحیفہ آسمانی کے صفحہ پر واتھیں پوری فصاحت سے یہ کلمہ متبرک زبان مبارک سے ادا فرمایا لا الہ الا اللہ قدوسا قدوسا نامت العیون والرحمن لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ،اور ایک روایت میں یوں لکھا ہے جب گفتگو کا آغاز کیا تو سب سے عجیب تر یہ بات تھی کہ آواز بلند کی اور فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ رب العالمین ،اور جب سے آپ ﷺ نے باتیں کرنا شروع کیں۔ بسم

اللہ پڑھے بغیر کسی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا اور نہ ہی بائیں ہاتھ سے کسی چیز کو پکڑا آنحضرت ﷺ کے رعب کی وجہ سے میں نے دو سال تک ابتدائے شیر خوارگی سے دودھ چھڑانے تک اپنے خاوند اور موجبات غسل سے احتراز کیا۔ دوران شیر خوارگی آپ ﷺ کی دیکھ بھال میں مجھے بہت آرام و آسائش تھی اور آپ ﷺ نے کبھی بھی ایسی چیز پر پیشاب نہیں کیا جسے دھونا پڑے بلکہ دن رات میں صرف ایک مرتبہ مقررہ وقت پر پیشاب فرماتے، جب میں آپ ﷺ کو نہلانا چاہتی تو غیب سے مجھ پر سبقت لے جاتے اور شرمگاہ ظاہر ہو جاتی تو غضب ناک ہو جاتے اور فریاد کرتے یہاں تک کہ میں اسے ڈھانپ دیتی، جب آنحضرت ﷺ چلنے لگے تو جب دوسرے بچوں کو کھیل کود میں مشغول دیکھتے لیکن ان سے دُور رہتے۔

نورِ خدا کی کرنیں

روزانہ آفتاب کی مانند ایک نور آسمان سے اترتا جو انہیں ڈھانپ لیتا اور پھر کھل جاتا۔ روزانہ سفید جامہ دو مرد اور ایک روایت میں دو سفید مرغ آتے اور ان کے گریبان میں داخل ہو کر غائب ہو جاتے حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز جب آپ ﷺ میری گود میں تھے وہاں سے چند بکریاں گزرنے لگیں ان میں سے ایک بکری آئی اور جلدی سے اپنا ماتھا زمین پر رکھا اور آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کو بوسہ دے کر واپس چلی گئی۔ آپ ﷺ چاند سے باتیں کرتے اور اشارہ فرماتے۔ چاند بھی آپ ﷺ کے اشارہ سے چلتا جیسا کہ بچہ کو رونے سے مشغول رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے، چاند آنحضرت ﷺ کو حالت گریہ میں بہلایا کرتا تھا۔ حافظ ابو القاسم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی نشانات نبوت میں سے جن باتوں نے مجھے اسلام کی طرف راہنمائی کی ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ﷺ پنگھوڑے میں تھے، چاند کو میں نے دیکھا وہ آپ سے کھیل رہا تھا، آپ انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے جس طرف آپ ﷺ چاہتے وہ اس طرف مائل ہو جاتا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہم آپس میں باتیں کرتے تھے، وہ مجھے رونے سے روکتا تھا اور وہ میرے پنگھوڑے کے پائے پر سجدہ کرتا تھا میں اس کی آواز سنتا تھا۔ ایک اور روایت یوں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے چہرہ اقدس کو گھور رہے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، چچا جان! کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے کہ مجھے یوں دیکھ رہے ہیں؟ عرض کیا میرا ایک سوال ہے وہ یہ کہ ایک روز حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو اٹھایا ہوا تھا اور آپ ﷺ اس زمانے میں چالیس دن کے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ چاند سے مخاطب ہیں اور چاند آپ ﷺ سے باتیں کرتا تھا لیکن ایسی زبان میں کہ میں اسے نہیں سمجھ سکتا تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میری والدہ نے میرا ہاتھ مضبوطی سے باندھ رکھا تھا، میں اس کی تکلیف سے رونا چاہتا تھا، چاند نے کہا، مت روئیے، اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپکا، تمام سبزہ خشک ہو جائے گا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے تعجب سے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے چچا جان میں اس سے بھی زیادہ حیران کن بات کہتا ہوں، عرض کیا، یا نبی اللہ فرمائیے۔ میرا بایاں ہاتھ مضبوط باندھ دیا گیا تھا میں نے رونا چاہا، چاند نے کہا مت روئیے اے اللہ کے حبیب، اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو قیامت تک اس پر گھاس نہیں اُگے گی۔ میں اپنی امت پر شفیق ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا، عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر تعجب سے ہاتھ مارا، عرض کیا، بیٹے آپ

ﷺ انہیں کیسے جانتے تھے حالانکہ آپ ﷺ چالیس دن کے تھے؟ فرمایا، اے چچا جان، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں قلم کی آواز کو لوح محفوظ پر چلتے ہوئے بھی سنتا تھا حالانکہ میں ابھی رحم کی تاریکی میں تھا۔ جب آفتاب و ماہتاب خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے تو میں ان کی آواز کو سنتا تھا حالانکہ میں اس وقت ماں کے پیٹ میں تھا۔ خدا تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا فرمائے، چالیس سال کی عمر سے پہلے کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ پیغمبر ہے، سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرا آپ کا بھتیجا۔ میں دوشنبہ کی رات میں پیدا ہوا، اسی رات حق سبحانہ وتعالیٰ نے سات پہاڑ سات آسمانوں میں پیدا فرمائے اور ان پہاڑوں کو اس قدر فرشتوں سے بھر دیا کہ ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ فرشتے اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں اور قیامت تک مشغول رہیں گے ان کی تسبیح و تقدیس کا تمام ثواب اس بندے کو عنایت فرمایا جاتا ہے۔ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر ذوق وشوق سے اس طرح صلوات بھیجے۔ **اللھم صل علی محمد و علی ال محمد فی الاولین ولآخرین و فی الملا الا علی الی یوم الدین O**

دودھ چھڑانے کے بعد کے واقعات

حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں جب ہم نے آپ ﷺ کو والدہ حضرت آمنہؓ کے پاس بھیجا اور آپ ﷺ کی خیر و برکت کا تذکرہ کیا تو والدہ نے فرمایا میرے اس فرزند کی عظیم شان ہے، ہم نے کہا خدا کی قسم اس سے زیادہ بابرکت ہم نے کوئی فرزند مشاہدہ نہیں کیا، ہم نے بہانہ کیا اور حضرت آمنہؓ سے کہا ہم مکہ کی شدید گرمی اور اس کی وبا سے بے خوف نہیں ہیں، خدا نہ کرے کہ اس فرزند کو کوئی پریشانی لاحق ہو، اگر آپ اجازت دیں تو بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس فرزند ارجمند کو اپنے قبیلے میں پھر لے جائیں تاکہ کچھ وقت اور وہاں رہے، القصہ بڑے اصرار کے بعد انہوں نے بچہ پھر ہمارے سپرد کیا ہم اسے اپنے قبیلہ میں واپس لے آئے۔ وہ واقعات جو راستہ میں ظہور پذیر ہوئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ ہم حبش کے نصاریٰ کے ایک گروہ کے پاس سے گذرے انہوں نے محمد ﷺ کو تیز نظروں سے دیکھا، اپنے کام کو چھوڑ کر اس کی تحقیق میں مصروف ہو گئے آپ ﷺ کی مہر نبوت کو دیکھتے اور آپ کی آنکھوں کی سرخی کو بھی۔ انہوں نے مجھے کہا کیا تمہارے فرزند کی آنکھیں درد سے سرخ ہیں؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے پوچھا اس کی آنکھوں کی سرخی کبھی جاتی بھی ہے، میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا تو جس قدر دولت چاہے ہم تجھے دیتے ہیں یہ فرزند ہمیں دے دے۔ تاکہ ہم اسے حبشہ میں لے جائیں کیونکہ یہ بچہ عظیم شان کا مالک ہے، ہم نے اپنی کتابوں میں اس طرح پڑھا ہے کہ ایک پیغمبر باقی ہے اور اس کی جائے پیدائش حرم میں ہوگی۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ پیدا ہو گیا ہے یا عنقریب ہوگا۔ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں اس کی اس بات سے ڈر گئی اور وہاں سے جلدی جلدی کوچ کیا۔ جب محمد ﷺ کو میں نے پھر اپنے قبیلہ میں پہنچا دیا خدا تعالیٰ کے لطف و اکرام ہم پر روز بروز زیادہ ہوتے رہے یہاں تک کہ ہم قوم کے سردار بن گئے اور قوم ہماری محتاج بن گئی۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ تین سال کی عمر کو پہنچے اور شق صدر کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

واقعہ شق صدر

آنحضرت ﷺ ابتدا ہی سے سستی اور کاہلی سے پرہیز کرتے تھے جب آپ ﷺ کی عمر مبارک تین سال کو پہنچی تو حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی

ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا امی جان، کیا بات ہے کہ دن کے وقت مجھے اپنے بھائی دکھائی نہیں دیتے، میں نے کہا وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں، اور رات کو گھر آتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے بھائی بکریوں کو چراگاہ میں چرانے کے لیے مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ ہر چند حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معذرت کرتی رہیں آنحضرت ﷺ اصرار کرتے رہے۔ میں نے کہا اے میرے فرزند! کیا تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو، فرمایا ... ہاں۔ اگلی صبح میں نے آپ کے سر مبارک میں کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ لگایا، کپڑے پہنائے اور نظر بد سے حفاظت کی خاطر جذع یمانی کا گردن بند آپ ﷺ کے گلے میں ڈالا اور چراگاہ کی طرف جانے کے لیے کہا۔ آنحضرت ﷺ نے جذع یمانی کے ہار کو گردن سے توڑ کر پھینک دیا پھر آنحضرت ﷺ نے ایک لکڑی ہاتھ میں لی اور رضاعی بھائیوں کے ساتھ خوش وخرم باہر چلے گئے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ ہر روز لاٹھی ہاتھ میں لیے اپنے بھائیوں کے ساتھ پورے ذوق اور انبساط کے ساتھ باہر جاتے اور شام کو شوق وانبساط کے ساتھ واپس آجاتے۔ ایک روز ان کی بہن (شیما) چاشت کے وقت آنحضرت ﷺ کے پاس سے واپس آئی آنحضرت ﷺ بکریوں کے پاس تھے، حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شیما سے پوچھا۔ محمد ﷺ کہاں ہیں اس نے کہا بکریوں کے پاس، انہوں نے کہا مجھے افسوس ہے کہ اس گرمی میں صحرا کے اندر میرے بیٹے کا کیا حال ہوگا، شیما نے کہا، امی جان! غم نہ کیجیے میرے بھائی کو کچھ گرمی نہیں لگتی، بادل ہمیشہ ان کے سر پر سایہ کیے رکھتا ہے اور جس طرف وہ جاتا ہے بادل اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا، تو سچ کہتی ہے، اس نے کہا ہاں قسم بخدا، حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اس لڑکے کے متعلق جن خطرات سے میں ڈرتی ہوں اس سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ جب دو تین ماہ اسی طرح گزر گئے۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ دن کو دوپہر کے وقت میرا فرزند ضمرہ پسینہ سے شرابور ہانپتا کانپتا ہوا آیا امی امی! ہم سب بھائی بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک دو سبز پوش آسمان سے اترے، قریشی بھائی کو درمیان سے اٹھا لیا اور پہاڑ پر لے گئے اسے لٹا لیا اور چھری سے اس کا پیٹ پھاڑ دیا ابھی تک اس کے ساتھ مشغول ہیں، میں نہیں جانتا اب کیا حال ہے وہ زندہ ہوگا یا نہیں چنانچہ میں اور میرا خاوند ابو ذویب اسی طرف بھاگے۔ ہم نے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے دیکھا، تھکے ماندے، آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے شیریں تبسم سے رنگین رخسار چمک رہے تھے، میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچی، اس کی پیشانی اور رخساروں کو چوم کر کہا، مجھے پریشان کر کے خود اطمینان سے مسکرا رہے ہو، کیا حال ہے اور تجھے تکلیف پہنچانے والا کون تھا۔ فرمایا امی جان! میں خیریت سے ہوں، جب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ تھا اچانک تین آدمی ظاہر ہوئے۔ ایک اور روایت ہے کہ مرد سفید جامہ تھے، ایک مرد کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں سنہری سبز رنگ کا طشت تھا اور وہ سبز طشت برف سے بھرا ہوا تھا، مجھے بھائیوں کے درمیان سے اٹھا لے گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیا، ایک شخص نے مجھے بڑی مہربانی سے لٹا دیا، میرے سینے کو ناف تک شگاف دیا میں دیکھ رہا تھا، مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی، پھر میرے پیٹ میں ہاتھ ڈالا اور میری انتڑیوں کو باہر نکالا سفید برف سے انہیں دھو کر پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ دوسرے مرد نے پہلے سے کہا اٹھو تم نے اپنا کام پورا کر دیا ہے جس کا تجھے حکم تھا۔ پھر دوسرا میرے نزدیک آیا اس نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال دیا، میرے دل کو باہر نکالا اور اسے دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے اندر سے ایک سیاہ چیز باہر نکالی اور اسے پھینک دیا۔ اور کہا اے اللہ کے حبیب آپ کے وجود میں یہ شیطان کا وسوسہ تھا جسے میں نے پھینک دیا اور آپ ﷺ کو وسواس سے بے خوف کر دیا ہے۔ اس کے بعد میرے دل کو اس چیز کے ساتھ جو ان کے پاس تھی بھر دیا۔ میں نے اس سے زیادہ نرم اور شیریں کوئی چیز نہیں دیکھی، پھر تیسرے نے کہا تم دونوں الگ ہو جاؤ جو کچھ تمہیں حکم دیا گیا

بجالائے ہو پس وہ میرے نزدیک آیا اور اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا، وہ شگاف پھر آپس میں مل گیا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اسے امت کے دس افراد سے وزن کرو، وزن کیا گیا میں بھاری نکلا، سو اشخاص سے وزن کیا میں واضح تھا، ہزار آدمیوں سے وزن کیا میں فاضل نکلا، ایک نے دوسرے سے کہا اسے چھوڑ دیجئے اگر تمام امت کے ساتھ بھی وزن کریں گے تو یہ وزنی ہوگا۔

پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بٹھا دیا، تینوں اشخاص نے میرے سر اور چہرے پر بوسہ دیا اور کہا اے حبیب خدا! تجھے کوئی خوف نہ ہوگا، اگر تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کیا سعادتیں آپ کی منتظر ہیں اور کون کون سے رحمت کے دستر خوان آپ کے لیے آراستہ کیے ہیں۔ پھر اسی جگہ چھوڑ کر وہ تینوں اشخاص آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور خلا میں گم ہو گئے۔ میں انہیں دیکھتا رہا امی جان: اگر آپ چاہیں تو میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں جہاں وہ گم ہوئے، حقیقت یہ ہے کہ اس وقت سینہ سے ناف تک آنحضرت ﷺ کے شق صدر کا اثر دکھائی دیتا تھا۔

حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کو اٹھا کر گھر لے آئیں اور اپنی اولاد سے مخاطب ہو کر کہا آج کے بعد محمد ﷺ کو اپنے سے الگ کر دو، پھر اپنے خاوند سے کہا کہ اس فرزند سعادت مند کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے کہ اسے اس کی والدہ کے پاس نہ لے جائیں تا کہ وہ اس کا علاج کرے خدانہ کرے کہ اس پر جنون غلبہ کر جائے۔ ابوذویب نے کہا، خدا کی قسم اس پر کسی قسم کی بیماری اور جنون نہیں ہے بلکہ کسی ماں نے اس سے زیادہ بابرکت بیٹا نہیں جنا۔ جو سعادت ہمیں اس کی برکت سے حاصل ہے کسی شخص کو میسر نہیں لیکن میں حاسدوں سے بے خوف نہیں ہوں جبکہ لوگوں نے ہمارے پہلے کے حالات دیکھے تھے اور وہ جانتے تھے کہ کمزور ولاغر بکریوں سے زیادہ ہمارے پاس کچھ نہیں تھا، اپنوں، بیگانوں میں کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔ اب ہماری بکریوں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی ہے اور اپنے بیگانے تمام ہماری عزت کرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ حسد کی وجہ سے ہمارے ساتھ کوئی مکر اور فریب کریں۔ اس کے بعد حلیمہ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ آپ کو کسی کاہن کے پاس لے چلیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا الحمد للہ مجھے صحت و عافیت ہے، مجھے کاہن کی ضرورت نہیں اور جن وانس کے متعلق تمہارا جو خیال ہے اس سے میں پاک ہوں۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ وہ آخر کار انہیں کاہن کے پاس لے گئیں، جب میں ان کے حالات بیان کر رہی تھی کاہن نے کہا، لڑکے کو اپنے حال خود بیان کرنے دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتا ہے۔ جب انہوں نے اپنے حالات بیان کیے کاہن فی الفور اچھلا، آنحضرت ﷺ کو اٹھا کر اپنے سینے پر رکھ لیا اور فریاد کرنے لگا کہ اے آل عرب آؤ اور جو مصیبت تمہاری طرف متوجہ ہو چکی ہے اور اس کا ظہور نزدیک پہنچ چکا ہے اسے دور کرو، اس لڑکے کو قتل کر دو اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کے قتل سے ہاتھ اٹھا لیا۔ وہ جوان ہو گیا تو یقیناً وہ تمہارے عقلمندوں کو احمق شمار کرے گا، تمہارے دین کو باطل کر دے گا اور تمہیں ایسے دین کی دعوت دے گا جس کو تم نہیں جانتے۔

حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں کہ جب میں نے کاہن کی یہ بات سنی میں نے محمد ﷺ کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا تیرے جنون کا علاج کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ تم بے ربط اور مہمل باتیں کرتے ہو اگر مجھے تیری اس بیہودہ گفتگو کا علم ہوتا تو میں ہرگز تیرے پاس نہ آتی، ہم اپنے فرزند کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ جا کوئی اور شخص تلاش کر جو تجھے قتل کرے اور ہمیں تکلیف پہنچانے کا بدلہ تجھ سے لے۔ محمد ﷺ کو میں اپنے گھر لے آئی، خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس خوبرو، مشک بو کے ساتھ جہاں بھی ہم نے قیام کیا تھا سال ہا سال تک اس جگہ سے کستوری و عنبر و ازفر کی خوشبو آتی تھی۔

حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ واپس جاتی ہیں

اس امر کے ظہور کے بعد میرے خاوند اور دوسرے رشتہ داروں نے مجھے کہا اس سے پہلے کہ محمد ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچے انہیں عبدالمطلب کے پاس پہنچادو، جب میں نے پختہ ارادہ کرلیا، گدھے پر سوار ہوئی اور آنحضرت ﷺ کو اپنے سامنے لیے ہوئے تھی اور ایک لحظہ بھی ان سے غافل نہ تھی اس لمحے میں نے اپنے اطراف وجوانب سے عجیب آوازیں سنیں اور جب مکہ پہنچے تو میں نے محمد ﷺ کو سواری سے اتارا، وہاں لوگوں کی ایک جماعت تھی ان کے سامنے آنحضرت ﷺ کو بٹھایا اور قضائے حاجت کے لیے گئی اچانک تیز آواز میرے کانوں میں پہنچی، میں تیزی سے واپس آئی، محمد ﷺ کو میں نے وہاں نہ پایا، میں نے کہا، لوگو! وہ بچہ کہاں ہے جو میں نے یہاں بٹھایا تھا، انہوں نے پوچھا کونسا بچہ؟ میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ۔

میں نے اس قدر گریہ وزاری کی اور اضطراب وبیقراری دکھائی کہ وہاں موجود تمام لوگ میرے ساتھ مل کر رونے لگے، اچانک انہی حالات میں میں نے ایک بوڑھا جو کمزوری سے ہلال کی مانند نحیف ونزار اور ناتوانی کے خیال سے زیادہ دبلا پتلا تھا نظر آیا، میں نے اس سے پوچھا، اس نے کہا کیا بات ہے یہ رونا دھونا کس وجہ سے ہے۔ میں نے صورت حال بیان کی میں نے خدائے ابراہیم کی قسم کھا کر کہا اگر مجھے محمد ﷺ نہ مل سکے تو میں خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرادوں گی، بوڑھے نے کہا اے سعدیہ! میں تجھے ایسے عالم کا پتہ بتاتا ہوں جو تیرے فرزند کے حالات جانتا ہے اور اگر اس نے چاہا تو وہ اسے تیرے پاس لوٹا سکتا ہے۔ میں نے کہا میری جان تجھ پر قربان ہو، پھر میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے کہا صنم اعظم جس کا نام ہبل ہے میں نے کہا تیری ماں تجھے روئے، کاش تیری ماں تجھے گونگا پیدا کرتی، شاید تو اس حالت سے واقف نہیں ہے کہ محمد ﷺ کی ولادت، کی رات ہبل ولات وعزیٰ پر کیا گزری تو نے وہ حالات نہیں سنے۔ اس نے کہا اے سعدیہ! شاید تو دیوانی ہوچکی ہے تو اس وقت عقل وہوش سے بیگانہ ہے، میں ابھی آتا ہوں اور تیرے فرزند کو ہبل سے طلب کر کے تیرے فرزند کو تجھ تک پہنچاؤں گا۔ اس نے جا کر سات مرتبہ ہبل کا طواف کیا، اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا، اے میرے آقا! آپ کا لطف واحسان اور فضل وامتنان قریش سے کبھی منقطع نہیں ہوا اور کوئی حاجت منداس آستانہ سے بے مراد واپس نہیں ہوا، یہ بوڑھی سعدیہ گمان کرتی ہے کہ اس کا فرزند گم ہوگیا ہے اس کے گم ہوجانے کی وجہ سے وہ رو کر جان ہلکان ہورہی ہے، اگر آپ اس کے فرزند کو اس تک پہنچادیں تو بہت مناسب ہوگا، جب اس نے آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی زبان سے ادا کیا ہبل اور دوسرے تمام بت زمین پر اوندھے منہ گر پڑے اور آنحضرت ﷺ کے فضائل وشمائل بیان کرنے لگے انہوں نے کہا اے شیخ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری ہلاکت محمد ﷺ کے ہاتھ سے ہی ہوگی، خدا تعالیٰ معبود وبرحق ہے، اسے ضائع نہیں کرے گا، بت پرستوں سے کہہ دو کہ ذابح اکبر یہی ہے، حلیمہ فرماتی ہیں میں نے اس بوڑھے کو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے، احساس ندامت سے چہرہ سرخ ہے، لاٹھی ہاتھ سے گری پڑی اور موت کے کنارے پہنچ چکا ہے، اس کے منہ میں باتوں کی بجائے دانت بج رہے تھے، اس کے تمام اعضا ہیبت سے کانپ رہے ہیں، اس نے کہا اے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تیرے فرزند کا ایک پروردگار ہے جو اسے ضائع نہیں ہونے دے گا، تیری امانت صحیح وسالم تجھے لوٹائے گا، اطمینان کر، حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ڈری کہ مجھ سے پہلے ہی یہ خبر عبدالمطلب تک نہ پہنچ جائے۔ میں اس کی طرف بھاگی، مجھے دیکھتے ہی انہوں نے کہا تیرے ساتھ سعادت ہے یا نحوست؟ میں نے

کہا اے امیر! نحوست ہے اور نحوست بھی کیسی، اس نے کہا شاید تیرا فرزند گم ہو گیا ہے میں نے کہا ہاں، عبدالمطلب کو گمان ہوا کہ قریش میں سے کوئی اسے اٹھا کر لے گیا اور ہلاک کر دیا ہوگا، پس اس نے اپنی تلوار کھینچ لی، غیض وغضب اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا وہ اونچی آواز میں پکارا، اے آل غالب سب لبیک کہہ کر اس کی خدمت میں دوڑے کیونکہ کوئی شخص اس کے غصہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ عبدالمطلب نے کہا، قریش کی عزت اور سرمایہ راحت وعیش، میرا فرزند محمد ﷺ غائب ہو گیا ہے، قریش نے کہا، اے امیر ہم بھی اس عزیز کو آپ کے ساتھ تلاش کرتے ہیں اگر آپ متلاطم دریا میں کودیں گے تو بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے، اور اگر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کر کے وہاں پہنچیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔ چنانچہ عبدالمطلب اپنے قبائل کے ساتھ بیتاب ہو کر ہر طرف بھاگا آپ کی تلاش میں ہر طرف گھوڑا دوڑایا لیکن اپنے گم شدہ پوتے کی کوئی خبر نہ ملی۔

عبدالمطلب مناجات میں تھے کہ اس نے سنا منادی کرنے والا فضائے آسمان سے ندا کر رہا ہے کہ محمد ﷺ کا پرودگار ہے جو اسے تنہا نہیں چھوڑے گا، عبدالمطلب نے کہا اے منادی کرنے والے وہ کہاں ہے آواز آئی۔ وہ وادی تہامہ میں یمنی درخت کے پاس ہے۔ ایک روایت میں کیلے کے درخت کے پاس ہے۔ عبدالمطلب نے ہتھیار لگائے اور وادیٔ تہامہ کی طرف چل دیئے۔ راستے میں ورقہ بن نوفل ملا دونوں اس طرف چل دیئے جب کیلے کے درخت کے پاس پہنچے آنحضرت ﷺ کو کیلے کے درخت کے نیچے کھڑا پایا آپ اپنے ہاتھ درخت کی ٹہنیوں پر پھیر رہے تھے عبدالمطلب نے آپ سے پوچھا کہ تم کون ہو، آپ نے فرمایا، میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ ہوں، اس کے بعد عبدالمطلب نے انہیں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا اے بیٹے! میں تیرا دادا عبدالمطلب ہوں اور انہیں سوار کر کے مکہ واپس لائے، پھر حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معذرت کی اور انعام واکرام سے نواز کر رخصت کیا۔ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالمطلب اور آپ ﷺ کی والدہ آمنہ نے الگ الگ اس قدر مال ودولت دی کہ اس کی توصیف نہیں جا سکتی۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کے کمسنی کے حیرت انگیز واقعات

چھٹے سال کے واقعات

جب حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام چھ سال کی عمر کو پہنچے، تو آپ کی والدہ محترمہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ مدینہ میں موجود اپنے رشتہ داروں کو ملنے جائیں چنانچہ آپ نے آنحضرت ﷺ کو گود میں اٹھایا اور مدینہ کو روانہ ہوئیں۔ ام ایمن آپ کے ساتھ تھیں، ایک ماہ وہاں قیام کیا، اس مکان میں جسے دارالنابغہ کہتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر وہاں ہے، آنحضور ﷺ اس جگہ تیراکی سیکھتے تھے، ایک روز چاہ بنی عدن النجار میں مدینہ کے لڑکوں کی ایک جماعت کے ساتھ تیر رہے تھے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت نظر آ رہی تھی یہودیوں کی ایک جماعت وہاں سے گزری ان یہودیوں کی جماعت میں سے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا اور آنحضرت ﷺ کو دوسرے ساتھی کو دکھایا اور کہا کہ یہ لڑکا پیغمبر آخرالزماں ہوگا۔ ام ایمن نے یہ بات سنی اور فوراً حضرت آمنہ کو پہنچائی۔ حضرت آمنہ نے آپ کو ساتھ لیا اور اپنے اہل خانہ سے اجازت لے کر فوری طور پر مکہ کی طرف روانہ ہوگئیں۔

حضرت آمنہ کی وفات

دوران سفر جب ابوا کے مقام پر پہنچیں تو آپ پر اچانک بیماری کی شدت آ گئی جس کی وجہ سے آپ بیہوش ہوگئیں آنحضرت ﷺ آپ کے سرہانے بیٹھ گئے۔ جب دوبارہ ہوش میں آئیں تو آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھا اور فرمایا ہر زندہ، مرنے والا ہے اور ہر نیا پرانا ہوگا۔ اگر میں مر جاؤں تو میرا ذکر کرتا رہے گا کیونکہ میں نے پاکیزہ دامن شخصیت کو جنم دیا ہے۔ کچھ ہی وقت بعد جب آپ اسی مقام پر فوت ہوگئیں تو جنوں کے رونے کی آواز آتی تھی۔ جس جگہ اس دنیا سے کوچ کیا اور اسی جگہ مدفون ہوئیں اور آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے سفر میں جب بنی عدن کے قلعوں کو دیکھا تو اس جگہ کو پہچان لیا اور فرمایا، بچوں کے ساتھ ہم ان قلعوں کے کھنڈرات پر چلتے تھے اور اس سفر کے واقعات جس میں آپ والدہ کے ساتھ تھے، بیان فرمائے۔ عمرۃ القضایا کے سال جب ابوا کے مقام پر پہنچے اس جگہ پر قیام فرمایا جہاں چند پتھر اکٹھے کیے ہوئے تھے، فرمایا، یہ محمد ﷺ کی والدہ کی قبر ہے۔ یہ کہہ کر آپ رو پڑے اور اس قدر روئے کہ تمام صحابہ بھی رونے لگے۔

ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے اور دعا کی۔ یہاں تک کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی والدہ کو زندہ کیا، آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں اور پھر فوت ہوگئیں۔

حضور ﷺ حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں

والدہ کی رحلت کے بعد ام ایمن نے آنحضرت ﷺ کو اٹھایا اور مکہ میں لے آئیں اور حضرت عبدالمطلب کے سپرد کر دیا۔ حضرت

عبدالمطلب نے اس عظمت اور شان والے بیٹے کو اپنے گھر میں رکھا اور کما حقہ، عزت و تکریم بجالائے ان کی تربیت اور دیکھ بھال میں پوری طرح متوجہ ہوئے۔ ہمیشہ تمام بنی عبد مناف کے اشراف میں آنحضرت ﷺ کے اوصاف کا تذکرہ واشگاف الفاظ میں بیان کرتے اور کہتے کہ اس فرزندارجمند کی ذات عالی صفات میں صباحت قریش، ملاحت یثرب اور فصاحت بنی سعد جمع ہوگئی ہے۔

ساتویں سال کے واقعات

اسی سال میں حضرت عبدالمطلب روسائے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ حبشہ کی طرف گئے۔ جب اس سفر سے واپس آئے تو قریش پانی کی کمی کی بناء پر فریاد کر رہے تھے۔ مکہ میں مسلسل کئی سال سے قحط عظیم ظہور پذیر ہو چکا تھا چنانچہ زراعت کے لیے پانی اور جانوروں کے پستانوں سے دودھ خشک ہو گیا، لوگ شدید فاقہ اور زحمت میں مبتلا ہو گئے۔ رفیقہ بنت ابی صیف بن ہاشم جو کہ حضرت عبدالمطلب کے بھائی کی بیٹی تھی۔ کہتی ہیں کہ ایک رات دوران غنودگی میں میں نے ایک ہاتف کو کہتے ہوئے سنا کہ اے گروہ قریش! پیغمبر آخرالزماں کے ظہور کا وقت ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم میں سے پیغمبر پیدا ہونے کا وقت ہے عمدہ زندگی اور باران رحمت تمہیں حاصل ہوگی، احتیاط سے دیکھو کہ تمہارے درمیان بزرگ بلند و بالا، سفید اندام، ستواں ناک، تازہ رو جس کی پلکیں دراز ہیں۔ فخر و حسب والا ہے۔ اسے کہو کہ وہ اپنے فرزند کو لے کر لوگوں کے درمیان سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ سے ایک لڑکا اور ہر بطن سے ایک مرد لیے ہوئے اور خوشبو لگائے ہوئے اس کے ساتھ ہو۔ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کریں اور اس کی معیت میں کوہ ابوقبیس پر جائیں وہ موصوف بارش کی دعا کرے اس کے ساتھی آمین کہیں تاکہ بارش برسے اور ان کی زندگی اچھی ہو جائے۔ رفیقہ کہتی ہیں کہ صبح میں ڈرتی اور کانپتی ہوئی بستر خواب سے اٹھی اور جس کے سامنے بھی خواب کا واقعہ بیان کیا قسم ہے حق و حرمت کی کہ اس نے کہا یہ شخص حضرت عبدالمطلب ہے۔ جب یہ خبر مشہور ہوگئی قریش کی ایک جماعت عبدالمطلب کے پاس جمع ہوئی۔ اور ہر بطن سے ایک شخص نے پاک ہو کر خوشبو لگائے ہوئے طواف کیا۔ عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کو اٹھا کر جبل ابوقبیس کی طرف گئے دوسرے لوگ بھی ساتھ گئے۔ حضرت عبدالمطلب، باوجودیکہ آہستہ چل رہے تھے، دوسرے لوگ اگرچہ بھاگ رہے تھے مگر اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ جب سفر طے کر لیا جبل ابوقبیس پر پہنچ گئے تو حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت ﷺ کو اپنے کندھے پر بٹھا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے حاجات کو پورا کرنے والے، مصائب کو دور کرنے والے، بغیر بتائے ہوئے جاننے والے، یہ تیرے حرم کے بندے اور غلام ہیں، تنگی اور قحط کی شکایت کرتے ہیں۔ ان کی بھیڑ بکریاں اور اونٹ ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گئے ہیں، خدایا بارش بھیج جو سبزے کے اُگنے کا سبب ہو اور ہماری زندگی کی بقاء کا باعث بنے۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم، ہم نے ابھی واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا کہ بارش شروع ہوگئی اور اس قدر ہوئی کہ نہریں جاری ہوگئیں اور سرداران قریش مثل عبداللہ مرعان اور شہاب بن معزہ وغیرہ حضرت عبدالمطلب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تجھے یہ نعمت خوشگوار مبارک ہو۔

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یتیمی، بے کسی اور ماں باپ جیسا غمگسار نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عبدالمطلب آپ کا بہت زیادہ خیال رکھتے۔ آنحضرت ﷺ کی عزت و تکریم میں ذرا کوتاہی نہ کرتے اور آپ کی دیکھ بھال میں انتہائی کوشش کرتے۔ کہتے ہیں کہ شفقت و محبت اور مہربانی

جو حضرت عبدالمطلب، رسول اللہ ﷺ کے حق میں رکھتے تھے یہ شفقت کسی دوسرے فرزند کے حق میں نہ تھی اگر حضرت عبدالمطلب نیند میں ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی شخص انہیں خواب سے بیدار نہیں کر سکتا تھا، اگر اپنے احباب کے ساتھ یا تنہائی کی کسی جگہ خلوت میں ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص اندر نہیں جا سکتا تھا، آنحضرت ﷺ کے بغیر کسی کو ان کے بستر پر بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے متعلق ام ایمن کو تاکید کی ہوئی تھی کہ خبردار ان سے غافل نہ ہونا اور ان کی پرورش اچھی طرح کرنا۔ کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ امت کا پیغمبر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں بنی مدلج کی ایک جماعت نے فن قیافہ میں مہارت حاصل کی۔ انہوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا، ہم نے آپ کے اس فرزند کے قدموں کو ملاحظہ کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قدم کے ساتھ (جس کا نشان مقام ابراہیم میں ظاہر ہے) کسی اور قدم کو اس کے قدم سے زیادہ اس کے مشابہ نہیں دیکھا۔ عبدالمطلب نے حضرت ابوطالب سے کہا، سنو! یہ جماعت کیا کہتی ہے، بس حضرت ابوطالب اس روز سے آنحضرت ﷺ کی محافظت کے لیے کوشاں ہوئے اور ان کا بے حد احترام کرنے لگے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت عبدالمطلب حضور ﷺ کے مشفق تھے

روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو آنحضرت ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ اپنے کسی بھی فرزند کے ساتھ اس قسم کی محبت کا اظہار نہیں کرتے تھے چنانچہ آپ سے ملے بغیر سفر نہ کرتے اور ہمیشہ ان کے ذکر خیر کو دوسروں پر ترجیح دیتے۔ حضرت عبدالمطلب کے حجرہ میں ان کی ایک خاص نشست گاہ تھی۔ ان کے بغیر کوئی شخص اس مسند پر نہیں بیٹھتا تھا۔ شرفائے قریش کو آپ اس نشست گاہ سے اردگرد بٹھاتے۔ حضرت عبدالمطلب کی اولاد اس مسند کو آپ کے ساتھ ہی مخصوص رکھتی چنانچہ کسی شخص کو یہ جرأت نہ تھی کہ اس مسند کے قریب قدم رکھ سکے۔ جب آنحضرت ﷺ اس محفل میں تشریف لاتے رگ ہاشمی کی عظمت وجلالت سے، حضرت عبدالمطلب کے مسند پر فی الفور بیٹھ جاتے اور حضرت عبدالمطلب کے بیٹے اور بزرگان قریش حضرت عبدالمطلب کے احترام کی وجہ سے اس نشست گاہ کو عزیز رکھتے تھے اور بعض اوقات وہاں بیٹھنے سے منع بھی کرنا چاہتے تھے حضرت عبدالمطلب انہیں آواز دیتے اور کہتے۔ میرے بیٹے کو اس مسند پر بیٹھنے دو۔ خدا کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ اس کی بزرگی کے بہت سے نشانات ہیں اور عنقریب وہ تمہارا سردار ہوگا۔ یہ نور جو میں اس کی پیشانی میں دیکھتا ہوں۔ ایسے شخص کا نور ہے جسے صرف لوگوں کی سرداری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرا یہ فرزند بہت بڑے ملک کا مالک ہوگا اور خدا تعالیٰ کا اس کے ساتھ ایک ایسا راز ہے جو کسی کے ساتھ نہیں، عبدالمطلب ہمیشہ آپ کے سرپرست شفقت رکھتے اور آپ کی حرکات وسکنات اور خصائل سے خوش ہوتے۔

حضرت عبدالمطلب کی وفات

جب حضرت عبدالمطلب کی وقت وفات نزدیک آیا اور ان کی عمر ایک سو دس اور بعض حوالوں کے مطابق ایک سو بیس سال سے متجاوز ہوگئی تھی آنحضرت ﷺ اس وقت آٹھ سال کے تھے اور ماں باپ دونوں سے یتیم ہو چکے تھے، عبدالمطلب دونوں جہانوں سے ہاتھ جھٹک کر کہتے میرے بعد اس فرزند کا کیا ہوگا۔ رحلت کے وقت انتہائی محبت سے آنحضرت ﷺ کو طلب کیا۔ اپنے سینہ پر بٹھایا۔ اپنے بیٹوں ابی لہب، حمزہ، عباس اور ابو

طالب کو بلایا اور کہا یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس دنیا سے میری رخصتی کا وقت آن پہنچا ہے اس فرزند کے علاوہ کوئی حسرت میرے دل میں نہیں ہے، کاش! میری عمر وفا کرتی اور میں خود اس کی تربیت کرتا اور اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت و رحمت کرتا۔ لیکن کیا کروں عمر ساتھ نہیں دے رہی۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے کون اس عظمت والے فرزند کی دیکھ بھال اور حفاظت کرے گا جو کماحقہ اس کی تربیت سے عہدہ برآ ہو سکے، ابی لہب عمر میں سب سے بڑا تھا، دوزانو ہوا اور آداب بجالایا اور کہا اے شاہ عرب خدا تعالیٰ آپ کو آپ کی مرادوں تک پہنچائے۔ اور اتنی عمر عنایت فرمائے کہ عزت و اقبال اور عظمت و جلال محمد ﷺ کو حاصل کریں۔ جیسا کہ آپ کی آرزو ہے اور اگر اسے آپ بہترین نگہداشت اور حفاظت کے لیے کسی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں تو میرے سپرد کیجئے۔ میں اس کی دیکھ بھال جان و دل سے کروں گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ہاں تیرے پاس مال و دولت اور عزت و حرمت ہے اور اس کی ترتیب تم کر سکتے ہو لیکن تم قدرے سخت دل اور بے رحم واقع ہوئے ہو، یتیم خستہ دل اور مجروح ہوتے ہیں اور تھوڑی سی تکلیف کی بھی قوت برداشت نہیں رکھتے، ممکن ہے تو اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ پھر امیر المومنین حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے، آداب بجالا کر عرض کیا اے آبروئے عرب اگر اس خدمت کے میں لائق ہوں تو میرے سپرد کیجئے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا تم اس کی حفاظت اور دیکھ بھال میں سب سے زیادہ موزوں ہو اور میری مراد پوری کرنے میں سب سے زیادہ مناسب ہو لیکن تمہارا کوئی فرزند نہیں ہے اور وہ شخص جس کی اپنی کوئی اولاد نہ ہو اولاد کی قدر نہیں جانتا اور اس کی پرورش صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔ دوسری یہ بات ہے کہ تم جنگجو اور شکار کے شوقین ہو۔ ممکن ہے تم شکار کے دوران میرے فرزند سے غافل ہو اور دشمن اسے تکلیف پہنچا دیں۔ اس طرح تو شرائط حفاظت سے عہدہ برآ نہ ہو سکے اور میں قبر میں آزردہ ہو جاؤں، اس کے بعد عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے، وظائف دعوات اور مراسم آداب بجالا کر عرض کیا۔ اگر اس خدمت کے میں لائق ہوں تو اجازت فرمائیے اور مجھ پر یہ نوازش کیجئے۔ فرمایا کہ تم اس خدمت کے حق دار ہو۔ اور مراعات و حرمت کا اہل اور درست پیمان ہو، مہربان اور کم آزار اور جان کے لیے مرہم کی حیثیت رکھتے ہو۔ لیکن جس کے اپنے بچے بہت زیادہ ہوں، اپنے بچوں کے ہوتے ہوئے دوسروں کے فرزند کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اور آسانی کے ساتھ اپنے صلبی بیٹے پر دوسرے فرزند کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد ابو طالب اٹھے اور اپنے پدر بزرگوار کی مجلس پر دعاؤں کے جواہرات نچھاور کیے اور کہا، اے سردار قریش! مجھے اس مہم کے اہتمام اور اس مقصد کو پورا کرنے میں پوری خوشی ہوگی، لیکن بڑے بھائیوں کی عزت کا خیال دامن گیر تھا اس لیے سب سے آخر میں گزارش پیش کی ہے، اگرچہ مال و دولت کا سرمایہ میرے پاس سب سے کم ہے لیکن اس مقصد کا عشق سب سے زیادہ ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا اس خدمت کے لائق، اور اس دولت کے حق دار تم ہی ہو، کیونکہ تم نرم دل اور شیریں گفتار اور عہد و پیمان کو نبھانے والا ہو چونکہ امور کلیہ و جزیہ میں میرا معاون مددگار اور استشار مشیر محمد ﷺ تھا۔ جس مہم میں میں عاجز آ جاتا، اسے بلاتا اس کے ارشادات و مراعات کو غور سے دیکھتا اور اس کی باتوں کو توجہ سے سنتا، جب میں اس کے اشاروں کے مطابق عمل کرتا تو اس مہم کو سر کر لیتا اب اس مہم میں محمد ﷺ کو میں اختیار دیتا ہوں کہ اپنے چچاؤں میں سے جسے وہ اختیار کرے گا میں اسے اس کے سپرد کر دوں گا، پھر آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے پسندیدہ فرزند! میں تیرا داغ حسرت سینہ میں لگائے دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں تم اپنے چچاؤں میں سے کس کو اختیار کرتے ہو، آنحضرت ﷺ اٹھ کر حضرت ابو طالب سے بغلگیر ہوئے اور ان کے زانو پر بیٹھ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا، الحمد للہ! میری

پسند، محمد ﷺ کی پسند سے موافق آئی، پھر عبدالمطلب نے حضرت ابو طالب کو وصیت کی ۔ اے ابو طالب خیال رکھنا، اس درگراں مایہ کی کس طرح حفاظت کرے گا۔ جسے باپ کی ہوا تک نہیں لگی اور اس نے والدہ کی شفقت کو بھی نہیں دیکھا، اے ابو طالب! اس فرزند کو اپنے جسم میں دل کی مانند سمجھنا، میں باقی اولاد کے متعلق وصیت کو موقوف کر کے خصوصیت کے ساتھ تجھے صرف اسی کے متعلق وصیت کرتا ہوں ۔ کیونکہ تو اور اس کا باپ ایک ہی ماں سے ہو اور تیرے اور محمد ﷺ کے درمیان اس قدر زیادہ محبت ہوگی جس کی بدولت تو دوسروں سے ممتاز ہو جاؤ گے، اے ابو طالب! اگر تجھے زمانہ بعثت مل جائے اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس فرزند ارجمند کے اوصاف کمال اور نعوت جلال کے متعلق (جو کچھ میں نے کہا ہے، دانش و فراست کی رو سے کہا ہے) مجھے اس کے حالات سے تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے اگر ہو سکے تو اس کی اتباع کرنا، اور قطعاً تقصیر نہ کرنا، کما حقہ اس کی مدد و اعانت کرنا کیونکہ وہ جلد ہی قوم کا سردار، بلکہ تمام اولاد آدم اور اٹھارہ ہزار عالم کا سردار ہو جائے گا۔ اور وہ سعادت و نیک بختی جس تک ہمارے کسی بھی آباؤ اجداد میں سے کسی کی رسائی نہیں ہو سکی اور اس کا عشر عشیر بھی نہیں دیکھا ہوگا، وہ حاصل کر لے گا اور اس کی بلندیوں کو پا لے گا، تجھے چاہیے کہ اس کی یتیمی و تنہائی پر شفقت و مہربانی فرمائے، پھر کہا، کیا تم نے میری وصیت کو قبول کیا ہے۔ ابو طالب نے کہا میں نے قبول کیا، حضرت عبدالمطلب نے کہا میرا خدا گواہ ہے اور عالم الغیوب دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے، پھر کہا میری طرف ہاتھ بڑھاؤ۔ حضرت ابو طالب نے ہاتھ بڑھا دیا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا، اب موت میرے لیے آسان ہوگئی ہے پھر آپ سرور ﷺ کے سر اور چہرے کے بوسے لیے اور آپ کی عنبر شمیم خوشبو کو سونگھا اور کہا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے کسی بھی فرزند کے سر سے ایسی عمدہ اور بہترین خوشبو نہیں سونگھی جیسی کہ تمہارے سر سے سونگھی ہے۔

جب حضرت عبدالمطلب اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ مکہ کے قبرستان حجون میں انہیں دفن کیا گیا۔ ام ایمن کہتی ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے روز میں نے ان کا جنازہ لے جاتے ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے اور رو رہے تھے، پھر حضرت ابو طالب آپ کی دیکھ بھال اور پرورش کے لیے کمربستہ ہو گئے۔

حضور ﷺ حضرت ابو طالب کی تربیت اور محافظت میں

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت ابو طالب کو آنحضرت ﷺ سے انتہا درجہ کی محبت تھی۔ اپنے کسی بھی فرزند سے آنحضرت ﷺ کی محبت کے برابر محبت نہیں کرتے تھے، شب و روز آپ کے حالات کا جائزہ لیتے' رات کو اپنے پہلو میں سلاتے اور کسی شخص سے بھی آنحضرت ﷺ کے متعلق مطمئن نہ ہوتے۔ خصوصاً تمام مجالس اور محفلوں میں آنحضرت ﷺ کی مصاحبت اپنے اوپر لازم قرار دیتے اور ان کی عزت و احترام کے شرائط کو بجالاتے۔ ان کی موجودگی کے بغیر ہر گز دوپہر اور شام کا دسترخوان نہ بچھاتے اور حضرت ابو طالب ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی برتن میں کھانا کھاتے اور جس طعام کو آنحضرت ﷺ ہاتھ نہ لگاتے، آپ بھی نہیں کھاتے تھے۔ حضرت ابو طالب کے اہل خاندان بھی جب تک آنحضرت ﷺ کھانے کے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے کھانا شروع نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ جس طعام تک آنحضرت ﷺ کا دست مبارک پہنچ جاتا...... متبرک ہو جاتا تھا۔ اور جلدی ختم نہیں ہوتا تھا وہ تمام سیر ہو جاتے اور کھانا بچ رہتا۔ وگرنہ بھوکے رہتے اور جب حضرت ابو طالب کی اولاد نیند سے بیدار ہوتے تو ان کا چہرہ دھلا ہوا نہ ہوتا لیکن اس کے برعکس آنحضرت ﷺ نورانی، صاف ستھرے اور سرگیں آنکھیں لیے خواب سے بیدار ہوتے تھے، حضرت ابو طالب آنحضرت ﷺ کو چمڑے کے گدیلے پر بٹھا کر کہتے، خدائے ربیعہ کی قسم! اس فرزند کی بڑی شان ہوگی۔

حضرت ابو طالب نے کہا، میں ایک روز ذی المجاز میں تھا اور حضرت محمد ﷺ میرے ساتھ تھے، مجھ پر پیاس نے غلبہ کیا، میں نے کہا، میں پیاسا ہوں، حضرت محمد ﷺ فی الفور اٹھے اور دوزانو ہو بیٹھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی ایڑی کی جگہ سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا جس سے میں نے سیر ہو کر پانی پیا۔

ابی بن کعب کی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ''کہ میں دس برس کی عمر سے تجاوز کر چکا تھا کہ دو فرشتے آئے میرے شکم کو شگاف دیا، میں نے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی اس کے بعد کینہ اور حسد میرے دل سے انہوں نے باہر نکال دیا اور رحمت اور سکون کو اس کی جگہ بھر دیا۔ سیاہ خون کا ٹکڑا میرے دل سے باہر پھینک دیا اور اس کی جگہ سفید چیز رکھ دی۔ میرے پاؤں کی انگلی پکڑ کر مجھے اٹھایا۔ میں نے اپنے دل کی طرف نظر ڈالی، چھوٹے اور بڑے سب کے لیے رحمت میں نے مشاہدہ کی۔'' غیبی امور آنحضرت ﷺ پر ظاہر ہوتے اور عالم غیب سے آنحضرت ﷺ کی ترتیب ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''ایک روز مکہ میں میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور سنگریزوں کو کمر کی چادر میں بھر کر کندھے پر رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ اچانک غیب سے کسی نے مجھے تھپڑ مارا، آواز آئی اپنی چادر کو باندھو مجھے اس امر سے اس طرح منع کیا گیا۔''

ام یمن نے کہا ایک بت تھا جس کا نام بوانہ تھا، قریش اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور لوگ گروہ در گروہ اس کی عبادت میں مشغول

رہتے۔ سال میں ایک روز صبح سے شام تک اس کے سامنے کھڑے رہتے تھے، حضرت ابو طالب آنحضرت ﷺ سے اصرار کرتے تھے اور وہاں حاضری کے لیے کہتے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ بھی وہاں حاضر ہوں لیکن آپ ایسا کرنے سے انکار کر دیتے جس پر حضرت ابو طالب اور رشتہ دار آپ سے ناراض ہو جاتے اور آپ کی مخالفت کا خیال کرتے تھے۔ ایک روز حضرت ابو طالب بڑے اصرار سے آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ابھی اس مکان میں آرام بھی نہیں کیا تھا کہ آنسرور ﷺ کو کوئی اٹھا کر لے گیا اور ایک دن غائب رکھا آپ اچانک خوفزدہ اور کانپتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے چچاؤں نے استفسار احوال کیا، فرمایا مجھے ڈر ہے کہ جن مجھ پر قبضہ نہ کر لے۔ انہوں نے کہا پناہ بخدا ایسا کب ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ پر جن وشیاطین کو مقرر کرے۔ کیونکہ آپ میں نیکی کی خصلتیں بہت ہیں آپ نے کیا دیکھا ہے کہ اس قدر خوفزدہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں جب بت کے نزدیک پہنچا، میں نے ایک بلند وبالا سفید فام شخص کو اپنے پیچھے دیکھا، اس نے مجھے ڈانٹا کہ اے محمد ﷺ بت کے سامنے سر مت جھکانا۔ (معارج النبوت حصہ دوم ص 150)

http://kitaabghar.com　http://kitaabghar.com

شام کا سفر

ارباب سیرت وتاریخ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ بارہ سال دو ماہ دس دن کے ہو گئے، حضرت ابو طالب نے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ جب سارے انتظامات مکمل کر لیے، روانگی کے لیے سامان بندھ لیا پیغمبر ﷺ کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں تھا رسول اللہ ﷺ کو چچا کی مفارقت بہت دشوار معلوم ہوئی، ان کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کہا چچا جان! مجھے اس شہر میں کس امید پر چھوڑے جا رہے ہو۔ میرے مہربان ماں باپ بھی نہیں، کس مہربان کے ساتھ مجھ سے دستبردار ہو رہے ہیں اس پر حضرت ابو طالب پر رقت طاری ہو گئی، قسم کھائی کہ انہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے تمام اہل خانہ نے منع کیا کہ اس فرزند کو جس سے سورج کی گرمی بھی پرہیز کرتی ہے، چاند اس کے رخسار پر رشک کرتا ہے، بارہ سال کی عمر میں اسے کوئی شخص سفر میں کیسے لے جا سکتا ہے، حضرت ابو طالب سوچ میں پڑ گئے انہوں نے آپ کو ٹالنا چاہا، دیکھا کہ پیغمبر ﷺ ایک گوشے میں تنہا غمگین بیٹھے ہیں۔ کہا، اے میری آنکھوں کے نور! کیا بات ہے کہ تم غمزدہ ہو۔ پیغمبر ﷺ خاموش رہے حضرت ابو طالب نے کہا، شاید تمہارا رونا جدائی کی وجہ سے ہے۔ آپ نے کہا ہاں حضرت ابو طالب نے کہا، قسم بخدا اس کے بعد کبھی بھی تجھ سے الگ نہیں ہوں گا اور سفر کے لیے آپ کو تیار کر لیا۔

جب مقام عقبہ میں پہنچے جو کہ بصریٰ اور اس کے درمیان چھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے، وہاں بحیرا نامی ایک راہب رہتا تھا جس کی کنیت ابو مدرس اور لقب جرجیس تھا۔ یہ نصاریٰ کا بہت بڑا عالم تھا۔ زہد وعبادت اور تقویٰ میں اس کا بہت بلند مقام تھا۔ اسے آسمانی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ اللہ کے آخری نبی اس زمین کو اپنے نور قدم سے منور فرمائیں گے اس لیے اس جگہ پر اس نے عبادت گاہ (صومعہ) کو تعمیر کیا۔

بحیرا راہب

وہ صومعہ پرانے زمانہ سے رہبانوں کی عبادت گاہ تھی۔ راہبوں میں کوئی بھی اس سے زیادہ بزرگ نہیں تھا۔ وہ اس جگہ عبادت میں مشغول

تھا۔ اس زمانے کے راہبوں کا پیشوا اور سردار بحیرا ہی تھا۔ خاتم الانبیاء کی شرف ملاقات کے حصول کی امید پر اس نے اس صومعہ کو اپنی عبادت گاہ بنایا تھا۔ چونکہ وہ علامات جو اس نے کتابوں میں پڑھی تھیں سابقہ قافلوں میں موجود نہیں تھیں، کئی مرتبہ قریش کے قافلے وہاں سے گذرے وہ ان کی طرف التفات نہیں کرتا تھا اور پوری توجہ سے آنے جانے والوں سے بے نیاز ہو کر عبادت خداوندی میں مصروف رہتا۔ اور ہمیشہ اس بات کا متلاشی رہتا کہ علامات معلوم کا مشاہدہ کرے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت سے سعادت حاصل کرے، وہ جانتا تھا کہ اسی سال باشندگان ام القریٰ مکہ کا قافلہ خاتم الانبیاء ﷺ کی معیت میں اس جگہ سے گذرے گا۔ ہر صبح بحیرہ اپنے عبادت خانہ کی چھت پر آ جاتا، عقبہ (جو قافلوں کی گذرگاہ تھا) کی طرف متوجہ ہو جاتا اور تلاش میں بیٹھ جاتا۔

یہاں تک کہ جس روز آپ ﷺ کا قافلہ عقبہ کے قریب آیا۔ بحیرا نے صومعہ کی چھت سے نظر ڈالی، اس نے دیکھا کہ سورج کی شدت حرارت کے وقت بادل کا ایک ٹکڑا قافلہ کے لیے سائبان بنا ہوا تھا اور اس جماعت کے مطابق حرکت کرتا ہے۔ پانی، درخت اور ٹہنیاں قافلہ کے راستہ پر جن سے وہ گزرتے بحیرا انہیں دیکھتا تھا کہ قافلے والوں میں سے ایک شخص کو وہ سجدہ کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب قافلہ عقبہ سے گزرا تو بحیرا نے پتھروں اور درختوں سے بلند آواز میں السلام علیک یارسول اللہ کہتے ہوئے سنا، جب قافلہ والے صومعہ کی دیواروں کے پاس آ کر ٹھہرے، آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوطالب کے ساتھ ایک درخت کے نیچے قیام کیا۔ بادلوں کے ایک ٹکڑے نے اس جگہ پر اپنا سایہ ڈالا، اس درخت کی ٹہنیاں جو پہلے خشک اور بے ترتیب تھیں سرسبز و شاداب اور بکثرت ہو گئیں۔

بحیرا آثار و علامات معلوم کر لینے کے بعد اپنی منزل میں توقف نہ کر سکا، اچھل کر اٹھا اور مقصود کو حاصل کرنے کے لیے صومعہ کا دروازہ کھولا باوجود اس کے کہ پہلے صومعہ سے باہر نکلنے کا اس کا دستور نہیں تھا۔ بھاگتا ہوا اس جماعت میں آیا اور جاتے ہی پیغمبر ﷺ کے دست مبارک کو پکڑ لیا اور کہا، اے اہل قافلہ جان لو کہ یہ سید الانبیاء، سند اصفیا، ہادی سبل اور خاتم رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

وہ بوڑھے جو اس جواں بخت کے ساتھی تھے، انہوں نے کہا آپ نے اس حقیقت کو کہاں سے معلوم کیا ہے اور اس گہرے راز کو کون سی تحقیق کے ورق سے پڑھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تم جب اس گھاٹی سے اس وادی میں اترے تھے کوئی پتھر اور کوئی ڈھیلہ ایسا نہیں تھا جس نے سجدہ نہ کیا ہو، اور یہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اشجار و احجار نبی و رسول کے بغیر کسی اور کو سجدہ کریں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی علامات و دلائل اس نوجوان کی ذات میں ہیں جو ان کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سید الانبیاء اور خاتم پیغمبر ﷺ ہیں، مجھے آپ سے یہ توقع ہے کہ کل آپ ﷺ سمیت میری دعوت قبول کریں گے۔ حضرت ابوطالب اور باقی روسائے قافلہ نے اسے قبول کر لیا، بحیرا ضیافت کا انتظام کرنے کے لیے اپنی منزل کی طرف لوٹ آیا دوسرے روز حسب الوعدہ تمام قریش صومعہ میں گئے۔ بحیرا نے گہری نظر سے مہمانوں کو دیکھا لیکن وہ مطلوب تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔ کمسنی کی وجہ حضرت ابوطالب کے اشارے پر آپ ﷺ دعوت کھانے والوں کے ساتھ نہ گئے۔

پھر جب چھت پر بحیرا گیا، اس بادل کو اسی طرح اس درخت کے اوپر ٹھہرے ہوئے دیکھا، چھت سے نیچے اترا اور کہا عزیزوں سے میری درخواست یہ تھی کہ قافلہ کے تمام لوگ تشریف لائیں، میرا خیال ہے کہ کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ ایک چھوٹی عمر کے بچے کے

سوا جسے ہم سامان کی حفاظت کے لیے قافلے کے مقام پر چھوڑ آئے ہیں دوسرا کوئی شخص پیچھے نہیں رہ گیا۔ بحیرا نے کہا میری خواہش ہے کہ وہ بھی تشریف لائیں۔ حارث بن عبدالمطلب آپ ﷺ کو لانے کے لیے گئے اور کہا کہ یہ بے مروتی اور مہمان نوازی کے خلاف ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ کو اپنے حال پر رہنے دیں اور ہم اس کے بغیر دستر خوان پر حاضر ہوں۔

حارث، رسول اللہ ﷺ کو جا کر لے آیا، بحیرا دیکھ رہا تھا، جب آنحضرت ﷺ درخت کے نیچے سے باہر آئے وہ سفید بادل بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب آپ ﷺ کا عکس اس صومعہ پر پڑا اور اپنے چاند جیسے رخساروں سے مجلس کو آراستہ کیا، راہب تعظیم کے لیے سروقد کھڑا ہو گیا اور بڑی عزت واحترام سے سرداران قوم سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہتے ہیں کہ بحیرا نے مہمانوں کو درخت کے سایہ میں بیٹھایا ہوا تھا۔ پیچھے سے آنحضرت ﷺ کو بھیجا، جب آنحضرت ﷺ تشریف لا رہے تھے جب مجلس میں داخل ہوئے، اس درخت کا سایہ جس میں مہمان بیٹھے ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ کی طرف جھک گیا، بحیرا نے کہا: دیکھو! اس درخت کا سایہ اس کی طرف کیسے مائل ہوتا ہے، آنحضور ﷺ آ کر بیٹھ گئے، پھر بحیرا بڑے تامل سے آنحضرت ﷺ کی حرکات وسکنات کو دیکھنے لگا اور آپ کی ذات مبارک میں وہ آثار وعلامات جو اس نے سابقہ کتابوں میں پڑھی تھیں، کھلی آنکھوں دیکھ رہا تھا۔

جب مہمان کھانا کھا چکے اور واپس جانے کا قصد کیا، بحیرا نے چونکہ آنحضرت ﷺ کا حضرت ابوطالب کے ساتھ رابطہ اور حضرت ابوطالب کی نگہداشت کو مشاہدہ کر لیا تھا، اس لیے حضرت ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا، یہ کون ہے، انہوں نے جواب دیا میرا بیٹا ہے، بحیرا نے کہا، اس کے والدین زندہ لوگوں میں نہیں ہونے چاہئیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا، ہاں اسی طرح ہے، میرا بھتیجا ہے بحیرا نے کہا، آپ نے سچ کہا، پھر بحیرا نے آنحضرت ﷺ کی طرف توجہ کی، امتحان وپختگی یقین کے لیے لات ومنات کی قسم یاد کی اور کہا، اے لڑکے میں تجھے لات ومنات کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ تجھ سے پوچھوں، ٹھیک ٹھیک جواب دے گا، پیغمبر ﷺ نے فرمایا، مجھے ان کی قسم نہ دے کیونکہ میں ان سے زیادہ کسی اور چیز کا دشمن نہیں ہوں، بحیرا نے کہا، میں تجھے خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ میں تجھ سے سوال کروں جواب دے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو چاہتے ہو پوچھو، بحیرا نے آنحضرت ﷺ سے کچھ سوالات کیے، بعض نینداور بیدار ہونے کے متعلق اور دوسرے امور کے متعلق، آنحضرت ﷺ اس کے سوالات کے جوابات دیتے رہے اور خواب کے جواب میں فرمایا، میری آنکھ سو جاتی ہے لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنی ذات بابرکت کی علامات وصفات بیان کرتے اور بحیرا ان کو پیغمبر آخر الزماں کے اوصاف (جو اس نے کتب سابقہ میں مطالعہ کیے تھے) کے مطابق پاتا۔ پھر اس نے آپ کی چشم مبارک کی طرف دیکھ کر حضرت ابوطالب اور بعض مخصوص لوگوں سے جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پوچھا، کہ یہ سرخی اس کی آنکھوں سے زائل ہو جاتی ہے یا نہیں، انہوں نے کہا، ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ زائل ہوئی ہو، یہ علامت بھی درست نکلی، اسے اور زیادہ یقین ہو گیا۔ لیکن زیادتی یقین اور اطمینان قلب کے لیے بحیرا نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ دوش مبارک سے کپڑا ہٹائیں، وہ مہر نبوت کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرط حیا سے دکھانا نہیں چاہتے تھے حضرت ابوطالب نے کہا اے میری آنکھوں کے نور، اسے مہر نبوت کے دیدار سے محروم نہ رکھ جب آنحضرت ﷺ نے دوش مبارک کھولا، بحیرا نے آنحضرت ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جیسا کہ اس نے پہلی کتابوں میں پڑھا تھا اسی صفت پر مشاہدہ کی اس مہر منیر پر بوسہ دیا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور کہا: ۔اشھد انك رسول اللہ حقا ۔اور کہتے ہیں کہ بحیرا آنحضرت ﷺ کے پاؤں چومتا تھا۔

پھر اس نے بلند آواز میں کہا، ہذا سید المرسلین، ھذا سید المرسلین، ھذا رسول رب العالمین، ھذا الذی بعثہ اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین ﷺ، قریش نے جب یہ حال دیکھا آپس میں کہتے تھے کہ محمد ﷺ کی اس کے نزدیک بہت قدر و منزلت ہے۔

نقل ہے کہ اس کے بعد بحیرا نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ یہ شخص پیغمبر آخر الزماں ہے اس کی شریعت دنیا میں پھیلے گی۔ اس کا روشن دین تمام سابقہ دینوں کو منسوخ کر دے گا، اسے آپ شام نہ لے جائیں۔ کیونکہ یہودی اس کے دشمن ہیں اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ موعود پیغمبر ہیں، شاید اس گرامی قدر کی ذات کو کوئی گزند پہنچائیں اور اس لڑکے کے متعلق ہم سے بہت عہد و مواثیق کیے گئے ہیں، حضرت ابو طالب نے کہا آپ سے کس نے عہد و مواثیق لیے ہیں۔ بحیرا نے مسکراتے ہوئے کہا، وہ کتاب جو خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری محمد ﷺ کے حوالے سے اس میں لکھا ہے میں نصیحت کرتا ہوں کہ بہت جلد اسے اپنے شہر میں پہنچا دیجئے۔ اس پر حضرت ابو طالب کو فکر لاحق ہوئی، سامان کو بصرہ میں ہی فروخت کیا اور مکہ کو واپس لوٹے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس جگہ سے واپس بھیج دیا گیا اور خود تجارت کی تکمیل کے لیے شام کا عزم کیا۔

نقل ہے کہ چند یہودی اور بعض کہتے ہیں کہ سات افراد تھے۔ روم سے اسی جگہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا اور پختہ کتابوں کے مطالعہ سے اس طرح معلوم کیا تھا کہ اس زمانہ میں پیغمبر آخر الزماں اس درخت کے نیچے (جو بحیرا کے گھر کے نزدیک تھا) ٹھہرے گا۔ وہ وہاں سے آنحضرت ﷺ کے قتل کرنے کے ارادہ سے آئے۔ اسی روز بحیرا کے پاس آئے ان میں تین کاہن تھے، زدلیس، زریرا اور شام، بحیرا سے انہوں نے کہا ہم نے آسمانی کتابوں میں یوں دیکھا ہے کہ آج صومعہ کے اس درخت کے نیچے محمد ﷺ قریش کے قافلہ کے ساتھ ٹھہرے گا۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ اسے قتل کر دیں اور بحیرا سے اس سلسلہ میں امداد طلب کی۔ بحیرا نے واضح دلائل کے ساتھ انہیں بتایا کہ اگر یہ جوان وہ پیغمبر ہے جس کی تعریف و توصیف تم نے آسمانوں میں پڑھی ہے، وہ شخص جو توریت، زبور اور انجیل پڑھتا ہے، اسے پیغمبر ہونے کے اعتبار سے کیسے نہیں پہچانے گا اور اس کے قتل کا ارادہ کیسے کر سکتا ہے دوسری یہ بات ہے کہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہے تو کیا کسی شخص میں اسے روکنے کی طاقت ہے۔ انہوں نے کہا نہیں، اس نے کہا، بس تم اس شخص سے ہاتھ اٹھا لو۔ لوٹ جاؤ اور فضول کوشش مت کرو۔ اس جماعت نے اس خیال کو ترک کر دیا۔

بیسویں سال کے واقعات

اس سال فرشتے آنحضرت ﷺ پر ظاہر ہونے شروع ہوئے ایک روز آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو طالب سے کہا، چچا جان! چند راتیں پہلے تین آدمی میرے پاس آئے، اچھی طرح مجھے دیکھا اور کہا یہ وہی ہے لیکن ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا، اس کے بعد دوسری مرتبہ حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہا، اے چچا! ان تین آدمیوں میں سے ایک پھر مجھ پر ظاہر ہوا، اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں ڈال دیا جس کی خوشی اور راحت محسوس کرتا ہوں، حضرت ابو طالب آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئے جو کہ علم طب میں بھی مہارت رکھتا تھا اور اس طبیب کاہن کے پاس آپ کے حالات بیان کیے اور اس کا علاج اس سے پوچھا، اس مرد نے احتیاط سے آنسرور ﷺ کے اعضاء کو دیکھا، آنحضرت ﷺ کے پاؤں کو ملاحظہ کیا، اور وہ علامت جو آنحضرت ﷺ کے دوش مبارک پر تھی ملاحظہ کی اور کہا اے ابو طالب! تیرا بیٹا عیب اور بیماری سے پاک ہے، شیطانوں کا غلبہ بھی

اس پر نہیں ہوسکتا۔ میں اس میں بہت سی علامات خیر مشاہدہ کرتا ہوں، یہ حالت جو وہ بیان کرتا ہے، شیطان اور اس کے وسوسے سے نہیں ہے بلکہ فرشتے ہیں جو اس کے دل کو نبوت و رسالت کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ روز بروز اس کے انوار سعادت زیادہ ہوں گے اور ختم المرسلین کا آفتاب جلد طلوع ہوگا۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان دنوں خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا پھر میرے سینہ کے اندر لے جا کر میرے دل کو باہر نکالا، پھر کہا پاک دل پاک جسم میں ہے پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا، اسی سال پھر فرمایا، خواب میں میں نے یوں دیکھا کہ گھر کی چھت سے لکڑی اٹھا کر چاندی کی سیڑھی رکھی، دو شخص نیچے آئے ایک شخص مجھ سے دور بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پہلو میں بیٹھ گیا، میرے پہلو کی ہڈی کھینچ کر دل باہر نکالا اور کہا، اچھا دل ہے، مرد صالح اور پیغمبر مبلغ ﷺ کا دل اور پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا اور میں بیدار ہو گیا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

پچیس سال کے واقعات

روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملکہ عرب تھی، حسن و جمال، لطف و کمال اور کثرت ملک و مال میں بے نظیر تھی، دنیا کی تمام عورتوں سے ممتاز، اطراف و اکناف کے اشراف ملوک اس کے خطبہ کی طرف راغب اور اس کی دولت وصال کے خواہشمند تھے لیکن وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، اپنے پہلے خاوند کی وفات کے بعد عبادت الٰہی اور توریت اور دوسری آسمانی کتابوں کی تلاوت میں مصروف رہتی تھی، انہی دنوں اس نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے اتر کر اس کی آغوش میں آگیا ہے اس چاند کی روشنی اس کی بغلوں سے نکل رہی ہے جس سے دنیا روشن ہو گئی ہے، جب بیدار ہوئی اپنے خواب کی تعبیر کے لیے ایک قاصد بحیرا کے پاس بھیجا، بحیرا نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ پیغمبر آخر الزماں پیدا ہو چکے ہیں، تجھے نکاح میں لائیں گے، تیرے ساتھ وصال کے ایام اور اتصال کے وقت ان پر وحی اترے گی دنیا اس کی ملت کے فروغ سے نورانی ہو جائے گی۔ عورتوں میں سب سے پہلے تو ان پر ایمان لائے گی، وہ پیغمبر قریشی بنی ہاشم سے تیرے رشتہ داروں میں سے ہوگا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدا کا شکر ادا کیا اور لا انتہائی رحمت کے ظہور کی منتظر رہنے لگیں، اچانک عاتکہ رسول اللہ ﷺ کے سفر کے مشورہ کے لیے اس کے گھر آئی، اس کی تشریف آوری کو بڑی خوش قسمتی سمجھا، مخلصین کی مانند اس کی عزت و احترام کے لیے اٹھی اور اس کی مہمانداری کے لیے کمربستہ ہوئی اور ضیافت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، کیونکہ وہ عبدالمطلب کے سلسلہ سیدہ عرب بنی غالب اور حضرت ابوطالب کی ہمشیرہ تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے سیدہ عرب کیا حکم ہے؟ اور تشریف آوری کا مقصد کیا ہے۔ اپنی خواہش سے ہمیں آگاہ کیجئے اور ہماری طرف سے خدمتگاری کو قبول کرتے ہوئے ہم پر احسان کیجئے، عاتکہ نے کہا کہ آپ کا ایک کارواں روانہ ہوگا، محمد ﷺ کے سپرد بھی اگر کوئی کام کر دیا جائے تو بنو ہاشم ممنون احسان ہوں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کلمات سے خواب کے سچا ہونے کی خوشبو محسوس کی۔

اس نے کہا، اے سیدہ قریش! میں نے محمد ﷺ کے اوصاف سنے ہیں، رعایت، امانت، حفظ دیانت، طبیعت کی پاکیزگی، حسن اخلاق، کمال حسب اور اس کے ادب و نسب کے جمال کو میں نے معلوم کیا ہے جو کچھ میں اس جیسے شخص کو دیتی ہوں محمد ﷺ کو اس سے دوگنا دوں گی، اور ان کی خدمتگاری کو اپنے اوپر احسان سمجھوں گی لیکن کارواں کی نگرانی اور لٹیروں سے اموال کی محافظت بڑا مشکل اور دشوار کام ہے، محمد ﷺ کو میرے پاس لایئے ان کے طور طریقہ کو دیکھوں تاکہ معلوم کروں کہ اس اہم کام کے لائق ہیں یا نہیں۔ عاتکہ رسول اللہ ﷺ کو لانے کے لیے گھر آئی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بے مثل محبوب کی خاطر اپنے گھر کو آراستہ کیا، غسل کیا اور اپنے ظاہر و باطن خوبصورتی سے آراستہ کیا اور آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے انتظار میں مسند جلال پر بیٹھی اور باریک پردہ، مسند کے سامنے لٹکا دیا۔ توریت سامنے رکھ کر پیغمبر آخر الزماں کی صفات و نشانات کا

مطالعہ کرنے لگی، اپنے اور پہرہ داروں سے کہا جب محمد ﷺ آئیں اور مجلس کو زیب جمال اور زیور کمال سے آراستہ کریں آپ کو مسند خاص پر بٹھایا جائے، جب آنحضرت ﷺ عاتکہ کے ساتھ تشریف لائے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے شایان شان تعظیم وتوقیر بجالائی اور ہر ایک کو عزت و وقار کی جگہ پر بٹھایا، پھر توریت کو دیکھا جو کچھ کتاب میں دیکھتی تھی کہ آنحضرت ﷺ میں اس کے مطابق مشاہدہ کرتی تھی۔

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سابقہ کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی جو صفات پڑھی تھیں آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ ذات میں بغیر کسی کمی کے ایک ایک مشاہدہ کیں پھر اپنے دل میں کہا اے خدیجہ تیرے خواب کی تعبیر درست نکلی، خورشید کمال تیرے ماہ جمال کا ساتھی ہو گیا لیکن ابھی یہ راز پوشیدہ رکھا اور اجرت مقرر کر دی پھر عاتکہ آنحضرت ﷺ کو گھر لے گئی، وہ لباس جو راستہ میں مفید ہو سکے پہنا دیا اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیج دیا، آنحضرت ﷺ آتش سے شمع کی مانند دل گداز تھے۔

القصہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک غلام میسرہ نامی تھا، خدیجہ کا تمام مال اسی کے تصرف میں تھا، اسے بلایا اور فاخرہ لباس اس کے سپرد کیے اور ایک اونٹ کو مہار اور شاہانہ ساز وسامان سے تیار کر کے میسرہ سے کہا مکہ سے باہر نکلتے وقت اونٹ کو محمد ﷺ کے سپرد کر دے۔ جب لوگوں میں سے باہر نکل جائے یہ فاخرہ لباس ان کو پہنا دینا اور انہیں اس آراستہ اونٹ پر بٹھا کر اونٹ کی مہار خود پکڑ لینا۔ اپنے آپ کو ہر جگہ اس کا غلام اور خدمت گار تصور کرنا اور انہیں اپنا امیر سمجھنا۔ خرید وفروخت اور لینے دینے میں ان سے مشورہ کیے بغیر کسی چیز میں تصرف نہ کرنا، انہیں حتی الامکان تکالیف سے محفوظ رکھنا اور جلد از جلد صحیح سلامت ہم تک پہنچانا۔ تاکہ ہم سادات قریش بنی ہاشم کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اگر تم نے ہمارے فرمان کے مطابق عمل کیا تو تجھے آزاد کر دوں گی، اور دنیاوی مال ومتاع تیری خواہش کے مطابق تجھے دوں گی۔

جب کارواں روانہ ہوا اور تمام لوگ جمع ہو گئے، بعض لوگ الوداع کہنے کے لیے جمع ہوئے تھے، چچیاں اور آنحضرت ﷺ کے عزیز و رشتہ دار جو سردار قریش اور سادات بنی ہاشم تھے، آقائے محمد مصطفےٰ ﷺ کی مدد وغمخواری کیلئے مکہ کے باہر تھے، آنحضرت ﷺ کو خدمت گذاروں کے لباس میں دیکھ کر عاتکہ بے حال ہو گئی اور خون کے آنسو رونے لگی سر پر خاک ڈالی اور کہا، یا عبدالمطلباہ یا جفر بیر زمزماہ ویا عبداللہ ، خاک قبر سے اٹھو اور اس عزیز کو خدمتگاری کا لباس پہنے ہوئے دیکھو، حضرت ابوطالب اس حال کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے دوسرے عزیز واقارب بھی مدہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے آنحضرت ﷺ کو بغل میں لیا آنسوؤں کے موتی لوگوں کے سامنے چہروں پر مسلسل گرتے رہے۔

قافلے کو سفر پر روانہ کر کے جب لوگ واپس آ گئے میسرہ نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کے مطابق خواجہ شب معراج ﷺ کو تاج اور دیباج سے آراستہ کیا اور آراستہ اونٹ پر بٹھا دیا اور اونٹ کی مہار اپنے کندھے پر رکھ لی، ابوجہل، عتبہ اور شیبہ بھی اس کارواں میں تھے، میسرہ سے کہا اس یتیم کو پرانے کپڑے پہنا اور دشوار کام کرنے کا حکم دے تاکہ محنت کا عادی ہو جائے اور محنت ومشقت میں اس کا دل لگے، میسرہ نے کہا میں تمہارا غلام نہیں ہوں، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام ہوں اسی کا حکم اور اسی کا یہ فرمان ہے جو مال میرے پاس ہے اسی کا ہے اور وہ جان جو میرے جسم میں ہے اسی کے آستاں پر قربان ہے۔

نقل ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک رشتہ دار خزیمہ ابن حکیم سلمی تھا اسے بھی اس سفر میں آنحضرت ﷺ کی ملازمت میں بھیجا، خزیمہ کو

آنحضرت ﷺ سے بہت محبت تھی اور آنسرور ﷺ کو بہت دوست رکھتا تھا اس سفر میں ایک لمحہ کے لیے بھی وہ آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت ﷺ سے بہت سی خلاف عادت چیزیں مشاہدہ کرتا تھا اور آپ کی ہر ادا سے اس کی محبت بڑھتی تھی، چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو اونٹ راستہ میں درماندہ ہو گئے اور سفر کرنے سے عاجز آ گئے، میسرہ نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی، آنحضرت ﷺ نے دست مبارک اونٹوں کے منہ پر رکھے اور ان کے لیے دعا فرمائی اسی وقت وہ اونٹ چلنے لگے پھر کارواں سے آگے آگے رہتے تھے خزیمہ اور میسرہ کو اس حال سے تعجب ہوا وہ اس چیز کو آنحضرت ﷺ کی برکت سمجھے، آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ محمد ﷺ کی شان عظیم ہے، جب وہ بصرہ اور شام کی سرحد پر پہنچے، بحیرا کے صومعہ کے پاس اترے وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا تھا ایک روایت کے مطابق نسطورا جو عیسائیوں کے عبادت گذاروں میں سب سے نمایاں تھا اور اس صومعہ میں بحیرا کا قائم مقام تھا، پیغمبر ﷺ اس درخت کے نیچے بیٹھے جو خشک ہو چکا تھا وہ فی الفور سبز و شاداب ہو گیا، اور پھل لے آیا، اس درخت کا گرد و نواح تمام سرسبز اور مرغزار ہو گیا، نسطورا نے جب صومعہ کی چھت سے یہ حال مشاہدہ کیا، بدحال ہو گیا، صومعہ کی چھت سے نیچے اترا اور پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، لات و منات کی قسم بتائیے آپ کا نام کیا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تیری ماں بے فرزند ہو جائے مجھ سے دور ہو جا، عربوں کی گفتگو میں سب سے گراں مجھ پر یہی بات ہے، نسطورا کے ہاتھ میں ایک لکھا ہوا صحیفہ تھا، اسے دیکھتا تھا اور پیغمبر ﷺ کے روئے مبارک کو دیکھتا جاتا تھا، جب کچھ دیر دیکھ لیا، کہا مجھے اس خدا کی قسم! جس نے انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجی یہ وہی ہے، جس کا انجیل میں نبی آخر الزمان کی حیثیت سے ذکر ہے خزیمہ نے مشاہدہ کیا تو وہ سمجھا کہ نسطورا چاہتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے متعلق کوئی مکر کرے اس نے فوراً تلوار کھینچ لی اور پکارا اے آل غالب! پس قریش جو کارواں میں موجود تھے اس طرف متوجہ ہو گئے، انہوں نے پوچھا، اے خزیمہ! کس چیز نے تجھے رعب اور خوف میں ڈال دیا ہے، خزیمہ نے راہب کی شکایت کی، تمام ساتھی خزیمہ کے ساتھ راہب کی طرف متوجہ ہوئے، راہب ڈر کر صومعہ میں آ گیا اور دروازے کو بند کر لیا، اور چھت پر چڑھا اور پکار کر کہا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو، خدا کی قسم میرے نزدیک کوئی قافلہ اس جگہ تم سے زیادہ پیارا اور مقدس نہیں اترا، اور میں اس صحیفہ میں اسی طرح لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ جس شخص نے اس درخت کے نیچے قیام کیا ہے، خدا کا رسول اور خاتم الانبیاء ہے۔ جو شخص اس کی فرمانبرداری کرے گا نجات پائے گا جو شخص اس کی مخالفت کرے گا ہلاک ہو جائے گا، پھر خزیمہ سے پوچھا تجھے اس سے کس قسم کی نسبت ہے۔ اس نے کہا میں اس کا خدمت گار ہوں، اونٹوں کا عاجز رہ جانا اور آپ کے چھونے کی برکت سے قوت حاصل کرنے کے بارے میں اسے بتایا۔ راہب نے کہا میں تیرے سپرد ایک راز کرتا ہوں مجھے توقع ہے کہ تم اسے پوشیدہ رکھو گے، خزیمہ نے کہا مجھے قبول ہے نسطورا نے کہا اس صحیفہ میں لکھا ہوا کہ یہ شخص تمام دنیا پر قبضہ حاصل کرلے گا اور تمام لوگوں پر فتح یاب ہو گا اور کوئی شخص اس کی بزرگی کی انتہا کو نہیں جانتا، اے خزیمہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے دشمن بہت ہیں اس کے اکثر و بیشتر دشمن یہودی ہیں ان کے پاس بزرگوار کو لے جانے سے پرہیز کرو، جب خزیمہ نے یہ باتیں راہب سے سنیں، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں چند صفات آپ میں مشاہدہ کرتا ہوں جو دوسروں میں نہیں ہیں میرا خیال ہے کہ جو پیغمبر مبعوث ہونے والا ہے وہ آپ ہیں میں لوگوں کو آپ سے عجیب محبت کرتے ہوئے پاتا ہوں، میں بھی آپ کے دوست کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمن کو دشمن سمجھتا ہوں، آپ کی تصدیق کرنے والا اور آپ کا مددگار رہوں، پھر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں اب اپنے شہر کو جاتا ہوں جب آپ کا معاملہ ظاہر ہو گا تو حاضر ہوں گا، وہ فتح مکہ کے

بعد آیا اور مسلمان ہوگیا، پھر نسطورا راہب نے میسرہ کو بلایا، وہ اسے پہچانتا تھا، آنحضرت ﷺ کے بعض نشانات اس سے پوچھے اور ایک ایک سوال کا اس سے جواب سنا۔ پھر میسرہ نے پرندوں کا آپ کے سر مبارک پر سایہ کرنا، آپ کے قدم مبارک کے نیچے سے پانی کا جوش مارنا، آپ کے دست مبارک کی برکت سے طعام میں برکت ہونا اور آنحضرت ﷺ کی جبین مبین سے نور یقین کا ظاہر ہونا کے بارے میں بیان کیا تو نسطورا نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے انتظار میں یہاں وقت گذار رہا ہوں میں نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا وہ بالکل درست ہے اب تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اس سے جدا نہ ہونا اور اس سفر میں اس کے ساتھ رہنا اور شام مت جانا کیونکہ وہاں اس صبح شریعت کے منکر ہیں اور اس کی ملت کے انوار کو حسد کی بیماری کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے، پھر اس نے قسم کھا کر کہا کہ یہ شخص پیغمبر آخر الزماں اور خاتم انبیاء مرسلین علیہم السلام ہے، کاش کہ ان کے زمانہ بعثت کے آغاز کے وقت میں زندہ ہوتا تا کہ ملت اسلامیہ میں اس کی اتباع کرتا۔

القصہ میسرہ اور خزیمہ نے یوں مصلحت دیکھی کہ اپنے سامان کو بصرہ میں فروخت کر دیں اور شام کی روانگی کو موقوف کر دیں۔ چنانچہ اپنے سامان کو بہترین قیمت پر بصرہ میں فروخت کیا اور مکہ واپس آ گئے۔

نقل ہے کہ اس سفر میں آنحضرت ﷺ ایک یہودی سے معاملہ کرتے تھے، اس معاملہ میں مباحثہ شروع ہوگیا، خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا میں لات وعزیٰ کی قسم ہرگز نہیں کھاؤں گا کیونکہ ان سے زیادہ کسی چیز کو میں دشمن نہیں سمجھتا جب میں ان کے پاس سے گذرتا ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہوں اس نے کہا بات تمہاری ٹھیک ہے شاید تم اہل حرم سے ہو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں، اس کے بعد اس شخص نے میسرہ سے تنہائی میں کہا ''اے میسرہ! یہ تیرا ساتھی خدا کی قسم پیغمبر موعود ہے، جب تجارت حسب منشا مکمل ہوگئی، بصرہ سے مراجعت کی منزلوں پر منزلیں طے کرتے رہے، میسرہ راہب اور دوسرے لوگوں کی باتیں سننے کے بعد آنحضرت ﷺ کے حالات کو زیادہ سے زیادہ توجہ سے دیکھتا رہا، جب ہوا گرم ہو جاتی میں دیکھتا کہ دو فرشتے پرندوں کی صورت میں آنحضرت ﷺ کے سر پر سایہ کرتے اور جب بحر الظیران پر پہنچے، امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (کہ وہ بھی اس سفر میں کارواں کے ساتھ تھے) میسرہ سے کہا خوش خبری کے لیے محمد ﷺ کو سوار کر کے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس روانہ کر دے میسرہ نے قبول کیا بہت خوبصورت اونٹ عمدہ سامان اور دیبا کی چادروں سے آراستہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کو دیا، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اونٹ کو ان فاخرہ کپڑوں سے آراستہ کرنے کا سبب کیا ہے، میسرہ نے کہا ملکہ کی عادت ہے کہ ہر وہ اونٹ جو اس کو خوشخبری سنائے اونٹ کو اسی شخص کو بخش دیتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ محمد ﷺ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے، کیونکہ اس سفر میں آپ کی برکت سے ہمیں بہت منافع حاصل ہوا ہے، ابوجہل نے کہا، اے میسرہ وہ ابھی کمسن ہے اور سفر نہیں کیا گھر سے باہر نہیں نکلا ممکن ہے راستہ بھول جائے، کسی دوسرے شخص کو بھیج، میسرہ نے کہا ہاں اگر چہ وہ کمسن ہیں لیکن تمام جہان اس کا طفیلی ہے اگر چہ وہ تنہا جانے والا ہے مگر تمام موجودات اس کے حشم وخیل ہیں، القصہ محمد ﷺ کو مکہ کے لیے روانہ کر دیا، جب آنحضرت ﷺ نے کچھ فاصلہ طے کر لیا آپ کی پر خمار آنکھوں پر نیند نے غلبہ کیا اور اونٹ پر تھوڑی دیر کے لیے سو گئے، اونٹ راستہ سے ہٹ گیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ شیطان آیا، آنسرور ﷺ خواب میں تھے اور رات تاریک میں اونٹ کی مہار کو پکڑا اور راستہ سے پھیر دیا، حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو فرمایا انہوں نے اپنا قدم اس کے سر پر مارا اور اسے حبشہ کی سرزمین میں ڈال دیا۔ القصہ جب

فرشتوں نے سید المرسلین ﷺ کے لیے زمین کو لپیٹ دیا تین دنوں کی مسافت کو آپ نے ایک لحظہ میں طے کرلیا۔ نفیسہ بنت منیہ روایت کرتی ہیں کہ جب کارواں کے پہنچنے کا وقت قریب آ گیا، خدیجہؓ ہر روز، عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بالا خانے پر جا کر بیٹھ جاتی اور منتظر رہتی۔ راوی کہتی ہے کہ اس روز میں خدیجہؓ کے پاس تھی کہ اچانک ایک شتر سوار دور سے دکھائی دیا آپ ﷺ کے سر پر دو پرندے (پرندوں کی شکل میں فرشتے) فضا میں راحت افزا سایہ ڈالے ہوئے تھے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے مشاہدہ سے حیران ہوئیں ان کا اشتیاق اور بڑھ گیا انہوں نے عورتوں سے پوچھا کہ اس سخت گرمی میں یہ آنے والا کون ہوسکتا ہے۔

خادماؤں نے کہا اے ملکہ! یہ سوار محمد ﷺ کی مانند معلوم ہوتا ہے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا محمد ﷺ تنہا اس جگہ کیا کرتے ہیں، جانتی تو تھی مگر تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے خود کو اس سے دور رکھ رہی تھی، اس وقت عورتوں نے کہا وہ آنے والا محمد امین ﷺ ہے کہتے ہیں کہ جب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا اور خوارق عادات مثل فرشتوں کی سایہ بانی، اس جنگل میں اونٹ کا برق کی مانند تیز چلنا، نور جبیں اور آنحضرت ﷺ کے لیے زمین کا لپٹا جانا مشاہدہ کیا، ایک ایک ادا سے اپنے ساتھ عورتوں کو آگاہ کرتی رہیں، یہاں تک کہ ایک ساعت میں خدیجہؓ کے دروازہ پر آپ ﷺ نے نزول فرمایا، خادمہ نے فی الفور آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے خدیجہؓ کو آگاہ کیا، جب خواجہ عالم ﷺ داخل ہوئے، دعاء سلام کے بعد میسرہ کا خط ملکہ عرب کو دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ اس سفر میں بہت سا منافع حاصل ہوا اور توقع سے کہیں زیادہ فائدہ ہوا اور یہ سب کچھ محمد ﷺ کی برکت سے ہوا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس اونٹ کو مع سامان آنحضرت ﷺ کو بخش دیا اور اس نے مکتوب کا جواب فی الفور لکھا اور اسی وقت خواجہ عالم ﷺ کو واپس بھیج دیا، اسی روز سید عالم ﷺ واپس کارواں میں پہنچ گئے، ابوجہل نے جب دور سے دیکھا خوشی کا اظہار کیا اور کہا اے میسرہ تو نے میری بات نہ سنی اور موقع ضائع کردیا، یہ رہا محمد ﷺ راستہ بھٹک گیا ہے اور پھر کارواں کی طرف چلا آ رہا ہے، ابوبکر اور میسرہ ابوجہل کی اس لخنر سے غمگین ہوئے، رسول اللہ ﷺ پہنچے اور خط کا جواب لا کر میسرہ کو دیا، میسرہ نے ابوجہل سے کہا معلوم ہوا کہ گم کردہ راہ تو ہے اور محمد ﷺ راہ راست پر ثابت قدم ہیں ابوجہل نے شرمندگی سے کہا، مجھے اس خط پر کوئی اعتماد نہیں ہے کیونکہ کئی دنوں کا راستہ ایک دن میں طے کرنا محال ہے، میں اپنے غلام کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ جا کر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتائے، اس کا غلام کئی دنوں کے بعد حضرت خدیجہ کے پاس پہنچا اور بشارت دی اور انعام طلب کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھے فریب مت دو، چند روز ہوئے محمد ﷺ میرے پاس خبر لے آئے تھے، چند روز کے بعد کارواں صحیح وسلامت مکہ میں پہنچا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی کو اطلاع دی گئی میسرہ نے آنحضرت ﷺ کے خوارق عادات سے جو مشاہدہ کیا تھا حضرت خدیجہؓ سے بیان کردیا۔

نفیسہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ عقلمند تھیں، دیانت، جمال دانش اور درست فہم، ذہن رسا، کمال خرم اور شرف حسب ونسب کے ساتھ بے پناہ دولت کی وجہ سے اکثر سرداران قریش اس سے نکاح کرنے پر آمادہ تھے، بہت زیادہ سامان اور بے شمار نقدی اس کے سامنے پیش کرتے تھے وہ عرب کے کسی بھی متمول اور بزرگ سے شادی پر راضی نہیں ہوتی تھیں، جب انہیں آنحضرت ﷺ کے واقعات وحالات کا علم ہوا، آنحضرت ﷺ سے نکاح کی خواہش نے ان کے دل پر غلبہ کیا، اس کے بعد نفیسہ بنت منیہ کو جو

نہایت زیرکی اور دانا عورت تھی، اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کیا، نفیسہ اس ملاپ کا عہد کر کے رسالت مآب کی خدمت میں آئی تا کہ آنحضرت ﷺ کو سلسلہ نکاح کے مستحکم کرنے پر آمادہ کرے، اس نے کہا، اے محمد ﷺ گھر آباد کرنے میں آپ کو کیا چیز مانع ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں اس کام کے انتظامات نہیں کر سکتا اور نہ یہ بوجھ اٹھا سکتا ہوں، نفیسہ نے کہا میں کہتی ہوں کہ اگر ایسی عورت مل جائے جو حسن و جمال کے ساتھ مال و دولت بھی رکھتی ہو جو آپ کے گھریلو اخراجات کی کفالت کرے تو کیا آپ اسے پسند کریں گے؟ آنحضرت ﷺ سوچنے لگے کہ یہ کون عورت ہو سکتی ہے پھر سوال فرمایا کہ وہ کون عورت ہے، میں نے کہا خدیجہ بنت خویلد، آپ ﷺ نے پوچھا کونسا وسیلہ اختیار کروں کہ اس کے مراد دامن کو پکڑ سکوں، میں نے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کام کی اسے رغبت دلاؤں۔ میں اسی وقت گئی اور اسے یہ بشارت عظمیٰ خدیجہ کو پہنچائی اور ان کے درمیان سلسلہ محبت کو مستحکم کیا، پھر خدیجہؓ نے مبارک گھڑی مقرر کی، اور عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل بن اسد (جو اس کے چچا اور بھتیجا تھے) کو طلب کیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا کہ فلاں وقت (جن رشتہ داروں کو ساتھ لانا چاہئیں) لے کر تشریف لائیں اور بے تکلف قدم رنجہ فرمائیں، اس وقت حضرت ابو طالب اور ان کے بھائی افسردہ ہو گئے کیونکہ ان کے پاس آنحضرت ﷺ کے ایسے کپڑے نہیں تھے جو اس موقع کے لیے موزوں ہوں، آنحضرت ﷺ بھی اسی فکر میں تھے کہ اچانک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب آنحضرت ﷺ کی ملاقات سے مشرف ہوئے، عرض کیا، اے برگزیدہ عالم اولاد آدم علیہ السلام میں آپ کے چہرہ مبارک پر پریشانی کے آثار دیکھ رہا ہوں اس کا سبب کیا ہے اگر کسی کام کی وجہ سے ہے جس کی تدبیر ہم کر سکتے ہیں جان و دل سے حاضر ہیں اور اگر جسمانی خدمت سے وہ کام بن سکتا ہے تو ہمارا جسم آپ کے لیے حاضر ہے اور جان سے اس کی تکمیل سکتی ہے تو آپ پر جان بھی قربان ہے اور اگر مال سے میسر ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی خاک پر قربان ہے، رسول اللہ ﷺ نے صورت حال بیان کی، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور عرض کیا کہ حضرت عبد المطلب نے سونے کے ہزار دینار اور کچھ عمدہ کپڑے میرے سپرد کئے تھے اور وصیت کی تھی کہ جب محمد ﷺ کو ضرورت پڑے تو اسے ان کے حوالے کر دوں، اب وہ مال میرے پاس ہے اور وہ کپڑے جو انہوں نے مجھے دیئے ہیں سلے ہوئے کپڑے بھی ہیں، اجازت لینے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور سونے کی بھری ہوئی تھیلی اور نو جوڑے نفیس کپڑوں کے (جس میں سے ہر ایک کی قیمت پانچ سو دینار تھی) لائے، آنحضرت ﷺ نے ان کپڑوں کو پہنا اور اسی اثناء میں حضرت خدیجہؓ نے بھی شاہانہ لباس ارسال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لباس پر کسی کے لباس کو ترجیح نہیں دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی اور فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امور کلیہ اور جزئیہ میں کسی بھی طریقہ سے کسی چیز سے مدد سے دریغ نہیں کیا، اب مجھے یہ بھی توقع ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے گھر تک جانے میں آپ ہماری رفاقت کریں گے۔

دوسری طرف خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کو شاہانہ طریق سے آراستہ کیا ہوا تھا اور نفیس چادریں بچھا رکھی تھیں اور سونے چاندی اور جواہرات کے بھرے ہوئے طبق نوکروں کے ہاتھوں پر رکھے ہوئے تھے تا کہ آنحضور ﷺ کی عزت و اکرام کے لیے آپ کے پاؤں میں نچھاور کریں اور کہتے ہیں کہ تمام غلاموں کو شکرانہ میں اس روز آزاد کر دیا، القصہ آنحضرت ﷺ حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب کی رفاقت میں حضرت خدیجہؓ کے گھر تشریف لائے، نکاح کا معاملہ طے پا جانے کے بعد حضرت ابو طالب نے قبیلہ کے اکابرین کو بلایا، حضرت خدیجہؓ کی طرف سے طے ہوا کہ

اس کا چچا عمرو بن اسد اس کی طرف ولی عقد ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے ایک بلیغ خطبہ (جو خطبہ خدیجہ پر مشتمل تھا) پڑھا۔ اس خطبہ کا مضمون اس طرح ہے، حمد و سپاس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں فرزندان ابراہیم اور نسل اسماعیل علیہ السلام میں سے پیدا کیا اور اصل معد اور نسل عنصر مضر پیدا کیا اور ہمیں اپنے مقدس گھر کا محافظ اور پیشوا بنایا اور وہ گھر جو مخلوقات کا قبلہ، طواف گاہ اور امن کا حرم ہے ہمیں عنایت فرمایا، امابعد، میرا بھتیجا محمد ﷺ بن عبداللہ ایسا مرد ہے کہ اگر اس کا تمام قریش سے موازنہ کیا جائے تو وہ سب پر فوقیت رکھتا ہو گا۔ اگرچہ اس کے پاس مال کم ہے تو مضائقہ نہیں کیونکہ مال زائل اور ختم ہونے والی چیز ہے اور محمد ﷺ وہ شخص ہے جس کی قرابت تمہیں معلوم ہے، اب وہ خدیجہؓ بنت خویلد کی میرے مال سے مہر عاجل اور آجل سے خواستگاری کرتا ہے، قسم بخدا کہ محمد ﷺ کا عظیم و بزرگ مرتبہ ہے۔

جب حضرت ابو طالب کا خطبہ ختم ہوا، ورقہ بن نوفل نے خطبہ شروع کیا جو رب تعالیٰ کی سپاس و حمد اور حضرت ابو طالب کی باتوں سے خوشی کے اظہار پر مشتمل تھا، پھر دونوں طرف سے ایجاب و قبول کے الفاظ مذکور ہوئے اور دونوں طرف سے لوگ خوش ہوئے اور یہ جو بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والد مجلس نکاح میں موجود تھا، درست نہیں، کیونکہ خویلد حرب الفجار سے پہلے فوت ہو گیا تھا، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ باپ کا ذکر سے چچا مراد لیا گیا ہو، جب ورقہ بن نوفل خاموش ہو گیا، حضرت ابو طالب نے کہا اے ورقہ میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ کا چچا عمرو بن اسد اس نکاح میں تیری موافقت کرے، پس عمرو بن اسد نے کہا اے گروہ قریش تم گواہ رہو کہ میں نے خدیجہؓ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ ﷺ کے نکاح میں دیا۔ اور دونوں طرف سے ایجاب و قبول متحقق ہوا واللہ اعلم، خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہر ایک روایت کے مطابق پانچ سو مثقال سونا تھا اور ایک روایت کے مطابق پانچ ہزار مثقال سونا تھا اور ایک روایت میں بیس اونٹ تھے، اس عقد مبارک کی تکمیل کے بعد حضرت ابو طالب نے ولیمہ کے لیے اونٹ ذبح کیا تھا اور قریش کے معززین کی شاندار دعوت کی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈیوں نے اس عمدہ سنت کے اعلان اور اس پسندیدہ طریق کے اظہار کے لیے دف بجائی اور رقص کیا اور شاہانہ جشن ترتیب دیا، آنحضرت ﷺ کے دوستوں کو خسرانہ نوازشوں کے ساتھ روانہ کیا اور دن کو ہی زفاف ہوا، اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خزانوں کے دروازے کھول دیے اور وہ تمام آنحضرت ﷺ پر قربان کر دیے اور کہا میں نہیں چاہتی کہ امور معیشت میں آپ میرے ممنون احسان رہیں، یہ تمام مال آپ کی ملکیت ہے اور میں آپ کی ممنون احسان رہوں گی۔

حضرت ابو طالب اس کام سے بہت خوش ہوئے اور سید عالم ﷺ کو فکر معاش اور ضبط مہمات سے مکمل طور پر فراغت حاصل ہو گئی اور کہا، **الحمد لله الذی اذهب عنا الکرب و ارفع عنا الغموم** ، پس خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کمر بستہ ہوئی اور اپنی دنیا اور دین کی بھلائی اسی میں دیکھتی تھیں، ارباب سیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نکاح کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی اور حق تعالیٰ نے اسے آنحضرت ﷺ سے سعادت مند اولاد عطا فرمائی۔

http://kitaabghar.com

خانہ کعبہ کا انہدام اور تعمیر میں حضور ﷺ کا کردار

http://kitaabghar.com

بعض مورخین کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک جگہ تھی جہاں گذشتہ زمانہ کے لوگ سونے سے ہرن کی شکل کا زیور بنا کر قیمتی جواہرات سے مرصع کر کے وہاں دفن کر دیا کرتے تھے۔ قریش کی ایک اوباش جماعت کو اس کی اطلاع ہوگئی، مدفون خزانے کو انہوں نے نکال لیا اور کنواں کھودنے کی وجہ سے خانہ کعبہ کی دیواریں اس حد تک کمزور ہوگئیں کہ گرنے کا خدشہ پیدا ہوگیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ چونکہ خانہ کعبہ کا دروازہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے نیچا تھا بارش اور سیلاب کا پانی اندر جا کر کعبہ کی عمارت کو کمزور کر رہا تھا قریش نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کر کے دروازہ کو اونچا کر دیا جائے تا کہ بارش کا پانی اندر نہ جا سکے۔ حالانکہ اس سے پہلے چھت کے بغیر صرف چار دیواری تھی دیواریں آدمی کے قد سے اونچی نہیں تھی اور وہ بھی ٹوٹی پھوٹی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں دروازہ زمین کے ساتھ تھا قریش نے مصلحت اس میں دیکھی کہ دروازہ کو اونچا کر دیا جائے اس میں انہوں نے دو مقاصد کو پیش نظر رکھا ایک طرف مکان محفوظ رہے گا، دوسری طرف ہر شخص ان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکے گا۔

کشف الاسرار بزوری میں لکھا ہے کہ پچیس سال کی مدت اس غور و فکر میں گذر گئی، ایک قوم احتراز کرتی تھی اور ایک قوم اس کی تعمیر کو بہتر سمجھتی۔ جب انہوں نے عمارت بنانے کا پختہ ارادہ کر لیا ضروری تھا کہ پہلے اس کی شکستہ دیواروں کو گرایا جائے لیکن قریش اس پرانی عمارت کو گرانے کی جرأت نہیں کرتے تھے انہیں خوف تھا کہ اس طرح وہ کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور عذاب سے ڈرتے تھے، اسی وجہ سے ایک مدت سے یہ تعمیراتی کام معرض التوا میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ سب نے اتفاق کر لیا، اس کے بعد قریش نے کعبہ کو آپس میں تقسیم کر لیا کہ تخریب اور تعمیر میں سب شریک ہوں، اگر اس کی تخریب سے کوئی عذاب آیا یا اس کی تعمیر سے کوئی سعادت پہنچے تو اس میں سب شامل ہوں۔ اس تقسیم پر قرعہ ڈالا گیا، ہر رکن ایک قبیلہ کے حصہ میں آیا۔ رکن شامی سے رکن یمانی تک بنی تمیم، رکن یمانی سے رکن حجر الاسود تک، بنی سہم اور بنی عدی کے حصہ میں آیا، رکن حجر الاسود سے رکن عراقی تک بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ میں آیا، رکن عراقی سے رکن شامی تک بنی اسد بن عبد العزیٰ اور بنی عبد الدار کے حصہ میں آیا۔ یہ قبائل ہر روز علی الصبح کعبہ کے گرد جمع ہو جاتے لیکن کسی شخص میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس گھر کو گرا سکے۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کام چھوڑ دینے کا سبب یہ تھا کہ ہر روز اس کنوئیں سے جو کعبہ میں خزانہ رکھنے کی جگہ تھی ایک اژدہا نکلتا اور جو شخص کعبہ کو گرانا چاہتا یہ اژدہا اس کا تعاقب کرتا۔ کہتے ہیں کہ اس کا سر بکرے کے برابر تھا، اور جب بھی کوئی شخص کعبہ کے نزدیک آتا یا اس کی دیوار سے پتھر اکھاڑتا وہ سانپ اس کنوئیں سے نکل کر اس دیوار پر آ جاتا اور اس کو نگل جانے کا ارادہ کرتا۔ تنگ آ کر اہل قریش نے رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا، الٰہی! ہم تیرے گھر کو نئے سرے سے بنانا چاہتے ہیں اور یہ سانپ ہر دفعہ ہمیں ہلاک کرنے کا قصد کرتا ہے

اس کا تدارک کر، اتفاقاً اس روز گذشتہ دستور کے مطابق سانپ کنوئیں سے باہر آیا ہوا تھا اور کعبہ کی دیوار پر موجود بھی تھا کہ اچانک لوگوں نے ایک سفید پرندے کو دیکھا جو آسمان سے اترا اور سانپ کو اپنے پنجوں میں دبا کر وہاں سے لے گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق ایک پرندہ جس کی پشت سیاہ، پیٹ سفید اور اس کے پاؤں زرد تھے، اس اژدہا کو اس نے اچک لیا اور لے جا کر قریبی پہاڑوں میں پھینک دیا۔ قریش نے جب اپنی دعا کی قبولیت کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ خانہ کعبہ کی تعمیر پر ہم سے خوش ہے پھر انہوں نے بہت سا سونا آپس میں تقسیم کیا اور پھاوڑے ہاتھ میں لے کر پرانی عمارت کو گرانے کے لیے آگے بڑھے۔ سب سے پہلا پتھر جو انہوں نے عمارت سے اکھاڑا وہ ان کے ہاتھ سے پھسل کر پھر اپنی جگہ پر چسپاں ہو گیا، قریش ڈر گئے اور کعبہ کو گرانے سے رک گئے، ان میں سے ایک شخص نے کہا اے قریش! یہ مال جو تم نے جمع کیا ہے یہ شبہ سے خالی نہیں، اگر تم خانہ کعبہ کی عمارت کو بنانا چاہتے ہو تو ایسا مال جمع کرو جس میں کوئی شبہ نہ ہو، دوسری مرتبہ بہت سا مال حلال طریقہ سے کمایا ہوا جمع کیا لیکن لوگ کعبہ کو گرانے سے خائف تھے، چند روز مزید اسی تردد میں گذر گئے، آخر کار ولید بن مغیرہ نے کہا، اے قریش! میں ابتدا کرتا ہوں تم میری مدد کرو، قریش متفق ہو گرآئے، ولید بن مغیرہ نے پھاوڑا پکڑا اور دیوار کعبہ سے چند پتھر اکھاڑے قریش دُور کھڑے دیکھ رہے تھے کہ ولید کی مہم کا کیا فیصلہ ہوتا ہے، جب ولید پر رات گذر گئی اور اس پر کوئی عذاب نہ آیا تو قریش نے کہا ولید کی سلامتی، خدا تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہے۔ دوسرے روز علی الصبح جب تمام قریش یکدم کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دیواریں جو پتھروں کی بنی ہوئی تھیں۔ ایک ایک پتھر کو اکھاڑا اور پرانی عمارت سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد تک پہنچے جو کہ اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے انہوں نے بنائی تھی زبرجد کی مانند سبز پتھر ظاہر ہوئے، انگلیوں کی مانند آپس میں الجھے ہوئے تھے، ولید بن مغیرہ نے ایک کدال اس پر ماری اس میں سے ایک پتھر کا ٹکڑا جدا ہوا۔ ابو وہب نے اس ٹکڑے کو اٹھایا اس پتھر کے نیچے سے ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ انتہائی درجہ حیران کن تھی قریب تھا کہ حاضرین کی بصارت اس سے زائل ہو جائے، اسی وقت وہ پتھر ابو وہب کے ہاتھ سے گر گیا اور پھر اپنی جگہ پر استوار ہو گیا، امام واقدی اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اس پتھر کے ٹوٹنے کے وقت تمام مکہ لرز اٹھا اور اس قدر اضطراب پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ مکہ کی تمام عمارتیں گر پڑیں، انہوں نے کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد ہے۔ اسی پر عمارت کی بنیاد رکھی اور ہر قبیلے ہر رکن کی عمارت کی تعمیر میں مشغول ہو گیا، اتفاقاً اسی دوران ایک کشتی روم کی طرف سے آئی اور تباہ ہو گئی اس کشتی میں سوار لوگوں میں باقوم نامی ایک شخص تھا جو فن تعمیر کا ماہر تھا اپنی قوم کے ساتھ جدہ کے ساحل پر ٹھہرا، قریش کو اطلاع پہنچی، ولید مغیرہ سرداران قریش کے ساتھ وہاں پہنچا، انہوں نے سفید لکڑیوں کو خریدا اور باقوم بھی درخواست پر ان کے ساتھ مکہ میں آیا تا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں مشغول ہو اس سے انہوں نے طے کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے مطابق اسے تعمیر کرے لیکن اجزائے دیوار وہی ہوں جو پہلے تھے اور ان کے بغیر کوئی دوسری چیز نہ ملائے، اس نے کہا کہ پرانے اجزاء سے عمارت کو نہیں بنایا جا سکتا۔ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کر دیا تو مجھے اجازت دو کہ میں ان میں مزید پتھر اور مٹی ملاؤں یا کعبہ کی عمارت کا سائز چھوٹا کر دوں۔ قریش نے دوسری شق کو پسند کیا اور خانہ کعبہ سے حجر کو حطیم کر دیا، لامحالہ وہ جگہ حجر بھی کہلائی اور حطیم بھی چاروں قبائل اپنے اپنے ارکان کی تعمیر و تربیت کے لیے سرگرم عمل تھے اور مل کر پتھر اٹھا رہے تھے، ہمارے آقا و مولا ﷺ بھی ان کے ساتھ تعاون کر رہے تھے، روایت ہے کہ قریش نے اپنی چادریں کھول کر کندھوں پر رکھی ہوئی تھیں اور پتھر اٹھاتے تھے، حضرت عباس نے آنحضرت ﷺ پر شفقت کی وجہ سے کہ آپ کا دوش مبارک زخمی نہ ہو

جائے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ وہ بھی اپنے کندھے پر ازار کو رکھ لیں۔ آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنا چاہا اچانک گر پڑے اور بیہوش ہو گئے جب دوبارہ ہوش میں آئے فرمایا میرا ازار، میرا ازار، یعنی غیب سے پکارا گیا کہ خبردار تک، آنحضرت ﷺ اس خطاب کے سننے کے بعد پھر بے ہوش ہو گئے، کیونکہ یہ پہلی آواز تھی جو شعور کی حالت میں پہنچنے کے بعد غیب سے آپ تک پہنچی تھی، جب دیواریں بلند ہو گئیں اور ان کی بلندی حجر اسود تک پہنچ گئی قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ متبرک حجر اسود کو وہ اس کی جگہ پر رکھے۔ چار قبیلوں میں اختلاف یہاں تک بڑھا کہ جنگ کی نوبت آ گئی۔ بنی عبدالدار مرنے مارنے پر تیار ہو گئے اور عہد کر لیا کہ جب تک ہم تمام کو قتل نہ کر دیا جائے ہم اس سے دستبردار نہیں ہوں گے اور کسی کو اس کام میں سبقت نہیں لے جانے دیں گے، جب گفتگو حد اعتدال سے بڑھ گئی، ولید بن مغیرہ جو قریش میں عمر کے اعتبار سے بڑا تھا اس نے فیصلہ کیا کہ جو شخص کل باب بنی شیبہ سے داخل ہو وہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرے گا وہ جو بھی فیصلہ کرے سب اسے تسلیم کریں گے۔ قریش انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے منتظر تھے کہ دیکھیں دروازہ سے کون آتا ہے اور اس مشکل گرہ کو کون کھولتا ہے، سب سے پہلے جس شخص نے آستانہ حرم کے اندر قدم رکھا وہ محمد ﷺ تھے، تمام لوگ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری پر خوش ہو گئے اور طے یہ پایا کہ آپ جو فیصلہ کریں گے سب کو قبول ہو گا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر مبارک کو زمین پر بچھایا اور حجر اسود کو ید بیضا سے اٹھایا اور چادر کے درمیان میں رکھ کر فرمایا ہر قبیلہ اپنے میں سب سے زیادہ بزرگ آدمی منتخب کرے اور ہر شخص چادر کا ایک کونہ پکڑے تاکہ اس متبرک کام میں ہر شخص شریک ہو جائے۔ عتبہ بن ربیعہ، ابوزمعہ، ابوحذیفہ بن المغیرہ اور عدی بن قیس ہر ایک اپنے قبیلہ کے معتبر تھے، آنحضرت ﷺ کے اشارہ پر چادر کے کونے کو پکڑ کر حجر اسود کو اپنی جگہ پر لائے پھر حجر اسود کو مقررہ جگہ پر رکھنے میں اختلاف پڑ گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم تمام ایک شخص پر اتفاق کر لو، انہوں نے کہا جب فتنہ کی آگ کو آپ نے بجھایا ہے تو اس امر میں بھی ہم آپ کو مقرر کرتے ہیں اس طرح یہ کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھایا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا، ایک دوسرے پتھر کی اسے مستحکم کرنے کے لیے ضرورت تھی، بنی بخدان کا ایک شخص اس کام کو سرانجام دینے کے لیے اٹھا، حضرت عباس نے اجازت نہ دی اور خود پتھر اٹھا کر سید عالم ﷺ کو دیا آپ حجر اسود کو اس سے مستحکم کر دیا اور فرمایا کوئی شخص ہمارے ساتھ اس عمارت میں شریک نہیں ہو سکتا، قریش اس معاملہ میں خوش ہو گئے، ان میں سے دشمنوں کی خواہش کے برعکس جھگڑا ختم ہو گیا، اس طرح خانہ کعبہ کی بلندی بیس گز رکھی گئی، لمبائی تیس گز اور چوڑائی بائیس گز تھی، چھ ستون اور گیارہ قوی لکڑیاں ڈالی گئیں اور حجر اسود خانہ کعبہ سے باہر لگایا گیا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب آدم علیہ السلام اپنی لغزش کی معافی کے لیے اس مقام کی زیارت کے لیے مامور ہوئے اور بیت المعمور کو آپ کے لیے بھیجا، بیت المعمور چوتھے آسمان میں اٹھا لیا گیا، اس کے بعد اولاد آدم اور ایک روایت کے مطابق حضرت شیث علیہ السلام نے تنہا دوسری مرتبہ پتھروں اور گارے سے اس عمارت کو بنایا، وہ طوفان نوح میں منہدم ہو گئی، اور ایک سرخ ٹیلے کی صورت میں باقی رہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تیسری مرتبہ اس کی بنیاد کو مستحکم کیا اس کے بعد عمالقہ نے چوتھی مرتبہ اسے بنایا پھر پانچویں مرتبہ جرہم اس کی تعمیر سے سرفراز ہوئے جب چھٹی مرتبہ اسے بنانے کی نوبت قریش تک پہنچی، اس میں انہوں نے تبدیلی کی، چنانچہ حطیم کو خانہ کعبہ سے باہر کر دیا۔ دروازہ کو بلند کیا اور دو دروازوں کی بجائے ایک دروازہ رکھا چنانچہ قریش کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے خلاف تھی، آنحضرت

ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: یعنی اے عائشہ! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری قوم یعنی قریش، مسلمان ہوئے اور ابھی کفر کے زمانہ سے زیادہ مدت نہیں گزری، میں کعبہ کو توڑ دیتا اس کے پتھروں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر استوار کرتا اور کعبہ کے دو دروازوں سے ایک دروازہ مشرقی جانب اور ایک مغربی جانب بناتا، اگر میرے بعد کعبہ کو نئے سرے سے بنایا جائے تو انہیں کہو کہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بنائیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ مجھے خانہ کعبہ میں لے گئے اور حجر کو مجھے دکھایا جو چودہ ہاتھ کے فاصلہ پر تھا، اس حدیث کی بناء پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ حکومت میں قریش کی بنیاد کو گرا دیا اور جس طرح آنحضرت ﷺ کی خواہش تھی بنایا، ساتویں مرتبہ کعبہ کو بنایا گیا، جب حجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک مروان کی طرف سے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کے لیے مکہ گیا اور اس پر فتح پائی ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنیاد کو گرا کر اسی طرز پر جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ تھی آٹھویں مرتبہ تعمیر کیا۔ جب ہارون الرشید کی خلافت کا زمانہ آیا تو اس نے ارادہ کیا کہ مروان کی تعمیر کردہ عمارت کو گرا کر خانہ کعبہ کو عبداللہ بن زبیر کے طرز پر تعمیر کرے اس سلسلہ میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا، امام نے فرمایا اے امیر المومنین خانہ کعبہ کو چھوڑ دیجئے تاکہ بادشاہوں کا کھیل نہ بن جائے یعنی بادشاہوں کی بازی گاہ نہ بن جائے ہر بادشاہ کا یہ ارادہ ہوگا خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور پھر تعمیر کرے گا، ہارون الرشید نے امام کی بات کو قبول کر لیا اور اس خیال کو ترک کر دیا، موجودہ عمارت حجاج کی تعمیر کردہ ہے۔

روایت ہے کہ یہ عمارت اسی طرح قائم رہے گی، حبشی آکر اسے خراب کریں گے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا، پھر حبشہ کے باشندے آئیں گے اور خانہ کعبہ کو خراب کریں گے پھر قیامت تک اسی طرح خراب رہے گا۔ اہل حبشہ کا خانہ کعبہ کو خراب کرنا قیامت کے نزدیک آجانے کی علامت ہے۔ جس کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے۔

http://kitaabghar.com

زید بن عمرو بن طفیل

حضرت سعید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور وہ اس سال فوت ہوئے۔ عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ زید بن عمرو یہود و نصاریٰ کا دین رکھتا تھا اور بت پرستی کو برا سمجھتا تھا اور اپنی قوم سے (جو باطل دین میں تھی) ہمیشہ اظہار نفرت کرتا اور ان کے دین کے خلاف تھا اور ان کے ذبحہ کو قطعاً تناول نہیں کرتا تھا۔ مجھے کہا، اے عامر! میں نے اپنے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ملت کی مطابقت کرتا ہوں، انہوں نے کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی ہے میں پیغمبر آخر الزماں کا انتظار کر رہا ہوں جو کہ ان کی نسل سے ہوں گے تاکہ ان پر ایمان لاؤں اور ان کی تصدیق کروں لیکن زندگی کا بھروسہ نہیں اگر تو اس پیغمبر ﷺ کے زمانے کو پالے تو ان تک میرا اسلام پہنچا دینا، عامر نے کہا جب پیغمبر ﷺ مبعوث ہو گئے میں نے اس کا سلام اور پیغام پہنچایا، فرمایا علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ میں نے اسے بہشت میں دکھا ہے ٹہل رہا تھا۔ محمد بن اسحاق ورحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ چار آدمیوں نے آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے بت پرستی ترک کر دی تھی اور دین حق کی طلب میں زمین کی اطراف واکناف میں منتشر ہو گئے، ایک ورقہ بن نوفل، دوسرا عبداللہ بن جحش، تیسرا عثمان بن الحویرث اور چوتھا زید بن عمرو بن طفیل، ان کا قصہ یوں تھا کہ قریش کے ہاں عید کا دن تھا اور تمام قریش وہاں جمع تھے ان کا ایک بت تھا جس کا تقرب حاصل کرنے گئے تھے اس کی عبادت کرتے تھے اور یہ

چاروں افرادحق سبحانہٗ وتعالیٰ کی نظر عنایت سے سرفراز ہوتے تھے، ایک دوسرے سے انہوں نے کہا، آؤ ہم دنیا میں انصاف کریں، یہ قریش جو بتوں کی پرستش میں مشغول ہیں ان سے انہیں نہ کوئی فائدہ پہنچتا ہے نہ نقصان، بلاوجہ دین ابراہیم کو منسوخ کیا ہوا ہے اور اس باطل دین میں مصروف ہیں ہمیں ان کی متابقت کرنے اور ان بتوں کی پرستش کرنے میں مشغول ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، آؤ ہم کہیں اور چلے جائیں اور دین حق کی تلاش کریں اور اپنے آپ کو کفر و گمراہی سے نجات دیں، پس ورقہ بن نوفل نے شام کا قصد کیا اور عیسائی مذہب اختیار کرلیا اور علم انجیل حاصل کرنے میں بڑی مشقت اٹھائی یہاں تک کہ اس نے اپنا مقصد حاصل کرلیا اور پھر مکہ کو لوٹ آیا اس طرح وہ دین عیسائیت پر تھا، یہاں تک کہ پیغمبر ﷺ مبعوث ہوئے اور وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آیا اور مسلمان ہوگیا، عبداللہ بن جحش بھی دین کی طلب میں مکہ سے نکلے وہ جہاں بھی پہنچتے دین حق کے متعلق پوچھتے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا، آنحضرت ﷺ پر ایمان لایا اور سعادت اسلام سے مشرف ہوا پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اسی جگہ دنیا سے کوچ کیا اسی طرح عثمان بن ابی الحویرث مکہ سے نکلا اور دین حق کی طلب میں روم گیا، قیصر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عیسائی مذہب اختیار کرلیا، قیصر کے نزدیک بڑا مرتبہ حاصل کیا اور روم میں ہی وفات پائی، زید بن عمرو بن طفیل مکہ سے باہر جانا چاہتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد خطاب نے جو اس کے رشتہ دار تھے مکہ سے باہر نہ جانے دیا اسی طرح مکہ میں رہتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی رسالت کا انتظار کرتا رہا اور زندگی دین حق کی جستجو میں گذارتا رہا۔ کہتے ہیں کہ کعبہ کی طرف رخ کر کے کہتا، خداوندا اگر میں جانتا کہ تیری عبادت تجھے کس طریقہ سے زیادہ پسند ہے تو میں اسی طرح تیری عبادت کرتا لیکن میں نہیں جانتا مجھے معذور سمجھ یہ کہتا اور سجدہ کرتا، لیکن اس کی رغبت ملت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تھی اور قریش کو کہتا ملت ابراہیم علیہ السلام کی تلاش و جستجو میں شام کے شہروں کی طرف جا رہا ہوں، وہاں جب اسے اس دین کا کوئی حصہ نہ ملا، موصل اور جزائر عرب کی طرف سفر کیا وہاں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے سنا کہ بلقا کی سرزمین میں ایک راہب ہے کہ جو زہد و علم میں شام و فلسطین کے نصاریٰ کا مرجع و مقتدا ہے، اس کے پاس گیا اور اس سے ملت ابراہیم کے متعلق استفسار کیا، اس نے کہا اس زمانہ میں کوئی ایسا شخص تجھے نہیں ملے گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا نشان بتائے۔ لیکن وہ وقت قریب ہے کہ تیری ہی قوم سے یعنی قریش سے ایک پیغمبر ظاہر ہوگا اور وہ ملت ابراہیم کو زندہ کرے گا دین حنیف کو پھیلائے گا اور دوسرے تمام ادیان کو منسوخ کردے گا۔ اب تم مکہ کو واپس چلے جاؤ اس دین کی حقیقت وہاں تجھے ملے گی، زید خوش ہوگیا اسی وقت اٹھا اور مکہ کو چل دیا، جب خیبر کے نزدیک پہنچا، کسی نے اسے قتل کردیا جب اس کے فوت ہونے کی خبر مکہ میں پہنچی تو ورقہ بن نوفل بہت رویا اور اس کے لیے ایک مرثیہ لکھا اور اس کے ایمان و توحید کی گواہی دی نقل ہے کہ ایک روز اس کے لڑکے سعید نے جو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھتیجا تھا، پیغمبر ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ زید بن عمرو کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے میں بخشش کیوں طلب نہ کروں، حالانکہ وہ قیامت کے روز تنہا ایک امت ہے اور یہ اس لیے فرمایا کیونکہ جس وقت اس نے ملت ابراہیم اختیار کی دنیا میں اس کے بغیر کوئی شخص اس ملت پر قائم نہیں تھا۔

http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیائیں

آنحضرت ﷺ پر وحی کا نزول

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

وحی کی ابتدائی کیفیت

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعثت کے چند پہلے دنوں میں مَیں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتا وہ مجھے السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔ نزول کے ایام میں آپ جب کسی راستہ سے گزرتے تو ایسی آواز سنتے جیسے کوئی شخص کہہ رہا ہو ''یا محمد ﷺ'' دائیں بائیں دیکھتے مگر کوئی شخص دکھائی نہ دیتا، گمان کا آپ پر غلبہ ہوتا تو آپ تیزی سے وہاں سے نکل جاتے۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس صورت حال سے آگاہ کیا، اطمینان فرمایئے آپ کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی۔ آپ کو خیر و بھلائی حاصل ہوگی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نزول وحی سے پندرہ سال پہلے ہی سے آپ آواز سنا کرتے مگر کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا اور سات سال نزول وحی سے پہلے روشنی دیکھتے تھے جس سے دلی مسرت حاصل ہوتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وحی سے جو چیز سب سے پہلے ظاہر ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ خوبصورت مقامات اور اچھے واقعات صبح کے نور کی طرح ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ کے ظاہر و باطن پر بزرگی اور استقامت کے دروازے کھلتے تھے اس کا آغاز ماہ ربیع الاول میں ہوا۔

حکمت رویائے صادقہ قبل از وحی

سید الانبیاء ﷺ کو وحی سے پہلے سچے خوابوں میں یہ حکمت تھی کہ آنحضرت ﷺ وحی الہام کے عادی ہو جائیں اور مقام دعوت میں بلند درجہ حاصل کریں۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک سات سال ہوئی، اسرافیل علیہ السلام کو آپ کی خدمت میں مقرر فرمایا گیا۔ تین سال آپ کی خدمت میں رہے کبھی کبھی آپ کے سامنے ظاہر ہوتے اور آپ سے باتیں کرتے۔ جب آنحضرت ﷺ کی عمر شریف پندرہ سال ہوئی، خدا تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں رہنے لگے اُنیس سال کی عمر تک آنحضرت ﷺ جبرئیلؑ کی نگرانی اور دیکھ بھال میں پرورش پاتے رہے لیکن جبرئیل علیہ السلام اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے چالیس سال مکمل کر لیے اور درجہ کمال کو پہنچے اس وقت خود کو خدا تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت ﷺ پر ظاہر کیا، جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں اُنس کا وقت قریب پہنچا تو خلوت اور لوگوں سے علیحدگی آنحضرت ﷺ کو پسند خاطر ہوئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے غار حرا میں خلوت اختیار فرمائی، کئی کئی روز اور کئی کئی راتیں اس غار میں عبادت میں گزارتے۔ کچھ دن رات وہاں گزارنے کے بعد جب گھر واپس آتے اور چند روز گھر میں گزارتے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کے لیے پھر توشہ تیار کرتیں آنحضرت ﷺ غار میں تشریف لے جاتے، وہ ایسا غار ہے جس کی لمبائی چار گز اور چوڑائی بعض جگہ سے ۳/۱ گز اور بعض جگہ اس سے بھی کم ہے۔ یہ مسجد حرام سے منیٰ کے بائیں طرف مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر جبل نور میں واقع ہے۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو غار کی عبادت گاہ میں خلوت اختیار کرنا پسند آیا تو زیادہ وقت وہاں گزارتے، یہاں تک کہ قریش کی عورتیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہنے لگیں: اے سیدہ عرب! محمد ﷺ کو تو نے انواع واقسام کے عمدہ اخلاق اور مہربانیوں سے نوازا ہے، ملک ومال اور جاہ وجلال اس کی محبت میں قربان کردیا ہے، اب وہ تیرے ساتھ الفت ومحبت سے نہیں رہتا، اور جو اہل محبت کا طریقہ ہے اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، جواب میں فرماتیں، جو کچھ تم گمان کرتی ہو میرا دل اس سے مطمئن ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ مجلس سے اظہار نفرت اور محبت کے تعلق کو ختم کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ صبح سعادت کا اثر ہے جو سرداری کے مطلع سے طلوع ہوتی ہے۔ آفتاب رسالت کے نکلنے کی علامات ہیں جو مشام جاں کو معطر کرتی ہیں۔ جو دل کو منور وروشن کرتا ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ ہر سال ایک ماہ مسلسل خلوت میں بیٹھتے اور اپنے اوقات کو عبادت میں گزارتے، جب مہینہ ختم ہوجاتا تو لوٹ آتے، سات مرتبہ کعبہ کا طواف کرتے، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے۔

ائمہ دین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ کس طرح عبادت کیا کرتے تھے۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی عبادت مصنوعات خداوندی میں غور وفکر تھا لیکن بعض غور وتفکر کے ساتھ ذکر کو بھی شامل کرتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ دل کی صفائی حاصل ہو۔

نزولِ وحی

جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کو پہنچی تو چھ ماہ تک خواب میں وحی آتی رہی۔ اس حساب سے سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوئے کیونکہ تیئس سالہ دور نبوت کی چھیالیس ششماہی بنتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام ہفتہ یا اتوار کی رات ماہ رمضان میں غار حرا میں حضور علیہ السلام پر نازل ہوئے لیکن باہمی گفتگو نہ ہوئی۔ پھر دوشنبہ رمضان المبارک کی ساتویں تاریخ کو غار حرا میں جبرئیل امین اس وقت تشریف لائے جبکہ آنحضرت ﷺ قیلولہ کی غرض سے استراحت فرما رہے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام پیچھے سے تشریف لائے آنحضرت ﷺ آہٹ محسوس کرکے سیدھے اُٹھ بیٹھے۔ دائیں بائیں دیکھا کوئی شخص نظر نہ آیا۔ آنحضرت ﷺ پھر لیٹ گئے۔ جبرئیل امین دوبارہ آئے اور فرمایا: "**قم یا محمد**" (اے محمد ﷺ اُٹھیے)۔ آپ ﷺ اٹھ بیٹھے ایک شخص کو آدمی کی شکل میں دیکھا آپ کے سامنے سے چلا، اُس کا سر آسمان میں تھا، اس نے اپنے پروں کو کھولا جنھوں نے مشرق ومغرب کو گھیر لیا۔ اُس کی لمبائی، چوڑائی اور شکل اس طرز پر تھی کہ اس کے پاؤں زرد، بال منبر، پیشانی اُجلی اور رخسار نورانی تھے، دانت سفید اور چمکدار، سر کے بال مرجان کی طرح سرخ اور گردن سرخ یاقوت سی تھی، اس کی دوآنکھوں کے درمیان "**اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ**" لکھا ہوا تھا۔

http://kitaabghar.com

بعض روایات میں جبرئیل علیہ السلام کی شکل وصورت اس طرح بیان کی گئی ہے گھنگھریالے گیسو، آنکھیں سرگیں، آپ کا وجود کا نور فرشتوں کے درمیان ایسا ہے جیسے تاریکیوں میں سورج، آپ کے چھ لاکھ بازو ہیں، ہر بازو کے اتنے ہی پر ہیں، ان پروں میں سے سب سے چھوٹا پر اتنا بڑا ہے کہ تمام دنیا کو ڈھانپ سکتا ہے۔ آپ کے سر مبارک پر آراستہ تاج ہے۔ آپ کا ازار بزرگی اور وقار کی علامت ہے اور بطانہ رحمت سے ہے۔ آپ میں اس قدر طاقت وقوت ہے کہ آپ اپنے سب سے چھوٹے بازو کے سب سے چھوٹے پر کے سب سے چھوٹے ریشہ سے قوم لوط کے چار شہروں کو زمین سے اکھاڑ کر آسمان پر لے گئے اور وہاں روکے رکھا، پھر خدا تعالیٰ کے حکم سے اُلٹا دیا۔ ان چار شہروں کے وزن کے متعلق آپ سے پوچھا گیا۔ فرمایا اس کا بوجھ مجھ پر اس قدر تھا جیسے کسی شخص پر مچھر بیٹھ جائے۔

الغرض جب آنحضرت ﷺ نے وہ شکل وصورت دیکھی تو آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کے جسم کی بڑائی سے ڈرے اور فرمایا، آپ کون ہیں میں نے آپ سے زیادہ کوئی خوبصورت چیز دیکھی ہے اور نہ بڑی۔'' جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ یا محمد (میں رُوح الامین ہوں جو تمام انبیاء اور مرسلین پر اترا ہوں) اے محمد ﷺ! پڑھیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیسے پڑھوں جبکہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کے نیچے سے ایک مکتوب نکالا جو بہشت کے زمرد سے بنایا گیا تھا اور جسے جواہرات ویاقوت سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا: ''اے محمد ﷺ! پڑھیے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اور پھر اس خط میں تو مجھے کچھ لکھا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔'' اس پر جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا اور بھینچا قریب تھا کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو جاتے' پھر چھوڑ دیا۔ پھر کہا: پڑھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیل امین نے پھر آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر بھینچا۔ تیسری مرتبہ ایسا ہی کیا پھر فرمایا: **اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم O**

سرکارِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے سنا ''پتھر میں لکیر کی مانند'' دل میں نقش ہو گیا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا جس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا جس میں رُوح الامین نے وضو کیا۔ وضو کرتے وقت آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، چہرہ، دونوں ہاتھ اور پاؤں تین تین بار دھوئے ایک مرتبہ سر کا مسح کیا۔ آنحضرت ﷺ کی اس طریقے سے رہنمائی کی۔ آپ ﷺ نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے ایک چلو پانی لیا اور آنحضرت ﷺ کے چہرہ اقدس پر چھڑکا پھر آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی حضور علیہ السلام نے بھی آپ کی طرح نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ''اے محمد ﷺ! نماز اسی طرح ہے'' بعض روایات میں وضو اور نماز دوسری مرتبہ سکھائی گئی۔

روضۃ العلماء میں ہے شرحبیل رضی اللہ عنہ نے حبشہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب بھیجا جس میں لکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک لکھ کر بھیجیں۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ایک مکتوب جو آنحضرت ﷺ کی سیرت پر مشتمل تھا، بھیجا اور حضور علیہ السلام کے فرائض وسنن کے طریقے اس میں لکھے ان میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے لیے پانچ وقت کی نماز فرض کی اور مکمل وضو کرنے کا طریقہ بتایا۔ نماز جبرئیل علیہ السلام سے سیکھی اور وہ اس طرح کہ ابتدائے وحی میں جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئے تو سرخ سونے کا ایک تخت جس کے پائے سفید چاندی کے تھے اور اس میں زبرجد، لولو اور یاقوت کندہ تھے۔ اس تخت پر ریشم، دیبا، سندس اور استبرق کا فرش تھا آسمان سے اُترا اور

میدان مکہ میں بچھا دیا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس پر سے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا سفید لؤلؤ، جوہر بیضا، سرخ یاقوت، سبز زبرجد کے چھ پر مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے تھے میں نے آپ کے سر مبارک میں دو گیسو دیکھے ایک آفتاب کی مانند سنہری اور دوسرا ماہتاب کی طرح سفید و شفاف۔ دونوں جواہر، یاقوت اور زبرجد سے آراستہ اور مشک، اذفر اور کافور سے معطر تھے۔ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تخت کے گرد صف بہ صف کھڑے تھے۔ اس کے بعد جبرئیل امین اُٹھے اپنے پائے مبارک کو زمین پر مارا جس سے چشمہ بہ نکلا۔ جبرئیل امین نے کہا: اے محمد ﷺ! دیکھیے اور جو کچھ پروردگار سے آپ کے لیے لایا ہوں اُس کی تعلیم حاصل کیجئے۔ آپ کو اس کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے تین مرتبہ اس پانی سے ہاتھ دھوئے پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اسی طرح کلائیوں کو کہنیوں تک سہ بار دھویا سر کا مسح کیا کانوں کے ظاہر اور باطن میں ایک مرتبہ مسح کیا اور تین مرتبہ پاؤں کو دھویا اس کے بعد اٹھے اور کہا'' اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ وانک رسولہ بالحق بعثک ۔'' پھر فرمایا: اے محمد ﷺ! جس طرح میں نے کیا ہے اُسی طرح آپ بھی کریں اور جو کچھ میں نے کہا ہے آپ بھی اسے دہرائیں۔ آنحضرت ﷺ اُٹھے جبرئیل علیہ السلام کی طرح وضو کیا اور یہ کلمہ شہادت پڑھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: '' اے محمد ﷺ اغفر اللہ لک ماتقدم من ذنبک وما تاخر (اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کر دیے) جو شخص بھی اسی طرح وضو کرے گا جس طرح آپ نے کیا خدا تعالیٰ اس کے نئے، پرانے، ظاہر و پوشیدہ اور بھول کر یا جان بوجھ کر کیے ہوئے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ خدا تعالیٰ اُس کے گوشت پوست کو آگ سے محفوظ رکھے گا اور اسے اپنے عذاب و عتاب سے اس وقت محفوظ رکھے گا جب وہ آپ سے ملے گا۔ (سبحان اللہ و تعالیٰ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جبرئیل علیہ السلام میری نظروں سے غائب ہو گئے اُن کی ہیبت اور دہشت میں نے محسوس کی۔ میں ڈرا کہ لوگ مجھے شاعر اور مجنوں نہ کہیں کیونکہ میں شاعر اور مجنون کو سب سے زیادہ برا سمجھتا تھا میں نے سوچا کہ ممکن ہے قریش اس قسم کے طعنے مجھے دیں اور ہر شخص ان کی ان باتوں میں شریک ہو جائے اس خیال سے میں اس قدر پریشان ہوا کہ پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرانے کا ارادہ کر لیا۔ راستہ ہی میں تھا کہ آسمان سے ایک آواز سنی، سر اٹھا کر دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام ایک مرد کی شکل میں موجود تھے جنہوں نے قدم آسمان کے کنارے پر رکھے ہوئے تھے اور یہ الفاظ فرما رہے تھے: '' اے محمد ﷺ! آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں جبرئیل ہوں۔'' پس '' میں راستہ میں ہی ٹھہر گیا اور خود کو پہاڑ سے گرانے سے رُک گیا، میں آسمان پر جس طرف بھی دیکھتا مجھے وہی صورت نظر آتی۔ مغرب کی نماز تک اسی حیرانی کی کیفیت میں مبتلا رہا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میری تلاش میں ہر طرف قاصد بھیج رکھے تھے اور وہ مجھے تلاش کر رہے تھے۔ جب بعض قاصد مجھ تک پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام غائب ہو گئے۔ میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اس حالت میں لوٹا کہ پوری طرح ہوش میں نہیں تھا اور میرے اعضاء پر کپکپی طاری تھی۔''

ایک روایت اس طرح ہے کہ جب میں خوف زدہ اور بے چین گھر آیا تو حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا یہاں تک کہ آپ کا ڈر اور خوف جاتا رہا۔

ایک روایت اس طرح ہے کہ'' جب میں خوف زدہ اور کانپتے ہوئے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آیا اُس کے زانو کے ساتھ تکیہ لگا کر

بیٹھ گیا اس نے مجھ سے حال پوچھا میں نے تمام صورت حال اُس کے سامنے بیان کر دی میں نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میں اچانک کاہن نہ قرار دیا جاؤں۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا پناہ بخدا، خدا تعالیٰ اپنے نہ ختم ہونے والے فیض سے آپ ﷺ کو بھلائی اور خیر ہی عطا فرمائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ﷺ اس امت کے پیغمبر ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حق تعالیٰ آپ کے ساتھ کوئی نقصان والی بات نہیں کرے گا کیونکہ آپ مہمان دوست، سچے، امین اور عاجزوں کے مددگار ہیں۔ یتیموں کو پناہ دینے والے، مسافروں کے ساتھ بھلائی کرنے والے اور نیک خصلت ہیں۔ ان اخلاق حمیدہ کے ہوتے ہوئے کسی قسم کا خوف نہیں۔

ورقہ بن نوفل کی گواہی

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی اور کہا میں اس واقعہ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کرتی ہوں دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ ورقہ دین نصرانیت میں کامل تھا اور اس نے انجیل کی عربی میں کتابت کی تھی آسمانی کتابوں کا عالم تھا اس وقت بوڑھا اور نابینا ہو چکا تھا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورقہ کے پاس حاضر ہوئیں اور کہا کہ مجھے جبرئیلؑ کے متعلق بتایئے۔ ورقہ نے کہا: قدوس جبرئیلؑ کو اس سرزمین سے جہاں بت پرست آباد ہیں کیا کام اور اسے اس ملک میں کون یاد کرتا ہے جبرئیلؑ اللہ جل وعلا کے پیغمبروں کی طرف اس کے رسول ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ''محمد ﷺ کہتا ہے کہ وہ مجھ پر نازل ہوا۔'' اور تمام کیفیت اور صورت حال جیسے سنی تھی، بیان کر دی۔ ورقہ نے کہا: خدا کی قسم اگر جبرئیل علیہ السلام اس زمین پر اترے ہیں تو خدا تعالیٰ ان گنت رحمتیں اس سرزمین پر بھیجے گا۔ اے خدیجہ! اگر تیری یہ بات درست ہے تو یہ وہی ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا مجھے بتایئے کہ کیا تورات وانجیل میں یہ بات درج ہے کہ اس زمانہ میں ایک یتیم وفقیر شخص مبعوث ہوگا جسے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے گا اور ایک حسب ونسب والی عورت اس سے شادی کرے گی۔ ورقہ نے کہا ''ہاں اس عورت کی صفات تجھ جیسی ہیں۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ کچھ اور صفات بھی ہیں۔ کہا ہاں ان میں سے چند صفات یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح پانی پر چلیں گے، عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردے آپ سے باتیں کریں گے، پتھر سلام کہیں گے، درخت آپ کی نبوت کی گواہی دیں گے۔

ایک روایت کے مطابق ورقہ نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا جس جگہ جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ پر نازل ہوتے ہیں وہاں دوبارہ نزول فرمائیں گے تو وہاں اپنے سر کے بال کھول دے اگر وہ وہاں ٹھہرا رہے اور محمد ﷺ اس وقت اس کے ساتھ گفتگو کریں اور اس کو دیکھیں تو وہ فرشتہ نہیں ہے اور اگر ایسی صورت میں وہ اپنی جگہ سے چلا جائے اور محمد ﷺ اسے نہ دیکھ سکیں تو وہ یقیناً فرشتہ ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں واپس آئی اور غار حرا میں سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ورقہ نے جو کچھ بتایا تھا آپ سے بیان کیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا: جب یہ شخص آئے مجھے اطلاع دیں۔ جب جبرئیل علیہ السلام دوسری مرتبہ اُترے آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کو دائیں ران پر بٹھا کر پوچھا کیا اب آپ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پھر بائیں ران پر بٹھا کر پوچھا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر گود میں بٹھا کر یہی سوال کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں دیکھ رہا ہوں۔'' پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے سر کے بال کھول کر پھیلا دیے اور پوچھا: کیا اب بھی جبرئیل علیہ السلام دکھائی دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا آپ کو مبارک ہو کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ہے جن وشیطان نہیں ہے، اور آپ ﷺ اُس سے جو کچھ سنتے ہیں وحی الٰہی ہے شیطانی وسوسہ نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر ورقہ کے پاس گئیں اور اُس سے تمام حالات بیان کیے اُس نے کہا یقیناً وہ ناموس اکبر ہے۔

ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف آوری

ورقہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ محمد ﷺ کو میرے پاس بھیجیں تا کہ اپنے حالات کو آپ ﷺ خود بیان کریں۔ نبی اکرم ﷺ ورقہ کے پاس تشریف لائے اور حالات بیان کیے۔ ورقہ نے کہا: ''البشر یا محمد ثم البشر ثم البشر میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً وہ پیغمبر ہیں جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے آپ وہی احمد اور رسول خدا ﷺ ہیں۔ جو ناموس اکبر عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا آپ پر وہی نازل ہوا۔ عنقریب آپ کو جہاد اور کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم ہوگا۔ اگر میں اس روز تک زندہ رہتا تو یقیناً آپ کی مدد کرتا، کاش! میں اُن دنوں جوان اور زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی تا کہ میں آپ کی مدد کرتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا مجھے اس شہر سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی مخالفت ایک جماعت نے نہ کی ہو اور اُسے دُکھ نہ پہنچایا ہو۔ پھر ورقہ نے آپ کو تسلی دی اور حضور علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ورقہ فوت ہو گیا اور دعوت اسلام کا زمانہ نہ پا سکا۔

محمد اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک کے باقی دن غار حرا میں گزارے پھر آپ ﷺ مکہ میں تشریف لائے آپ ﷺ کا دستور مبارک یہ تھا کہ جب مکہ میں آتے کعبۃ اللہ میں جا کہ طواف کرتے اور پھر گھر تشریف لے جاتے۔ جب آپ ﷺ طواف گاہ سے لوٹے تو ورقہ نے سوال کیا اے میرے بھتیجے! کہیے آپ نے کیا دیکھا اور کیا سنا۔ سید عالم ﷺ نے حالات بیان کیے۔ اس نے کہا: والذی نفسی بیدہ انك النبی بمذہ الامۃ الی اخر الحکایت۔

وجہ جنت میں

ورقہ کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ورقہ کو بہشت کے سبز کپڑے پہنے ہوئے جنت میں دیکھا ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا تھا اور میری تصدیق کی تھی۔

عداس راہب سے ملاقات

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' ورقہ کی وفات کے بعد عداس راہب (بڑھاپے سے جس کے ابرو آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے) کے پاس گئیں، عداس نے پوچھا: یہ خاتون (خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زنان قریش میں سے بزرگ عورت ہے؟ کہا ہاں۔ عداس نے پگڑی سر پر رکھی اور خدمت گار سے کہا کہ میری آنکھوں سے ابرو اٹھائیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا میرے اور نزدیک ہو کر بیٹھیں کیونکہ میرے کان

بہرے ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نزدیک ہو کر بیٹھیں اور کہا مجھے جبرئیل علیہ السلام کے متعلق بتایئے۔ عداس سجدہ میں گر پڑا اور کہا قدوس قدوس ایسے شہر میں جہاں لوگ خدا کی بندگی نہیں کرتے جبرئیل علیہ السلام کا نام کیوں لیتے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: مجھے آپ ضرور جبرئیل علیہ السلام کی خبر دیجئے۔ عداس نے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تک کچھ نہیں کہوں گا جب تک مجھے اس کا سبب نہ بتاؤ گی اور یہ نہ بتاؤ گی کہ یہ بات آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں اس شرط پر آپ کو بتا سکتی ہوں کہ آپ اس بات کو پوشیدہ رکھیں گے اور کسی دوسرے کے سامنے ظاہر نہیں کریں گے۔ عداس نے رازداری کا وعدہ کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: محمد ﷺ عبداللہ بن عبدالمطلب کہتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام مجھ پر نازل ہوئے ہیں۔ عداس نے کہا یہ ناموس اکبر ہے جو موسیٰ عیسیٰ علیہما السلام پر وحی لایا کرتے تھے۔ خدا کی قسم اگر جبرئیل علیہ السلام اس شہر میں نازل ہوئے ہیں تو اس ملک میں خیر عظیم ظاہر ہو گی۔ لیکن اے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ شیطان کسی پر ظاہر ہوتا ہے اور اسے بہت سی صورتیں دکھاتا ہے اس وجہ سے اسے آسیب اور جنون ہو جاتا ہے۔ میری یہ کتاب آپ ﷺ کو دکھائیں اگر شیطانی کام ہو گا تو اس کی برکت سے محفوظ رہے گا اور اگر رحمانی ہے تو درجات بلند ہونے کا سبب ہو گی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عداس کی کتاب آنحضرت ﷺ کے پاس لائیں اس وقت جبرئیل علیہ السلام سورہ ن و القلم لائے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ تیزی سے آیات بنیات پڑھ رہے تھے اور اس سورہ کو دوھرا رہے تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آیات الٰہی سن کر بہت خوش ہوئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آیئے عداس کے پاس چلیں۔'' آنحضرت ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عداس کے پاس تشریف لے گئے۔ عداس نے خاتم النبیین علیہ السلام کو اپنے نزدیک بٹھا کر پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا، دیکھا کہ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت چمک رہی ہے فوراً سجدہ میں گرا، بعدازاں سر اٹھا کر کہا قدوس قدوس خدا کی قسم اے محمد ﷺ! آپ وہی پیغمبر ہیں جن کے متعلق حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے خوشخبری دی ہے۔ خدا کی قسم اگر میں اس وقت جب آپ لوگوں کو دین کی دعوت دیں گے زندہ ہوا تو آپ کی طرف سے تلوار اٹھاؤں گا اور جہاد کروں گا۔ پھر پوچھا: اے نبی اللہ! کیا آپ ﷺ کو کسی بات کا حکم دیا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ عداس نے کہا بہت جلد آپ ﷺ کو حکم دیا جائے گا کہ لوگوں کو دین کی طرف بلائیں، لوگ آپ ﷺ کو جھوٹا کہیں گے مجبوراً آپ ﷺ اس شہر سے ہجرت کریں گے فرشتے آپ کی مدد کریں گے پس آنحضرت ﷺ کا مدعا ان دو گواہوں کے ذریعہ مستحکم ہوا اور آپ ﷺ کی رسالت دلیل و حجت سے آراستہ ہوئی۔

وحی الٰہی میں عارضی رُکاوٹ

پھر کچھ عرصہ وحی رُک گئی۔ کہا جاتا ہے کہ تین سال تک آسمان سے وحی نہ آئی آنحضرت ﷺ اس سے بے حد اندوہناک اور غمگین ہوئے یہاں تک کہ کئی مرتبہ پہاڑ کی چوٹی سے خود کو گرانے کا ارادہ کیا ہر مرتبہ جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے یا محمد ﷺ انک رسول اللہ حقا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ''اے محمد ﷺ! آپ کہاں جاتے ہیں پریشان نہ ہوں۔ میں جبرئیل آپ کا دوست اور بھائی ہوں۔'' اس سے آپ ﷺ کو اطمینان و سکون ملتا۔

دوبارہ نزول وحی اور سورہ مدثر

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس زمانہ میں وحی رُکی ہوئی تھی میں ایک راستہ پر جا رہا تھا اچانک آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا یعنی جبریئل علیہ السلام زمین و آسمان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ پر اس سے خوف و دہشت طاری ہوگئی گھر لوٹا اور کہا ''زملونی زملونی'' پس مجھے ڈھانپ دیا گیا، خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی یا ایھا المدثر قم فانذر وربك فكبر وثيابك فطهر والرجز فاجهرو ولا تمنن تستكثر ۔

پس آنحضرت ﷺ نے چادرِ تبلیغ کو کندھے پر اور تاجِ دعوت کو سر پر رکھا پھر وحی عام آنے لگی۔

تاخیرِ وحی میں حکمت

وحی میں توقف کی حکمت یوں بیان کی گئی ہے کہ تین سال تک اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ رہے اس دوران میں جبریئل علیہ السلام آنحضرت ﷺ پر وحی نہیں لائے یہ قول امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ۔

کتاب وفا، ابن اثیر اور جامع اصول میں بعض اہلِ اشارت نے اس کی حکمت یوں بیان کی ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے دل میں شوق پیدا کرنا مقصود تھا، آپ ﷺ کا اشتیاق یہاں تک پہنچا کہ کئی مرتبہ اس جدائی کی وجہ سے خود کو پہاڑ سے گرانے کا عزم کیا آپ ﷺ کے دل میں انتہائی آتشِ شوق مشتعل تھی۔

ابتدائے وحی

بزرگانِ فنِ سیر و تواریخ مثل محمد بن اسحاق اور ائمہ حدیث کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ نزولِ وحی کی ابتداء رمضان المبارک میں ہوئی تھی اس امر پر ایک بڑی دلیل اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ہے لیکن محدثین اور اہلِ سیرت نے ابتدائے نزولِ وحی کو تیسری، آٹھویں یا بارھویں ربیع الاول ولادت کے اکتالیسویں سال میں شمار کیا ہے۔ جامع الاصول میں اس قول کو ترجیح دی گئی ہے اور مندرجہ بالا آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہونا ہے۔ ایک روایت کے مطابق قرآن ایک ہی دفعہ لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اترا، پھر وہاں سے حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً تیس سال چار ماہ میں نازل ہوا۔ یہ روایت پہلے قول کی تائید کرتی ہے، بعض نے اس کی اس طرح تاویل کی ہے کہ خواب میں ابتدائے وحی ربیع الاول میں اکتالیس سن میں ہوئی اور اسی سال بیداری میں نزولِ قرآن کی ابتداء رمضان میں ہوئی واللہ اعلم۔

روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اُترنے والی سورہ اقراء تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق ''یا ایھا المد ثر'' تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت میں سورہ فاتحۃ الکتاب بھی منقول ہے۔

سورہ فاتحہ کا نزول

ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں اور آواز سنتا ہوں جیسے کوئی کہہ رہا ہو یا محمد یا محمد ﷺ، مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کو ورقہ کے پاس لے گئیں اور تمام قصہ بیان کیا ورقہ نے کہا جب دوبارہ آپ یہ آواز سنیں اسی جگہ رُک جائیں دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اب کی بار جب یہ آواز سنی تو ٹھہر گئے اور کہا "لبیک۔" آواز دینے والے نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ پھر کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین آخر تک سورہ فاتحہ پڑھی۔

کیفیت وحی

وحی کس کیفیت سے اترتی تھی؟ یہ ہے کہ سب سے پہلے سچے خواب تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ کو چھ ماہ تک ایسے خواب آتے رہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے دل پر اس طرح القاء کرتے کہ جبرئیل امین آپ کو دکھائی دیتے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ پر انسانی شکل وصورت میں ظاہر ہوتے اور وحی کو آپ پر پڑھتے جاتے چنانچہ اکثر اوقات وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں متشکل ہوتے تھے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو اس شکل میں دیکھتے تھے۔ چوتھی وحی کی صورت میں گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی تھی یہ صورت دوسری تمام صورتوں سے آپ پر زیادہ دشوار ہوتی تھی۔ چنانچہ اگر اونٹ پر سوار ہوتے اور اس قسم کی وحی اترتی تو اُونٹ کی ٹانگیں بوجھ کی وجہ سے ٹیڑھی ہونے لگتیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن سخت سردیوں کے موسم میں میں نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی انتہائی دشواری اور سختی کی وجہ سے آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کعبہ کے پیچھے تشریف فرما تھے اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور آداب بجا لائے آپ ﷺ نے اُنہیں بٹھایا وہ بیٹھ کر آپ ﷺ سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک آنحضرت ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر زمین کی طرف دیکھا، اپنے دائیں پہلو پر گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس شخص کو مانند جو تعلیم میں مصروف ہو سر مبارک سے اشارہ فرماتے رہے تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ابن مظعون کہتے ہیں "میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے جیسے آج آپ ﷺ کو دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا۔" آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کیسے دیکھا، میں نے تمام حالت بیان کر دی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قاصد پیغام لے کر آیا تھا، میں نے عرض کیا وہ پیغام کیا تھا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ان اللہ یا مرو بالعدل والاحسان وایتای ذی القربی وینھی عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اگرچہ میں مسلمان ہو چکا تھا لیکن پورے طور پر اسلام میرے دل میں جاگزیں نہیں ہوا تھا۔ جس وقت میں نے آنحضرت ﷺ کا یہ حال دیکھا اسلام میرے دل میں پورے طور پر اتر گیا اور حضور علیہ السلام کی محبت میرے دل پر ہمیشہ کے لیے غالب آ گئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا ایک روز جبکہ آیت لایستوی القاعدون من المؤمنین نازل

ہو چکی تھی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا یہی آیت لکھ رہا تھا کہ عبداللہ بن مکتوم (نابینا) حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یعنی میں نابینا ہوں اور غزوہ میں شریک نہیں ہو سکتا فوراً آیت غیر اولی الضرر نازل ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نزول وحی سے آنحضرت ﷺ کا بدن مبارک اس قدر بھاری ہو گیا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی اور بلاشک اس قسم کے حالات چوتھی قسم کی وحی کے لوازمات میں سے تھے۔

وحی کی پانچویں قسم یہ بھی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھتے اور جبرئیل امین آپ ﷺ پر وحی تلاوت کرتے تھے۔ چھٹی قسم وحی کی وہ تھی جو آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں جبرئیل امین سے اس کی اصلی صورت میں اخذ کی۔ ساتویں قسم وہ تھی جو آنحضرت ﷺ سے خدا تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ کے شب معراج میں کلام کی اور آٹھویں قسم میں خدا تعالیٰ نے معراج کی رات بغیر کسی واسطہ اور بغیر پردے روبرو بات کی اور اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

وحی کا جلال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ بعثت کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ وحی رکی ہوئی تھی جو قریباً چھ سال کا عرصہ تھا جب آنحضرت ﷺ پر دوبارہ وحی شروع ہوئی تو فرشتے اس کے کروفر کو سن کر بے ہوش ہو گئے انہیں خیال گزرا کہ قیامت آ پہنچی۔ جب معلوم ہوا کہ وحی الٰہی نازل ہوئی ہے تو انہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ وحی آپ ﷺ کس کی طرف لے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: محمد ﷺ کی طرف۔ فرشتے کہنے لگے "اللہ اکبر قد قامت الساعۃ۔" یقیناً قیامت آ گئی کیونکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت قیامت کے شرائط میں سے ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

آنحضرت ﷺ کی تبلیغ پر لبیک کہنے والے

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسلام لانا

جب آنحضرت ﷺ "قم فانذر" کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور بلغ ماانزل الیك سے تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ آپ ﷺ تبلیغ کے لیے تیار ہوئے اور لوگوں کو دعوت اسلام دینے میں مصروف ہوئے۔ جس ہستی نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کو جب واضح دلائل و براہین سے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ برحق پیغمبر ہیں تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بلا توقف دین اسلام کو قبول کیا اور سبقت لے جانے والوں میں سے ہو گئیں بلکہ پہل کرنے والوں میں سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غار حرا میں

آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا اور اس چشمہ پر تشریف لے گئے جو جبرئیل علیہ السلام کے پائے مبارک کی برکت سے غار حرا کے نزدیک پیدا ہو گیا تھا اور وضو کرنے کا وہی طریقہ جو جبرئیل علیہ السلام سے سیکھا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی سکھایا، نماز و نیاز سے سرفراز ہوئیں اور جو دینی و دنیوی غم واندوہ آنحضرت ﷺ کو لاحق ہوتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی رازداں اور غمگسار ہوتیں۔ آنحضرت ﷺ جب کفار کے تمسخر اور تذلیل سے رنجیدہ خاطر ہوتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی آپ ﷺ کے دلی سکون و راحت کا سبب ہوتیں۔ آنحضرت ﷺ جب باہر سے رنجیدہ اور غمگین گھر میں داخل ہوتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غم اور پریشانی کو آپ ﷺ کے دل سے نکال دیتیں آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے عرض کرتیں یا رسول اللہ ﷺ! اطمینان فرمائیے، دل کو خوش رکھیے کیونکہ آخر کار خدا تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا آپ ﷺ کے دشمن مغلوب ہوں گے اور آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کے حکم کی تابع ہو گی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی بہت زیادہ خدمت گزاری کی، جس وجہ سے ایک دن جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اقراء خدیجة السلام من ربنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام پہنچا دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! یہ جبرئیل ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں سلام دینے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا الیه السلام وعلی جبرئیل السلام۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کے لیے جنت میں ایک ایسے مکان کی خوشخبری دوں جو ایک ہی موتی کا کاٹ کر تیار کیا گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لے آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ابو طالب کی آمدنی کم اور اخراجات کثرت اولاد کی وجہ سے زیادہ تھے جس سے وہ بہت مضطرب اور پریشان حال تھے مکہ میں قحط پڑا چنانچہ اہل مکہ تنگ آ گئے۔ پیغمبر ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: چچا جان! آپ کے بھائی ابو طالب کی اولاد زیادہ ہے، خرچ بے شمار ہے اور آمدنی کم، وقت تنگی سے گزرتا ہے بہتر یہی ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور ان کے بوجھ کو کم کریں ہم میں سے ہر ایک ان کے ایک ایک فرزند کی کفالت کی ذمہ داری لے لے۔ ابو طالب نے کہا میرے لیے عقیل ضروری ہے باقی تم جانو۔ پیغمبر ﷺ نے علی کو لے لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعفر کو لے لیا۔ آنحضرت ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت کرنے میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ دس سال کی عمر تک کفالت کرتے رہے۔

ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیغمبر ﷺ کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں آنحضرت ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ خدا تعالیٰ کا دین ہے جس کو میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور تمہیں بھی اس کی دعوت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے ہونے کی گواہی دو اور اسے واحد یقین کرو۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں تمہیں لات اور عزیٰ (بتوں) کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں نے اس دین کو کسی سے نہیں سنا اور اپنے والد بزرگوار ابو طالب کے مشورہ کے بغیر میں کوئی فیصلہ نہیں کرتا اگر اجازت ہو تو ان سے مشورہ کر لوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ تو اسے کسی دوسرے کو بھی نہ بتانا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس رات توقف کیا اسی رات خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو کھول دیا اور انہیں نور ہدایت سے روشن کر دیا جب صبح ہوئی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر اسلام پیش کیجیے، اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں جا کر والد سے مشورہ کرتا ہوں، چند قدم ہی گئے تھے کہ خیال آیا مجھے میرے والد نے وصیت کی تھی کہ محمد ﷺ تمہیں جو بات کہیں اسے قبول کروں، اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے واپس آئے اور ایمان لے آئے۔

زید بن حارثہ کا ایمان لانا

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھتیجا حکیم بن حزام ملک شام کی تجارت سے واپس آیا تو اپنے ساتھ چند غلام بھی لایا، سلام کے لیے اپنی چچی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ان غلاموں میں سے جو غلام آپ کو پسند ہو، لے لیجیے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید بن حارثہ کو پسند کیا۔ جب گھر لائیں تو آنحضرت ﷺ نے زید کو ان سے مانگ لیا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کو دے دیا آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ واقعہ وحی سے پہلے کا ہے، زید کا باپ حارثہ کی جدائی میں غمگین تھا اور دنیا بھر میں اُسے تلاش کرتا پھرتا تھا، اس نے سوچا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جانا چاہیے وہاں آیا تو زید کو اس نے وہاں پایا۔ بیٹے کے سر آنکھوں کو بوسے دیتا اور روتا

تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو زید کو فرمایا اب تجھے اختیار ہے اگر یہاں رہنا چاہو تو یہاں رہو اور اگر باپ کے ساتھ جانے کی خواہش ہو تو اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ زید نے عرض کی میں آپ ﷺ کی غلامی کو باپ کے ساتھ آزادی پر ترجیح دیتا ہوں، میں تمام زندگی آپ ﷺ کے ساتھ رہوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے باپ کو معذرت کر کے واپس بھیج دیا جب آنحضرت ﷺ پر وحی اُتری، تو وہ بھی ایمان لے آیا، زید تیسرے آدمی تھے جو ایمان لائے، شروع میں لوگ انہیں زید بن محمد کہتے تھے جب یہ آیت **ادعوھم لآبائھم** نازل ہوئی، زید بن حارثہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ تینوں اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے۔

جب نماز کا وقت آتا تو پیغمبر ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیتے اور مکہ کے باہر وادی میں جہاں لوگوں کی آمدورفت نہ ہوتی جا کر نماز ادا کرتے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نماز ادا کرتے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نگرانی کرتے گردونواح پہ نظر رکھتے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی شخص فریب نہ کرے، ایک روز ابوطالب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو تلاش کر رہے تھے مگر وہ نہ مل سکے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے اُن سے کہا: اے ابوطالب! میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محمد (ﷺ) کے بہت قریب دیکھتی ہوں، مجھے ڈر ہے کہ وہ کوئی ایسی بات قبول نہ کرے جو ہمارے آباؤ اجداد کی ملت کے لیے خرابی کا باعث ہو۔ ابوطالب نے کہا میرا بیٹا میرے مشورہ کے بغیر اہم امور کا فیصلہ نہیں کرتا، اتفاقاً ایک روز ابوطالب کسی کام سے مکہ کے باہر وادی سے گزرے، انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نماز ادا کر رہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر طرف نظر رکھے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ہر دو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوطالب کو اس سے تعجب ہوا، آہستگی سے اُن کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا: اے محمد ﷺ! یہ کیسا دین ہے جو تم نے پیدا کیا ہے اور یہ کیسا کام ہے جو آپ کر رہے تھے۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! یہ دین خدا تعالیٰ، اس کے فرشتوں، پیغمبروں اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہم کا دین ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول منتخب کیا ہے لوگوں کو یہ دین پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔ چچا جان! اب میں آپ کو اس خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو بے مثل ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کی عبادت کرنے کے لیے آپ کو کہتا ہوں اور اُسی کی خدمت کرنے کی طرف آپ کی رہنمائی کرتا ہوں۔ یقین کیجئے کہ اس کی عظمت و بزرگی کی بارگاہ پر سر جھکانا اور بندگی کرنا ہی بادشاہوں کے لیے سرفرازی اور تاجداروں کے لیے عزت و منزلت ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اے میرے مہربان چچا! آپ میرے لیے دل و جان کی حیثیت رکھتے ہیں تمام لوگوں سے آپ زیادہ حقدار ہیں کہ نصیحت کا آغاز میں آپ سے کروں، مناسب یہ ہے کہ آپ میری مدد کے لیے کمر بستہ ہوں اور کلمہ حق کے لیے (جس کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے) اہتمام کریں۔

ابوطالب نے کہا: "بیٹے! آپ درست کہتے ہیں لیکن میں آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا اور ملت عبدالمطلب سے روگردانی کر کے آپ ﷺ کی اتباع نہیں کر سکتا لیکن آپ ﷺ اطمینان سے اپنا کام کیجئے جب تک میں زندہ ہوں کوئی دشمن آپ ﷺ کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گا، اور نہ ہی کوئی حاسد جاہلیت کی حمایت میں آپ ﷺ سے اُلجھ سکے گا۔" اس کے بعد ابوطالب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور اُس کے دین

کے متعلق پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا'' ابا جان! اسلام سچا دین ہے، میں خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لے آیا ہوں اور یہ نماز ایسا فرض ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور ہم اس فرض کو ادا کرتے رہیں گے۔'' ابوطالب نے کہا: اے میرے بیٹے! محمد ﷺ کے ساتھ رہ اور اُن کی خدمت کر، وہ تمہیں بھلائی اور نیکی ہی کی بات کہیں گے، خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و نگہبان ہو۔ تمام دشمنوں سے تمہیں محفوظ رکھے گا۔ میں جب تک زندہ ہوں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ تمہاری حفاظت میں اپنی جان تک کی بازی لگا دوں گا۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دن ابوطالب اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ ایک غار میں آئے، دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ادا کر رہے ہیں ابوطالب نے کہا: اے جعفر! اپنے چچا زاد بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جعفر اپنے والد کے اشارے پر پیغمبر ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی، سرکار دو عالم ﷺ نے جعفر کے لیے دُعا فرمائی۔'' آنحضرت ﷺ کی دعا اس کے حق میں قبول ہوئی چنانچہ غزوہ موتہ میں جام شہادت نوش کیا اور خدا تعالیٰ نے اسے دو پر عطا فرمائے تاکہ ان کے ساتھ جنت کے باغات میں اڑتا پھرے اسی وجہ سے اس نیک بخت کو جعفر طیار کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

ابوطالب گھر لوٹے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ نے کہا'' آپ کا بیٹا علی کہاں ہے؟ ابوطالب نے پوچھا: کیوں، کیا بات ہے؟ کہنے لگی: '' مجھے میری خادمہ نے اطلاع دی ہے کہ وہ محمد (ﷺ) کے ساتھ پہاڑ کی غار میں نماز ادا کرتا ہے، آپ پر افسوس ہے کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بیٹا اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھر جائے؟'' ابوطالب نے کہا: چپ رہ، خدا کی قسم علی کے لیے تمام مخلوق سے زیادہ محمد ﷺ چچا زاد بھائی کی مدد کرنا ہے اور اگر میں دین عبدالمطلب چھوڑ سکتا تو یقیناً میں بھی اُن کی اتباع کرتا، قریش نے یہ بات سنی تو انہیں بے انتہا دشوار گزری اور وہ پریشان ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے اور اس کے اسباب میں بہت سے اقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعثت سے بیس سال پہلے اُنہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کعبہ میں گرا۔ مکہ کے ہر گھر میں ایک ایک ٹکڑا گرا پھر وہ تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر پہلی شکل پر آ گئے اور آسمان کی طرف چلے گئے مگر وہ ٹکڑا جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں آیا تھا وہیں رہ گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر ابوبکر کے گھر آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ ان انوار کے حالات دریافت کرنے کے لیے علی الصبح یہودی علماء میں سے ایک عالم کے پاس گئے اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ یہودی عالم نے کہا یہ اضغاث و احلام میں سے ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کچھ زمانہ اسی طرح گزرا، اپنی تجارت کے سلسلے میں بحیرہ راہب کی خانقاہ میں پہنچے اور راہب سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ راہب نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں قریشی ہوں۔ راہب نے کہا: مکہ میں تمہارے درمیان ایک پیغمبر ظاہر ہو گا اس کا نور ہدایت مکہ کے ہر گھر میں پہنچے گا آپ ان کی زندگی میں ان کے وزیر ہوں گے اور پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے۔ ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں خواب کو پوشیدہ رکھتا تھا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے واقعی پیغمبر ﷺ کو خلق کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ جب مجھے آپ ﷺ کے ظہور کی خبر ملی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے اسلام کی دعوت دی میں نے عرض کی: ہر پیغمبر کی نبوت پر ایک دلیل ہوتی تھی آپ ﷺ کی دلیل کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور یہودی عالم نے کہا تھا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں بحیرا راہب نے اس کی اس طرح تعبیر کی تھی۔ میں نے پوچھا: آپ ﷺ کو اس کی کس نے خبر دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام نے اطلاع دی ہے۔ میں نے کہا اس سے زیادہ میں آپ ﷺ سے کوئی دلیل و برہان نہیں پوچھتا، **اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشھد انک عبدہ ورسلہ** ۔

درخت کی گواہی

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں میں ایک روز ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اس درخت کی ایک شاخ میری طرف اس قدر جھکی کہ میرے سر کے ساتھ آ لگی میں اسے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ یہ کیا چاہتی ہے اس درخت سے میرے کان میں آواز سنائی دی کہ ایک پیغمبر فلاں وقت میں ظاہر ہوگا لوگ اس پر ایمان لائیں گے تجھے چاہیے کہ ان میں سب سے نیک بخت بنے میں نے اس سے کہا کہ وضاحت سے بیان کر کہ وہ پیغمبر کون ہے، اس کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ میں نے کہا۔ وہ میرا دوست، حبیب اور ساتھی ہے میں نے اس درخت سے وعدہ لیا کہ جب وہ مبعوث ہوں مجھے خوشخبری دے، جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے اس درخت سے آواز آئی: اے ابوقحافہ کے بیٹے! مستعد ہو جا اور کوشش کر، کیونکہ اس کی طرف وحی آ گئی ہے۔ مجھے رب موسیٰ کی قسم ہے کہ کوئی شخص تجھ سے سبقت نہیں لے جائے گا۔ جب صبح ہوئی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! میں تجھے خدا اور رسول کی طرف بلاتا ہوں میں نے کہا: **انک رسول اللہ بالحق بعثک سراجا منیرا** ، پس آپ ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ کے قول کی تصدیق کی۔ مومنین کے پیشتر اور سب سے پہلے ایمان لانے والے بنے۔

حصص الاتقیاء میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے، کہ بعثت سے پہلے میں تجارت کی غرض سے ملک یمن کی طرف گیا، قبیلہ ازد کے ایک تین سو نوے سالہ بوڑھے کے پاس اُترا جس نے آسمانی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔ جب اس جہاں دیدہ بوڑھے نے مجھے دیکھا اس نے کہا میرا خیال ہے کہ تم حرم کعبہ سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ اُس نے پوچھا کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے کہا بنی تیم سے۔ اس نے کہا: ایک نشانی باقی رہ گئی ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون سی ہے؟ اس نے کہا: اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایئے۔ میں نے کہا: جب تک آپ اپنا مقصد بیان نہیں کرتے میں کپڑا نہیں اٹھاؤں گا۔ اس نے کہا: میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ حرم میں ایک پیغمبر مبعوث ہوگا اس کے دو معاون ہوں گے ایک جوان، دوسرا ادھیڑ عمر، جوان مستقبل میں بہت سی دشواریوں اور مصیبتوں کو دُور کرے گا اور ادھیڑ عمر سفید چہرے لاغر جسم کا ہوگا اس کے پیٹ پر سیاہ داغ بائیں ران کی طرف نشانی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ شخص تم ہو، چاہتا ہوں کہ اس داغ کو تمہارے پیٹ پر دیکھوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا میں نے دیکھا کہ میری ناف کے اوپر ایک سیاہ خال

ہے۔اس نے کہا: رب کعبہ کی قسم وہ ادھیڑ عمر آپ ہی ہیں، مجھے اس نے شفقت سے پر وصیت کی تھی۔یمن میں اپنے کاروبار کی تکمیل کے بعد اسے الوداع کہنے کے لیے آیا۔اس نے کہا: میرے پاس اس پیغمبر کی تعریف میں چند اشعار ہیں آپ ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچادیں گے؟ میں نے کہا: ہاں پہنچادوں گا۔اس نے بارہ شعر مجھے پڑھ کر سنائے جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

الم تر انی ق د سمعت معاشری

ونفسی وقد اصبحت فی الحی ھھنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے یہ اشعار اس پر مرد سے یاد کر لیے اور اس کی وصیتوں کو قبول کرلیا اور مکہ میں واپس آ گیا۔جب میں اپنے گھر میں آیا تو عتبہ بن ابی معیط وشیبہ اور ابوالبختر ی اور چند اور قریشی مجھے ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی نئی چیز آپ کے ہاں پیدا ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی کہ ابوطالب کے یتیم نے اُٹھ کر پیغمبری کا دعویٰ کر دیا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ تم باطل ہو اور تمہارے آبا ؤ اجداد بھی باطل پر تھے" اگر آپ کی امداد واعانت اسے حاصل نہ ہوتی تو ہم اسے امن نہ دیتے۔اب جبکہ آپ خود تشریف لے آئے ہیں خود ہی اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایئے کیونکہ وہ آپ کا دوست ہے۔جب میں نے ان سے یہ بات سنی تو ان کو معذرت کر کے واپس کر دیا۔میں نے پوچھا محمد ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہیں۔میں جا کر دروازہ پر بیٹھ رہا جب مصطفی ﷺ باہر نکلے میں نے کہا یا محمد ﷺ! یہ کیا ہے جو آپ ﷺ کی طرف سے باتیں بیان کی جاتی ہیں؟ پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں آپ مجھ پر دوسرے لوگوں کے ساتھ ایمان لے آیئے تا کہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرسکیں اور دوزخ سے ہمیشہ کے لیے چھوٹ جائیں۔میں نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کے پاس دلیل و برہان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری دلیل وہ بوڑھا ہے جسے آپ یمن میں ملے تھے۔انہوں نے کہا: میں بہت سے بوڑھوں کو ملا ہوں اور ان سے خرید وفروخت کی ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ بوڑھا جس نے بارہ اشعار بطور امانت تمہیں دیے اور میرے پاس بھیجے اور وہ بارہ اشعار آپ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا محمد ﷺ! کس نے آپ ﷺ کو اس حال کی خبر دی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے اس بزرگ فرشتہ نے بتایا جو مجھ سے پہلے تمام پیغمبروں پر اُترا تھا۔میں نے کہا: ہاتھ بڑھایئے، میں نے آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ ، میں خوشی خوشی گھر لوٹا۔

آپ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے کے متعلق چند روایات ہیں، ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جو عورت آنحضرت ﷺ پر ایمان لائی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور سب سے پہلے جو شخص گروہ مومنین میں داخل ہوا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور سب سے پہلے جس مرد نے سید ابرار ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور سب سے پہلے جس بچے نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے اور سب سے پہلا وہ شخص جس نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔

ان تمام اقوال میں مطابقت اس طرح ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے دولت تصدیق کو حاصل کرنے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، بچوں میں پہلے ایمان لانے والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مردوں میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غلاموں میں حضرت بلالؓ اور آزاد شدگان میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولیت حقیقی اور باقی کی اضافی ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش سے ایمان لانے والے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے شمار صفات جلال و جمال سے آراستہ تھے ان اخلاق حمیدہ کی وجہ سے قریش کے مقتدا بن گئے تھے، آپ اعلیٰ اخلاق، عمدہ اعمال، پسندیدہ خصائل، قابل تعریف صفات اور عقل کامل رکھتے تھے۔ مکہ میں ضیافت و مہمانی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ ان عمدہ اخلاق اور پسندیدہ افعال کی وجہ سے ہر شخص ان سے محبت کرتا اور ہر شخص آپ کا احترام کرتا تھا لوگ بڑے بڑے کاموں میں ان کی درست رائے اور مضبوط فکر سے رہنمائی حاصل کرتے، چونکہ سب سے زیادہ عالم تھے لوگ فن انساب اور تاریخ عرب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فوائد حاصل کرتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد اپنے پرانے رفیقوں اور دوستوں میں سے جس کو ملتے اسے ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ واضح نشانات اور مضبوط دلائل کے ساتھ پیغمبر ﷺ کی نبوت کی صداقت کو ان کے سامنے پیش کرتے، اکابر قریش اور عرب کے سرداروں کی ایک جماعت آپ کی مبارک ہمت کی برکت سے گمراہی کی وادی سے چشمہ ہدایت پر پہنچی، جن میں سے بعض کے نام ترتیب وار درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی، اسماء ذات النطاقین فرماتی ہیں کہ ہمارے ابا جان جس روز ایمان لائے گھر آئے اور ہم سب کو اسلام کی دعوت دی جب تک ہم سب دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور دین توحید کو قبول نہیں کر لیا مجلس سے نہیں اُٹھے۔

عشرہ مبشرہ سے پانچ آدمی آپ کی راہنمائی اور ترغیب سے دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، طلحہ عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سعدی بنت کریز بن ربیعہ میری ایک خالہ تھی جو کہانت میں مہارت رکھتی تھی میں ایک روز اس کے گھر گیا، تو اس نے مجھے کاہنوں کے انداز میں کہا تمہاری دو عورتیں ہوں گی، دونوں خوبصورت اور حسین، دونوں ایک دوسرے کے لائق، نہ تو نے ان سے پہلے عورت دیکھی ہوگی اور نہ اُنہوں نے خاوند۔ یہ عورتیں ایک بڑے پیغمبر کی بیٹیاں ہوں گی، مجھے اس بات سے حیرانی ہوئی اور اسے ناممکن سمجھا۔ دوسری مرتبہ بھی کہانت کے طور پر اُس نے مجھے کہا: ”محمد بن عبداللہ (ﷺ) مبعوث ہو گئے ہیں لوگوں کو خدا کے دین کی طرف بلاتے ہیں، زیادہ مدت نہیں گزرے گی کہ تمام دنیا میں اس کی ملت کا نور پھیل جائے گا۔ جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔“ میں نے جب اس سے یہ بات سنی تو آپ ﷺ کی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی، میں متفکر ہو گیا، میرے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دوستی تھی۔ دو

روز کے بعد میں ان کے پاس گیا اور اپنی خالہ کی بات ان سے بیان کی۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کہا: ''اے عثمان! آپ عقلمند اور ہوشیار آدمی ہیں، ہر کام کے انجام میں صاحب اعتبار ہیں، آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ چند پتھر جو نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں، نہ کسی کو نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''آپ نے درست فرمایا۔ آپ نے کہا: آپ کی خالہ نے سچ کہا، خدا تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، غنیمت جانو اور دولت ایمان حاصل کرنے میں تاخیر نہ کرو۔

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ پیغمبر ﷺ ادھر سے گزرے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے رسول اللہ ﷺ سے تنہائی میں بات کی' آپ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے نزدیک بیٹھ گئے، میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''خدا تعالیٰ تجھے جنت کی مہمانی کے لیے بلاتا ہے تو بھی اسے قبول کر۔'' آپ ﷺ کی بات نے میرے دل میں فوراً اثر کیا' میں نے کلمہ پڑھ لیا، اس کے بعد آپ ﷺ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شرف نکاح حاصل ہوا، کئی مرتبہ مجھے اپنی خالہ کی بات یاد آئی۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا

جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے، ان دنوں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قریش کی دست درازی کی وجہ سے وادی مکہ میں نماز پڑھتے تھے، ایک روز کفار کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے حماقت سے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہڈی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر ایک کافر کے سر پر دے مارا جس سے اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ چنانچہ کفار بھاگ نکلے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے اسلام میں کافروں کو زخم لگایا اور خون بہایا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کے متعلق دعا فرمائی: اے خدا! سعد کی دعا قبول فرما اور اس کے تیر کو نشانہ پر سیدھا رکھ۔'' لامحالہ آپ مستجاب الدعوات ہوئے۔ آپ اپنی آخری عمر میں دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گئے۔ لوگوں نے کہا بیمار آپ کی دعا سے شفا پاتے ہیں اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتے کہ خدا آپ کی آنکھوں کو روشن کر دے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضا میرے نزدیک آنکھوں کی بصارت سے بہتر ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ کی بعثت سے پہلے میں یمن میں تجارت کے لیے گیا ہوا تھا اور عسکان بن ابی العوالم حمیری جو ایک بہت بوڑھا آدمی تھا اور ضعیفی سے چوزہ کی طرح ہو گیا تھا، کے پاس ٹھہرا۔ جب بھی یمن جاتا اس کے پاس ٹھہرتا ہر دفعہ وہ مجھ سے پوچھتا کہ تم میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جو بزرگی اور شہرت رکھتا ہو اور تمہارے دین کا مخالف ہو۔ میں کہتا: نہیں۔ اس مرتبہ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ پہلے سے زیادہ بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا، کانوں سے بہرہ اور اس کے تمام بیٹے اس کے پاس جمع تھے۔ انہوں نے اسے بٹھا دیا مجھے کہنے لگا: اپنا نسب بیان کرو۔ میں نے کہا: میں عبدالرحمٰن بن عوف بن الحارث بن زمرہ ہوں۔ اس نے کہا: بس اسی قدر کافی ہے میں تجھے ایسی بات کی خوشخبری سناتا ہوں جو تیرے لیے یمن کی تجارت سے بہتر ہے، خدا تعالیٰ نے گزشتہ ماہ تیری قوم میں ایک پیغمبر پیدا کیا ہے، اُسے تمام مخلوق سے منتخب فرمایا۔ اس پر

کتاب بھیجی، وہ بتوں کی عبادت سے منع کرتا ہے اور اسلام کی دعوت دیتا ہے باطل دین سے روکتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون سے قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا بنی ہاشم سے، اور تم اس کے بھائی ہو، اے عبدالرحمٰن! جلدی کر اور جلدی واپس جا، اس کی موافقت کر اور اسے سچا جان اور اس کی مدد کر۔ اس نے چند شعر پڑھے اور کہا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کرنا۔ یہ تین شعر ان اشعار میں سے ہیں:

اشهد بالله ذی المعالی — وفالق اللیل یا لاصباح

اشهد بالله رب موسیٰ — انك ارسلت بالبطاح

تکن شفیعی الی ملیك

یدعوا البرایا الی الصلاح

جس قدر جلد ممکن ہو سکا میں نے اپنے کام کی تکمیل کی اور واپس آ گیا جب مکہ میں پہنچا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور حمیری کا قصہ اس سے بیان کیا، آپ نے کہا: ہاں خدا تعالیٰ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کو مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرو۔ آنحضرت ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے۔ میں نے اجازت مانگی، اجازت دے دی گئی، اندر داخل ہوا، جب آنحضرت ﷺ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی، آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: میں ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس سے بھلائی اور خیر کی مجھے امید ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھے اسلام کی دعوت دی، میں نے آنحضرت ﷺ سے دلیل طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ہدیہ جو اٹھا کر لائے ہو یا جو پیغام تم لائے ہو اسے لاؤ۔ اور حمیری کے ایمان کی آپ ﷺ نے گواہی دی اور فرمایا: وہ خواص مومنین میں سے ہے۔ میں ایمان لے آیا اور حمیری کے شعر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پڑھے اور میں نے کلمہ شہادت پڑھا، جو خوشخبری اس نے سنائی تھی آنحضرت ﷺ سے بیان کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رب مومن وما رانی ومصدق بی وما شهد زمانی اولئك حقا اخوانی'' لیکن باقی لوگ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے ایمان لائے یہ ہیں: عمرو بن عنسیہ اور عینیہ بھی ان پانچ سبقت یافتہ لوگوں میں شامل ہیں۔ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ آٹھ آدمی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں: علی بن ابی طالب، زید بن حارثہ، ابوبکر بن ابو قحافہ، طلحہ بن عبیداللہ، عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اور کتاب مستقصی میں عمرو بن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان آٹھ افراد میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی راہنمائی سے ہی ابوعبیدہ بن جراح، عثمان مظعون، ارقم بن ابی الارقم اور ابوسلمہ عبدالاسد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کے بعد عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، فاطمہ بنت الخطاب جو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ اور سعید مذکور کی بیوی تھیں اور قدامہ بن مظعون، خباب بن الارت، عبداللہ بن مظعون، عمیر بن خذاعہ، عامر بن ربیعہ، عبداللہ بن جحش، جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس، حاطب بن الحارث، خطاب بن الحارث، معمر بن حنیف، سائب بن عثمان بن مظعون، نعیم بن عبداللہ، عامر بن فہیرہ و خالد بن سعید، حاطب بن عمرو بن عبدالشمس، حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ، عمار بن یاسر، صہیب بن سنان، ایاس بن بکیر، خالد بن الکبیر، ابوذر غفاری، طیب بن عمرو اور صعب بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین ایمان لائے۔

آسمان پر شیطانوں کی آمد ورفت بند ہوگئی

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے شیاطین ایک مقررہ مقام تک آسمان کے قریب پہنچ کر کان لگا کر فرشتوں کی باتیں (جو حوادثات کے متعلق ہوتی تھیں) سنتے تھے، ایک سچی بات کے ساتھ چند باطل اور غلط باتیں ملا کر لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کو مبعوث ہوئے بیس روز گزر گئے، شیاطین کو آسمان کی طرف جانے اور چوری چھپے سننے سے روک دیا گیا۔ سب سے پہلی جماعت جو شیاطین کے آسمان کی طرف جانے کی ممانعت اور مار پڑنے سے آگاہ ہوئی وہ اہل طائف تھے۔ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق بھیڑ بکری اور اونٹ بتوں کے نام پر قربان کر رہا تھا جس سے ان کے مویشیوں کا نام ونشان مٹ جانے کا خطرہ پیدا ہوگیا، انہوں نے آپس میں کہا "ہمارے جانور ہلاک ہوتے جا رہے ہیں لیکن آسمان کے ستاروں میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور ان ستاروں میں سے جو ان کے نزدیک معروف ومشہور تھے کوئی بھی نہیں گرا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جانور ذبح کرنے سے رُک گئے۔

ابلیس کی پریشانی

نقل ہے کہ جب ابلیس کو اس رکاوٹ کا علم ہوا تو اس نے اس کا سبب معلوم کرنے کا حکم دیا کہ زمین کے ہر حصہ سے کچھ مٹی لائی جائے۔ ہر ایک کو سونگھتا اور پھینک دیتا۔ جب خاک مکہ کی نوبت آئی تو اس نے سونگھ کر کہا اس زمین میں کوئی امر حادثہ ہوا ہے اس مٹی کی بو سے اس کے وجود میں حیرت کی آگ بھڑک اُٹھی اور حسرت ویاس کا دھواں اس کے دماغ میں چڑھ گیا جس سے گمراہی کے راستے بند ہوگئے۔

اعلانیہ تبلیغ کا حکم اور مشرکین کے مظالم

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

اعلانیہ تبلیغ

ایک روایت میں ہے کہ آغاز نزول وحی سے دعوت عام کے ظہور تک کی مدت تین سال ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے آیت بھیجی: فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین انا کفیناك لمستهزئین وہ وقت آپہنچا ہے کہ آپ اسلام کو ظاہر کریں اور لوگوں کو کھلم کھلا دین کی دعوت دیں اور بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کریں، کفار سے بے فکر رہیے ہم ان کے لیے کافی ہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اعلانیہ تبلیغ شروع کر دی۔ آپ ﷺ مسجد الحرام میں آئے اور عام لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کے بعد کوہ صفا پر چڑھ کر آواز دی، اے آل قریش! جمع ہو جاؤ، جب تمام قبیلے جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، آپ حضرات نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے سنا ہے؟ تمام نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میرے لیے ایک راہ متعین فرما دی ہے اور مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ قرآن مجید سے یہ آیات تلاوت فرمائیں: قل یایھا الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملك السموت والارض لا اله الا هو یحیی ویمیت ۔ ابولہب نے غصہ سے کہا: "میرا بھتیجا دیوانہ ہو گیا ہے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھر گیا ہے۔ اس کی باتوں پر کان نہ دھرو۔" اس ملعون بدبخت کی اس بات سے آنحضرت ﷺ کے دل مبارک کو بے حد رنج پہنچا اسی طرح غمگین وافسردہ گھر واپس آئے، اس دن کوئی بھی شخص ان میں سے ایمان نہ لایا اس کے بعد آپ کو قریبی رشتہ داروں کو دعوت دینے کا حکم ہوا اور آیت و انذر عشیرتك الاقربین واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین نازل ہوئی۔

آنحضرت ﷺ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کو دعوت دو۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا ایک صاع طعام تیار کرو اور اس میں قدرے گوشت ڈال دے اور دودھ مہیا کرو اور تمام بنی عبدالمطلب کو بلا کر لاؤ تاکہ میں ان سے گفتگو کروں۔ امیر المومنین حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق یہ چیزیں تیار کیں اور ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب وغیرہ چالیس افراد کو جو آپ ﷺ کے چچا اور رشتہ دار تھے جمع کر لیا پھر آنحضرت ﷺ نے کھانے میں ابتدا کی، گوشت کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ نے لیا اور تناول فرمایا باقی ماندہ طشت کے ارد گرد رکھ کر فرمایا خذوا باسم الله تعالیٰ ، تمام مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا، مجھے اس خدا تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علی کی جان ہے جو طعام میں نے تیار کیا تھا ان میں سے تنہا ایک آدمی کھا سکتا تھا اور وہ دودھ کا پیالہ جو میں نے مہیا کیا تھا صرف ایک شخص کے لیے کافی تھا، دودھ سے تمام حاضرین کا پیٹ بھر گیا۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ بات شروع کرنے ہی والے تھے کہ ملعون ابولہب نے گفتگو میں پہل کی کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) پر جادو کیا گیا ہے، تم میں سے کوئی اس کے نزدیک نہ جائے، پیغمبر ﷺ سے کہا

"تیری قوم یعنی قریش میں تمام قبائل سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اس اہم کام کا تصفیہ یوں ہو سکتا ہے کہ تمہیں کمرے میں بند کر دیں اور تو کسی قسم کی کوئی عیش و عشرت نہ دیکھ سکے یہ کام ہمارے لیے آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام قبائل عرب ہماری دشمنی اور مقابلہ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں، کوئی اس قسم کی برائی اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ سوچ بھی نہیں سکتا جیسی کہ تم کر رہے ہو۔" آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اس کی گفتگو سے متاثر ہوئی، اسی پر مجلس برخاست ہو گئی۔ دوسری مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے علی! اس شخص نے گفتگو میں جلدی کی اور اس کی باتیں تم نے سن ہی لی ہیں، پھر اسی قسم کا طعام تیار کر، حسب الارشاد طعام اور دودھ مہیا کر دیا جب سب کھانا کھا کر دودھ پی چکے تو آنحضرت ﷺ نے گفتگو شروع کی، عادت مبارک کے مطابق آپ نے حمد و ثنا سے آغاز کیا، فرمایا: **الحمد لله وبحمده ونستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه** ۔ اس کے بعد اس کی وحدانیت کی گواہی اور شرک کی نفی فرمائی، کوئی زاہد جھوٹ نہیں بولتا" مجھے خدا تعالیٰ کی قسم کہ اگر بفرض محال تمام لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولوں، تمہارے ساتھ جھوٹ نہیں بولوں گا، مجھے اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی خدا نہیں تمہاری اور تمام مخلوق کی طرف میں خدا کا رسول ہوں، خدا کی قسم تم تمام لوگوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے جس طرح تم نیند کے بعد بیدار ہوتے ہو، یقیناً جو اعمال تم کرو گے ان کا محاسبہ ہوگا، نیکی کا بدلہ اور برائی کا بدلہ آگ اور عذاب کے ساتھ ہوگا، تم دیکھ رہے ہو کہ ابلاغ رسالت کے شروع میں میں کمزور و ضعیف ہوں مجھے مددگار اور معاون کی ضرورت ہے تاکہ میں خدا تعالیٰ کے حکم اور دین خداوندی کو ظاہر کروں، آپ میں سے جو شخص میری مدد اور نصرت میں کھڑا ہوگا، میرا بھائی اور تمہارے درمیان وہ میرا خلیفہ اور وصی ہوگا۔" کسی نے کوئی جواب نہ دیا، امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! میں عمر میں ان سب سے چھوٹا ہوں، غصہ میں تیز اور قبیلہ اور نسب کے اعتبار سے بڑا ہوں مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا دل و جان سے کوشش کرونگا اور آنحضرت ﷺ کی خاک پا کو کحل الجواہر پر ترجیح دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک میری گردن میں ڈالے، مجھے دعا و تعریف سے سرفراز فرمایا۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "یہ میرا بھائی اور میرا وصی ہے جو کچھ یہ کہے ہوش سے سنو اور اطاعت و فرمانبرداری کرو۔" قوم اُٹھ کر چلی گئی، وہ ہنستے تھے، ابوطالب کو اُنہوں نے کہا تمہارا بھتیجا تمہیں کہتا ہے کہ اس کی گفتگو سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔

جعفر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ابوطالب نے گفتگو میں پہل کی اور کہا "اے محمد ﷺ! ہمیں آپ ﷺ کی مدد سے زیادہ کوئی کام پسندیدہ نہیں ہے اور کوئی کام آپ ﷺ کی رعایت سے زیادہ مطلوب نہیں، ہم تمہاری باتیں سننے کے لیے حاضر مجلس ہوئے ہیں یہ تمام تیرے چچا ہیں، میں بھی اُن میں سے ایک ہوں اگر وہ تیری بات قبول کر لیں اور احکام رسالت تسلیم کر لیں تو میں سب سے پہلے ایسا کروں گا اور اگر انکار کریں تو میں بھی عبدالمطلب اور باقی آبا و اجداد کے دین پر رہوں گا، تمہیں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے بجا لایئے، دین کو پھیلانے اور پیغام رسالت کو پہنچانے میں کوشش کیجیے، خدا کی قسم میں جب تک زندہ ہوں تیری حفاظت کرتا رہوں گا، تیری حمایت میں اپنی جان کو ڈھال بنائے رکھوں گا۔" اس کے بعد ابولہب کہنے لگا: "عبدالمطلب کے بیٹو! خدا کی قسم جو راہ اس نے اختیار کی ہے تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اس کی حمایت سے دست بردار ہو جاؤ۔" ابوطالب نے کہا: "اے بھینگے! اس احمقانہ گفتگو سے باز آ اور دوستی کے لباس میں دشمنی نہ کر، گویا مادر گیتی نے تیرے بغیر کوئی بیٹا نہیں جنا اور خالق عقل نے تیرے بغیر کسی کو زیور عقل سے آراستہ نہیں کیا۔ خدا کی قسم میں جب تک زندہ ہوں اس کی

حمایت نہیں چھوڑوں گا اور اسے دشمنوں کے سپرد نہیں کروں گا۔ اگر عبدالمطلب کی اتباع کرنے کا ارادہ نہ ہوتا تو میں یقیناً اس کی تصدیق کرتا اور اس کی فرمانبرداری کرتا اگر انصاف کرو تو مسلمان ہو جاؤ ورنہ اس کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچو اس وقت تک جبکہ خداتعالیٰ اپنے حکم کو نافذ نہ کر دے۔''

واقدی کی روایت میں ہے کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو آواز دی، جب تمام اکٹھے ہو گئے پوچھنے لگے ہمیں آپ ﷺ نے کیوں بلایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے قوم! اگر میں آپ سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک جماعت تم پر حملہ کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھی ہے، نیزوں اور تلواروں کے ساتھ تمہیں فنا کرنے کے لیے آ رہی ہے تو کیا مان لوگے؟ کہنے لگے ہاں کبھی بھی ہم نے آپ ﷺ سے جھوٹ نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں، اے بنی عبدالمطلب! اے اولادِ عبدمناف و بنی زہرہ! یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تمام قریش کے قبائل کا نام لے کر کہا: اشتروا انفسکم من اللہ لا رغبن من کم من اللہ شیئا ، مجھے میرے پروردگار نے فرمایا ہے وانذر عشیرتک الاقربین اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا، یقین کیجئے میں آخرت میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور عذاب سے نہیں چھڑا سکتا جب تک کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ پڑھ لو اور میری رسالت کا اعتراف نہ کر لو۔ ابولہب لعین نے کہا: تبالک ''تو ہلاک ہو گیا اسی لیے ہمیں بلایا تھا؟ آنحضرت ﷺ کی تسلی خاطر کے لیے خداتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، تبت ید ابی لھب وتب ط ما اغنی عنہ مالہ وما کسب O

روسا قریش ابوطالب کی خدمت میں

جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دین کو ظاہر کر دیا اور آپ ﷺ کھلم کھلا دعوت اسلام کو لوگوں تک پہنچانے لگے ہیں، روز بروز یہ کام ترقی کر رہا ہے جس سے بتوں کی عبادت لوگوں کے دل سے قبیح ٹھہرتی ہے اور ان کے خداؤں کو برا بھلا کہا جاتا، انہیں ناگوار نہ گزرتا اگر آپ ان سے اور ان کے باطل خداؤں سے تعرض نہ کرتے اور نہ ہی اُن کے آباؤ اجداد جو بغیر دولت ایمان حاصل کیے فوت ہو گئے تھے مقام آخرت کا تعین کرتے یعنی اُنہیں دوزخی قرار نہ دیتے، جب پیغمبر ﷺ قریش کی مجلس سے گزرتے وہ کہتے عبدالمطلب کا بیٹا جو آسمان کی باتیں بتاتا اور عالم بالا کے رہنے والوں سے باتیں کرتا ہے یہ ہے، جب اسی طرح کچھ وقت گزر گیا، قرآنی آیت جن میں باطل خداؤں کی برائیاں اور اُن کے آباؤ اجداد (جو دولت ایمان کے بغیر اس دنیا سے چل بسے تھے) کے متعلق احکام نازل ہوئے کہ وہ دوزخ میں ہیں، نازل ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ ان آیات کو ان کے سامنے تلاوت کرتے یہاں تک کہ عداوت اور دشمنی کی بنیاد پڑ گئی، تو انہوں نے سید ابرار ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایذا رسانی کا پروگرام بنایا، لیکن ابوطالب کی حمایت کی وجہ سے جرأت نہ کر سکے، ان کے سرداروں کی ایک جماعت عتبہ، شیبہ اور ابوجہل وغیرہ ابوطالب کے پاس گئے اور کہا'' اے ابوطالب! آپ ہمارے سردار اور پیشوا ہیں، ہم ہمیشہ آپ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور آپ کے دلی سکون کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اب آپ کے اس بھتیجے نے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر نیا دین بنا لیا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے، لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، اس کے باوجود کفر و گمراہی کی نسبت ہماری طرف کرتا ہے۔ ہم پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ اس کو نصیحت کریں کہ دوبارہ ہمیں کفر و گمراہی سے منسوب نہ کرے اور نہ ہی ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہے۔ اگر آپ کی نصیحت سے وہ باز نہ آئے تو پھر ہم ان کے تدارک کی خود کوششیں کریں گے۔''

ابو طالب نے انہیں مشفقانہ جواب دیا اور عمدہ طریق سے واپس کر دیا۔ سید عالم ﷺ کو اس امر سے آگاہ کیا، آنحضرت ﷺ اسی طرح اپنے کام میں مشغول رہے، بتوں کی برائی اور ان کی طرف کفر و گمراہی منسوب کرتے رہے ان کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کے متعلق دشمنی مستحکم ہو گئی۔ جب کچھ مدت اسی طرح گزر گئی پھر ان کے اکابرین کی ایک جماعت ابو طالب کے پاس آئی اور کہا ایک مرتبہ پہلے بھی ہم نے آپ سے درخواست کی تھی، آپ نے کوئی توجہ نہیں کی، ہم نہیں چاہتے کہ ہماری طرف سے آپ کے دل میں کوئی ناراضگی پیدا ہو، اب پانی سر سے گزر چکا ہے اور ہماری برداشت جواب دے چکی ہے اس سے زیادہ ہم برداشت نہیں کر سکتے اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم ایذا دہی میں مشغول ہوں گے اور اسے اپنے سے دُور کریں گے، کہنے لگے کہ مکہ میں وہ رہے گا یا ہم۔ اس سے زیادہ ہم میں برداشت کی طاقت نہیں۔ ابو طالب نے بہت کوشش کی کہ ان کی جہالت کی آگ کو فرو کریں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، الغرض ابو طالب کی مجلس سے غصہ میں اُٹھ گئے، ابو طالب اس سے پریشان ہو گئے نہیں چاہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچے، اور اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ قوم ان سے متنفر اور غضبناک ہو اور اپنوں کے درمیان جنگ و دشمنی پیدا ہو۔ آنحضرت ﷺ کو بلا کر کہا ''اے محمد ﷺ! اب تمام قوم تیری دشمنی پر کمربستہ ہو گئی ہے اور مجھے ملامت کرنے لگے ہیں، مروت سے یہ بات بہت بعید ہے کہ اپنوں کے درمیان جنگ و جدال پیدا ہو، اگر آپ اس کام میں اُن سے نرمی سے پیش آئیں اور اُن کی خوشنودی کی کوشش کریں تو لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئے گی، وہ اسی بات پر رضامند ہیں کہ تو ان کو کافر و گمراہ قرار نہ دے اور اُن کے خداؤں کو برا بھلا نہ کہے، اب تو جان اور تیرا دین۔'' پیغمبر ﷺ نے خیال کیا کہ شاید ابو طالب اُن کی حمایت سے تنگ آ گئے ہیں اور اُن کی حفاظت سے اپنا ہاتھ روک لیا ہے، وہ آپ کو قوم کے سپرد کر دیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: چچا جان! مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں اور مجھے کہیں کہ اس کام سے رُک جا۔ تو بھی یہ کام کرتا رہوں گا یا تو دین اسلام غالب آ جائے گا یا اپنی جان اس راہ میں قربان کر دوں گا۔

یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے، جب ابو طالب نے دیکھا کہ محمد ﷺ اس کے پاس سے تنگ دل ہو کر گئے، ابو طالب نے آنحضرت ﷺ سے جو کچھ کہا تھا اس پر پشیمان ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کو بلایا اور کہا آپ جس طرح چاہتے ہیں کام کیجئے، میں جب تک زندہ ہوں تمہاری حمایت اور حفاظت سے دست بردار نہیں ہوں گا اور زندگی بھر آپ کی خوشنودی کی کوشش کرتا رہوں گا، آنحضرت ﷺ کو تسلی ہوئی اور ابو طالب کے پاس سے اُٹھے۔ جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کو اپنی حمایت میں لے لیا ہے اور اس سے کسی طرح دست بردار نہیں ہوئے، تو روسائے قریش میں سے دس آدمی عتبہ، شیبہ، ربیعہ کے بیٹے، اُمیہ بن خلف، ابو جہل بن ہشام، عاصم بن وائل، مطعم بن عدی، طعمہ بن عدی، منبہ بن حجاج اور اخنس بن شریف عمارہ بن ولید کو لے کر (جو حسن و جمال میں چودھویں رات کے چاند کی طرح بلکہ کہتے ہیں کہ ان کا چہرہ آفتاب کی مانند تھا، خوب صورتی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا) ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اے ابو طالب! آپ جانتے ہیں کہ اس نوجوان سے زیادہ خوبصورت پورے عرب میں کوئی نہیں اور اس کا باپ سب سے زیادہ معروف اور مشہور ہے۔ ہم یہ لختِ جگر آپ کو دیتے ہیں اس کے بدلے آپ ﷺ کو ہمیں دے دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں کیونکہ اس نے ہمارے دین کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے اور ہماری قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ ابو طالب

ان کی اس بات سے بڑے غضبناک ہوئے اور کہا اے قوم! اس قسم کی سوچ عقل و خرد سے بہت دور ہے۔ کوئی عقلمند ایسی بات سوچ سکتا ہے کہ میں پرورش کے لیے تمہارا بیٹا لے لوں اور اپنا بیٹا تمہیں قتل کرنے کے لیے دے دوں؟ دنیا میں ایسا معاملہ کسی نے کبھی کیا ہے جو آپ کہتے ہیں۔ اب تک میں تمہیں احتیاط سے کہتا رہا ہوں اب واضح طور پر تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص پیغمبر ﷺ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو شخص اس کے دین کا دشمن ہے میں اس کے دین کا دشمن ہوں۔ جب ابو طالب نے یہ بات کہی تمام لوگ وہاں سے چل دیے اور دشمنی اور عداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ ابو طالب نے جب دیکھا کہ قوم برسر جنگ ہے تو انہوں نے اپنی قوم بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلایا اور انہیں حالات بتائے اور آنحضرت ﷺ کی مدد و اعانت کی ترغیب دی تمام لوگوں نے سر اطاعت خم کر دیا اور کہا آپ جو کچھ فرمائیں ہم دل و جان سے فرمانبرداری کریں گے۔ ابو طالب نے جب ان کے اتفاق و اتحاد کو دیکھا تو انہیں اطمینان ہوا جب قریش کو علم ہوا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کی امداد و معاونت پر کمر بستہ ہیں تو پیغمبر ﷺ کے ساتھ مکر و حیلہ اور ایذا رسانی پر کمر بستہ ہو گئے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

پیغمبر ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مشرکین کے مظالم

ہم سب سے پہلے ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کو دُکھ دینے اور شدید دشمنی کرنے میں مصروف رہے اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کے آفتاب کو دشمنی کے غبار سے ڈھانپنے کی کوشش کرتے رہے۔ دشمنی و عداوت میں دنیا بھر سے آگے بڑھے ہوئے لوگ ابو جہل بن ہشام، ابو لہب بن عبدالمطلب، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص، اسود بن المطلب، اسود بن عبدیغوث، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، امیہ بن خلف، ابو قیس، نضر بن الحارث، منبہ بن الحجاج، صائب، عاص بن سعید، حارث بن قیس، سہمی، اسود بن عبدالاسد، عدی بن حمرا، عاص بن ہشام اور ابی الصاف تھے ان تمام میں سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو آزار پہنچانے والا شخص نضر بن حارث تھا لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس تباہ کار اور سیاہ کار جماعت نے سید مختار ﷺ کو نشانہ ستم بنانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ ظلم و جفا کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمسخر اور مذاق اڑایا کرتے تھے۔ دوسری طرف اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی نصرت فرماتا۔ آپ کے چچا ابو طالب کی امداد اور آپ کے سعادتمند متبعین کی پشت پناہی سے خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی حفاظت فرماتا تھا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

برے ہمسائے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں دو برے ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان رہا کرتا تھا، یہ دونوں مجھے دکھ دینے کی فکر میں رہتے غلاظت اکٹھی کر کے میرے راستہ پر ڈال دیتے جب میں گھر آتا خود اس کو راستہ سے ہٹاتا اُنہیں صرف یہی کہتا کہ اے بنی عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے جو تم میرے ساتھ کرتے ہو؟

منذر بن جہم روایت کرتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط گندگی کا ایک تھیلا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پھینکنے کے لیے لایا، طلیب کو اس کا علم ہو گیا، اس گندگی کے بھرے ہوئے تھیلے کو اس سے لے کر اسی کے سر پر دے مارا، عقبہ اس سے بھاگتا تھا، وہ اسے کھینچتا ہوا اس کی والدہ کے پاس لے گیا جو

آنحضرت ﷺ کی چچی تھی، اس کی ماں کے سامنے اس کے لڑکے کی شکایت کی کہ طلیب نے خود کو محمد ﷺ کیلئے ڈھال بنا رکھا ہے اور اپنی ذات کو قریش کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا دیا ہے اس کی ماں نے کہا یہ بہت عمدہ کام ہے، رشتہ دار نے رشتہ داری کی بنا پر بدلہ لیا ہماری جان و مال محمد ﷺ پر قربان ہو۔

طارق بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ذی المجاز بازار میں موجود تھا، میں نے ایک نوجوان کو جاتے ہوئے دیکھا اس کے پیچھے ایک آدمی تھا جو پتھر مارتا جاتا تھا جس سے اس نوجوان کے پاؤں خون آلود ہوگئے، جو کہتا تھا ایھا الناس قولوا الا الله لله تفلحوا لا اله الا الله کہتا کہ نجات پاؤ۔ وہ آدمی کہتا تھا انه کذاب فلا تصدقوا ، بلاشک وہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق مت کرو۔ طارق بن عبداللہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور یہ شخص جو آپ کو پیچھے سے پتھر مارتا ہے ابولہب ہے جوان کی تکذیب کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ پر اُحد کے دن سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گزرا جبکہ آپ کے عزیز اور ساتھی قتل ہوگئے اور مشرکین نے آپ ﷺ کے دندان مبارک کو شہید کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جو کچھ میں نے قریش سے دیکھا ہے شدید تر ہے۔ ایک دن میں ایک جماعت کے پاس گیا اور خود کو ان کے سامنے پیش کیا اور امید پر ایمان لانے کی بجائے تکلیف دینے پر اتر آئے، مجھے پتھر مارتے تھے یہاں تک کہ میری ایڑی خون آلود ہوگئی وہاں سے میں واپس گھر آیا، اس دن انتہائی گرمی پڑ رہی تھی۔ کسی شخص نے مجھے قبول نہ کیا۔ گالی گلوچ اور لعن طعن کے بغیر میں نے کچھ نہ سنا ایک کونے میں جا کہ غمگین بیٹھ گیا، خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات اور دعا میں مصروف ہوگیا، میں نے عرض کی: الٰہی! اگرچہ تیری راہ میں تکلیف بھی پہنچے تو اچھی ہے لیکن تو دیکھتا ہے کہ میں تیری خاطر کس قدر دُکھ برداشت کر رہا ہوں۔ میرے عجز اور بیچارگی کو تو جانتا ہے میری مدد فرما، جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد ﷺ! خداوند تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ فرشتہ جو پہاڑوں پر موکل ہے اُسے میں نے آپ کے تابع کر دیا ہے جو کچھ اُسے فرمائیں گے، کرے گا، وہ فرشتہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا اور کہا ''اے محمد ﷺ! خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر محمد ﷺ فرمائیں تو ان دونوں پہاڑوں کو جو مکہ میں ہیں آپس میں ٹکرا دے اور پورے شہر کو زمین میں دھنسا دے تاکہ شہر اور اس کے باشندوں کا نام و نشان تک مٹ جائے، میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری کروں گا، یارسول اللہ ﷺ! اب آپ ﷺ کی کیا مصلحت ہے۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں اس لیے نہیں آیا کہ ہلاکت و تباہی کا سبب بن جاؤں اللہ تعالیٰ اُن کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے جو ایک خدا کی عبادت کریں۔

ولید بن مغیرہ کے تاثرات

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ موسم حج میں جبکہ لوگ اطراف و جوانب سے حج کے لیے جمع ہوتے تھے، آنحضرت ﷺ لوگوں کی جماعتوں کے استقبال کے لیے باہر جاتے اور انہیں دین اسلام کی تبلیغ کرتے۔ مکہ میں بھی جو شخص آتا اس تک دین پہنچاتے تھے ایک روز ولید بن مغیرہ جو قریش کے سرداروں میں سے تھا اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار سمجھتا تھا اور تمام سرداروں سے عمر میں بڑا تھا، دُوسرے سرداروں سے کہنے لگا کہ قبائل عرب گرد و نواح سے بیت اللہ شریف کی زیارت کو آتے ہیں اور اس مرد یعنی محمد ﷺ کی شہرت اُنہوں نے سن

رکھی ہے، لازماً وہ اس کے پاس جائیں گے اور اس کی باتیں سنیں گے، اُس کی میٹھی میٹھی باتوں اور متاثر کن گفتگو سے اس کی طرف رغبت کریں گے اور اس کے دین کو قبول کرلیں گے۔ اس کے متعلق ہمیں غور و فکر کرنا چاہیے کہ اس کو کسی ایسی بات کی طرف منسوب کریں کہ جب لوگ سنیں تو اس کی طرف رغبت کیے بغیر منتشر ہو جائیں۔ ہمیں چاہیے کہ ایک بات پر اتفاق کرلیں اور اس میں کوئی شخص اختلاف نہ کرے ایسا نہ ہو کہ بعض کی باتیں دوسروں کی باتوں کو جھٹلائیں۔ سب نے کہا جو آپ کہیں ہم قبول کریں گے اور اس سے ہم تجاوز نہیں کریں گے، اس نے کہا پہلے آپ حضرات بیان کریں تا کہ میں سنوں۔ کہنے لگا ہم اسے کاہن کہیں۔ ولید نے کہا خدا کی قسم ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے اور ان کی باتیں سنی ہیں اسے کاہنوں کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں اور اس کا کلام کاہنوں کے زمزمہ اور سجع کی مانند نہیں ہے، اگر یہ کہو گے تو لوگ تسلیم نہیں کریں گے اور تم جھوٹے کہلاؤ گے۔ کہنے لگے ہم اسے دیوانہ کہیں گے۔ کہنے لگا خدا کی قسم ہم دیوانگی کو جانتے ہیں اور بہت سے دیوانے دیکھے ہیں اس کا انداز گفتگو دیوانے کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا ہم کہیں کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا خدا کی قسم ہم شاعروں کو خوب جانتے ہیں اور ہمیں اشعار کی قسمیں یاد ہیں۔ وہ شاعر بھی نہیں اس کا کلام شعر جیسا نہیں ہے۔ کہنے لگے ہم کہیں کہ وہ جادوگر ہے۔ اس نے کہا وہ جادوگروں جیسا بھی نہیں اور اس کا کلام جادو ٹونے کی طرح نہیں ہے۔ کہنے لگے آپ ہی بتائیں کہ اسے کیا کہیں؟ اس نے کہا خدا کی قسم محمد ﷺ کے کلام میں ایسی شیرینی اور حسن قبول ہے کہ ہمارے تمام کلام پر غالب آتا ہے اور ہماری تمام باتیں مغلوب ہو جاتی ہیں۔ محمد ﷺ اس قسم کا آدمی بھی نہیں کہ غیر معروف ہوتا کہ ہم اسے نعوذ باللہ بیوقوف کہہ کر لوگوں کی توجہ اس کی طرف سے پھیر دیں اس کا اصل سب سے زیادہ شریف اور اس کا نسب سب سے زیادہ معروف ہے فصاحت و بلاغت میں اس کا کوئی ثانی نہیں، جس برائی کے ساتھ اس کو منسوب کریں گے جو لوگ اس سے ملیں گے اور اس کے حالات اور اقوال سے واقف ہوں گے ہمیں جھوٹا کہیں گے۔ قوم نے کہا: اے ابو عبدالشمس! آپ کو اس بارے میں سوچنا چاہیے کیونکہ آپ کی رائے سب سے زیادہ درست ہے۔ ولید نے کہا ان تمام القابات میں سے اسے ساحر کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ لوگ اس کی باتوں سے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدا ہوتے ہیں۔ باپ اور بیٹے، بھائی بہنوں اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ ہم کہیں کہ اس کا کلام جادو ہے جو اس نے کسی دوسرے سے حاصل کیا ہے، مسیلمہ اور بابل کے جادوگروں سے اسے پہنچا ہے۔ اس خبیث نے جب اس قسم کے مکر و فریب کی انہیں تلقین کی خدا تعالیٰ نے اس کے بارے میں آیت بھیجی ذرنی ومن خلقت وحیداً ۙ وجعلت له مالا ممدودا ۙ وبنين شهودا ۙ ومهدت له تمهيدا ۙ ثم يطمع ان ازيد ز كلا ۙ انه لايتنا عنيدا ؕ سارهقه صعودا ؕ انه فكر و قدر فقتل كيف قدر ۙ ثم قتل كيف قدر ۙ ثم نظر ۙ ثم عبس وبسر ؕ ثم ادبر واستكبر ؕ فقال ان هذا الا سحر يؤثر ؕ ان هذا الا قول البشر ؕ (سپارہ 29 سورہ مدثر' آیت نمبر 10 تا 25)

رؤساءِ مکہ کی تشویش

عبداللہ عاص نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ قریش نے آنحضرت ﷺ کو ایذا پہنچائی اور دُکھ دیے ان میں سے کچھ بیان کیجیے۔ انہوں نے کہا ایک روز اشراف قریش حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضرت ﷺ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، انہوں نے کہا کسی واقعہ میں ہم نے اتنا صبر اور بردباری نہیں کی جس قدر محمد بن عبداللہ ﷺ کے معاملہ میں کی ہے یہ تمام تکالیف ہمیں اس سے پہنچی ہیں وہ ہمیں بے وقوف اور کم عقل

سمجھتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دیتا ہے، ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالتا ہے، ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہم یہ تمام تکلیفیں برداشت کرتے اور صبر کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔ اس اثنا میں اچانک سید عالم ﷺ تشریف لے آئے حجرِ اسود کو بوسہ دیا، واپسی کے وقت یہ بدفطرت لوگ آپ سے مخاطب ہوئے اور اس قدر ناشائستہ اور نامناسب باتیں کہیں کہ آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک پر تنفر اور کراہت کے آثار نمودار ہونے لگے، دوسرے طواف میں بھی ایسا ہی ہوا، تیسری مرتبہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا **تستمعون یا معشر القریش انا والذی نفس محمد بیدہ لو لم تقبلوا الاسلام لقد اذبحکم** ، اے گروہ قریش! سنو، مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تم میرے دین کو قبول نہیں کرو گے تو بھیڑ بکری کی طرح تمہارے سر کاٹ دوں گا، کیا تم گمان کرتے ہو کہ میرے ہاتھ سے یونہی نکل جاؤ گے۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ بات کہی اُن کے ہوش اُڑ گئے اور اُن پر لرزہ طاری ہو گیا، خوشامد اور چاپلوسی کرنے لگے، جو شخص سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ خباثت کرنے والا تھا سب سے زیادہ دل جوئی کی باتیں کرنے لگا۔ وہ کہتا تھا اے ابوالقاسم! واپس جائیے اور اپنی راہ لیجیے۔ خدا کی قسم آپ جاہل نہیں ہیں پس رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے اور طواف مکمل کیا۔

مشرکین دوسرے روز پھر اسی مقام پر جمع ہوئے، عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اس وقت میں وہاں موجود تھا، آپس میں کہتے تھے کہ کل محمد ﷺ کی یہ تمام برائی ہم نے کی لیکن جب وہ ہمارے پاس آیا اور ہمیں برا بھلا کہا ہم اس کا کوئی جواب نہ دے سکے گویا ہماری زبانیں بند ہو گئی ہیں۔ اب کے اگر ہم نے اسے پالیا تو گزشتہ کی تلافی کریں گے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ آنحضرت ﷺ نظر آئے آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف کا طواف شروع کیا، تمام شریروں نے یک دم ہلہ بول دیا، کہنے لگے تو ہی ہے جو ہمارے خداؤں کے متعلق باتیں بناتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں ہی ہوں، میں نے وہ باتیں کہی ہیں اور کہتا ہوں۔ دوزخ کے کتے عقبہ بن مغیط نے جرأت کی اور آنحضرت ﷺ کی چادر مبارک کا کونہ پکڑ کر گردن میں مروڑا یہاں تک کہ آپ کا سانس پھولنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں موجود تھے، آپ نے کہا: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارے پروردگار سے کھلی کھلی نشانیاں لایا ہے۔'' کفار نے آنحضرت ﷺ سے ہاتھ اٹھا لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ آپ کی قوم بنوتمیم کو خبر ہوئی، انہوں نے آ کر کفار کے ہاتھ سے ان کو چھڑایا۔

قتل کے مشورے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ قریش حجر میں جمع ہوئے اور آپس میں عہد کیا کہ محمد (ﷺ) کو پاتے ہی فوراً قتل کریں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات سن لی، روتی ہوئی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر صورت حال عرض کیا، آنحضرت ﷺ مسجد حرام کی طرف چل دیے، کفار نے جب سید عالم ﷺ کو دیکھا، ساکت و صامت کھڑے رہ گئے، آنحضرت ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا ''شاهت الوجوہ '' وہ خاک جس جس کافر کو لگی میدان بدر میں مارا گیا اور لقمہ دوزخ بنا۔

عتبہ بن ربیعہ کی گفتگو

جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ جب قریش نے اسلام کی سربلندی اور روز بروز اس کی ترقی دیکھی انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ انہوں نے اس میں مصلحت پائی کہ ایک ایسے شخص کو جو فن کہانت' جادو اور شعر و شاعری میں پوری مہارت رکھتا ہو، آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجیں تاکہ وہ ان سے بات کرے اور قوم کو اس تشویش سے رہائی دلائے۔ چنانچہ انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کر کے آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا۔

اس نے آنحضرت ﷺ سے مسجد حرام میں ملاقات کی اور کہا ''آپ ﷺ بہتر ہیں یا عبداللہ؟'' آپ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ پھر پوچھا ''آپ ﷺ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟'' پھر بھی سید عالم ﷺ خاموش رہے۔ وہ کہنے لگا ''اگر آپ ﷺ کا خیال ہے کہ وہ بہتر ہیں تو وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اگر آپ ﷺ کا گمان ہے کہ آپ ﷺ اُن سے بہتر ہیں تو میرے ساتھ بات کریں تاکہ میں بھی سنوں۔''

ایک روایت میں ہے کہ عتبہ نے کہا ''اے میرے بھتیجے! یہ درست ہے کہ تیرا حسب و نسب بلند اور اونچا ہے۔ لیکن تو نے ہمارے درمیان ایک نئی چیز پیدا کر دی ہے جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے، اپنی قوم کو بیوقوف اور کم عقل کہتا ہے، اپنے آباؤ اجداد کو کافر کہتا ہے؟ تو نے عربی قبیلوں میں ہمیں بے عزت کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ قریش میں ایک جادوگر اور کاہن پیدا ہوا ہے۔ اگر اس کا سبب شہوت ہے تو قریش سے جس عورت کو پسند کریں آپ ﷺ کے نکاح میں دیتے ہیں۔ اگر اس کا سبب احتیاج اور فقر ہے تو ہم آپ ﷺ کو اس قدر مال دیں گے کہ ہم میں سب سے زیادہ مالدار آپ ﷺ ہوں گے۔ اگر اس کا سبب ریاست و حکومت کی خواہش ہے تو ہم آپ ﷺ کو بالاتفاق اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور اگر یہ دماغی خرابی کی وجہ سے ہے تو ہم اس کا علاج کرواتے ہیں تاکہ فاسد مادہ نکل جائے اور ہم دوستی و محبت کے راستہ پر چل سکیں۔'' جب عتبہ اپنی یہ خیالی باتیں پیش کر چکا تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا: آپ نے اپنی بات ختم کر لی؟'' اس نے کہا: ''ہاں۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے گفتگو شروع فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ حم تنزیل من الرحمن الرحیم ۝ کتاب فصلت ایاته قرانا عربیا لقوم یعلمون ۝ اس آیت تک پہنچے فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود ۝

(سپارہ نمبر 24 سورہ حم سجدہ' آیت نمبر 1 تا 13)

تو عتبہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا حسبک حسبک ۔ کسی دوسرے کے پاس ایسا کلام نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

ایک روایت میں ہے جب آنحضرت ﷺ اس سورۃ کی تلاوت فرما رہے تھے تو عتبہ اپنے ہاتھوں کو پس پشت رکھے زانو پر تکیہ لگائے سن رہا تھا جب آنحضرت ﷺ سجدہ کی آیت پر پہنچے سجدہ کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''اے ابا الولید! سنا تو نے جو کچھ سنا اب جاؤ جو چاہو کرو۔'' عتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا، جب انہوں نے اسے دیکھا، آپس میں کہنے لگے: خدا کی قسم ابوالولید کا وہ چہرہ نہیں ہے جس کے ساتھ وہ گیا تھا۔ جب ان کے پاس پہنچا کہنے لگا: خدا کی قسم میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے میں نے ہرگز نہیں سنا تھا، بخدا اس کلام کی عظیم شان ہو گی۔ میں اب مصلحت اسی میں دیکھتا ہوں کہ اب تم اسے ستانے میں مبالغہ نہ کرو اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر تمام قبائل عرب اس پر غالب آگئے

تو تمہارا مقصد بغیر کسی تکلیف اور زحمت کے حاصل ہو جائے گا اور اگر وہ غالب آیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ اس وقت تم سب سے زیادہ خوش قسمت لوگ ہو گے۔ کہنے لگے خدا کی قسم اس نے تجھے اپنی زبان کے جادو سے فریفتہ کر لیا ہے۔ عتبہ نے کہا میری رائے یہی تھی جو میں نے کہہ دی، ویسے تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

دعا کی قبولیت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ نے قریش کو بددعا دی اور وہ قبول نہ ہوئی ہو۔ ایک روز آنحضرت ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل لعین قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں نزدیک ہی ایک اونٹ ذبح کیا ہوا تھا، اس کی خون آلود اوجھری لایا اور کہا "تم میں سے کون ہے جو اس اوجھری کو عین سجدہ کی حالت میں محمد ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے۔ سب سے بدترین شخص عتبہ بن مغیط تھا جس نے یہ ناپسندیدہ کام کیا، آنحضرت ﷺ سجدے کی حالت میں ٹھہرے رہے، کفار ہنستے تھے، ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوئے جا رہے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں تھا اور دُور سے سارا واقعہ دیکھ رہا تھا، وہ ہنستے تھے اور میں رو رہا تھا مگر کفار کے خوف سے دم نہیں مار سکتا تھا، یہاں تک کہ کسی شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع دی، آپ نے آ کر اس بوجھ کو آپ ﷺ کے کندھوں سے اٹھایا اور کفار کو برا بھلا کہا۔ جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، تین مرتبہ فرمایا: اللھم علیک بقریش۔ اس کے بعد چند نام لے کر تفصیلاً بدُعا فرمائی: اللھم علیك بابی جهل بن هشام وعتبة بن ربیعة وولید بن عتبة وعقبة بن ابی مغیط وابی بن خلف وعمارہ بن الولید لعنة الله علیهم اجمعین ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ان لوگوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میدان بدر میں قتل ہوئے، عمارہ اور امیہ بن خلف کے سوا تمام کو کنویں میں پھینک دیا گیا، عمارہ اور امیہ کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا گیا اور عمارہ کو بہت برے اور دردناک طریقے سے ہلاک کر کے دوزخ میں بھیجا۔

کمزور صحابہ پر مشرکین کے مظالم

محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوطالب کی زندگی میں بت پرستوں کو خواجہ عالم ﷺ سے معترض ہونے کی جرأت نہ ہوئی، بلند مرتبہ اور اشراف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی ان کی قوم اور ساتھیوں کی زیادتی کی وجہ سے اپنی مرضی کے مطابق دکھ نہیں دے سکے تھے، لیکن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خباب اور عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے کمزور اور فقراء اہل اسلام کو کئی طریقوں سے عذاب دیتے تھے، بعض کو لوہے کی ذرہ پہنا کر سخت دھوپ میں بٹھا دیا جاتا، بعض کو آگ کی طرح گرم ریت پر دوپہر کے وقت ڈال دیا جاتا، بعض کو بھوکا پیاسا رکھا جاتا تا کہ وہ محمد ﷺ سے علیحدہ ہو جائیں، مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں صبر و برداشت کی قوت نہیں تھی، وہ کلمات جو مشرکین چاہتے تھے زبان سے ادا کر دیتے مگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وہ جماعت جو دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کی طاقت رکھتے تھے ثابت قدم رہے اور ان مصائب اور رنج میں بھی زیور صبر کو پہنے رکھا، ان میں سے ایک حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

http://kitaabghar.com

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تشدد

روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حمامہ اور والد رباح نامی تھے اور وہ بھی امیہ کے غلام تھے امیہ بہت مالدار شخص تھا، اس کے کئی بیٹے اور بارہ غلام تھے، لیکن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ سب سے زیادہ چاہتا تھا اسے اپنے بت خانہ کا انچارج بنایا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دولت ایمان سے نوازا، وہ بت خانہ میں خدا تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے۔ دوسرے تمام لوگ بتوں کو سجدہ کرتے لیکن وہ خدا کو سجدہ کرتے تھے۔ جب امیہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے پوچھا'' اتسجد لرب محمد ﷺ'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:''اسجد اللہ الکبیر المتعال ۔'' امیہ اس بات سے مشتعل ہو گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تشدد کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ جب آفتاب نصف النہار پر پہنچ جاتا اور گرمی کی شدت سے زمین تنور کی مانند تپی ہوئی ہوتی۔ حضرت بلالؓ کو مکہ کے کھلے میدان میں لے جاتا اور ننگا کر کے سخت دھوپ اور گرم ریت پر ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیتا اور ایسے گرم پتھر کہ جن پر گوشت بھن جائے ان کے سینہ، پشت اور پہلو پر رکھتا اور گرم ریت ان پر ڈالتا اور تکلیف دیتا تھا تا کہ محمد ﷺ کے دین سے برگشتہ ہو کر لات عزّیٰ پر ایمان لے آئے۔ لیکن ان تمام تکالیف کے باوجود آپ کی زبان پر احد احد کے الفاظ جاری ہوتے یعنی میں خدا وحدہٗ لاشریک کی پرستش کرتا ہوں۔ کبھی آپ کو کانٹوں پر کھینچتے یہاں تک کہ کانٹے ان کے گوشت پوست میں سے گزر کر ان کی ہڈیوں کو لگتے مگر آپ احد احد پکارتے۔ اسی حالت میں ورقہ بن نوفل (ایک نصرانی موحد) آپ کے پاس سے گزرا، جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حالت میں دیکھا، کہا اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! توحید سے ہرگز منہ نہ پھیرنا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرا، وہ دوزخی کتا اس طریق سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عذاب دے رہا تھا اور کہتا تھا:''تو کہہ میں لات وعزّیٰ پر ایمان لایا۔'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے''میں لات اور عزّیٰ سے بیزار ہوا'' اس خبیث کا غصہ اور زیادہ ہو جاتا۔ اچانک میں نے دیکھا وہ دوزانو ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر بیٹھ گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گلا گھونٹنے لگا یہاں تک کہ سانس کی آمد و رفت منقطع ہو گئی اور حرکت جاتی رہی، میں سمجھا ختم ہو گئے، جس کام کے لیے میں جا رہا تھا اسے پورا کر کے شام کے وقت واپس آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی تک بیہوش پڑے ہوئے تھے، اچانک ہوش میں آ گئے، لعین نے کہا:''کہو میں لات اور عزّیٰ پر ایمان لایا۔'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور احد احد کہتے تھے۔ انتہائی ضعف کی وجہ سے بات سمجھ نہیں آتی تھی۔

امام واحدی نے کعب سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں میں نے اس شخص سے سنا جس نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ اس خبیث یعنی امیہ نے ایک روز مجھے موسم گرما میں باندھ کر تمام رات اسی حالت میں رہنے دیا۔ پھر دوپہر کے وقت ننگا کر کے دھوپ میں سنگریزوں پر ڈال دیا اور گرم پتھر لا کر میرے سینہ پر رکھ دیے، جس سے میں بیہوش ہو گیا، معلوم نہیں کس شخص نے وہ پتھر میرے سینہ سے دُور کیے، مجھے جب ہوش آیا تو شام ہو چکی تھی، میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا وہ مصیبت بھی کیسی نعمت ہے جس میں محبوب کی یاد ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا بیان ہے کہ ایک روز اس خبیث نے مجھ پر ظلم ڈھایا کہ اونٹ کے بالوں کی ایک پچاس گز لمبی رسی میری گردن میں ڈال کر مکہ کے لڑکوں کو پکڑا دی وہ مجھے اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کھینچتے پھرے یہاں تک کہ میری گردن زخمی ہوگئی۔اس کے بعد خدا تعالیٰ نے مجھے ان کے ہاتھ سے نجات دلائی۔

روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت عذاب دیا جارہا تھا اور انہیں پتھروں کے نیچے رکھا ہوا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے گزرے انہیں اس حال میں دیکھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل اس پر کڑھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے امیہ! اس غلام کو عذاب دینے سے تیرا کون سا کام سنورتا ہے، خدا سے ڈرو اور اس سے اپنا ہاتھ روک لے۔ امیہ کہنے لگا: میرا غلام ہے جسے میں نے اپنا مال دے کر خریدا ہے، مجھے اسے سزا دینے کا حق پہنچتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ آدمی جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کو دُکھ دیتا ہے، یہ کس قدر ظلم ہے جو تو اس پر روا رکھے ہوئے ہے۔ امیہ نے کہا: اے ابوقحافہ کے بیٹے! تو نے ہی اسے نقصان کی راہ پر ڈالا ہے اور بتوں کی عبادت سے روکا ہے اور محمد ﷺ کے دین کی ترغیب دی ہے۔ اب اسے اس عذاب سے چھڑا، اگر تیرے دل میں رحم ہے تو اسے مجھ سے خرید لے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غنیمت جانا، فرمایا میں نے ایک سفید نصرانی غلام اور دس اوقیہ سونا دے کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے لے لیا۔ اس کے بعد امیہ ہنسنے لگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: تو کیوں ہنستا ہے؟ کہنے لگا: خدا کی قسم تو نے بہت نقصان اٹھایا، قسم بخدا اگر تو مجھ سے ایک درہم میں خریدتا تو بھی میں اسے بیچ دیتا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے بہت عمدہ سودا کیا ہے۔ اگر تو مجھ سے اس ایک غلام کے بدلے میرا تمام مال طلب کرتا تو میں دے دیتا اور اسے لے لیتا، پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی چادر مبارک سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد و غبار کو جھاڑا اور اس کے آقا کے سامنے ہی نیا لباس پہنایا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور فرمایا: **یا معشر قریش اشهدوا انه حر لوجه الله تعالیٰ** گواہ رہو کہ میں نے اسے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے آزاد کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر محراب و منبر پر پڑھا جاتا رہے گا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صفت سے یاد کیا جاتا رہے گا۔

عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام عشق میں

رؤساءِ بنی مخزوم عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی ماں اور باپ کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ ایک روز مکہ کے میدان میں گرم ریت پر انہیں ننگا لٹایا ہوا تھا اور گرم ریت اُن کے اُوپر گراتے تھے اور اُن کے اعضاء پر گرم پتھر رکھتے تھے کہ اگر گوشت ان پتھروں پر رکھا جاتا تو کباب ہو جاتا، تا کہ وہ دین سے پھر جائیں اور عیاذاً باللہ کلمہ کفر کہیں وہ کہتے کہو کہ لات وعزّٰی محمد ﷺ سے بہتر ہیں وہ نہیں کہتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے کہ مصیبت نعمت ہے، مصیبت پر رونا غلطی ہے۔

ایسے وقت میں آنحضرت ﷺ ان کے پاس سے گزرے اور فرمایا: **اصبروا یا آل یاسر فان موعد کم الجنة** (اے آل یاسر! تھوڑا صبر کرو، اللہ نے تمہارے لیے جنت کا وعدہ کر لیا ہے) عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مشرکین نے دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا تھا۔ ایک کافر (ابوجہل) نے اس کی شرمگاہ پر برچھا مار کر قتل کر دیا اور اس کے خاوند یاسر کو بھی دوسرے طریقے سے قتل کر دیا۔ اسلام میں سب

سے پہلے خلعت شہادت زیب تن کرنے والے یہی دونوں میاں بیوی تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کفار کہتے تھے، زبان سے کہہ دیا، اس کی خبر آنحضرت ﷺ کے پاس لائے اور کہا کہ عمار کافر ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حاشا، ایسا ہرگز نہیں ہے، وہ کافر نہیں ہوسکتا، یقیناً وہ از سرتاپا ایمان سے بھرا ہوا ہے، ایمان اس کے خون اور گوشت پوست میں سرایت کرگیا ہے۔ جب حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار سے نجات ملی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر کفار کے ظلم و ستم کی وجہ سے روتے تھے، آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک ان کی آنکھوں پر ملتے تھے اور ان کے آنسوؤں کو صاف کرتے تھے، آپ نے فرمایا: **ان عادو الك فعد لهم بما قلت**۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ہجرت حبشہ اور نجاشی کا حسن سلوک

ہجرت کا سبب اور مہاجرین کی تعداد

کفارِ مکہ ظلم و تعدی کے عادی ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کی ایذا رسانی جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عام ہوگئی تو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خود پر ہونے والے مظالم کا تذکرہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ حاطب بن عمیر بن عبد شمس پر ظلم و ستم کو دیکھتے تو ضرور مہربانی فرماتے۔'' یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی اجازت دے دی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کس طرف ہجرت کا حکم فرماتے ہیں؟'' آنحضرت ﷺ نے سرزمین حبشہ کی جانب رہنمائی فرمائی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسافت کم ہونے' آب و ہوا مکہ کے مطابق ہونے کی وجہ سے اس طرف ہجرت کرنا بہتر تصور کرتے تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی اجازت ملنے کے بعد کفار کے ستائے ہوئے پندرہ مردوں اور چار عورتیں پر مشتمل ایک قافلہ ہجرت کی غرض سے مکہ سے نہایت خاموشی سے چل پڑا۔

جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ، ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، اپنی بیوی شہلہ بنت سہل بن عمرو، زبیر بن العوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد اس کی بیوی ام سلمہ بنت اسد بن مغیرہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اپنی بیوی لیلیٰ بنت البوخثیمہ، ابوسبزہ بن ابی رحم اور حاطب بن عمرو بن عبدالشمس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان مہاجرین کے ساتھ حاطب بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قافلے کی امارت سپرد کی گئی، بعض کا کہنا ہے کہ ان کے امیر عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

روایت ہے کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کرنے کا عزم کیا، چاہا کہ تنہا ہجرت کریں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رقیہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ کیونکہ تم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے، اس کے بعد اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اس نے آ کر بتایا کہ حضرت عثمانؓ رقیہؓ کو سوار کر کے سمندر کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد میری بیٹی اور عثمان سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں۔

روایت ہے کہ جب مہاجرین ساحل سمندر کے قریب پہنچے تو انہیں نوفل بن معاویہ ملا، پوچھنے لگا سب اکٹھے ہو کر کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تجار کی ایک کشتی آئی ہے، اُسے خریدنے جا رہے ہیں، نوفل بن معاویہ جو عمرہ کی نیت سے آ رہا تھا، جب مکہ پہنچا تو اس نے مہاجرین کا قصہ

بیان کیا، قریش نے کہا وہ کشتی خریدنے نہیں جا رہے تھے بلکہ ہم سے بھاگ کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس جا رہے ہوں گے۔ قریش کے بعض لوگ ان کے پیچھے بھاگے لیکن بروقت کشتی مل جانے کی بنا پر مہاجرین اسلام خدا کے فضل و کرم سے سمندر سے صحیح و سلامت گزر چکے تھے۔ یہ واقعہ بعثت سے پانچویں میں سال ظہور پذیر ہوا۔

نزول سورۂ والنجم اذا ھوی

مہاجرین کے روانہ ہونے کے بعد سورہ کریمہ والنجم نازل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے قریش کے مجمع میں اسے مسجد حرام میں پڑھنا شروع کیا، آنحضرت ﷺ آیات کے درمیان توقف فرما کر پڑھ رہے تھے، جب آپ اس آیت پر پہنچے کہ افرء یتم اللات والعزّٰی ومنوۃ الثالثۃ الاخری ۝ آنحضرت ﷺ نے توقف فرمایا۔ شیطان کو اس دوران میں موقع مل گیا اور چند کلمات ملا کر مشرکین کے کانوں میں اس طرح پہنچائے تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترجی یعنی یہ بت سادات اور بزرگ ہیں اور یقیناً ان کی سفارش کی امید کی جاتی ہے۔ جب کفار نے یہ سنا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ کلمات بھی قرآنی آیات سے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنی زبان مبارک سے ادا فرمایا ہے، اس وجہ سے وہ خوش ہو گئے۔ جب آنحضرت ﷺ نے سورت ختم کی، حکم کے مطابق آپ نے سجدہ کیا، دوستوں نے اپنی سند سے اور کفار نے شیطان نابکار کے شبہ کی بنا پر ان کے ساتھ موافقت کی، اس مجلس میں سرداران قریش بھی شامل تھے، بعض نے تکبر کی وجہ سے اور بعض نے اس وجہ سے کہ وہ سجدہ نہیں کر سکتے تھے ایک مشت خاک اٹھا کر اپنی پیشانی کے نزدیک لے جا کر اس پر سجدہ کیا۔ جب کفار مجلس سے اٹھ گئے، تو کہنے لگے محمد ﷺ نے ہمارے معبودوں کو سجدہ کیا ہے اور ہمارے ساتھ ہمارے دین میں موافقت کی ہے، ہمارا اعتقاد ہے کہ زندگی، موت، رزق دینا اور پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہے لیکن یہ معبود خدا تعالیٰ کے دربار میں ہمارے شفیع ہوں گے۔ اب جبکہ محمد ﷺ نے اس اعتقاد میں ہمارے ساتھ موافقت کی ہے۔ ہم بھی ان کے ساتھ صلح کرتے ہیں اور ان کو آئندہ تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ اس خبر کی حقیقت کہ (محمد ﷺ نے قریش کے ساتھ صلح کر لی ہے اور جھگڑا ختم ہو گیا ہے) اردگرد کے تمام علاقوں تک پھیل گئی۔ ولید بن مغیرہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ اپنے کام میں ثابت قدم رہیے قریش آپ کے فرمانبردار اور موافق ہیں ہم آپ کی مدد اور اعانت کریں گے تاکہ آپ کی شریعت تمام دنیا میں پھیل جائے۔ اور آپ کے دین کے محل کی بنیادیں اور مضبوط ہو جائیں۔ روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اپنے گھر میں تشریف لائے تو جبرئیل علیہ السلام نے شیطان کے القا سے آپ کو آگاہ کیا، آنحضرت ﷺ اس واقعہ سے بے حد غمگین و رنجیدہ ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی تسلی اور اطمینان کے لیے یہ آیت بھیجی: وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ واللہ علیم حکیم ۝ یہ آیت جب مشرکین نے سنی تو کہنے لگے: "جب محمد ﷺ ہمارے خداؤں کے بلند مرتبہ کے ذکر سے الگ ہو گئے ہیں ہم بھی اپنے عہد کو توڑ کر صلح اور امن سے پھر گئے ہیں۔" چنانچہ انہوں نے دوبارہ ایذا رسانی کا سلسلہ شروع کر دیا عداوت اور دشمنی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

مہاجرین حبشہ کی واپسی

رمضان المبارک کے آخری ایام میں جب مہاجرین کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ کی اتباع کر لی ہے اوران سے صلح ہوگئی ہے ،تو انہوں نے کہا گھر بار سے ہماری ہجرت کا سبب ان بدبختوں کی دشمنی تھا، اب جبکہ دشمن سے خوف امن میں تبدیل ہوگیا ہے واپس آنحضرت کی خدمت میں جانا بہتر ہے۔ چنانچہ مہاجرین نے ماہ شوال میں مکہ واپس لوٹے ،ابھی نواح میں ہی پہنچے تھے کہ انہیں اہل مکہ کا ایک قافلہ ملا،ان سے صورت حال دریافت کی ،قافلے والوں نے بتایا کہ کفار کو ایک سورۃ میں اشتباہ ہوگیا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ ہماری فکر اور سوچ نے دھوکا کھایا تو پرانی دشمنی کی جانب پھر کمربستہ ہوگئے بلکہ دشمنی اور عداوت میں پہلے سے بھی زیادہ سبقت لے جانے لگے۔ مہاجرین اس خبر سے پریشان ہوگئے اور واپس آنے پر پشیمان ہوئے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ مہاجرین میں سے ہر شخص کسی قریشی کی حمایت میں مکہ میں داخل ہو۔

مورخین کے مطابق مہاجرین حبشہ ماہ رجب میں مکہ سے ہجرت کی غرض سے نکلے اور ماہ شعبان میں حبشہ پہنچے اور رمضان وہاں قیام کیا، ان کی واپسی ماہ شوال میں ہوئی۔ چنانچہ دو ماہ اور کچھ دن حبشہ میں قیام کیا۔

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مظعون کا ولید بن مغیرہ کی حمایت سے خروج

چند روز ولید بن مغیرہ نے عثمان بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی حمایت میں رکھا تھا اور اس کی رعایت کیا کرتا تھا،ایک روز عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں مشرک کی ذمہ داری میں نہیں رہوں گا۔'' ولید کہنے لگا: بھتیجے! کیا مجھ سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے جو مجھ سے دُوری اختیار کرتے ہو؟ لیکن آپؓ نے اس کی امان میں رہنے سے جب انکار کردیا تو ولید بن مغیرہ نے کہا:''اے گروہ قریش! عثمان میری حمایت میں تھا، میں کسی قسم کی تکلیف اسے پہنچنے نہیں دیتا تھا،اب وہ مجھ سے بیزار ہے، میں بھی اس سے بری الذمہ ہوتا ہوں تاوقتیکہ وہ دوبارہ مجھ سے میری حمایت طلب کرے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عثمان بن عبداللہ المغیرہ المخزومی نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ پر طمانچہ مارا جس سے آپؓ کی آنکھ نیلی ہوگئی۔ ولید نے تمسخرانہ مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کہا: میری پناہ سے نکلنے کا انجام دیکھ لیا۔ عثمانؓ نے کہا: میں ان مصیبتوں میں بھی خوش ہوں لیکن کافر کی امان نہیں چاہتا۔ ولید نے پوچھا وہ کیوں؟ آپؓ نے فرمایا: کیونکہ یہ تکلیفیں خدا تعالیٰ کے پاس میری طرف سے نیکیوں کا ذخیرہ بن جاتی ہیں، پھر میں صحت مند ہوں اور ان تکالیف کو برداشت بھی کرسکتا ہوں۔ سعد بن ابی وقاص کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو سیدھے عثمان بن عبداللہ المغیرہ کے پاس گئے اور گھونسہ مار کر اس کی ناک توڑ دی۔ اس طرح انہوں نے اس سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لے لیا۔

ہجرت ثانیہ......حبشہ کی جانب

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حبشہ سے لوٹے ،مشرکین پھر ان کی ایذا رسانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے اور روز بروز اس میں اضافہ ہونے لگا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے دوبارہ ان کو ہجرت کرنے کی اجازت فرمادی، اس مرتبہ صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد نے ہجرت فرمائی۔ امام واقدی کی روایت کے مطابق ان کی تعداد ایک سو تین تھی جن میں سے بیاسی مرد اور اکیس عورتیں تھیں۔ یہ

لوگ حبشہ میں قیام پذیر رہے، وہاں ہی آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی خبر انہوں نے سنی، تینتیس آدمی حبشہ سے نکلے، دو آدمیوں نے مکہ کا رخ کیا، سات قید ہو گئے اور چوبیس آدمی مدینہ منورہ آ گئے۔

کتاب گھر کی پیشکش　کتاب گھر کی پیشکش

ا۔نجاشی کا حسن سلوک

http://kitaabghar.com　http://kitaabghar.com

جب اصحاب رسول اللہ ﷺ سے واپس آئے تو انہوں نے وہاں کے باشندوں، خوشگوار آب و ہوا، لذیذ کھانوں، تر و تازہ میووں، جسم کی صحت اور بدن کی قوت کو تفصیل سے بیان کیا، انہوں نے بتایا کہ وہاں چار عبادت گاہیں ہیں جن کے لیے وہ قربانی کرتے ہیں، فقیروں کی دعوت اور غریبوں پر نوازشیں کرتے ہیں۔ جب ہم حبشہ کی سرزمین میں داخل ہوئے، نجاشی نے ہمارے حالات کی چھان بین کرنے کے بعد ہمیں امن دے کر ہم پر احسان کیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! حبشہ مرکز تجارت ہے، ہم نے وہاں ایک ماہ تک قیام کیا، تجارت سے ہم نے بہت کچھ کمایا، آج حبشہ سے زیادہ موزوں اور بہتر جگہ مسلمانوں کے لیے کوئی نہیں تاوقتیکہ خدا تعالیٰ ہجرت کے لیے کسی اور جگہ کو متعین فرما دے۔ یا قوم اسلام قبول کر لے۔ ہمارے لیے نجاشی کی بے انتہا مہربانیاں اور ان گنت احسانات تھے جو وہ ہمارے لیے کرتا تھا اس نے اپنی ساری توجہ ہماری حفاظت اور دیکھ بھال پر لگا رکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''فارجعوا الیھا علی برکۃ اللہ ''خدا تعالیٰ کی برکت و حفاظت کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف واپس چلے جاؤ۔ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ بھی اس طرف تشریف لے چلیں تو وہ لوگ جو پڑھے لکھے اور آداب سے واقف ہیں، دعوت و تبلیغ کی برکت سے مسلمان ہو جائیں گے اور دین کی اعانت اور اہل ایمان کی مدد کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! مجھے ابھی ہجرت کا حکم نہیں دیا گیا، میں ابھی حکم الٰہی کا منتظر ہوں، تمہیں چونکہ حکم ہو چکا ہے اس لیے وہاں قیام کرو۔ اس مرتبہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی امیر تھے۔

۲۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس دفعہ کفار مکہ کی ایذا رسانی سے تنگ آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حبشہ کا سفر اختیار کیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ برکۃ العماد کے مقام پر پہنچے، حارث بن زید جو اس زمانہ میں اپنی قوم کا سردار تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے میری قوم نے وطن سے نکال دیا ہے، مجھ پر اتنے ظلم و ستم ڈھائے ہیں کہ میرے ٹھہرے رہنے کی اب وہاں کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی، اس لیے وہاں سے نکل کھڑا ہوا ہوں تاکہ کسی ایسی جگہ قیام کروں جہاں اطمینان و فراغت سے خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکوں۔ حارث بن زید نے کہا: آپ جیسے شخص کے لیے مناسب نہیں کہ اپنی قوم کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے، آپ کا مکہ سے باہر جانا درست نہیں ہے کیونکہ صلہ رحمی، مشقت و آلام کی برداشت، خواص و عوام پر احسان، کمزوروں کی ہمیشہ مدد کرنا اور سخاوت آپ کے ذاتی اوصاف اور آپ کی عمدہ صفات ہیں میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ واپس جائیے اور اپنے خدا کی عبادت میں مشغول رہیے اور کسی شخص کے ظلم و ستم کے خوف سے اپنا وطن مت چھوڑیئے، میں حتی الامکان آپ کی حفاظت کروں گا اور کبھی آپ کی حفاظت سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ اس طرح

حارث بن زید، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ واپس لے گیا۔ سرداران قریش کو بلایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ طرزِ عمل پر انہیں ملامت کی۔ قریش نے بھی حارث بن زید کے کہنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ظلم وتعدی بند کر دی اور کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں عبادت کریں۔ عبادت کے اظہار اور اعلانیہ قرآن خوانی کی کوشش نہ کریں کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ ہمارے اہل وعیال اس سے گمراہ نہ ہو جائیں۔ حارث بن زید نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بات کی پابندی کا وعدہ لیا، چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر میں ہی ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی جہاں آپ عبادت اور تلاوت قرآن مجید کرتے۔ مشرکین کے بچے اور عورتیں تلاوت قرآن مجید کے وقت جمع ہو کر اسلام کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے قریش پریشان ہو گئے اور حارث کے پاس شکایت کرتے ہوئے درخواست کی کہ وہ اپنی حمایت اور پناہ کو ترک کر دے تا کہ وہ سب مل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلند آواز میں تلاوت قرآن پاک سے منع کرنے کی کوشش کریں۔ حارث بن زید نے کفار مکہ کی شکایت سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ''آپ کو علم ہے کہ ہمارے درمیان کیا طے پایا تھا، یا تو اس کے مطابق عمل کیجیے یا میری حمایت سے نکل جایئے، کیونکہ اگر آپ اسی طرح کرتے رہے تو قریش آپ کو ایذا پہنچائیں گے، مجھے یہ پسند نہیں کہ جو شخص میری پناہ میں ہو، اسے کوئی شخص نقصان پہنچائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تیری پناہ اور حمایت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں کیونکہ اللہ ہی بہترین محافظ ہے۔

۳۔ نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کے خلاف دعویٰ

جب یاران رسول اللہ ﷺ حبشہ میں پہنچے، صمیمہ جو اس وقت تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھا اور نجاشی کے نام سے مشہور تھا، تمام مسلمان مہاجرین کو اپنے محل میں جگہ دی اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کا طریقہ اختیار کیا۔ جب کفار کو ان لوگوں کے اطمینان قلبی اور راحت وسکون کا علم ہوا، تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے نجاشی اور اس کے درباریوں کے لیے حسب مراتب ایسے تحائف اور ہدیئے تیار کیے جو ان کو پسند تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق عبداللہ بن ابی ربیعہ کے سپرد کیے اور نجاشی کے پاس انہیں اس امید کے ساتھ بھیجا کہ وہ مسلمان مہاجرین کے حسن سلوک کا معاملہ ختم کر دے۔ بادشاہ کے مصاحبین کے لیے الگ ان کے حسب مراتب تحائف بھجوائے تا کہ وہ اس مقصد کے لیے بادشاہ کے پاس ان کی سفارش کریں۔

القصہ قریش کے لوگوں نے سرزمین حبشہ میں پہنچ کر شاہی دربار سے وابستہ معززین سے ملاقات کی، تحائف ان کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کی کہ مکہ کے چند احمق اور بے وقوف نوجوان اپنے دین کو چھوڑ کر اس طرف آ گئے ہیں، انہوں نے اپنے دین سے روگردانی کی ہے اب ہمیں ان کے ہم قبیلہ اور والدین نے بھیجا ہے تا کہ بادشاہ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ ان کو واپس بھیج دے۔ شاہی دربار میں موجود ایک معزز شخص ندماً نے کہا تم اپنی درخواست بادشاہ کی خدمت میں پیش کرو ہم تمہاری امداد کریں گے تا کہ تمہارا مقصد پورا ہو۔ جب قریش کے لوگوں کو بادشاہ کے حضور پیش ہونے کی اجازت ملی تو وہ بادشاہ کی خدمت میں سجدہ تعظیم بجالائے اور تحائف پیش کیے، نجاشی نے عمرو بن عاص سے ان کے آنے کا مقصد دریافت کیا، اس نے کہا مکہ میں ہمارے بہت سے قبائل آباد ہیں، ان قبائل میں سے قبیلہ بنی ہاشم میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، جادو کرتا ہے اور اس نے ایک نیا دین پیدا کیا ہے۔ بعض نا سمجھ لوگ اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ جب ہم انہیں ایسا کرنے سے منع

کرتے ہیں تو مکہ چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ ہمارے کچھ بھائی بندوں کی ایک جماعت اس ملک میں بھی آئی ہوئی ہے، جو ہم سے اور ہمارے دین سے فرار حاصل کر کے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو چھوڑ دیا ہے۔ نیا دین (جو ہمارے اور بادشاہ حبشہ کے دین کے بھی مخالف ہے) گھڑ لیا ہے۔

حالانکہ بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا تھا، بادشاہ کے مصاحب تحائف اور رشوت کی وجہ سے ان کی حمایت کر رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ ان کا مقصد پورا ہو جائے، بادشاہ کے حضور میں انہوں نے یوں کہا کہ ہر قبیلہ اور جماعت دوسروں کی نسبت اپنے حالات کو بہتر جانتا ہے، اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان مہاجرین کو ہم ان کے سپرد کر دیں اور اس طریقہ سے ہم قریش کو خوش کریں، شاہ نجاشی اس بات سے خفا ہوا اور کہا ''خدا کی قسم میں یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کروں گا اور اس قوم کو جس نے میری پناہ حاصل کی ہے، دشمن کے سپرد نہیں کروں گا۔'' کہتے ہیں کہ بادشاہ نے آسمانی کتابوں کا بہت مطالعہ کیا تھا اور حضرت محمد ﷺ کی صفات تورات اور انجیل میں موجود تھیں اسے یقین تھا کہ ان کے خروج کا وقت ہے۔ جانتا تھا کہ اس کی قوم انہیں جھٹلائے گی اور مکہ سے نکال دے گی۔ جب بادشاہ نے اس شخص کا نام پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا نام محمد ﷺ ہے۔ تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ پیغمبر ہیں لیکن اس نے اس بات کو ظاہر نہیں کیا، عمرو سے پوچھا: اس کا مذہب کیا ہے، ملت کیا ہے اور وہ کس امر کی دعوت دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا: اس کا کوئی مذہب نہیں۔ نجاشی نے کہا: وہ جماعت جس کے مذہب اور ملت کو میں نہیں جانتا اور وہ میری پناہ میں ہو تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔ لیکن میں ایک اجلاس میں بلاتا ہوں اور مخالفین کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کرتا ہوں تا کہ وہ اپنی بات خود بیان کریں اور ہر ایک کے حالات معلوم کرتا ہوں مہاجرین بھی اپنے دین وملت کو بیان کریں۔ اس نے مسلمانوں کو بلایا، مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: ہم اس جماعت کے ساتھ کس انداز سے گفتگو کریں، ان کے مزاج کے موافق بات کریں یا صحیح صورت بیان کریں۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (جو گروہ مہاجرین میں شامل تھے) نے فرمایا کہ کوئی چیز سچ سے بہتر نہیں، ہم جو کچھ جانتے ہیں بیان کریں گے، تمام مہاجرین حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا مقتدا اور پیشوا بنا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، طے ہوا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی گفتگو کریں۔ بادشاہ کے حکم پر ان کے علماء بھی جمع ہوئے انہوں نے انجیل کی کتابیں اپنے سامنے رکھ لیں، اراکین سلطنت بھی تمام جمع ہوئے اس طرح بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ اس کے بعد مہاجرین کو اندر طلب کیا گیا، مہاجرین نے سلام کیا مگر سجدہ جو حبشہ میں رائج تھا، نہ کیا، وزراء نے سجدہ نہ کرنے کا سبب پوچھا، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، ہمارے پیغمبر ﷺ نے غیر خدا کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عیسائی علماء کی نظروں میں جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کا وقار بڑھ گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ''قریش کے قاصد یہ چاہتے ہیں کہ میں تمہیں ان کے سپرد کر دوں۔'' جعفر نے کہا: ان ایلچیوں سے پوچھیے کہ ''کیا وہ ہماری غلامی کا دعویٰ کرتے ہیں۔'' عمرو نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے یہ تمام آزاد ہیں، باعزت قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا ہمارے ذمہ کسی کا قرض ہے؟ کہنے لگے ایسا بھی نہیں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا ہم نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کہنے لگے: ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ جب سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تو عمرو بن عاص نے کہا: بادشاہ سلامت! ان لوگوں نے ہماری، ہمارے آباؤ اجداد کی اور خود اپنی بھی مخالفت کی ہے یہاں تک کہ ہمارے عقائد کو خراب کر دیا ہے، ہماری یکجہتی اور اتحاد ختم ہو گیا ہے، ان کو ہمارے سپرد کیجیے تا کہ ہم حسب سابق اپنا انتظام و انصرام کر سکیں۔ نجاشی،

شاہ حبشہ نے مسلمانوں سے مزید حالات دریافت کیے، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر جواب دیا اور بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، مردار کھاتے اور فواحش و منکرات کا ارتکاب کرتے، ان برے اور قبیح اعمال پر اصرار کرتے تھے، خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور فیضان عمیم سے ہم میں سے ایک پیغمبر ہماری طرف بھیجا، جس کے حسب و نسب کے کمال اور عمدگی کو ہم جانتے ہیں۔ اس کی امانت و صداقت، عفت اور پاکدامنی مشہور و معروف ہے۔ اس نے ہمیں ایک خدا کی عبادت کرنے کے لیے کہا اور دین اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کی، نیکی کا حکم دیا، برے کاموں سے منع کیا، نماز، روزہ، صلہ رحمی اور تمام عمدہ اخلاق کا حکم دیا۔ جوئے، شراب، سود اور تمام گناہوں اور معاصی سے منع فرمایا، ہمارے لیے ایسی شریعت لائے کہ کسی بھی انسان کی بات چیت اس جیسی نہیں ہے۔ ہمیں واضح اور یقینی دلائل کے ساتھ اس کی صداقت معلوم ہوگئی، ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے، ہم نے قوم کے باطل دین کو چھوڑ دیا اسی لیے ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہمیں انواع و اقسام کی تکالیف پہنچانے لگے، ہم میں ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی، ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں کسی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا، ہم نے تمام بادشاہوں سے آپ کے پاس آنے کو پسند کیا تا کہ ہمیں ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھیں، ہمیں ان کے ہاتھ میں گرفتار نہ کرائیے۔ نجاشی نے پوچھا جو کلام ان پر اترا ہے کیا اس میں تمہیں کچھ یاد ہے؟ اسے پڑھیے تا کہ میں بھی سنوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں اور سورہ کھیعص پڑھنا شروع کی، نجاشی نے قرآن سنا، جب اس آیت فکالی واشربی وقری عینا پر پہنچے تو رو پڑا، اس قدر رویا کہ دامن تر ہو گیا آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلکتے تھے، علماء بھی اس قدر روئے کہ ان کے رخسار اور کتابیں تر ہوگئیں۔

نجاشی نے کہا: خدا کی قسم یہی کلام یحییٰ اور موسیٰ (علیہما السلام) پر نازل ہوا، یہ دونوں نور ایک ہی مشکوۃ سے نکلے ہیں، پھر عمرو بن عاص اور عمارہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا خدا کی قسم میں اس جماعت کو تمہارے سپرد نہیں کروں گا، تمہیں اور ان کو ملنے نہیں دوں گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کفار کے بھیجے ہوئے نمائندے مایوس اور شرمندہ واپس گئے، عمرو بن عاص نے کہا: خدا کی قسم کل میں نجاشی کی خدمت میں پیش ہو کر اس قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔ عبداللہ بن ربیعہ نے ہر چند اسے اس خیال سے روکا اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا مگر وہ باز نہ آیا، دوسرے روز عمرو بن عاص نجاشی کے پاس گیا اور کہا یہ جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمہارے اعتقادات کے خلاف عقیدہ رکھتی ہے نجاشی نے دوبارہ حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہو؟ آپ نے جواب دیا: وہی کہتے ہیں جو اللہ جل وعلا کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں القاھا الی مریم وروح منہ نجاشی نے زمین سے لکڑی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور کہا: عیسیٰ علیہ السلام اور جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں ذرا فرق نہیں۔ میں تمہیں اور اس کی جس کے پاس سے تم آئے ہو خوش آمدید کہتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں اور یہ وہی شخص ہیں جن کے آنے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے اور جس کی بشارت انجیل میں موجود ہے، تم اطمینان خاطر سے میری مملکت میں رہو، جو شخص بھی تمہیں تکلیف پہنچائے گا اسے سزا دی جائے گی، اگرچہ وہ مجھے سونے کا پہاڑ بھی کیوں نہ دیں۔ میں تمہیں ان کے سپرد نہیں کروں گا اور جو شخص تم سے ایک دینار بھی جرمانہ میں لے گا اس سے لے کر تمہارے نوکروں کو دوں گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم جان بوجھ کر قریش کے ان دونوں قاصدوں سے معترض ہوتے تھے تا کہ یہ کوئی حرکت کریں اور ان سے بدلہ لیں مگر وہ بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس کے بعد

نجاشی نے کہا جب خدا تعالیٰ نے بغیر کسی رشوت کے یہ کام کیا ہے میں بھی رشوت نہیں لوں گا اور کسی کی بات نہیں سنوں گا اور فرمایا کہ ان کے تحائف اور ہدیے واپس کر دیں وہ قوم جس نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور تکذیب کی ہے میں بھی اس کے تحائف قبول نہیں کرتا۔

۴۔ نجاشی کا ایمان لانا

مورخین کا کہنا ہے کہ جب عمرو بن عاص بادشاہ کے دربار سے مایوس واپس ہوا، نجاشی نے پوشیدہ طور پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ میں خدا تعالیٰ اور آپ پر ایمان لے آیا ہوں۔ دونوں طرف سے پیغامات اور خط و کتابت ہوتی رہی بعض کا ذکر اپنی جگہ پر ہوگا، اس کے بعد اس نے مشاہیر قوم کو طلب کیا اور کہا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ خدا کے سچے رسول ہیں اور اس کا دین سچا ہے، اگر ہم اس پر ایمان لے آئیں تو عذاب سے بچ جائیں گے۔ اہل حبشہ کہنے لگے ہم اس بات کے لیے راضی نہیں ہیں۔ جب نجاشی نے دیکھا کہ اس کی بات کو تسلیم نہیں کیا جائے گا تو اس نے کہا: میں تمہارے ایمان کو آزماتا تھا، میں اپنے دین پر قائم ہوں مسلمانوں پر نظر عنایت رکھتا تھا۔ اپنے اسلام کو قوم سے پوشیدہ رکھتا تھا، آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا اور عوام سے پوشیدہ رکھنا آپ کو بتا رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس معاملہ میں اسے معذور سمجھتے تھے۔ جب قریش کو نجاشی کے مسلمان ہونے کی اطلاع ملی، ان پر بہت گراں گزرا۔ نجاشی نے آخر کار اپنے ایمان کو ظاہر کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اظہار کا سبب یہ تھا کہ جب بادشاہ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی تصدیق کی اور دشمن پر ان کو ترجیح دی، دشمن مقہور اور مغلوب ہو گئے۔ علمائے نصاریٰ نے نجاشی سے کہا: اے بادشاہ! آپ نے ان کی ایسے معاملے میں تصدیق کی ہے جس سے ہمارے دین کی مخالفت لازم آتی ہے، اب آپ ایک مجلس مناظرہ منعقد کیجیے تاکہ ہم ان سے اور اس کلام پر جو ان پر نازل ہوا ہے مباحثہ کریں، خدا تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ پر اس غرض کے لیے وحی نازل فرمائی قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا وبینکم آخری چھ آیات تک۔ آنحضرت ﷺ نے ان آیات کو لکھوا کر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس بھیج دیا۔ جب نجاشی کے دربار میں مباحثہ ہوا تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی ما کان ابراھیم یھودیًا ولا نصرانیا۔ نجاشی نے کہا درست کہتے ہیں نصرانیت اور یہودیت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ظاہر ہوئی، اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی ۔ نجاشی نے کہا خدایا! میں آج ابراہیم علیہ السلام کا ولی ہوں۔ اور اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی بہت دلداری کی اور کہا کہ اس کے بعد تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی، علماء نصاریٰ اس سے اجازت لے کر آنحضرت ﷺ کی زیارت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سوالات پوچھے اور جوابات سنے۔

۵۔ حبشہ کے راہبوں کا آنحضرت ﷺ کی زیارت کے لیے آنا

واقعہ یوں ہوا کہ بڑے بڑے راہبوں کی ایک جماعت جس کی تعداد بیس تھی، مکہ معظمہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور آنحضرت ﷺ سے مقام ابراہیم پر ملاقات کی، ان کے سب سے بڑے عالم نے جس کا نام طابور تھا، آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی، اس نے کہا: ''آپ ہی ہیں جنہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے؟'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' طابور نے پوچھا: ''آپ مخلوقات کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟'' آپ

نے فرمایا: ''خدا تعالیٰ کی، جس کا کوئی شریک نہیں۔'' پھر آپ نے قرآنی آیات ان پر پڑھیں۔ تمام رونے لگے یہاں تک کہ ان کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ طابور نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور بے مثال ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بھی اسی طرح گواہی دی اور تصدیق کر کے مسلمان ہو گئے۔ جب نصرانی علماء آنحضرت ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، ابو جہل اور اُمیہ بن خلف قریش کی ایک جماعت لے کر ان سے ملے اور نجاشی کو برا بھلا کہا، کہنے لگے: خدا اس جماعت کو نا امید کرے جس نے تمہیں دین کی جستجو اور تحقیق کے لیے بھیجا ہے۔ تم اس لیے آئے ہو کہ اس شخص کی خبر لے جاؤ تمہارے پاس کچھ بھی عقل نہیں، ایک ساعت اس کی مجلس میں بیٹھے ہو اور اپنے دین و مذہب سے پھر گئے ہو، تم نے اس کی ہر بات کی تصدیق کی ہے حالانکہ وہ کئی سالوں سے ہمارے درمیان موجود ہے سوائے چند بے عقل اور ناسمجھ اور فقیر و محتاج لوگوں کے کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ خدا کی قسم ہم نے تم سے زیادہ احمق کسی کو نہیں دیکھا اور تم سے زیادہ جاہل کوئی قوم ہم نے نہیں دیکھی۔ علمائے نصاریٰ نے کہا تم پر سلامتی ہو اور تمہارا کوئی حق ہم ضائع نہیں کریں گے۔ جاہلوں کی باتوں سے ہم اس حق سے جو ہم پر ظاہر ہوا ہے روگردانی نہیں کریں گے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ٹھہرے رہے تاکہ قرآن مجید سیکھیں، زیور اسلام سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اپنے ملک کو لوٹے۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ جب علماء نصاریٰ نجاشی کے پاس لوٹے تو اس نے آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک کی صفات کے متعلق استفسار کیا۔ طابور نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا تھا بیان کیا۔ نجاشی نے کہا کتابوں میں آپ کی ایسی ہی صفات درج ہیں اس طرح نجاشی ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی فتوحات اور ظفر مندیوں پر خوش ہوتا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

۶۔ نجاشی کو فتح بدر کی خوشی

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک روز نجاشی نے دو سفید پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ گھر سے ایسی حالت میں باہر نکلا کہ نہ تو سر پر تاج شاہی تھا اور نہ ہی کندھوں پر دیباج ڈالا ہوا تھا۔ آ کر زمین پر بیٹھ گیا، اہل حبشہ نے تعجب کیا۔ اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ وہ بھی آ گئے جب انہوں نے بادشاہ کو اس حالت میں دیکھا انہیں بڑا تعجب ہوا۔ دوران گفتگو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے ایک جاسوس تمہارے ملک کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ اس نے آ کر خوشخبری سنائی کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فتح عنایت فرمائی ہے اور آپ کے دشمنوں کو اس میدان میں (جس کا نام بدر ہے) ہلاک کر دیا ہے قریش کے سردار عتبہ، شیبہ، ابی الحکم، زمعہ بن الاسود اور امیہ بن خلف سب قتل ہو گئے ہیں اور فلاں فلاں لوگ گرفتار ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار خوشی کے بعد پوچھا کہ کیا بات ہے کہ بادشاہ پرانے کپڑے پہنے زمین پر بیٹھا ہے۔ اس نے کہا احکام انجیل میں میں نے ایسا ہی پایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے کہ جب انہیں کوئی نعمت حاصل ہو اظہار شکر نعمت کریں اور شکر کے اظہار میں تواضع برتیں، لامحالہ جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فتح عنایت فرمائی تو میں نے چاہا کہ تمہیں اس نعمت سے آگاہ کروں، میں نے تواضع وانکساری کا طریق اختیار کیا ہے۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا ایمان لانا

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا

عطاء بن یسار نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں موجود تھا جبکہ آپ ﷺ مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے جب ہم صفا کے مقام پر پہنچے مشرکین وہاں جمع تھے۔ ولید بن مغیرہ کا ایک بت تھا جس کی وہ پرستش کر رہے تھے، آنحضرت ﷺ جب ان کے پاس سے گزرے آپ ﷺ نے فرمایا: یا معشر قریش! قولوا لا الہ الا اللہ، ولید نے ابوجہل سے کہا اے ابوالحکم! محمد ﷺ کو اس مجمع میں شرمندہ کروں، تیری کیا رائے ہے؟'' ابوجہل لعین نے اسے قسم دی کہ اسے شرمندہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑ۔ ولید پلید اٹھا اور بت کو اپنی گردن پر رکھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''آپ ﷺ کہتے ہیں کہ میرا خدا شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ ولید نے کہا: میرا خدا میری گردن پر ہے اور تمام دیکھ رہے ہیں، آپ کا خدا کہاں ہے تاکہ ہم بھی دیکھیں۔ چونکہ قوم کے دل نور عقل سے منور نہیں تھے، معاملات کی حقیقتوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے، آنحضرت ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔

مشرکین بت کی طرف متوجہ ہو کر اسے سجدہ کرنے لگے پھر انہوں نے کہا ہمارے آقا ہم چاہتے ہیں کہ تم محمد (ﷺ) کو قتل کرنے میں ہماری مدد فرما۔ اسی وقت بت میں سے ایک جن نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا۔

قبح اللہ رای کعب بن فہر

ما اضل العقول والاحلام

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ اشعار آنحضرت ﷺ نے سنے پریشان ہو کر گھر واپس آئے۔ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں نے عرض کیا اس بت کی گفتگو آپ ﷺ نے سنی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، شیطان ہے جو بتوں کے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے اور کفار کو انبیاء کے قتل کرنے پر ابھارتا ہے مگر جو شیطان بھی اس کام کے لیے اٹھتا ہے اور انبیا علیہم السلام پر لعنت بھیجتا ہے جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے دو یا تین راتیں گزری ہوں گی، ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک ان دیکھے شخص نے آکر آنحضرت ﷺ کو سلام کیا ہم نے اس کی آواز سنی مگر آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: کیا اہل آسمان سے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''جنوں سے ہو؟'' کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا: میں نے اپنے چچازاد بھائی سے یوں سنا کہ مسعر نامی جن نے بت کے پیٹ سے آپ ﷺ کی بارے میں ناشائستہ کلمات کہے ہیں جن سے

آپ ﷺ کا دل رنجیدہ ہوا۔ میں اس سے بدلہ لینے کی خاطر اس کے قتل کے درپے ہوا اسے کوہ صفا میں جالیا اور ایک ہی وار سے اسے جہنم رسید کر دیا۔ اہل ایمان کو اس کے شر سے نجات دلائی۔ اب میری درخواست ہے کہ علی الصباح کوہ صفا پر آپ ﷺ تشریف لائیں کیونکہ وہ لوگ پھر اس بت کی عبادت کریں گے میں اسی بت کی زبان سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی مدح وثنا میں چند باتیں قوم کو سناؤں گا تا کہ آپ کو فرحت و سرور حاصل ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے نام پوچھا، اس نے کہا: صحیح۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس سے اچھے نام سے پکاروں۔ کہا: جی یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تیرا نام عبداللہ رکھا ہے اور یہ پسندیدہ نام ہے۔ وہ خوشی خوشی واپس گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رات ہم پر بہت طویل گزری، انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں کیونکہ ہم اس کے منتظر تھے کہ کل وہ جن کس طرح نقصان کی تلافی کرتا ہے۔ صبح ہوئی تو ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوہ صفا پر گئے مشرکین حسب سابق بت کی عبادت میں مشغول تھے کہ آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے، آپ ﷺ نے ان کو کلمہ توحید کی دعوت دی، وہ اور زیادہ خشوع وخضوع سے بت کی پرستش کرنے لگے، آپ ﷺ سے زبان درازی کی اور اس بت سے درخواست کی کہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے دین کے بارے میں بتائے۔ اچانک اس مومن ہاتف صحیح جن نے (جس کا عبداللہ نام رکھا گیا تھا) آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی تعریف میں چند اشعار پڑھے جن کے شروع کے اشعار یہ تھے:

انا عبداللّٰہ وابن الھیعرا — انا قتلت ذوالفجور مسعرا

عممت فضرب سیف منکرا — آری الصفا بلاعتی واستکبرا

وخالت الحق و رام المنکرا

بشتمت نبینا المطھرا

مشرکین نے جب بت کی زبان سے آنحضرت ﷺ کی تعریف سنی تو اس بت کو برا بھلا کہا اور زمین پر پھینک کر توڑ دیا اور اس واقعہ کو جادو قرار دیا۔ پھر آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے آپ ﷺ کو ایذا دینے اور توہین کرنے لگے۔ انتہائی جہالت سے ابوجہل اور اس کے ساتھی آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے لگے۔ کمینوں کی ایک جماعت عدی بن حمراء ثقفی اور ابن وصد بن زیلی وغیرہ تو مار پیٹ پر اتر آئے۔

یہاں تک کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خون آلود اور جسم اطہر گرد آلود ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ ارشاد خداوندی کے مطابق **و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما** صبر وتحمل کا دامن تھامے ہوئے تھے وہ جس قدر بھی تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے ان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے آپ ﷺ نے صرف اسی کلام پر اکتفا کیا! میں تمہاری طرف خدا تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

دلائل النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ ایک جاہل اور کافر بوڑھے نے آپ ﷺ کو نیزہ مارنے کی جستجو کی تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس تکلیف کو آنحضرت ﷺ سے دور رکھا، القصہ آنحضرت ﷺ سے مجروح دل اور غمگین سر مبارک جھکائے مسجد حرام کے ایک کونہ میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس حال کی خبر ہوئی تو آنحضرت ﷺ کو تلاش کرتی ہوئی حرم میں پہنچ گئیں آپ کو دیکھ کر فرمایا۔ من رای الحبیب محمدا صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم۔

حبیبی محمدا ﷺ اضربوک
حبیبی محمدا ﷺ جحدو حقک
وانکو ومعرفتک حبیبی محمداﷺ
لا یعلمون انک رسول اللہ الیھم

اتفاقاً حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت شکار کے لیے نکلے ہوئے تھے اور ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالے ہوئے تھے تا کہ اسے تیر کا نشانہ بنائیں۔ ہرن نے ان کی طرف منہ کر کے فصیح زبان میں کہا یعنی تیر میری طرف پھینکتے ہو اور وہ شخص جو تمہارے بھتیجے کو قتل کرنا چاہتا ہے اس کی طرف نہیں پھینکتے، اگر اس تیر کو اس کی طرف پھینکے تو میرے پیچھے بھاگنے سے بہتر ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات سے متعجب ہوئے، جب اپنے گھر پہنچے تو ان کے گھر کی ایک بڑھیا، جس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مشرکین کی ایذا رسائی دیکھی تھی ان کے سامنے کھانا لے کر آئی انتہائی کوفت اور پریشانی کی وجہ سے ضبط نہ کر سکی، آہ و زاری اور گریہ نے ضبط کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ حال دیکھا تو رونے کا سبب پوچھا۔ بڑھیا نے کہا: مجھے لات وعزّٰی کی قسم اگر محمد ﷺ ایسا یتیم بھی ہوتا کہ اس کا حسب نسب ظاہر نہ ہوتا لیکن تمہارے یتیموں میں منسلک ہوتا یا کسی کمزور قبیلے سے تعلق رکھتا، اس کی ایسی حالت نہ ہوتی جو تیری آنکھوں کی روشنی اور بھتیجے کی ہوئی۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات سے سخت مشتعل ہوئے اور کہا کہ افسوس ہے تجھ پر، محمد ﷺ پر کیا بیتی؟ اس ضعیفہ نے جو زیادتی آنحضرت ﷺ سے ہوتے دیکھی تھی، من وعن بیان کر دی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہائے افسوس، ابوطالب کہاں تھا؟ بڑھیا نے کہا: مکہ سے باہر اپنے مویشیوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا ان حالات کی خبر اسے نہ ہو سکی۔ کہا: ابولہب کہاں تھا؟ کہنے لگی: وہ سنگدل بالا خانہ پر بیٹھا ہوا پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ اس جھوٹے جادوگر کو قتل کر دو۔ کہا: عباس کہاں تھا؟ اس نے کہا: وہ شمع کے گرد پروانے کی طرح گر رہا تھا، فریاد کرتا اور کہتا تھا کہ اپنے بیٹے پر رحم کرو، اپنے عزیز وقرابت پر رحم کرو، اس کا کوئی اختیار نہیں چل رہا تھا، وہ بے بس تھا۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخت غصے کی حالت میں کہا: جب تک میں اپنے بھتیجے پر ظلم کرنے والے سے انتقام نہ لے لوں مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔ ایک روایت ہے کہ لونڈی عبداللہ جذعان نے اس واقعہ کو حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس نامبارک گروہ سے انتقام پر اُبھارا۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے، اپنی ذرہ پہنی اور تلوار حمائل کی، کمان کو ہاتھ میں پکڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور کوہ صفا کی طرف گھوڑے کا رخ موڑ دیا، اس وقت تمام مشرکین وہاں موجود تھے، جب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہتھیار بند دیکھا، ڈرے، ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر پہلے ہمیں اس نے مرحبا کہا اس کے بعد طواف میں مصروف ہوا تو خوشنودی کی نشانی ہے اور اگر ہماری طرف متوجہ نہ ہوا اور پہلے طواف کرنے لگا تو سمجھ لیجیے کہ اپنے بھتیجے کا بدلہ لینے آیا ہے۔ کہتے ہیں ان دنوں مرحبا کا لفظ نعم صباحاً کے قائم مقام تھا۔ جب انہوں نے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے معترض دیکھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی اور نہ ہی نظر اٹھا کر دیکھا نہ انہیں سلام کیا، انہوں نے دروازہ بند کر لیا تو وہ سمجھ گئے کہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقام کی غرض سے آئے ہیں۔ طواف سے فارغ ہوتے ہی کفار پر حملہ آور ہوئے اور کہا: اے معاشر قریش! تم میں سے کس نے میرے بھتیجے کے ساتھ زیادتی کی ہے اور ظلم وتعدی میں حد سے بڑھا ہے۔ وہاں موجود لوگوں میں سے ابوجہل نے جواب میں پہل کی اور کہا: اے ابوالعمارہ! میں نے محمد ﷺ کو دُکھ اور ایذا دینے کی کوشش کی ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: اے ناقص ترین مخلوق! کیا وجہ تھی کہ تو نے اس مبارک بیٹے کو تکلیف پہنچائی۔ مجھے لات وعزّٰی کی قسم اگر میں

وہاں موجود ہوتا تو تلوار سے بے دریغ تمہارے سروں کو کاٹ دیتا اور کمان کو ابوجہل کے سر پر اس قدر زور سے مارا کہ کئی جگہوں سے اس کا سر پھٹ گیا، وہ شرمندگی سے کہتا تھا: ابوعمارہ کو انتقام لینے دو کیونکہ میں نے اس کے بھتیجے کو گالیاں دی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی تلاش میں مسجد حرام میں پہنچے، دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ایک گوشہ میں قبلہ رو بیٹھے ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت کے نزدیک آئے اور کہا: السلام علیک یا ابن اخی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی، دوبارہ کہا: السلام علیک یا ابن اخی۔ آنحضرت ﷺ اس طرف متوجہ ہوئے، آبدیدہ ہو کر فرمایا: وہ بے کس جس کا نہ کوئی چچا ہے نہ باپ، نہ اس کی ماں ہے نہ بھائی نہ کوئی یار و مددگار ہے، نہ کوئی کارگزار ہے نہ وزیر، نہ کوئی محرم ہے نہ رازداں، نہ کوئی ساتھی ہے نہ دوست، کسی کو اس سے کیا ہمدردی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا کر کہا: میں ﷺ آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: چچا جان! مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے مخلوقات کی طرف بھیجا ہے اگر آپ دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کریں اور شمشیر آبدار کے ساتھ میرے دشمنوں سے یہاں تک جنگ کرے کہ آپ کے اعضاء ان کے خون سے تر ہو جائیں اور ان بے ادبوں کی لاشوں کو اپنے گھوڑے کے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو پھر بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا جب تک آپ کلمہ شہادت زبان سے ادا نہیں کر لیتے اور میری نبوت و رسالت کی تصدیق نہیں کر لیتے۔ کچھ بھی قرب حاصل نہیں ہوگا۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے ابوجہل لعین کا سر تیری خاطر توڑا اور متکبروں کے ہاتھ تیری طرف بڑھنے سے روک دیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”چچا جان! اگر آپ ایمان لے آئیں تو مجھے اس انتقام سے کہیں زیادہ خوشی و مسرت حاصل ہوگی۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے قریش سے سنا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس نہایت ہی شیریں کلام ہے جس کے ذریعہ آپ لوگوں کو مسحور کر لیتے ہیں، وہ کلام آپ ﷺ نے کس سے سیکھا ہے اور وہ شعلہ کس آگ سے روشن کیا ہے؟“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ میرے خدا جل وعلاء کا کلام ہے۔ عرض کیا: اس میں سے کچھ مجھے بھی سنایئے۔ آنحضرت ﷺ نے سورہ مومن کی تلاوت شروع کی بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ **حم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم ۔ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول ط لا الہ الا ھو ط الیہ المصیر ۔** (سپارہ 24 سورہ مومن[4] آیت 1 تا 3)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے محمد ﷺ! اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا خدا گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر کہا: اس کلام سے کچھ اور پڑھیے۔ آنحضرت ﷺ نے سورہ طٰہٰ اس آیت تک پڑھی **لہ ما فی السموت وما فی الارض وما بینھما وما تحت الثری ۔** (سپارہ 16 سورہ طہ آیت 1 تا 6)

حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہمارے مکہ میں ڈیڑھ ہزار بت ہیں چھ سو ساٹھ کعبہ میں اور باقی مکہ میں، ایک بالشت کے برابر بھی ان کا حکم نہیں چلتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے میرے خدا کی ملکیت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آج رات آپ مجھے غور و فکر کرنے دیں کل آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ یہ کہہ کہ حضرت حمزہؓ آنحضرت ﷺ کے پاس سے واپس لوٹ گئے۔

حبیب خدا ﷺ کی دلداری کے لیے فرشتوں کا حاضر ہونا

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی دلداری اور دلجوئی کے لیے چار فرشتوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا، فرشتہ جبال، فرشتہ بحار، فرشتہ آفتاب اور فرشتہ باد، ان کو حکم دیا کہ آنحضرت ﷺ کی فرماں برداری کریں اور آپ ﷺ جو بھی فرمائیں اسے بجالائیں۔ سرور کائنات ﷺ نے ان سے ان کا حال پوچھا، ایک سے دریافت فرمایا کہ آپ فرشتوں کے کون سے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور آپ میں کس قدر قوت وطاقت ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں دریاؤں اور سمندروں پر موکل فرشتہ ہوں، اگر آپ ﷺ حکم دیں تو میں تمام سمندروں کو حکم دوں کہ وہ اپنا پانی باہر پھینک دیں اور تمام زمین طوفان نوح کی طرح غرق ہو جائے اس طرح سرکش باغی جماعت سے آپ ﷺ نجات پائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** ۔ پھر دوسرے سے پوچھا: تو کیسا فرشتہ ہے؟ اور تجھ میں کس قدر طاقت ہے؟ اس نے عرض کی: میں ہوا کا فرشتہ ہوں۔ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو میں مکہ پر ایسی ہوا چلاؤں کہ قوم عاد کی طرح لوگوں کو تباہ کر دے اور آپ ﷺ کو اس بدبخت قوم سے نجات مل جائے۔ آپ ﷺ نے پھر لاحول پڑھا۔ اس کے بعد تیسرے فرشتہ سے یہی سوال کیا، اس نے بتایا: میں سورج پر موکل فرشتہ ہوں، اگر آپ ﷺ چاہیں تو سورج کو کوہ اُحد کی چوٹیوں تک نیچے لے آؤں، کفار کے مغز پگھل جائیں جس سے وہ ہلاک ہو جائیں اور آپ ﷺ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے لاحول پڑھا۔ اس کے بعد چوتھے فرشتے سے بھی یہ سوال کیا۔ اس نے کہا: میں پہاڑوں پر موکل فرشتہ ہوں، اگر آپ ﷺ فرمائیں تو کوہ ابوقبیس کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر اہل مکہ کے سروں پر گرا کر سب کو خاک کے برابر کر دوں اور آپ ﷺ کو ان کے شر سے نجات دلا دوں۔

آپ ﷺ نے پھر **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھا اور فرمایا: میں دعا کرتا ہوں، تم آمین کہو۔ انہوں نے کہا: **سمعا وطاعۃ** ۔ پھر پیغمبر خدا ﷺ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: الٰہی ہم سے انواع واقسام کے عذاب وسزا کو اٹھا لے میری قوم کو سیدھے راستہ کی ہدایت فرما، انہیں راہ راست پر رکھ کیونکہ یہ قوم میری رسالت کو نہیں جانتی اور میرے حق کو نہیں پہچانتی۔ ملائکہ نے اس دعا پر آمین کہی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی تحسین وتعریف کی۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! حق تعالیٰ آپ ﷺ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ نے انبیاء کرام کے اضطرار اور بے چینی کے وقت ان کے پاس ہمیں بھیجا، تمام انبیاء نے قوم پر لعنت بھیجی اور عذاب کی درخواست کی، آپ ﷺ ہی نے ہدایت و صلاح کی دعا کی اور ان کی اصلاح ونجات کی کوشش کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے فرشتو! میرے پروردگار نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنوں، اس لیے نہیں بھیجا کہ لوگوں کے لیے عذاب کا سبب بن جاؤں۔ بعد ازاں فرشتے بارگاہ الٰہی میں واپس چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کے واقعہ کو بیان کیا۔

آنحضرت ﷺ کی تمام تر توجہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی طرف تھی آپ رات بھر دعا کرتے رہے۔ دعا یہ تھی: **اللھم اقر عینی باسلام عمی حمزۃ** ۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے آستانہ مبارک پر آئے اور محبت واشتیاق کا اظہار کرتے رہے۔ جب صبح صادق ہوئی اور دن نکل آیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ جب آپ ﷺ کی نظر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو فرمایا: چچا جان! ہمارے اور آپ کے درمیان آج ایمان لانے کا وعدہ تھا، اپنے وعدے کو پورا کیجیے۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بھتیجے ایسا ہی کروں گا۔ لیکن میری خاطر اس کلام میں سے جو کل آپ ﷺ نے پڑھا تھا، پھر پڑھیے۔ خواجہ عالم ﷺ نے سورہ الرحمٰن شروع کی بسم اللہ الرحمن الرحیم ؏ الرحمن ٥ علم القرآن ٥ خلق الانسان علمه البیان ٥ الشمس والقمر بحسبان ٥ والنجم والشجر یسجدان ٥ جب یہاں تک پہنچے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بھتیجے! میرے لیے اتنا ہی کافی ہے، میری عقل بتاتی ہے کہ نجم اور شجر مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے اشهد ان لا اله الا الله وانك عبده ورسوله ۔ پس حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلقہ اہل اسلام میں داخل ہو گئے اور دین اسلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت سے غلبہ حاصل کیا، قریش شکستہ دل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے پاس جانے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی دلجوئی کے لیے پہنچے، دولت اسلام حاصل کی اور شرافت متابعت سے سرفراز ہوئے، اس کے بعد انتقام لینے میں مصروف ہوئے اور اس منحوس کے سر کو سات جگہ سے زخمی کیا، جن سے خون بہتا تھا۔ ایک شخص مجلس سے اٹھا اور کہنے لگا: ابا عمارہ! ابھی آپ غصہ میں ہیں تھوڑی دیر صبر کیجیے تا کہ پھر پشیمان نہ ہونا پڑے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اس ملت سے روگردانی نہیں کروں گا۔ اگر تم میں طاقت ہے تو مجھے اس دین سے پھیر کر دکھاؤ۔ کفار اس بات سے بہت رنجیدہ ہوئے اور مسلمانوں کی ایذا سے ہاتھ روک لیا حالانکہ اس سے پہلے مسلمان ان سے بہت دکھ اٹھاتے تھے اور مقابلے اور جھگڑے کی طاقت ان میں نہیں تھی۔

جس روز حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے اس سے پہلے ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یوں ہوا کہ جب صحابہ کی تعداد انتالیس ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم دین کو پوشیدہ کیوں رکھیں، ظاہر کیوں نہ کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابھی ہم میں پوری طاقت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر ﷺ نے باہر نکلنے کے لیے بہت اصرار کیا اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ گھر سے باہر نکلے اور حرم میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ یہ پہلا خطبہ تھا جو دین اسلام میں پڑھا گیا، اس خطبہ میں اسلام کی دعوت تھی، مشرکین کو بہت ناگوار گزرا۔ پوری سختی سے مسلمانوں کی ایذا دہی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ لیا۔ عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعنۃ نے آپ کے چہرہ پر اس قدر کاری ضرب لگائی کہ ناک پر گہرے زخم آئے۔ قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں نے آ کر ان کے ہاتھ سے رہائی دلائی اور آپ کو گھر لے گئے، زخم اس قدر گہرے تھے کہ آپ کی تشویش ناک ہو چکی تھی اور شام تک بے ہوش پڑے رہے۔ ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلی بات جو ان کی زبان سے نکلی یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کس حال میں ہیں۔ وہاں موجود عزیزوں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگے یہ تمام دکھ اور تکلیفیں محمد (ﷺ) کی وجہ سے ہی تجھے پہنچی ہیں اور تم اسی طرح ان پر فریفتہ ہو۔ والدہ ام خیر نے کھانا تیار کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لائیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جب تک مجھے آنحضرت ﷺ کا حال معلوم نہ ہو جائے، میں کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، اگرچہ ان کی والدہ نے بہت اصرار کیا لیکن آپ رضامند نہ ہوئے، اپنی والدہ کو حضرت عمر بن الخطاب کی صاحبزادی ام جمیل کے پاس بھیجا تا کہ اس سے آنحضرت ﷺ کا حال معلوم کرے۔ ام جمیل نے ڈرتے ڈرتے کہا: میں کسی کو نہیں جانتی، اگر چاہیں تو میں آپ کے ساتھ ابوبکر کے پاس چلتی ہوں، جب وہاں پہنچی تو اس نے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی اور شکستہ خاطر پایا۔ ام جمیل نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جس قوم نے تمہارے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے ظالم اور بے انصاف ہے آخر کار وہ اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے آنحضرت ﷺ کا حال پوچھا۔ ام جمیل نے کہا: آنحضرت ﷺ خیر و عافیت سے ارقم کے گھر موجود ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے نذر مانی ہے کہ جب تک میں آنحضرت ﷺ کی زیارت نہ کرلوں گا، کھانا نہیں کھاؤں گا۔ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات تک صبر کیا، جب راستوں پر لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوگئی، ان دونوں عورتوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچایا۔ آنحضرت ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھا لیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوسے دیے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی متابعت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر بوسے دیتے اور روتے رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس زخم کے سوا جو خبیث عتبہ نے میرے چہرہ پر لگایا ہے کوئی تکلیف نہیں، اب میری والدہ حاضر ہیں دعا فرمایئے خدا انہیں بھی ایمان کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی، پھر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام خیر بھی مسلمان ہوگئیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جن کی تعداد اڑتالیس تھی ایک ماہ تک اسی گھر میں رہے۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی روز ایمان لائے جس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے یہ اذیت اور تکلیف پہنچائی تھی۔ اس طرح اس نقصان کی تلافی ہوگئی۔

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا

کتاب گھر کی پیشکش

روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے عمر کو ابوجہل کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا جو آپس میں کوئی راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ رات بھر یہ دعا مانگتے رہے: "اللھم اعزھذا الدین بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام۔" حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا دوسرے روز عمر بن الخطاب کے حق میں قبول فرمائی اور اسے دین اسلام کی ہدایت فرمائی۔ قصہ یوں ہوا کہ جب آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم آخر دو آیتوں تک نازل ہوئی، ابوجہل نے کہا: اے معشر قریش! محمد ﷺ تمہارے دین میں نقص نکالتا ہے، تمہارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، تمہارے آباؤ اجداد کا ٹھکانا دوزخ میں قرار دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ تمہارے معبودوں اور آباؤ اجداد کے ساتھ کرتا ہے۔ کیا ایسی باتیں سن کر ہم اپنے کان بہرے کرلیں اور ہر بار اسے چھوڑ دیں، تم میں سے جو شخص بھی (نعوذ باللہ) اسے قتل کرے گا، سرخ رنگ کے سو اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی جو چالیس ہزار درہم بنتی ہے، میں اسے دوں گا۔ قریش میں سے عمر اٹھے اور کہا جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا اسے پورا کرو گے یا یونہی باتیں بناتے ہو۔ اس نے کہا یقیناً میں جو کہہ رہا ہوں پورا کروں گا۔ عمر نے کہا: لات وعزّٰی کی قسم ایسا ہی ہے، اس نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ عمر نے ابوجہل کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ میں لے آئے اور ہبل جو سب سے بڑا بت تھا اسے گواہ بنایا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبے سے باہر نکلے اور تلوار حمائل کر کے آں سرور ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے چل پڑے۔ لات وعزّٰی کی قسم کھا کر کہا کہ میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کا سر نہ لے آؤں گا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی اور فرمایا تجھے اس وقت تک بیٹھنے نہیں دوں گا جب تک کہ تمہارے سر کو صدیقین اور مقربین کے پاؤں میں نہ ڈال دوں۔ اے عمر! تو نے محمد ﷺ کے قتل کے ارادہ سے تلوار اٹھائی ہے اسی تلوار کو تیرے شوق کا

طوق بنادوں گا اور تیرے کام جاں کو عشق محمد ﷺ کی لذت سے آشنا اور شیریں کروں گا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ایک ہزار چار سو چار مشہور شہر تیری تیغ سیاست سے زیور اسلام سے آراستہ کروں گا اور بارہ ہزار فرلانگ رومی علاقہ کو تیرے زیر فرمان کروں گا۔

القصہ راستہ میں بنی زہرہ کا ایک شخص جو زیور اسلام سے آراستہ تھا، لیکن قریش کے خوف سے اپنے دین کو چھپائے ہوئے تھا، اس سے ملا۔ پوچھا: عمر! کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا، محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس زہری شخص نے کہا: اس معاملہ میں تو نے جو جرأت کی ہے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے کیسے عہدہ برآ ہو گا۔ عمر نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی دین محمد ﷺ کی طرف رغبت رکھتا ہے اگر ایسا ہے تو قتل کا آغاز تجھ سے ہی کرتا ہوں۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ میں اپنے آبا کے دین پر ہوں۔ اس شخص کی آبا سے مراد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام تھے۔

اس کے بعد وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ مقام ابطح میں پہنچے، لوگ ایک بچھڑے کو ذبح کرنے کے لیے مذبح میں لائے تھے اور وہاں بہت سارے لوگ اکٹھے تھے۔ وہ بچھڑا فصیح و بلیغ طریقہ سے یہ کلمات کہہ رہا تھا یا آل ذریح امر نجیح رجل نصیح بلسان فصیح یدعو کم الی دین صحیح، ایک روایت میں یدعو کم الی شهادة ان لا اله الا الله محمد رسول الله، لوگ اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور اسے تنہا چھوڑ دیا۔ (مواجب الدنیا' خصائص الکبریٰ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں اس واقعہ سے خوف پیدا ہو گیا۔ جب آپ کعبہ میں پہنچے جہاں سرداران قریش دار اسماعیل میں جمع تھے، گوسالہ کا قصہ جیسا انہوں نے دیکھا اور سنا تھا، ان سے بیان کیا۔ ابوجہل نے کہا: یہ عجیب وغریب واقعہ ہے، عمر کے علاوہ جو بھی یہ بات کہتا میں یقین نہ کرتا، لیکن اے عمر! میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرنا اور اس راز کو پوشیدہ اور محفوظ رکھ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: و اللہ ما کتمت شیئاً سمعت لاحقا و لا باطلا، خدا کی قسم جو کچھ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے خواہ وہ حق ہے یا باطل میں اسے نہیں چھپاؤں گا، رؤساء بنی عدی متردد ہوئے اور کوشش کی کہ کسی طرح عمر کو اس کے اظہار سے باز رکھیں مگر عمر نے کوئی توجہ نہ کی اور آنحضرت ﷺ کی تلاش میں چل پڑے، راستہ میں بنی خزاعہ کی ایک جماعت انہیں ملی یہ لوگ اپنے ایک جھگڑے کے فیصلہ کے لیے بت خانہ میں جا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کہہ کر ساتھ لے لیا، جب بت کے سامنے پہنچے اور قصہ بیان کر کے جواب کے منتظر تھے کہ بت کے پیٹ سے ہاتف نے یہ اشعار پڑھے:

یا ایها الناس ذو الاجسام — ما انتم وطایس الاحلام
ومسند الحکم الی الاصنام — فکلکم اراده هموا کالهمام
اما ترون ماری امام — من ساطع یجلوا الظلام
قد لاح للناظرین التهام — حتی یری الناظر بالشام
اکرمه الرحمن مامن الامام — یامر باصلوٰة والصیام

والبر والصلة للارحام
ویزجر الناس عن الاثام

(از معارج النبوت جلد دوم ص 294)

http://kitaabghar.com

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بت کی زبان سے یہ باتیں سنیں تو مکان سے باہر نکلے اور دل میں کہا کہ چند عجیب چیزیں مشاہدہ سے گزری ہیں اس سے پہلے محمد ﷺ کا مشن اور مقصد کامیابی سے ہمکنار ہو مجھے (نعوذ باللہ) ان کے قتل میں جلدی کرنی چاہیے۔ راستہ میں بنی عبدالمطلب سے ایک شخص (جسے نعیم بن عدی بن اظلام کہا جاتا ہے) ملا، اُس نے پوچھا: اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) کے قتل کے ارادے سے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا تجھے کوئی خوف نہیں کہ اس قدر خطرناک کام کا ارادہ رکھتا ہے۔ عمر نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی دین محمد (ﷺ) کی طرف رغبت رکھتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو پہلے تجھے قتل کرنا چاہیے۔ اس نے کہا: میں اپنے آبا کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے عمر! میں تجھے ایک عجیب چیز سے واقف کروں؟ عمر نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: تیری ہمشیرہ فاطمہ اور اس کا خاوند سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے بھی دین محمد (ﷺ) قبول کر لیا ہے، پہلے اپنے خاندان کی اصلاح کر و اس کے بعد دوسروں کی فکر کرنا عمر کو تعجب ہوا اور اس سے اس بات کی صداقت پر گواہ طلب کیا۔ اس نے کہا: اگر اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا ہے تو ایک بکری ذبح کر، اگر وہ تیرا ذبیحہ کھا لیں تو سمجھنا کہ وہ تیرے ہی دین پر ہیں ورنہ محمد (ﷺ) کے دین پر ہیں۔ عمر پہلے اپنی ہمشیرہ کے گھر گئے، ان دنوں سورہ طٰہٰ اتری ہوئی تھی، عمر کی بہن اپنے خاوند کے ساتھ حضرت خباب بن الارث سے اس سورہ کی تلاوت سیکھ رہے تھے، گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ عمر تھوڑی دیر دروازے پر ٹھہرے ان کی آوازیں سنتے رہے، پھر دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹایا، جب انہیں معلوم ہوا کہ دروازے پر عمر ہیں، اس صحیفہ کو (جس پر سورہ لکھی ہوئی تھی) اسے اور حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر کے ایک کونے میں چھپا دیا، دروازہ کھولا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے اور بہن سے پوچھا: میں نے کچھ آواز سنی ہے تم کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے کہا، کوئی بات تھی جو ہم آپس میں کر رہے تھے۔ عمر نے کہا: مجھے ایک بکری چاہیے، انہوں نے پیش کر دی، انہوں نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، گوشت کو بھون کر بہن اور بہنوئی کو کھانے کی دعوت دی، انہوں نے معذرت کی کہ ہم نے نذر مانی ہوئی ہے کہ ہم گوشت نہیں کھائیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم تیرا ذبیحہ نہیں کھائیں گے۔ عمر کو نعیم کی بات میں صداقت معلوم ہوئی۔ حقیقت حال معلوم کرنے کے بعد اپنی بہن کو مارنے لگے، اس کا خاوند سعید مصالحت اور چھڑانے کے لیے آگے بڑھا تو اسے سر کے بالوں سے پکڑ کر پیٹنے لگے، بہن اسے چھڑانے لگی تو اس کے سر پر زخم آیا اور اس سے خون بہہ کر اُس کے چہرہ پر آ گیا، بہن چلائی: اے عمر! ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور محمد ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں، اگر تم ہم کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے گا ہم اس دین سے نہیں پھریں گے۔

پھر بے تحاشہ اونچی آواز سے کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اے عمر! تیری خلاف منشا ہم ایمان لا چکے ہیں عمر حیران رہ گئے اور اس کام سے پشیمان ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خباب بن الارث گھر میں چھپا ہوا تھا اور انہیں قرآن پڑھا رہا تھا، عمر نے اس کی آواز سے متعلق بہن سے پوچھا، اس نے کہا: میں اور میرا خاوند ہی تھے کوئی اور نہیں تھا، عمر نے کہا: ایک غیر آدمی کی آواز تمہارے درمیان آ رہی تھی، عمر اس مکان میں داخل ہوئے اور خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر لے آئے اور اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیا، سعید اسے چھڑانے کے لیے آیا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاقت ور تھے، دونوں پر غالب آئے، بہن خاوند کی مدد کے لیے آئی، وہ بھی مغلوب ہو گئی، اس کا سر پھٹ گیا، چہرہ خون آلود تھا لیکن دین کفر سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھ رہی تھی، عمر نے جب اپنی بہن کی اپنے دین میں

یہ سختی دیکھی تو مار کٹائی سے ہاتھ روکا اور اس کی دلجوئی کرنے لگے۔ مکان کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ دوسرے گوشہ میں بیٹھی رہی، جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو ان کی بہن اٹھی اور خاوند کو اٹھایا، وضو کر کے تلاوت میں مشغول ہو گئے اور سورہ طٰہٰ پڑھنا شروع کی بسم اللہ الرحمن الرحیم ط طٰہٰ ما انزلنا علیك القرآن لتشقی ط الاتذکرۃ لمن یخشی تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلی الرحمن علی العرش استوی لہ ما فی السموت وما فی الارض وما بینھما وما تحت الثری ط عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں سوچا کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ محمد ﷺ کے خدا کا ہے۔ عمر حیران ہوئے اور اپنی بہن سے مخاطب ہو کر کہا: فاطمہ اس نے پوچھا: کیا بات ہے؟ عمر نے کہا: جو کچھ زمین و آسمان اور تحت الثریٰ میں ہے وہ تمہارے خدا کی ملکیت ہے؟ فاطمہ نے کہا: ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ کہنے لگے: ہمارے ڈیڑھ ہزار بت ہیں جن کا حکم مکہ کی ایک انچ زمین میں بھی نافذ نہیں ہوتا، اپنی یہ کتاب مجھے دو تا کہ میں مطالعہ کروں۔ فاطمہ نے کہا: آپ کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں اور یہ کتاب وہ ہے جسے "لایمسہ الا المطھرون " پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ عمر نے پوچھا: تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے کہا: اُٹھ کر غسل کیجیے تا کہ آپ میں یہ کتاب چھونے کی صلاحیت پیدا ہو۔ عمر اٹھے، غسل کیا پھر ان کی بہن نے کہا: ممکن ہے آپ اس کتاب سے بے ادبی کریں۔ عمر نے قسم کھائی کہ اس کی عزت و توقیر میں کوئی کمی نہیں کروں گا، اور کہا: مجھے فاطمہ کے خدا کی قسم میں اپنے دل میں اسلام کی محبت پاتا ہوں۔ فاطمہ نے صحیفہ عمر کے ہاتھ میں دے دیا، انہوں نے اسے اپنی گود میں رکھا، سعید ان کے قریب آیا اور سورہ طٰہٰ پڑھنی شروع کی، جب اس جگہ پہنچا اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ ، اس کلام کی تلاوت کی شیرینی اور فصاحت و بلاغت نے انکار کی باگ کو ان کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس کلام کے اعجاز اور اس بیان کی حقیقت کا اعتراف کیا، کہنے لگے: کس قدر عمدہ کلام اور اچھا خطاب ہے۔ ان ھذا الرب اھل لان نعب اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ ﷺ۔ جب یہ الفاظ ان کی زبان سے نکلے، حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا کہ فاتح الابواب نے عمر کے دل کا دروازہ کھول دیا ہے اور دعا مقبول ہوئی، مکان سے باہر نکلے اور کہا: اے عمر! تجھے خوشخبری ہو کہ کل آنحضرت ﷺ نے تیرے متعلق دعا فرمائی تھی اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی درگاہ سے تیرے یا ابوجہل کے ایمان لانے کی درخواست کی تھی، فرمایا تھا اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب اوبابی جھل ھشام ۔ قبولیت کا اثر تیری ذات میں ظاہر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے خباب! مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچایئے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو لیے اور آنحضرت ﷺ کے دردولت پر پہنچنے میں رہنمائی کی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس رات صبح تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دردوسوز کے ساتھ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات میں مصروف رہے اور آنحضرت ﷺ کا شوق دیدار لحہ بہ لحہ فزوں تر ہوتا گیا، جب صبح ہوئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے خباب! آنحضرت ﷺ کہاں ہیں؟ تا کہ آپ کے دین اسلام کی غلامی کا شرف جلد از جلد حاصل کروں اور عزت و شرف کی گردن میں خدمت و حق گزاری کی رسی ڈالوں۔ آنحضرت ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر اور ایک روایت میں حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ ایک شخص کو نگہبانی کے لیے دروازے پر بٹھا رکھا تھا، مسلمان کفار کے ارادے اور سید ابرار ﷺ کے قتل پر ان کے اتفاق کر لینے سے بہت خائف اور ہراساں تھے، دشمن کعبہ کے

دروازے پر جمع تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ ہر لحہ ان شکستہ دل فقراء کے کانوں میں ڈھول اور نقارے کی آواز پہنچ رہی تھی، ان کا خوف اور ڈر بڑھ رہا تھا، اور دل شہادت پر پختہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے کہ بعض کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہائے افسوس! ہم ان چند پر فریب کمینوں کے ہاتھ قتل ہوں گے اور ایک مرتبہ بھی اعلانیہ کلمہ شہادت نہ کہہ سکیں گے۔ کہتے ہیں کہ انتہائی حسرت سے آنحضرت کی طرف رخ کر کے کہتے: "اے آسمان رسالت کے آفتاب اور اے وادی گمراہی کے پریشان حال لوگوں کے لیے ہادی و رہنما! ہمیں اجازت فرمایئے کہ ہم اس گھر سے باہر نکلیں اور فقراء کی آواز میں آواز ملا کر ایک دفعہ کلمہ شہادت **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ﷺ عالم بالا کے رہنے والوں کے کانوں تک پہنچائیں۔ اس کے بعد اگر ہم شہادت کی سعادت حاصل کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔" خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: اے فقراء! حوصلہ کرو، وہ قادر جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود کو گل گلزار میں تبدیل کر دیا تھا اور جادوگروں کے جادو کو انہی پر الٹا دیا تھا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو تیغ سیاست سے محفوظ رکھا، وہ ان فقراء کو بھی اشرار کے شر اور کفار کے ضرر سے اپنی حمایت کی پناہ میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔

جب آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو پریشان خاطر دیکھا، گھر کے ایک گوشہ میں تشریف لے جا کر قاضی الحاجات کی درگاہ میں مناجات میں مصروف ہوئے، عمامہ مبارک سر سے اتار دیا اور چادر پاک کو گردن میں ڈالا اور کہا: اے اللہ! مشرق و مغرب تک تمام دُنیا میں صرف یہ اتالیس آدمی ہیں جو تیری عبادت کرتے ہیں اور دل و جان سے تجھ سے محبت کرتے ہیں ان کے سوز سینہ اور ان کی آنکھوں کے آنسوؤں کی حرمت کے طفیل ہمیں ان کفار کے شر سے محفوظ رکھ اور ان میں سے ایک سردار ہم کمزوروں کی مدد کے لیے بھیج دے جو ان زخمی دلوں کے زخموں کی مرہم بن سکے، آپ ابھی اسی دعا و مناجات میں تھے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آ پہنچے اور کہا: یا رسول اللہ! جب آپ ﷺ نے جناب قدس الٰہی سے روسائے قوم میں سے ایک نگہبان اور مددگار طلب کیا ہے جو دین اسلام کی امداد کرے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ سے پاکیزہ خطاب پہنچا کہ اے مقرب فرشتو! اس جگہ سے جہاں کعبہ کا دروازہ ہے ارقم بن ارقم کے گھر تک تمام صف بہ صف کھڑے ہو جاؤ اور نچھاور کرنے کے لیے تھالوں کے تھال اپنے ہاتھوں پر رکھو اور اے اہل آسمان! آؤ دیکھو، نظارہ کرو کہ ہم اپنے حبیب کی امت کی بیوہ عورتوں کے لیے لکڑیاں جمع کرنے والا بھیج رہے ہیں، نہیں نہیں بلکہ ہم بارگاہ محمد ﷺ کے لیے ایک محافظ و نگہبان مقرر کرتے ہیں، خطہ اسلام کی مملکت کے لیے سپہ سالار مقرر کرتے ہیں، اے فرشتو! **اطرقوا اطرقوا** کہتے ہوئے راستہ کو کشادہ کرو اور اس سپہ سالار میدان عنایت کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔

جب دروازے کی زنجیر اور آواز صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی جستجو کی تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شمشیر گلے میں حمائل کیے دیکھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کے قتل کے ارادہ سے آیا ہے۔ خوف کی وجہ سے اس کے ایمان لے آنے اور خیالات کی تبدیلی کی انہیں کوئی خبر نہیں تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: وہ ایک آدمی ہی تو ہے، اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر بھلائی اور اچھے ارادہ سے آیا ہے تو اسے مبارک ہو اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ دوں گا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے اور کہا: اے عمر! تیرا کیا خیال ہے؟ کہ اس قدر بنی عبدالمطلب کے ہوتے ہوئے جو لوہے کو دانتوں سے چباتے اور عزت و نام کے لیے جانیں چھڑکتے ہیں۔ میں اس گھر میں ہوں ایسی حالت میں تو یہ توقع رکھتا ہے کہ محمد ﷺ پر حملہ آور ہو جائے گا، اس خیال کو دل سے نکال دو۔ جب گفت و شنید کی آواز

آنحضرت ﷺ کو پہنچی، آپ ﷺ بذات خود عمر بن خطاب باہر تشریف لے آئے، دیکھا کہ عمر کندھے پر تلوار لٹکائے دروازے پر کھڑا ہے، آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کی کمر میں ڈال کر اس قدر بھینچا کہ اس کے جسم کا ایک ایک اعضا لرز اٹھا اور تلوار کندھے سے گر پڑی۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس روز آنحضرت ﷺ نے مجھے بھینچا یوں محسوس ہوا کہ میری ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ جب عمر بن خطاب نے آنحضرت ﷺ سے یہ کیفیت ملاحظہ کی تو پکار اٹھا: اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ ۔ اس کے بعد شرمندگی سے اپنا سر آنحضرت ﷺ کے سامنے جھکا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغل میں لیا ان کے چہرہ اور سر کو بوسے دیئے اور تکبیر کہنے لگے۔ جب آنحضرت ﷺ کی تکبیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سنی، تمام تکبیر کہتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کو باہر آئے، اسے مبارک دیتے اور ان کے اسلام لانے پر خوش ہوئے۔

(یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ عمر بن خطاب جب دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے تو مسلمانوں کے سخت ترین دشمن قرار پاتے تھے اور ان کا نام دوزخیوں میں شامل تھا لیکن جب نبی کریم ﷺ کی دعا سے وہ حلقہ اسلام میں پہنچے تو نہ صرف فرشتوں کی کثیر جماعتیں ان کے استقبال کے لیے در نبی ﷺ پر موجود تھیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی دعا کے طفیل آپ عمر بن خطاب سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن گئے "جن سے اللہ راضی ہو گیا" ۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام سے پہلے انسان کی حیثیت زمین پر رینگنے والے کیڑے کی بھی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے نافرمانوں میں اس کا شمار ہوتا ہے اس دنیا اور آخرت میں بھی اس کے لیے تباہی اور عذاب لکھ دیا گیا ہوتا ہے لیکن اسلام قبول کرنے اور نبی کریم ﷺ کی غلامی قبول کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک وسیع و عریض اسلامی سلطنت کے خلیفہ دوم بھی بنے، صحابہ کرام میں بھی افضل مقام پایا اور جنت الفردوس کے حق دار بھی۔ اور بعد از قیامت بھی آپؓ کا نام انتہائی عزت و احترام سے لیا جاتا رہے گا۔ ان شاء اللہ)

حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اب مسلمانوں کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے فرمایا: اب تمہاری شرکت سے چالیس ہو چکی ہے۔ عرض کی: لات و عزّیٰ کو کھلم کھلا پوجا جاتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالم کے خدا کی عبادت چھپ کر کریں خدا کی قسم ہم بھی خدا تعالیٰ کی عبادت اعلانیہ کریں گے، اندر باہر ہر جگہ عبادت کریں گے، اسی روز اور ایک روایت میں دوسرے روز حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کو باہر لے آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دائیں جانب، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے اور ان سے بھی آگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، تمام کے ہاتھ میں برہنہ تلواریں تھیں اور باقی تمام مسلمان آنحضرت ﷺ کے پیچھے صف باندھے چل رہے تھے کعبہ تک گئے، سرداران قریش دار اسمٰعیل میں جمع تھے۔ دور سے جب ان کی نظر حضرت عمرؓ پر پڑی اور آنحضرت ﷺ کو اپنے تمام دوستوں کے ساتھ اکٹھا دیکھا، پہلے انہوں نے خیال کیا کہ شاید حضرت عمرؓ تمام لوگوں کو قتل کے لیے لا رہے ہیں۔ اچانک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے کہا: جو شخص مجھے جانتا ہے اور جو شخص نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں عمر بن خطاب ہوں۔ اے معاشر قریش! اسلام قبول کرو اور محمد ﷺ کی متابعت میں جلدی کرو ورنہ اس تلوار کے ساتھ بے دریغ تمہارے سر اڑا دوں گا اور ایک بھی کافر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جب دشمنوں کی جماعت نے یہ آواز سنی تمام نے راہ فرار اختیار کی انہوں نے کہا: اے عمر! تو نے بھی دین محمد ﷺ قبول کر لیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں!

کفار اس واقعہ سے سخت حیران ہوئے کہ عمر، محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لیے گیا تھا اور اس کی غلامی کی رسی اپنی گردن میں ڈال کر واپس آیا۔ انہوں نے آپس میں کہا یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ ہم بھی جان کی بازی لگاتے ہیں اور آتش محمدی ﷺ کو بجھانے، احمدی شعلوں کی چمک کو مٹانے کی ہم پوری کوشش کرتے ہیں۔ تمام مل کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ آور ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے مسلمانوں نے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد کے لیے تلواریں کھینچ لیں اور کفار کو بھگا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر ان میں سب سے بڑے کو پکڑ لیا اور اٹھا کر پھینک دیا، اس کے سینہ پر بیٹھ گئے، انگلی اس آنکھوں میں ڈال دی، وہ فریاد کرتا تھا کہ میری امداد کو پہنچو، عمر مجھے ہلاک کر رہا ہے۔ بڑی کوشش کے بعد اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے چھٹکارا ملا تو وہ بھاگ نکلا اور کعبہ کے میدان کو مسلمانوں کے لیے خالی کر دیا۔

آنحضرت ﷺ نے مسجد حرام میں دو رکعت نماز پڑھی اور ایک روایت کے مطابق ظہر کی نماز با جماعت ادا کی، وہ ظہور اسلام کا پہلا دن تھا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ کا دل مبارک کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کی بہت رغبت رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بہت زیادہ اظہار شوق فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا دست مبارک پکڑا اور آپ کو بیت اللہ شریف کے اندر لے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے مکان کو بتوں سے بھرا ہوا دیکھا، عصا مبارک کے ساتھ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے: قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔ یک دم تمام بت سجدہ میں گر پڑے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یا یھا النبی حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنین ، یعنی اے پیغمبر ﷺ آپ کے لیے صرف اللہ ہی کافی ہے اور دین میں تیرے پیروکار۔ مفسرین کہتے ہیں کہ "پیروکاروں" سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سنان فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے دکھ دینے والوں سے بدلہ نہیں لے سکتے تھے، روایت میں ہے کہ جس روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے، اسلام نے بہت ترقی کی۔

مسلمانوں کا بائیکاٹ اور
شعیب ابوطالب کا محاصرہ

مسلمانوں کا بائیکاٹ

جب کفارِ قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز طاقت پکڑ رہا ہے اور پیغمبر ﷺ کی شان و شوکت لحہ بہ لحہ بلند ہو رہی ہے تو ان کی دشمنی، سرکشی اور حسد زیادہ ہوا، لیکن حضرت ابوطالب کی حمایت اور بنی عبدالمطلب کی رعایت کی وجہ سے آنحضرت سے تعرض نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کے بعد، شریعت کے محل کی بنیادیں حضرت فاروق اعظم اور سید الشہداء کی امداد سے مضبوط ہوئیں، طبلِ نبوت کی آواز دور و نزدیک پہنچی، صحابہ کی ایک جماعت نے حبشہ کے اندر امن و فراغت سے اپنا وطن بنالیا اور اصحاب رسول اللہ کو ایک ہجرت کرنے کی جگہ مل گئی، کفار نے آپس میں طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے دشمنوں کے ازالہ کے لیے پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو بنیاد سے اکھاڑنے کی ہر ممکنہ کوشش کریں گے، اور محمد کو (نعوذ باللہ) ضرور قتل کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ تمام اشرافِ قریش حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: دو کاموں میں سے ایک کام کیجئے یا محمد ﷺ کو ہمارے سپرد کر دیجئے تاکہ ہم اُسے ہلاک کر دیں کیونکہ اس نے ہم سب کے دین کی مخالفت کی ہے۔ یا ہم قریشیوں کی مخالفت، جنگ اور دشمنی کے لیے تیار ہو جایئے۔ یقین کیجئے۔ ہم آپ کے بھتیجے کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے یا وہ ہم سے اور ہمارے دین سے تعرض کرنا اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے یہ کہہ کر مجلس سے اٹھ گئے۔ سوچ سمجھ کر علی الصبح ان کا جواب دیں۔ حضرت ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کو بلایا اور قوم سے جو کچھ انہوں نے سنا تھا آنحضرت ﷺ کو بتایا، پھر آپ ﷺ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے فرزند ارجمند! مجھ پر رحم کر، اور اس گرہ کو جہاں تک ہو سکے کھول، ان کو ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے اپنی زبان روکیے، کیونکہ یہ فساد کا باعث اور انکار اور دشمنی کا سبب بنے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے حکم سے کر رہا ہوں۔ آپ کے کہنے سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اور غیروں کے ڈرانے اور دھمکیوں سے تغیر نہیں ہوگا۔ اگر تبلیغ رسالت میں میری مدد کریں تو آپ کے لیے بہتر ہوگا ورنہ خدا تعالیٰ کی عنایت اور آسمانی مدد سے میرا کام پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ یہ کہہ کر مجلس سے اٹھ گئے حضرت ابوطالب پر اس بات سے رقت طاری ہوئی، آنحضرت ﷺ کو بٹھایا اور کہا: اے محمد ﷺ! اپنے کام پر مضبوط رہیے اور جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کیجیے جب تک میں زندہ ہوں دشمن آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔

جب کفار نے حضرت ابوطالب کو آنحضرت ﷺ کی حفاظت و حمایت میں کوشاں پایا تو وہ بنو ہاشم میں متحد ہو گئے، دشمنی کی بنیاد کو مضبوط

کرنے کے لیے قریش نے ایک دوسرے کے ساتھ عہد باندھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ نکاح، خرید و فروخت، میل ملاپ نہیں کریں گے اور کسی کام میں ان کی مدد نہیں کریں گے اور مکہ کی سرزمین میں انہیں کسی چیز سے نفع اٹھانے کی اجازت نہیں دیں گے، ان سے صلہ رحمی ختم ہوگی اور ان سے سلام وکلام قطع کرنا ضروری ہوگا، ان کے ساتھ محمد ﷺ کے قتل کے سوا کسی دوسری چیز پر صلح نہیں ہوگی۔

اس بارے میں انہوں نے ایک عہد نامہ لکھا، چالیس سرداروں نے اس تحریر پر مہریں لگائیں اور ریشم میں لپیٹ کر موم جامہ پہنا کر کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا تا کہ اس معاہدہ کو توڑنے کی کوئی کوشش نہ کرے۔ اس تحریر کا کاتب منصور بن عکرمہ بن عامر تھا، وہ بدبخت اس تحریر کی وجہ سے شل ہوگیا تھا۔

القصہ جب حضرت ابوطالب کو اطلاع ملی، بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلایا اور سید عالم ﷺ کی حفاظت و نگہبانی کے لیے ان سے مدد طلب کی، مسلمان آخرت میں درجات کی بلندی اور مشرکین اپنے قبیلے کے تعصب اور حمیت کی بنا پر جیسا کہ عربوں کی عادت ہے، مدد کے لیے کمربستہ ہوئے، حضرت ابوطالب، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احتیاط کے طور پر ایک گھاٹی میں جو انہی کے نام سے منسوب تھی (یعنی شعیب ابوطالب) میں آگئے، ابولہب کے سوا دوسرے تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نے ان سے موافقت کی، اس نے انتہائی بدبختی سے انکار کردیا۔ جب کفار کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس عہد کو قسم کے ساتھ پختہ کیا اور اس گھاٹی میں ان کا محاصرہ کرلیا، ان میں سے جو باہر نکلتا اسے قسما قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں دیتے، بازاروں میں سوداگروں اور دکانداروں کو کہہ دیا تھا کہ کسی قسم کا کوئی سامان بنی ہاشم کے ہاتھ فروخت نہ کرے، نہ ہی کوئی ہدیہ یا تحفہ دے۔ روایت ہے کہ گھاٹی میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں کا کام بہت دشوار ہوگیا۔ جب بھی اہل اسلام میں سے کوئی اس جائے امن سے باہر قدم رکھتا، کفار کے لوگ اسے بے حد تکلیفیں پہنچاتے، یہاں تک کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کی یہ طاقت نہیں تھی کہ موسم حج اور عمرہ کے علاوہ کسی وقت اس گھاٹی سے باہر نکل سکیں۔ موسم حج میں جب باہر نکلتے تو ہر شخص پوری کوشش اور تگ ودو کے بعد معمولی کھانے پینے کا سامان حاصل کر کے واپس شعیب ابوطالب میں چلا جاتا، پورا سال اسی سے طرح گزارا۔ ایام حج میں بھی ابوجہل، نضر بن الحارث، عاص بن وائل اور عتبہ بن ابی معیط وغیرہ سرراہ جاتے اور جو لوگ کھانے پینے کی چیزیں فروخت کے لیے لاتے انہیں کہتے تم میں سے جو شخص ان کو کھانا بیچے گا اس کے مال واسباب تباہ ہوں گے۔ اگر کبھی موسم حج میں بے مروت مخالفین دیکھتے کہ پیغمبر ﷺ کا کوئی غلام کوئی چیز خرید رہا ہے تو زیادہ قیمت پر وہ چیز خود خرید لیتے، وہ مظلوم اس سے محروم واپس ہو جاتا، مکہ کے رہنے والوں کو خود اتنی توفیق کہاں تھی کہ ایک مثقال کھانا بھی مسلمانوں کو بھیج دیں۔ اگر مشرکین میں سے کوئی رحم کرتا اور صلہ رحمی کرتا، اپنے رشتہ داروں کے پاس پوشیدہ طور پر کچھ کھانا بھیجتا، کفار مکہ کو اس کی خبر ہو جاتی اسے سختی سے منع اور ذلیل وخوار کرتے، ان کے آنے جانے کا راستہ بند کرتے، ان کے رشتہ داروں اور لواحقین میں سے جسے بھی وہ پاتے اس کے ہاتھ پاؤں توڑتے، زخمی کرتے تا کہ وہ قافلے اور بازار سے طعام نہ خریدیں اور ان کے چوپائے اس وادی میں نہ چریں، ان کا ناطقہ تنگ ہوگیا۔ ناپاک ولید بن مغیرہ اور وہ خوں آشام کتا ابوجہل بن ہشام اہل اسلام کو تنگ کرنے اور تشدد کرنے میں سب سے زیادہ پیش پیش تھے۔

بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا داماد ابوالعاص بن الربیع کبھی کبھی رات کو گھاٹی میں کھجوروں اور گندم کا قافلہ لاتا، رسول اللہ ﷺ نے

اس کے حق میں فرمایا: یعنی ابو العاص نے ہمارے ساتھ حق دامادی ادا کیا، ہم نے اسے اچھا داماد پایا، رات کے وقت گندم اور کھجوروں کو شعیب ابوطالب میں بھیجتا ایسے وقت میں جبکہ کفار نے ہمارا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب آنحضرت ﷺ پر شفقت کی بنا پر گھاٹی کی مضبوطی کی انتہائی کوشش کرتے اور کسی وقت بھی آنحضرت ﷺ کی حفاظت میں غفلت اور سستی نہ کرتے۔ رات کے وقت جب سورج غروب ہو جاتا، تلوار حمائل کر کے آپ ﷺ کے گھر کے گرد پہرہ دیتے، شمع کے گرد پروانہ کی طرح طواف کرتے اور کبھی رات کے پہلے حصہ میں جس جگہ آنحضرت ﷺ آرام فرماتے، رات کے آخری حصہ میں کسی دوسری جگہ لے جا کر سلاتے، دن کے وقت اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے مقرر فرماتے، قریش کا تشدد حضرت ابو طالب، بنی عبدالمطلب اور ان کے احباب پر انتہا کو پہنچا۔ یہاں تک کہ کفار کے ساتھ معاہدہ کرنے والے اکثر خود پشیمان اور رنجیدہ ہو گئے۔

روایت ہے کہ کفار قریش میں سے سب سے پہلا شخص جو اس عہد کو توڑنے کا باعث ہوا، ہشام بن عمرو بن الحارث تھا، ہشام، زہیرہ بن امیہ المخزومی کے پاس گیا اور کہا: اے زہیر! مروت و جوانمردی کے مذہب میں یہ کب جائز ہے کہ تم تو لذیذ کھانا کھائے خوشگوار پانی پیو اور بڑی آسائش سے دن گزارے اور تیرے بھائی بدترین حالات میں روز و شب بسر کریں، یہاں تک کہ ان سے کوئی خرید و فروخت بھی نہ کرے، خدا کی قسم! اگر تو ابی الحکم بن ہشام یعنی ابوجہل کو اس کے رشتہ داروں کے متعلق ایسی ہی بات کہے جو اس نے تجھے کہہ رکھی ہے تو وہ ہرگز قبول نہ کرتا اور تیرے ساتھ موافقت نہ کرتا۔ زہیر نے جواب دیا: خدا کی قسم اگر میرے ساتھ دوسرا شخص ہوتا تو اس پختہ معاہدے کو توڑنے کی کوشش کرتا، ہشام نے کہا: میں نے دوسرا شخص پالیا ہے جو اس معاملہ میں تیری موافقت کرے گا۔ زہیر نے پوچھا: وہ کون ہے۔ اس نے کہا میں ہوں۔ زہیر کہنے لگا: تیسرا شخص تیار کرو۔ ہشام، مطعم بن عدی بن نوفل بن مناف کے پاس گیا اور کہا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ عبد مناف کے دو قبیلے محنت، فقر اور بھوک سے ہلاک ہو جائیں، تو اس سے واقف ہونے کے باوجود قریش کے ساتھ ان کی مخالفت میں موافقت کرے، اس نے کہا: ایک آدمی سے کیا ہو سکتا ہے؟ ہشام نے کہا: اس کام میں مَیں اور زہیر بھی ہمارے ساتھ ہے۔ مطعم نے کہا: چوتھا موافق پیدا کرو، ہشام ابوالبختری کے پاس گیا، گزشتہ حکایات کی مانند اس سے گفتگو کی، ابوالبختری نے کہا: اگر پانچواں حمایتی مل جائے تو ان پانچ دوستوں کی امداد سے امید ہے ہماری مہم کامیاب ہو جائے گی۔ ہشام نے زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن عبدالعزی سے ملاقات کی، زمعہ نے پوچھا کہ اس کام میں ہمارے موافق کوئی شخص ہے۔ ہشام نے تمام متفق دوستوں کے نام بتائے۔ قصہ مختصر طے پایا کہ رات کے وقت وہ تمام لوگ جو اس کار خیر میں کوشش کر رہے ہیں۔ مکہ کے قبرستان حجون میں جمع ہوں اور قریش کے معاہدہ کو توڑنے کے لیے عہد و پیمان باندھیں جب رات ہوئی تو پانچوں دوست مقررہ جگہ پر جمع ہوئے اور طے کیا کہ کل اس بیہودہ معاہدہ کو توڑنے کی کوشش کریں گے اور اس مضبوط صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ زہیر نے کہا: میں کل قریش کی مجلس میں بات شروع کروں گا، تم میری امداد کرنا، اتفاق رائے کے بعد تمام اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے، اگلی صبح وہ پانچوں قریش کی مجلس میں پہنچے، پہلے زہیر طواف کے بعد قوم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے اہل مکہ! کیا یہ جائز کام ہے کہ ہم آرام و آسائش سے زندگی گزاریں لذیذ کھانے کھائیں عمدہ لباس زیب تن کریں اور ناز و نعم سے گزر بسر کریں اور ہمارے عزیز رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب اپنے اہل و عیال کے ساتھ تنگی اور تکلیف میں زندگی بسر کریں یہاں تک کہ بھوک

سے ہلاکت کی نوبت پہنچ جائے، خدا کی قسم میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک میں اس بے رحم اور بیہودہ معاہدے کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کردوں۔ جب اس نے یہ کہا تو مسجد حرام سے ابوجہل نے پکارا: خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا تو اسے نہیں توڑ سکے گا۔ زمعہ بن الاسود نے ابوجہل کی طرف رخ کر کے کہا: خدا کی قسم تو سب سے بڑا جھوٹا ہے۔ ہم اس معاہدے کی کتابت کے وقت بھی اس کے مضمون سے راضی نہ تھے۔ ابوالبختری نے کہا: خدا کی قسم زمعہ سچ کہتا ہے کیونکہ صحیفہ کے اندر جو کچھ لکھا ہوا ہے ہماری رضامندی اس میں شامل نہیں تھی۔ مطعم بن عدی نے کہا: زمعہ اور ابوالبختری جو کچھ کہتے ہیں درست ہے اور جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے جھوٹا ہے۔ ہشام بن عمرو نے اپنے دوستوں کی بات کی تائید کی اکثر قریش ان کی حمایت پر اتر آئے۔ ابوجہل نے کہا: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات رات کو طے کی گئی ہے۔ اس معاملہ میں قوم میں اختلاف پیدا ہوگیا۔

اتفاقاً اسی دوران میں خدا تعالیٰ نے دیمک کو اس ظالم صحیفہ پر متعین کر دیا، جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور سید ابرار ﷺ کو اس کی اطلاع دی، آنحضرت ﷺ نے اس خبر سے اپنے غمگسار و غمگین چچا کو آگاہ کیا۔ حضرت ابوطالب نے کہا: باہر سے ہمارے پاس کوئی نہیں آتا اور اس جگہ سے باہر کوئی نہیں جاتا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی طرف جھوٹ بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا، آپ ﷺ یہ بات کیسے کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قادر مطلق اللہ جل شانہٗ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا جس نے مجھے آکر اطلاع دی۔ حضرت ابوطالب نے کہا: تیرا خدا برحق ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ سچ کہتے ہیں، اس کے بعد آپ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر گھاٹی سے باہر نکلے اور حجر میں جہاں قریش کا مجمع تھا، گئے، معاندین نے جب ابوطالب کو دیکھا، اس خیال سے کہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت سے تنگ آگئے ہیں، عزت و احترام سے کہا: غالباً ایسے شخص کے قتل پر آپ راضی ہوگئے ہیں جس میں ہماری اور آپ کی بھلائی ہے۔ حضرت ابوطالب نے کہا: میں ایک اہم کام کے لیے آیا ہوں کہ جماعت کی بھلائی اس میں ہے آپ اس صحیفہ کو جو ہماری دشمنی میں لکھا گیا ہے، لائیے، ابوجہل اور اس کے متبعین نے خوش ہو کر خیال کیا کہ جب ابوطالب صحیفہ کو دیکھیں گے تو رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد کر دیں گے فی الفور عہدنامہ لے کر ابوطالب کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرت ابوطالب نے کہا: اے قوم! یہ عہدنامہ اسی طرح تمہاری مہر کے ساتھ موجود ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ حضرت ابوطالب نے کہا: مجھے محمد ﷺ نے خبر دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے دیمک کو اس عہدنامہ پر مسلط کر دیا ہے اور اس نے خدا تعالیٰ کے نام کے سوا ظلم، جور قطع صلہ رحمی وغیرہ تمام تحریر کو مٹا دیا ہے، اگر محمد ﷺ یہ خبر دینے میں جھوٹے ہوئے تو میں انہیں تمہارے سپرد کر دوں گا، جو کچھ تمہاری مرضی ہو اس کے ساتھ کرنا اور اگر اس کی سچائی ظاہر ہو جائے تو تم عہدنامہ کے مضمون کو چھوڑ دو اور دشمنی اور عداوت کا طریقہ ترک کر دو۔ قریش نے اس بات کو پسند کیا اور کہا آپ نے درست فرمایا، جب عہدنامہ کو کھولا تو "باسمک اللّٰھم" کے سوا جو اس تحریر کے شروع میں لکھا ہوا تھا کوئی حرف باقی نہیں تھا، مخالفین نے شرمندہ ہو کر سر جھکا دیئے، ابوجہل اس صورت حال کے مشاہدہ کے باوجود سرکشی اور دشمنی کی راہ پر قائم تھا، اس کے بعد حضرت ابوطالب اور آپ کے ساتھی کعبہ کے پردوں میں آئے اور دشمنوں پر لعنت بھیجتے ہوئے اظہار بیزاری کیا اور واپس گھاٹی میں چلے گئے، اس کے بعد وہی پانچ اشخاص (جن کے نام پہلے ذکر ہو چکے ہیں) نے کہا کہ ہم اس ظالم عہدنامہ سے بیزار ہیں، قریش کے اکثر لوگوں نے ان کی حمایت کی، مطعم بن عدی نے اس صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، منافقین و کفار کے اتفاق کے ٹوٹ جانے کے بعد حمایت کرنے والے لوگ مسلح اور ہتھیار بند ہو کر گھاٹی کے دروازہ پر آئے اور محصورین کو باہر نکال کر ان کے گھروں کو بھیجا اور قریش کو کسی قسم کی

زیادتی کرنے کا موقع نہ دیا۔ یہ صورت حال نبوت کے دسویں سال رونما ہوئی، گھاٹی میں آنے کی ابتداء نبوت کے ساتویں سال ہوئی، تین سال تک مسلمان اوران کے معاون اس مصیبت میں مبتلا رہے۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک اس روز انچاس (49) سال مکمل ہو چکی تھی پچاسواں (50) سال شروع ہو چکا تھا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

آنحضرت ﷺ کو تکالیف پہنچانے والوں کا انجام

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین میں سے پانچ آدمی جب بھی آنحضرت ﷺ کو تنہا پاتے تمسخر اور مذاق اڑاتے، عزت واحترام کے آداب کو خاطر میں نہ لاتے تھے ان کے نام یہ ہیں: عاص بن وائل سہمی جہمی، اسود بن عبدالمطلب، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ اور حارث بن قیس الطلاطلہ، ان میں سب سے زیادہ گستاخ اور اس ناپسندیدہ کام میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ولید تھا۔ آنحضرت ﷺ ان پانچوں کے طرز عمل سے بہت رنجیدہ اور ملول تھے۔ روایت ہے کہ ایک روز مسجد حرام میں خواجہ عالم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس تھے کہ یہ پانچوں شخص ان کے سامنے سے گزرے، جبرئیل علیہ السلام نے عاص بن وائل کے پاؤں کی ہتھیلی، اسود بن عبدالمطلب کی آنکھ، اسود بن عبد یغوث کے سر، ولید کی پنڈلی اور حارث کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ''اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کو بشارت ہو کہ ان کا شر ختم ہوا اور آپ ان سے فارغ ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ایک روز عاص اپنے دو بیٹوں کے ساتھ سوار ہو کر مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی کے کھیت میں باہر گیا ہوا تھا، جب گھوڑے سے نیچے اترا، ایک کانٹا اس کے پاؤں میں چبھ گیا، اس نے شور مچایا کہ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے لڑکوں نے بہت تلاش کی مگر سانپ کا کوئی نشان نہ ملا اور اس کا پاؤں سوج کر اونٹ کی گردن کے برابر موٹا ہو گیا، وہ چلاتا تھا کہ ''قتلنی رب محمد '' محمد ﷺ کے رب نے مجھے ہلاک کر دیا۔ اسود بن عبدالمطلب مکہ کے باہر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اندھا ہو گیا، جبرئیل علیہ السلام آئے، اس کے سر کو پکڑ کر درخت سے مارتے تھے وہ غلام کے پاس فریاد کرتا تھا جو اس کے ساتھ تھا وہ کہتا تھا میں کسی شخص کو نہیں دیکھتا جو تجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہ تمام بے چینی کیوں ہے؟ وہ فریاد کرتا کہ مجھے محمد (ﷺ) کا رب قتل کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی عاص کے پاس دوزخ میں پہنچا۔ اسود بن عبد یغوث کو مکہ کے باہر باد سموم نے آلیا، اس کا رنگ سیاہ ہو گیا، جب گھر واپس آیا، گھر والوں نے اسے نہ پہچانا اور اسے گھر میں گھسنے نہ دیا، دروازہ بند رکھا، غصہ سے اپنا سر دروازے سے مارتا رہا، یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا، حارث بن قیس نے شور مچھلی کھائی جس سے پیاس نے اس پر غلبہ کیا جس قدر پانی پیتا تھا، پیاس نہیں بجھتی تھی اس مصیبت میں مبتلا ہو کر کہتا کہ مجھے محمد ﷺ کا رب قتل کرتا ہے، اس نے اس قدر پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ ولید بن مغیرہ ایک روز تیر بنانے والے کے پاس سے دامن کشاں گزرا، ایک تیر اس کے دامن کے ساتھ چمٹ گیا اس نے انتہائی تکبر کی وجہ سے چادر اوپر نہ کی اور عورتوں کے پاس سے اسی طرح گزرا اور تیر کو دامن سے باہر نہیں نکالا یہاں تک کہ اس کی پنڈلی زخمی ہو گئی جس سے عرق النساء کی اسے بیماری ہو گئی وہ درد والم سے چیختا چلاتا اور کہتا تھا کہ محمد ﷺ کے رب نے مجھے قتل کر دیا، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا، آیت انا کفیناک المستھزئین اس کی تائید کرتی ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت

رحلت حضرت ابوطالب

گھاٹی سے نکلے ہوئے آٹھ ماہ اکیس دن ہو چکے تھے کہ حضرت ابوطالب نے وفات پائی۔ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے قریش اس کی بیمار پرسی کے لیے آئے، پہلے انہیں نوازا، پھر اس جماعت کو نصیحت کی، ان کو تعظیم کعبہ، صلہ رحمی، مزدور کی رعایت اور سوالی کی عطیات دینے کی وصیت کی۔ سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی پر بہت اصرار کیا، پھر کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد ﷺ کی مدد اور پیروی کرو کیونکہ وہ قریش کا امین اور عرب کا صدیق ہے وہ ایک ایسے کام کے لیے مبعوث ہوا ہے جسے دل نے قبول کرلیا ہے اور زبان نے اس کی سچائی کی گواہی دی ہے، خدا کی قسم مجھے یوں نظر آتا ہے کہ دنیا بھر کے اشراف اور اطراف واکناف کے سادات وعظماء اور اکابر نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا ہے اور اس کے قول کی تصدیق کی ہے۔ تمام ملک عرب وعجم اس کے قبضہ تصرف میں آگیا ہے تمام جہان کے انتظام وانصرام کی باگ ڈور اس کے دست تدبیر میں دے دی گئی ہے، نیک بختی اور سعادت کے دروازوں کی کنجیاں اس کی فرمانبرداری کی جیب میں رکھ دی گئی ہیں، اے بنی ہاشم! اس سے قربت اور نزدیکی حاصل کرو، جان ومال سے اس کی مدد کرو۔

قریش نے کہا: اپنے بھتیجے سے درخواست کیجئے کہ جنت سے کوئی چیز منگوادے تا کہ وہ آپ کے لیے باعث شفاعت ہو۔ ابوطالب نے ایک شخص کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ تیرا چچا کہتا ہے کہ میں بوڑھا، کمزور اور بیمار ہوں جنت سے تھوڑے سے کھانے پینے کی آرزو رکھتا ہوں، مجھے عنایت فرمایئے تا کہ وہ میری تندرستی کا باعث ہو۔ آنحضرت ﷺ نے ابوطالب کے قاصد کو کوئی جواب نہ دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس مجلس میں حاضر تھے۔ نے جواب دیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے جنت کے طعام وشراب کو کفار کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ قاصد نے واپس جا کر صورت حال بیان کی، کفار نے پھر ابوطالب سے کہا: دوسری مرتبہ پھر اسی شخص کو اسی غرض کے لیے بھیجا، اس دفعہ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا: ان اللہ حرمهما علی الکافرین ۔ قاصد نے آنحضرت ﷺ کے جواب کو پہنچادیا۔ قاصد کے پیچھے آنحضرت ﷺ بھی حضرت ابو طالب کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا کہ قریش سے بھرا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے چچا کے ساتھ تھوڑی دیر تنہائی میں بات کرنی ہے آپ ذرا باہر تشریف لے جائیں۔ کہنے لگے: آپ ﷺ کی ان سے رشتہ داری ہے تو ہم بھی ان کے رشتہ دار ہیں۔ آنحضرت ﷺ حضرت ابوطالب کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: چچا جان! حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بچپن میں میری کفالت کی اور میرے بڑا ہو جانے پر میری رعایت اور شفقت میں دریغ نہیں کیا، اب وقت یہ ہے کہ آپ ایک کلمہ کہہ کر میری امداد کریں تا کہ قیامت کے روز میں خدا تعالیٰ کے پاس آپ کی شفاعت کروں۔ حضرت ابوطالب نے پوچھا: وہ کون سا کلمہ ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کہہ دیجئے۔

حضرت ابوطالب نے کہا: میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ ﷺ میرے خیر خواہ ہیں۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ آپ ﷺ کو سرزنش کریں گے اور کہیں گے تیرا چچا موت سے ڈر گیا، میں یقیناً یہ کلمہ کہہ کر آپ کی آنکھیں روشن کرتا۔

ایک روایت میں ہے: آنحضرت ﷺ اصرار فرماتے تھے، کہ چچا جان! ایک بار اس کلمہ کو کہہ دیجیے تا کہ روز قیامت آپ کی شفاعت کرسکوں۔ ابوجہل، عبداللہ اور ابی امیہ پھر اصرار کرتے تھے کہ اے ابوطالب! عبدالمطلب کے دین وملت سے انحراف کرتا ہے؟ یہاں تک کہ آخرکار اس نے کہا: ابوطالب بزرگوں اور عبدالمطلب کی ملت پر جاتا ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: چچا جان! کیا بات ہے کہ تمام لوگوں کو میری بات سننے اور پیروی کرنے کی وصیت کرتے اور خود اقرار نہیں کرتے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم اگر تندرستی کی حالت میں ہوتا تو آپ ﷺ کی اتباع کرتا، خدا کی قسم مجھے یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہیں ابوطالب مرتے وقت موت کے ڈر سے مسلمان ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب ابوطالب کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے تو ان کے سرہانے سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم حق وسبحانہٗ وتعالیٰ سے آپ کے لیے بخشش طلب کروں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ابوطالب کا مرض شدت اختیار کیا گیا، قریش نے سمجھ لیا کہ وہ اس بیماری سے نجات نہیں پائیں گے ایک دوسرے سے کہا کہ اگرچہ ابوطالب محمد ﷺ کی حمایت میں پوری پوری کوشش کرتے تھے، اب وہ موت کے کندھوں پر سوار ہیں، ہمیں اس کے بھتیجے کے کام سے غافل نہیں ہونا چاہیے، حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے زیادہ بہادر عرب میں پیدا نہیں ہوگا مسلمان ہوگیا، عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کا دبدبہ اور جاہ جلال سب پر عیاں ہے اس کا فرمانبردار بن گیا ہر قبیلہ کے لوگ اس کے دین میں داخل ہوتے جارہے ہیں روز بروز اس کا دین ترقی کررہا ہے اور ہر روز اس کی آواز عرب کے دیگر قبائل تک بھی پھیلتی جارہی ہے۔ جب وہ بلند مرتبہ ہوجائے گا وہ مکہ اور اہل مکہ پر غالب آجائے گا، ہمیں اس کا مطیع اور فرمانبردار ہونا پڑے گا یا جنگ اور مقابلہ کرنا پڑے گا، مصلحت یہی ہے کہ ہم ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوں اور درخواست کریں کہ محمد ﷺ کو اپنے پاس بلائیں اور ہمارے اور اس کے درمیان صلح کے قواعد مستحکم کرے تاکہ اس کے بعد اسے ہمارے دین کے ساتھ کوئی واسطہ نہ ہو، اور ہمیں بھی اس کی ملامت سے کوئی سروکار نہ ہو، جب تمام اس بات پر متفق ہوگئے غلبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور دوسرے سرداران قریش کی ایک جماعت ابوطالب کی خدمت میں آئی اور کہا: اے ابوطالب! ہم نے ہمیشہ آپ کی سرداری اور حکومت کا اعتراف کیا اور کبھی بھی آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کی، ہمیں ڈر ہے کہ جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوجائیں ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان اسی طرح دشمنی اور جھگڑا باقی رہے گا۔ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو بلوا کر طے کیجیے کہ وہ اس کے بعد ہمارے دین ومذہب میں کوئی نقص نہ نکالے ہم بھی اس کے راستے کی دیوار نہیں بنیں گے۔ حضرت ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کو بلایا اور کہا: قریش کے سردار اور اشراف کی آپ سے ایک درخواست ہے اگر قبول ہوجائے آپ ﷺ کے مقاصد حاصل کرنے میں وہ کوشش کریں گے اور آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: میری درخواست ایک کلمہ سے زیادہ نہیں ہے جب اسے کہہ لیں گے تمام عرب حاکم ہوجائیں گے اور تمام عجم ان کا فرماں بردار ہوجائے گا۔ ابوجہل نے کہا: ہم ایک کلمہ کی بجائے پانچ کلمات کہیں گے فرمائیے وہ کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ

محمد رسول اللہ ﷺ کہہ دیجئے۔ کفار نے جب یہ سنا تو سخت برہم ہوئے۔ انہوں نے کہا اے محمد ﷺ! ہمارے ایک ہزار خداؤں کو ایک کرتا ہے، یہ عجیب کام ہے، ہم جس قدر تیری رعایت کرتے ہیں اور تیری مراد کے متلاشی ہوتے ہیں تو نہیں چاہتا کہ اصلاح کی کوئی صورت پیدا ہو۔ یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد ابو طالب نے کہا: اے محمد ﷺ (ﷺ) قریش سے آپ ﷺ کی درخواست معقول تھی اور آپ ﷺ نے موقع کی بات کی۔ آنحضرت ﷺ کو ابو طالب کی اس بات سے اس کے ایمان لانے کی امید ہوئی! آپ ﷺ نے فرمایا: چچا جان! آپ ایک مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ دیجیے تاکہ روزِ قیامت اس کے وسیلہ سے آپ کی شفاعت کروں۔ حضرت ابو طالب نے کہا: قسم بخدا! اگر قریش کی ملامت اور لوگوں کے اس گمان کا، کہ میں موت کے ڈر سے ایمان لایا ہوں، خوف نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کی خاطر یہ کلمہ کہہ دیتا اور آپ ﷺ کے دل کو اس سے خوش کرتا اور آنکھوں کو روشن کرتا، پھر ان کی حالت متغیر ہوگئی، زبان منہ میں پھیرتی تھی، عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کان کو اس کے منہ کے نزدیک لے جا کر کہا: اے میرے بھتیجے محمد ﷺ! وہ کلمہ جسے تو اسے کہنے کے لیے رہنمائی کرتا تھا، حضرت ابو طالب کہہ رہا ہے مگر کمزوری کی زیادتی کی وجہ سے دوسروں تک آواز نہیں پہنچا سکتا۔ اس روایت کو دلائل النبوت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اہل بیت سے روایت ہے کہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابو طالب ایمان کے ساتھ فوت ہوئے ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

مشہور قول کے مطابق حضرت ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوئیں، اور آنحضرت ﷺ کی مصیبت دُگنی ہوگئی اور درد والم اور مصائب کی کوئی انتہا نہ رہی، کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی مونس وغمگسار تھیں، غم واندوہ اور حزن و ملال کی کثرت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ گھر سے بہت کم باہر نکلتے تھے، یہاں تک کہ رسالتماب ﷺ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' رکھا، یہ بعثت کا دسواں سال تھا۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات ہے، انہوں نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رحلت کے وقت، موت کے شدت کرب و بے چینی کی آنحضرت ﷺ سے شکایات فرماتی تھیں، آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی، اس کے بعد فرمایا: جنت تمہارے دیدار کی مشتاق ہے، تمام امہات المؤمنین سے تو بہتر ہے، تمام جہان کی عورتوں سے تو افضل ہے، تو مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ سے زیادہ بزرگ ہے، میں تجھے جنت میں تیری والدہ حوا اور تیری بہن سارہ جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں، کے سپرد کرتا ہوں۔ اے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! اپنی ان بہنوں سے خوشی اور شادمانی سے مل جن کا عورتوں میں کوئی ثانی نہیں ہے اور مومنات میں قدرت و اقتدار میں بے مثل ہیں کبھی انہوں نے خوف و مشیت الٰہی سے خدا کی قسم نہیں اٹھائی، حق وسبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو عورتوں کو عذر (یعنی حیض ونفاس) سے پاک رکھا اور تمام جہان کی عورتوں پر انہیں فضیلت دی اور دونوں کا معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک میرے ساتھ نکاح کر دیا، یہ دونوں جنت میں تیرے ساتھ ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ خبر آنحضرت ﷺ سے سنی باوجودیکہ جانکنی کی حالت میں تھیں، مسکرائیں اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو مبارک ہو، ان کی صحبت سے آپ ﷺ نفع اٹھائیں اور وہ آپ ﷺ سے فیض یاب ہوں، خدا تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کہ وہ میری سوکنیں نہیں ہیں، غیرت کی رُو سے کوئی تکلیف ان سے مجھے نہیں پہنچے گی، بلکہ میری بہنیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: هذه ولله الحق المبين و تمام اليقين والفضل في الدين ، اور فرمایا: جو کچھ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خدا تعالیٰ کے فرمان پر اظہار رضامندی واللّٰہ حق مبین ہے اور تمام فضل اور یقین دین میں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اگرچہ بظاہر رضامندی کا اظہار کیا لیکن ازروئے غیرت جو کمال محبت کی مقتضی ہے ان کے چہرہ کی حالت تبدیل ہوگئی اور سوکن کی تکلیف کے نشانات ان کے چہرہ پر عیاں ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: زندگی میں ہمیشہ آپ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رعایت فرماتے تھے، وفات کے وقت آپ نے یہ دکھ اسے پہنچانا کیسے جائز سمجھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے اس کے نیک کاموں کو دیکھا مگر کسی میں سوا جہاد اور غزوات میں شرکت کے کوئی کمی نہیں تھی، کیونکہ سوکن پر غیرت کھانا عورتوں کے لیے جہاد اور غزوہ ہے۔ میری خواہش ہوئی کہ غزوہ وجہاد کا ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے اس لیے ایک لحظہ کے لیے یہ غم اس پر میں نے جائز سمجھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیت

وہ فاضلہ کاملہ دختر خویلد بن اسعد بن عبد العزّٰی بن قصی بن کلاب بن لوی تھی، ان کا نسب قصی میں آنحضرت ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ کی دیگر دس خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ جب تک یہ پاکباز و بلند مرتبہ عورت آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہی سید عالم ﷺ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

۲۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے اس وقت شادی کی جبکہ آپ ﷺ کنوارے تھے۔

۳۔ آپ ﷺ نے انہیں تمام عورتوں سے بہتر پایا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل مانتے ہیں اور ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ترجیح دیتی ہے اور بعض لوگ توقف کرتے ہیں۔

۴۔ جبرئیل علیہ السلام نے رب العالمین کا سلام سید المرسلین کے ذریعہ سے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچایا۔

۵۔ یہ کہ زندگی بھر آنحضرت ﷺ کو آزردہ نہیں کیا اور ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ آنحضرت ﷺ کے دل مبارک پر ملال کا غبار نہ آنے پائے۔

۶۔ یہ کہ پیغمبر ﷺ کی تمام اولاد سوا ابراہیم علیہ السلام کے حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئی۔ پہلا قاسم علیہ السلام اور اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہوئی۔ دوسری زینب علیہ السلام، تیسری رقیہ علیہ السلام، چوتھی فاطمہ علیہ السلام اور پانچویں ام کلثوم علیہ السلام اور ایک قول کے مطابق فاطمہ علیہ السلام سب سے چھوٹی تھیں، اور یہ تمام نبوت سے پہلے پیدا ہوئے۔ چھٹا عبد اللہ اور صحیح قول کے مطابق طیب اور طاہر اسی کے لقب ہیں۔ ایک دوسرے قول کے مطابق پیغمبر ﷺ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین لڑکے شمار کیے ہیں قاسم، طیب اور طاہر اور مشہور قول کے مطابق چار لڑکے تھے۔ یہ تینوں اور عبد اللہ۔ لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام بچپن کے زمانہ میں فوت ہو گئے۔ لڑکیاں جوان ہوئیں اور ان کی شادیاں ہوئیں، ان سے اولاد پیدا ہوئی۔

۷۔ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد کا سلسلہ نسب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ختم ہوتا ہے اور یہ آپ ﷺ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

۸۔ یہ کہ آپ ﷺ سب سے پہلے اسلام لائیں۔ عورتوں میں سے کسی نے بھی آپ پر سبقت نہیں لی اور من سن سنة حسنة کے مطابق اس کا ثواب دگنا ہوا۔

۹۔ ان کے پاس جو بہت سا مال و دولت تھا سب کا سب خدا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے لیے وقف کر دیا، اسی وجہ سے انہیں ازواج مطہرات پر فضیلت حاصل ہے جن میں یہ خصوصیت نہیں تھی۔ تفسیر کبیر میں ہے، خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ و وجدك عائلا فاغنی کہ ایک روز آنحضرت ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس غمگین حالت میں آئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا بات ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قحط کے دن ہیں اور لوگ محتاج ہیں، اگر میں ان کی امداد کرتا ہوں اور درویشوں اور محتاجوں پر احسان کرتا ہوں تیرے مال کا نقصان ہے جس کی وجہ سے حجاب ہے اور اگر ایثار اور سخاوت سے باز رہتا ہوں تو باز پرس اور سزا کا گمان ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قریش کو بلایا، حاضرین میں سے ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اس قدر سرخ سونا لا کر باہر ڈال دیا کہ جو شخص اس ڈھیر کی دوسری طرف تھا مجھے دکھائی نہیں دیتا تھا، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے گروہ قریش! گواہ رہو کہ یہ مال محمد ﷺ کا حق اور ان کی ملکیت ہے، جس کو چاہیں

دیں اور جہاں چاہیں خرچ کریں۔

۱۰۔ حضور علیہ السلام ان کے لیے زندگی میں اور بعد از موت استغفار فرماتے اس حد تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت زیادہ یاد کرنے کی وجہ سے ایک روز کہا آپ ﷺ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بوڑھی عورت کو یاد کرتے ہیں جس کے منہ میں بڑھاپے کی وجہ سے کوئی دانت باقی نہیں تھا، وہ اپنی عمر گزار چکی تھی، اب خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا بدل عطا فرمادیا ہے کب تک انہیں یاد کرتے رہیں گے؟ آنحضرت ﷺ اس بات سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم مجھے اس سے بہتر کوئی عورت نہیں ملی، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب سب لوگ کافر تھے، اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب تمام لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اس نے اس وقت میری امداد کی جب تمام لوگوں نے مجھے محروم رکھا، خدا تعالیٰ نے مجھے اس سے فرزند عنایت فرمائے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے طے کرلیا کہ آئندہ وہ کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یاد کو برا نہیں سمجھیں گی۔

روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انہیں مقبرہ حجون میں (جو مکہ میں قبرستان ہے) دفن کیا۔ آنحضرت ﷺ کا دل مبارک ان کی جدائی سے بہت غمگین وملول ہوا، ان کی وفات بعثت کے دسویں سال ہوئی، ان کی عمر مبارک پینسٹھ سال تھی، پچیس سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں۔ آپ کی بہت زیادہ فضیلتیں ہیں، صرف ان چند پر اکتفا کیا گیا ہے۔

جب ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دار البقا کی طرف رحلت فرما گئیں، آنحضرت ﷺ پر حزن والم متواتر اور مسلسل ہونے لگے، کم عقلوں کی جرأت اور سختی اور دشمنوں کی عداوت پے در پے ہونے لگی۔ نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ قریش کے مجمع کے پاس سے گزرے انہوں نے اپنے میں سے ایک احمق کو اس بات پر آمادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر خاک ڈالے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، جس سے آپ ﷺ کے سر مبارک اور چہرہ اقدس پر خاک پڑ گئی اور سر مبارک خاک آلود ہو گیا، آنحضرت ﷺ کی ایک لڑکی نے آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھ لیا، آنحضرت ﷺ کے چہرہ، رخسار اور سر سے گرد دور کرتی اور روتی تھی خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے فرمایا جب تک حضرت ابوطالب زندہ تھے قریش مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے، پھر فرمایا: میری بیٹی! مت رو، خدا تعالیٰ تیرے باپ کی حمایت کرے گا اور اپنی آغوش تربیت میں پرورش کرے گا۔

روایت ہے کہ قریش نے آپ ﷺ کے ساتھ ظلم وستم کا طریق اختیار کیا ہے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بے ادبی اور گستاخی کرتے یہاں تک کہ دشمن بھی آنحضرت ﷺ پر رحم کرنے لگے۔ ابولہب جو ہمیشہ دشمنی کرتا، نے طغیان و سرکشی کی آگ پر پانی کا چھڑکا، آنحضرت ﷺ کی کفالت وحمایت کا ذمہ دار ہوا۔ ایک روز آنحضرت ﷺ سے ملا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! اپنے کام کی تبلیغ میں ثابت قدم رہ، ابوطالب کے زمانہ میں جیسا کرتا تھا، لات وعزّٰی کی قسم جب تک میں زندہ ہوں دشمن تجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

لیکن چند روز بعد ہی ابولہب نے اپنی امان واپس لے لی جس سے قریش پھر دلیر ہو گئے اور اپنے اسی بدبختی کے کاروبار میں مشغول ہو گئے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

طائف میں کفار کے مظالم

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

آنحضرت ﷺ کا طائف تشریف لے جانا

جب آنحضرت ﷺ کفار و فجار کی بے ادبی و گستاخی کی وجہ سے مکہ میں نہ ٹھہر سکے تو زید بن حارثہ کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لائے اور طائف جانے کا عزم کیا، ممکن ہے کہ کوئی جماعت آپ ﷺ کی حفاظت و رعایت کے لیے اٹھ کھڑی ہو، پہلے بنی بکر وائل کے قبیلہ کے پاس گئے، اس قبیلہ کو سیدھے راستہ پر چلنے کی دعوت دی، اس بدبخت قوم کو قبولیت کی توفیق نہ ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے اندر جگہ نہ دی، وہاں سے بنی قحطان کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے پاس گئے، انہوں نے پہلے آنحضرت ﷺ کو جگہ دی پھر اس پر پشیمان ہوئے، آپ ﷺ نے وہاں سے قبیلہ ثقیف کی طرف رخ کیا۔ ایک روایت کے مطابق دس روز طائف میں اس قبیلہ میں رہے، قبیلہ کے اکابر و اشراف میں سے ہر شخص کے پاس گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی، لیکن کسی نے قبول نہ کی۔ اپنی قوم کے کم ظرف اور احمقوں کو انہوں نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو ایذا دیں۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی ڈھال بن گئے۔ محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں طائف کے اندر قبیلہ بنی ثقیف کے رؤسا میں سے تین بھائی تھے، عبد یالیل، مسعود اور حبیب پسران عمر بن عمیر، پیغمبر ﷺ نے ان سے ملاقات کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے مدد طلب کی، ان میں سے ایک نے کہا: اگر تم پیغمبر ہو تو میں نے خانہ کعبہ کو گرایا ہو۔ دوسرے نے کہا: خدا تعالیٰ کو تجھ سے بہتر آدمی نہیں ملا جسے پیغمبری کے لیے بھیجتا جو تجھے چن لیا۔ تیسرا کہنے لگا: میں آپ سے بات نہیں کرتا کیونکہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو آپ کی شان و مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ میں آپ سے بات کروں، اگر پیغمبر نہیں ہو تو آپ سے کس لیے بات کی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر میری رسالت کو قبول نہیں کرتے تو کم از کم اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ خواجہ کائنات ﷺ کی اس بات سے یہ غرض تھی کہ قریش صورت واقعہ کو سن کر بے ادبی اور ایذا رسانی میں زیادہ دلیر نہ ہو جائیں، لیکن ان بدبختوں نے آنحضرت ﷺ کی درخواست کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ آنحضرت ﷺ وہاں سے بہت پریشان اور رنجیدہ ہو کر نکلے۔ ان بدبختوں نے اپنے احمق اور کم ظرف لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں چھوڑ دیا جو آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے آپ ﷺ کے پیچھے پتھر پھینکتے' اور کہتے تھے کہ اے جادوگر! اے مجنون! (نعوذ باللہ) تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمارے درمیان پھوٹ ڈالے اور ہمارے سیدھے سادے لوگوں کو گمراہ کر دے۔

نصرانی غلام عداس کا ایمان لانا

روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے مکہ کا قصد کیا، راستہ میں عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کا ایک باغ تھا، آنحضرت ﷺ نے اہل ثقیف کی

ایذا رسانی اور تعرض سے بچنے کے اس باغ میں کچھ دیر ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت عتبہ اور شیبہ اونچی جگہ پر موجود تھے، آنحضرت ﷺ کے ساتھ اہل ثقیف جو کچھ کرتے تھے وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، آنحضرت ﷺ انگور کے درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور بے انتہا حزن وملال نے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر غلبہ کیا، سنگدلوں اور احمقوں کے پتھروں سے آنحضرت ﷺ کی مبارک پنڈلیاں خون آلود ہو گئی تھیں، مجروح اور غمگین دل کے ساتھ دست مبارک دعا کے لیے اٹھائے اور مناجات کرنے لگے اے میرے پروردگار! میری مشکل حل کر دے، اگر تو میری مشکل حل نہیں کرتا تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے، اس غیور کے جو مجھے دیکھ رہا ہے اور پیشانی پر بل ڈال رہا ہے یا عہد شکن دشمن جو میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر میرے پروردگار کی توجہ میری طرف مبذول ہے تو مجھے اس سے کوئی باک نہیں ہے۔

میری تقصیرات سے تیری معافی کا میدان زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے نور کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں وہ نور جو تاریکیوں کو روشن کرنے والا ہے، دنیا و آخرت کے کام کو درست کرنے والا ہے، اس بات سے کہ تیری ناراضگی مجھ پر نازل ہو، عتاب تیرے ہی لیے ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔عتبہ اور شیبہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوتے دیکھا جو کچھ دیکھا، آنحضرت ﷺ کی بے کسی و تنہائی، غربت و تکلیف مشاہدہ کی رگ قرابت میں حرکت پیدا ہوئی، ان کا ایک نصرانی غلام عداس نامی تھا، اس سے انہوں نے کہا انگور کے چند خوشے پلیٹ میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جا۔ غلام نے اپنے آقا کے فرمان کے مطابق پلیٹ آنحضرت ﷺ کی نگاہ پر انوار کے سامنے جا کر رکھ دی اور دور کھڑا ہو گیا، خواجہ عالم ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر ان انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا، عداس نے آنحضرت ﷺ کے نورانی چہرہ اور پیشانی کی طرف دیکھا اور کہا یہ ایسا کلام ہے جو میں نے کسی اور سے نہیں سنا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو اور کس ملک کے باشندے ہو اور کون سے دین پر ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نصرانی ہوں اور اہل نینوا سے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس مرد صالح یونس علیہ السلام بن متی کی بستی سے ہو۔ عداس نے پوچھا: آپ یونس علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ میرا بھائی ہے، وہ اللہ کا پیغمبر ہے اور میں بھی پیغمبر ہوں۔ عداس نے پوچھا: آپ ﷺ کا اسم گرامی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا نام محمد ہے (ﷺ) عداس نے کہا: مدت ہوئی میں نے آپ ﷺ کا وصف توریت میں پڑھا تھا اور آپ ﷺ کی رسالت کی تعریف توریت میں لکھی ہے، مجھے معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ آپ ﷺ کو اہل مکہ پر بھیجے گا وہ آپ ﷺ کی فرمانبرداری نہیں کریں گے اور آپ ﷺ کو وہاں سے نکال دیں گے، خدا تعالیٰ آخر کار آپ ﷺ کو فتح دے گا یہاں تک کہ واپس مکہ جائیں گے، آپ ﷺ کا دین تمام روئے زمین پر پھیل جائے گا۔ مجھے اپنا دین سکھائیں کیونکہ میں کئی سال سے آپ ﷺ کی بعثت کے زمانہ کا انتظار کر رہا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس غلام پر اسلام پیش کیا، اس نے اسے دل و جان سے قبول کر لیا۔ عداس نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا، قدوس قدوس کہا۔ ربیعہ کے بیٹوں نے جب یہ حال مشاہدہ کیا تو آپس میں کہنے لگے: غلام ہاتھ سے نکل گیا۔ جب عداس واپس ہوا اس سے پوچھا: تجھے کیا ہو گیا، تو نے کیا دیکھا اور اس شخص سے کیا سنا کہ تو نے ان کے ہاتھ پاؤں چومے۔ اُس نے کہا: اس نے مجھے ایسی بات بتائی جو پیغمبر کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا: تجھ پر افسوس ہے، تجھے اس نے دھوکا دیا اور تیرے دین کو خراب کر دیا۔ عداس نے کہا: ایسا مت کہو، تمام روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ القصہ آنحضرت ﷺ اس جگہ سے چلے گئے اور بطن نخلہ میں ٹھہرے جو مکہ سے ایک رات کی مسافت

پر تھی۔ نصیبین کے جنات کی ایک جماعت وہاں خدمت میں حاضر ہوئی اور سعادت ایمان سے فیض یاب ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے بطن نحلہ میں چند روز قیام فرمایا: پھر لوٹنے کا ارادہ فرمایا۔ جب آنحضرت ﷺ کے لوٹنے کی خبران دوستوں نے سنی جو مکہ میں تھے تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ ابھی آنے میں توقف فرمائیے کیونکہ قریش کے کم عقل لوگ طائف کے مخالف باشندوں کے سلوک سے واقف ہو چکے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اس طرز عمل کی پیروی کریں اور ظلم وستم کے دروازے پھر ہم پر کھول دیں۔ پس رسول اللہ ﷺ کوہِ حرا پر آئے اور ایک شخص کو اخنس بن شریق اور سہل بن عمرو کے پاس بھیجا، اور درخواست کی وہ آنحضرت ﷺ کو اپنی حمایت میں لے لیں تاکہ آپ مکہ میں تشریف لے آئیں۔ اس بے راہ ناپاک اخنس بن شریق اور بے توفیق سہل نے آپ کی درخواست پر کوئی توجہ نہ دی، اور حمایت کا جھنڈا، تخت عنایت کے بادشاہ کے نام بلند نہ کیا، اس کے بعد مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں تیری حمایت میں اپنے گھر میں آؤں اور بے خوف خانہ کعبہ کا طواف کرسکوں؟ مطعم نے کہا: ہاں مجھے قبول ہے، صلہ رحمی اور شفقت کے راستہ کو پائے مروت سے طے کرسکتا ہوں؟ پس مطعم نے اونٹ پر سوار ہو کر وادی حرم کے اطراف جوانب میں ندا کی کہ اے قوم قریش! جان لو اور آگاہ رہو کہ محمد بن عبداللہ ﷺ میری پناہ میں ہے، ہر نیک و بد کو چاہیے کہ اس کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے، ابوجہل لعین نے پکارا کہ اے مطعم! تو اجیر ہے یا تابع؟ یعنی اسے اپنی حمایت میں لیا ہے یا اس کے دین میں داخل ہوگیا ہے؟ مطعم نے کہا: نہیں صرف اسے اپنی حمایت میں لیا۔ اس نے کہا: جو تیری پناہ میں ہے وہ ہماری پناہ میں ہے، ہمارے اختیار کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد سید کونین ﷺ مسجد حرام میں آئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کی سنت ادا کی، پھر اپنی خاص مجلس میں تشریف لائے، مطعم اور اس کے متبعین آنحضرت ﷺ کی حفاظت کرتے تھے، آپ قبائل کے پاس جاتے اور دین کی دعوت دیتے تھے، جب بھی آنحضرت ﷺ کسی جماعت کو دین اسلام کی دعوت دیتے اکثر یوں ہوتا کہ ابولہب جہنمی پیچھے سے آتا اور اس جماعت کو دین کے قبول کرنے اور سید المرسلین ﷺ کی نصیحت سننے سے منع کرتا اور کہتا کہ اس شخص کی بات مت سنو، جھوٹا ہے، یہ تمہیں اپنے آبا و اجداد کے راستہ پر چلنے سے روکنا چاہتا ہے اور نیا دین پیش کرتا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ دوسرے روز پیغمبر ﷺ مطعم کے پاس گئے اور حمایت ترک کرنے کی درخواست کی، مطعم نے اس کی وجہ پوچھی، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں ایک دن سے زیادہ مشرک کی پناہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ مطعم نے آپ ﷺ کی درخواست قبول کرلی، خدا تعالیٰ جل وعلا نے آنحضرت ﷺ کو اپنی پناہ میں محفوظ رکھا، کفار ہمیشہ دین کو چھپانے اور سید المرسلین ﷺ کی ملت کو قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے جس طرح بھی ہوسکتا تھا، لوگوں کو دین محمد ﷺ قبول کرنے سے ڈراتے اور اطراف و جوانب کے لوگوں کو روکتے تھے اور اگر کوئی مسافر کسی دوسرے ملک سے وہاں پہنچتا تو اسے بہر صورت آنحضرت ﷺ کی مجلس میں پہنچنے سے روکتے تھے، ایسا نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی فرمانبرداری کی سعادت سے مشرف ہو۔

ایمان طفیل بن عمرو دوسی

طفیل بن عمرو دوسی قبیلہ دوس کا سردار اور رئیس تھا جس کی شہرت اطراف و جوانب میں پھیلی ہوئی تھی، مکہ میں آیا، قریش کی ایک جماعت اس کے استقبال کو گئی اور کہا: آپ بزرگ آدمی ہیں اور ہماری آپ سے پرانی شناسائی اور دوستی ہے، شفقت اور نصیحت کے طور پر بات کہتے ہیں قبول

کریں۔ طفیل نے کہا: کہئے کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے درمیان ایک شخص پیدا ہوا ہے جس سے ہم تنگ ہیں، ہمارا اور ہمارے باپ دادا کے دین کو اس نے تباہ کر دیا، ہمارے اور قوم کے درمیان تفرقہ کی بنیاد رکھی، جادو کی مانند اس کی باتیں ہیں جو سنتا ہے اپنے رشتہ داروں سے جدا ہو کر گھر بار چھوڑ دیتا ہے۔ اب ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں تا کہ آپ ان کے حال کو جان لیں اور کسی طرح بھی ان کے نزدیک نہ جائیں اور نہ ہی ان کی بات سنیں وگرنہ دوسروں کی طرح آپ بھی اس پر فریفتہ ہو جائیں گے حکومت، ریاست آپ کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ طفیل نے کہا: چونکہ اس قوم نے مجھے بہت زیادہ ڈرایا تھا، میں نے پختہ عہد کر لیا کہ پیغمبر ﷺ کی مجلس میں نہیں جاؤں گا اور نہ ہی ان کی بات سنوں گا اور اپنی قیام گاہ پر ٹھہرا رہا،

وہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں جب گھر سے نکلا تو آنحضرت ﷺ کی آواز مبارک میرے کانوں میں پہنچی آپ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جس سے میرے دل میں لذت و حلاوت پیدا ہوئی، دوبارہ آپ ﷺ کا کلام سنا، حلاوت و شیرینی مزید بڑھ گئی، میں نے سوچا، ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی باتیں خود غرضی پر مبنی ہوں اور حسد کی وجہ سے ہوں، مجھے دوسروں کے کہنے کی وجہ سے اجتناب نہیں کرنا چاہیے، میں نے دل میں سوچا، قبائل عرب میں جہاں کہیں کوئی مشکل پیش آتی ہے، میری رائے اس مشکل کام اور گرہ کو کھولتی ہے، اور امور کلیہ میری عقل کی تدبیر سے حل ہو جاتے ہیں میں کیوں نہ اس شخص کی بات سنوں، اور غور سے کیوں نہ دیکھوں، اگر وہ ٹھیک دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو اچھی بات کہتا ہے تو میں بھی اس کی فرمانبرداری کروں، جب مجھے یہ خیال پیدا ہوا، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، اٹھے اور گھر کی طرف چل دیے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا، جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے، میں نے اجازت لی اور عرض کی: یا محمد ﷺ! آپ ﷺ کی قوم نے مجھے ایسا ایسا کہا اور مجھے بہت زیادہ ڈرایا، اس وجہ سے میں بہت پچھتا رہا، گھر سے نکلتا تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تا کہ آپ کی باتیں نہ سنوں، آج میں نے آپ کی دلنواز آواز سنی ہے جس سے میں نے حلاوت محسوس کی ہے، اب حاضر ہوا ہوں تا کہ معلوم کروں کہ آپ ﷺ لوگوں کو کس امر کی دعوت دیتے ہیں، اگر اس میں بہتری ہے تو میں بھی آپ ﷺ کی متابعت کروں، وگرنہ پرہیز کروں۔ آنحضرت ﷺ نے میرے سامنے شریعت کے احکام بیان فرمائے اور قرآن مجید کی آیات پڑھ کر مجھے سنائیں، خدا کی قسم میں نے اس سے بہتر کبھی کوئی چیز نہیں سنی، مجھے معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں نے حسد اور عداوت کی بنا پر یہ باتیں کی تھیں، میں نے فوراً کلمہ **لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ** پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں قبیلہ دوس کا سردار ہوں، میں اپنی قوم میں واپس جاؤں گا، مجھے آپ ﷺ کی طرف سے کوئی نشانی ملنا چاہیے جو میرے اسلام کے سچا ہونے کی دلیل ہو اور آپ ﷺ کی نبوت کے لیے معجزہ ہو، جب میری قوم اس نشانی کو دیکھے ایمان لے آئے، پیغمبر ﷺ نے دعا فرمائی **اللھم اجعلہ ایۃ**، پس میں نے اجازت طلب کی، جب اپنی قوم کے پاس گیا میں نے اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان نور چمکتا دیکھا، میں ڈرا کہ میری قوم سمجھے گی کہ میرے چہرے کو آگ لگ گئی ہے۔ میں نے کہا: خداوندا! اس ایمان کی نشانی کو میرے چہرے سے کسی دوسری حالت میں تبدیل فرما دے۔ اسی وقت نور سر کی طرف منتقل ہو گیا اور شمع کی مانند چمکتا تھا، جب قوم نے اسے دیکھا متعجب ہوئی مگر حالات کا کسی کو علم نہیں تھا۔ جب میں اپنے گھر گیا میرا باپ آیا، باپ نے پوچھا: کیوں؟ میں نے کہا: میں مسلمان ہوں اور آپ

ابھی تک کافر ہیں، میں نے دین محمد ﷺ اختیار کر لیا ہے اور آپ ابھی تک باطل دین پر قائم ہیں، اس نے کہا: بیٹا! جو دین تیرا ہے وہی میرا ہے، اور جو دین تو رکھتا ہے میں بھی اسی پر ہوں۔ میں نے کہا: جا کر پاک پانی سے غسل کیجئے اور پاک کپڑے پہن کر میرے پاس آیئے اور دولت ایمان سے سرفراز ہوئیں۔ میری بیوی آئی، اس سے بھی یہی باتیں کیں، وہ بھی مسلمان ہوگئی۔

اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا، آنحضرت ﷺ سے میں نے شکایت کی اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میری قوم دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی ہے، بعض نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ایک جماعت قبول نہیں کرتی دعا فرمایئے تا کہ وہ ہلاک ہو جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں بددعا نہیں کرتا بلکہ دعائے خیر کرتا ہوں، فرمایا اللھم اھد قوم دوس ، پھر فرمایا: اے طفیل! جاؤ اور قوم کو اسلام کی دعوت دو، نرمی اور مدارات اور تلطف سے کام لو تا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ انہیں اسلام سے نوازے، میں نے جا کر نرمی اور تلطف سے دعوت دی یہاں تک کہ فتح خیبر کے روز جب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسی خاندان مسلمان ہو کر میرے ساتھ تھے۔ تمام کو آپ ﷺ نے غنیمت سے حصہ مرحمت فرمایا، مجھے آنحضرت ﷺ نے ذی الکفین بھیجا، میں نے ان کے بت کو جلا دیا، ان سے جنگ لڑی، خداوند تعالیٰ کی مدد سے میں نے سب کو شکست دی پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ میں رہا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے عالم آخرت کی طرف انتقال فرمایا، جب اہل یمامہ مرتد ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق نے ان کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا، طفیل اپنے دونوں بیٹوں سمیت لشکر اسلام کے ساتھ گیا۔ جب طفیل لشکر یمامہ کے نزدیک پہنچا، اس نے کہا کل رات میں نے خواب دیکھا ہے جس سے میں بہت خائف ہوں۔ ساتھیوں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ انہوں نے میرا سر مونڈ دیا اور ایک پرندہ دیکھا جو میرے منہ سے باہر نکل کر اڑ گیا، ایک عورت کو دیکھا جس نے مجھے اپنی بغل میں لے لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا کہ مجھے بہت تلاش کرتا ہے، اس کو انہوں نے مجھ سے چھپا دیا۔ جب اس نے یہ خواب بیان کیا، کہنے لگے: انشاء اللہ بہتر ہوگا۔ طفیل نے کہا: میں نے اپنی خواب کی خود تعبیر کی ہے، انہوں نے پوچھا: کیا؟ اس نے کہا: اس جنگ میں میں مارا جاؤں گا، سر مونڈنے کا یہی مفہوم ہے، جو پرندہ میں نے دیکھا ہے کہ میرے منہ سے نکل کر اڑ گیا، وہ پرندہ میری روح ہوگا جو مجھ سے جدا ہو جائے گی اور وہ عورت جس نے مجھے اپنی بغل میں لیا اور اپنی طرف کھینچا وہ قبر ہوگی۔ یہ جو میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا کہ مجھے طلب کرتا ہے، کی تعبیر یہ ہے کہ جب وہ مجھے قتل کر دیں گے، وہ بھی چاہے گا کہ شہید ہو جائے لیکن عین وقت پر وہ شہید نہیں ہوگا۔ القصہ جب مرتدین کے ساتھ مسلمان لڑ رہے تھے، طفیل شہید ہوگیا، اس کے بعد اس کے لڑکے نے سخت جنگ کی اسے بہت سے زخم آئے لیکن شہید نہ ہوا۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا پہلا سال تھا جب وہ بھی شہید ہوا۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت سودہؓ کا نکاح

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح

بعثت کے دسویں سال ہی ماہ شوال میں خویلہ بنت حکیم بن عثمان بن مظعون کے توسط سے آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان عقد نکاح منعقد ہوا۔ قصہ یوں ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کی وجہ سے آپ ﷺ اکثر مغموم رہتے تھے۔

حضرت خویلہ اس حالت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دنیا سے رحلت فرما گئیں، گھر کا انتظام بغیر موافق ساتھی کے جو غمگین دل کی تسکین اور گھریلو مہمات کی کفایت کر سکے، حاصل نہیں ہوتا، اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو آپ ﷺ کے لیے کسی شریف زادی کا رشتہ طلب کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خویلہ عورتوں میں سے وہ کون سی عورت ہے جو اس کام کے حوالے سے ہمارے ساتھ مناسبت رکھتی ہو؟ خویلہ نے کہا: اگر دوشیزہ پسند کریں تو وہ بھی ہے اور اگر بڑی عمر کی چاہیں تو وہ بھی ہے، فرمایا: کون ہے؟ خویلہ نے کہا: دوشیزہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے دوست ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور بڑی عمر کی' سودہ بنت زمعہ جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دونوں کا رشتہ میرے لیے مانگو۔ خویلہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئیں اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواستگاری کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شبہ ہوا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عقد اخوت باندھا ہے کیا بھائی کی لڑکی کی بھائی سے شادی کی جا سکتی ہے۔ خویلہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئیں اور یہ مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: واپس جا کر انہیں کہو کہ میرے اور آپ کے درمیان اخوت اسلامی ہے، نسبی اور رضاعی نہیں جو تمہاری بیٹی کی حرمت کا موجب ہو۔ خویلہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر اطلاع دی اور ان کو مطمئن کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کو پھر ایک اندیشہ نے آ پکڑا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا ہوا ہے اور انہوں نے قبول کر لیا تھا، اس کے ساتھ وعدہ تھا، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی تھی، اس وجہ سے خویلہ کو کہا تو اسی جگہ ٹھہر اور خود مطعم کے گھر گئے، مطعم کی بیوی نے جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دور سے دیکھا، کہا: اے ابوبکر! کیا تم اس بات کی امید رکھتا ہے کہ ہمارے لڑکے کو اپنی لڑکی دے کر ہمارے دین سے پھیر دو گے اور اسے مسلمان کر لو گے، یہ نہیں ہو سکتا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطعم سے پوچھا: کیا تو بھی اسی طرح کہتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غنیمت جانا، وہاں سے گھر واپس آئے اور خویلہ سے کہا: پیغمبر ﷺ سے کہو کہ وہ تشریف لے آئیں۔ خویلہ آئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آنسرور ﷺ کو بلایا۔

آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کیا، اس روز عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر چھ سال کی تھی۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی سن ہجری کے پہلے سال ہوئی۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

حضرت سودہ، زمعہ بن قیس بن عبدود بن نضر بن مالک بن فہر بن عامر بن لوی بن غالب کی بیٹی تھیں، حضور کے نکاح میں آنے سے پہلے وہ سکران بن عمرو کی بیوی تھیں، ان کا شوہر اتفاق رائے سے مسلمان ہوگیا اور حبشہ کی طرف رخ کیا، وہاں جا کر سکران نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا، اور مکہ میں واپس آ کر فوت ہوگیا اور سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنہا رہ گئیں، یہاں تک کہ اسی سال ماہ شوال میں آنحضرت ﷺ کی زوجیت سے مشرف ہوئیں، ان کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد سب سے پہلی عورت تھیں جو آنحضرت ﷺ کی صحبت سے شرفیاب ہوئیں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ چونکہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عمر کے آخرین حصہ میں تھیں آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ ان کو طلاق دے دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو ایک طلاق دے دی مگر وہ آنحضرت ﷺ کی راہ میں بیٹھ گئیں اور رو کر درخواست کی کہ حضور رجوع فرمالیں، یارسول اللہ ﷺ! میرے دل میں صحبت کی خواہش باقی نہیں ہے، صرف یہ چاہتی ہوں کہ کل قیامت کے دن آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں اُٹھوں، میرے ساتھ از سرِ نو عقد فرمایئے، میں اپنی باری عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخشتی ہوں۔ جب اس دردمند فراق کی ماری نے طلاق کی خبر سنی، فریاد کرتی ہوئی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر آئی اور وہیں دھرنا مار کر بیٹھ گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دروازہ کھولنے کے لیے اٹھیں، خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جا کیونکہ وہ فراق کی ماری ہوئی ہے ایسا نہ ہو کہ تجھے دیکھ کر اس کا غم اور زیادہ ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ خود اٹھے اور آ کر دروازہ کھولا، سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاؤں پر گر پڑیں اور عرض کیا کہ اگر مجھے نکاح میں نہیں رکھتے تو بطور لونڈی ہی قبول فرمایئے تا کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی خدمت سے جدا نہ ہوں۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام پیغام لائے کہ "اے محمد ﷺ! اگر آج سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بڑھاپے کی وجہ سے طلاق دیتے ہیں تو خطرہ ہے کہ آپ کے اُمتیوں کی اکثریت جو اعمال کے اعتبار سے بدہیئت، بدشکل اور ضعیف ہے کل قیامت کو میری رحمت سے دُور کر دی جائے تو آپ ﷺ کیا کریں گے، آج ایک کو میری خاطر قبول کرلیں تا کہ کل قیامت کو میں لاکھوں گنہگاروں کو تیری خاطر قبول کروں۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی ان نو ازواج مطہرات میں سے ایک تھیں جو آپ ﷺ کے وصال کے وقت موجود تھیں اور امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ مدینہ جانے کے بعد یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی عورت تھیں جن کے انتقال کے بعد تابوت تیار کیا گیا اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

آپ سے پانچ احادیث مروی ہیں جن میں ایک حدیث صحیح بخاری میں ہے واللہ اعلم بالتحقیق۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کے خلاف قریش کی ریشہ دوانیاں

http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کے خلاف قریش کا پہلا اجتماع

ایک دن رؤساء قریش عتبہ، شیبہ، ابوسفیان بن الحرب، نضر بن الحارث، ابوالبختری بن ہشام، ابوجہل بن ہشام، اسود بن عبدالطلب، امیہ بن خلف اور عتبہ بن ابی مغیط لعنہم اللہ وغیرہ کعبہ کے نزدیک جمع ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے متعلق آپس میں مشورہ کیا۔ ایک شخص کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج کر آپ ﷺ کو بلایا اور کہا: اے محمد ﷺ! ہم نے قبائل عرب میں کسی شخص کو وہ کچھ کرتے نہیں دیکھا جو آپ ﷺ نے اپنی قوم کے ساتھ کیا ہے آپ ﷺ نے ہمارے تمام معبودوں کو باطل قرار دے دیا اور ہماری قوم کو گمراہ کیا ہے، ہمارے خداؤں کو آپ ﷺ نے گالی گلوچ سے یاد کیا، ہمیں کافر اور گمراہ کہا ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اپنی دولت آپ ﷺ کو دینے کے لیے تیار ہیں اور اگر آپ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کو اپنا سردار اور پیشوا بنالیں اور بادشاہ تسلیم کرلیں تو ہم ایسا کرنے کے لیے بھی تیار ہیں، آپ ﷺ کو بالاتفاق اپنا بادشاہ مان لیتے ہیں اور اگر (نعوذ باللہ) کسی دماغی فتور میں مبتلا ہیں تو تجربہ کار اطباء کو بلا کر آپ ﷺ کا علاج کرواتے ہیں غرضیکہ جس طرح بھی ہو سکے آپ ﷺ ہمارے دین اور ہمارے معبودوں کے متعلق لب کشائی نہ کریں۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: اے میری قوم! مجھے تم سے نہ مال چاہیے نہ سلطنت، بات صرف اتنی ہے کہ خداتعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور میری طرف اپنا کلام قرآن مجید بھیجا ہے تاکہ تمہیں جنت کی خوشخبری سناؤں اور دوزخ کے عذاب سے ڈراؤں۔ اگر تم نے قبول کرلیا تو دنیا و آخرت کی بھلائی تمہارے ہی لیے ہے اور اگر انکار کرو گے تو میں خداتعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کروں گا۔ جب آنحضرت ﷺ سے انہوں نے یہ جواب سنا اور سید انس و جاں ﷺ کی طرف سے کسی قسم کی تبدیلی یا نرمی سے مایوس ہو گئے تو مناظرے پر اتر آئے اور آنحضرت ﷺ کو لاجواب کرنے کے لیے سوالات پوچھنے لگے سب سے پہلے انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ) آپ کہتے ہیں کہ میں خداتعالیٰ کا رسول ہوں اور اپنے دعویٰ کی صداقت پر دلائل رکھتا ہوں اب آپ کو پتا ہے کہ مکہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں بہت تنگی سے گزارہ ہوتا ہے۔ پانی وغیرہ کی قلت ہے اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی تصدیق کریں، دعا کیجئے کہ مکہ کے پہاڑوں کا صفایا ہو جائے اور میدان کشادہ ہو جائے اس میں چشمے اور نہریں جاری ہو جائیں جس طرح شام اور عراق میں بہہ رہی ہیں تاکہ ہم آسائش و سہولت سے کھیتی باڑی کرسکیں اور عمارتیں بنا سکیں، پھر دعا کیجئے کہ ہمارے مردہ بزرگوں میں سے قصی بن کلاب زندہ ہو جائے اور وہ آپ کے سچا ہونے کی گواہی دے تاکہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے، خداتعالیٰ نے اس لیے نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ خداتعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچادوں اگر تم اسے قبول کر لو تو دنیا و آخرت کی بھلائی تمہارے لیے ہے اور اگر قبول نہ کرو تو میں صبر کروں گا اور دیکھوں کہ خداتعالیٰ کیا حکم فرماتے ہیں۔ پھر کہنے لگے: اے محمد

(ﷺ)! اگر آپ ﷺ ایسا نہیں کرتے تو کم از کم آسمانوں سے فرشتہ طلب کیجئے جو آپ کی رسالت کی تصدیق کرے تا کہ ہم آپ پر ایمان لائیں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا۔ پھر کہنے لگے: تمہارے پاس نہ مال ہے نہ ملک، نہ ہی آپ ﷺ کو دوسروں پر کوئی برتری یا امتیاز حاصل ہے، آپ ﷺ دوسروں کی طرح کھاتے پیتے اور بازار و کوچہ میں گھومتے پھرتے ہیں، یہ دعویٰ جو آپ ﷺ کرتے ہیں اس کے لیے اسباب درکار ہیں اور باقی تمام مخلوق سے امتیاز، تا کہ آپ ﷺ کا دعویٰ تسلیم کیا جا سکے، اب آپ ﷺ دعا کیجئے تا کہ آپ کے لیے سونے چاندی کے خزانے ظاہر ہوں، آپ ﷺ کے لیے باغات ہوں جن میں نہریں جاری ہوں اور سونے کے مکانات آپ ﷺ کے لیے ہوں تا کہ آپ ﷺ کا شرف تمام لوگوں پر ظاہر ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا، اے گروہ قریش! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے رسالت کے لیے بھیجا گیا ہے اور یہ تمام مخترعات جن کی تم مجھ سے درخواست کرتے ہو خدا تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے، اگر وہ چاہے تو اس سے ہزار گنا زیادہ پیدا کر سکتا ہے لیکن مجھے ایسی چیزیں مانگنے کے لیے نہیں کہا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: اے محمد! (ﷺ) اگر آپ ﷺ ہمارے اس مطالبہ کو نہیں مانتے تو ہم بھی آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے، ہم ایمان لانے کی کوئی آرزو نہیں رکھتے اب اپنے خدا سے کہیے کہ اگر وہ قادر ہے اور ہم کو عذاب دے سکتا ہے تو ہم پر عذاب بھیج دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عذاب بھیجنا اس کے اختیار میں ہے اگر چاہے گا تو عذاب بھیجے گا اور اگر نہیں چاہے گا تو نہیں بھیجے گا۔ پھر کہنے لگے: اے محمد (ﷺ) ہمارا گمان یہ ہے کہ اس قسم کی محاکات اور بعض محرکات کا اظہار رحمان یمامہ کی طرف سے آپ ﷺ کو حاصل ہوتا ہے اور ہم رحمان یمامہ پر ایمان نہیں لائیں گے، دوسرے ہم میں اس سے زیادہ بات چیت کی طاقت نہیں ہے، اس کے بعد آپ ﷺ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تجھے قتل کرنے کے در پے ہیں، ہم نے شرم و حیا کے پردے کو اٹھا دیا ہے، ہم سے جہاں تک ہو سکا آپ ﷺ کو ایذا دیں گے۔

جب روساء قریش نے سید الانبیاء کے متعلق یہ کہا تو ان کے زیر اثر لوگ بیہودہ گوئی کرنے لگے، ان میں سے ایک جاہل نے کہا: اے محمد! (ﷺ) ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جب تک آپ خدا اور فرشتوں کو گواہی کے لیے نہیں بلاتے ہم آپ کی رسالت و پیغمبری پر ایمان نہیں لائیں گے۔ عبداللہ بن امیہ جو آنحضرت ﷺ کا چچا زاد بھائی تھا، اٹھا اور کہا: اے محمد (ﷺ) میں اس وقت تک آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک آسمان پر سیڑھی لگا کر آپ ﷺ فرشتوں کو گواہی کے لیے نہیں لاتے جو گواہی دیں کہ آپ ﷺ خداوند جل وعلا کے پیغمبر ہیں، آسمان سے ایک کتاب لایئے جو آپ ﷺ کے مدعا اور مقصد کی تصدیق کرے اور باوجود ان تمام باتوں کے میں آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہیں کروں گا۔ آنحضرت ﷺ کفار کی اس مجلس سے نہایت تنگ دل ہو کر اٹھے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمام واقعہ کے مضمون پر آیت بھیجی اور آنحضرت ﷺ کے زخم پر مرہم رکھی اور تسلی دی وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا اوتكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهار خلالها تفجيرا اوتسقط السماء كما زعمت علينا كسفا اوتاتي بالله والملئكة قبيلًا اويكون لك بيت من زخرف اوترقى في السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه قل سبحان ربي هل كنت الا بشرا رسولا۔ (سپارہ 15 سورہ بنی اسرائیل آیت 89 تا 93)

ابوجہل کی ایذا رسانی

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب خواجہ عالم ﷺ کفار کی مجلس سے پریشان ہوکر باہر نکل آئے۔ ابوجہل لعین نے حماقت کی اور کہا: اے معشر قریش! میری طاقت جواب دے چکی ہے اور صبر کا چارہ نہیں رہا، محمد ﷺ نے ہمارے دین وملت کو تباہ کردیا ہے، ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں، ہمیں بے دینی اور گمراہی کی طرف منسوب کیا، ہماری جماعت سے معترض ہوا، ہمارے اقرباء اور رشتہ داروں کے درمیان جھگڑے پیدا کر دیے ہم نے اس کی دلداری کی اور اس کی خوشنودی کے طالب ہوئے اس نے کسی طرح بھی ہماری طرف توجہ نہ کی اور ہمارے سکون و آرام کا ذرا خیال نہ کیا، اب میں اسے قتل (نعوذ باللہ) کردوں گا اور خود کو اور اپنی قوم کو رنج سے نجات دلاؤں گا خواہ اس کے قتل کے بعد مجھے بھی قتل کردیا جائے۔

کہتے ہیں کہ ان دنوں آنحضرت ﷺ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کھڑے ہوتے، آپ ﷺ کا رُخ کعبہ کی طرف بھی ہوتا اور بیت المقدس کی طرف بھی۔ دوسرے روز آنحضرت ﷺ حسب معمول وہاں نماز کے لیے کھڑے ہوئے، ابوجہل ایک پتھر اٹھا کر ایک کونے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کے سجدہ میں جانے کا انتظار کرنے لگا اور تمام قریش دور کھڑے انتظار کر رہے تھے کہ یہ کیا حیلہ کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ کس طرح لڑتا ہے، جب آنحضرت ﷺ سجدہ میں گئے، اس لعین نے فرصت کو غنیمت جان کر آنحضرت ﷺ کو مارنے کے لیے پتھر اٹھایا فی الفور اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے اور اس کے ہاتھ سے پتھر گر پڑا، اس کا رنگ زرد پڑ گیا، خوف زدہ ہوکر پیچھے کو بھاگا، لوگوں نے جب اسے یوں دیکھا، بھاگم بھاگ اس کے پاس پہنچے اور کہا: اے ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: جب میں پتھر مارنے کے لیے محمد (ﷺ) کے نزدیک گیا، میں نے ایک اژدہا کو مست اونٹ کی طرح اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو منہ کھولے ہوئے میری طرف بڑھ رہا تھا، میں ڈر گیا، میرا رنگ اُڑ گیا اور میرا ہاتھ شل ہو گیا تا آنکہ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ پتھر ابوجہل کے ساتھ چمٹ گیا اگرچہ اس نے بہت کوشش کی کہ وہ اسے جدا کر دے مگر الگ نہ کر سکا۔ حیران ہوا کہ کیا طریقہ اختیار کرے کہ وہ پتھر اس سے جدا ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گریہ وزاری کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عاجزی کرنے لگا، آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ پتھر اس سے جدا ہوا۔ پھر اس نے عداوت و دشمنی کی راہ اختیار کی۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اژدہا کی خبر جب ابوجہل کی زبانی آنحضرت ﷺ کو پہنچی آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام تھے اگر وہ نزدیک آتا تو اسے ہلاک کر دیتے۔

ابولہب اور اس کی بیوی حمالۃ الحطب

ابولہب اور اس کی بیوی دونوں اس قدر بدبخت تھے کہ قیامت کے بھی منکر تھے آنحضرت ﷺ ان کو اکثر قیامت کے احوال اور دوزخ سے ڈراتے مگر وہ باور نہ کرتے یہاں تک کہ ابولہب قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے کی تمثیل یوں کرتا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کرلیا اور اس میں پھونک مارتا اور کہتا رُوح بدن میں اس طرح ہے، اور جب بدن سے باہر نکل گئی ہوا کی مانند دوبارہ بدن میں کیسے آئے گی۔ اس کی بیوی حضرت

محمد ﷺ کی ایذا رسانی کے لیے آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیتی تا کہ آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک ان سے زخمی ہو جائیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے دونوں بدبختوں کے حق میں تبت یدا ابی لهب نازل فرمائی اور اس کے ان دونوں منحوس ہاتھوں کو ہلاکت سے تعبیر کیا، اس کی عورت کے متعلق کہا کہ کل قیامت کو ہم ہر کانٹے کے عوض کانٹوں کا ایک ڈھیر بنا دیں گے اور اسے اس کی گردن میں ڈالیں گے اور دوزخ کی آگ اس میں لگا دیں گے وہ اس میں جلے گی تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ کس ہستی کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔

اُمیہ بن خلف کو سزا

روایت ہے کہ اُمیہ بن خلف جب آنحضرت ﷺ کو دیکھتا اپنی آنکھوں کو ٹیڑھا کرتا اور مسخرے اور بھانڈ کی صورت میں آتا اور آنحضرت ﷺ کے عیب بیان کرتا رہتا۔ حق تعالیٰ نے اس کے متعلق سورہ ویل لکل همزة لمزة نازل فرمائی۔ ھمزہ وہ شخص ہے جو لوگوں کو ننگی گالیاں دیتا ہو اور آنکھ اور ابرو کے اشاروں سے لوگوں کے عیب نکالتا ہو۔ لمزہ وہ شخص ہے جو پوشیدہ طور پر لوگوں کی عیب جوئی کرے اور ان کو دکھ دے۔

عاص بن وائل کا تمسخر

عاص بن وائل آنحضرت ﷺ کو دکھ پہنچاتا اور آپ ﷺ سے بیہودہ مذاق کرتا تھا۔ خباب بن الارث کی کوئی چیز اس کے پاس تھی، وہ اس سے تقاضا کرتے تھے، وہ کہتا: کیا محمد (ﷺ) تم سے یہ وعدہ نہیں کرتے کہ کل قیامت کے دن تمہیں جنت ملے گی، اس جگہ تم جو کچھ طلب کرو گے حق تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہاں۔ عاص نے کہا: جب ایسا ہی ہے تو پھر تم صبر کرو، کل جنت میں میں تمہاری مطلوبہ چیز ادا کروں گا، کیونکہ جب خدا تمہیں جنت میں داخل کرے گا تو میں تم سے کم مرتبہ پر نہیں ہوں گا، مجھے بھی جنت میں لے جائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت بھیجی:

افرایت الذی کفر بأیتنا وقال لاوتین مالا وولدا اطلع الغیب ام اتخذ عندالرحمن عهد اکلا سنکتب مایقول ونمدلهٗ من العذاب مدا۔

نضر بن الحارث سے مناظرہ

نضر بن الحارث بھی بڑا شیطان تھا، انتہائی فتنہ پرور، پیغمبر ﷺ کو دکھ پہنچاتا، آنحضرت ﷺ کے ساتھ دشمنی رکھتا قرآن کے ساتھ عداوت رکھتا، اس نے بہت سے سفر کر رکھے تھے، اکثر ممالک کی سیر کی ہوئی تھی، رستم اور اسفندیار کے واقعات سے باخبر تھا، عجمی بادشاہوں کی حکایات سن رکھی تھیں، بہت فصیح تھا، پیغمبر ﷺ مجلس منعقد کرتے اور قرآن پڑھتے اور لوگوں کو تبلیغ رسالت کرتے جب آنحضرت ﷺ مجلس سے اٹھ جاتے پیغمبر ﷺ کی جگہ پر آ کر بیٹھ جاتا اور رستم اور اسفندیار کا قصہ شروع کرتا، عجمی بادشاہوں کے قصے درمیان میں بیان کرتا جاتا جاہل اس کی حکایات کی طرف راغب ہوتے اور اس کے گرد جمع ہو جاتے، بعض جاہل اور کم عقل لوگ اس کی باتوں کو آنحضرت ﷺ کی قیمتی باتوں پر ترجیح دیتے، خیالی باتوں اور بے حقیقت جھوٹی بکواس کو قرآنی حقائق واشارات پر ترجیح دیتے کہ یہ باتیں جو نضر بن حارث بیان کرتا ہے ان پرانے افسانوں سے جو محمد ﷺ بتاتے ہیں زیادہ اچھی ہیں۔

اُبی بن خلف کی شرارت

ابی بن خلف ایک روز بوسیدہ ہڈی کا ایک ٹکڑا اٹھائے ہوئے تھا اور کہتا تھا کہ یہ ناممکن بات سنو، محمد ﷺ کہتا ہے کہ اس ہڈی کو جو بوسیدہ ہو چکی ہے پھر زندہ کریں گے اور قبر سے اٹھائیں گے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے اس نے اس بوسیدہ ہڈی کو اپنی انگلیوں سے مسلا اور پھونک مار کر اُڑا دیا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! تو کہتا ہے کہ اس گرد کو جس کے اجزاء متفرق ہیں اللہ تعالیٰ جمع کریں گے اور اس میں جان ڈالیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے کہا: ہاں میں کہتا ہوں، اے اُبی! جب تو قبر میں بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو تجھے اٹھایا جائے گا اور دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ پھر خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت بھیجی: اولم یر الانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هوا خصیم مبین ط وضرب لنا مثلا ونسی خلقه ط قال من یحی العظام وهی رمیم الی آخر السوره۔

واقعہ معراج النبی ﷺ

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ام ہانی کے گھر میں مصلی پر عبادت میں مصروف تھا اور نیند کا غلبہ مجھ پر طاری تھا وہ گھر صفا و مروہ کے درمیان واقع ہے اور حرم میں داخل ہے۔ حضرت ابو طالب کی کفالت کے زمانہ میں پیغمبر ﷺ ام ہانی کے گھر میں رہتے تھے اس لیے اس گھر کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ "میں اپنے گھر میں تھا۔"

اب ہم واقعہ معراج مشہور روایت ام ہانی کے مطابق بیان کرتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی تھی، آپ ﷺ کی چشم مبارک خواب میں تھی اور قلب اطہر بارگاہ رب العزت میں متوجہ تھا اور گوشہ نظر خاکساران اُمت پر ڈالے ہوئے تھے۔

جبرئیل علیہ السلام کو خطاب پہنچا کہ اے جبرئیل! آج رات گوشہ اطاعت و بندگی کو چھوڑ دے اور اپنے اور دو تسبیح و تہلیل کو ترک کر کے میرے حبیب کی خدمت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میکائیل سے کہو کہ رزق کا پیمانہ ہاتھ سے علیحدہ رکھ دے، اسرافیل سے کہو کہ صور کو کچھ عرصہ کے لیے موقوف کر دے۔ عزرائیل سے کہو کہ کچھ دیر کے لیے روحوں کو قبض کرنے سے ہاتھ اٹھا لے، سمندر طغیانی سے باز رہیں، ہوائیں طوفان نہ اٹھائیں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو آواز دو، حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیا علیہم السلام کو اطلاع دو ان کی ارواح کو قدسی ہواؤں سے معطر کرو، ستر ہزار مقدس فرشتے اپنے ساتھ جنت میں لے جا اور جنت میں سے ایک براق منتخب کر کے زمین پر لے جاؤ، مشرق سے مغرب تک جس قدر اہل قبور ہیں ان سے عذاب اٹھا دیا جائے، تمام دنیا کو عطر محبت سے معطر کر دیا جائے، پھر زمین پر مغرب کی طرف جاؤ وہاں سے شام اور شام سے یثرب اور یثرب سے کوہ حرا پر جا، حرا قبیلہ قحطان اور قبیلہ قحطان سے قبیلہ کنانہ کو اختیار کر، کنانہ سے قبیلہ مضر اور مضر سے قبیلہ قریش اور قریش سے قبیلہ بنی ہاشم، قبیلہ بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب، جو ان کے درمیان ایک وان سرو قد، چاند سا مکھڑا، حسین و جمیل، آفتاب علم، حشمت و جلال کا پیکر، خوبرو بلند مرتب، زمانہ کے ہاتھوں محنت و بلا کا جام چکھے ہوئے۔ اندوہ غم میں مستغرق، مودب ان کے سرہانے جا کر کھڑے ہو جاؤ۔

براق کا انتخاب

جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق براق لانے جنت میں آئے، بہشت کے مرغزاروں میں چالیس ہزار براق موجود تھے جن کی پیشانی پر محمد ﷺ کا اسم گرامی روشن تھا، ان چالیس ہزار براق میں سے ایک براق غمگین اور آزردہ ایک کونے میں سر جھکائے آنسوؤں کے دریا بہا رہا تھا، جبرئیل علیہ السلام اس براق کے پاس گئے اور اس سے اس کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ اے جبرئیل (علیہ السلام)! ہزار سال کا عرصہ گزرا کہ میں نے محمد ﷺ کا نام سنا تھا، اس روز سے آپ ﷺ کی محبت اور عشق میں مبتلا ہوں، جس روز سے میں نے آپ ﷺ کا نام نامی اور اسم گرامی سنا ہے کھانے کو جی ہی نہیں چاہتا، جبرئیل علیہ السلام نے چالیس ہزار براق میں سے اس براق کو جو اپنی جان پر اشتیاق محمدی ﷺ کا داغ رکھتا تھا، اختیار فرمایا۔

سفرِ معراج کا آغاز

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ میں ام ہانی کے گھر میں تھا، ربیع الاول دوشنبہ کی رات تھی، عشاء کی نماز پڑھ کر ابھی لیٹا ہی تھا کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کے پروں کی آواز سنی، میں شب خوابی کے لباس میں ہی اٹھ بیٹھا، جبرئیل علیہ السلام کو اپنے سامنے کھڑے دیکھا اس نے کہا: **ان اللہ تعالیٰ یقرئك السلام وھو یدعوك وانا حاملك الی اللہ تعالیٰ این یکومك بکرامات لم یکوم بھا احد من قبلك ولا یکوم بھا احد اغیرك ولا احد لا عد خطر علی قلب بشر قط** ۔

میں اٹھا، وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور باہر نکل آیا، اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں نے وضو کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیل علیہ السلام کو حکم پہنچا کہ اس قدسی فطرت کے لیے بہشت کے حوض کوثر سے پانی لاؤ، ابھی میں نے وضو کے لیے دامن نہیں کھولا تھا کہ رضوان جنت آب کوثر سے بھرے ہوئے یاقوت کے دو لوٹے لے کر پیش خدمت ہوا اور زبرجد کا ایک طشت جس کے چار کونے تھے ہر گوشہ ایک ایسے موتی سے آراستہ تھا جس کی چمک سے آسمان روشن ہو جاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پاکیزہ پانی سے غسل فرمایا۔ اس کے بعد نور کا لباس پہنایا اور نور کا عمامہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر رکھا۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ رضوان نے وہ عمامہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے باندھا تھا، چالیس ہزار فرشتے اس کی تعظیم و تکریم کے لیے اس کے گرد کھڑے تھے جو ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے، ہر تسبیح کے بعد آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجتے یہاں تک کہ اس رات جبرئیل علیہ السلام اس عمامہ کو لائے، چالیس ہزار فرشتے اس عمامہ کے ساتھ آئے اور آنحضرت ﷺ کی زیارت کی، کہتے ہیں اس عمامہ کے چالیس ہزار نقش و نگر تھے اور ہر نقش پر چار لکیریں تھیں پہلی لکیر پر محمد ﷺ، دوسری پر محمد نبی ﷺ، تیسری پر محمد خلیل اللہ ﷺ اور چوتھی پر محمد حبیب اللہ ﷺ لکھا تھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے نور کی ایک چادر آنحضرت ﷺ کو پہنائی، زمرد کی نعلین مبارک پاؤں میں، یاقوت کا کمر بند باندھا اور زمرد کا تازیانہ جو چار سو مروارید سے آراستہ تھا آپ کے ہاتھ میں دیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑے بیت الحرام میں آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آب زمزم سے وضو کیا اور سات مرتبہ طواف وداع کیا، طواف وداع مکمل کرنے کے بعد حجر میں جو حطیم ہے وہاں تھوڑی دیر آرام فرمانے کے لیے بیٹھے۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام، آنحضرت ﷺ کے سینہ بے کینہ کی صفائی میں مصروف ہوئے، سونے کا ایک طشت جو حکمت و عرفان اور عزت و ایمان سے بھرا ہوا تھا، لائے، آنحضرت ﷺ کو بستر پر لٹا کر سینہ مبارک کو شگاف دیا، میکائیل علیہ السلام کو تین طشت آب زمزم کے لانے کو کہا، عروق اور سینہ کے اندرونی حصے کو دھویا، آپ ﷺ کے قلب اطہر میں سے دنیا کے خیالات نکال دیے، دل کو نکال کر دھویا اور اس سونے کے تھال میں رکھ کر جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا، اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور مسجد الحرام سے وادی مکہ میں لے آئے، خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے وہاں اسرافیل اور میکائیل علیہما السلام کو دیکھا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے صف باندھے کھڑے تھے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تمام نے سلام کیا اور مناسب عزت و احترام کے آداب بجالائے، میں نے بھی اسی انداز سے جواب دیا۔ پھر مجھے خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور لامتناہی بشارتوں سے نوازا گیا۔

براق کا حلیہ

میں نے ایک سواری گدھے سے بڑی خچر سے چھوٹی کھڑی دیکھی جس کا چہرہ آدمی کا سا تھا، کان گوش فیل کی مانند، اس کے پاؤں گھوڑے کے پاؤں جیسے، گردن شیر جیسی، سینہ خچر جیسا، جس کی دم اونٹ کی دم کے مشابہ تھی، ٹانگیں گائے جیسی اور سم گائے کے سموں کی طرح تھے، اس کی ران پر دو پر تھے جن سے اس کی پنڈلیاں ڈھکی ہوئی تھیں، جب وہ ان پروں کو کھولتا مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیتا، جب اکٹھے کرتا تو اس کے پہلو میں برابر آجاتے۔

سینہ سرخ یاقوت کی مانند چمک رہا تھا، اس کی پیٹھ سے سفید بجلی کوندتی تھی، ٹانگیں سبز زمرد، دم مرجان، سر اور اس کی گردن سرخ یاقوت سے پیدا کی گئی تھی، بہشتی زین اس پر کسی ہوئی تھی جس کے ساتھ سرخ یاقوت کے دو رکاب آویزاں تھے، اس کی پیشانی پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

یہ براق اس قدر تیز رفتار تھا کہ ایک جست میں حدِ نگاہ تک اس کا قدم پہنچتا تھا۔ براق، کیسا براق، ملک آسا، فلک پیا، خورشید پیکر، آسمان میدان شہاب کی سی چمکدار آنکھیں، خوبصورت پیشانی، ذہن رسا، خوش خصال، بلند فضائل، ثابت قدم، تیز رفتار، آراستہ بال، منور ایال، عنبریں ورم، موتیوں جیسے سم، سنبل جیسے نرم و نازک بال، قرنفل کی سی مہک والے بال، انسانی چہرہ فرشتہ خصلت، ریحان جس کا چارہ، جس کی چراگاہ جنت، فصیح زبان، شیریں بیان، سریع السیر، کثیر الخیر، تیز گام، زمردیں لگام، زبرجدی پشت، یاقوتی زین، ستارہ جبین، گردوں رکاب، بادپا، آب رفتار، موتیوں کے دانت، ابریشم کی سی رگیں، گاؤدم سرین، سیدھی اور پتلی ٹانگیں، نظر قدم پر اور قدم نظر پر پڑتا۔

جس چیز کو اس براق کی خوشبو پہنچ جاتی، زندہ ہو جاتی۔ یہ مرتبہ اسے آنحضرت ﷺ کی سواری کے وقت حاصل ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے رکاب تھامی، میکائیل علیہ السلام نے باگ پکڑی اور کہا، یا رسول اللہ ﷺ! سواری فرمایئے، تشریف لے چلیے کہ ملاءِ اعلیٰ اور مقربانِ عالم بالا آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

براق اور خیالِ امت

جب آنحضرت ﷺ کی نظر براق پر پڑی، فکر مند ہو کر سر جھکا لیا، جبرئیل علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ اے جبرئیل علیہ السلام! میرے حبیب سے پوچھو کیا پریشانی لاحق ہے اور کس وجہ سے توقف ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں گھر سے نکلا ہوں، مجھے خلعت و اعزاز حاصل ہوا ہے، میرے اعزاز و اکرام کے لیے تمام ملائکہ مقربین حاضر ہوئے ہیں اور برق رفتار براق میرے لیے لائے ہوئے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ کل قیامت کو جب میری امت قبروں سے اُٹھے گی، برہنہ خالی پیٹ، بھوکی پیاسی، گناہوں کا بوجھ گردن پر رکھے، بے شمار مظلوموں کے ہاتھ ان کے دامن پر ہوں گے، پچاس ہزار سالہ راہ ان کے سامنے ہوگا، تیس ہزار سالہ باریک اور تاریک راہ دوزخ پر سے گزرنا ہوگا، وہ بے بضاعت فقرا اس مسافت کو کس طرح اور کن پیروں سے طے کر سکیں گے؟ فرمان آیا: اے میرے حبیب! غم نہ کیجئے، میں نے جس کسی کو اپنی نظرِ عنایت کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے جس طرح آج رات عزت و بزرگی کا براق آپ ﷺ کے دروازے پر بھیجا ہے اسی طرح آپ ﷺ کی بلند ہمت اُمت کی ہر قبر پر ایک براق بھیجوں گا

اور تمام کو سوار کر کے سلامتی کے ساتھ ہنستے کھیلتے پل صراط سے گزار دوں گا، قیامت کا پچاس ہزار سالہ راستہ پلک جھپکنے میں طے کروا کر بہشت عنبریں میں پہنچا دوں گا، جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ویوم نحشر المتقین الی المرحمن وندا ۔ (سپارہ 16 سورہ مریم آیت 83 تا 84)

جب آنحضرت ﷺ سوار ہونے لگے تو براق نے شوخی اور تندی دکھائی اور کہا: وعزۃ ربی لایر کبنی الا النبی التھامی الاسطحی القرشی محمد بن عبداللہ صاحب القران ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: انا محمد رسول اللہ ﷺ ۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے براق مجھے اس خدا کی قسم جس کی صفت وحدانیت ہے خالق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک محمد ﷺ سے زیادہ گرامی تجھ پر کوئی پیغمبر سوار نہیں ہوا۔ براق کانپنے لگا اور اس کی پیشانی حیا سے عرق آلود ہوگئی، خود کو زمین کے ساتھ لگا دیا، خواجہ عالم ﷺ اس پر سوار ہوگئے اور جبرئیل علیہ السلام آپ کے ہمرکاب مسجد اقصیٰ کو روانہ ہوئے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

براق کی آرزو

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ایک روایت میں ہے کہ جب اس رات براق نے شوخی کی، جبرئیل علیہ السلام نے اسے ڈانٹا اور کہا: اے براق! یہ کیسی گستاخی ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ تجھ پر کون سوار ہو رہا ہے؟ اٹھارہ ہزار عالم کے سردار اور سبحان الذی اسری کے مطلع انوار کے مورد ہیں۔

براق نے کہا: اے وحی الٰہی کے امین اور جناب قدس کے ایلچی میرے ساتھ سختی نہ کر کیونکہ میں ضرورت مند ہوں اور اس برگزیدہ نبی سے میری ایک التماس ہے۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: بتاؤ کہ اسے پورا کر دوں۔ براق نے عرض کیا: آج رات میں سعادت وصال سے مشرف ہوں، آنجناب ﷺ کی رُوح افزا رُوح اور جاں بخش رائحہ سے آسودہ اور مطمئن ہوں۔ کل قیامت کو جب فلک پیما، عالم آراء، برق آسا بے شمار براق آپ ﷺ کی خدمت میں ہوں گے، ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ مجھ سے صرف نظر کر کے ان کی طرف راغب ہوں اور مجھے بیکار چھوڑ دیں، یا رسول اللہ ﷺ! مجھ میں اس بات کی طاقت نہیں ہے، میری درخواست قبول فرمایئے بعد ازاں میری رکاب میں قدم رکھیے۔ خواجہ عالم ﷺ نے قبول فرمایا اور فرمایا کہ کل قیامت کے روز تجھ پر ہی سواری کروں گا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوگیا اور براق آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آداب بجا لایا۔ روایت ہے کہ اس رات اسی ہزار فرشتے آنحضرت ﷺ کے دائیں طرف اور اسی ہزار بائیں طرف کھڑے تھے اور ہر ایک اپنے ہاتھ میں نورِ عرش سے تاباں شمع لیے ہوئے تھا۔ آنحضرت ﷺ کے قدموں میں ایک قندیل روشن تھی جس کی روشنی سے وادی بطحا اس قدر منور تھی کہ لاکھوں ستارے، چاند اور سورج بھی اس قدر روشنی نہیں کر سکتے تھے۔ حکم پہنچا کہ ستر ہزار پردے جو نور، حبیب کے سامنے میں نے ڈال رکھے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ ہزار پردوں میں سے ایک پردہ اٹھا دو، جب پردہ اٹھا تو ایک ایسا نور ظاہر ہوا جو ایک لاکھ ساٹھ ہزار مشعلیں جو نورِ عرش سے جلائی گئی تھیں ان سے بڑھ گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو نصیحت فرمائی کہ یا محمد ﷺ! اگر راستہ میں آپ کوئی آواز سنیں تو اس کی طرف متوجہ نہ ہوں اور اگر کوئی آواز دے تو جواب نہ دیں، مجھے آپ بیت المقدس میں دیکھیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام اور فرشتوں کی ایک جماعت میرے پیچھے اور بعض دائیں طرف اور ایک جماعت بائیں طرف بیت المقدس پہنچنے تک ساتھ رہی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب میں نے بیت المقدس کا عزم کیا، جبرئیل علیہ السلام میری رکاب تھامے ہوئے تھا، اسرافیل زین پوش اور پالان کندھے پر رکھے ہوئے تھا، مجھے اس کی بزرگی کی وجہ سے شرم آتی تھی میں معذرت کرتا تھا، اس نے کہا: اے اللہ کے حبیب! میں نے آج رات کی غاشیہ برداری کو کئی ہزار سال کی عبادت کے بدلے خریدا ہے اور دونوں جہانوں کے بدلے حاصل کیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ کئی سال میں نے عرض کے نیچے خدمت گزارے یہاں تک مجھے خطاب ہوا کہ میں نے تمہاری خدمت کو پسند کیا ہے، تمہیں کس قسم کی خلعت چاہیے؟ میں نے عرض کیا، خدایا! میں اس خلعت کو اس صاحب دولت و اقبال (جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ عرش کے ستون پر لکھ رکھا ہے) کی ملت کے پیروکاروں اور اس کے امت کے خاکساروں کے سپرد کرتا ہوں، آپ ﷺ کی بارگاہ سے یہ تمنا رکھتا ہوں کہ جب یہ پسندیدہ ذات کتم عدم سے عالم وجود میں آئے، مجھے ایک ساعت اُن کی خدمت کرنے کا موقع عنایت فرمایئے، ارشاد ہوا کہ اے اسرافیل! ان کو ایک رات قرب اور کرامت کی حاصل ہوگی۔ اس رات زمین سے آسمانوں تک سیر کریں گے، جود کے خزانوں کے دروازے شہود کی چابی سے کھولیں گے، ان کو مکہ سے مسجد اقصیٰ لے جاؤں گا اور وہاں سے آسمانوں کے اوپر لاؤں گا، تجھے مکہ سے بیت المقدس تک غاشیہ برداری کی اجازت ہے۔

القصہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب میں نے کچھ راستہ طے کرلیا دائیں طرف سے کسی شخص کی آواز سنی جو کہتا تھا: **لا تعجل فانك اختتاء ت الطريق** ، اے محمد ﷺ! تیز مت چلیے کیونکہ آپ ﷺ سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ میں ذرہ بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا کیونکہ جبرئیل علیہ السلام کی نصیحت میرے مدنظر تھی، پھر بائیں طرف سے بعینہٖ اسی طرح کی آواز سنی، میں نے کوئی توجہ نہ کی، اس کے بعد ایک عورت جس نے مختلف قسم کے زیورات سے خود کو آراستہ کیا ہوا تھا براق کے سامنے کھڑی ہوگئی اور کہا: اے محمد ﷺ! تھوڑی دیر ٹھہریے تاکہ ایک راز آپ ﷺ کو بتاؤں۔ میں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، اس کے سامنے سے میں تیزی سے سواری کو بھگا لے گیا۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون تھے؟ فرمایا: پہلا پکارنے والا یہود تھا، اگر آپ ﷺ اسے جواب دیتے تو آپ ﷺ کے بعد آپ کی اُمت یہودیت کی طرف راغب ہو جاتی، دوسرا ندا کنندہ نصرانی تھا اگر آپ ﷺ اس کی بات قبول کر لیتے تو آپ ﷺ کی امت عیسائیت قبول کر لیتی۔ ایک اور روایت ہے کہ آگے اور پیچھے سے بھی اسی طرح آواز سنی لیکن جواب نہ دیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اگر سامنے والے منادی کا جواب دیتے تو آپ کی امت مشرک ہو جاتی اور اگر پیچھے مڑ کر دیکھتے تو تمام گبر و آتش پرست ہو جاتے، پھر فرمایا کہ وہ عورت جس نے خود کو آراستہ کیا ہوا تھا دنیا تھی، اگر اس کی طرف دیکھتے آپ ﷺ کی اُمت حریص ہو کر دنیا اختیار کرتی **الحمد اللّٰہ علی نعمائه** ۔ ان ندا کنندگان کے پکارنے اور آنحضرت ﷺ کے جواب نہ دینے میں یہ حکمت تھی کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ آزردہ اور متفکر رہتے کہ میرے بعد امت کس حال میں ہوگی اور دین میں اس کا ثبات و استقلال کس قسم کا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کے قلب اطہر کو اس قسم کے تفکرات سے تسلی دی گئی تاکہ آپ ﷺ کو معلوم ہو جائے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے کمال سے تمام اُمت کو دین اسلام پر قائم رکھے گا۔ **يثبت اللّٰه الذين امنوا بالقول الثابت في الحيٰوة الدنيا** فرمان خداوندی ہے۔ (سپارہ 13 سورہ ابراہیم آیت 26 تا 27)

ایک روایت میں ہے کہ بعد ازاں میں ایک بڑے پتھر پر پہنچا جس کے درمیان ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جس میں سے پانی باہر نکلا، پھر

بہت چاہا کہ وہ پانی واپس سوراخ میں داخل ہو، نہ ہو سکا، میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کی حقیقت دریافت کی۔ فرمایا: وہ سوراخ اس پتھر میں منہ کی مانند ہے، یہ ایک تمثیل ہے؟ جو آپ ﷺ کی تعلیم پر مبنی ہے یعنی جب بات منہ سے باہر نکل جاتی ہے تو پھر واپس منہ میں نہیں آتی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے تین آدمی بوڑھا، ادھیڑ اور جوان ملے، میں نے بوڑھے اور ادھیڑ کی طرف نہیں دیکھا اور جوان کی طرف متوجہ ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ ﷺ نے دولت اور بخت کی طرف نظر نہیں کی اور عافیت کو اختیار فرمایا، یہ پسندیدہ بات تھی کیونکہ دولت دنیا آنی جانی ہے اور بخت بھی ناپائدار اور گزر جانے والی شے ہے، عافیت فائدہ بخش چیز ہے جو کہ دونوں جہانوں کی نعمت ہے۔ اے محمد ﷺ! آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی اُمت کی دونوں جہانوں میں عافیت ساتھی ہے بعد ازاں دو پیالے پیش کیے گئے جو موتی سے ڈھانپے ہوئے تھے، ایک دودھ اور دوسرا خمر (شراب) سے بھرا ہوا تھا۔ میرے دائیں ہاتھ پر دودھ اور بائیں پر شراب رکھی گئی، میں نے دودھ کو اختیار کیا اور اس میں سے پیا اور دودھ سے شکم سیر ہو گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اهديت لامتك الطريق المستقيم وحرمة الاخمر علی امتك، آپ ﷺ نے طعام بھی تناول فرمایا اور دودھ بھی۔ یہ جہان بھی حاصل کر لیا اور آخرت بھی۔ اس کے بعد دو پیالے میرے سامنے پیش کیے گئے۔ ایک میں پانی، دوسرے میں شہد تھا، میں نے دونوں میں سے پیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ ﷺ نے اچھا کیا کیونکہ شہد قیامت تک آپ ﷺ کی امت کی بقا ہے اور پانی آپ ﷺ کی امت کے برے اعمال دھونے کا سبب ہے۔ جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد ﷺ! سواری سے اتر کر نماز ادا کیجئے کیونکہ یہ شہر طیبہ (مدینہ) ہے جو آپ کی ہجرت گاہ ہوگی، آنحضرت ﷺ اترے اور نماز ادا کی۔ پھر براق پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جب طور سینا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش پر پہنچے ان دو مقامات پر بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے پر نیچے اترے اور نماز ادا کی۔ اس کے بعد مجھے انہوں نے ایک شخص کو دکھایا، جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گھٹا باندھ رکھا تھا، اتنا بڑا کہ اسے اٹھانے کی طاقت اس میں نہیں تھی وہ پھر جا کر اور لکڑیاں لے آتا اور اس ڈھیر پر رکھتا۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ یہ ایک حریص شخص ہے کہ اس نے اس قدر مال جمع کر لیا جو اس کے خرچ اور ضرورت سے زیادہ ہے وہ پھر بھی حرص کی وجہ سے اسے اور زیادہ بڑھاتا ہے، اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ڈول کنویں میں ڈالتا ہے جب باہر کھینچتا ہے اسے خالی پاتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ اہل ریاست وحکومت کے عمال کی مثال ہے۔ جو محنت ومشقت برداشت کرتے ہیں آخر کار خالی ہاتھ مفلسوں کی مانند قیامت کو اٹھیں گے۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بیت المقدس کے واقعات

بیت المقدس میں تشریف آوری

پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جب میں مسجد اقصیٰ میں پہنچا، میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو میرے استقبال کے لیے آئی ہوئی تھی، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بزرگی اور کرامت کی خوشخبری دی اور مجھے اس طرح السلام علیك یا اول ویا اخر ویا حاشر کہہ کر سلام کیا۔ میں نے کہا: اے جبرئیل علیہ السلام! یہ کس قسم کا سلام ہے اور ان اسماء کا مجھ پر کس طرح اطلاق کرتے ہیں؟ فرمایا: آپ ﷺ سب سے پہلے شخص ہوں گے جو شفاعت کریں گے اور آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی کیونکہ آپ ﷺ اول شافع اور مشفع ہیں اور یقیناً آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں، قیامت کے روز حشر آپ ﷺ ہی کے قدموں میں ہوگا۔

امامت انبیاء سابقین

پھر جبرئیل علیہ السلام نے مجھے براق سے اتارا اور مسجد کے پچھواڑے ایک حلقہ میں میری سواری کو جہاں گزشتہ انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں بہشتی ریشم کے رسے سے باندھ دیا اس کے بعد مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا، انبیاء مرسل اور پیغمبر اکمل کی ایک جماعت میرے استقبال کے لیے آئی ہوئی تھی جو عزت واحترام سے پیش آئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی ارواح کو وہاں جمع کر دیا گیا، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ اس نے کہا: یہ آپ ﷺ کے بھائی پیغمبر ہیں یا محمد ﷺ، تقدم وصل رکعتین باخوانك من المرسلین ۔ آگے بڑھیے اور دو رکعت نماز ادا کیجئے تاکہ تمام بھائی یعنی پیغمبران علیہم السلام آپ ﷺ کی اقتدا کریں، تمام انبیاء نے صفیں باندھ لیں، میں آگے بڑھا، تمام انبیاء اور فرشتوں نے میری اقتداء کی، جب نماز سے فارغ ہوئے بعض جلیل القدر پیغمبروں نے پروردگار جل وعلا کی حمد وثنا بیان کرنا شروع کی اور وہ فضائل اور خصوصیات جو ان کے ساتھ مخصوص تھیں بیان فرمائیں، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آغاز کیا، فرمایا: الحمد لله الذی اتخذنی خلیلا حمد سپاس اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور عظیم ملک بخشا اور تنہا مجھے امت کہا ابراھیم کان امة قانتا الله حنیفا ، اور لوگوں کا مقتداء بنایا اور آتش نمرود سے نجات دی، اسے میرے لیے ٹھنڈا اور سلامتی بنایا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا: الحمد لله الذی کلمنی تکلیما ، حمد وثنا اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے اپنا کلیم بنایا اور مجھے سات نشانات دیے جو تمام کے تمام زبردست معجزے تھے اور حقیر پتھر سے پانی کے بارہ چشمے میرے لیے نکالے میرے امتیوں کے لیے من وسلویٰ اتارا، بادل کو ہمارے سروں پر سایہ فگن فرمایا۔ مجھے توریت عطا فرمائی، مجھے ایسی امت دی جن کی تعریف میں فرمایا، یھدون بالحق وبه یعدلون ۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: الحمد لله الذی علمنی

الزبور الیٰ آخرہ حمد وثنا اس خدا کے لیے جس نے مجھے زبور کی تعلیم بخشی اور مجھے زیر بار احسان کیا اور خوش الحانی عطا فرمائی، سخت لوہے کو میرے ہاتھ میں موم کر دیا، پہاڑوں اور پرندوں کو میرا مسخر کر دیا، جالوت کو میرے ہاتھوں ہلاک کیا، مجھے حکومت وخلافت اور فصل الخطاب مرحمت فرمایا، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: الحمد للّٰہ الذی سخرلی الریاح والجن والشیاطین الی آخرہ حمد وسپاس اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہواؤں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور پریوں اور جنوں کے لشکروں کو میرا زیر فرمان کیا، جو کچھ میں اُن سے چاہتا کرواتا، محاریب و تماثیل، حوضوں کی مانند بڑے بڑے پیالے، اونچی اونچی دیگیں، دیگوں کے نیچے مضبوط دیواریں میرے لیے تیار کرتے، پرندوں کی زبان مجھے سکھائی اور مجھے بہت بڑی سلطنت جس کی تعریف ان الفاظ میں کی: لا ینبغی لا حد من بعدی ، عطا کی اور ملک ومال کو اس حد تک پاکیزہ بنایا کہ (جعل ملکی ملکا طیبا لیس فیہ حساب ۔ خصائص کبریٰ) اس پروارد ہوا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: الحمد للّٰہ الذی جعلنی کلمۃ منہ وروح منہ حمد وسپاس اس خدا تعالیٰ کیلئے ہے کہ مجھے اپنا کلمہ بنایا اور مجھے روح کہہ کر پکارا، مجھے آدم علیہ السلام کی مانند قرار دیا، مجھے شکم مادر میں اپنی کتاب کی تعلیم دی، حکمت کا وہ خزانہ جو توریت، انجیل اور زبور کے اسرار ورموز جو پردہ اخفا میں چھپے ہوئے تھے، مجھے بخشے، مٹی سے پرندہ کی صورت بنا کر اس میں پھونکتا تو وہ اپنی قدرت کاملہ سے اسے زندہ کر دیتا، کوڑھیوں، بہروں اور مادر زاد اندھوں کو میرے سپرد کیا، مجھے زندہ آسمان پر اٹھایا اور تمام آلائشوں سے پاک وصاف کیا، مجھے اور میری والدہ کو شیطان کے شر سے اس طرح محفوظ رکھا کہ کسی بھی حیثیت سے وہ ہم پر اثر انداز نہ ہوگا۔

خصائص مصطفیٰ ﷺ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ انبیاء کی جماعت اپنی خصوصیات بیان کرنے سے فارغ ہو چکی تو میں نے بھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، میں نے کہا: حمد وسپاس اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا اور تمام لوگوں، گروہوں اور جماعتوں کی طرف مبعوث فرمایا اور مجھے ان کے لیے بشیر اور نذیر مقرر کیا، مجھے فرقان یعنی قرآن مجید بخشا گیا، جس میں تمام چیزوں کا بیان ہے۔ میری اُمت کو تمام اُمتوں سے بہتر قرار دیا گیا ان کو وسط اعدال کہا گیا، اول وآخر کہا گیا، میرا سینہ کھول دیا گیا، میرا نام بلند کیا گیا، مجھے فاتح اور خاتم کہا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کلمات پر وہ صفات کمال اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے جاہ وجلال کے عطیات (جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت الٰہی جل ذکرہٗ نے مخصوص فرمائے) کو بھی بیان فرمایا اور وہ یہ ہیں الحمد للّٰہ الذی جعلنی فایقا لی اخرہ حمد وستائش اس خداوند کے لیے ہے جس نے مجھے فائق بنایا۔ اس سے مراد روز بدر کی کشائش ہے، اور واثق اور راتق بنایا، فاتح کی تفسیریں بیان کی گئی ہے کہ سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور مجھے خاتم بنایا یعنی انبیاء کی آمد مجھ پر ختم ہوئی، میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا، مجھے اول، آخر، شاہد، مزکی، مبشر اور نذیر بنایا، داعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجا منیرا، مجھے قرآن مجید میں محمد اور انجیل میں احمد کہہ کر پکارا اور پہلی کتابوں میں حامد اور زبور میں محمود کہا، اس کے علاوہ حاشیہ، متقی، عاقب اور رحمت عالمیاں بنایا۔

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے تمام رُوئے زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا، مٹی کو پانی کے حکم میں کر دیا، مجھے غنائم اور ہدایات سے فتوحات بخشیں، قرآن مجید سے سبع مثانی مجھے بخشا گیا، مجھے تمام امتوں سے بہترین امت دی، توحید و قرآن کا علم بیان ہماری زبانوں پر آسان کر دیا، اپنے فرشتوں کو میری امداد کے لیے بھیجا اور میری اُمت کے لیے قیامت تک کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا۔ حوض کوثر مجھے عطا فرمایا۔ ہر پیغمبر کو ایک مستجاب دعا عنایت ہوئی تھی، میری دعائے مستجاب کو امت کے اہل کبائر کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنا دیا، جب میں نے یہ محامد و مفاخر بیان کیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گروہ انبیاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **لهذا فضلکم محمدا** ،اس کے بعد تمام انبیاء میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے محمد ﷺ! خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو ایسے اعزازات سے معزز و مختص فرمایا کہ اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی مفتخر نہ فرمایا اور نہ فرمائے گا، اُمت کے لیے جہاں تک ہو سکے تخفیف کا سوال کیجیے۔ واللہ المصیر۔

بیت المقدس سے آسمان تک

اس کے بعد خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور صخرہ (پتھر) پر لے آئے، جب میں صخرہ پر آیا، میں نے صخرہ سے آسمان تک ایسی خوبصورت سیڑھی دیکھی کہ اس سے پہلے ایسی حسین چیز نہیں دیکھی تھی، روایت میں اس سیڑھی کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے اس کے دونوں پہلو دو پنجروں کے مانند تھے ایک سرا زمین پر اور دوسرا آسمان پر تھا، ایک یاقوت سرخ کا بنا ہوا تھا اور دوسرا سبز زمرد ہے، اس کے پائیدان ایک سونے اور ایک چاندی کے جو موتیوں اور جواہرات سے آراستہ تھے بعض روایات میں ہے کہ اس کرسی کے زمرد کے دو پر تھے اگر ایک پر کو ان میں سے کھولتا تمام دنیا کو گھیر لیتا، اس سیڑھی پر پچاس منزلیں تھیں، ایک منزل سے دوسری منزل تک ستر ہزار سال کا راستہ تھا، تمام نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی، میری طرف اشارہ کرتے تھے، یہ زینہ فرشتوں کی گزرگاہ بن گیا جو آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر آتے جاتے تھے کہتے ہیں کہ ملک الموت قبض ارواح کے لیے اس سیڑھی سے نیچے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موت کے وقت جب آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں تو وہ سیڑھی دکھائی دیتی ہے۔ القصہ آنحضرت ﷺ صحیح ترین روایات کے مطابق براق پر سوار ہوئے اور اس سیڑھی کے ذریعہ آسمان پر پہنچے، ایک روایت یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے فرمایا: آنکھیں بند کیجیے، جب آنکھیں کھولیں تو میں آسمان پر تھا۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

سات آسمانوں کے عجائبات

عجائبات آسمان اول

خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا، جبرئیل علیہ السلام نے ایک دروازہ کھٹکھٹایا، اس دروازے کا نام باب الحفظ ہے، یہ دروازہ یاقوت سرخ کے ایک ہی دانے سے بنا ہوا ہے، مروارید کا بنا ہوا قفل لگا ہوا تھا۔ اس دروازے پر اسماعیل نامی فرشتہ موکل ہے، جب اس نے جبرئیل علیہ السلام کی آواز سنی تو اس نے ایسی آواز میں اس کا جواب دیا کہ اس سے پہلے کبھی میں نے ایسی آواز نہیں سنی تھی، اس نے کہا: من ذالذی نادالك کون پکار رہا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں ہوں۔ اس نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد ﷺ۔ پوچھا کیا محمد ﷺ پیدا ہوگئے ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں۔ اسماعیل نے کہا: آپ کو خوشی، کشائش اور جمعیت حاصل ہو، خوش آمدید، مرحبا فنعم المجیء جاء اور دروازہ کھول دیا۔ بارہ ہزار فرشتے اس کے تابع تھے اور ایک روایت میں ایک لاکھ، ایک دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ میں نے سات لاکھ قائد دیکھے، ہر قائد کے ساتھ سات لاکھ تابع تھے ان کے تسبیح وتہلیل میں نے سنی جو یہ تھی سبحان الملك الاعلی سبحان من لیس کمثله شیء ۔ گزشتہ روایات میں فرشتوں کی تعداد کے متعلق ایک لاکھ کا عدد زیادہ قوی ہے کیونکہ ہر دُوسرے آسمان پر پہلے آسمان سے ایک لاکھ فرشتے زیادہ ہیں۔

اس کے بعد میں آسمان دنیا میں داخل ہوا، میں نے ایک آسمان دیکھا انتہائی صاف گویا کہ جما ہوا آئینہ ہے اور ایک روایت کے مطابق سبز مروارید کا بنا ہوا تھا، اس کا نام رقیعا تھا اور اس کا عمق پانچ سو سالہ راہ تھا۔ اس آسمان میں آنحضرت ﷺ نے عجیب امور مشاہدہ فرمائے ان میں سے بیس چیزیں بیان کی جاتی ہیں:

ا۔ ملائکہ قیام میں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو حالت قیام میں تھی انتہائی خشوع وخضوع سے سر جھکائے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ سبوح قدوس رب الملئکة والروح ۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: ''ان فرشتوں کی یہی عبادت ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: جس روز سے آسمان کو پیدا کیا گیا ہے قیام قیامت تک ان کی یہی عبادت ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے درخواست کیجئے کہ وہ اس کا ثواب آپ کی امت کو عطا فرمائے۔ خواجہ عالم ﷺ نے درخواست فرمائی تو اللہ جل شانہٗ نے قبول فرمالی، چنانچہ قیام نماز میں فرض ہوا۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ اسے اچھی طرح ادا کرو۔ پھر میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: اے جبرئیل علیہ السلام! ان فرشتوں کی تعداد کس قدر ہوگی؟ فرمایا: ان کی تعداد خدا کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا وما یعلم جنود ربك الا ھو ۔

۲۔سیدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس آسمان ہیں میں نے آدم صفی اللہ علیہ السلام کے ساتھ اسی قد رقامت اور صورت میں ملاقات کو جو عالم خلق تھا، سفید مرواریدکی تختی پر لباس نور زیب تن کیے بیٹھے تھے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی ارواح اولاد کو حکم دیا ہوا تھا کہ ان کے سامنے پیش کریں جب مومن رُوح کو دیکھتے خوش ہوتے اور فرماتے روح طیب من بدن طیب ،اس کے لیے رحمت و مغفرت طلب کرتے ،اس کے بعد اس رُوح کو اعلیٰ علیین پر لے جاتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کلا ان کتاب الابرار لفی علیین ،جب کافر یا منافق کی روح کو دیکھتے غمگین ہوتے اور اس پر لعنت بھیجتے اور فرماتے روح خبیث من بدن خبث ،اس کے بعد اسے سجین میں لے جاتے ہیں کلا ان کتاب الفجار لفی سجین ۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یا محمد ﷺ! یہ آپ کے والد آدم علیہ السلام ہیں، ان کے پاس جا کر سلام کیجئے۔ آنحضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گئے اور سلام کیا۔ آدم علیہ السلام نے مسکرا کر اور خوش ہو کر آنحضرت ﷺ کے سلام کا جواب دیا اور شکر گزاری کی اور کہا: مرحبا یا ابن الصالح و نبی الصالح الحمد للہ الذی اکرمك وجعلك من نسلی ،آپ کی تسبیح یہ تھی: سبحان الجلیل الاجل سبحان الواسع الغنی سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العلی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ ، آدم علیہ السلام کے دائیں طرف مجھے ایک دروازہ دکھائی دیا جس میں سے عمدہ خوشبو پھوٹتی تھی اور آپ کے بائیں طرف ایک دوسرا دروازہ دیکھا جس میں سے بدبو آتی تھی، جب دائیں دروازے کی طرف دیکھتے، مسکراتے اور جب بائیں طرف دیکھتے روتے، آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا ما ھذا البابان ،فرمایا: وہ دروازہ جوان کے دائیں طرف ہے، جنت کا دروازہ ہے، سعادت مند بنی آدم کی ارواح اس دروازہ سے جنت میں داخل ہوتی ہیں اور وہ دروازہ جوان کے بائیں طرف ہے دوزخ کا دروازہ ہے، جو بدبختوں کی روحوں کی گزرگاہ ہے، جب آدم علیہ السلام اس دروازہ کی طرف دیکھتے ہیں، پاکیزہ ارواح کے مشاہدہ سے خوش و خرم ہوتے ہیں اور اس دوسرے دروازہ کی طرف دیکھتے ہیں تو غمگین ہوتے اور روتے ہیں۔

۳۔نیکیوں کا اجر پانے والے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا گزر ایک گروہ پر ہوا جو کھیتی باڑی میں مشغول تھے، اسی ساعت فصل کاٹتے تھے ایک سے سات سو پھل حاصل کرتے تھے، میں نے پوچھا: اے جبرئیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو عبادت و خدمت اور صدقہ و خیرات خدا تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں۔

۴۔نماز میں کوتاہی کرنے والے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ فرشتے ان کے سروں کو پتھرے سے کچلتے ہیں اور وہ پھر اپنی اصلی حالت پر آ جاتے ہیں، وہ پھر کچلتے ہیں، میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نماز جمعہ اور باجماعت نماز میں سستی کی ہے اور رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا نہیں کیا اور نمازوں کو وقت پر ادا نہیں کیا۔

۵۔ زکوٰۃ نہ دینے والے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں ایک جماعت کے پاس پہنچا جو بھوکی، پیاسی اور ننگی تھی، زبانیہ فرشتہ انہیں دوزخ کے طعام وشراب کی طرف ہنکاتا تھا جس طرح چوپایوں کو چراگاہ کی طرف ہنکاتے ہیں، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے ان کے متعلق پوچھا، فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دی، اور فقیروں پر رحم نہیں کیا۔

۶۔ بدکار لوگ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں ایک دوسری جماعت کے پاس پہنچا، جس کے سامنے تمام نعمتیں رکھی ہوئی تھیں اور دوسری طرف مردار گوشت رکھا ہوا تھا، وہ لوگ اس مردار گوشت کو کھا رہے تھے اور ان پاکیزہ نعمتوں کی طرف التفات نہیں کرتے تھے، میں نے پوچھا تو فرمایا: یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اپنے حلال ساتھی کو چھوڑ کر حرام کی طرف رغبت کرتے ہیں۔

۷۔ تمسخر اڑانے والے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں اس دوسری جماعت کے پاس سے گزرا آتشیں جگہوں پر انہیں بٹھایا ہوا تھا، ان جگہوں کے کانٹوں کی مانند پنجے تھے، جو گزرنے والوں کے اعضاء اور کپڑوں کو کاٹتے تھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ وہ جماعت ہے جو گزرگاہوں پر بیٹھ جاتی اور راہ گیروں کو ایذا دیتی، آنکھوں کے اشاروں اور زبان سے لعن طعن اور گالیاں دیتی، اور لوگوں پر ہنستی تھی۔

۸۔ خیانت کار لوگ

فرمایا کہ ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کی پشت پر اس قدر زیادہ بوجھ تھا کہ اس کے نیچے حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا، اس کے باوجود لوگوں کو بوجھ کے لیے کہتا جو لا کر اس کی پشت پر رکھ دیتے اور بوجھ بڑھاتے رہتے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس نے امانت میں خیانت کی اس کے باوجود کہ لوگوں کے حقوق کا بوجھ اس گردن پر ہے۔

۹۔ بادشاہوں کے خوشامدی

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میرا ایک قوم پر گزر ہوا جن کے ہونٹ آتشیں قینچی سے کاٹے جا رہے تھے، اُسی وقت پھر اسی طرح ہو جاتے، دوبارہ کاٹتے پھر اُسی طرح فی الفور ہو جاتے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ وہ گروہ ہے جو بادشاہوں کے پاس جاتا، انہیں خوش آمدید کہتا، اُن کی جھوٹی اور محال باتوں کی تصدیق کرتا، ان کو ظلم اور فسق و فجور سے نہیں روکتا تھا اور نہ ہی عدل وانصاف کرنے والوں کو کہتا تھا۔

۱۰۔ چغلخور لوگ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میرا گزر ایک جماعت پر ہوا، جس کے کانوں کا گوشت کاٹ کر اسے دیا جا رہا تھا، جسے وہ کھاتی تھی۔ جبرئیل

علیہ السلام نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! یہ چغلخور لوگ ہیں جو لوگوں کو چغلی کھاتے اور غیبت کیا کرتے تھے۔

۱۱۔ شراب نوشوں کا حشر

فرمایا میں اسی جماعت کے پاس سے گزرا جن کے چہرے سیاہ، آنکھیں نیلی ہوئی تھیں، ان کے نچلے ہونٹ ان کے پاؤں کے پنجے روندے جاتے اور اوپر کے ہونٹ سر پر ڈالے ہوئے تھے۔ پیپ، خون اور گندگی ان کے منہ سے بہتی تھی، آتشیں پیالوں میں ان کو حمیم، دوزخیوں کا خون اور زرد پانی پینے کو ملتا تھا، وہ گدھوں کی طرح آواز لگاتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ آپ ﷺ کی اُمت کے شرابی ہیں۔

۱۲۔ جھوٹی گواہی دینے والے

فرمایا: میں ایک گروہ کے پاس سے گزرا جن کی زبانیں گدی سے کھینچی ہوئی تھیں ان کی شکلیں خنزیر کی مانند مسخ ہو چکی تھیں، جن کو نیچے سے اور اُوپر سے بھی عذاب دیا جا رہا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہیاں دیا کرتے تھے۔

۱۳۔ سود خود عذاب الٰہی میں

میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ پھولے ہوئے تھے، رنگ زرد، ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں اور ان کی گردن میں طوق پڑے ہوئے تھے، جب وہ اٹھنا چاہتے تو ان پیٹ نیچے کھینچتے جس سے وہ منہ کے بل گرتے۔ عذاب نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ سود خور لوگ ہیں۔

۱۴۔ قاتلوں کی سزا

آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں ایک اور گروہ کے پاس سے گزرا جن کو آتشیں چھریوں سے ذبح کیا جا رہا تھا، ان سے سیاہ اور گندا خون بہتا وہ مرتے اور کچھ دیر بعد پھر زندہ ہو جاتے۔ انہیں پھر قتل کر دیا جاتا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق انسانوں کا خون بہاتے تھے اور مومنوں کو ہلاک کرتے تھے۔

۱۵۔ نافرمان عورتیں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جن کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی تھیں، آگ کے کپڑے ان کو پہنائے ہوئے تھے، فرشتے ان کو گرزوں سے مار رہے تھے، وہ کتیوں کی مانند آواز نکالتی تھیں، جبرئیل علیہ السلام سے میں نے پوچھا یہ عورتیں کون ہیں اور انہیں اس طرح سزا کیوں دی جا رہی ہے انہوں نے فرمایا: یہ وہ چرب زبان عورتیں ہیں جنھوں نے اپنے خاوندوں کو ناراض رکھا۔

۱۶۔ منافقین کا مقام

فرمایا: میں ایک ایسی قوم پر گزرا جو دنیا و آخرت کے درمیان محبوس ہوا میں معلق کھڑی تھی، ہر ایک پر دو غضب ناک فرشتے موکل کیے گئے

تھے جن کی آنکھوں، ناک اور کانوں سے آگ نکل رہی تھی ہر ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ایک لٹھ تھی، ہر لٹھ کی ستر ہزار شاخیں تھیں، اگر ایک شاخ کو وہ ابو قیس پر رکھیں تو وہ پگھل جائے۔ ان لٹھوں سے فرشتے ان کو مارتے اور فرشتے یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان القادر المقدر سبحان المنتقم علی اعدائه سبحان الملك العظيم ۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ منافقین ہیں۔

۱۷۔ والدین کے نافرمان

آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں نے ایک بہت بڑا گروہ دیکھا جسے آگ کی وادی میں قید کیا گیا تھا، آگ ان کو جلا دیتی وہ پھر ٹھیک ہو جاتے آگ پھر انہیں جلا دیتی، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ اپنے والدین کے نافرمان ہیں۔

۱۸۔ گانے والے فنکار

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک اور جماعت کو دیکھا، جن کے سینوں پر آگ کے طبق رکھے ہوئے تھے، چہرے سیاہ، آنکھیں نیلی انہوں نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا، عذاب کے فرشتے انہیں آگ کی لٹھوں سے مارتے تھے، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ گویے (گلوکار) ہیں۔

۱۹۔ رعد اپنے اصلی رُوپ میں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک فرشتہ آدمیوں کی شکل وصورت کا دیکھا جس کا نصف بالائی حصہ آگ اور نصف زیریں حصہ برف کا بنا ہوا تھا، نہ ہی آگ برف کو پگھلاتی تھی اور نہ برف آگ کو بجھاتی تھی، میں نے پوچھا: یہ فرشتہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اس فرشتہ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اسے بادلوں پر موکل کیا ہے، جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا ارادہ بارش برسانے کا ہوتا ہے بادلوں کو وہاں پہنچا دیتا ہے، اس فرشتہ کا نام رعد ہے، بادلوں میں کڑک اور بجلی پیدا کرنے کا وہ سبب ہوتا ہے، جب وہ بادل کو چلاتا ہے تو اس میں سے کڑک کی آواز نکلتی ہے اور جب بادل کی طرف رغبت کرتا ہے بجلی چمکتی ہے۔

۲۰۔ بحر الحیوان

فرمایا: جب میں اس جگہ سے گزر گیا ایک دریا پر پہنچا جس کے بے شمار غرائب وعجائب احاطہ توصیف سے باہر ہیں، پانی دودھ سے زیادہ سفید، پہاڑوں کی مانند موجیں مارتا، میرے دریافت کرنے پر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! یہ بحر الحیوان ہے، جب مردے اٹھائے جانے کا وقت ہوگا تو اس دریا سے زمین پر بارش برسائیں گے جس کے پانی سے بوسیدہ اور ریزہ ریزہ شدہ اعضا کو ترکیب دے کر پھر زندہ کریں گے۔

واقعات وآسمان دوم

خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: میں دوسرے آسمان پر پہنچا یہ آسمان اس قدر نورانی تھا کہ اسے دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں، ایک روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اسے سرخ سونے سے بنایا گیا تھا اس کا نام قیدوم ہے، جبرئیل علیہ السلام نے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا، دربان

نے پوچھا: کون ہے؟ فرمایا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا محمد ﷺ مبعوث ہو گئے ہیں؟ فرمایا: ہاں، اس نے کہا: الحمدللہ اور دروازہ کھول دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے دروازہ کھول دیا، اس آسمان میں بھی میں نے بہت سے عجائب و غرائب دیکھے ان میں سے چار چیزیں بیان کی جاتی ہیں:

ا۔ اسرافیل استقبال کرتے ہیں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب دروازہ کھلا، میں نے دیکھا دروازہ مروارید کا بنا ہوا تھا جس پر نور کا قفل لگا ہوا تھا، اس کا خازن اسرافیل نامی ایک فرشتہ تھا، جس کے تابع دو لاکھ فرشتے تھے، پھر ایک فرشتہ کے ساتھ دو دو لاکھ فرشتے تھے، میں نے انہیں سلام کیا تمام نے میرے سلام کا جواب عزت واحترام سے دیا، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت واحترام اور بزرگی کی خوشخبری دی، دوسرے آسان کے دربان فرشتے اسرافیل علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی:

سبحان الله کل مایسبح الله مسبح و الحمد لله کل احمد الله حامد و لا اله الا الله کلما هلل الله و الله اکبر کلما کبر الله مکبر۔

۲۔ رکوع گزار فرشتے

فرمایا: جب میں ان سے گزر گیا، فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا، تمام صف باندھے رکوع میں جھکے ہوئے یہ تسبیح پڑھتے ہیں:
سبحان الوارث الواسع سبحان الذی لا یدرك ابصار سبحان العظیم العلیم ، ان فرشتوں پر رکوع میں اس قدر خشوع وخضوع طاری تھا کہ جب سے پیدا ہوئے ہیں سر نہیں اُٹھایا اور تیسرے آسمان کو نہیں دیکھا، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: اہل آسمان کی عبادت ایسی ہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ اس عبادت کو آپ اور آپ کی اُمت کو عطا فرمائے۔ میں نے دُعا کی، مجھ پر اور میری امت پر نماز میں رکوع فرض ہوا۔

۳۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام سے ملاقات

فرمایا: میں ان فرشتوں سے آگے نکل کر دو جوانوں کے پاس پہنچا، میرے دریافت کرنے پر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں، ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا، تحیت اور اس کے آداب بجالایا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: مرحبا یا اخ الصالح والنبی الصالح عیسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور بہت ہی خوشخبری دی، خدا تعالیٰ جل وعلا کے اعزازات اور عواطف اور ان کرامات کا ذکر کیا جو تمام انبیاء مرسل علیہم السلام میں سے میرے ساتھ مختص ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی: سبحان الحنان المنان سبحان الابد الابد سبحان المبدی المعید ۔

۴۔ قاسم الرزاق سے ملاقات

میں ایک فرشتہ کے پاس سے گزرا جس کے ستر سر تھے، ایک روایت میں ستر ہزار سر تھے، ہر سر کے ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے پر ستر ہزار منہ تھے، ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں تھیں، ہر زبان کی جدا لغت تھی کوئی لغت بھی دوسری لغت کے ساتھ نہ ملتی تھی، ان کی تسبیح یہ تھی **سبحان الخالق العظیم سبحان العظیم الاعظم سبحان اللہ وبحمدہ** اور دوسری روایت میں **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ الخالق العظیم وبحمدہ استغفر اللہ** کو بھی پہلی تسبیح کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جس شخص پر روزی تنگ ہو جائے اس تسبیح کو صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان پڑھا کرے اس کی روزی فراخ ہو جائے گی۔ جبرئیل علیہ السلام سے میں نے اس فرشتہ کا حال پوچھا، فرمایا یہ وہ فرشتہ ہے جسے لوگوں کے رزق پر موکل بنایا گیا ہے، ہر انسان کا مقررہ رزق روزانہ کرم الٰہی کے دستر خوان سے بغیر کسی کمی یا زیادتی کے اسے پہنچاتا ہے، اس کا نام قاسم ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تیسرے آسمان پر پہنچا، جبرئیل علیہ السلام نے گزشتہ طریقے کے مطابق اس کا دروازہ کھلوایا، ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔

واقعات وعجائبات آسمان سوم

ان میں سے چھ چیزیں بیان ہوتی ہیں۔

۱۔ قندیل نور

فرمایا: جب میں آسمان سوم میں داخل ہوا تو میں نے سفید مروارید سے بنا ہوا تاباں اور روشن آسمان دیکھا جس میں نور کی قندیل رکھی ہوئی تھی، اس آسمان کا نام زیلوں ہے، اس کا دربان اس قدر عظیم الشان تھا کہ اس کے تابع تین لاکھ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے ساتھ تین تین لاکھ اور فرشتے تھے، اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی: **سبحان معطی الوھاب سبحان الفتاح العلیم سبحان المجیب لمن دعاہ۔**

۲۔ سربسجود فرشتے

فرمایا: میں نے بہت سے صف بستہ فرشتے دیکھے یہ تمام فرشتے سجدہ میں تھے، میں نے انہیں سلام کیا، سر اٹھا کر انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ میں چلے گئے، سجدہ میں وہ یہ تسبیح پڑھتے تھے: **سبحان الخالق العظیم سبحان الذی لا مقر و لا ملجاء الا الیہ سبحان العلی الاعلیٰ**، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: آسمان سوم کے فرشتوں کی یہ عبادت ہے؟ فرمایا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دعا کیجیے یہ عبادت آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو عطا فرمائے۔ میں نے دعا کی تو مجھے یہ عبادت عطا فرمائی ہر رکعت میں دو سجدے فرض قرار دیے کیونکہ فرشتوں نے سر اٹھا کر میرے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ کیا۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے معانقہ

فرمایا: میں نے فرشتوں میں اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو دیکھا، ان کے ساتھ اُمت کے عبادت گزار بندے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے انہیں سلام کرنے کے لیے فرمایا، میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور مجھ سے معانقہ فرمایا، مجھے کرامت الٰہی کی بشارت دی، جو تسبیح وہ پڑھ رہے تھے، میں نے سنی، وہ یہ تھی: **سبحان الکریم الاکرم سبحان الجلیل الاجل سبحان الفرد الوتر سبحان الابد الابد۔**

۴۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام سے ملاقات

فرمایا: جب میں یوسف علیہ السلام سے آگے بڑھا، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات کی، سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مجھے کرامات کی بشارت دی اور فرمایا کہ آج کی رات اُمت کی شفاعت میں کوتاہی نہ کیجئے، داؤد علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی:

سبحان الملك الملوك سبحان القاهر الجبار تصير اليه الامور ۔

۵۔ متکبروں کا حشر

فرمایا: میں نے ایک فرشتے کو کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا، جس کے ستر سر اور ایک روایت کے مطابق ستر ہزار پر اور ہر پر اس قدر تھا کہ مشرق و مغرب کو گھیرے ہوئے، اس فرشتہ کے گرداگرد عظیم الجثہ فرشتوں کو دیکھا ہر ایک کی لمبائی ایک لاکھ دو سالہ راہ تھی یہ فرشتے ایک جماعت کو عذاب دے رہے تھے، انہیں آتشیں لٹھ مارتے تھے، ان لٹھوں کے نیچے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور جل اُٹھتے، پھر اپنی اصلی حالت پر آ جاتے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام اور اس قوم کو عذاب دینے کا سبب پوچھا، فرمایا: اس فرشتہ کا نام سرحائیل ہے اور یہ قوم تیری اُمت کے جبار اور متکبر لوگ ہیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس فرشتہ اور اس کے معاونین کو اس قوم کو عذاب دینے کے لیے مقرر فرمایا، قیامت کے دن تک اُسی طرح ان کو عذاب دیتے رہیں گے، اس فرشتہ کی تسبیح کو میں نے سنا، یہ تھی: **سبحان من هو فوق الجبارين سبحان من هو المسلطين ممن عصاه ۔**

۶۔ بحر النقم

فرمایا: اس کے بعد میں ایک بہت بڑے دریا پر پہنچا جس کی توصیف خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ اس دریا کا نام بحر النقم ہے۔ اس دریا میں سے پانی کی کچھ مقدار دنیا میں بھیجی تو طوفانِ نوح ظہور پذیر ہوا۔ یہ دریا دنیا سے ساٹھ گنا بڑا ہے یعنی مشرق سے مغرب اور زمین سے آسمان تک، پھر فرمایا: جب میں اس دریا سے گزر گیا، تو چوتھے آسمان پر پہنچا۔

عجائبات آسمان چہارم

۱۔ عزرائیل یا موضیائیل

خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: چوتھا آسمان خام چاندی کا بنا ہوا تھا اور ایک روایت کے مطابق سفید مروارید کا تھا ہفت زمین اور تینوں

آسمانوں، اس کے احاطہ میں بیابان کے اندر ایک حلقہ کی مانند دکھائی دیتے تھے، ایک روایت کے مطابق اس کا نام زیون ہے، اس کا دروازہ نور کا تھا جس پر نور ہی کا قفل تھا، اس قفل پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس دروازے کا خازن ایک روایت کے اعتبار سے عزرائیل اور دوسری روایت کے مطابق موضیائیل، اور ایک روایت کے مطابق مومیائیل نامی فرشتہ تھا سابقہ دستور کے مطابق میرے لیے اس نے دروازہ کھولا، جب میں آسمان چہارم میں داخل ہوا، بہت سے عجائبات دیکھے اور موضیائیل جو اس دروازے کا دربان تھا، امورکلیہ اس کے سپرد تھے۔ کہتے ہیں کہ موضیائیل کے تابع چار لاکھ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے چار چار لاکھ اور فرشتے ملازم تھے، اس کی تسبیح یہ تھی: سبحان الخالق الظمات و النور سبحان خالق الشمس و القمر المنیر سبحان الرفیق الاعلیٰ۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے اسی آسمان پر ملا اور ایک روایت کے مطابق چھٹے آسمان پر ملاقات کی، واللہ اعلم۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ان کو سلام کرنے کے لیے کہا، میں نے بڑھ کر سلام کیا، وہ اٹھے اور میرے ساتھ بغل گیر ہوئے، میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: الحمدللہ الذی ارانی وجھک ، سپاس و ستائش اس خدا کے لیے ہے جس نے مجھے آپ ﷺ کے دیدار کی سعادت بخشی، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت سی کرامات کی بشارت دینے کے بعد فرمایا: آج وہ رات ہے کہ آپ ﷺ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ خاص اپنے سامنے جگہ دیں گے، ایسی خاص مجلس ہوگی کہ کسی مخلوق کی وہاں گنجائش ہی نہیں ہوگی۔

آپ ﷺ جانتے ہی ہیں کہ کیا کچھ طلب کرنا ہے، بہر حال ضعفائے امت کو مت بھولیے، اگر ان پر کچھ فرائض عائد ہوں تو اعمال امت میں تخفیف کی درخواست کیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں آپ کی نصیحتوں پر عمل کروں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: سبحان ھادی من یشاء و مضل من یشاء سبحان الغفور الرحیم۔ نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے نکل گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے، رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: ابکی لان غلاما بعث من بعدی ید خل الجنۃ من امتہ اکثر مما یدخلھا من اُمتی ، یعنی میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک جوان کو میری نبوت کے بعد مبعوث کرتے ہیں اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل مجھے خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام بنی آدم سے بزرگ خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ جوان خدا تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ بزرگ ہے۔ اگر محض ان کی ذاتی فضیلت مجھ پر ہوتی تو میرے لیے آسان بات تھی، لیکن آپ کی فضیلت آپ کی اُمت کی میری اُمت پر فضیلت تو مسلمہ ہے اور آپ کی امت خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام امتوں سے افضل ہے۔

۳۔ دوزانو فرشتے

فرمایا: آسمان چہارم کے تمام فرشتوں کو میں نے دوزانو بیٹھے ہوئے دیکھا اور یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان الروف الرحیم سبحان الذی لا یخفیٰ علیہ شئ سبحان رب العالمین ، میں نے پوچھا: آسمان چہارم کے فرشتوں کی یہ عبادت ہے؟ فرمایا: ہاں خدا تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ یہ

عبادت آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو عطا فرمائے۔ میں نے دُعا کی جو منظور ہوئی، قعدہ اخیر مجھ پر اور میری امت پر فرض ہوا۔ (سبحان اللہ)

۴۔ خواتین صالحات سے ملاقات

فرمایا: مریم خاتون موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو میں نے چوتھے آسمان میں دیکھا، میرے استقبال کے لیے تشریف لائیں، حضرت مریم کے سفید مروارید کے ستر ہزار محل تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ستر ہزار محل سبز زمرد کے الگ تھے اور فرعون کی بیوی آسیہ کے ستر ہزار محل سرخ یاقوت اور ستر ہزار محل تازہ مرجان کے تھے۔

۵۔ عزرائیل استقبال کرتے ہیں

فرمایا: ان عجائبات میں سے جو میں نے آسمان چہارم میں دیکھے ایک یہ تھا، میں نے ایک فرشتہ غمگین، منقبض کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا، اس تخت کے چار کونے تھے، ہر کونہ کے سات لاکھ پائے، سرخ سونے، خام چاندی اور مروارید کے بنے ہوئے تھے، اس کے گرداگرد بے شمار فرشتے تھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کے دائیں طرف نورانی فرشتے تھے تمام سبز پوش، معطر، روشن، شیریں گفتار، بیدار دل اس حد تک خوبصورت اور نیک سیرت تھے کہ ان کے چہرہ سے نظر اٹھانا دشوار تھا، اس کے بائیں طرف میں نے فرشتے دیکھے، تمام سیاہ رو، جن کے لباس بھی سیاہ تھے، ورشت گو، بدخو تسبیح پڑھے تھے تو ان کے منہ سے شعلے نکلتے تھے، کوئی شخص انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا، وہ فرشتہ جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا، مجسمہ چشم تھا، اس کی آنکھ کے انوار مشتری و مریخ کی مانند آسمان میں چمکتے تھے، اس کے بہت سے پر تھے، میں نے اس کے سامنے بہت سے پر رکھے ہوئے دیکھے، انتہائی بزرگ، تختی ہاتھ میں لیے اسے دیکھے جا رہا تھا ایک لحہ بھی اس سے نظر نہیں اٹھاتا تھا، ایک بڑا درخت اس کے سامنے کھڑا تھا، اس درخت کے اس قدر پتے تھے کہ ان کی تعداد صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے، ہر پتے پر کسی شخص کا نام لکھا ہوا ہے میں نے ایک اور چیز ایک طشت کی مانند اس کے سامنے رکھی ہوئی دیکھی۔ وہ ہر لحہ ہاتھ بڑھا کر اس میں سے کوئی چیز اٹھا لیتا، کبھی اسے خوبصورت نورانی فرشتوں کو دیتا اور کبھی اسے بدصورت سیاہ فرشتوں کے سپرد کرتا، جب میری نگاہ اس فرشتہ کے چہرہ پر پڑی میرے دل میں اس کا خوف پیدا ہوا اور میں کانپنے لگا، میرے جسم میں ضعف اور سستی پیدا ہوگئی Di میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ فرشتہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ فرمایا: یہ عزرائیل علیہ السلام ہے، کوئی شخص بھی اسے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا هو هادم اللذات و مفرق الجماعات ، پھر جبرئیل علیہ السلام اس کے پاس گئے اور اسے میرے حال سے آگاہ کیا اور کہا: اے عزرائیل علیہ السلام! یہ محمد ﷺ ہیں، پیغمبر آخرالزماں ﷺ، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے محبوب۔ اس نے سر اٹھایا اور مجھے دیکھا، مسکرایا، میری تعظیم کے لیے اٹھا اور کہا مرحبا بک۔ حق تعالیٰ نے کوئی پیغمبر آپ ﷺ سے زیادہ عزیز اور بزرگ نہیں بھیجا اور آپ کی اُمت سے زیادہ کوئی امت حق تعالیٰ کے نزدیک بزرگ نہیں، میں آپ کی امت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوں، میں نے کہا: اے ملک الموت! تو نے مجھے خوش کر دیا اور مجھے غم سے رہائی دی لیکن مجھے ایک خدشہ ہے، میں چاہتا ہوں کہ اُسے آپ دُور کر دیں، پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: آپ بہت غمگین دکھائی دیتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! جب سے خدا تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے اور ارواح کی امیدیں میرے سپرد کی ہیں میں

ہمیشہ ڈرتا رہتا ہوں کہیں مجھ سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ میں اس خدمت کو پورا نہ کرسکوں اور خدا تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤں۔ میں نے پوچھا: یہ طشت کیا ہے؟ فرمایا: یہ تمام دنیا کی مثال ہے، تمام دنیا میرے احاطہ اقتدار میں ہے، اسی طرح ہے جس طرح اب میرا تصرف یہ طشت ہے۔ میں نے پوچھا: یہ لوح کیسی ہے؟ فرمایا: اس تختی پر زندوں کی موت کا وقت درج ہے۔ میں نے پوچھا: یہ درخت کیسا ہے؟ فرمایا: یہ نیک بختوں اور بدبختوں کا نشان ہے۔ ہر انسان کا نام ایک پتے پر لکھا ہوا ہے، دوسرے پتہ پر اس کی نیک بختی یا بدبختی لکھی ہوئی ہے، جب وہ انسان دنیا میں بیمار ہو جاتا ہے وہ پتہ جس پر اس کا نام لکھا ہوتا ہے زرد ہو جاتا ہے، جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ پتہ اس سے جدا ہو کر اس تختی پر آجاتا ہے اور اس کے نام کو لوح سے مٹا دیتا ہے، میں ہاتھ بڑھا کر اس انسان کی رُوح خواہ مشرق میں ہو یا مغرب میں قبض کر لیتا ہوں۔ میں نے پوچھا: یہ فرشتے جو آپ کے دائیں بائیں ہیں یہ کس لیے ہیں، انہوں نے کہا: یہ فرشتے جو دائیں طرف ہیں، رحمت کے فرشتے ہیں جب میں نیک بختوں کی جان قبض کرتا ہوں ان کے سپرد کرتا ہوں، بائیں طرف عذاب کے فرشتے ہیں، بدبختوں کی جان ان کے سپرد کرتا ہوں، میں نے ان کی تعداد کے متعلق پوچھا تو فرمایا مجھے ان کی تعداد کا علم نہیں لیکن ہر انسان کی رُوح قبض کرتے وقت چھ لاکھ فرشتہ رحمت اور چھ لاکھ فرشتہ عذاب حاضر ہوتے ہیں جو جماعت اس پر مقرر ہوتی ہے دوسری مرتبہ قیامت تک اس کی نوبت نہیں آتی۔ میں نے پوچھا: اے ملک الموت! ہر رُوح کو قبض کرنے کے لیے آپ کو خود تگ ودو کرنا پڑتی ہے یا دوسروں کے سپرد بھی یہ کام کر سکتے ہو؟ فرمایا: جس روز سے مجھے اس جگہ بٹھایا گیا ہے، میں اس جگہ سے نہیں اٹھا لیکن میرے تحت ستر ہزار قائد ہیں ہر قائد کے زیرِ فرمان ستر ہزار فرشتہ ہے۔ جب کسی انسان کی رُوح قبض کرنے کا وقت ہوتا ہے میں ان کو بھیجتا ہوں، وہ اس کی جان قبض کر کے حلق تک پہنچا دیتے ہیں پھر میں ہاتھ بڑھا کر اس کا کام تمام کر دیتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے ملک الموت کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: اے مقرب فرشتہ! میری آپ سے ایک درخواست ہے مہربانی فرما کر قبول کیجئے۔ اس نے کہا: آپ ﷺ جو کچھ فرمائیں، بسر و چشم۔ فرمایا: میری درخواست ہے کہ میری امت کے ساتھ سہولت کے ساتھ معاملہ کریں کیونکہ ان میں کمزور اور نحیف و نزار بھی ہیں۔ ملک الموت نے جواب دیا: آپ ﷺ خوش ہو جائیں مجھے اس معبود کی قسم ہے جس نے خلعت خاتمیت انبیاء و رسل آپ ﷺ کو پہنایا، روزانہ ستر ہزار مرتبہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ بذات خود مجھے خطاب فرماتا ہے کہ اے عزرائیل! اُمت محمد ﷺ کے ساتھ نرمی اور سہولت کا سلوک کر، اور سہولت سے ان کی جان قبض کر۔ اسی لیے میں ان پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوں۔ (سبحان اللہ تعالیٰ)

۶۔ بحر الثلج

فرمایا: اسی چوتھے آسمان میں مَیں نے ایک سمندر دیکھا جو برف سے زیادہ سفید تھا، جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ سمندر ہے جس کا نام بحر الثلج ہے۔ اگر اس سمندر میں سے برف کی تھوڑی سی مقدار بھی باہر گرے تو زمین و آسمانوں کے تمام باشندے شدت برف سے ہلاک ہو جائیں۔

۷۔ فرشتوں نے حضور ﷺ کی اقتداء کی

کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بیت المعمور کو بھی اسی آسمان میں دیکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کے

نزدیک دیکھا، بہر حال آنحضرت ﷺ نے اس مکان کی تعریف اس طرح بیان فرمائی، وہ ایک مکان ہے جسے ایک ہی سرخ یاقوت کے دانہ سے بنایا گیا ہے۔ سبز زمرد کے دو دروازے ہیں، سرخ سونے، جواہرات اور یاقوت کی بنی ہوئی دس ہزار مشعلیں آویزاں تھیں، ہر قندیل سورج اور چاند سے زیادہ روشن، سرخ سونے کا ممبر اس مکان میں رکھا ہوا تھا، خام چاندی کا ایک منارہ کھڑا کیا گیا تھا جس کی بلندی پانچ سو سالہ راہ تھی، جس روز سے وہ مکان تیار ہوا ہے قیامت تک ہر روز ستر ہزار فرشتے عرش کے نیچے سے دریائے نور میں آکر غسل کر کے وہاں سے نکلتے ہیں، نور کی چادریں سر پر ڈالے لبیک کہتے ہیں، احرام باندھ کر بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں، قیامت تک پھر ان کے واپس آنے کی باری نہیں آتی، اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور بیت المعمور میں لے کر داخل ہوئے اور فرمایا: یارسول اللہ! ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی امامت کیجئے۔ جس طرح زمین پر تمام انبیاء کی امامت کی آسمان پر تمام فرشتوں کے امام بنیے۔ میں نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی، ساتویں آسمانوں کے فرشتوں نے میری اقتداء کی۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: جب میں نے یہ جمعیت ملاحظہ کی، میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ خدا تعالیٰ میری امت کو بھی ایسی ہی جمعیت عطا فرمائے، عالم السر والخفایات نے میرے دلی ارادہ کو بھانپ لیا، فرمایا: اے محمد ﷺ! جس قدر یہ جمعیت آپ ﷺ نے مشاہدہ کی ہے آپ کی امت میں پیدا کروں گا، یہ جمعہ کا دن ہے اس مقام میں ان عبادت گزاروں کی عبادت تیری ضعیف امت کے کام میں لاؤں گا۔ اس فقیر مولف کتاب کی نظر میں اہل تذکیر کی کتابوں میں یوں آیا ہے کہ جب جمعہ کا روز ہوتا ہے ملاء اعلیٰ کے فرشتے اور عالم بالا کے کرو بیاں بیت المعمور میں جمع ہوتے ہیں، جبرئیل علیہ السلام اس منارہ پر نماز کے لیے اذان کہتے ہیں، اسرافیل علیہ السلام اس منبر پر آکر خطبہ پڑھتے ہیں، میکائیل علیہ السلام امامت کراتے ہیں، ساتوں آسمانوں کے فرشتے ان کی اقتداء کرتے ہیں۔ جب نماز ختم ہوجاتی ہے جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں: اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اپنی اذان کا ثواب امت محمد ﷺ کے موذنوں کو بخشا۔ میکائیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی امامت کا ثواب اُمت محمد ﷺ کو بخشا، تمام فرشتے یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ ہم نے اس نماز کے ثواب کو امت محمد ﷺ کے جمعہ پڑھنے والوں کو بخشا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان پہنچے گا کہ ہماری خدمت میں اپنی سخاوت کومت پیش کرو، کیونکہ سخاوت کا تو میں خود خالق ہوں، گواہ رہو کہ میں نے محمد ﷺ کی امت کو بخش دیا اور ان کو عذاب آخرت سے محفوظ کر دیا۔ (سبحان اللہ)

۸۔ سورج خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے

کہتے ہیں کہ چوتھے آسمان پر سورج کو دیکھا، ایک روایت کے مطابق زمین سے ایک سو ساٹھ گنا بڑا تھا، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق سورج کا میدان اسی ہزار سالہ راہ ہے۔ جب حق تعالیٰ نے سورج کو پیدا فرمایا تو اس کے لیے ایک کشتی تیار کی، سرخ یاقوت کی، ایک تخت جس کے تیس لاکھ اور ساٹھ پائے ہیں، ہر پایہ کو ایک فرشتہ پکڑے ہوئے ہے، آفتاب سنہری کشتی میں رکھا اور کشتی کو اس تخت پر رکھا، اس تخت کو تیس لاکھ ساٹھ فرشتے پکڑ کر دریائے فلک میں (جو چوتھے آسمان کے نیچے ہے) لے جاتے ہیں، ہر صبح مشرق سے نکالتے ہیں اور شام کے وقت مغرب کی طرف غروب کرتے ہیں، وہ تمام فرشتے اس آسمان میں عبادت میں مصروف ہوجاتے ہیں، صبح کو پھر تیس لاکھ ساٹھ دوسرے فرشتے اسے مشرق سے نکالتے ہیں، اسی طرح ہر روز نئے فرشتے آتے رہتے ہیں جو ایک دفعہ آتے ہیں دوبارہ قیامت تک ان کی باری نہیں آتی۔ قال اللہ تعالیٰ

والشمس تجری لمستقرلها بعض تفاسیر میں سورج کے مستقر کو عرش کے نیچے بیان کیا ہے کہ ہر رات سورج کو ساق عرش میں غروب کرتے ہیں وہاں سورج خدا تعالیٰ جل وعلا کو سجدہ کرتا ہے اور پھر وہیں رہتا ہے تا آنکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے صبح کے وقت مشرق سے اسے نکالا جاتا ہے اسی طریقہ سے وہ سفر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے مغرب کی طرف سے نکالنے کا حکم ہوتا ہے۔ یہ حدیث پوری کی پوری عرائس امام ثعلبی میں مذکور ہے وہاں دیکھنی چاہیے۔ (واللہ اعلم)

عجائبات آسمان پنجم

فرمایا کہ جب میں اس آسمان میں داخل ہوا، یہ اس قدر بڑا تھا کہ چاروں آسمان اور ساتوں زمین ایک حلقہ کی مانند اس کے احاطہ میں تھے، اس آسمان کا نام البیانیقون ہے ان عجائبات میں سے جو اس آسمان پر مشاہدہ کیے۔ پانچ باتیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ اوسقطائیل سے ملاقات

اس آسمان کا دربان ایک فرشتہ تھا جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس کا نام اوسقطائیل ہے، میں نے اسے سلام کیا، اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے کرامات کی بشارت دی، پانچ لاکھ فرشتے اس کے تابع تھے پھر ہر ایک کے پانچ پانچ لاکھ فرشتے تابع تھے، اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی: قدوس قدوس رب الارباب سبحان ربنا علی الاعظم قدوس قدوس رب الملئکة والروح۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

فرمایا: جب میں ان فرشتوں سے گزر گیا حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، لوط اور یعقوب علیہم السلام کے پاس پہنچا، یہ ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں اُن کے پاس گیا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور فرمایا: اے محمد ﷺ! آج رات آپ ﷺ کی حاضری اللہ وحدہٗ لاشریک کے سامنے ہوگی، جہاں تک ہو سکے اپنی امت کے لیے تخفیف طلب کیجیے۔ میں نے آپ کو مجمع میں یہ تسبیح پڑھتے ہوئے سنا: سبحان من لایصف الواصفین عظمه منتهيه سبحان من خففت له الرقاب وذلت له الصعاب۔

۳۔ فرشتوں کی نگاہ قدموں پر

فرمایا: جب میں پانچویں آسمان پر عبادت گزار فرشتوں کے پاس پہنچا۔ تمام کھڑے تھے اور ان کی نگاہ ہمیشہ اپنے قدموں پر تھی، تمام بلند آواز سے یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان القاضی الاکبر سبحان العدل الذی لایجور ، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: ان فرشتوں کی عبادت یہ ہے؟ فرمایا: ہاں خدا تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو یہ عبادت عطا فرمائے۔ میں نے دعا کی تو وہ مجھے بخشش کردی گئی اور وہ نماز میں خشوع ہے۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمائی۔ کیا آپ نے ارشاد خداوندی میں نہیں سنا۔ قد افلح المومنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون۔

(سپارہ 18 سورہ المومنون آیت 1 تا 2)

۴۔ مشرکین عذاب میں

فرمایا: جب میں یہاں سے آگے بڑھ گیا تو میرا گزر ایک ایسے فرشتہ پر ہوا جس کی تعریف کوئی شخص نہیں کرسکتا، وہ اس قدر بڑا تھا کہ تمام مخلوقات اس کے ایک لقمہ کے برابر تھی، اس کے گرداگرد ایسے فرشتے دیکھے جن کے سر عرش کے نیچے اور ان کے پاؤں ساتویں زمین کے نیچے تھے، ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز تھا، ان فرشتوں کے سامنے انسانوں کی ایک جماعت تھی جو آگ کا لباس پہنے ہوئے تھی جو پاؤں تک لٹکا ہوا تھا، انہیں وہ آتشیں تازیانوں سے مارتے تھے جس سے آگ بھڑک اٹھتی تھی اور ان کا گوشت جھڑ جاتا، اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے۔ پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یارسول اللہ! یہ مشرک ہیں جنہوں نے ثالث ثلاثہ تین میں تیسرا کہا، خدا تعالیٰ نے ان فرشتوں کو ان پر موکل کیا، ہمیشہ ان کو عذاب دیتے رہیں گے۔ پھر میں نے اس فرشتہ اور اس کے متبعین کی تسبیح سنی جو یہ تھی: **سبحان اللہ الواحد الاحد سبحان الصمد الغفار سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفواً احد سبحان من لیس بوالد ولا مولود قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما الم تسمع اللہ تعالیٰ یقول لقد کفر الذین قالو ان اللہ ثالث ثلاثہ** ۔

۵۔ بحر الصعق

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد میں ایک آگ کے دریا پر پہنچا جس کے ہر طرف درشت مزاج اور کرخت خو فرشتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام سے اس دریا کے متعلق پوچھا: فرمایا: اس دریا کا نام بحر الصعق ہے، جلانے اور کوندنے والی بجلی اس سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے عجائبات جو اس دریا میں ہیں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا بیان نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کی حقیقت کو کوئی پا سکتا ہے۔ اس کے بعد میں چھٹے آسمان پر پہنچا جو موتی کا بنا ہوا تھا، اس کا نام عاروس تھا، دروازہ کھلنے پر میں اس میں داخل ہوا۔

عجائبات آسمان ششم

۱۔ روعائیل سے ملاقات

فرمایا: جب میں آسمان ششم میں داخل ہوا اس آسمان کے دربان (جس کا نام روعائیل ہے) کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور مجھے ان الفاظ سے دعا دی: **بارک اللہ فی حسنا تک وزادفی کراماتک وبورک فیک** ۔ میں نے آمین کہی، میں نے دیکھا چھ لاکھ فرشتے اس کے تابع ہیں پھر ایک کے ساتھ چھ چھ لاکھ فرشتے تھے، ان فرشتوں کی تسبیح یہ تھی: **سبحان اللہ الکریم سبحان النور المبین سبحانہ من الہ من فی السموٰت و الہ من فی الارض** ۔

۲۔ فرشتے قومہ میں

فرمایا کہ میں اس آسمان کے عبادت گزاروں اور فرمانبرداروں کے پاس سے گزرا تمام کو قومہ میں خشوع وخضوع سے کھڑا پایا اور تسبیح پڑھتے

تھے: سبحان من یسبح له الهوام فی آمکنها سبحان من یسبح له الانعام فی صحاریها سبحان من یسبح له الوحوش فی رواسیها سبحان من یسبح له الابدان فی ضعفها وضنکها۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

۳۔ باب الامان

فرمایا: جب میں ان فرشتوں سے گزر کر سفید کافور کے دروازہ کے پاس پہنچا، میں نے دیکھا کہ اس کا آستانہ تو تحت الثریٰ پہنچا تک ہوا ہے اور اس کے اوپر کا حصہ عرش کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس کے دو کواڑ تھے، اس پر زمین و آسمان کے برابر ایک قفل لگا ہوا تھا، میں اس قفل کے اس قدر بڑا ہونے پر بڑا متعجب ہوا۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، عرض کی: اس دروازے کا نام باب الامان ہے، پھر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! جب خدا تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا، زنجیریں اور طوق پیدا کیے اور طرح طرح کے عذاب اس میں رکھے، دوزخ نے سانس باہر کو پھینکا تمام موجودات معرض ہلاکت میں پڑ گئے۔ ساتویں آسمانوں کے فرشتوں اور تمام زمینوں کے باشندوں نے شور مچایا اور ارحم الراحمین سے امان طلب کی خدا تعالیٰ نے رحم فرمایا اور یہ دروازہ دوزخ اور تمام کائنات کے درمیان بنا دیا اور تمام آسمانوں اور زمینوں کو باشندوں کو امن دیا اسی وجہ سے اسے باب الامان کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے جبرئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اس دروازہ کو کھولیں تاکہ اس کو دیکھوں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کے آگے دوزخ ہے اور آپ ﷺ کو دوزخ اور دوزخیوں سے کیا کام؟ یہ رات کرامت کی رات ہے، آگے نکلیے تاکہ جلد مقام کرامت پر پہنچیں، میں نے کہا: اے جبرئیل علیہ السلام! میں اسے ضرور دیکھنا چاہتا ہوں، حکم ہوا کہ میرے حبیب کے ہاتھ کے اشارے سے دروازہ کھل جائے گا، آنحضرت ﷺ نے انگلی سے اشارہ فرمایا: دروازہ کھل گیا، دوزخ کا دُھواں اور شعلے نظر آنے لگے۔

۴۔ مالک...... دوزخ کا نگران

فرمایا: میں نے دوزخ کے اندر نگاہ ڈالی تو ایک فرشتہ بہت ہی بارعب اور بڑا ہیبت ناک نظر آیا، میں نے اس سے بڑا کوئی فرشتہ نہیں دیکھا تھا، یہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کے برابر تھا، سیاہ کپڑے پہنے ہوئے۔ اس کے سامنے ہزاروں درشت اور کرخت، ترش رو سیاہ پوش فرشتے کھڑے تھے، ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کا گرز تھا، یہ فرشتہ لوہے کے سیاہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا، اس منبر کے آٹھ لاکھ پائے تھے، ہر ایک پایہ زمین سے آسمان تک تھا اور وہ سر جھکائے یہ تسبیح پڑھ رہا تھا: سبحان الذی لایجور وهو ملك جبار سبحان المنتقم من اعدائه سبحان المعطی لمن یشاء سبحان من لیس کمثله شیء،

اور اس کے منہ سے آگ برستی تھی، ناک کے دونوں نتھنوں سے بھی آگ کے شعلے لپکتے تھے، یہ فرشتہ بہت ہی ہیبت ناک تھا، اس کی دو آنکھیں تھیں ہر آنکھ دنیا کے برابر بڑی تھی، اُس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے بلند ہوتے تھے، میں اس سے بہت ڈرا، اگر خدا میری مدد نہ کرتا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل علیہ السلام! یہ کون ہے جس کے خوف سے میں بدحواس ہو گیا ہوں اور میرا عضو عضو کانپنے لگا ہے، ہوش وحواس زائل ہو گئے ہیں جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ مالک نامی فرشتہ خازن دوزخ ہے۔ جس روز سے خدا تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے آج تک

نہیں ہنسا اور خوشی کا اظہار نہیں کیا، میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا، مصروفیت کی زیادتی کی وجہ سے اس نے سر نہ اٹھایا، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اے مالک! یہ محمد ﷺ ہیں جب اس نے میرا نام سنا تو سر اٹھایا اور میرے سلام کا جواب دیا، میری تعظیم کے لیے کھڑا ہوا اور تواضع سے پیش آیا، میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: آپ ﷺ کو بشارت ہو اے محمد ﷺ! خدا تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کے لیے آپ ﷺ کے گوشت پوست کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا ہے اور جو شخص آپ ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا، آپ ﷺ کی برکت سے اس پر بھی آتشِ دوزخ حرام ہو گی۔ مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں ان گنہگاروں پر رحم کروں جو آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور ان سے انتقام لوں جو آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے اور آپ ﷺ کی اتباع نہیں کی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مالک کے ہاتھ میں ایک گرز تھی جس کے سات سو سر تھے۔ تمام مخلوقات مل کر بھی اس کے ایک سر کو ایک طرف سے دوسری طرف نہیں پھیر سکتی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خواہش پر دوزخ کے تمام طبقے آپ کو دکھائے گئے اور تمام گروہوں کو مختلف عذاب ہوتے دکھایا گیا، ایک روایت میں ہے کہ واپسی کے وقت دوزخیوں کے عذاب کو دکھایا گیا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

۵۔ حضرت نوح اور حضرت ادریس علیہم السلام سے ملاقات

فرمایا کہ میں جب وہاں سے آگے گزر گیا تو حضرت ادریس اور نوح علیہما السلام کے پاس پہنچا، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور معانقہ فرمایا، میری ملاقات سے خوش ہوئے اور کہا: الحمد لله الذی ارانا وجهك ، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان میں دیکھا، اور ایک روایت کے مطابق بہشت میں دیکھا، بہر حال آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان کو یہ تسبیح پڑھتے ہوئے سنا: سبحان المجيب السائلين سبحان القابض الجبابرة سبحان الذی علی فلا تعلوه احد ۔ اور میں نے نوح علیہ السلام کی تسبیح سنی جو یہ تھی: سبحان الحی الحليم سبحان الفرد الکريم سبحان العزيز الرحيم ۔

۷۔ میکائیل سے ملاقات

فرمایا: جب میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ وہ ایک بہت بڑی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے ایک بڑا ترازو رکھا ہوا تھا، چنانچہ اس کا ہر ایک پلڑا زمین و آسمان سے بڑا تھا۔ اس کی ڈنڈی مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی تھی۔ بے حد حساب سامان ان کے پاس رکھا ہوا تھا، میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر بغل گیر ہوئے۔ مجھے دعا دیتے ہوئے فرمایا: زادك الله تعالیٰ کرامة وفرحا ۔ پھر فرمایا: اے محمد ﷺ! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ کوئی بھی امت خیر و برکت اور بزرگی میں آپ کی امت جیسی نہیں ہے، ان کی نیکیوں کا ترازو تمام دوسری اُمتوں سے بھاری ہے خوش قسمت ہے وہ شخص جو آپ کی پیروی کرے آپ کے ساتھ محبت رکھے، اور افسوس ہے اس شخص پر جو آپ کی نافرمانی کرے اور آپ سے بغض کرے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کے بہت سے متبعین اور کارندے تھے چنانچہ بعض روایات میں آیا ہے کہ میکائیل علیہ السلام کے ساتھ لاکھ سردار تھے ہر ایک کا ایک جھنڈا تھا اور ہر جھنڈے کے نیچے سات سات لاکھ فرشتے تھے، تمام صف باندھے ان کے حکم کے منتظر کھڑے رہتے۔ مجھے انہوں نے کہا: ہم تمام آپ کے خادم ہیں اور آپ پر آدم علیہ السلام کی پیدائش سے

پچیس ہزار سال پہلے سے صلوٰۃ وسلام بھیجتے چلے آ رہے ہیں۔ بارش کی قطروں، برف اور گھاس کے ہر تنکے پر جو زمین سے اگتا ہے ایک فرشتہ ان میں سے موکل ہے تاکہ ان کو ترتیب دے اور درجہ کمال تک پہنچائے، وہ فرشتہ پھر اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور قیامت تک پھر اس کی نوبت نہیں آتی۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی: سبحان رب کل مومن و کافر سبحان من تصنع من هیئة مافی بطونها الاحوامل۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

۷۔ بحرِ اخضر

فرمایا: پھر میں ایک دریا پر پہنچا جو سبز اور نورانی تھا اس میں اس قدر فرشتے تھے کہ ان کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ یہ تسبیح بلند آواز میں پڑھ رہے تھے: سبحان القادر المقتدر کریم الاکرم سبحان الجلیل الاعظم ۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون سا دریا ہے؟ فرمایا: اسے بحرِ اخضر کہتے ہیں، یہ تمام سبزیوں کی بنیاد ہے اس کے بعد ایک اور سیاہ دریا پر پہنچے اس میں بھی بے شمار فرشتے تھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کی تسبیح یہ تھی: سبحان من علافقهرا سبحان المطلع علی من خافت وجهرا ۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: اس دریا اور اس کے رہنے والوں کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کے بعد میں ساتویں آسمان پر پہنچا، ہر آسمان کی مسافت پانچ سو سالہ راستہ اور ہر آسمان سے دوسرا آسمان پانچ سو سالہ راستہ ہے۔ یہ آسمان سفید موتی اور ایک روایت کے مطابق جوہر سفید اور ایک روایت میں نورِ تاباں کا بنا ہوا ہے اس آسمان کا نام قائیل ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

عجائباتِ آسمانِ ہفتم

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

۱۔ روحائیل سے ملاقات

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جب میں ساتویں آسمان میں داخل ہوا تو میں نے روحائیل نامی فرشتہ کو دیکھا، اسے سلام کیا، اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور میری ملاقات پر خوشی و شادمانی کا اظہار کیا، مجھے حسنات کی قبولیت اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی بشارت دی اور بہت سی کرامات کا وعدہ فرمایا، میں نے اس کے زیرِ حکم سات لاکھ فرشتے دیکھے، ہر ایک کے ساتھ سات سات لاکھ فرشتے اور تھے، ان فرشتوں کی تسبیح یہ تھی: سبحان الذی بسط السموت فرفعها سبحان الذی سطح الارضین ففرشها سبحان الذی اطلع الکواکب وازهرها سبحان الذی ارشی الجبال فهیاها ۔

۲۔ عابد فرشتے قیام میں

فرمایا کہ میں اس آسمان کے عبادت گزار فرشتوں کے پاس پہنچا، تمام قیام میں تھے اور اونچی آواز سے تسبیح پڑھ رہے تھے: سبحان العلی العظیم سبحان الحلیم الکریم سبحان من لایصف الواصفون کنه صنعته عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا ۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

۳۔ طویل القامت فرشتہ

فرمایا: ان فرشتوں کے درمیان ایک بہت بڑا فرشتہ کھڑا تھا جس کا سر ساقِ عرش کے ساتھ اور پاؤں ساتویں زمین پر تھے، تمام جہان

کو ایک لقمہ بنا سکتا تھا، اس کی تسبیح یہ تھی: سبحان المحتجب بنور جلاله سبحان المصور فی الارحام مایشاء ۔

۴۔ فرشتہ کے پر جھاڑنے کا کمال

فرمایا: میں نے فرشتوں میں ایک فرشتہ دیکھا جس کے سات لاکھ سر اور ہر سر پر ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے پر ستر ہزار منہ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان میں ستہ ہزار بولیاں تھیں، گفتگو کرتا تھا ایک بولی سے دوسری نہیں ملتی تھی، اس فرشتہ کے سات لاکھ پر تھے۔ روزانہ دریائے نور میں (جو جنت کے دریاؤں میں سے ایک دریا ہے) سات سو مرتبہ داخل ہو کر غوطہ لگاتا، باہر نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتا، ہر قطرہ سے قادر مطلق ایک فرشتہ پیدا فرماتا جو قیامت تک تسبیح پڑھتا: میں نے اس فرشتہ کی تسبیح سنی جو یہ تھی: سبحانك مااعظم شانك سبحانك سیدی باعلی مکانك سبحانك سیدی مارحم بخلقك ۔

۵۔ عجیب الخلقت فرشتہ

فرمایا: ان فرشتوں ہی میں مَیں نے ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا جس کے چار چہرے تھے، ایک چہرہ آدمیوں کی طرح، ایک چہرہ گائے کی طرح، ایک چہرہ درندہ کی مانند ایک چہرہ پرندہ کی طرح تھا۔ ایک روایت میں درندے کی بجائے شیر کی مانند اور ایک چہرہ پرندہ کی بجائے گدھ کی طرح لکھا ہے، ہر چہرہ کے ساتھ مناسب زبان میں تسبیح پڑھتا تھا، آدمی کے چہرہ سے یہ تسبیح پڑھتا تھا: سبحان من یرزق کیف یشاء سبحان من یری ولایری ، درندے کے منہ سے یہ تسبیح پڑھتا تھا: سبحان من یسبح اله الخلائق اجمعین سبحان من یرزق من یشاء سبحان من یرزق السباع یا مفضل ۔ اور پرندہ کے چہرے سے یہ تسبیح پڑھتا تھا: سبحان الجواد المفضل سبحان من یسبح له الطیر فی اذکارها سبحان رازق الطیور یا رحیم ، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر چہرے سے تسبیح کے بعد اس صنف کے لیے رزق طلب کرتا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے ان چاروں اصناف کو روزی دیتا ہے۔

۶۔ اسرافیل علیہ السلام سے ملاقات

فرمایا: میں ایک فرشتہ کے پاس سے گزرا جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس کا سر عرش کے نیچے اور پاؤں ساتویں زمین کے نیچے تھے، وہ اس قدر بڑا تھا کہ دنیا و آخرت اس کا ایک لقمہ تھی، اس کے دو پر تھے، ایک پر کا سرا مغرب تک پہنچتا اور دوسرا مشرق تک، اس کے سامنے سات لاکھ فرمانبردار بزرگ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے زیر فرمان سات سات لاکھ فرشتوں کے اور لشکر تھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور آداب بجالائے، مجھے بہت سی کرامات وبشارات سے خوش وخرم کیا، آپ علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی: سبحان السمیع العلیم سبحان المحتجب من خلقه سبحان ربنا وتعالی ۔

۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضور اکرم ﷺ کو نصیحت

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دیکھا، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ ﷺ کے والد ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے سلام کیا اور آداب بجالایا، آپ نے جواب دیا اور فرمایا: مرحبا بابن الصالح والنبی الصالح ، آپ علیہ السلام نے نصیحت فرمائی: اے محمد ﷺ! اپنی امت سے کہیے کہ بہشت کی زمین ' پاک اور زراعت کی صلاحیت رکھتی ہے، اس میں بہت درخت بویئے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا: بہشت میں درخت کس طرح بوئے جاسکتے ہیں؟ فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہنے سے، اور ایک روایت یہ ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ، اس کے بعد ساتویں آسمان سے گزار کر آنحضرت ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا۔

❁......❁

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

عجائبات سدرۃ المنتہیٰ اور مقام جبرئیل

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

ا۔سدرۃ المنتہیٰ کی تشریح

تفاسیر میں مذکور ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جس کا تنا سرخ سونے کا، اس کی بعض شاخیں مروارید اور بعض سبز زمرد اور بعض سرخ یاقوت کی بنی ہوئی ہیں، اس کی جڑ سے شاخوں تک پچاس ہزار سالہ راستہ ہے، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند ہے، اس کے پھل مٹکے کی مانند، خداتعالیٰ کے نور نے اسے ڈھانپ رکھا ہے، میں نے اس درخت پر اس قدر فرشتے مشاہدہ کیے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ان کی تعداد کو نہیں جانتا، انہوں نے درخت کے تمام پتوں کو ڈھانپ رکھا تھا، سنہری مکھیوں کی طرح چمکتے تھے، اور ستارہ نور کی مانند فروزاں تھے، قال اللہ تعالیٰ اذا یغشی السدرۃ مایغشیٰ ، اور ایک روایت میں ہے کہ اس درخت پر اس کے ہر پتہ پر آسمان کے ستاروں، بیابان کی ریت کے ذروں کی تعداد کے مطابق سنہری پروانوں کی مانند فرشتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام فرشتے سید انس وجاں کے نظارہ وزیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو سلام کیا اور خداوند جل وعلا کی رحمت کی بشارت دی۔

۲۔حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مقام

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے محراب کے سامنے آنحضرت ﷺ کے نام کی ایک کرسی رکھی ہوئی تھی، جس روز سے یہ کرسی بنی آج تک کسی کو اس پر بیٹھنے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس پر بٹھایا، اس کرسی کے چاروں طرف میں نے کرسیاں دیکھیں، اس کرسی کے سامنے دس ہزار کرسیاں تھیں جو مروارید سفید سے بنی ہوئی تھیں ان پر تورات لکھی ہوئی تھی، ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے تورات پڑھ رہے تھے، میں نے دوسری طرف دس ہزار کرسیاں رکھی ہوئی دیکھیں ان پر انجیل لکھی ہوئی تھی اور ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے انجیل پڑھ رہے تھے، اور دوسری طرف دس ہزار کرسیاں رکھی ہوئی تھیں ان پر زبور لکھی ہوئی تھی، ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے زبور پڑھ رہے تھے۔ چوتھی طرف دس ہزار کرسیاں سرخ یاقوت کی رکھی ہوئی تھیں ان پر قرآن مجید لکھا گیا تھا اور ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میری آپ ﷺ سے ایک درخواست ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے بیت المقدس میں انبیاء کرام کی امامت کروائی اسی طرح یہاں بھی فرشتوں کی امامت فرمائیے۔ آنحضرت ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کی درخواست قبول کرتے ہوئے یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور سدرۃ المنتہیٰ کے تمام فرشتوں نے آنحضرت ﷺ کی اقتدا کی۔

۴۔ظاہر و پوشیدہ دریا

فرمایا کہ میں نے سدرہ المنتہٰی کی جڑ سے چار دریا نکلتے دیکھے، دو ظاہر میں اور دو باطن میں۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا، یہ دونوں پوشیدہ دریا جنت میں بہتے ہیں اور ظاہر میں یہ دونوں دریا' دریائے نیل اور فرات ہیں جو دنیا میں بہتے ہیں۔

۵۔کوثر بہتی رہی

فرمایا: میں نے وہاں ایک دریا دیکھا جس کے کناروں پر یاقوت، موتی اور زبرجد کے برتن تھے اور اس کے کناروں پر سبز پرندے دیکھے جن کی گردنیں اُونٹوں کی طرح تھیں، میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بتایا: یہ نہر کوثر ہے جسے خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ انا اعطیناك الكوثر ، یہ نہر یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر بہتی تھی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا، میں نے کنارے سے ایک برتن اٹھا کر اس کے پانی سے بھرا اور پیا، شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار۔

۶۔چشمہ سلسبیل

فرمایا: اس درخت کی جڑ سے ایک چشمہ بہتا تھا جسے سلسبیل کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ بیت المعمور کو آنحضرت ﷺ نے اس جگہ دیکھا۔

۷۔توبہ کی فضیلت

فرمایا: میں نے وہاں ایک جماعت دیکھی جن کے چہرے سفید تھے، ایک دوسری جماعت تھی جن کے چہروں کا رنگ بدلا ہوا تھا اس نہر میں آ کر غسل کرتے تو پہلے گروہ کی طرح ان کے چہرے بھی سفید ہو جاتے، جبرئیل علیہ السلام سے اس کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے: یہ آپ ﷺ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے برے اعمال کو اچھے اعمال کے ساتھ مخلوط کر دیا پھر توبہ کر لی، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (سبحان اللہ)

۸۔فطرت دین کی ترغیب

فرمایا: میرے سامنے تین برتن پیش کیے گئے، ایک دودھ، دوسرا شہد اور تیسرا شراب سے بھرا ہوا تھا، میں نے ان میں سے دودھ کو پسند کیا اور اس میں سے پیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: فطرت یعنی دین اسلام کو آپ ﷺ نے قبول کیا ہے اور آپ ﷺ کی امت اس دین پر قائم رہے گی، ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: الحمد لله الذي هدالك على الفطرت لو اخذت الاخمر غويت امتك ، یعنی حمد و ثنا خدا کے لیے ہے جس نے آپ ﷺ کو اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا، اگر شراب اختیار کرتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی، بظاہر دو مرتبہ یہ چیزیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئیں ایک مرتبہ بیت المقدس کے راستہ میں اور دوسری مرتبہ سدرہ میں جیسا کہ بیان ہوا۔

۹۔مچھلی کی پشت پر کلمہ طیبہ

فرمایا: سدرۃ المنتہٰی میں میں نے ایک بہت بڑا فرشتہ دیکھا، اس قدر لمبا چوڑا آج تک میں نے نہیں دیکھا تھا، اس قدر بلند تھا کہ اس کی

بلندی ہزار سالہ راہ تھی، اس کے ستر ہزار سر تھے اور ہر سر پر ستر ہزار چہرے اور ہر چہرہ پر ستر ہزار منہ، ہر سر پر ستر ہزار گیسو اور بھی ہر گیسو ہزار ہزار موتی آویزاں تھے، ہر موتی میں نور کا ایک سمندر تھا، اس سمندر میں مچھلیاں اچھل کود رہی تھیں ہر مچھلی کی لمبائی بیس سالہ راہ تھی، ہر مچھلی کی پشت **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا یہ فرشتہ اپنا ایک ہاتھ سر پر اور دوسرا پشت پر رکھے ہوئے تسبیح میں مشغول تھا، اس کی خوش الحانی سے عرش الٰہی وجد اور حرکت میں آ جاتا۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام پوچھا، فرمایا: یہ وہ فرشتہ ہے جسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا، میں نے پوچھا: اے جبرئیل علیہ السلام! اس کا ٹھکانا اور قرارگاہ اب تک کہاں تھی؟ فرمایا: بہشت میں عرش کے دائیں طرف ایک مرغزار ہے، یہ فرشتہ وہاں تھا، وہ مرغزار چار ہزار فرسنگ اس فرشتہ کی جائے قیام رہی ہے، وہاں سے اس جگہ پر اسے تعینات کیا گیا اور اسے تسبیح میں مشغول کر دیا گیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اسے سلام کیجئے۔ میں نے اسے سلام کیا اس نے انتہائی مشغولیت کی وجہ سے میرا سلام نہ سنا، جبرئیل علیہ السلام نے اسے اطلاع دی، میری تعظیم میں اس نے اپنے گیسوئے اقبال کھولے چنانچہ زمینوں اور آسمانوں کو اس نے اپنے گیسوؤں سے ڈھانپ دیا، مجھ سے بغل گیر ہوا اور میرے چہرے پر بوسہ دیا اور کہا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کو بشارت ہو کہ ماہ رمضان کے روزوں کی نعمت آپ ﷺ اور آپ کی امت کو عطا ہوئی۔ میں نے اس کے سامنے دو صندوق رکھے ہوئے دیکھے ہر صندوق پر نور کے ایک لاکھ قفل لگے ہوئے تھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیسے صندوق ہیں؟ فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس سے سوال کیجئے۔ جب میں نے اس سے پوچھا: کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! ان صندوقوں میں آپ ﷺ کے روزہ داروں کا ثواب ہے جسے جہنم کی آگ سے آزادی کے لیے رکھا گیا ہے اور میں اس ثواب پر گواہ ہوں **طوبیٰ لک ولا متلک** ۔

۱۰۔ آنحضرت ﷺ سے منقول فرمایا ہے عرش کے نیچے یاقوت کا سفید قبہ، جو نور کے ستون پر قائم ہے، اس قبہ میں میں نے سفید مرغ کی مانند ایک فرشتہ دیکھا جس کے سات لاکھ سونے کے، سات لاکھ یاقوت کے، سات لاکھ زمرد کے، سات لاکھ مروارید کے، سات لاکھ چاندی کے، سات لاکھ کستوری کے اور سات لاکھ زعفران کے پر تھے، وہ زمین سے سات گنا بڑا تھا، اس کی جسامت عرش سے تحت الثریٰ تک تھی، اس کے ہر سر پر **بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل شیٔ ھالک الا اللہ الواحد القھار** لکھا ہوا تھا۔ ہر نماز کے وقت سر اٹھاتا اور کہتا **بسم اللہ العظیم** ، پھر اپنے پر و بال جھاڑتا جن سے نہایت عمدہ نغمے پیدا ہوتے جن کی آواز بہشت میں پہنچتی تو بہشتی ٹہنیاں جھومنے لگتیں، حوریں اس نغمہ اور نوا سے آگاہ ہو جاتیں فوراً محلات کی چھتوں پر (جو لعل و یاقوت کے بنے ہوئے ہیں) چڑھ جاتیں، ایک دوسری کو بشارت دیتیں کہ اُمت محمدیہ ﷺ کی عبادت کا وقت آ گیا ہے۔ جب یہ فرشتہ حرکت کرتا وہ بھی ہلنے لگتا، عرش الٰہی میں ارتعاش پیدا ہو جاتا حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا خطاب اس فرشتہ کو ہوتا: تو کیوں حرکت کرتا ہے؟ عرض کرتا: خداوندا! تیرے حبیب کے متبعین نماز کے لیے اُٹھے ہیں تو سب سے زیادہ دانا ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔ **وجبت لھم رحمتی اشھد علیھم قد ترحمت ونظرت علیھم بالرحمۃ** ، ہم نے حکم دیا ہے اور ہمارے حکم پر کوئی رد نہیں کر سکتا، اے فرشتے! تو گواہ رہو کہ میں نے ان پر رحم کیا اور ان کو اپنا منظور نظر بنایا، جو ہمارا منظور نظر ہو وہ دوزخ سے آزاد اور جنت الماویٰ کا مستحق ہوتا ہے۔ (سبحان اللہ)

سدرۃ المنتہیٰ، جبرئیل علیہ السلام کا مقام

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی جائے قیام سے سدرۃ المنتہیٰ تک میرے ساتھ آئے اور وہاں سے واپسی کی اجازت چاہی۔ میں نے کہا: اے جبرئیل علیہ السلام! آپ مجھے تنہا چھوڑے جا رہے ہیں، فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! میرے لیے اس سے آگے بڑھنا ممکن نہیں قولہ تعالیٰ ومنا الا لہ مقام معلوم یارسول اللہ ﷺ! میری رفاقت ختم ہوگئی۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل علیہ السلام آپ نے خود کہا تھا کہ میں آپ کو وہاں لے جاؤں گا اگر آپ لے جانے والے تھے تو میں تو جا رہا ہوں اور آپ پیچھے کیوں رہ رہے ہیں؟

آنحضرت ﷺ نے ہاتھ بڑھا کر جبرئیل علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک قدم اپنے ساتھ آگے لے گئے مگر وہ ہیبت الٰہی سے تھر تھر کانپنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو بہتے اور آہ وزاری کرتے تھے کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے مقام پر واپس بھیج دیجئے، اگر ایک انگشت برابر بھی اور آگے بڑھوں گا تو ہیبت الٰہی سے جل جاؤں گا۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل علیہ السلام! مجھے اس کی عزت وجلال کی قسم اگر میں ایک قدم بھی آگے جاتا ہوں تو اس کے شوق وصال میں جل جانے کا اندیشہ ہے لیکن جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام پگھل گئے اور ڈر ہے کہ بالکل فنا ہو جائیں گے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا، پانچ سو سالہ راہ جو انہوں نے ایک قدم میں طے کی تھی اس پر جبرئیل علیہ السلام کو لوٹا دیا۔ آنحضرت ﷺ کو آواز آئی: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کب تک قیامت کے دور و دراز کی فکر کریں گے، یہاں آپ ﷺ نے ہاتھ کے ایک اشارہ سے جبرئیل علیہ السلام کے پانچ سو سالہ کو ایک قدم میں طے کرا دیا ہے کل قیامت کو جب آپ ﷺ شفاعت کے لیے لب کشائی فرمائیں گے اگر پچاس ہزار سالہ راہ قیامت کو ایک لمحہ میں طے کر لیں تو کیا تعجب ہے۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ جب میں سدرہ سے گزر گیا مجھے جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یا محمد ﷺ اتقدم آگے بڑھیے۔ میں نے کہا: آپ آگے چلیں، فرمایا: اے محمد ﷺ اتقدم فانک اکرم علی اللہ منی آپ آگے چلیے، خدا تعالیٰ کے نزدیک آپ مجھ سے بزرگ تر ہیں، پس میں چل پڑا اور جبرئیل علیہ السلام میرے پیچھے یہاں تک کہ مجھے زربفت کے ایک پردے تک پہنچا دیا پھر پردے کو حرکت دی، آواز آئی: کون ہے؟ فرمایا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں اور میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں، حجاب کے پیچھے سے فرشتے نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر، پردے کے پیچھے سے آواز آئی، صدق عبدی انا اکبر انا اکبر، فرشتے نے کہا: اشھد ان لا الہ الا اللہ، پردے کے پیچھے سے آواز آئی: انا اللہ لا الہ الا انا، فرشتے نے کہا: اشھدان محمد رسول اللہ، پردے کے پیچھے سے آواز آئی: انا ارسلت محمدا، فرشتے نے کہا: حی علی الصلوۃ حی علی الافلاح، آواز آئی: صدق عبدی ودعا الی عبادی انا دعوتھم الی بالی بی افلح من اجاب داعی، فرشتے نے کہا: لا الہ الا اللہ، آواز آئی: صدق عبدی لا الہ الا انا، اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے آواز سنی: اے محمد ﷺ! اکمل اللہ بکل الشرف علی الاولین والآخرین، حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی فضیلت وشرف کو اولین وآخرین پر مکمل کیا۔ جبرئیل علیہ السلام سے میں نے اس فرشتہ کے حالات پوچھے، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: خدا کی قسم میں تمام مخلوقات میں خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوں، میں نے اس فرشتہ کو کبھی نہیں دیکھا آج جب یہاں پہنچا ہوں تو دیکھا ہے، پھر فرشتے نے پردہ کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر مجھے اٹھا لیا اور جبرئیل علیہ السلام کھڑے رہ گئے، میں نے کہا: ایسی جگہ پر آپ مجھ سے کیوں پیچھے رہتے ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد ﷺ وما منا الا لہ مقام معلوم، ہم میں سے ہر ایک

کے لیے ایک مقررہ مقام ہے جس سے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے، آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی خاطر میں یہاں تک پہنچا ہوں ورنہ میرا مقام معلوم تو سدرۃ المنتہیٰ ہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل علیہ السلام! میرا گمان تھا کہ آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہیں، اب آپ خود اپنے مقام سے پیچھے رہ رہے ہیں من رضی بمقام حجب عن امامہ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے کہا: وما منا الا له مقام معلوم، معلوم ہوا کہ آدمیوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو یہ مقام حاصل نہ ہوتا کہ منا کی تخصیص کا فائدہ ہو اور اگر یہ مقام کسی کو حاصل ہوا تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تنہا چل پڑا، ظلمت و نور کے پردے طے کرتا رہا یہاں تک کہ میں ستر ہزار پردوں میں سے گزرا، ہر پردہ کی موٹائی پانچ سو سالہ راہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس جگہ تک براق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں تھا، جب وہاں پہنچے براق عاجز آ گیا اور سبز رفرف ظاہر ہوا جو سورج سے بھی زیادہ صاف و شفاف تھا، مجھے اس رفرف پر بٹھا دیا گیا میں چلتا رہا یہاں تک کہ عرش کے نیچے پہنچ گیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتھ چھوڑ گئے تو میکائیل علیہ السلام پیش ہوئے۔ سلام کیا اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب میری ڈیوٹی ہے۔ میں نے میکائیل علیہ السلام کے پر پر قدم رکھا وہ مجھے اٹھا کر دریائے آتش تک لے گئے، مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ تمام ملکوت کو آگ نے گھیر رکھا ہے، میکائیل علیہ السلام نے اپنی پرواز سے مجھے اس آگ کے دریا سے گزار دیا اس کے بعد کئی پردے تھے ہر پردہ پانچ سو سالہ راہ کا تھا ان حجابات سے بھی مجھے اپنی پرواز کے ذریعے گزار دیا، اس کے بعد اور حجابات آئے، میں نے دیکھا کہ میکائیل علیہ السلام تھک گئے ہیں اور اڑ نہیں سکتے، مجھے پہلے پردہ پر بٹھا دیا اور معذرت کر کے واپس چلے گئے۔ میں نے اسرافیل علیہ السلام کو دیکھا وہ سامنے آئے، سلام کیا، عزت و احترام کے آداب بجا لائے، مجھے اپنے پروں پر بٹھا لیا اور ان تمام رجابات سے جن میں سے ہر ایک کی موٹائی ہزار سالہ راہ تھی گزار دیا، سامنے بہت بڑے بڑے دریا تھے، میں نے سات دریا دیکھے جو دنیا سے ستر گنا بڑے تھے، جن کی گہرائی مشرق سے مغرب تک تھی، ہر ایک زمین سے آسمان تک کے فاصلے سے ستر گنا بڑا تھا، جب میں اس دریا سے گزر گیا تو پھر میں نے کوئی آواز نہیں سنی اور نہ ہی کسی فرشتہ کی تسبیح و تہلیل سے میری سماعت آشنا ہوئی اور میں مخلوق کے سامنے سے اس طرح غائب ہو گیا گویا دونوں جہان عظمت خداوندی کے مقابل مضمحل اور فنا ہو گئے ہیں، اس کے بعد میں ایسے حجابات کے پاس پہنچا کہ اگر میں تمام عمر ان کی تعریف و ثنا کرتا رہوں تو ختم نہیں ہو گی۔ اسرافیل علیہ السلام جب بھی اپنے پروں کو حرکت دیتے ان حجابات سے گزرتے جاتے، یہاں تک کہ حجاب قدرت ظاہر ہوا، یہ وہاں سے بھی گزر گئے، جب یہ حجاب عظمت کے پاس پہنچے تو ان سے بھی ظہور عجز ہوا اور معذرت کی اور مجھے حجاب عظمت کے پاس بٹھا کر واپس ہوئے، اچانک رفرف ظاہر ہوا اور مجھے سلام کیا رفرف نور کا ایک فرش ہے، اور ایک روایت میں سفید مروارید کا ہے، اس کی تسبیح و تہلیل کا غلغلہ ملکوت میں جاری و ساری تھا، میں نے اس پر قدم رکھا اور ایک ہی حرکت میں عرش کے نیچے پہنچ گیا۔

عرش کے زیرِ سایہ

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں عرش کے نیچے پہنچا، بے شمار پردے سامنے آئے، ان میں سے ستر ہزار پردے سنہری تھے اور ستر ہزار روپہلے، ستر ہزار مرواریدی، ستر ہزار زمردی، ستر ہزار یاقوتی اور ستر ہزار نورانی پردے تھے، ستر ہزار پردے تاریکی کے اور ستر ہزار آبی، ستر ہزار آتشی اور ستر ہزار ہوا کے پردے تھے، ہر پردہ ستر لاکھ سالہ راہ کا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رفرف نے مجھے ان حجابات سے گزار دیا، پھر

میں عرش کے پردہ نشینوں کے پاس پہنچا، میں نے ستر ہزار پردے دیکھے، ہر پردہ کی ستر لاکھ زنجیریں تھیں، ہر زنجیر ستر لاکھ فرشتوں کی گردن پر رکھی ہوئی تھی، ہر فرشتہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کے ایک شانہ سے دوسرے شانہ تک ستر لاکھ سالہ راستہ تھا، یہ پردے مروارد کی بعض یاقوتی اور بعض دوسرے جواہرات کے بنے ہوئے تھے، ہر پردہ میں ایک فرشتہ متعین تھا جس کے تابع ستر ہزار فرشتے تھے۔ رفرف مجھے ان حجابات سے گزار کر لے گیا یہاں تک کہ میرے اور عرش کے درمیان صرف ایک پردہ رہ گیا، میں نے دیکھا کہ رفرف میرے قدموں کے نیچے سے غائب ہوگیا۔ ایک ہی سفید مروارید سے بنی ہوئی صورت گھوڑے کی شکل میں میرے سامنے آئی، جو تسبیح پڑھ رہی تھی، اس کے منہ سے نور پھوٹا پڑتا تھا، مجھے اٹھا کر چلتی رہی یہاں تک کہ اس پردے سے گزار کر ساق عرش کے ساتھ پہنچا دیا، جب میں حجاب کبریا پر پہنچا وہ غائب ہوگئی، دوسری کوئی سواری مجھے اٹھانے والی نہ رہی، اس فضا میں بغیر کسی سہارے کے رہ گیا، خطاب آیا: اے میرے حبیب! چلے آیئے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حجاب کبریا سے گزر چکا تھا، اس کے بعد میں نے اُدن منی کا خطاب سنا، جب میں اس خطاب سے مخاطب ہوا تو جو قدم بھی میں اٹھاتا اتنا فاصلہ طے کرلیتا جتنا زمین سے یہاں تک طے کیا تھا۔ ہزار مرتبہ ادن منی کا خطب سنا، ہر خطاب پر میں قدم اٹھاتا تھا اور اتنا فاصلہ (جو زمین سے یہاں تک تھا) طے کرلیتا تھا یہاں تک کہ میں قربت کے مقام پر پہنچ گیا، پھر درجہ فتدلی پر ترقی کی وہاں سے خلوت خانہ فکان قاب قوسین او ادنی پر پہنچا اور فاوحی الی عبدہ ما اوحی کا محرم اسرار ہوا، حسن رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: دنی من العرش فتدل نزل علی الوحی فکان بینہ وبین العرش قاب قوسین او ادنیٰ ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: محمد ﷺ اپنے پروردگار کے نزدیک بے کیف ہوئے فتدلی پس آنحضرت ﷺ نے حجاب کو اٹھا دیا اور ان پردوں سے گزر گئے، پھر پردوں کو گرا دیا یہاں تک کہ پھر کسی نے آپ کو نہ دیکھا یہاں تک کہ ستر لاکھ تاریکی کے پردوں، ستر لاکھ آفتاب، ستر لاکھ چاند، ستر لاکھ موتیوں، ستر لاکھ یاقوت اور ستر لاکھ دوسرے جواہرات کے پردوں سے گزر گئے حتی کان بین الحبیب والمحبوب قاب قوسین اگر اسی پر اکتفا کرتے مکان کا گمان ہوتا، لامحالہ فرمایا: او ادنی بلك اقرب بلك اقرب بلك اقرب تاکہ کسی شخص کو مکان کا وہم نہ رہے، تاج المذکرین، شرح تعریف میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے جدا ہوئے تو آپ ﷺ کو سات مقامات سے گزارا گیا، ہر مقام عرش سے ہزار گنا بڑھ کر تھا جبرئیل علیہ السلام جو سید المرسلین کے محرم اسرار تھے انہیں تو مقام اولین کی بھی خبر نہیں تھی اس مقام تک کیسے بڑھتے۔

جب آنحضرت ﷺ اُدن منی کے خطاب سے مشرف ہوئے، ہر قدم پر آواز آتی: اے دوست! میں مکان نہیں ہوں جو میرے قرب تک رسائی ہوسکے۔ خواجہ عالم ﷺ نے عرض کیا: خداوند! میرے اختیار میں تو یہی ہے، ویسے قرب حقیقی کا تعلق آپ سے ہے۔

القصہ، اس قدر نزدیک پہنچ گئے کہ آپ ﷺ پر ہیبت جلال وجمال ظاہر ہوئی عزت ربوبیت نے آواز دی: ''اور زیادہ نزدیک آیئے۔'' بساط قرب پر اس قدر آگے بڑھ گئے۔

مقام قربت

حاصل کلام یہ کہ آنحضرت ﷺ کے قدم بساط قدم پر پہنچے ہوئے تھے۔ جسم خدمت میں، دل قرب، جان مشاہدہ اور سر کو وصل حاصل تھا،

ظاہر میں احساس اور سماعت بیکار ہوگئی تھی، مہربانی وعنایت سے غیبی کلام سنا اللہ جل ذکرہ کا سلام بغیر کسی واسطہ کے سنا، آنکھوں نے فریاد کی ما زاغ البصر وما طغی ، یعنی وہ تجاوز جو دوسروں نے کیا ہے ہم نے نہیں کیا، ہم تہماو بے بہرہ کیوں ہیں یہاں تک کہ او ادنیٰ کے مقام پر علم عین ہو گیا، مسافت اور فاصلہ درمیان سے اُٹھ گیا، نور ربوبیت نے پردوں کو چاک کر دیا، دل نے دیدۂ جمال بے زوال کے آئینہ میں دیکھا الم ترالی ربك ، بصیرت وبصارت کا محل ہوا، ید رك الابصار کی خوشخبری سے نظر نے دیکھا۔

بارگاہ رب العزت میں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس معنی کا مصداق یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے اسی ہیبت اور وحشت سے نجات دی اس کی حمد وثنا کرنے کا حکم ہوا، اور ایک روایت میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا، اور ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے آواز دی: اے محمد ﷺ! اثناء ربك اپنے خدا کی ثنا کہو، مجھے یہ کہنے کا الہام ہوا، التحیات للہ والصلواۃ والطیبات ، تمام زبانی مدح وثنا، بدنی طاعات و عبادات اور خدمات اور مالی خیرات ومبرات اور احسانات کو ان الفاظ میں جمع کر دیا اور آنحضرت ﷺ سے تصدیق کروائی۔ کہتے ہیں کہ یہ تین کلمات جوامع الکلم میں سے ہیں، اعمال خیر قولی ہوں یا بدنی ان سے خارج نہیں، جب آنحضرت ﷺ نے یہ ثناء اللہ جل شانہٗ کی خدمت میں پیش کی، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے حبیب پر سلام نچھاور کیا، فرمایا: السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته ، آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب یوں دیا: السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین ، جب ملکوت کے فرشتوں نے آنحضرت ﷺ کا یہ مرتبہ مشاہدہ کیا، سب نے یک زبان ہو کر ملکوت وجبروت میں غلغلہ انداز ہوتے ہوئے کہا: اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله ۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا خطاب آنحضرت ﷺ کو عین مراجعت کے وقت پہنچا کہ اے محمد ﷺ! جو شخص سفر سے لوٹتا ہے، اپنے دوستوں کے لیے کوئی ہدیہ لے آتا ہے، آپ ﷺ معراج کے سفر سے واپس جا رہے ہیں اپنی اُمت کے لیے کیا لے جا رہے ہیں؟ عرض کیا: جو بھی عنایت فرما دیں۔ فرمایا: جو کچھ آپ ﷺ نے کہا، جو کچھ میں نے کہا اور جو کچھ فرشتوں نے کہا یہ آپ ﷺ کی اُمت کے لیے ہدیہ ہے تاکہ وہ ہر نماز میں پڑھیں اور سعادت ابدی سے سرفراز ہوں۔ (سبحان اللہ)

بیان آیت کریمہ امن الرسول

علمائے سیر اور جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ جب خواجہ عالمیاں ﷺ قرب الٰہی جل وعلا پہنچے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا کلام سنا علم الیقین کے مرتبہ سے عین الیقین کے درجہ پر پہنچے اور ایمان غیبی ایمان شہودی میں تبدیل ہو گیا چنانچہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: امن الرسول بما انزل الیه من ربه ' جب خدا تعالیٰ نے جو کچھ خود بھیجا اور اپنے رسول کے ایمان کی گواہی دی، آنحضرت ﷺ نے اُمت کو بھی اپنے ساتھ ایمان میں شریک کیا، فرمایا: والمومنون ، اور یہ وہ مقام ہے جہاں سچی گواہی ہی دی جا سکتی ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف آپ ﷺ کے متعلق شہادت کسی اور سبب پر محمول نہیں تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ حق سبحانہٗ نے سوال کیا امن الرسول یعنی وہ ایمان لے آیا؟ میں نے

عرض کیا: والمؤمنون کل آمن باللہ تا والیك المصیر ۔خطاب آیا: قد غفرت لك ولا متك ۔میں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو بخش دیا۔ اس مقام پر یہ نکتہ ہے کہ نہ تو پیغمبر ﷺ کی صداقت کو کذب میں تبدیل ہو سکتی ہے اور نہ ہی مقبول حق مردود ہوتا ہے، بعض دوسرے علماء نے کہا ہے کہ دونوں اقوال خدا تعالیٰ کے ہیں، اسی نے امت کے ایمان کی گواہی دی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آمن الرسول پر والمومنون کا عطف ہے، معطوف وجوب وامتناع میں معطوف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہی دلیل کافی ہے، جس طرح پیغمبر ﷺ کا ایمان زوال پذیر نہیں، مومنوں کا ایمان بھی زائل نہیں ہوگا۔ اس میں ایک دوسرا اشارہ یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی کی ثناء بیان کرتا ہے پھر اس کی بیان نامناسب ہے اور جب شکریہ ادا کیا پھر اس کا شکوہ کرنا جائز نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا: کل امن باللہ وملئکتہ ،اس کلمہ سے ایمان والوں کو کفار مکہ سے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، ممتاز کر دیا، پھر وکتبہ ورسلہ فرما کر انہیں یہودیوں اور عیسائیوں سے الگ کر دیا کیونکہ وہ بعض انبیاء پر ایمان لائے ہیں اور بعض پر نہیں لائے، بعض کتابوں پر ایمان لائے اور بعض پر نہ لائے، پھر فرمایا: لا تفرق بین احد من رسلہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اُمت محمد ﷺ کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے کہا ہم انبیاء کے درمیان فرق نہیں کرتے یعنی تمام پر ایمان لاتے ہیں اور کسی پیغمبر کو بھی چھوٹا یا کمتر نہیں سمجھتے پھر فرمایا: وقالوا سمعنا واطعنا یعنی ہم نے اپنے کانوں سے سنا اور دل سے اطاعت کرتے ہیں یا ہم یوں کہتے ہیں کہ اے خدا! تو نے اپنے لطف وکرم سے ہماری مدح کی، ہم نے اپنی خود بینی کے باوجود اطاعت کر کے تیری عبودیت کا اعتراف کیا یعنی اگر چہ ہم اپنے متعلق تیری تعریف سنتے ہیں لیکن ہم دائرہ بندگی سے قدم باہر نہیں نکالتے اور تیری اس تعریف وستائش پر مغرور نہیں ہوتے پھر فرمایا: غفرانك ربنا مصدر ہے یعنی اغفر غفرانك ،حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل وکرم کو تو دیکھیے کہ اپنے بندوں سے اطاعت کا خواہشمند نہیں تاکہ وہ شکر کریں اور ان کے گناہ کرنے کے بعد شکوہ نہیں کیا اور نہ ہی حرف شکایت زبان پر لایا جب وہ اپنے گناہوں کی معافی کی طلبگار رہوئے تو ان کی تعریف کی اور ان کے استغفار کو قرآن مجید کی آیات سے ظاہر فرمایا۔ ان کے گناہوں کو پوشیدہ رکھا تاکہ اس امت کے ساتھ اس کی کمال دوستی ومحبت کا اظہار ہو، اگر اطاعت کرے تو شکر ادا کرتا ہے، جب طاعت میں قصور سرزد نہ ہوتا ہے تو بندہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی شکر گزاری کی دولت حاصل نہیں کر سکتا، اگر گناہ پر گلہ کرتا ہے تو اس کی شان ستاریت پر حرف آتا۔ تیرے ساتھ اس قدر لطف وکرم کا سلوک کیا کہ اس کا کرم بندوں پر ظاہر ہو گیا، خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! مجھے تیری یہی بات پسند ہے کو تو اپنے تئیں میرا محتاج جانتا ہے اور یہودیوں کی طرح ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء نہیں کیا، انہوں نے خود کو تو انگر کہا میں نے انہیں فقیر کر دیا و ضربت علیھم الذلة والمسکنة تو نے فقر کا دامن تھاما اور میری بارگاہ میں غفرانك ربنا کا کاسہ گدائی لیے حاضر ہوا ہم نے تجھے کائنات کا بادشاہ بنا دیا و اذا رایت ثم رایت یغماد ملکا کبیرا ۔پھر فرمایا و الیك المصیر ،ہماری واپسی تیرے ہی پاس ہے، ہمیں گندگی اور آلودگی کی حالت میں نہیں بلکہ پاک وصاف حیثیت میں اپنے پاس پہنچنے کی توفیق ارزانی فرمائی۔ پھر فرمایا: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ای طاقتھا یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کا جواب ہے ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ملا طاقة لنا بہ ،پھر فرمایا: لھا ما کسبت ای من طاعتھا وعلیھا مااکتسبت ای من معصیتھا ،حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے خود کو بندوں کے فعل سے بے نیاز رکھا، اگر تو بندگی کرے گا تو تیرا ہی فائدہ ہوگا اور اگر گناہ کرے گا تو تجھے ہی نقصان پہنچے گا، مجھے نہیں۔ پھر فرمایا: اے محمد

ﷺ آج بخشش وعطا کی رات ہے مانگیے، میں آپ کو دوں گا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: میں نے یہ مراد طلب کی ربنا لاتواخذنا ان نسینا او اخطانا۔ آواز آئی ہم نے خطاونسیان کو تیری امت سے اٹھادیا بلکہ اس کے ساتھ اور مہربانی بھی کی کہ ان سے زبردستی جو کچھ کیا یا کروایا جائے گا، اس سے بھی میں درگزر کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اس بات کی ہمیں اطلاع دی ان اللہ یجاوزعن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھو علیہ پھر فرمایا: ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا یعنی وہ بوجھ جو تو نے پہلی امتوں پر رکھا ہم پر وہ بوجھ نہ رکھ اور ہماری شریعت کو ان کی شریعت کی طرح دشوار نہ بنا۔ جواب آیا ویضع عنھم اصرھم بعض روایات میں ہے کہ بارگراں جو پہلی امتوں پر ڈالے گئے ایک ایک کر کے آنحضرت ﷺ ذکر فرماتے اور رب العزت ان سے تجاوز فرماتا جاتا، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ پہلی امتوں میں سے جب کوئی گناہ کرتا صبح کے وقت جب اٹھتے تو بعض کے دروازے اور بعض کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوتا کہ کل تو نے یہ گناہ کیا، تیرا کفارہ اپنے آپ کو قتل کرنا اور آگ میں جلانا ہے۔ دوسرا یہ تھا کہ جب ان کا کپڑا ناپاک ہو جاتا اسے کاٹنا ضروری ہوتا، دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا، ایک یہ بات بھی تھی کہ جو شخص ماں باپ کو گالی دیتا واجب القتل ہو جاتا، اگر کوئی شخص جھوٹی گواہی دیتا تو اسے قتل کر دینا اس کا قصاص ہوتا، اپنی مسجدوں کے علاوہ وہ کسی دوسری جگہ نماز ادا نہیں کر سکتے تھے، ان کے دین میں تیمم بالکل جائز نہیں تھا، ان کے مال کی زکوٰۃ، مال کا چوتھائی حصہ تھا یعنی دوسو درم سے پچاس درم زکوٰۃ واجب تھی، روزوں کے دنوں میں عشاء کی نماز کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ شب باشی جائز نہیں تھی، عشاء کی نماز کے بعد دوسرے دن کی شام تک افطار جائز نہیں تھا، اگر کوئی شخص بھول کر روزے کے دنوں میں کھالیتا تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا، حق تعالیٰ سے ان باتوں اور ان جیسی اور باتوں کے متعلق درخواست کی، خدا تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ان بھاری بوجھوں کو اس امت سے اٹھادیا والحمد للہ تعالیٰ وحدہٗ اس کے بعد فرمایا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنابہ، خدایا! ہم پر وہ بوجھ نہ رکھ جسے ہم اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ یہ بوجھ قطع تعلق کا بوجھ ہے محب قطع تعلق کے سوا ہر محنت وبلا کو برداشت کر سکتا ہے، اسی لیے عارفوں کی اکثر و بیشتر دعا یہ تھی، خدایا! جدائی نہ دے۔

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا، جب تمہیں فراق کی طاقت نہیں ہم بھی تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالیں گے، پھر فرمایا: واعف عنا، ہر وہ چیز معاف کر دے جو تیرے شائستہ نہیں ہے، جواب ملا: ویعفوا عن السیئات، تمام سیئات کو جمع کے لفظ سے یاد فرمایا تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی گناہ بھی احاطۂ عفو سے باہر نہیں، پھر فرمایا: واغفرلنا، جب تو نے ہمیں معاف فرمادیا، تو ہماری پردہ پوشی فرما تاکہ تیرے سوا کوئی بھی ہمارے برے اعمال پر مطلع نہ ہو، جواب ملا: ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا، پھر فرمایا: وارحمنا ہم پر رحم فرما یعنی جس طرح ہمارے گناہوں سے تو نے درگزر فرمایا اور پردہ پوشی کی اسے ہمارے لیے آرام وآسائش کا سبب بنا نہ کہ رنج وتکلیف کا۔ جواب ملا: وکان بالمومنین رحیما، اگر میں اب آپ ﷺ کی امت پر رحم نہ کرتا تو آپ ﷺ کی امت ہلاک ہو جاتی، یہاں کان کا لفظ بیان فرمانا کہ وہ ہمیشہ ہی سے اس امت پر رحیم تھا۔ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کی دعا نے ہی ہمیں رحمت پر نہیں ابھارا بلکہ ہماری رحمت نے آپ ﷺ سے دعا کروائی، اے محمد ﷺ ہماری عنایت آپ ﷺ کی شفقت سے زیادہ ہے، آپ ﷺ کی شفقت وقتی ہے اور ہماری رحمت ازلی۔ آپ ﷺ کی وقتی شفقت کا یہ تقاضا ہے تو ہماری ازلی رحمت کا کیا تقاضا ہوگا، اے محمد ﷺ! جب آپ ﷺ نہیں تھے تو میں ان کے لیے تھا اب جبکہ آپ ﷺ بھی ہیں تو میں ان کے لیے کیوں نہیں ہوں

گا، ان کے لیے آپ ﷺ اس وجہ سے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ان کے لیے پیدا کیا ہے، میں ان کے لیے اس وجہ سے نہیں ہوں کہ آپ ﷺ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا ہے بلکہ آپ ﷺ کو انہوں نے میری وجہ سے پایا ہے مجھے آپ ﷺ کی وجہ سے نہیں۔ وہ ذات جسے انہوں نے مجھ سے لیا ہے غور کیجئے، مجھے ان کے ساتھ کس قدر شفقت و رحمت ملحوظ ہوگی، پھر فرمایا: انت مولنا ای حافظنا و ناصرنا، جواب آیا: ذلك بان الله مولی الذین آمنوا و ان الكافرین لا مولیٰ لهم ، پھر فرمایا فانصرنا علی القوم الکفرین ۔ جواب ملا کہ دوستوں میں طلب کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارے کرم پر ان کی امداد کرنا واجب ہے و كان حقا علینا نصرا لمؤمنین ۔ اہل اشارت نے ان دعاؤں میں لطیفہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دعا میں اپنی تخصیص نہیں فرمائی، یوں نہیں فرمایا: واغفرلی وارحمنی اور یوں نہیں فرمایا کہ واغفرلهم وارحمهم ان کا ذکر غائبانہ طور پر نہیں کیا بلکہ خود کو ان کے ساتھ ملایا یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ باعتبار جان میں ان کے ساتھ نہیں ہوں، اگرچہ وہ اس مقام میں میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن میں بلحاظ عنایت ان کے ساتھ ہوں، جو کرم بھی آپ مجھ پر کریں گے اس میں وہ میرے ساتھ ہوں گے اور جو احسان بھی ان پر کریں گے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔ پس جو چیز تو میرے لیے روا نہیں رکھتا انکے لیے بھی روا نہ رکھ اور ہر دولت و سعادت جو تو مجھے عنایت فرمائے ان کو بھی اس سے فیض یاب فرمائیے۔ (سبحان اللہ والحمد اللہ)

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

پروردگار اور فرشتوں سے نبی کریم ﷺ کے راز و نیاز

فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ

وای اوحی الله تعالیٰ الی عبده محمد ﷺ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے بندے محمد ﷺ سے کہا جو کچھ کہا، اس بات کو ظاہر نہیں فرمایا کہ کیا کہا، کیونکہ دوستوں کے درمیان راز پوشیدہ ہی بہتر ہوتا ہے لامحالہ ان کے مقام کو بیان فرمایا، فرمایا: قاب قوسین او ادنیٰ یعنی وہ کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی کم لیکن معیت کی کیفیت اور کمیت بیان نہیں فرمائی، اسی طرح مبہم چھوڑ دی، آنحضرت ﷺ کے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور اس کے عجائبات دیکھنے کو بیان فرمایا اذا یغشی السدرۃ مایغشیٰ اسی طرح پوشیدہ چھوڑ دیا اور یکسوئی کو بیان نہ کیا، آیات بینات دکھانے میں بھی ابہام کا طریقہ اختیار فرمایا لقد رای من آیات ربه الکبری، اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ گفتگو کے متعلق فرمایا فاوحی الی عبده ما اوحیٰ، یہاں تک کہ علماء نے احتیاطاً ان کلمات کے تعین میں دخل نہیں دیا اور مہر زدہ پوشیدہ راز کو اپنے بیان کی چابی سے نہیں کھولا بعض دوسرے علماء نے جس قدر صحیح احادیث ان کی نظر سے گزریں ان کو قید تحریر میں لائے، ان میں سے چالیس اقوال اس کتاب میں اہل دانش کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ اس سے مراد پانچوں نمازوں کی فرضیت ان کے فضائل اور ان پر ثواب ہے۔

2۔ اس سے مراد سورۂ بقرکی آخری آیات ہیں چنانچہ ان کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا۔

3۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا رایت ربی فی احسن صورۃ ای صفة فقال یا محمد فیم یختصم الملئکة الملاء الاعلیٰ، یعنی میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت یعنی صفت میں دیکھا، مجھ سے خدا نے پوچھا: ملاء اعلیٰ اور عالم بالا کے باشندے کس گفتگو میں ہیں، میں نے عرض کیا: بارالٰہا! تو بہتر جانتا ہے فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی، یعنی خداتعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھی اس سے خوشی و شادمانی کا اثر میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا، زمین و آسمان کے تمام مغیبات میرے سامنے منکشف ہو گئے، پھر فرمایا: یا محمد ھل تدری بما یختصم الملاء الاعلیٰ، آپ کو کچھ علم ہے کہ فرشتے کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: خداوند! کفارات کے متعلق باتیں کرتے ہیں یعنی وہ عبادت جو گناہوں کا کفارہ ہیں، پوچھا: کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اسباغ الوضو فی البردات، والمشی بالاقدام الی الجماعات وانتظار الصلوٰۃ بعد اصلوٰۃ۔ فکارات تین چیزیں ہیں، موسم سرما میں اچھی طرح وضو کرنا اور عضو تک اچھی طرح پانی پہنچانا گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔ دوم باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا، تیسرا ہر نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، ہر وہ شخص جوان تین باتوں پر عمل کرے گا اس کی زندگی بہترین طریقے سے گزرے گی اور اس دنیا سے نیک نامی حاصل کر کے رخصت ہوگا، اس کے گناہ یوں معاف ہوں گے جیسے وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو

مغیبات کا علم دیا، پوچھا: فبم یختصم الملاء الاعلیٰ عرض کیا: فی الکفارات والمنجیات والدرجات والمهلکات، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: صدق عبدی ، پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: اے فرشتو تمہیں مشکل کشا مل گیا، جو بھی مشکل سوال ہے آپ ﷺ سے پوچھو: حضرت اسرافیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور پوچھا: یا محمد مالکفارات ، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسباغ الوضو فی البردات ومشی الاقدام فی الجماعات وانتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ ، حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد ﷺ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور پوچھا: مالمنجیات یا محمد ﷺ، جو بندے کو عذاب الٰہی سے نجات دیں کونسی ہیں، خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: خشیة الله تعالیٰ فی السروا لعلانیه والقصد فی الفقرو الغناء والعدل فی الغضب والرضاء۔ پوشیدہ اور اعلانیہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا، فقیر اور تونگری میں میانہ روی اور ناراضگی اور خوشی میں انصاف کرنا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد ﷺ۔

پھر میکائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا ما الدرجات ، یعنی وہ چیز جس کی بدولت بندے کے اعمال بلند ہوں، کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اطعام الطعام واجهاد السلام و الصلوٰة باللیل والناس ینام ۔حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد ﷺ۔

اس کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور پوچھا: یا محمد ﷺ اما المهلکات ؟ بندوں کو ہلاک کرنے والی کیا چیزیں ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: شح مطاع وھوی متبع واعجاب المرع بنفسه ۔یعنی وہ بخیل جس کی لوگ اطاعت کریں، جو کچھ بخیل انہیں کہے اس پر عمل کریں۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا اور خود کو نیک سمجھنا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد ﷺ۔

منقول ہے کہ ان چاروں مسائل میں یہ چار فرشتے چار ہزار سال سے بحث کر رہے تھے اور ان کا جواب نہیں مل رہا تھا اس رات آنحضرت ﷺ سے تعلیم حاصل کی اور ان کی حقیقت سے آگاہ ہوئے، کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو معراج پر لے جانے کا یہی سبب تھا۔

۴۔ خطاب ہوا: اے محمد ﷺ! جب آپ ﷺ نماز پڑھیں یہ دعا کریں اللهم انی اسألك الطیبات وترك المنکرات وحب المساکین وان تغفرلی خطیئتی وترحمنی وتتوب علی وازا اردت فتنة فی یوم فتوفنی غیر مفتون۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا عبدتنا فی الخلوة فاشفع لامتك فی الخلوة ،آپ نے ہماری عبادت خلوت میں کی ہے، امت کی شفاعت بھی خلوت میں کیجئے۔

۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا لولا العتاب ما کان معك بامتك الحساب۔

7- ۔خطاب آیا کہ یا محمد ﷺ انا وانت وما سوی ذلك خلقتها لاجلك یعنی صرف میں اور آپ ﷺ مقصود ہیں باقی تمام مخلوق آپ ﷺ کی وجہ سے پیدا کی ہے۔

۸۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی طرف وحی بھیجی الم یجدك یتیما فاوی ووجدك ضالاً فهدی ووجدك عائلا فاغنی الم نشرح لك صدرك ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك ورفعنا لك ذكرك ۔

۹۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے پاس وحی بھیجی کہ بہشت تمام انبیاء کے لیے حرام ہے جب تک آپ ﷺ اس میں داخل نہ ہو جائیں اور تمام اُمتوں کے لیے بھی حرام ہے جب تک آپ ﷺ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔

۱۰۔ فرمایا اے محمد ﷺ! میں نے آپ ﷺ کی اُمت کو مالدار نہیں کیا تا کہ آپ ﷺ کی اُمت کا حساب لمبا نہ ہو جائے میں نے ان کی عمر دراز نہیں کی تا کہ وہ دُنیا کی محبت میں مضبوط نہ ہو جائیں، میں انہیں اچانک موت سے ہلاک نہیں کرتا تا کہ وہ بغیر توبہ کے نہ مریں۔ میں نے انہیں تمام لوگوں کے بعد آخری زمانہ میں پیدا کیا تا کہ قبر میں ان کو زیادہ عرصہ قیام نہ کرنا پڑے۔ (سبحان اللہ)

۱۱۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اهل ذکر فی ضیافتی، مجھے یاد کرنے والے میری مہمان نوازی میں شکر گزار زیادتی نعمت میں ہیں۔ اطاعت گزار میری عنایت و مہربانی کے سایہ میں ہیں۔ میں شکر گزاروں کو اپنی رحمت سے ناامید نہیں کرتا، ہاں وہ بیمار ہیں اور میں طبیب ہوں یعنی ہماری رحمت ان کے لیے شفا بخش ہے وان تابوا فانا حبیبهم ۔ اگر میری بارگاہ میں رجوع کریں میں ان کا دوست ہوں اور اگر توبہ نہ کریں فاذا ولیهم فی المصایب ۔ مصیبتوں اور بلاؤں میں ان کی دیکھ بھال کرتا ہوں تا کہ وہ تمام عیبوں سے پاک ہو جائیں۔

۱۔ آنحضرت ﷺ کے پاس وحی آئی کہ جس طرح چاہیں زندگی گزاریں آخر کار مرنا ہے، جس کو چاہیں دوست بنالیں آخر کار اس سے جدا ہو جائیں گے، جس طرح چاہیں عمل کیجیے، اس کی جزا آپ ﷺ ہی کو ملے گی اگر نیک کام کریں گے نیک بدلہ ملے گا اور اگر برا کام کریں گے تو اس کا برا نتیجہ دیکھیں گے۔ تمام مخلوقات سے ناامید ہو جائیے کیونکہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں، میرا ہم نشیں بنیے اور میرے ساتھ مجلس رکھیے کیونکہ آپ نے میرے پاس ہی لوٹنا ہے۔ اپنے دل کو دنیا سے وابستہ نہ رکھیے کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کو دنیا کی خاطر پیدا نہیں فرمایا۔

۱۳۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرماتی ہیں، میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے معراج کی رات آپ ﷺ سے کیا کہا، آپ ﷺ نے فرمایا، قال انی رب العزة جل جلاله نظرت فی ذنوب امتك فلم اری الوجه الا العفو، میں نے آپ کی امت کے گناہوں کو دیکھا میں نے ہر ایک کو معافی کی نظر سے ہی دیکھا۔

۱۴۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! میرے لیے آپ ﷺ کیا تحفہ لائے ہیں؟ میں نے عرض کیا: میں دو ہاتھ لایا ہوں ایک ہاتھ میں "تقصیر طاعت" اور دوسرے ہاتھ میں "جفا و معصیت"۔ فرمایا آپ ﷺ کی اُمت کی تقصیر طاعت کو میں نے اپنی رحمت سے معاف کیا اور ان کی جفا و معصیت کو آپ ﷺ کی شفاعت سے بخش دیا۔

۱۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! مانگیے تا کہ میں عطا کروں۔ آنحضرت ﷺ نے عرض کیا: خداوندا! تو میری مراد اور مقصود کو اچھی طرح جانتا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: انت شفیعهم فیما یقصرون فی فرایضی وانا

اکون شفیعالھم وفیما یقصرون سنتک ، اے محمد ﷺ! آپ ﷺ ان کے فرائض میں تقصیرات کے شفیع بن جایئے اور میں ان کی سنن میں تقصیرات پر شفیع ہوں۔

۱۶۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: آپ ﷺ کی امت کی دو ہی حالتیں ہیں، فرمانبردار ہیں یا عاصی، ان کی فرمانبرداری میری رضا سے ہے اور ان کی معصیت میری قضا سے، جو کچھ میری رضا سے ہے میں ان سے قبول کروں گا کیونکہ میں کریم ہوں اور جو کچھ میری قضا سے ہے معاف کروں گا کیونکہ میں رحیم ہوں۔

۱۷۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے درخواست کی کہ میری تمام امت کو بخش دیجیے، فرمایا: میں نے تیسرا حصہ آپ ﷺ کی وجہ سے بخش دیا اور دو ثلث قیامت کے روز آپ ﷺ کو بخش دوں گا۔

۱۸۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا خطاب آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا، اے محمد ﷺ. آپ ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کیا: اپنی امت کو، فرمایا: ستر ہزار میں نے آپ ﷺ کی وجہ سے بخش دیے، فرمایا آپ ﷺ اور کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اپنی امت کو۔ فرمایا: ستر ہزار آپ ﷺ کو بخش دیے، آپ ﷺ اور کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اپنی امت کو۔ فرمایا: ستر ہزار آپ ﷺ کو بخش دیے اور کیا چاہتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ سات سو مرتبہ سوال ہوا کہ آپ ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے عرض کیا، اُمت۔ فرمایا: کب تک مانگتے رہو گے؟ عرض کیا: خداوندا! مانگنے والا میں ہوں اور ہر چیز اور ہر شخص کو بخشنے والے آپ ہیں۔ خطاب آیا اگر تمام کو آپ ﷺ کے سپرد کر دوں تو میری رحمت کا اظہار ہوگا اور آپ ﷺ کی عزت نہیں رہ جائے گی، امت کا ایک حصہ آپ ﷺ کو بخشتا ہوں اور دو حصے قیامت کے روز جب آپ ﷺ خواہش کریں گے بخش دوں گا تا کہ میری رحمت بھی ظاہر ہو اور آپ ﷺ کی عزت بھی معلوم ہو جائے۔

۱۹۔ وحی آئی، جس روز حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں ہر شخص ان کو اپنی کفالت میں لینا چاہتا تھا، میں نے کہا، اپنی قلمیں پانی میں ڈالیں جس کا قلم پانی کے اُوپر تیر جائے وہ اپنی کفالت میں لے لے، حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی پر تیرنے لگا وما کنت لدیھم اذا یختصمون یلقون اقلامھم ، اے محمد ﷺ! اگر آپ ﷺ وہاں موجود ہوتے تو آپ ﷺ کا قلم پانی کے اوپر لے آتا، اسی طرح جب قیامت کا روز ہوگا، آپ ﷺ کی اُمت کے متعلق ہر گروہ باتیں کرے گا اور تمام فرمانبرداران کے متعلق اپنی اولیت کا دعویٰ کریں گے، انبیاء ان کی شفاعت کریں گے مثلاً آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ میرے بیٹے ہیں، نوح علیہ السلام اولاد بتائیں گے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میری ملت ہیں، تمام گنہگار اور دوزخ کا محافظ فرشتہ مالک اور زبانیہ اور ابلیس وغیرہ اپنا حق جتلائیں گے۔ میں جو سب کا مالک و مختار ہوں، انہیں قلمیں ڈالنے کے لیے کہوں گا، ان تمام قلموں میں آپ ﷺ کے قلم شفاعت کو باہر نکالوں گا اور آپ ﷺ کی امت آپ کے سپرد کر دوں گا۔

۲۰۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے اس رات حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے درخواست کی کہ قیامت کے روز امت کے حساب کو میرے سپرد کر دیجیے۔ فرمایا اے محمد ﷺ! میں ان کا حساب اس طرح لوں گا کہ آپ ﷺ بھی ان کے برے اعمال سے واقف نہیں ہو سکیں گے۔ جب

میں ان کے گناہوں کو آپ ﷺ سے جو ان کے شفیق پیغمبر ہیں پوشیدہ رکھوں گا بیگانوں سے بطریق اولیٰ پوشیدہ رکھوں گا، اے محمد ﷺ !اگر آپ ﷺ ان پر شفقت رسالت رکھتے ہیں تو مجھے ان پر رحمت ربوبیت ہے، اگر آپ ﷺ ان کے پیغمبر اور رہنما ہیں تو میں ان کا معبود اور خدا ہوں، آپ انہیں آج دیکھتے ہیں اور میری ازل سے ابد تک ان پر نظر عنایت ہے اور رکھوں گا۔

۲۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے فاوحی الی عبدہ ما اوحیٰ میں سے ایک کلمہ بتانے کی درخواست کی من علی بلکمة منها، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا اگر میں نہ چاہتا اور مجھے یہ بات پسند نہ ہوتی کہ آپ ﷺ کی امت سے بات کروں تو آپ ﷺ کی امت کا کم یا زیادہ کچھ بھی حساب نہ لیتا۔

۲۲۔ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ ان کلمات میں سے ایک کلمہ کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے میری امت کی شکایت کی کہ وہ خلوت میں گناہ کرتے ہیں اور جلوت میں اظہار اطاعت کرتے ہیں، میری نظر ان کے باطن اور اسرار پر ہوتی ہے میں اپنی شانِ کریمی سے انہیں بخشتا اور پردہ پوشی کرتا ہوں۔

۲۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ان باتوں سے ایک بات پوچھی تو آنحضرت ﷺ نے بتایا: حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے کہا اے محمد ﷺ! پہلی اُمتیں جب گناہ کرتی تھیں میں ان پر عذاب بھیجتا تھا جیسے قوم نوح وقوم صالح علیہما السلام، جب وہ گناہ کرتے ان کے گناہوں کی نحوست سے انہیں زمین میں دھنسا دیتا اور دوسری امتوں کو گناہوں کی شامت سے مسخ کر دیتا اور ان کی شکلیں بدل ڈالتا جیسے قوم داؤد اور قوم عیسیٰ علیہما السلام، لیکن آپ ﷺ کی امت جب گناہ کرتی ہے تو اپنی رحمت کی وجہ سے ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہوں۔

۲۴۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا وہ خفیہ باتیں کیا تھیں؟ میرے امتیوں کی شکایت تھی، فرمایا: اے محمد ﷺ! میں خود بندوں کے رزق کا ضامن ہوں اور آپ ﷺ کی امت میری ضمانت پر اعتماد نہیں کرتی اور نا رسیدہ غم کو اپنے دل پر مسلط کر لیتی ہیں، جو غم ابھی آیا ہی نہیں اس کا غم کھانا انسان کو غم آنے سے پہلے ہی غمزدہ کر دیتا ہے۔

دوسرا یہ کہ میں نے بہشت کو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دوستوں کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن آپ ﷺ کے امتی بہشت سے رغبت نہیں کرتے یعنی اعمال خیر میں کوتاہی کرتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ دوزخ کو میں نے آپ کے دشمنوں کے لیے پیدا کیا ہے لیکن آپ کے اُمتی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض میری نافرمانی کی جرأت کر بیٹھے ہیں۔

چوتھی بات یہ کہ میرے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور میرے بندوں کے ساتھ صلح یعنی تنہائی میں گناہ کرتے ہیں اور مجھ سے شرم نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے ارتکاب گناہ سے پرہیز کرتے اور ان کی ملامت سے خوف کھاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ میں ان سے کل یعنی آئندہ کے اعمال کا مطالبہ نہیں ہوتا مگر وہ مجھ سے ہفتہ مہینہ اور سال کی روزی طلب کرتے ہیں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ میں ان کی روزی ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیتا لیکن وہ میری عبادت کو دوسروں کے سپرد کرتے ہیں یعنی ان کی عبادت

میں ریا کاری ہوتی ہے۔ دوسروں کو اس میں شریک کر لیتے ہیں، عزت و ذلت میرے اختیار میں ہے، وہ غیروں سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور غیر اللہ سے ڈرتے ہیں۔

ساتویں بات یہ ہے کہ میں ان کو نعمت دیتا ہوں لیکن شکر وہ غیروں کا ادا کرتے ہیں۔

آٹھویں یہ کہ فرشتے ہر وقت ان کے برے اعمال میرے سامنے پیش کرتے ہیں، میں فرشتوں کے سامنے ان کی شکایت نہیں کرتا اور میں اگر کچھ تکلیف یا مصیبت ان کو پہنچا ڈوں تو وہ لوگوں کے سامنے میری شکایت کرتے ہیں اور کفران نعمت اور ناشکری کرتے ہیں۔

۴۵۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری طرف وحی آئی کہ میرے اور آپ ﷺ کی امت کے درمیان سات شرطیں ہیں اور ایک روایت میں نو شرطیں ہیں جو آپ کے دلی سکون و آسائش کا سبب بن سکتی ہیں:

پہلی: یہ کہ آپ ﷺ کی امت سے جو شخص بھی اطاعت کرے گا میں اسے رد نہیں کروں گا، ان کی طاقت کے مطابق ان سے اطاعت کا مطالبہ کروں گا نہ کہ اپنی شان کے مطابق، لیکن جب انہیں جزا دوں گا تو ان کی اطاعت کے مطابق نہیں دوں گا بلکہ اپنے فضل و کرم کے مطابق جزا دوں گا۔

دُوسری: یہ کہ اگر آپ ﷺ کی امت میں سے گناہ کر کے کوئی شخص سچے دل سے توبہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کروں گا اور اسے گناہوں سے یوں پاک کر دوں گا گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

تیسری: یہ کہ میں اس کے ساتوں اعضاء پر نظر ڈالوں گا ایک اعضا بھی اطاعت میں ہوگا اور باقی چھ برائی میں، تو میں اس ایک عضو مطیع کے طفیل ساتوں اعضاء کو دوزخ کے ساتوں درجوں سے آزاد کر دوں گا اور جنت کے آٹھوں درجات کا مستحق بنا دوں گا۔

چوتھی: یہ کہ جب میں یہ دیکھوں گا کہ بندہ جب اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے، غمگین اور اندوہناک ہوتا ہے اور ان کے ارتکاب پر پشیمان ہے تو اسے بخش دوں گا اور اس کے گناہوں پر قلم عفو کھینچ دوں گا۔

پانچویں: یہ کہ جب بندہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتا اور پشیمان ہوتا ہے تو میں اسے مصائب و مشکلات میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

چھٹی: یہ کہ میں سال میں دو مرتبہ حاویہ یعنی دوزخ کے دروازہ کو کھولتا ہوں، ایک موسم گرما اور دوسرا موسم سرما میں دوزخ کی آتش و زمہریر کا حصہ اس کو دنیا میں پہنچا دیتا ہوں تاکہ آخرت میں اس سے محفوظ رہیں۔

ساتویں: یہ کہ میں آپ ﷺ کی اُمت کا حساب اپنے فضل سے لوں گا عدل سے نہیں، اگر اطاعت زیادہ ہوگی دُگنا بدلہ دوں گا۔ اگر گناہ زیادہ ہوئے تو وہ گناہ ان کے ذمہ لگاؤں گا جنہوں نے اس پر ظلم کیے ہوں گے اور دوسری روایت کے مطابق۔

آٹھویں: یہ کہ فضیلت کے معمور دن رات اور مہینے ان کو میں نے عطا کیے ہیں اور ان دنوں ان کی ہوئی نیکیوں کو میں دُگنا کر دوں گا تاکہ قیامت کے روز ان کی نیکیاں زیادہ ہوں اور برائیوں پر غالب آئیں۔

نویں: یہ کہ قیامت کے روز ان کا حساب اپنے کرم سے لوں گا اور اپنے فضل سے ان کے گناہوں کو بخش دوں گا اور اپنی رحمت سے انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ (سبحان اللہ العظیم)

۲۶۔ فرمایا: اے محمد ﷺ! میری طرف سے اپنی امت کو چھ پیغام پہنچا دیجئے:

۱۔ اگر تم کسی کو اس کے احسان کی وجہ سے دوست رکھتے ہو تو دوست بنائے جانے کا سب سے زیادہ حقدار میں ہوں کیونکہ میرے احسانات تم پر بہت زیادہ ہیں۔

2۔ اہل زمین و آسمان میں سے اگر تم کسی سے ڈرتے ہو کہ تم اس کی ناراضگی میں گرفتار ہو جاؤ تو تمہیں مجھ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ میں تم پر پوری قدرت رکھتا ہوں۔

3۔ اگر تم کسی سے اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ اس سے تمہاری مراد پوری ہوگی تو مجھ سے امید رکھو کیونکہ میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں۔

4۔ اگر تم کسی پر ظلم کرنے سے شرماتے ہو تو تمہیں مجھ سے شرم کرنی چاہیے کیونکہ تمہاری طرف سے ہر وقت ظلم ہوتا ہے اور میری طرف سے کاملاً عدل و وفا۔

5۔ اگر تم کسی شخص کو اپنا نفس و مال خرچ کرنے کے لیے منتخب کرتے ہو اور اس کی خدمت میں مصروف ہوتے ہو تو یہ معاملہ تمہیں میرے ساتھ کرنا چاہیے کیونکہ میں تمہارا معبود ہوں۔

6۔ اگر تم کسی کو اپنے وعدہ میں سچا جانتے ہو تو تمہیں میری تصدیق کرنا چاہیے کیونکہ میں جھوٹ اور وعدہ خلافی کرنے سے پاک اور مبرا ہوں اور لالچ اور غرض سے بالاتر ہوں۔

7۔ فرمایا: اے محمد ﷺ میں اس بات سے بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہوں کہ میں آپ ﷺ سے کہوں کہ مجھے پہچانیے اور آپ ﷺ اس سے بلند و برتر ہیں کہ میں کہوں کہ مخلوقات کو میری طرف بلائیے۔

8۔ فرمایا: کیا آپ ﷺ جانتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء کیوں بنایا ہے؟ میں نے عرض کیا: الٰہی! تو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ فرمایا: اپنی امت کو میرا اسلام پہنچا دیجئے اور کہیے کہ تمہارا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں آخری امت اس لیے بنایا ہے تاکہ تمہیں کسی امت کے سامنے رُسوا نہ کروں بلکہ تمام امتیں تمہارے سامنے رُسوا ہوں۔

9۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اپنی امت کے چالیس سالہ لوگوں کی بخشش کی درخواست کی۔ فرمایا: اے محمد ﷺ! میں نے ان کو بخش دیا۔ میں نے عرض کیا: پچاس سالہ کو۔ فرمایا: میں نے بخشا۔ میں نے عرض کیا: ساٹھ سالہ کو۔ فرمایا: میں نے بخشا۔ میں نے عرض کیا: ستر سالہ کو بخش دیجئے، اے محمد ﷺ! یقین کیجئے مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں نے ستر سال عمر بخشی ہو اور اس دوران اس نے میری پرستش کی ہو اور شرک نہ کیا ہو میں اس کو دوزخ میں جلاؤں، لیکن ابنائے احقاب یعنی ننانوے سالہ لوگوں میں

قیامت کے روز کھڑا کروں گا اور کہوں گا "جس بہشت میں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔"

10۔ خطاب آیا: اے محمد ﷺ! آنکھ کھولیے اور اپنے قدموں کے نیچے نگاہ دوڑایئے۔ میں نے دیکھا تو مجھے ایک مشت خاک دکھائی دی، فرمایا: تمام موجودات آپ ﷺ کے قدموں کی خاک ہیں، وہ دوست جو دوست کے گھر آتا ہے اور اس کے قدم غبار آلود ہو جاتے ہیں، دوست اپنے دوست سے اس کے غبارِ قدم کو طلب کرتا ہے تو اسے دینے میں کوئی تردد نہیں ہوتا تمام عالم غیب اور عالم شہود آپ ﷺ کے قدموں کی خاک ہیں۔

11۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! اپنے پاؤں نیچے کیجیے، میں نے نیچے کیے تو کوئی چیز ان کے ساتھ آ لگی پھر دور ہوگئی، پوچھا: الٰہی! یہ کیا چیز تھی؟ جس پر میرے قدم پہنچے پھر دُور ہوگئی۔ فرمایا: وہ دُور نہیں ہوئی بلکہ میں نے جو خدا ہوں اس کو دُور کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا: کیوں؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا خطاب آیا آپ ﷺ کی عزت وتکریم کی خاطر' آپ ﷺ کی عزت وتکریم ہمارے نزدیک اس قدر اہم ہے کہ عرش اس کی عظمت کے باوجود اگر دس گنا بھی ہو جائے اور میری بارگاہ میں آئے تو آپ ﷺ کے قدموں کی خاک میرے نزدیک زیادہ عزیز اور زیادہ محبوب ہوگی۔

12۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی فضہ نے کہا کہ جب آنحضرت ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس معراج کے اسرار بیان فرما رہے تھے تو میں بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ جس طرح آپ ﷺ نے امت کے آزاد اور بزرگ بندوں کا وہاں ذکر کیا، اُمت کے غلاموں اور درویشوں کو بھی یاد فرمایا؟ یارسول اللہ ﷺ! ان باتوں میں سے ایک اس اطاعت سے تہی دامن کنیز کو بھی بتایئے۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: دوست کے اسرار پوشیدہ ہی اچھے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اے فضہ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے دوستوں کی بخشش کے لیے بہانہ تلاش کرتا ہے اور عاشقان درگاہ سے ایک نکتہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اطلبوا لعلة لی اغفر الذلة، وہ گنہگاروں کو بخشنا چاہتا ہے۔

13۔ فرمایا: میں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے سوال کیا کہ خداوندا! میں بشر ہوں ممکن ہے میں کسی اُمتی پر بددُعا کروں، پھر میں نے دعا کی کہ خداوندا! میرے بعد جو کچھ میری امت میں فتنہ ومحن پیدا ہوں اسے ان کے گناہوں کا کفارہ بنا دے، فرمایا: میں اسی طرح کروں گا، پھر میں نے عرض کیا: الٰہی! جو تیرا بندہ گناہ کا اقرار کرے مجھے اس کا شفیع بنا دے۔ فرمایا: یہ بات میرے متعلق ہے اپنے کرم سے ان پر رحمت کروں گا تاکہ آپ کی امت کا کچھ حصہ میرے متعلق ہو اور کچھ آپ ﷺ کے ساتھ ہو۔

14۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے آنحضرت ﷺ سے ان اسرار میں سے ایک نکتہ کی درخواست کی، فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے فرمایا: اگر آپ ﷺ کی اُمت میں سے کوئی اپنے گناہوں کی کثرت کی شامت سے دوزخ کا مستوجب ہو جائے تو وہ مجھے پہلی امتوں کی جنتیوں سے زیادہ محبوب ہوگا۔

15۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی طرف وحی بھیجی کہ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کب تک اپنی امت کا غم کھاتے رہیں گے۔ ہم آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو آج رات ام ہانی کے گھر سے قاب قوسین کے مقام تک لائے ہیں، قیامت کے روز جس کی لمبائی پچاس ہزار سالہ مسافت ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بغیر کسی محنت ومشقت کے پل صراط سے (جس کی لمبائی تیس ہزار سالہ راہ ہے) پلک جھپکتے میں گزار دیں گے انہیں تکلیف اور اذیت کا احساس بھی نہیں ہونے دیں گے۔

16۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیسی وحی تھی؟ فرمایا: میں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے چار چیزیں طلب کیں، میں نے عرض کیا: خداوندا! تو نے قوم شعیب پر آگ برسائی اور قوم لوط کو سنگسار کردیا، داؤد علیہ السلام کی قوم کی شکلیں مسخ کردیں، قارون کو اس کی قوم کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا، خداوندا! میری امت کو ان عذابوں سے محفوظ رکھنا، فرمایا: **قد فعلت ذالک بامتک وقد غفرت عنھم**، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ آپ کی حسب خواہش سلوک کروں گا، ان عذابوں کو ان سے دور رکھوں گا۔

17۔ شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ خداوندا! میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میری امت گناہوں سے معصوم ہوتا کہ بغیر کسی گناہ کے تیری بارگاہ میں حاضر ہو۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: میں نے ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے ان کو کچھ کام کرنے کا حکم دیا ہے اور کچھ کاموں سے اجتناب کا حکم دیا ہے اس شفقت کی وجہ سے جو مجھے ان کے ساتھ ہے۔ اس کے باوجود ان کی تقدیر میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ گناہ کریں تاکہ رحمت کے خزانوں کے دروازے ان پر کھولوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم امین ہیں اور جبرئیل علیہ السلام برگزیدہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہشت میں ہوگی۔

18۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ایسے انعامات سے نوازا ہے کہ گزشتہ کسی پیغمبر کو بھی ان اعزازات سے نہیں نوازا، ان میں سے ایک یہ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا ہے **ورفعنالک ذکرک** تاکہ روزانہ پانچ مرتبہ منبروں پر مشرق سے مغرب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہوتا رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو میرے نام کے ساتھ یاد کیا جائے۔ **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسلہٗ** اور کلمہ توحید میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے تاکہ جو شخص مجھ پر ایمان لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔ اگر مجھ پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ لائے تو میں اس کے ایمان کو قبول نہیں کرتا، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی، میں نے قبول کی اور اس کی تمام قوم کو ہلاک کردیا، اسی طرح آج جو دعا بھی آپ نے اپنی امت کے لیے کی میں نے ان تمام دعاؤں کو قبول کرلیا اور میں نے ان کو کامیابی، نجات اور رفعت درجات سے مشرف کیا اور ان کو سورۂ بقر کی خواتیم عطا فرمائیں، پچاس وقت کی نمازوں کو پانچ وقت کی نمازوں میں تبدیل کردیا۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم**۔ (سبحان اللہ)

1۔ تفاسیر اور اہل تذکیر کی کتاب میں **فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ** کی تفسیر میں اور بعض نے **والضحیٰ** کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے چند چیزیں پوچھیں اور ان کا جواب سنا، میں ان کے پوچھنے پر پشیمان ہوا۔ میں نے پوچھا: الٰہی! جبرئیل علیہ السلام کو ایک لاکھ پر دیے ہیں، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا ہے؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر میں نے چھ لاکھ بال پیدا کئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کا ایک بال جبرئیل علیہ السلام کے ایک لاکھ پروں سے مجھے عزیز تر ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر بال کے بدلے چھ لاکھ گنہگاروں کو قیامت کے روز آتش دوزخ سے آزاد کروں گا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جبرئیل علیہ السلام جب اپنے پروں کو کھولتے ہیں تو تمام جہان کو گھیر لیتے ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گیسوئے شفاعت کھولیں گے اور ہاتھ پر رکھیں گے قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گنہگار امت تمام جہان کو گھیرے ہوئے ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال کے طفیل تمام کو بخش دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: آدم علیہ السلام کو تو نے مسجود ملائکہ کیا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آدم کو سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کرایا گیا تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! آدم علیہ السلام کو تو نے جنت میں داخل کیا۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے داخل کیا اور پھر نکال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو داخل کروں گا تو پھر نہیں نکالوں گا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو تو نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ خطاب آیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سے بہت زیادہ بہتر سلوک کیا ہے، آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام کے ساتھ عرش عظیم پر لکھا، آدم علیہ السلام کا ابھی نام ونشان بھی نہیں تھا جب کہ میں نے ملائکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شناسا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو طبقات جنت کے دروازوں، پردوں اور آسمانوں کے دروازوں پر لکھا جنت کے درختوں کے پتوں، حور وقصور پر، زیورات، ملبوسات اور ظروف پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو ثبت کیا، جنت میں کوئی چیز نہیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا نہ ہو۔ میں نے عرض کیا: الٰہی! میرے بھائی ادریس علیہ السلام کو تو نے بلند مکان دیا اور سر برآوردہ کیا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ خطاب آیا: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سے بڑھ کر مہربانی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش بلند پر لائے اور **قاب قوسین او ادنیٰ** کے مقام پر پہنچایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ یہ عزت واکرام اس سے بہتر ہے جو میں نے ادریس علیہ السلام کو بخشا۔ دوسرا یہ کہ ادریس علیہ السلام کے تن کو بلند کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کر کے **ورفعنا لک ذکرک** سے مکرم کیا، حضرت ادریس علیہ السلام اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوئے جب تک موت کا ذائقہ نہیں چکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم موت سے پہلے جنت میں داخل ہوئے ہیں۔ پلک جھپکے بغیر دیدار کیا ہے۔

چوتھا سوال یہ تھا کہ نوح علیہ السلام کو تو نے کشتی **ذات الواح و دسروی**، مجھے اور میری اُمت کو اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ مجھے الہام ہوا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق دیا جس نے ایک رات میں مشرق سے مغرب، فرش سے عرش، بہشت وکرسی، لوح وقلم اور بیت المعمور سب کا طواف کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مساجد عطا کیں، جب قیامت کا دن ہوگا آگ کو اچھے، برے سب لوگوں میں گزرنے کا حکم ہوگا، آگ کا دریا موجیں مارنے لگے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ان مسجدوں میں داخل ہو جائیں گے، ان کی ان مسجدوں کو آگ کے اس دریا پر کشتیوں کی مانند آزمائش کے اس تلاطم امواج وبلا کے طوفان میں برق کی مانند گزار دوں گا، کوئی تکلیف آپ کی اُمت کو نہیں پہنچے گی۔

پانچواں سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں تو نے سلامت رکھا، آگ کو ان پر گلزار بنا

دیا، ان کو اپنا خلیل کہا اور خلعت پہنائی اور محبت کا جام ان کو پلایا، مجھے اور میری اُمت کو ان کے مقابلہ میں کیا دیا؟ خطاب ہوا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو ان سے زیادہ عزت بخشی ہے۔ میں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پر آتش دوزخ حرام کر دی، آپ ﷺ کو اپنا حبیب کہا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام تو عبادت و طاعت کی بلندی پر پہنچے ہوئے تھے اور مرتبہ نبوت میں کمال کو پہنچنے کے بعد دولت خلعت سے مشرف ہوئے۔ کما قال جل ذکرہ و ابراھیم الذی وفی ۔لیکن آپ ﷺ کی اُمت کو معصیت وذلت کے ارتکاب کے بعد مرتبہ خلعت پر پہنچا۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین ۔

چھٹا: میں نے عرض کیا الٰہی! حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے قربانی بھیجی، آپ نے مجھے کیا دیا؟ فرمایا کل قیامت کو یہودیوں اور عیسائیوں کو آپ ﷺ کی اُمت پر قربان کر کے دوزخ میں بھیجوں گا، جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے، انہ یعطی لکل مومن و مومنۃ یھودی ویھودیہ فیقال لہ القہ فی الحجیم و مرسلما الی النعیم

ساتویں: تو نے حضرت صالح علیہ السلام کو ناقہ دیا، مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ ﷺ کو دار السکون مدینہ دیا، قرآن دیا، آپ ﷺ کے امتیوں کے دل میں آپ ﷺ کی محبت ڈالی جو آپ ﷺ کے لیے ناقہ صالح سے بہتر ہے۔

آٹھواں: عرض کیا: الٰہی! تو نے لوط علیہ السلام کے بھائی کو اس تاریک رات میں امت کی مشقت سے نجات دی، فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو اس تاریک رات میں فاسق و فاجر قوم سے بہتر نجات دی۔

نواں: عرض کیا: الٰہی! تو نے میرے بھائی ہود علیہ السلام کو ہوا دی جو کافروں کو ہلاک کرتی تھی اور مومنوں کے لیے آرام و راحت کا سبب بنتی تھی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: کل قیامت کو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو اس سے اعلیٰ شے دوں گا کیونکہ لوگ پل صراط پر ہوں گے، میں قعر دوزخ سے ایک ہوا چلاؤں گا جو بیگانوں کو دوزخ کی گہرائی میں پھینکے گی اور آپ ﷺ کی امت کو پیچھے سے امداد کر کے سرکش دوزخ کی آگ سے جلد گزار دوں گا۔ اور آپ ﷺ کی امت کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔

دسواں: آنحضرت ﷺ نے عرض کیا: الٰہی! میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم کہا۔ فرمایا: کلمت موسیٰ علی الطور وکلمتک عل بساط النور ۔موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر بات کی اور آپ ﷺ سے فرحت و خوشی کے نورانی فرش پر۔ میں نے عرض کیا: الٰہی! تو نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ آواز آئی: آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی اُمت کو ان سے بہتر دوں گا، آپ کے اُمتیوں کو ہیبت ناک دوزخ سے یوں گزار دوں گا کہ ان کے تر دامن خشک بھی ہوں گے، میں نے عرض کیا: الٰہی! تو نے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو عصا عنایت فرمایا جس نے جادوگروں کے تمام جادو کو نیست و نابود کر دیا، ایک عصا میں ایک ہزار ایک معجزے رکھے مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! کل قیامت کو جب آپ ﷺ کی اُمت کے ہزارہا ہزار گنہگار تیرہ و تار خاک سے اپنے اعمال سے حیران و گریاں اُٹھیں گے میں آپ ﷺ کو عصائے شفاعت دوں گا، جو آپ ﷺ کی اُمت کے گناہوں کے بوجھ کو یک دم نابود کر دے گا۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے عصائے جادوگروں کے جادو کو نیست و نابود کر دیا، آپ ﷺ کی شفاعت کا عصا آپ ﷺ کی اُمت کے گناہوں کو نیست و نابود کر

دے گا۔ تمام اُمت تمام گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل ہو گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو تو نے ایک پتھر دے رکھا تھا جس سے ضرورت کے وقت بارہ چشمے پھوٹ نکلتے تھے۔ مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو اس سے بہتر دیا ہے۔ کل قیامت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھوکی پیاسی تاریک قبر سے اُٹھے گی، سوختہ جگہ، خشک لب، ہول قیامت سے دہشت زدہ ہو گی، حوض کوثر سے زنجبیل وسلسبیل کے پیالے، شراب طہور اور ماء معین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ایک ایک فرد کی خدمت میں ستر بہشتی پیالے پیش کریں گے تاکہ وہ اس شربت کو پی کر قیامت کی تشنگی سے نجات حاصل کریں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ نعمت سے ہزار گناہ بڑھ کر ہے۔

گیارھواں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! برادرم داؤد علیہ السلام کو تو نے زبور دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ الہام ہوا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ انعام دی جس کی فضیلت زبور سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر کوئی ایک مرتبہ سورۂ انعام پڑھے گا تو گویا اس نے دس مرتبہ زبور پڑھ لی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے: عرض کیا الٰہی! تو نے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی مانند نرم کر دیا، تو نے مجھے کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ میں نے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا لیکن میں نے لوگوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو نرم کر دیا فبما رحمة من الله لنت لهم اگرچہ میں نے داؤد علیہ السلام کو خلیفۃ الارض کہا یا داود انا جعلناك خليفة فى الارض ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس خلعت سے مشرف کیا و جعلکم خلايف الارض۔

بارھواں: میں نے عرض کیا، تو نے سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم دیا، مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک جنت دیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں جنتیوں کے ترجمان ہوں جب کبھی اہل بہشت کی ایک مراد بر لاؤں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ستر حاجتوں کو پورا کروں گا، میں نے عرض کیا: الٰہی! تو نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا یہاں تک کہ ایک دن رات میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر لیتے، تو نے مجھے ان کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ملائکہ مقربین کے کندھوں پر پلک جھپکنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لاکھ سالہ راستہ طے کرا دیا، میں نے براق اور رفرف کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسخر کیا۔ یہ اس سے بہتر ہے جو میں نے سلیمان علیہ السلام کو دیا، میں نے عرض کیا: تو نے میرے بھائی یونس علیہ السلام کو تین تاریکیوں سے نجات دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہتر عطا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو قبر کی تاریکی، قیامت اور پل صراط سے نجات دی۔

ایجاب نماز وروزہ:

جب فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ کے اسرار بیان ہوئے اور بہت سے کلمات اور حالات بیان ہو چکے تو خطاب آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اور آپ کی امت پر یہاں ایک خدمتگار مقرر کرتا ہوں، دن رات میں پچاس وقت نماز ادا کریں، ایک سال میں چھ مہینے روزے رکھیں۔ میں نے عرض کیا: خدایا تخفیف فرمائیے۔ ہر درخواست پر پانچ نمازیں کم کی جاتی رہیں یہاں تک کہ پانچ نمازیں اور ایک ماہ کے روزے باقی رہ گئے۔ اس کے

بعد فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ نے قبول کر لیے؟ میں خاموش رہا اور شرم کے مارے کوئی بات نہ کہہ سکا۔ پھر فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ نے قبول کر لیا؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا اللہ۔ پھر فرمایا اے محمد ﷺ آپ ﷺ کا جو امتی دن میں پانچ نمازیں اور سال میں ایک ماہ کے روزے میری خوشنودی کی خاطر رکھے گا میں آپ ﷺ کے اس امتی کو پچاس نمازوں اور چھ ماہ روزوں کے برابر ثواب دوں گا۔

پھر فرمایا جو شخص میرے لاشریک اور یگانہ ہونے کا اقرار کرے گا اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہرائے گا، جنت اسی کے لیے ہے اور جو شخص میری وحدانیت کا اقرار نہیں کرے گا اور شرک کرے گا، دوزخ کی آگ اسی کے لیے ہے اور اس پر جنت حرام کر دوں گا، اے محمد ﷺ اسبقت رحمتی علی غضبی فی امتك یعنی میری رحمت میرے غضب پر آپ ﷺ کی اُمت کے متعلق سبقت لے گئی۔ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ میرے نزدیک تمام مخلوقات سے زیادہ بزرگ اور عزیز ہیں، قیامت کے روز میں آپ ﷺ کو ایسے ایسے اعزازات سے نوازوں گا کہ تمام مخلوق تعجب کرے گی، کیا آپ ﷺ جو کچھ میں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لیے تیار کیا ہے دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا اللہ۔ رب الارباب کا خطاب مستطاب اسرافیل علیہ السلام کو بلایا کہ جبرئیل علیہ السلام سے کہو کہ بہشت میں جو کچھ میں نے محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لیے مہیا کیا ہے دکھائے اور آپ کی خاطر مبارک کو غم سے آزاد کرے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

بہشت کے عجائبات

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

فن سیر کے علماء اور محدثین (اللہ انہیں ہماری طرف سے جزائے خیر دے) نے اپنی تصنیفات میں یوں تحریر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے اسرافیل علیہ السلام کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کے پاس بھیجا، جب جبرئیل علیہ السلام نے مجھے دیکھا، کہا السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاتهٗ میں نے جواب دیا السلام علینا وعلی عبادالله الصالحین، پھر اسرافیل علیہ السلام نے کہا: اے جبرئیل! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ محمد ﷺ کو بہشت میں لے جایئے اور جو کچھ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی اُمت کے لیے ہم نے ترتیب دیا ہے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیجئے، جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بہشت میں پہنچا دیا، جو عجائبات میں نے وہاں مشاہدہ کیے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

بہشت کا دروازہ

بہشت کا دروازہ سرخ سونے کا بنا ہوا تھا جس کے دو پٹ تھے اس دروازہ کی کشادگی پانچ سو سالہ اور اس کی بلندی ہزار سالہ راہ تھی، اس دروازہ کے آگے ایک دالان پچاس ہزار سالہ راہ کا تھا اس دروازہ کو وہاں لگایا گیا تھا، دالان کے ارتفاع اور پچاس ہزار سالہ راہ کی تعین میں یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ صحرائے قیامت کی وسعت پچاس ہزار سالہ راہ ہے، جس روز اس کو طے کریں گے اس دن کی مقدار بھی پچاس ہزار سالہ راہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ فی یوم کان مقدار خمسین الف سنة پس دالان کو اسی مقدار پر مقرر کرنا اس وجہ سے ہے کہ جب بندہ قبر سے سر اٹھائے گا تو اس کی نظر بہشت کے دالان پر پڑے گی اس بیابان کے پچاس ہزار سالہ راہ کو طے کرنا اس پر آسان ہو جائے گا، جب مومن بندہ قبر سے اُٹھے گا، حوروں کو اس ایوان کے اوپر دیکھے گا، تمام اسے کہہ رہی ہوں گی عجل عجل، وہ حوروں کے دیدار اور ان کا کلام سنتے سنتے اس صحرا کو طے کرنا شروع کرے گا تھوڑے وقت میں منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بہشت کا دربان

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس پر چار سو حلقے اور میخیں گاڑی ہوئی تھیں تمام کی تمام موتیوں، مروارید اور یاقوت کی بنی ہوئی تھیں، ان میخوں کے درمیان ایک حلقہ بہت ہی بڑا سرخ یاقوت کا تھا جو فدار تھا اس حلقہ میں میں نے چار ہزار شہر دیکھے اور ہر شہر میں چار ہزار محل اور ہر محل میں چار ہزار فرشتے دونوں ہاتھوں پر ایک ایک طشت لیے کھڑے تھے ایک طشت میں بہشتی لباس اور دوسرا طشت نور سے بھرا ہوا تھا، جبرئیل علیہ السلام سے میں نے ان کے متعلق پوچھا۔ فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش سے آٹھ ہزار سال پہلے پیدا فرما کر ان کو یہاں ٹھہرایا ہے ان کے ہاتھوں پر یہ طشت آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی اُمت پر نچھاور کرنے کے لیے رکھے، قیامت کے روز آپ ﷺ کے اُمتی حق

سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم سے اس دالان میں داخل ہوں گے۔ یہ فرشتے مبارکباد کہتے ہوئے یہ طشت ان پر نچھاور کریں گے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹایا، رضوان فرشتہ نے جو بہشت کا خازن ہے پوچھا: کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ رضوان نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ رضوان نے پوچھا: کیا ان کی نبوت کا وقت آ گیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ رضوان نے الحمد للہ کہا اور دروازہ کھول دیا، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کی دہلیز نقرۂ خام اور اس کا آستانہ لؤلؤ کا بنا ہوا تھا، اس کے بازو آبدار جواہر سے تھے، میں نے رضوان کو سلام کیا، اس نے میرے سلام کا جواب دیا، مجھے خوشخبری دی کہ بہشت میں سب سے پہلے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت داخل ہوگی۔ (سبحان اللہ)

خلفائے رضوان

میں نے رضوان کے خلفاء اور عساکر کو دیکھا، رضوان کے آٹھ خلفا تھے، ہر دروازہ پر ایک خلیفہ متعین تھا، ہر خلیفہ کے زیر فرمان سات سو دوسرے فرشتے تھے، خاص رضوان کے ستر ہزار قائد تھے، ہر قائد کے ماتحت ستر ہزار اور فرشتے تھے، رضوان کی تسبیح یہ تھی، **سبحان الخالق العلیم سبحان الکریم الاکرم سبحان المثیب من طاعت جنات النعیم** ، پھر رضوان نے مجھ پر جنت کی نعمتیں پیش کرنا شروع کیں، میں نے اس قدر نعمتیں دیکھیں کہ اگر تمام زندگی ان کے اوصاف بیان کرتا رہوں تو ختم نہ ہوں۔

بہشت کی دیواریں

میں نے جنت کی دیواروں کو دیکھا، ایک اینٹ سونے، ایک چاندی، ایک یاقوت، ایک لؤلؤ اور ایک زبرجد کی تھی جو مشک کے گارے سے بنائی گئی تھیں، دیوار کی چوڑائی ستر سالہ اور ایک روایت میں پانچ سو سالہ راہ تھی، اور اس کی بلندی ہزار سالہ راہ تھی، آگینہ کی مانند اس قدر صاف و شفاف تھی کہ اندر باہر سے ہر چیز صاف دکھائی دیتی، اس کے آئینہ میں ہفت آسمان عرش سے تحت الثریٰ تک دیوار کی صفائی میں مشاہدہ کئے، اس کی خاک مشک، عنبر اور کافور تھی اس میں روئیدگی زعفران ارغوان تھی، اس میں سنگریزے یاقوت، زمرد اور مروارید کے تھے۔

بہشت کے محلات

میں نے بہت سے محلات دیکھے، بعض سرخ یاقوت کے جن کی چھتیں لؤلؤ بیضا اور بعض جواہر کے جن کی چھتیں سبز زمرد کی تھیں، بعض چاندی اور اور بعض سونے کے تھے بعض محلات آفتاب، بعض چاند اور بعض ستاروں کی مانند تھے، ہر محل میں ستر ہزار سرائیں اور ہر سرا میں ستر ہزار مکانات اور ہر مکان میں ستر ہزار حجرے، ہر حجرے میں میں ایک سونے کا تخت اور دوسرے میں یاقوت کا تخت اور بیشتر میں لولو کا تخت علیٰ ہذا القیاس، اسی طرح ہر حجرے میں مختلف تختیاں رکھی ہوئی تھیں ہر تختی پر زربفت کا خیمہ تھا اور سنہری فرش بچھا ہوا تھا، ہر تختی پر ستر ہزار دیباج، ستر ہزار سندس اور ستر ہزار استبرق کے فرش تھے جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے تھے، اور ہر تختی پر ایک حور خنداں و شگفتہ بیٹھی ہوئی تھی ہر ایک ستر لباس عنبر و کستوری سے معطر پہنے ہوئے تھی' ستر ہزار پردوں میں ان حوروں کا گوشت پوست اور ہڈیوں کا مغز تک چمک رہا تھا اور ہر حور کے سر پر جواہر سے آراستہ و پیراستہ

تاج تھا، ہر حور کے چالیس ہزار گیسوئے عنبریں اس کے چہرے کے گرد تھے اور ہر ایک گیسو کو ستر ہزار قسم کی زیب و زینت دی گئی تھی۔ ان زیورات سے ستر ہزار قسم کی دلکش آوازیں آتی تھیں، ہر آواز کی ایک لذت تھی ہر حور کے سامنے ستر ہزار تخت بچھے ہوئے تھے اور ہر تخت کے گرد کرسیاں رکھی ہوئی تھیں بعض سونے، بعض جواہر، بعض چاندی، بعض زمرد اور بعض لؤلؤ کی تھیں، ان میں سے کوئی بھی کرسی دوسری کرسی جیسی نہیں تھی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بہشت کی نہریں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہشت میں میں نے نہریں دیکھیں، ایک پانی، ایک دودھ، ایک شہد اور ایک شراب طہور کی نہر تھی۔ ہر محل میں ستر ہزار نہریں بہتی تھیں، تمام کافور سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور کستوری سے زیادہ نرم اور خوشبودار۔ میں نے دیکھا کہ بہشت میں رحیق، سلسبیل، تسنیم اور زنجبیل کے چشمے بہتے ہیں، ان نہروں اور چشموں کے کنارے سونے اور مروارید کے تھے اور ان میں گونا گوں جواہرات کے سنگریزے تھے۔ ان چشموں کی جھاگ تمام کافور کی تھی اور کیچڑ مشک و عنبر کا۔ ان کے گرد گھاس سنبل و زعفران کی تھی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بہشت کے درخت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے وہاں اتنے بڑے بڑے درخت دیکھے کہ اگر تیز رفتار سوار ستر سال تک سواری کو بھگائے تو بھی ایک درخت کے سایہ کو عبور نہیں کر سکتا، ان درختوں کی جڑ سرخ سونے، شاخیں یاقوت، لؤلؤ اور زبرجد کی، پتے سندس اور حریر کے تھے، پتے اس قدر بڑے تھے کہ ایک پتہ دنیا پر رکھا جائے تو وہ اسے ڈھانپ لے، ان درختوں کے میوے بڑے مٹکے کی مانند تھے جن کا مزہ ستر قسم کا تھا، ہر میوے میں دانہ کی بجائے ایک حور بیٹھی ہوئی تھی، ہر میوہ خود کو بہشتیوں کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ جب بہشتی کے دل میں اس کی رغبت پیدا ہو از خود ٹوٹ کر نور کے طشت میں گر کر جنتی کے سامنے پیش ہو جائے۔ مثلاً اگر وہ درخت اس بہشتی سے ہزار سالہ راہ دُور ہو بہشتی کے دل میں اس کے میوہ کھانے کی خواہش پیدا ہو تو یقیناً اس کی شاخ بڑھ کر اس کے لبوں کے نزدیک آ جائے گی۔ اس کے حسب خواہش کھانے کے بعد شاخ اپنی جگہ پر واپس چلی جائے گی۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

بہشت کے پرندے

فرمایا: ان درختوں پر اونٹوں کے برابر ہر رنگ کے پرندے دیکھے' بہشت کے سامنے سے لاکھوں خوش الحان آوازوں سے نوازتا ہوا گزرے گا، بہشتی اس سے پوچھے گا کہ تیری آواز زیادہ اچھی ہے یا تیری صورت؟ وہ پرندہ کہے گا میرا گوشت تمام چیزوں سے اچھا ہے، یہ کہتے ہی اس پرندہ کا سر کٹ جائے گا، فضا میں کباب ہو کر جنتی کے سامنے پیش ہوگا۔ وہ خواہش کے مطابق اس میں کھائے گا، وہ پرندہ پھر زندہ ہو کر اڑنے لگے گا اور اس درخت کی شاخوں پر جا بیٹھے گا اور سرود و نغمات سے اسے نوازے گا۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

بہشت کے باغات

ہر بہشت کو میرے سامنے پیش کیا گیا، ان میں سے چار بہترین باغات تھے، جنت الفردوس، جنت العدن، جنت الماویٰ، اور جنت النعیم اور چار دوسری بستان سرائیں اور وہ دارالسلام، دارالخلد، دارالقرار اور دارالحلال ہیں، ہر جنت میں بے شمار درخت ہیں، آسمان کے ستاروں اور بیابانوں

کی ریت کے ذروں کے مطابق ان میں باغات ہیں اور عرش الٰہی ان باغوں کی چھت پر ہے، ایک جنت العدن میں ستاروں کی تعداد سے زیادہ مجھے محلات دکھائے گئے، اکثر و بیشتر میرے صحابہ کے تھے، ہر محل زمین و آسمان سے سات گنا بڑا تھا، جبرئیل علیہ السلام ایک ایک کی تعین فرماتے کہ یہ محل فلاں اور یہ محل فلاں بنت فلاں کا ہے، ان محلات میں سب سے بڑا اور بلند محل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا، اس کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، پھر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا محل تھا، یہ چار محلات بہشت میں سب سے بہترین تھے، نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں تمہارے محل میں داخل ہوا وہ تمام سرخ سونے کا تھا وہاں جو لطائف و عواطف تھے ملاحظہ کیجئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ محل اور محل کا مالک آپ ﷺ پر قربان۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میں نے تمہارا محل دیکھا، یاقوت کا تھا، اس میں بہت سی حوریں تھیں، میں اس میں تمہاری غیرت کے خیال سے داخل نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا: تمام لوگوں سے غیرت اور آپ ﷺ سے بھی غیرت! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے ہر آسمان میں تمہارا نام دیکھا اور تمہارے محل کو بھی جنت میں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے تمہاری صورت کو چوتھے آسمان پر دیکھا، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: فرمایا: یارسول اللہ! فرشتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صورت کا فرشتہ پیدا کر کے اسے چوتھے آسمان پر رکھا ہے تاکہ وہ زیارت کریں اور اس کے دیدار سے برکت حاصل کریں۔ پھر فرمایا: میں تمہارے محل میں داخل ہوا ایک درخت کے پھل کو سونگھا، وہ پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، اس میں سے ایک عورت منہ پر نقاب ڈالے ہوئے نکلی، میں نے اس سے پوچھا: تو کس کی ملکیت ہے، اس نے کہا میں علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ہوں۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

نہر کوثر

میں نے بہشت میں ایک نہر دیکھی جو ساق عرش سے رواں تھی، پانی، دودھ، شراب اور شہد چاروں اکٹھے بہہ رہے تھے اور کوئی بھی دوسرے کے ساتھ نہیں ملتا تھا، اس کے کنارے زبرجد کے اور سنگریزے جواہر کے، اس کے پھول عنبر کے اس کی گھاس زعفران کی اور چاندی کے برتن اس کے کناروں پر آسمان کے ستاروں کی تعداد میں رکھے ہوئے تھے، اس کے گرد پرندے تھے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں جیسی تھیں، کہتے تھے جو شخص ان پرندوں کا گوشت کھائے گا یا اس نہر میں سے پانی پئے گا اسے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو گی۔ میں نے پوچھا: یہ کیسی نہر ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ نہر کوثر ہے جسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے انا اعطیناک الکوثر یہی بات بتاتی ہے۔ آٹھویں بہشتوں میں کوئی باغ ایسا نہیں جس میں یہ نہر نہ بہتی ہو، اس نہر کے کنارے پر میں نے یاقوت کے بنے ہوئے خیمے دیکھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ جنت میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی رہائش گاہیں ہیں۔ میں نے ان خیموں میں حوریں دیکھیں جو دلفریب نغمات اور یہ کلمات گا رہی تھیں: نحن الناعمات فلا نبوس ابد او نحن الشاهدات فلا من ابداو نحن الکاسیات فلا نعری ابدا ونحن الشابات بات فلا نهرم ابدا ونحن الراضیات فلا نسخط ابدا ونحن الحاورات فلا نموت ابدا طوبی لمن کان لنا و کنا له ' ان کے نغمات کی آواز جنت کے محلات اور درختوں میں گونج رہی تھی، ان نغمات سے سماعت کو ایسا لطف حاصل ہوتا کہ اگر ان میں

سے کوئی زمزمہ دنیا میں پہنچ جاتا تو دنیا کی تمام محنت ومشقت اور موت کا سلسلہ ختم ہو جاتا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ان کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے خیمہ کا دروازہ کھولا پردہ اٹھا دیا، میں نے ایسی حوریں دیکھیں کہ اگر تمام عمر ان کی تعریف کرتا رہوں تو بیان نہ کرسکوں ان کے چہرے دودھ سے زیادہ سفید، یاقوت سے زیادہ سرخ اور آفتاب سے زیادہ روشن تھے، ان کا چہرہ برگ گل سے زیادہ نازک، ریشم سے زیادہ نرم، چاند سے زیادہ روشن اور کستوری سے زیادہ معطر تھا ان کے تارکول سے زیادہ سیاہ گندھے ہوئے، گھنگھریالے بال جو بیٹھی ہوئی تھیں ان کے پہلوؤں کے ساتھ ڈھیر بنے ہوئے اور جو کھڑی تھیں ان کے قدموں کے نیچے حلقہ ڈالے ہوئے تھے ہر ایک کے سامنے ستر ہزار صفیں کھڑی تھیں۔ میں نے کہا: اے جبرئیل علیہ السلام یہ تمام جنت کی نعمتیں ہیں؟ فرمایا: ہاں، یہ تمام آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لیے ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

جنت کے چشمے

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ان عجائبات میں سے جو میں نے جنت میں دیکھے یہ چار نہریں تھیں جن کے متعلق حق سبحانہٗ وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے، **ومنھا انھار من ماء غیر اسن وانھار من لبن لم یتغیر طعمہ وانھار من خمر لذۃ للشاربین وانھار منعسل مصفی**، ہر نہر کی کشادگی اس قدر تھی کہ اگر تمام دنیا کو اس پر قیاس کریں تو دریا کے مقابلہ میں ایک سوئی کی مانند ہوگی۔ میں نے کہا: اے جبرئیل علیہ السلام! یہ نہریں باوجود اس عظمت کے کہاں سے نکلتی ہیں اور کہاں جاتی ہیں؟ فرمایا: میں صرف اس قدر جانتا ہوں کہ ایک حوض میں جا کر گرتی ہیں لیکن مجھے علم نہیں کہ کہاں سے آتی ہیں، آپ ﷺ خدا کے نزدیک بہت مکرم ہیں، اگر آپ ﷺ درخواست کریں گے تو آپ ﷺ پر خدا تعالیٰ ظاہر فرما دے گا، میں اسی فکر میں تھا کہ اچانک ایک فرشتہ ظاہر ہوا، مجھے سلام کیا، یہ فرشتہ اس قدر بڑا تھا کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی شخص اس کی عظمت کی حقیقت کو نہیں پا سکتا، اس کے بہت سے پر تھے، اس نے کہا: میرے پر پر قدم رکھیے اور آنکھیں بند کر لیجیے، میں نے اس کے پر پر قدم رکھا اور آنکھیں بند کر لیں، اس فرشتہ نے پرواز کی جس کی تعریف کوئی نہیں کر سکتا، پھر فرمایا: اپنی آنکھیں کھول لیے، میں نے آنکھ کھولیں تو ایک درخت کو دیکھا، اس درخت کے نیچے ایک قبہ تھا جو ایک ہی سفید موتی کا بنا ہوا تھا، وہ اس قدر بڑا تھا کہ اگر تمام دنیا کو اس کے سر پر رکھیں تو وہ ایک پرندے کی مانند ہوگی جو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہو، اس قبہ میں ایک سبز زبرجد کا دروازہ تھا جس پر سرخ سونے کا قفل لگا ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ یہ چاروں نہریں اس قبہ سے نکلتی ہیں۔ میں نے واپس جانا چاہا، اس فرشتہ نے مجھے کہا: آپ ﷺ اس قبہ میں داخل کیوں نہیں ہوتے؟ تا کہ آپ ﷺ کو اس کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ میں نے کہا: میں اس میں کیسے داخل ہوں اس پر تو قفل لگا ہوا ہے۔ اس نے کہا: درست ہے لیکن اس کی چابی تو آپ ﷺ کے پاس ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ کہا: **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ط جب میں اس قفل کے نزدیک پہنچا اور یہ کلمہ زبان سے کہا قفل فی الفور کھل گیا، میں اس قبہ میں داخل ہوا، میں نے چار نہریں دیکھیں جو اس قبہ کے چار ستونوں سے بہہ رہی ہیں۔ پھر میں نے باہر نکلنا چاہا، اس فرشتہ نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ نے دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں دیکھ لیا، اس نے کہا: اچھی طرح دیکھ

لیجئے، ابھی آپ ﷺ نے صحیح طور پر نہیں دیکھا، تاکہ قدرت الٰہی کا مشاہدہ ہو۔ میں نے قبہ کے چاروں ستونوں کو دیکھا، اُن میں سے ایک رُکن بسم، دوسرے پر الله، تیسرے پر الرحمن اور چوتھے پر الرحیم لکھا ہوا تھا، پانی کی نہر بسم کی م، دودھ کی نہر الله کی ہ کے چشمہ، شراب کی نہر الرحمن کی م اور شہد کی نہر الرحیم کے چشمہ میم سے نکلتی تھی، مجھے معلوم ہوا کہ چاروں نہریں اسی کلمہ متبرکہ سے نکلتی ہیں، پھر حق تعالیٰ نے مجھے خطاب فرمایا: اے محمد ﷺ! من ذکرنی بھذا لاسماء من امتك وقال بقلب سلیم و خالص بسم الله الرحمن الرحیم سقیته من ھذا لا نھار الاربعة یعنی آپ کی امت میں سے جو شخص مجھے اس کلمہ سے یاد کرے گا میں اسے ان چاروں نہروں سے پلاؤں گا اور اس دولت سے شرف بخشوں گا۔ والحمد لله علی ماانعم۔ (سبحان اللہ وتعالیٰ)

جنت کا خاص محل

فرمایا: میں نے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک محل دیکھا، اس کا دروازہ کھولا گیا، میں اس میں داخل ہوا تو اس محل میں میں نے سفید موتی کا بنا ہوا ایک مکان دیکھا، میں اس مکان میں داخل ہوا، اس میں نور کا ایک صندوق رکھا تھا جس پر قفل لگا ہوا تھا، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: اس صندوق میں کیا ہے؟ فرمایا: خداوند جل وعلا کے اسرار میں سے ایک راز ہے، اسے اسی شخص پر ظاہر کرتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہو' میں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دروازہ کھلنے کی درخواست کی، جب دروازہ کھل گیا، میں نے ایک خرقہ دیکھا جو ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ فقیر کا مرقع ہے، میں نے عرض کیا: خداوندا! یہ دولت مجھے عنایت فرمایئے۔ خطاب ہوا کہ اے محمد ﷺ! میں نے یہ مرقع آپ اور آپ کے امتیوں کے لیے منتخب کیا ہے، جس روز سے میں نے اسے پیدا کیا ہے صرف اپنے دوستوں کو ہی دیتا ہوں، میں نے اس سے زیادہ پیاری چیز کوئی پیدا ہی نہیں فرمائی۔

سات محلات

فرمایا: میں نے جنت میں سات محل موتی اور یاقوت کے دیکھے، ہر ایک مشرق سے مغرب تک وسیع، میں نے پوچھا: ان کا مالک کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو نابینے کا ہاتھ پکڑ کر اسے سات قدم راستہ طے کرائے۔ میں نے کہا: اے جبرئیل علیہ السلام! میں اپنی امت کو یہ خوشخبری سناؤں؟ فرمایا: ہاں، بلکہ اس سے زیادہ بھی ہے جو بندہ صبح بستر خواب سے اٹھ کر لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور وضو کر کے صبح کی نماز ادا کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے مشرق سے مغرب تک تمام دنیا سے سات گنا زیادہ عنایت فرماتا ہے۔

محلات کی کنجیاں

فرمایا: میں نے رضوان فرشتہ کو مرصع تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا، فرشتے اس کے گرد صف باندھے ہوئے کھڑے تھے، میری خاطر اُٹھا اور عزت واحترام کے آداب بجا لایا، میں نے کہا، مجھے میری اُمت کے انجام کے متعلق کچھ بتایئے، فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! خدا تعالیٰ نے جنت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہے ان میں دو حصے آپ ﷺ کی اُمت کے لیے اور ایک گزشتہ تمام اُمتوں کے لیے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے

رضوان کے سامنے بے شمار نورانی کنجیاں دیکھیں، میں نے پوچھا: یہ کنجیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: جب آپ ﷺ کی اُمت میں سے کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے لیے نیا محل جنت میں بناتا ہے، اسے قفل لگا کر اس کی کنجی میرے سپرد کر دیتا ہے، جب صبح قیامت طلوع ہوگی، وہ بندہ قبر سے اُٹھے گا تو میں محل کی کنجی اس کے سپرد کر دوں گا تاکہ اپنے محل میں جا کر قیام کرے۔

حضرت ادریس علیہ السلام باغ جناں میں

فرمایا: میں نے ادریس علیہ السلام کو وہاں دیکھا، میں نے سلام کیا اور کہا مرحبا! آپ اس مبارک مقام پر جانکنی کی تلخی کو دیکھے بغیر پہنچ گئے، فرمایا: کاش ابتلائے دنیا سے انتہاء تک تمام مخلوقات کی جانکنی کی تلخیوں کو برداشت کرتا اور اس کی توفیق مل جاتی کہ آپ ﷺ کی امت کے دیدار سے مشرف ہو جاتا، میں نے پوچھا: اے میرے بھائی ادریس علیہ السلام! اس کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: میں نے جس محل کو بھی دیکھا، جس حور سے ملا، مجھے کہا گیا کہ اس جگہ سے نکل جاؤ کیونکہ یہ محمد ﷺ کی اُمت کا ہے۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: میں نے ایک جبل الرحمۃ نامی پہاڑ دیکھا جس کی چوٹی عرش الٰہی کو چھو رہی تھی وہ پہاڑ مشک وعنبر کا تھا، چاندی خام کے بارہ ہزار دروازے ترتیب سے لگے ہوئے تھے، ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک اتنا فاصلہ تھا کہ اگر کوئی شخص بجلی کی سی سرعت کے ساتھ چلے اور پانچ سو سال تک چلتا رہے تو بھی دوسرے دروازے تک نہیں پہنچ سکتا، میں نے پوچھا، یہ کس پیغمبر، صدیق یا فرشتہ کے لیے ہے؟ آواز آئی: یہ ان میں سے کسی کا بھی نہیں، یہ محمد ﷺ کے اس ایک امتی کے لیے ہے جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے، اس وقت مجھے آرزو ہوئی کہ کاش! میں آپ ﷺ کی زیارت کرتا اور آپ ﷺ کے امتیوں میں شامل ہو جاتا، واللہ الملھم للرشاد ۔ پھر خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: جب میں جنت کی چمن سرا اور آٹھوں بہشت رضواں دیکھ چکا تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹا، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہوا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے میرے حبیب! اپنی امت کی قیام گاہ کو آپ ﷺ نے تفصیلاً دیکھ لیا اور ہماری مہمان سرا کا بھی مشاہدہ کر لیا، کیا آپ ﷺ اس سے خوش ہیں یا نہیں؟ میں نے عرض کیا: خداوندا! میں بندہ ہوں اور بندہ اپنے مالک سے کیسے ناراض ہو سکتا ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم، میں نے بہشت آپ ﷺ کے دشمنوں پر حرام کر دی ہے، اور آپ ﷺ کے دوستوں اور متبعین کو بخش دی ہے، اب وقت ہے کہ آپ ﷺ اپنے دشمنوں کی قیام گاہ کو بھی دیکھ لیں اور جو کچھ میں نے دشمنوں اور اہل عصیان کے لیے تیار کیا ہے مشاہدہ فرمالیں، اے اسرافیل علیہ السلام! جبرئیل علیہ السلام سے کہو کہ میرے دوست کو دار العذاب دکھا دیں۔ یہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ جب میں جنت کی نعمتیں دیکھ چکا میرے دل میں گزرا دوزخ اور اس کے شدائد کو بھی دیکھوں، جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور چل پڑے یہاں تک کہ دوزخ کے داروغہ مالک نامی فرشتہ کے پاس پہنچا دیا، فرمایا: اے مالک! محمد ﷺ آپ ﷺ کے اس قید خانہ کو جو دشمنوں کا قید خانہ ہے دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ دشمنوں کو اس سے ڈرا سکیں۔

http://kitaabghar.com

طبقات جہنم اوراس کے عجائبات

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

نقل ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے مالک علیہ السلام سے آپ ﷺ کو دار الممالک کے مشاہدہ کرانے کی استدعا کی، مالک نے کہا: اے محمد ﷺ! اپنے قدم مبارک تلے دیکھیے، آپ ﷺ نے دیکھا آسمان پھٹ گئے ہیں اور زمین ظاہر ہوگئی ہے، بیت المقدس ظاہر ہوا۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک بہت ہی مہیب فرشتہ دیکھا جس کی لمبائی زمین سے آسمان تک تھی، اس کے نتھنوں سے آگ کے شعلے نکلتے تھے، اس کے دونوں ہاتھوں میں آگ کے انگارے تھے۔ مالک نے اسے کہا: اے صوحائیل علیہ اسلام! اس نے کہا: لبیک، کہا: تیرے ہاتھ میں جو کچھ ہے محمد ﷺ کو دکھا، آنحضرت ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا: مالک سے کہیے کہ دوزخ کا دروازہ کھولے، مالک نے کہا اے محمد ﷺ! دیکھیے، میں نے دیکھا کہ پہلی زمین پھٹ گئی ہے، ہر قسم کی مخلوق جو اس طبقہ میں تھی مجھ پر ظاہر ہوئی، پھر دوسری زمین پھٹی وہاں میں نے دوزخیوں کے سلاسل اور اغلال دیکھے، پھر تیسری زمین پھٹی وہاں میں نے سیاہ زمین اور سیاہ تارکول کے کپڑے دیکھے، پھر چوتھی زمین پھٹی وہاں میں نے دوزخ کے سانپ اور بچھو دیکھے اس کے بعد پانچویں زمین پھٹی، جس کا نام سجین ہے اس میں میں نے دوزخیوں کے نامہ ہائے اعمال دیکھے جنہیں قیامت کے روز ان کے سامنے پیش کریں گے، پھر چھٹی زمین پھٹی وہاں میں نے پہاڑوں کی مانند پتھر دیکھے جو کافروں کے ساتھ دوزخ میں ان کے ساتھ جلیں گے وقودھا الناس والحجارہ ، پھر ساتویں زمین پھٹی جس کا نام عجیب ہے وہاں میں نے آگ کے دریا دیکھے اور ایک روایت میں ہے کہ مالک نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ میں جہنم کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے، میں نے کہا: اس قدر پردہ ہٹا جس سے میں دیکھ سکوں۔ مالک نے سوئی کے سرے کے برابر کھولا تو آتش دوزخ ظاہر ہوئی، رات سے زیادہ تاریک وسیاہ، مجھے دوزخ کے سات دروازے دکھائی دیے بعض بعض سے نیچے، دوزخ میں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پانچ سو سالہ راستہ تھا، میں نے اس کے پل کو دیکھا، ہر دروازہ پر تحریر تھا، پہلے دروازے پر فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون لکھا ہوا تھا، دوسرے پر فویل للمشرکین ، تیسرے پر فویل للمکذبین ، چوتھے پر فویل للمطففین ، پانچویں پر ویل لکل ھمزۃ ، چھٹے پر فویل للذین یکتبون الکتاب بایدھم اور ساتویں دروازہ پر فویل للقاسیۃ قلوبھم عن ذکر اللہ لکھا ہوا تھا۔ ان دروازوں میں سے ہر ایک کا جدا جدا نام تھا۔ اس کی ترتیب اور تعین میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے دروازہ کا نام جہنم اور اس کا خازن صوحائیل ہے، دوسرا لظی اور اس کا خازن طوفیائیل ہے، باب سوم حطمہ اور خازن طرفائیل نامی فرشتہ ہے، چوتھا دروازہ سقر جس کا خازن شمطائیل ہے، چھٹا سقر اور اس کا خازن طوفطائیل ہے، ساتواں دروازہ ہاویہ ہے اور اس کے خازن کا نام ایک روایت میں طمطائیل اور دوسری روایت میں صمطائیل ہے، ہر خازن کے ساتھ ستر ستر ہزار مددگار تھے جو تمام کے تمام سیاہ رنگ اور غضب ناک تھے۔

ذکر عذاب ہائے دوزخ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے دوزخ کے پہلے طبقہ میں آگ کے ستر ہزار پہاڑ دیکھے، ہر پہاڑ پر ستر ہزار آگ کی وادیاں تھیں اور ہر وادی میں آگ کی ستر ہزار گھاٹیاں تھیں، ہر گھاٹی میں آگ کے ستر ہزار شہر تھے، ہر شہر میں آگ کے ستر ہزار محل تھے، ہر محل میں آگ کی ستر ہزار سرائیں تھیں، ہر سرائے میں ستر ہزار آگ کے مکانات تھے، ہر مکان میں آگ کے ستر ہزار صندوق تھے، ہر صندوق میں ستر ہزار قسم کے عذاب تھے کوئی عذاب بھی دوسرے عذاب جیسا نہیں تھا۔

اس کے بعد دوسرے طبقے کا دروازہ کھولا، اس طبقہ کا عذاب پہلے طبقہ سے دُگنا تھا اس طبقہ میں ہول انگیز اور وحشتناک فرشتے دیکھے۔

تیسرے طبقہ کا دروازہ کھولا تو میں نے اس کے عذاب کو پہلے طبقہ سے تین گنا دیکھا۔

چوتھے طبقہ کا دروازہ کھولا، وہاں میں نے دیگوں کی مانند جوش مارتے ہوئے ایسے دریا دیکھے جن کی گہرائی ستر ہزار سالہ راہ تھی۔

پانچویں طبقہ کا دروازہ کھولا، میں نے وہاں ایک وادی دیکھی جسے آگ کی چادر سے ڈھانپا گیا تھا، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اس چادر کو ہٹاؤ، جب انہوں نے اسے اٹھا دیا تو مَیں نے جبرئیل علیہ اسلام سے پوچھا، فرمایا: اس وادی کو ویل کہتے ہیں اور یہ سانپ اور بچھوان کے عذاب کو زیادہ کرنے کے لیے ہیں۔

جب اس نے چھٹے طبقہ کو کھولا، میں نے ایک اور وادی دیکھی جسے آگ کی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا، میں نے جبرئیل علیہ اسلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ وادی سجین ہے، اس وادی کو قیامت تک پوشیدہ رکھیں گے، اس کے ذریعہ کفار اور نافرمانوں سے انتقام لیا جائے گا۔

جب ساتویں طبقہ کا دروازہ کھولا تو میں نے اس میں سخت طبع، ترش رو فرشتے دیکھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس جگہ میں نے آگ کے تابوت دیکھے اور سخت طبع، ترش رو فرشتے ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کی ایک قینچی تھی، لوگوں کو کنوؤں سے باہر نکالتے تھے اور دوسرے کنوؤں میں پھینکتے تھے، وہ کہتے یا غیاث المستغیثین اغثنا ۔کوئی شخص ان پر رحم نہیں کرتا تھا، ہر لحہ ان کا عذاب بڑھتا رہتا۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: دوزخ میں کس کو ان سے زیادہ عذاب ہوتا ہے؟ فرمایا: یہ عذاب دُوسرے عذابوں کی بہ نسبت آسان ہے، اس کے بعد تابوت دیکھے جن پر آتشیں قفل لگے ہوئے تھے میں نے پوچھا: اے جبرئیل علیہ السلام! یہ کیسے تابوت ہیں؟ فرمایا: متکبروں اور سرکشوں کو قیامت تک عذاب کریں گے، پھر آگ میں اوندھے پھینک دیں گے ابدالآباد تک اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکیں گے، ان تابوتوں میں اس قدر سانپ اور بچھو دیکھے جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر میں نے بہت سی وادیوں میں سے ایک وادی میں ایک چکی دیکھی جس میں دوزخیوں کو آٹے کی مانند پیستے تھے، اسی وادی میں بختی اُونٹ کی مانند آگ کے سیاہ کتے دیکھے اور گائے کے برابر آگ کے بھیڑ دیکھے، جن کے ذریعہ دوزخیوں کو عذاب کرتے تھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ زقوم کے درخت ہیں اور یہ کتے اور بھیڑیے نافرمانوں کے عذاب کو بڑھانے کے لیے ہیں ان کے گزرنے سے نافرمانوں کا عذاب بڑھتا، اگر دنیا کے تمام وصاف ان کے اوصاف بیان کرنے لگیں تو بھی بیان نہ کر سکیں۔ (استغفر اللہ)

دوسری روایت یہ ہے کہ جب مالک نے اطباق جہنم کو اٹھایا میں نے طبقہ ہفتم کی گہرائی تک دیکھا، اسے طبقہ ہاویہ کہتے ہیں، اس کا عذاب

دوسرے درجات سے دُگنا چوگنا زیادہ ہے۔ میں نے مالک سے پوچھا، یہ کون سے گروہ کا مقام ہے اور کونسے لوگ اس میں عذاب پائیں گے؟ فرمایا: یہ فرعون ہامان، قارون، نمرود، شداد، اصحاب مائدہ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی اُمت کے منافقین کے لیے خاص ہے۔

طبقہ ششم کے متعلق پوچھا: جس کا نام جحیم ہے، فرمایا: اس طبقہ میں مشرکین معذب ہوں گے۔

طبقہ پنجم کے متعلق پوچھا جو سقر ہے، فرمایا: یہود و نصاریٰ کو اس میں عذاب دیے جائیں گے۔

طبقہ چہارم جس کا نام لظیٰ ہے کے متعلق بتایا کہ یہ ابلیس اور اس کے متبعین، آتش پرستوں اور ان کے ساتھیوں کے لیے ہے۔

میں نے طبقہ سوم جس کا نام حطمہ ہے کے متعلق پوچھا، فرمایا: یہ سود خواروں اور شرابیوں کے لیے ہے۔

طبقہ دوم جو سعیر ہے کے متعلق پوچھا، فرمایا: یہ ظالموں، متکبروں اور ڈاکوؤں کیلئے ہے وہ اس میں عذاب دیے جائیں گے۔

جب میں نے طبقہ اول جہنم میں دیکھا، باوجودیکہ اس کا عذاب نچلے درجات سے بہت ہلکا تھا، میں نے ستر ہزار آگ کے دریا دیکھے ہر دریا اس قدر بڑا تھا کہ اگر ساتوں زمینوں و آسمانوں کو اس میں ڈالیں اور فرشتہ کو انہیں تلاش کرنے کا حکم ہو، وہ ہزار سال تک بھی تلاش کرتا رہے تو تلاش نہ کر سکے، اس دوزخ میں اتنے بڑے بڑے منہ دیکھے جیسا کہ روایت میں ہے کہ اگر منہ کے ایک طرف ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو رکھ لے تو دوسری جانب کو خبر نہ ہو، ان دریاؤں میں آگ کو جوش مارتے اور شور کرتے ہوئے دیکھا، اگر اس کی آواز دنیا میں پہنچ جائے تو ایک بھی جاندار زندہ نہ رہے۔ القصہ میں نے مالک سے پوچھا، یہ طبقہ کون سے گروہ کے لیے ہے، اور یہ دریا اور وادیاں کن لوگوں کی قیام گاہ ہے؟ مالک نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا، میں نے دوسری مرتبہ سوال کیا، کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن جبریئل علیہ السلام کے ساتھ خفیہ بات کی، جبریئل علیہ السلام نے کہا: مالک کی آپ ﷺ سے درخواست ہے کہ اس سوال کے جواب سے مجھے معذور رکھیں، میں نے مالک سے کہا، جو کچھ بھی ہے اسے بیان کر، ممکن ہے آج اس کا تدارک ہو سکے۔

مالک نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہ جگہ آپ ﷺ کے گنہگار امتیوں کی ہے، یارسول اللہ ﷺ! ان کو نصیحت کیجئے کہ اس مہیب منزل اور مہلک مقام میں آنے سے احتراز کریں اور اپنے آپ کو آگ اور اس قید خانہ کا مستحق نہ بنائیں کیونکہ اس روز میں گنہگاروں کو نہیں بخشوں گا، اور کسی شخص کی پروا نہیں کروں گا، آنحضرت ﷺ رونے لگے، سر مبارک سے عمامہ اُتر گیا، شفاعت و نیازمندی میں تیزی کی اور رب العزت کی بارگاہ میں گڑگڑائے، امت کی نجات اور غم کے دُور کرنے کی درخواست کی، ان کی کوتاہیوں اور ضعف کو پیش کرتے تھے، آنکھوں سے آنسو بہاتے، جبریئل علیہ السلام دوسرے مقرب فرشتوں کے ہمراہ آمین کہتے تھے، رب العزت کا خطاب پہنچا، اے میرے حبیب! آپ ﷺ کا احترام میرے نزدیک بہت زیادہ ہے، آپ ﷺ کی دعا قبولیت کو پہنچی، آپ ﷺ کو بہر صورت خوش کروں گا اور اپنے مقصود و مطلوب تک پہنچاؤں گا آپ ﷺ نے آج میری خدمت میں اس قدر مجاہدہ کیا کہ مجھے رکنا پڑا، طٰہٰ ما انزلنا الیک القرآن لتشقی ، کل جب آپ ﷺ مقام شفاعت پر آئیں گے تو اس قدر آپ ﷺ کو عنایت فرماؤں گا کہ آپ ﷺ بس بس پکار اٹھیں گے، ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔

http://kitaabghar.com

آنحضرت ﷺ کی دُعا

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

فرمایا: اللھم اعوذبک بعفوک عن عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذبک منک لا احصیٰ ثناء علیک انت کما اثنیت ، بزرگوں نے یوں فرمایا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو جنت و دوزخ سے گزارا گیا اور جنت کے ثواب اور دوزخ کے عذاب کی آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی آپ ﷺ نے عفو و درگزر کے تمام اسباب جنت میں اور عذاب کے نتائج دوزخ میں مشاہدہ کیے ان سے گریز کیا اور یہ دعا فرمائی: اللھم اعوذبک بعفوک عن عقابک او بجنتک من نارک ، پھر آنحضرت ﷺ کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا گیا کہ اے محمد ﷺ! ہم نے جنت اور دوزخ کے ہاتھ سے عنان اختیار چھین لی ہے اور دونوں کو نوازش اور عذاب سے الگ کر دیا ہے، اگر بہشت نوازش کرنے والا ہوتا تو آدم علیہ السلام کو نوازتا اور آگ پگھلانے والی ہوتی تو خلیل علیہ السلام کو پگھلا دیتی، جلانے والی آگ نہیں ہے بلکہ ہماری ناراضگی ہے اور نوازنے والی بہشت نہیں ہے بلکہ ہماری رضا ہے، اگر ہم اپنی رضا کا عکس دوزخ پر ڈال دیں تو وہ گلستان و بوستان بن جائے گا اور اگر اپنی ناراضگی کی ایک گرج ہشت باغ رضوان پر ڈالیں مالک کا دوزخ اور ہلاک کرنے والی جگہ بن جائے۔ جب یہ حقیقت آنحضرت ﷺ پر منکشف ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اعوذ برضاک من سخطک ، یعنی میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں، پھر اس مقام سے بھی آنحضرت ﷺ کو آگے لے گئے اور آپ ﷺ کو دکھایا گیا کہ رضا اور ناراضگی دو صفتیں ہیں جب تک موصوف اس صفت کا اظہار نہ کرے پیدا نہیں ہوتیں، صفت سے طلب بھی چھوڑ دی اور فرمایا: اعوذبک منک ، تیری فریاد تجھ سے ہی چاہتا ہوں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ شکایت تین طریقوں سے کی جاتی ہے، دوست کی شکایت غیر دوست سے، غیر کی دوست کے پاس یا دوست کی دوست سے شکایت کرنا، دوست کی شکایت غیر کے پاس کرنا سب سے بری ہے کیونکہ جب تک دوست سے پورے طور پر منقطع نہیں ہو جاتا غیر دوست کے پاس شکوہ و شکایت نہیں کرتا اور غیر دوست کی شکایت دوست کے پاس کرنا شرک ہے اور دوست کی دوست سے شکایت اور فریاد کرنا عین توحید ہے کیونکہ اگرچہ بظاہر شکایت کرتا ہے مگر فی الحقیقت اس کا شکر ہے، گویا وہ یہ کہتا ہے کہ تیرے بغیر میرا کون ہے جس سے یہ بات کہوں، اس کی نظیر حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ہے کہ اس کی شکایت کو باری تعالیٰ نے بیان فرمایا انی مسنی الضر ۔ اس کی اس شکایت پر اسے صابر کہا انا وجدنا صابرا ۔ شکوہ اس وقت ہوتا جب ہماری شکایت دوسرے کے پاس کرتا، یوں نہیں کہ یاایھاالناس انی مسنی الضر ، یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جب اپنی عاجزی کو ہماری قدرت کے سامنے اور ذلت کو دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے۔

اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ کو اس مقام سے گزار لے گئے ان کو پکارا کہ آپ ﷺ وصال میں فراق سے پناہ مانگتے ہیں اگر ہم وصال چاہیں گے تو آپ ﷺ خواہ چاہیں یا نہ چاہیں (وصال ہوگا) اور اگر ہم فراق چاہیں گے تو آپ ﷺ ہزار فریاد کیجئے (وصال نہیں ہوگا)

جب ہم نے عقد محبت وصال باندھا تھا تو وہ قطعی تھا ہم فراق نہیں ڈالیں گے، ہم نابودہ احوال کو دیکھتے اور نا کردہ فریاد کو سنتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ جو کچھ ہم نے اپنے ازلی ارادہ سے چاہا ہے اسے پورا کریں گے، فریاد کا کیا فائدہ، جب یہ حقیقت آنحضرت ﷺ پر منکشف کی گئی تو فرمایا: لا احصیٰ ثناء علیك خداوندا مجھ سے تیری تعریف وثناء نہیں ہو سکتی۔

اس مقام سے بھی آنحضرت ﷺ کو گزار لے گئے کیونکہ آپ ﷺ کی طرف سے لا احصیٰ ثناء کہنا عجز کا اقرار ہے جس طرح اعوذبك منك دعویٰ قدرت ہے جس طرح قدرت میری صفت ہے، یہ عجز آپ ﷺ کی صفت ہے۔ ابھی آپ ﷺ کی نظر اپنے آئینہ صفت میں ہے جب تک آپ دونوں جہانوں سے آنکھیں بند نہیں کر لیتے مجھے نہیں دیکھ سکتے، فرمایا: انت کما اثنیت علی نفسك یعنی اپنی تعریف تو خود ہی جانتا ہے اور اپنی صفت کو تو خود ہی جانتا ہے، اپنی طرف سے خبر دینے کو بھی تو خود ہی جانتا ہے بزرگوں نے کہا لا احصیٰ تجرید ہے اور کما اثنیت تفرید، جب تک بندہ غیر اللہ سے الگ نہیں ہو جاتا خدا کو نہیں دیکھتا۔

مقامِ قابَ قوسین سے حضور ﷺ کی واپسی

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بیان کیا گیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے جنت و دوزخ کے عجائبات و غرائب کا مطالعہ فرما لیا، فرمایا: اے جبرئیل علیہ السلام! ائذن لی ان ارجع الی اللہ تعالیٰ ، مجھے اجازت دیجئے کہ میں رب العزت کی بارگاہ میں واپس جاؤں۔ فرمایا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ جب میں بارگاہ رب العزت میں دوبارہ حاضری سے مشرف ہوا مجھے خطاب فرمایا کہ اے محمد ﷺ! جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے شدائد کو آپ ﷺ نے کیسے پایا؟ عرض کیا: خداوندا! میں نے جنت میں اس قدر نعمتیں دیکھیں جن کی تعداد تیرے سوا کوئی نہیں جانتا اور دوزخ کے اس قدر شدائد تھے کہ تو ہی ان کو بیان کر سکتا ہے۔ فرمایا: اے محمد ﷺ! آگ کی جو مقدار اور اس کے عذاب کے اوصاف جو آپ ﷺ نے سنے اور دیکھے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت آگ کی سختیوں سے ہمارے امن و امان کے قلعہ اور ہمارے عصمت و امتنان کی پناہ گاہ میں رہے گی، اب واپس جایئے اور مخلوق کو ایمان لانے اور جنت کی نعمتوں کی طرف بلانے میں سعی فرمائیں اور آگ کے عذاب اور سختیوں سے اجتناب فرمائیں، اس کے بعد حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کچھ وصیتیں فرمائیں:

۱۔ جب آپ ﷺ کو کوئی غم و اندوہ لاحق ہو تو مجھے یاد کیجئے کیونکہ اس وقت میں آپ ﷺ کے نفس سے بھی زیادہ آپ ﷺ کے قریب ہوں۔

۲۔ مظلوم کی بددعا سے ڈریئے کیونکہ میرے اور مظلوم کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ اے محمد ﷺ! سختیوں پر صبر کیجئے، جبر، عناد اور تکبر سے بچیئے، دنیا پر مغرور نہ ہو جایئے اور اس سے مطمئن نہ ہو جایئے کیونکہ دنیا زوال پذیر ہے اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔

میں نے عرض کیا: خداوندا! میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں، تجھی سے ڈرتا اور تجھ ہی سے امید رکھتا ہوں اور میں علم الیقین سے جانتا ہوں کہ میرا پروردگار اور مجھے پیدا کرنے والا، عزت دینے والا اور خلعت نبوت عطا کرنے والا تو ہی ہے، پھر فرمایا: اے محمد ﷺ! نماز کو وقت پر ادا کیجئے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیجئے کیونکہ دین اسی سے قائم ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے اللہ، میرے سردار اور میرے آقا! کیا میری قوم میری تصدیق کرے گی؟ میں نے آج رات جو کچھ دیکھا اور سنا ان کے سامنے پیش کروں تو قبول کر لیں گے؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: یصدق ابو بکرن الصدیق رضی اللہ عنہ۔

خطاب آیا کہ اے میرے محبوب! میں نے ازل میں ایسا ہی حکم دیا ہے اس مشت خاک کے دلوں کے سامنے اور ان کو میری بارگاہ قدس میں حاضر کرنے کے آپ ﷺ سبب ہوں گے۔ آپ ﷺ ان کے راہ ضلالت میں چراغ ہدایت روشن کریں گے آپ ﷺ جب اس جگہ لانے سے عاجز آئیں گے ہم آپ ﷺ کو اس مقام پر پہنچانے سے عاجز نہیں ہیں اب امت میں واپس جایئے اور ان کو ہماری طرف دعوت دیجئے کیونکہ وہ

قادر مطلق جس نے آپ ﷺ کو اس مقام پر پہنچایا ہے اس مقام کو بھی اس جگہ آپ ﷺ کے پاس لاسکتا ہے، جب آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ رہیں اور تبلیغ رسالت کرتے رہیں جب تک صبر کر سکیں، کریں اور جب طاقت جواب دے دے اور صبر کا چاند گہنا جائے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دیجئے تاکہ ہم حجابات اٹھادیں، اور جس چیز کو دیکھنے کے لیے آپ کو یہاں آنا چاہیے اسی جگہ ہم آپ کو دکھادیں۔

آنحضرت ﷺ جب سفر معراج سے واپس آئے آپ ﷺ کا شوقِ ملاقات زیادہ سے زیادہ ہوتا رہتا، یک دم بیقرار ہوجاتے، پہلے صرف شوق سر تھا پھر شوق روح، شوق دل اور شوق نفس شوق سر کے ساتھ مل گیا، جب لوگوں کو صحبت سے بہت ملول ہوجاتے اور طاقت جواب دے جاتی، فرماتے: ارحنا یا بلال من ھؤلاء و صحبتھم ، ہاں جب ازلی ارادہ اس امر کے متعلق ہوتا آپ ﷺ مخلوق کے ساتھ مجلس رکھتے اور احکام شریعت کو جاری فرماتے لیکن اپنے دل کو اپنی جگہ پر رکھتے، جب ایک ساعت گزرتی آپ ﷺ کو قدرے اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی اور اس پر شوق غالب آجاتا پکار اُٹھتے: ارحنا یا بلال من ھؤلاء و صحبتھم ، بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہتے اور آنحضرت ﷺ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کردیتے۔ بزرگوں نے کہا نماز میں اپنے تمام جسم کو حق کے سپرد کرنا اور دونوں جہانوں سے منہ موڑلینا ہے، ہاں وہ عبادت جس میں نفس کی خواہش شامل ہو دنیا کی طلب جائز ہے لیکن نماز میں نہ دنیاوی عقد ہے نہ شہوت نفس اور نہ صحبت خلق، پس نماز کیا ہے؟ علائق سے مکمل طور پر انقطاع اور اپنے آپ کو مکمل طور پر دوست کے سپرد کردینا، جب اس کا سر دونوں جہانوں سے پاک ہوجائے اور محنت درمیان سے جاتی رہے اس میں مقام او ادنیٰ کا اسے مشاہدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس حالت کی اس طرح خبر دیتے تھے: وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یوں نہیں فرمایا کہ میری آنکھوں کی روشنی نماز ہے بلکہ یوں فرمایا نماز میں ہے تاکہ تمام کو علم ہوجائے کہ آپ ﷺ کی آنکھوں کی روشنی نماز نہیں ہے بلکہ نماز میں ہے کیونکہ محبین کا قرۃ العین قرب حبیب کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سھونا عن الاعلیٰ بالادنیٰ وسھوا المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بالادنی عن الاعلیٰ ، یعنی جب ہمارا سر کسی چیز کے ساتھ مشغول ہوجائے جو نماز میں سے نہیں ہے ہمیں نماز میں سہو ہوجاتا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کا سر کسی چیز کے ساتھ مشغول ہوجائے جو نماز سے برتر ہے اور وہ مشاہدہ اور قرب ہے، اس وقت آپ ﷺ کو سہو ہوتا۔

القصہ فرمایا: جب میں وہاں سے لوٹا عرش نے مجھے سلام کہتے ہوئے طابت لك ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر الوداع کہا، میں فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا، جن کی تعداد ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کی مخلوق کے برابر ہے، اس مخلوق میں بارش کے قطرے، آسمان کے تارے، درختوں کے پتے اور بیابانوں کی ریت کے ذرات شامل ہیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرشتوں کی کون سی جماعت ہے؟ فرمایا: یہ کروبیاں ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آسمانوں سے گزرتا رہا یہاں تک کہ میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو ان کے اپنے مقام پر ملا، انہوں نے مجھے پوچھا: اے محمد ﷺ! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ اور آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: دن رات میں پچاس نمازیں اور ایک سال میں چھ مہینے کے روزے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی واپس جایئے اور اس میں کمی کرایئے کیونکہ آپ ﷺ کی امت کمزور ہے۔ اس بوجھ کو نہیں اٹھاسکے گی میں اسی وقت واپس آیا اور اپنے مقام پر رجوع کیا، میں نے عرض کیا: خداوندا! میری امت کمزور ہے اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی، ان کی طاقت کے مطابق ان پر بوجھ رکھیے۔ میں نے یہ خطاب سنا: اے محمد ﷺ! میں نے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر دن رات میں بیس نمازیں اور سال میں دو ماہ کے روزے فرض کیے ہیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور انہیں بتایا۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کمزور ہے واپس جایئے اور تخفیف چاہیے۔ میں واپس گیا اور کمی کی درخواست کی، پندرہ وقت مقرر ہوئی، جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا تو انہوں نے مجھے پھر جانے کے لیے کہا۔ قصہ مختصر کہ میں جاتا آتا رہا، یہاں تک کہ دن رات میں پانچ وقت کی نماز اور سال میں ایک ماہ کے روزے مقرر ہوئے۔ جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے پھر تخفیف کے لیے کہا، اور ایک روایت یہ ہے کہ اس مرتبہ جب موسیٰ علیہ السلام نے واپس جانے پر اصرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معذرت کی اور فرمایا: مجھے واپس جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے، اگرچہ موسیٰ علیہ السلام نے بہت اصرار کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ گئے یہاں تک کہ منادی نے عالم ملک وملکوت میں یہ اعلان کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر دن رات میں پانچ نمازیں اور سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس مرتبہ بھی آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر واپس گئے لیکن تخفیف چاہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرم آئی، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: **یا محمد من صلی الصلوٰۃ الخمس فی مواقتھا** ، خدا تعالیٰ سے ثواب کی نیت سے جو شخص ان پانچ نمازوں کو وقت پر ادا کرے گا اور ماہ رمضان کے روزے رکھے گا، اسے پچاس نمازوں اور چھ ماہ کے روزوں کا ثواب جو ابتداء میں مقرر ہوئے' مرحمت فرما دوں گا۔ اور بعض روایات میں **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** کے مطابق دس ماہ روزوں کا ثواب دوں گا۔ جب شوال کے چھ روزے ان کے ساتھ ملالیں تو دو ماہ کا اور ثواب عنایت فرماؤں گا، گویا کہ انہوں نے تمام سال روزے رکھے ہیں۔

نقل ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی نماز، قیام، قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ پر مشتمل بنائی ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عبادت عرش سے تحت الثریٰ تک کے تمام ملائکہ کی عبادت جیسی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو قیام سے ثواب قائلین ، رکوع سے ثواب راکعین، سجود سے ثواب ساجدین، قرأت سے تلاوت کرنے والوں، تسبیح سے تسبیح پڑھنے والوں اور تہلیل سے تہلیل کہنے والوں کا ثواب ملتا رہے۔ ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ درجات عنایت فرماؤں گا۔ (سبحان اللہ)

بزرگانِ فن سیر نے اپنی معتبر کتابوں میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ وہ پچاس نمازیں جو معین کی گئی تھیں وہ یہی معروف نماز تھی جو خواص امت کا وظیفہ ہے، اس کی تفصیل اس طرح ہے: اول صبح کی سنتیں، دوم صبح کے فرض، سوم اور چہارم ظہر کے فرضوں کی پہلی چار سنتیں کیونکہ سنتوں اور نوافل کا ایک شفع (دو رکعتیں) نماز ہے۔ پنجم ظہر کے فرض، ششم وہفتم ظہر کے فرضوں کے بعد کی سنتیں، **عن ام حبیبة رضی اللہ عنها قالت سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من حافظ علی اربع رکعات قبل الظهر واربع بعدها حرمه اللہ علی النار** ۔ آٹھویں اور نویں عصر سے پہلے کی چار سنتیں دسویں عصر کے فرض، گیارھویں مغرب کے فرض، بارھویں سنت مغرب، تیرھویں فرض عشا، چودھویں سنت عشاء، پندرھویں وتر اپنے نوافل کے ساتھ، سولھویں دوسری نماز، اس کے بعد تہجد کی بارہ رکعتیں جن کی چھ نمازیں بنتی ہیں۔ چھ اور نمازیں نماز ضحیٰ اور تین مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان، ہر فرض کی نماز کے لیے تحیۃ المسجد، اذان اور اقامت کے درمیان پانچ نمازیں، اور پانچ تحیۃ وضو اور پانچ صلوٰۃ التسبیح، نماز استخارہ، توبہ اور حاجت، ان تمام نمازوں کا مجموعہ پچاس ہوتا ہے۔ شروع میں یہ نمازیں فرض تھیں، پھر تخفیف فرما دی گئی اور پانچ

وقت کی نمازیں فرض رہ گئیں، باقی فرائض مستحب ہو گئے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے جس شخص کے فرض میں کمی رہ جائے اس کمی کو قیامت کے روز نوافل سے پورا کریں گے۔ بعض بزرگوں نے دن رات میں سو رکعت نماز ادا کی ہے تا کہ پچاس نمازیں پوری ہو جائیں۔ اسے اپنے آپ پر لازم اور ضروری قرار دیا ہوا تھا تا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فرمان کو پورا کر سکیں، اور اظہار رغبت اور بادشاہ علی الاطلاق جل وعلا کو اپنا اشتیاق خدمت پیش کریں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ نورِ دل اور سرورِ جاں اس کی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

معراج سے واپسی کے بعد کے واقعات

معراج کی رات کو واپسی کا سفر بھی علماء کے نزدیک مختلف طریقوں پر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے اپنے پَر پر بٹھا کر آسمانوں کے کئی طبقات سے گزارا پھر زمین پر لائے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جاتے ہوئے اور آتے ہوئے بھی براق پر سوار تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ جاتے وقت براق پر سوار تھے اور واپسی براق کے بغیر ہوئی۔ براق پر لے جانے میں یہ حکمت تھی کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے واپس آنے کا طریقہ یہ تھا کہ جب اس سلطان بارگاہ ادنیٰ اور محبوب خلوت سرائے ادن منا نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے یہ تمام لطف وکرم اپنے آپ پر مشاہدہ کیے۔ ان نعمتوں کی شکر گزاری کے لیے سجدہ میں چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے خود کو اپنے بستر میں پایا، میں نے دیکھا کہ میرا بستر ابھی تک گرم تھا۔

ا۔ جابلقا و جابلسا، یاجوج وماجوج طوائف وغیرہ

جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کو یاجوج وماجوج کے پاس لے گئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے ان کو دین اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہ کیا، وہ تمام دوزخ کا ایندھن ہیں۔ پھر مجھے میں دو شہروں میں سے گزرا ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں تھا، ہر شہر کے دو ہزار دروازے تھے، ایک دروازے سے دوسرے دروازہ تک ایک فرسنگ کا فاصلہ تھا، وہ لوگ جو مشرقی شہر میں ہیں قوم عاد کی نسل کے باقی ماندہ لوگ ہیں جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، اس مشرقی شہر کا نام سریانی زبان میں برقیسا ہے اور عربی میں جابلقا اور مغربی شہر کا نام سریانی میں برجیسا اور عربی میں جابلسا ہے۔ ان دروازوں میں سے ہر دروازہ پر دس ہزار مسلح پہرے دار متعین رہتے ہیں دوسرے روز دوسرے دس ہزار کی ڈیوٹی ہوتی ہے یہاں تک کہ پہلے روز کے پہرے داروں کی نوبت دوبارہ نہیں آتی۔ فرمایا، مَیں نے ان کو بھی دین اسلام اور خدا تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی، انہوں نے اسے قبول کیا، وہ ہمارے دینی بھائی ہیں۔ ان میں سے نیک ہمارے نیکوں کے ساتھ اور برے بروں کے ساتھ ہوں گے، اس کے بعد مجھے تین دوسرے گروہوں کے پاس لے گئے جن کی تعداد صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ایک گروہ کا نام منسک، دوسرے کا تاویل اور تیسرے کا تاریس ہے۔ میں نے ان تینوں گروہوں کو دین اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کر دیا اور قبول نہ کیا۔ یہ دوزخ میں دوسرے کافروں کے ساتھی ہوں گے۔

۲۔ رجال الغیب سے ملاقات

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معراج سے واپسی پر ایک قوم کے پاس سے گزارا گیا، یہ وہ قوم ہے جس کی حق سبحانہٗ وتعالیٰ قرآن میں

تعریف کی ہے ومن قوم موسیٰ امة یھدون بالحق و به یعدلون ط میں اس قوم کے پاس گیا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سوال کا جواب دیا، پھر جبرئیل علیہ السلام نے میرا تعارف کرایا، انہیں معلوم ہوا کہ میں محمد ﷺ پیغمبر آخرالزماں ہوں جس کے جلال کی تعریف اور کمالات کی توصیف پہلی کتابوں میں مطالعہ کی ہے اور پہلے پیغمبروں سے سنی ہے، میری خدمت میں بھاگے اور ایک دوسرے کو بشارت دی اور میرے گرد اگرد اکٹھے ہوگئے، میں نے دین اسلام پیش کیا، انہوں نے قبول کیا اور میری نبوت و رسالت کی گواہی دی۔ انہوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کی خبر دی، انہوں نے ہمیں وصیت فرمائی اور کہا کہ ہم عرصہ سے آپ ﷺ کی تشریف آوری کے منتظر اور آپ ﷺ کے دیدار کے مشتاق تھے، الحمدللہ اس نعمت نے پردہ غیب اپنا جمال جہاں تاب دکھایا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے قوم میں چند چیزیں مشاہدہ کیں:

اول یہ کہ کچھ لوگوں کے رنگ زرد دیکھے، وہ سلیم الطبع تھے، ان کے تمام کپڑے اُونی تھے، اور تمام لوگوں کے گھروں کی دیواریں برابر تھیں، ان کے کسی مکان کا کوئی دروازہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی کمرہ بند تھا، ان کی سرائیں قبرستان کے نزدیک اور مسجدوں سے دُور تھیں، وہ مسجدوں میں معتکف تھے، جب ان کے گھر بچہ پیدا ہوتا تو وہ روتے اور اگر کوئی فوت ہو جاتا تو خوشی و مسرت کا اظہار کرتے، میں نے ان سے پوچھا کہ وہ لوگ کس دین پر ہیں؟ انہوں نے کہا ہم خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے فرشتوں، کتابوں اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ شریعتوں کو قبول کر رکھا ہے، فرائض ادا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہیں، اس کی نعمتوں پر شکرگزار اور مصائب پر صابر ہیں، کسی کے ساتھ دشمنی ہرگز نہیں کرتے جو کچھ جانتے ہیں اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، کسی بھائی کی غیبت نہیں کرتے، فضول بات نہیں کرتے، دن کے وقت روزہ رکھتے اور رات کو نماز پڑھتے ہیں، ہماری کھیتی صوم وصلوٰۃ ہے، ہماری بھوک طاعات و عبادات، اعمال سے ہمارا مقصد درجات آخرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا ہے جہاں تک ہوسکے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کرتے ہیں، راحت، بھوک پیاس اور برہنگی ہر حالت میں ہم راضی ہیں۔ آج دنیا میں ہم نے فقر کو غنا کی بجائے اختیار کیا ہوا ہے، ہم نے فانی نعمتوں کو ترک کر دیا ہے تاکہ باقی رہنے والی نعمتوں سے سعادتمند ہوسکیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت نے ہمیں ان صفات پر قائم رکھا ہے، ہم نے عزم بالجزم کر رکھا ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے ان صفات کے ساتھ متصف رہیں گے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے ان سے پوچھا تم میں سے کچھ لوگ زرد کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا خدا تعالیٰ کے خوف سے، میں نے کہا: تمہارے تمام گھر برابر ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ بعض کے گھر دوسروں کے گھروں سے اونچے ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب ہمارے دل برابر تھے اسی کے مطابق ہمارے گھر بھی ایک دوسرے کے برابر ہونے چاہئیں اور یہ بات بھی ہے تاکہ ہوا اور روشنی کو دوسرے گھروں سے نہ روکیں، میں نے پوچھا: تمہارے گھر دروازوں کے بغیر کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا: دروازے چور اور خائن کی رکاوٹ کے لیے ہوتے ہیں اور ہم میں کوئی چور، خائن نہیں ہے۔ میں نے پوچھا: تمہاری دکانوں کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی بھی خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا ہم میں سے جب کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے بازار میں جاتا ہے اور دکان سے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اٹھا لیتا ہے اور اس کی قیمت وہاں رکھ دیتا ہے، ہمارا ایک ہی مال ہے خرید و فروخت کی ضرورت نہیں۔ میں نے پوچھا: تمہارے گھر مسجد سے کیوں دُور ہیں؟ انہوں نے کہا تاکہ مسجد جاتے ہوئے زیادہ قدم ہوں اور آخرت میں ہمیں زیادہ ثواب ملے۔ میں نے پوچھا

تمہارا قبرستان گھروں کے کیوں نزدیک ہے؟ کہنے لگے: تاکہ موت کو فراموش نہ کریں۔ میں نے پوچھا: بچہ پیدا ہونے پر روتے کیوں ہو؟ اور مردہ پر خوش کیوں ہوتے ہو؟ کہنے لگے: نومولود پر اس لیے روتے ہیں کہ اسے آزاد دنیا سے اس جہان میں جو مومن کے لیے قید خانہ ہے، قید کر دیتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ اس کے بعد کیا ہوگا اور جب مر گیا تو قید سے آزاد ہو گیا اور ان پابندیوں سے خلاصی پائی اور تکالیف سے آزاد ہوا، میں نے ان میں سے کسی کو بیمار نہیں دیکھا، میں نے ان سے اس کا راز دریافت کیا، انہوں نے کہا بیماری گناہوں کا کفارہ ہے چونکہ ہمارے درمیان کوئی گنہگار نہیں ہے گناہوں کے کفارہ کی بھی ضرورت نہیں، اگر کسی سے بھول کر گناہ سرزد ہو جاتا ہے آسمان سے بجلی کڑکتی ہے اور اسے اسی مکان میں جلا کر راکھ کر دیتی ہے پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں دین کے طریقے بتائیے اور ہمارے لیے جس چیز میں بہتری ہے اس کی ہمیں وصیت فرمائیے۔ آنحضرت ﷺ نے جو طریقے ان کے مناسب حال تھے بیان کیے، ان کو میں نے اس طرح وصیت کی:

اے قوم! سختیوں پر صبر کرو اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا فرمائیے تاکہ وہ پوری فرمائے ایک یہ کہ ہماری زمین لپیٹ دے تاکہ ہر سال ایک مرتبہ حج بیت اللہ شریف کریں اور زیارت کعبہ معظمہ سے مشرف ہوں کیونکہ ہماری یہ زمین ساتویں زمین کے بھی پیچھے ہے جب تک زمین لپیٹی نہ جائے ہم ہر سال زیارت و حج نہیں کر سکتے، دوسری یہ کہ ہمیں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ کر دے تاکہ لوگ ہماری وجہ سے فتنہ میں نہ پڑیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی جو قبول ہوئی۔ وہ ہر سال حج کے لیے پوشیدہ طور پر آتے ہیں کوئی شخص ان کے حال سے واقف نہیں ہوتا۔

۳۔ جنوں سے ملاقات

فرمایا: اس کے بعد میں بہت سے جنوں کی جماعت کے پاس سے گزرا، وہ کہتے تھے **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہٗ**۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! ہمارے سامنے اپنا دین پیش کیجیے۔ میں نے کہا: مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

۴۔ جب میں ان کے پاس سے گزر گیا، بیت المقدس پہنچا، براق کو وہاں صفہ پر مسجد میں باندھا ہوا پایا، میں نے وہاں نعمت و کرامت جل وعلا کی دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کی صورتیں مجھے دکھائیں۔ میں نے اپنی شکل بھی ان میں دیکھی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ میرے دائیں اور عمر رضی اللہ عنہ میرے بائیں طرف تھے، جب میں باہر نکلا جبرئیل علیہ السلام نے کہا: براق پر تشریف رکھیے۔ میں براق پر بیٹھ گیا، پلک جھپکنے سے پہلے میں نے اپنے آپ کو مکہ میں پایا، میرا بستر اللہ کی قدرت سے ابھی تک گرم تھا، حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کا تشریف لے جانا اور واپس آنا تین ساعت میں تھا۔ اور وہب بن منبہ اور محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ معراج چار ساعت تھا، واللہ اعلم۔ (واللہ اعلم)

۵۔ حضرت ابوبکر واقعہ معراج کی تصدیق کرتے ہیں

آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ جب بیت المقدس سے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ صحرائے ذی طویٰ میں (جو مکہ کے قریب واقع ہے)

پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ اس معراج کے واقعہ کی میری کون تصدیق کرے گا، اور میری یہ بات کون تسلیم کرے گا کہ مجھے اس تھوڑے سے وقت میں یہ دولت وسعادت حاصل ہوئی ہے کہ دونوں جہانوں سے باہر لے جا کر پھر واپس اس جہان میں لایا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: پرواہ مت کیجئے، اگر یہ تصدیق نہ کریں، آپ کی تصدیق سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے، وہ صدیق رضی اللہ عنہ۔

ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا، پیغمبر ﷺ کو معراج میرے گھر میں ہوا، رات وہاں آرام فرمایا، صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام ہانی! آج رات مجھے بیت المقدس لے جایا گیا، وہاں سے آسمانوں پر پہنچایا گیا، صبح سے پہلے واپس لے آئے۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، میری درخواست ہے کہ اس عجیب بات کو منکروں کے سامنے پیش نہ فرمائیں، وہ یقین نہیں کریں گے اور آپ ﷺ کو جھوٹا کہیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم میں اس قصہ کو کسی سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ دوسرے ہی دن صبح کو جب سورج طلوع ہوا اور فضائے عالم کو اپنی منور شعاعوں سے بھر دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف لائے اور حجرہ میں غمگین وخستہ خاطر بیٹھ گئے کیونکہ قریش کی تکذیب اور کم ظرفوں کے استہزاء کا خدشہ تھا۔ اسی خیال میں تھے کہ ابوجہل لعین آیا اور آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور آنحضرت ﷺ سے تمسخرانہ انداز میں کہا: اے محمد ﷺ! کوئی نئی چیز ظاہر ہوئی ہے آپ پر؟ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ہاں آج میں نے ایک ایسا سفر کیا ہے جو کسی نے نہیں کیا اور ایسی خبر لایا ہوں کہ آج تک کوئی نہیں لایا۔ اس نے کہا: کہاں تک کا سفر کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس، اور پھر وہاں سے آسمانوں کے طبقات تک گیا۔ اس نے کہا: آج رات سے صبح تک تو آپ مکہ میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ کہنے لگا: ایسی بات کو قوم کے سامنے بیان کریں گے؟ فرمایا: ہاں۔ ابوجہل چیخ اٹھا: اے گروہ بنی کعب اور اے بنی لوی!، لوگ ارد گرد جمع ہو گئے۔ ابوجہل نے کہا: اے محمد ﷺ! جو کچھ مجھ سے آپ نے کہا ہے ان لوگوں کے سامنے بھی بیان کیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ کے فرشتے رات مجھے بیت المقدس لے گئے، پھر وہاں سے آسمان پر لے گئے۔ حاضرین حیران رہ گئے۔ بعض اس کام میں اسے غلط قرار دینے لگے کیونکہ ان کو ناقص عقلوں میں یہ بات ناممکنات میں سے تھی۔ انہوں نے اسے اس قدر بعید از حقیقت سمجھا کہ کمزور ایمان مسلمانوں کی ایک جماعت مرتد ہوگئی والعیاذ باللہ من ذالک۔

ابوجہل منافقین کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: آپ اپنے ساتھی کے پاس چلیے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ اس نے کہا وہ کہتے ہیں رات مجھے بیت المقدس میں لے جایا گیا حالانکہ رات وہ قوم میں تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہ بات آپ ﷺ نے فرمائی ہے؟ ابوجہل نے کہا: ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی تعجب کی بات نہیں میں آپ ﷺ کی آسمانی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں، اگر آنحضرت ﷺ فرمائیں کہ میں ساتوں آسمانوں سے بھی آگے نکل گیا اور واپس آ گیا تو بھی میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں۔ ابوجہل نے کہا: میں نے کسی ساتھی کو اپنے ساتھی کی اس طرح تصدیق کرنے والا نہیں دیکھا جیسا کہ آپ ہیں، وہ خود بھی یہی دعویٰ کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے رات آسمانوں پر لے جایا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے یا نہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں

نے کہا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع سے آخر تک بیان فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات ختم کرنے پر کہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تم میری ہر بات کی تصدیق کرتے ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے تصدیق نہ کروں؟ وہ خدا جس نے جبرئیل علیہ السلام کو ہزار مرتبہ نیچے اتارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زمین سے آسمانوں پر نہیں لے جاسکتا وہ تو ہر بات پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا تھا کہ کوئی اور تسلیم کرے یا نہ کرے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً تصدیق کریں گے۔ چنانچہ سب سے پہلے جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تصدیق کی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ کہتے ہیں کہ اسی روز آپؓ صدیق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آیت نازل ہوئی والذی جاء بالصدق وصدق به، اور سب سے پہلے جس شخص نے جھٹلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی وہ ابوجہل لعین (جس پر خدا کی لعنت پڑی) تھا۔ اس کے متعلق آیت اُتری فمن اظلم ممن كذب على الله وكذب بالصدق اذ جاءه ۔ پس جو شخص معراج کی تصدیق کرتا ہے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیروکار ہے اور جو شخص انکار کرتا ہے وہ ابوجہل لعین کی اولاد میں سے ہے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی آیات وعلامات بتادیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کے نشانات اور ان کے قافلوں کے متعلق اطلاع دینا، نقل ہے کہ جب یہ خبر مکہ میں ہر طرف پھیل گئی تو مسلمانوں کے سر صدیق رضی اللہ عنہ کی مانند فخر سے بلند ہوگئے اور تکذیب کے مہرے کو سرنگوں کر دیا۔ منکرین کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آئی اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آسمان کے حالات کی خبر نہیں ان کو موقوف کرتے ہیں لیکن ہم میں سے ایک جماعت نے بیت المقدس کو دیکھا ہے، ہمیں یہ بھی علم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں کبھی بھی بیت المقدس میں نہیں گئے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچ کہتے ہیں تو اس کی نشانیاں بیان کریں تا کہ بات کی تصدیق ہوجائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت مجھ پر ملال طاری ہوا کیونکہ تیز رفتاری کی وجہ سے اطراف وجوانب کی تفریح اور بیت المقدس کی آیات وعلامات دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام نے بیت المقدس کو عقیل کے گھر کے پاس میری نظر کے سامنے رکھ دیا، مجھ سے جو کچھ پوچھتے میں انہیں جواب دے دیتا۔ کہنے لگے: مسجد کی توصیف میں کسی قسم کا قصور نہیں، ہمارے قافلے اور قبائل اس راہ میں ہیں ان کے متعلق آپ کو کوئی خبر ہے تو بتایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تین قافلے دیکھے، ایک اپنے گم شدہ اونٹ کی طلب میں تھا، میں نے ان کے پیالہ سے پانی پیا، جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کریں کہ جب وہ اُونٹ کی تلاش سے واپس آئے، پیالے میں پانی تھا یا نہیں۔ ذی مروہ میں اس قافلہ میں سے دو شخص ایک اونٹ پر سوار تھے ان کی سواری میری سواری سے ڈر کر بھاگی ان میں سے ایک گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ سوم،، خاص تمہارے قافلہ کو میں نے تنعیم میں چھوڑا، فلاں وفلاں دو شخص خاکستری اونٹوں جن پر بوجھ کے دو دھاری دار بورے لدے ہوئے تھے قافلہ کے آگے چل رہے تھے، ان کے یہاں پہنچنے کا وقت طلوع آفتاب ہے۔ قریش سنبہ کی طرف گئے اس امید پر کہ خبر جھوٹی ہوگی طلوع آفتاب کا انتظار کرنے لگے، ممکن ہے سورج نکل

آئے اور قافلہ نہ آئے تا کہ وہ سید عالم ﷺ کی تکذیب کریں۔ اچانک ایک کہنے والے نے کہا: قسم بخدا! سورج نکل آیا اور دوسرے کہنے والے نے پکارا: خدا کی قسم اونٹوں کا قافلہ آ گیا اور وہ دو شخص خاکستری اونٹوں پر دھاری وار دو بوروں کے ساتھ سوار قافلہ کے آگے آگے آ رہے ہیں۔ پھر قافلہ والوں سے ان چند نشانیوں کی تحقیق کی وہ اسی طرح تھیں جس طرح آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھیں یہاں تک کہ ان کا اُونٹ بھاگا اور اس کا ہاتھ ٹوٹا تھا، انہوں نے کہا: محمد ﷺ سچ فرماتے ہیں، صحرا میں سے آنحضرت ﷺ براق پر اتنی تیزی سے گزرے، کہ ہمارے ہاتھ سے کمان گر پڑی، جسے آپ ﷺ نے اسے ہمارے ہاتھ میں پکڑایا۔ القصہ باوجود ان تمام شواہد کے منکرین نے تصدیق واقرار کے راستہ پر قدم نہ رکھا اور انکار کو تکبر کی گردن سے نہ اتارا اور کہا: ماھذا الاسحر مبین

ایک اور روایت میں ہے کہ قافلہ ابھی دُور ہی تھا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو فرمایا کہ زمین کو لپیٹ دے تا کہ قافلہ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی پہنچ جائے، ایسا نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی بات جھوٹی نکلے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ فرشتہ جو آفتاب پر موکل تھا اسے حکم ہوا آفتاب پر نگاہ رکھے تا کہ وہ جلد طلوع نہ ہو، اس طرف فرشتہ سورج پر کنٹرول کیے ہوئے تھا، دوسری طرف زمین کو لپیٹا جا رہا تھا کہ دوست کی بات جھوٹی نہ ہو۔

(ان واقعات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ایمان کی دولت اور اطاعت رسول ﷺ حاصل کرنا کسی انسان کے اپنے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ حکمت خداوندی ہے جسے چاہے ایمان کی دولت سے نواز دے اور جسے چاہے تمام تر سچے واقعات معجزات کے باوجود کفر پر ہی قائم رکھے۔ یہاں آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے خواب کا ذکر ضروری ہے جو انہوں نے آپ ﷺ کی ولادت سے چند سال پہلے دیکھا تھا کہ "ایک نورانی درخت ہے جس جڑیں تو زمین پر ہیں لیکن اس کی شاخیں آسمان کو چھو رہی تھیں کچھ لوگ اس درخت کی شاخیں پکڑ کر لٹک رہے تھے"۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اس درخت کی شاخوں سے لٹکنے کی جستجو کی لیکن غائب سے آواز آئی کہ جو لوگ پہلے سے اس نورانی درخت کی شاخوں سے لٹک رہے ہیں صرف وہی لٹکے رہیں گے کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس طرح آپ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے جبکہ آپ کے قبیلے کے بیشتر لوگ (ابوجہل اور ابولہب) موجود ہونے کے باوجود اس نورانی درخت کی شاخوں سے لٹک نہیں سکے بلکہ ان شاخوں کو کاٹنے اور نقصان پہنچانے میں ہی اپنی عمر اور توانائی صرف کر دی۔)

۷۔ اوقات نماز کا تقرر

نقل ہے کہ اُسی رات کی صبح کو جس رات کو آنحضرت ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تھے، صبح کی نماز سے عشاء تک اول وقت میں کعبہ کے دروازہ کے پاس جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھوائی۔ جبرئیل علیہ السلام نے امامت کروائی اور آنحضرت ﷺ مقتدی بنے۔ پھر پانچوں نمازوں کی امامت کرائی، آنحضرت ﷺ کو اوقات نماز کی ابتداء اور انتہاء معلوم ہو گئی، ہماری تمام نمازیں ابتدائیں دو رکعت فرض ہوئی تھیں۔ سوائے مغرب کی نماز کے کہ وہ تین رکعت فرض ہوئی، اس کے بعد قیام کے شکرانہ میں بعض نمازوں میں دو رکعت نماز بڑھا دی، اس لیے سفر میں ان ہی دو رکعتوں پر اکتفا کیا گیا اور مغرب کی نماز تین رکعات رہیں، ہر نماز کے وقت جب جبرئیل علیہ السلام نے امامت کروائی، آنحضرت ﷺ نے ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو مکہ میں موجود تھے بتا دیا، انہوں نے بھی نماز وقت پر ادا کی۔ پہلے روز نماز کے لیے اول وقت اختیار

کرنے میں یہ حکمت تھی تاکہ اصحاب اس نماز کو اس وقت میں گزار سکیں اور ان کی نماز قضا نہ ہو، حبشہ کے مہاجرین کو آنحضرت ﷺ نے پیغام بھیجا کہ مقررہ ایام میں نماز پڑھیں اور جو نمازیں قضا ہوئی ہیں وہ اطلاع ملنے پر ادا کریں۔

جمہور اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بیداری میں معراج ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ کو جسم اور رُوح کے ساتھ رات کے کچھ حصہ میں مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر لے گئے، بیت المقدس کے اسریٰ کا منکر کافر ہے، اور آسمانوں پر جانے سے انکار کرنے والا مبتدع ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے آسمانوں کا سفر ثابت ہو چکا ہے اور خبر واحد کا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ مبتدع اور گمراہ ہوتا ہے اور قاب قوسین او ادنیٰ تک کے اسریٰ کا اقرار کرنے والا پکا اور سچا مومن ہے۔ علماء نے اس مسئلہ پر بہت سے دلائل بیان کیے ہیں:

۱۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسری بعبدہ فرمایا ہے اور عبد روح اور جسم دونوں کا نام ہے اور اگر یہ واقعہ خواب میں ہوتا اور صرف رُوح کو لے جاتے تو اسریٰ بروح عبدہٖ فرماتے۔

۲۔ اگر معراج خواب میں ہوتا تو اس سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت ثابت نہ ہوتی اور واقعہ معراج معجزات میں شمار نہ ہوتا، کیونکہ خواب میں بہشت کا دیکھنا یہودی اور عیسائی کے لیے بھی ممکن ہے، وہ چیز جو کافروں کے لیے بھی ممکن ہو آنحضرت ﷺ کے لیے اس میں کیا فضیلت ہوگی۔

۳۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کی فضیلت دوسرے انبیاء پر دو چیزوں سے ہے، ایک دنیا میں معراج، دُوسری آخرت میں شفاعت، وگرنہ جو کچھ آپ ﷺ کے پاس تھا دوسرے انبیاء کے پاس بھی تھا، اگر آپ ﷺ کے پاس نبوت تھی تو دوسروں کے پاس بھی تھی، اگر آپ ﷺ کے پاس کتاب اور شریعت تھی تو دوسروں کے پاس بھی تھی، پس آپ ﷺ کی فضیلت معراج اور شفاعت کے ساتھ ہے۔ معتزلی دونوں کے منکر ہیں عصمنا اللہ من الزیغ والضلال، کہتے ہیں کہ یہ دونوں فضیلتیں آنحضرت ﷺ نے تواضع سے حاصل کیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے تواضع اختیار کی معراج کی دولت نصیب ہوئی، بندوں کے ساتھ تواضع فرمائی تو شفاعت کے مرتبہ پر پہنچے۔

۴۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صلیت العشاء الاخیرۃ معکم وصلیت رکعتیھا بیت المقدس وصلیت الو ترتحت العرش وفی روایۃ فوق العرش، کوئی سویا ہوا نماز نہیں پڑھتا، پس اس معنی کے اعتبار سے بیداری میں معراج کی دلیل ہے۔

۵۔ کفار آنحضرت ﷺ سے بیت المقدس کی نشانی طلب کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کو دیکھتے جاتے اور بیان کرتے جاتے تھے، اگر خواب میں دیکھا ہوا ہوتا تو ہرگز آپ ﷺ سے نشانات طلب نہ کرتے اور نہ ہی کفار انکار کرتے کیونکہ آپ ﷺ مثلاً فرماتے ہوں میں نے خواب میں اس طرح دیکھا ہے کہ مجھے آسمانوں پر لے گئے، اس خواب کو بیان کرنا کسی عقلمند کے نزدیک انکار کا سبب نہیں بن سکتا تھا۔ انبیاء علیہم السلام سے کیسے ہوں گے، پھر جو نشانیاں قافلہ والوں کی بیان فرمائیں ایک یہ کہ ایک آدمی اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا اسے سردی محسوس ہوئی، اس نے اپنے غلام سے چادر طلب کی تاکہ سردی کو دُور کرے، دوسرا یہ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں پیاسا تھا ان کے پیالہ سے پانی پیا، پھر پیالے والے نے پیاس محسوس کی اس نے پیالے کو پانی سے خالی پایا اور قافلے والوں کے اونٹوں نے جب میرے براق کو دیکھا ڈر کر بھاگے، ایک سوار گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ قافلے والوں کی آمد کے بعد ان تمام واقعات کی تصدیق ہوئی۔ یہ تمام واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ سفر معراج بیداری میں ہوا تھا۔

واقعہ شرح صدر

آنحضرت ﷺ کا شرح صدر دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ قبلہ بنی سعد بن بکر میں سید عالم ﷺ کا دودھ چھڑانے کے بعد یعنی شیر خوارگی کا زمانہ گزرنے کے بعد، پھر اسی طرح معراج کی رات وقوع پذیر ہوا۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ امر تزکیہ اور پاکیزگی کی بنا پر ہوا کیونکہ روایات یہی چیز بتاتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا، آنحضرت ﷺ کے قلب اطہر کو شگاف دیا اور خون کا سیاہ ٹکڑا وہاں سے باہر نکالا پھر اسے دھویا یہاں تک کہ تخلیہ اور تطہیر آراستگی اور تعمیر بن گئی۔

فرشتے قرآن کی تلاوت کر رہے تھے

خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا، اس رات جب میں تقرب و کرامت کے ساتھ آسمانوں کے مختلف طبقات سے گزرا، ہر آسمان کے فرشتے قرآن پاک کی سورتوں میں ایک سورت کو اپنا ورد بنائے ہوئے تھے، پہلے آسمان کے فرشتے سورہ تبارک الذی پڑھ رہے تھے، دوسرے آسمان کے فرشتے سورہ یٰس کی تلاوت میں مشغول تھے، آسمان سوم میں سورۂ فاطر، آسمان چہارم میں سورۂ والطور، آسمان پنجم میں سورہ الرحمٰن، آسمان ششم میں اذا وقعت الواقعہ ہفتم میں سورہ حشر پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد تمام فرشتے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ثناء مجھ پر درود و سلام اور میری امت کے لیے استغفار میں مشغول تھے، میں نے لوگوں سے پوچھا: اے فرشتو! پہلے آسمان والوں نے کہا: آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ ہزار سال پہلے، دوم دس ہزار سال پہلے، سوم پندرہ ہزار سال، چہارم بیس ہزار سال، پنجم پچیس ہزار سال، ششم تیس ہزار سال، ہفتم پینتیس ہزار سال پہلے سے آپ پر درود اور سلام اور آپ کی اُمت کے لیے بخشش طلب کر رہے ہیں۔

ایک اور جگہ آنحضرت ﷺ سے منقول ہے، فرمایا: پہلے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دوستوں کے لیے بخشش طلب کر رہے تھے۔ دوسرے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دوستوں کے لیے مغفرت طلب کر رہے ہیں۔ تیسرے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے اور چوتھے آسمان میں ستر ہزار فرشتے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے، پانچویں آسمان میں ستر ہزار فرشتے میرے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے، چھٹے آسمان پر ستر ہزار فرشتے دیکھے جو میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دوستوں کے لیے مغفرت طلب کرتے تھے اور ساتویں آسمان میں ستر ہزار فرشتے ان کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے۔

اصحاب اربعہ آسمانوں پر

فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میں نے چوتھے آسمان پر، عمر رضی اللہ عنہ کو تیسرے پر، عثمان رضی اللہ عنہ کو دوسرے پر اور علی رضی اللہ عنہ کو پہلے آسمان پر دیکھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کس چیز سے اس مقام پر پہنچے؟ عرض کیا: آپ ﷺ کی صحبت کی برکت سے۔ عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو کس عمل نے یہاں پہنچایا؟ عرض کیا: آپ ﷺ کی مدد نے۔ عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا، عرض کیا: قیام شب نے اس مقام پر پہنچایا۔

علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو کس عمل نے یہاں پہنچایا؟ عرض کیا: آپ ﷺ کی محبت نے یہاں پہنچایا۔

نقل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شبیہ ساتوں آسمانوں میں رکھی ہوئی ہے، آنحضرت ﷺ سے اس کی حکمت پوچھی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: تاکہ تمام آسمانوں کے فرشتوں پر آپ کی شبیہ کی برکت سے شرم وحیا طاری رہے۔ تفسیر بحر العلوم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ آسمان دنیا میں کس عمل سے پہنچے؟ عرض کیا: رات کے قیام کی وجہ سے۔ فرمایا: آسمان دوم پر کس عمل سے پہنچے؟ عرض کیا: سورہ اخلاص کی تلاوت سے فرمایا: آسمان سوم میں کس عمل سے پہنچے؟ عرض کیا: آپ ﷺ کی بیٹی کی مصاحبت سے۔ فرمایا: آسمان چہارم پر کیسے پہنچے؟ عرض کیا: آپ ﷺ کی صحبت سے۔ فرمایا: پانچویں آسمان میں کیسے پہنچے؟ عرض کیا: مسجد میں قیام کی وجہ سے۔ فرمایا: چھٹے آسمان پر کیسے پہنچے؟ عرض کیا: محنت ومشقت برداشت کرنے کی وجہ سے۔ فرمایا: ساتویں آسمان پر کس وجہ سے پہنچے؟ عرض کیا: حق تعالیٰ سے شرم کرنے کی وجہ سے۔ یہ سات سوال ساتوں آسمانوں میں سے ان سے پوچھے اور ہر آسمان میں پہنچنے کا ان الفاظ سے جواب دیا۔

بہشت کی ٹھنڈی ہوائیں

خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں طبقات سمٰوات کی ایک وادی میں پہنچا، وہاں میں نے خوشبودار اور ٹھنڈی ہوا محسوس کی۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ جنت کی ہوا ہے اس اثنا میں مَیں نے سنا بہشت کہہ رہا تھا یا رب اتنی بما وعدتنی فقد کثر عبقری واستبرقی وحریری وسندسی ، اور بہت سی چیزیں اس نے بیان کیں، یعنی خداوندا! جو کچھ تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے مجھے عطا کر، عبقری، استبرق، حریر اور سندس وغیرہ کے لاتعداد لباس جمع ہو گئے ہیں۔ یہ بہشت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اپنے رہنے والوں کی درخواست کرتا تھا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو میں نے یہ کہتے سنا، فرمایا: لك كل مسلم ومسلمة ومومن ومومنة ۔ تمام مسلمان مرد اور عورتیں اور جو شخص مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لایا ہے اور اعمال صالحہ ادا کیے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور میرے بغیر کسی کو کارساز نہیں بنایا اور ہر وہ شخص جو مجھ سے ڈرا اور میرے عذاب سے خوفزدہ ہوا اسے میں اپنے امن وامان کی دولت اور لطف واحسان کی سعادت سے شرفیاب کروں گا، جو شخص مجھ سے حاجت اور مراد طلب کرے گا میں اسے دوں گا۔ جو شخص مجھے قرض دے گا میں ادا کروں گا۔ جو شخص مجھ پر بھروسہ کرے گا میں اس کی مہم کے لیے کافی ہوں گا انا اللہ لا الٰہ الا انا لا اخلف المیعاد ، جب یہ خطاب حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ہوا، بہشت نے جواب دیا: قد رضیت ، میں یقیناً خوش ہو گئی۔ اہل اشارے نے کہا ہے کہ اس سوال وجواب میں یہ حکمت تھی کہ جنت نے اپنے اشتیاق کو جنتی لوگوں کے لیے آنحضرت ﷺ کو بتا دیا کہ بہشت بہشتیوں سے زیادہ ان کا مشتاق ہے۔

جہنم کی آواز

پھر فرمایا کہ میں ایک ایسی وادی میں پہنچا۔ جہاں بہت بری بو میرے نتھنوں میں پہنچی، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا یہ جہنم کی آواز اور اس کی بدبو ہے جو آتی ہے، میں نے سنا کہ وہ کیا کہتی ہے، کہتی تھی: خداوندا! جو کچھ تو نے وعدہ کیا ہے میرے پاس پہنچا دو کیونکہ میرے

سلاسل، طوق، سعیر، حمیم، غساق اور دوسرے عذاب بہت زیادہ ہو گئے ہیں، اسے خطاب ہوا کہ تمام مشرک اور کافر مرد عورتیں اور متکبر جو قیامت پر ایمان نہیں لاتے تیرے سپرد ہیں۔ دوزخ نے کہا: خداوندا! میں راضی ہوں۔ آنحضرت ﷺ کو دکھایا گیا کہ دوزخ آپ کے دشمنوں اور ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جو آپ کی ملت کو چھوڑ کر دوسری مذاہب پر ہوں گے۔ کہتے ہیں یہ واقعہ چھٹے آسمان پر آنحضرت ﷺ کو دکھایا گیا۔

خداوند تعالیٰ سے ہمکلامی

خواجہ عالم ﷺ کی مہربانی کے قدم قاب قوسین کے مقام پر پہنچے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے گفتگو ہوئی عرض کیا: خداوندا! میری آپ سے درخواست ہے کہ جب تک میری امت کے اعمال مجھ پر پیش نہ کر دیے جائیں کراماً کاتبین کو لکھنے کی اجازت نہ دیں۔ خطاب آیا: اس کا کیا سبب ہے؟ عرض کیا: خداوندا! اگر ان کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ ہو تو میں اسے اپنے نامہ اعمال میں منتقل کر لوں اور اس بندے کو اس عمل کی سزا سے نجات دلاؤں۔ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کی مہربانی عالم دنیا سے انتقال کے وقت بھی منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے سوال کیا کہ جانکنی کی سختی اور شدت مجھ پر روا رکھ تاکہ میری اُمت آسانی کے ساتھ جان دے، اور اسی قسم کا معاملہ قیامت کے روز بھی آنحضرت ﷺ سے ظہور پذیر ہوا ہوگا، چنانچہ منقول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اُمت کے برے اعمال کو ظاہر کریں گے بعض لوگوں کو گناہوں کی کثرت اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے دوزخ بھیجنے کا حکم ہوگا۔ آنحضرت ﷺ سنیں گے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ الٰہی! میری اور میری امت کے درمیان ایک شرط ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہیں ہوگی اور میں اس سے مفارقت نہیں کروں گا۔ اب دو میں سے ایک کام کیجیے، یا مجھے ان کے ساتھ دوزخ میں بھیج دیں یا ان کو میرے ساتھ جنت میں داخل کر دیں۔ حکم پہنچے گا کہ اے میرے حبیب ﷺ! میری سنت یہ مقرر ہے کہ اہل عقوبت پر رحم کروں لیکن اہل رحمت کو عذاب نہیں کرتا ان کو آپ ﷺ کے ساتھ بہشت میں بھیج سکتا ہوں لیکن آپ ﷺ کو دوزخ میں بھیجنا مناسب نہیں ہے، امتیوں کو بہشت میں لے جایئے میں نے تمام پر رحم فرما دیا ہے۔ (سبحان اللہ)

آنحضرت ﷺ جب معراج سے واپس آئے دوسرے روز گھر سے باہر آئے، ایک لونڈی کو پشت پر آٹے کا تھیلہ رکھے روتے ہوئے جاتے دیکھا، پوچھا: تو کیوں روتی ہے؟ عرض کیا: میں فلاں عیسائی کی لونڈی ہوں، صبح اس نے مجھے چکی پر آٹا پیسنے کے لیے بھیج دیا حالانکہ میں بیمار ہوں، مجھے دیر ہوگئی ہے میں ڈرتی ہوں وہ مجھے تکلیف پہنچائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں میں تمہاری سفارش کروں گا، یہ آٹے کا تھیلہ مجھے دے دو تاکہ میں اسے اٹھا لوں۔ آنحضرت ﷺ نے وہ تھیلہ اس سے لے کر اپنی پشت مبارک پر رکھ لیا اور تیز تیز چل دیے۔ لونڈی نے کہا: آپ ﷺ تیز چلتے ہیں میں آپ ﷺ کا ساتھ نہیں دے سکتی، نہ ہی مجھ میں تیز چلنے کی طاقت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری چادر کا کونہ پکڑ لو تاکہ میں تمہاری رفتار کے مطابق چلوں۔ جب سید عالم ﷺ عیسائی کے دروازہ پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو نصرانی باہر آیا جب نصرانی کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑی اس نے کہا اے محمد ﷺ! میں نے کبھی بھی آپ ﷺ کو اس محلہ میں نہیں دیکھا، آپ ﷺ اس جگہ کیسے تشریف لائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سفارش کرنے آیا ہوں، اور لونڈی کا قصہ بتایا۔ نصرانی نے کہا: اے محمد ﷺ! رات آپ ﷺ کو معراج پر لے جایا گیا؟

سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں، تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ نصرانی نے کہا: آپ ﷺ ذرا یہاں ٹھہریے، وہ گیا اور اپنی قوم اور قبیلے کو جمع کیا اور تورات ساتھ لے کر آیا، اسے کھولا اور کہا: یہ دیکھیے تورات میں آپ ﷺ کی توصیف اس طرح میں نے مطالعہ کی ہے کہ نبی آخرالزماں ﷺ کی یہ نشانی ہے کہ جس رات آپ ﷺ کو معراج پر لے جائیں گے اس رات کی صبح کو ایک لونڈی کے آٹے کا تھیلہ اپنی پشت کی مہر نبوت پر رکھے ہوئے اس نصرانی کے دروازے پر آئیں گے، اب جبکہ مجھے یقین ہوگیا ہے، توقف کا کیا مقام، اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کہا اور اپنی قوم اور قبیلے کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور اس تواضع کی برکت سے جو انہوں نے سلطان دنیا و آخرت سے مشاہدہ کیا انہیں دولت ایمان نصیب ہوئی۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

پیغمبروں کی معراجیں

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

معراج اول

بہشت آدم علیہ السلام کی معراج تھی، ان کی معراج اور ہمارے آقا و مولا کی معراج میں بہت زیادہ فرق تھا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو عزت کے ساتھ لے گئے لغزش کی وجہ سے واپس کیا، ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ کو قاب قوسین ادنیٰ کے مقام تک شان سے گئے اور عزت سے واپس آئے۔ دوسرا یہ کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے دنیا میں لایا گیا تو فرشتے کہتے تھے غضوا ابصارکم 'اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ نظر عاصی پر نہ پڑے، لیکن جب حبیب ﷺ کو واپس دنیا میں بھیجا گیا تو فرشتے آنحضرت ﷺ کے راستہ میں کھڑے ہوکر آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کرتے تھے، اذا یغشی السدرة مایغشیٰ۔

تیسرا یہ کہ جب آدم علیہ السلام اپنے معراج سے واپس آئے تو ان کے ساتھی حوّا ، سانپ، مور اور ابلیس تھے، جب ہمارے آقا و مولا واپس آئے آپ ﷺ کے ساتھی جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تھے۔

چوتھا یہ کہ آدم علیہ السلام زمین پر آئے تو عصیٰ آدم کی آواز دنیا میں ابھری اور جب سید عالم ﷺ زمین پر اُترے، تو قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی۔ ورفعناه مکانا۔

معراج دوم

حضرت ادریس علیہ السلام کا معراج تھا قوله تعالیٰ ورفعناه مکانا علینا ، حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر لے جایا گیا، ایک روایت میں چھٹے آسمان پر رکھا، یہاں تک کہ فرشتوں کے ساتھ گفت وشنید کرتے، سید عالم ﷺ کو ساتوں آسمانوں سے گزار کر اوادنیٰ کے مقام پر پہنچایا گیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کے ساتھ گفت وشنید کی۔

معراج سوم

تیسرا معراج حضرت ابراہیم اللہ علیہ السلام کا معراج تھا ان کا معراج آسمان دنیا تک تھا قوله تعالیٰ و کذلک نری ابراهیم ملکوت السموت والارض ، لیکن خلیل السلام نے وہاں اپنی امت کی ہلاکت کی درخواست کی، روایت میں یوں آیا ہے کہ جب خلیل علیہ السلام مخلوقات کے حالات سے واقف ہوئے ایک شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھا اس پر سختی اور ہلاکت کی دعا فرمائی، خدا تعالیٰ نے اسے ہلاک کردیا، دوسرے کو ایک گناہ میں گرفتار دیکھا اسے بھی برا سمجھ کر ہلاکت کی دعا کی حق تعالیٰ نے اسے بھی ہلاک کردیا، تیسرے کا بھی یہی انجام ہوا، جب اسی طرح چوتھے

کی نوبت آئی حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا۔ اے ابراہیم! میرے بہت سے بندے ہیں جو گناہوں میں مبتلا ہیں اور مبتلا ہوں گے، میں حلم برتتا ہوں اور ان کو ہلاک نہیں کرتا تاکہ بعد میں توبہ کرلیں تو ان کو بخش دوں یا ان کی نسل سے نیک اولاد پیدا کروں اور ان کو ان کے لیے مفید بنادوں، یا محض اپنے کرم سے بخش دوں یا ان کے گناہوں کے مطابق ان کو سزا دوں اور بعد میں بخش دوں اور اگر آپ کی دعا سے میں بندوں کی گرفت کروں تو ایک شخص بھی نجات نہیں پائے گا ولو یواخذ الناس بظلمھم نقل ہے کہ جب خلیل علیہ السلام کو یہ خطاب آیا، جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا انزل خلیلی قبل ان یھلک عبادنی ، اے جبرئیل! جاؤ اور میرے خلیل کو اس سے پہلے کہ میرے بندوں کو ہلاک کرے اپنے مقام پر پہنچادو۔ انہیں کہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں روزانہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ گناہ میں مبتلا ہیں لیکن میں ان کو ہلاک نہیں کرتا، آپ کی ایک بار نظر پڑی تو ان کو ہلاک کردیا، القصہ خلیل علیہ السلام نے اپنے معراج میں اپنی اُمت کی ہلاکت کی دعا کی اور سید عالم ﷺ نے اپنے معراج میں اپنی امت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا مانگی، غفرانک ربنا ۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

معراج چہارم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معراج کوہ طور پر تھا ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کے معراج محمدی ﷺ کی فضیلت کے لطائف گزرے ہیں لیکن یہاں ایک اور نکتہ سن لیجئے، جب موسیٰ علیہ السلام اپنے میقات پر آئے اپنی قوم میں سے ستر برآوردہ لوگوں کو منتخب کیا اور اپنے ساتھ میقات پر لے گئے، انہوں نے کہا لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ ، ہم آپ پر قطعاً ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں، اس گستاخی پر بجلی کڑکی اور ان ستر آدمیوں کو جلا کر راکھ کرگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے دُعا مانگی: خداوندا! تو نے میری قوم کو جلا دیا۔ خطاب ہوا: اے موسیٰ! جس چیز کو آپ اختیار کریں وہ جلانے کے ہی لائق ہے اور جس کو ہم اختیار کریں وہ زندگی کی مستحق ہے اور وہ میرے حبیب ﷺ کی امت ہے قال اللہ تعالیٰ ویخلق اللہ مایشاء ویختار بعض لوگوں نے یوں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے اُمت محمد ﷺ کو اسی روز چن لیا جس روز قرآن کو ان کی وراثت میں دے دیا ثم اورثنا الکتاب الذی اصطفیناہ من عبادنا ، اس جماعت کو تین حصوں میں تقسیم کردیا، فمنھم ظالم لنفسہ الایہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم زاہدوں اور عابدوں میں سے تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی چنی ہوئی تھی ان زاہدوں کو حجت بازی پر جلانے کے لائق سمجھا گیا فاخذتھم الصاعقہ ، امت محمد ﷺ میں اگرچہ گنہگار و ظالم ہوں گے مگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سامنے تسلیم و رضا کی وجہ سے چنے ہوں گے تمام مغفرت اور رحمت کے لائق ہونگے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ، القصہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساتھ لے جانے میں دو چیزیں بیان کی ہیں:

۱۔ آپ کی امت آپ کی تصدیق بلا دیکھے نہیں کرتی، ستر گواہ ساتھ لے جانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ یقین کرلیں بلکہ ستر گواہوں سے بھی یقین نہیں کرتے تھے اس کے باوجود کہ ان کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ انہوں نے کہا لن نؤمن لک اور آنحضرت ﷺ کی اُمت نوسو سال تک گزرنے کے باوجود آنحضرت ﷺ کے معراج کی تصدیق و توثیق حصول وجان سے کرتی ہے اور ان کی زبانوں پر مدح وثنا ہے۔

۲۔ جو اسرار موسیٰ علیہ السلام کو بتائے گئے ان کی قوم ان کے اسرار کی محرم تھی کیونکہ وہ انہیں ساتھ لے گئے تھے یہاں فرشتہ آسمان، جن وانسان کوئی بھی ان کا شریک راز نہیں تھا، لامحالہ آنحضرت ﷺ اس اسرار نہانی میں منفرد تھے فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحی۔

معراج پنجم

یہ عیسیٰ علیہ السلام کا معراج تھا، ان کا یہ معراج چوتھے آسمان تک تھا، چونکہ دنیا میں زاہد تھے، ملائکہ کے ساتھ مل گئے۔ اور وہاں رہ گئے اور اُمت کو بیکار چھوڑ دیا۔ خواجہ عالم ﷺ امت میں واپس آئے اور ان کے لیے مغفرت ورحمت کی خلعت لائے وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔

معراج ششم

مصطفیٰ ﷺ کا معراج قاب قوسین او ادنیٰ تک تھا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

مدینہ منورہ مسلمانوں کی پناہ گاہ اور ہجرت کی تیاریاں

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بیعت عقبہ اولیٰ

بعثت کے بارہویں سال انصار کے بارہ افراد موسم حج پر سید ابرار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے دس اشخاص قبیلہ خزرج میں سے تھے، سعد بن زرارہ، عوف بن مالک، رفاعہ اور اسے عوف بن عفراء بھی کہتے ہیں۔ معاذ، معوذ پسران عفراء، اور ایک روایت میں معوذ کی بجائے یزید بن ثعلبہ ہے، رافع بن مالک بن العجلان، سعد بن عبادہ، اور ایک روایت میں اس کی جگہ زکوان بن قیس ہے، منذر بن عمرو، عبادہ بن صامت و عتبہ بن عامر بن بالی، قطبیہ بن عامر حدیدہ دو اور شخص قبیلہ اوس سے تھے، ابوالہیثم التیہان وعویم بن ساعدہ، یہ جماعت عقبہ میں آنحضرت ﷺ سے ملی اور اس بات پر بیعت کی کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے اور یہ کہ اگر اس عہد کو پورا کریں گے تو بہشت میں داخل ہوں گے، اور اگر کفر و شرک کے علاوہ دوسرے امور کی پابندی نہیں کر سکیں گے تو ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہوگا، وہ چاہے گا تو بخش دے گا نہیں تو عذاب دے گا۔

بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ میں بھیجا تا کہ ان کو قرآن اور دین کی تعلیم دے۔ منقول ہے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک ناز پروردہ نوجوان تھے، جب آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے ان کے والدین نے انہیں بہت اذیت پہنچائی، شعب ابی طالب میں محاصرہ کے دوران رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، بہت سی ریاضت و مشقت برداشت کی ہوئی تھی اور انہیں وہ آیات بینات جو اُن دنوں نازل ہوئیں، تمام یاد تھیں، جب آنحضرت ﷺ کے حسب الارشاد ان اہل بیعت کے ساتھ مدینہ منورہ جا کر اسعد بن زرارہ کے گھر قیام کیا، انصار کے گھروں میں آمد و رفت ہوتی اور انہیں دین قوم اور ملت مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ان میں سے کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

اہل سیر رحمہم اللہ کا بیان ہے کہ جب بعثت کا تیرھواں سال شروع ہوا تو ارادہ ازلی اس بات کے در پے ہوا کہ دین محمدی ﷺ کے جھنڈوں کو بلند کرے، آنحضرت ﷺ کی مدد کرتے ہوئے کفر و شرک کی جڑوں کو میدان دنیا سے اکھاڑ پھینکے اور کفار و مشرکین کو ذلیل و رُسوا کر دے، اس حقیقت کا آغاز اس طرح ہوا کہ اس سال اہل مدینہ کی ایک بہت بڑی جماعت آشنا و بیگانہ، نیک و بد اور زن و مرد، موسم حج میں بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے آئی۔ ایک روایت میں ہے کہ تقریباً پانچ سو افراد تھے، اور ایک روایت میں تین سو افراد تھے۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب ہم حرم شریف میں پہنچے، آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی، طے ہوا کہ ایام تشریف کی دُوسری رات شعب عقبہ میں جمع ہو کر ایک دوسرے سے بیعت کریں

گے، چونکہ ہم اپنے اسلام کو بت پرستوں سے پوشیدہ رکھتے تھے، جب رات کا تقریباً تیسرا حصہ گزر گیا ایک ایک کر کے منزل سے روانہ ہوتے اور وعدہ گاہ پر پہنچتے رہے، اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ تشریف لائے، کعب بن مالک نے فرمایا: عباس اگرچہ ابھی تک قریش کے ہی دین پر تھے، لیکن اہتمام اور شفقت کی وجہ سے اپنے بھتیجے کے ساتھ متفق تھے۔ چونکہ دانشمندانہ اور صاحب تدبیر تھے، آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے تاکہ آپ ﷺ کے اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کے قواعد کو استحکام بخشیں۔

کعب بن مالک نے کہا ہم ستر افراد مرد اور دو عورتیں ہمارے ساتھ تھیں جنہوں نے اس رات آنحضرت ﷺ سے بیعت کی، سب سے پہلے حضرت عباس نے گفتگو شروع کی، فرمایا اے اہل مدینہ! تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ کا مقام و مرتبہ ہم میں کس قدر بلند ہے آپ ﷺ ہماری قوم میں سب سے زیادہ عزیز اور سب سے زیادہ محترم ہیں، ہم نے آپ ﷺ کو دشمنوں کی ایذا رسانی سے اب تک محفوظ رکھا ہوا ہے اور اب بھی ہم اسی عزیز و یقین کے ساتھ ان کی حفاظت کا تہیہ کیے ہوئے ہیں لیکن آپ ﷺ کی خواہش ہے کہ ہم سے الگ ہو کر آپ ﷺ سے وابستہ ہو جائیں، اگرچہ تم اپنی جس استدعا کے ساتھ آپ ﷺ کو مدینہ لے جا رہے ہو، پورا کرو گے اور دشمنوں اور مخالفین کے شر سے محفوظ رکھو گے، اگر ایسا کر سکو تو چشم ما روشن، آپ لوگوں کے پاس تشریف لے جائیں اور اگر تمہیں اپنے آپ پر اعتماد نہیں تو ابھی سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ وہ اپنی قوم میں عزت و احترام کی حفاظت میں محفوظ رہیں گے۔

انصار نے کہا: اے عباس! جو کچھ آپ نے کہا ہم نے سن لیا، لیکن یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ خود ارشاد فرمایئے جو شرط بھی اپنے اور اپنے خدا تعالیٰ کے متعلق چاہتے ہیں فرمایئے، آنحضرت ﷺ نے گفتگو کا آغاز کیا، آنحضرت ﷺ نے پہلے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہم سے کس قسم کی بیعت لینا چاہتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ اس بات کی بیعت کرو کہ تم ہر حالت میں راحت ہو یا تنگی، میری اطاعت و فرمانبرداری کرو گے، اپنی دولت خرچ کرنے میں کوتاہی نہیں کرو گے، امر معروف اور نہی منکر کرو گے، کلمہ حق کہنے میں کسی سے نہیں ڈرو گے، جب میں تمہارے پاس آؤں تو میری مدد کرو گے اور اسی طرح میری حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنی، اپنی اولاد کی کرتے ہو تاکہ تم بہشت جاوداں میں داخل ہو سکو۔

روایت میں ہے کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟ آں سرور ﷺ نے فرمایا: کہیے۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہر دعوت کی ایک صفت ہوتی ہے خواہ نرم ہے خواہ سخت، آپ ﷺ ہمیں ایسی چیز کا حکم فرماتے ہیں جو آج لوگوں پر سخت اور دشوار ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ہمیں اپنے دین کو چھوڑنے اور ملت اسلام کی متابعت کا حکم فرمایا ہے، یہ بہت بڑا کام ہے ہم نے اپنی خواہش سے اسے قبول کیا ہے، اس کے علاوہ ہمارے درمیان پڑوسیوں کے ساتھ میل جول اور صلہ رحمی تھی آپ ﷺ نے ہمیں اسے ختم کر دینے کا حکم دیا، ہم نے پورے اخلاص سے قبول کیا یہ انتہائی دشوار امر تھا، ہم ایک ایسی جماعت تھے جس کا عزت وقار میں اپنا ایک مقام تھا کہ کوئی شخص بھی ہم پر حکومت و سرداری کا تصور تک نہیں کر سکتا تھا خصوصاً ایسا شخص جسے اس کی قوم نے تنہا چھوڑ دیا ہو اور اس کے چچاؤں نے اس کی حمایت و حفاظت سے ہاتھ کھینچ لیے ہوں ہم نے اپنے حسن اعتقاد کی بنا پر اس حقیقت کو اپنے اوپر لازم اور واجب قرار دے لیا

ہے۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ ان امور کی ذمہ داری لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور کوئی شخص اس قسم کے امور کا اقدام نہیں کر سکتا سوا اس شخص کے جس کی رشد و ہدایت کا خدا تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہو، جو کچھ بیان ہوا ہماری زبانیں اور دل اعتراف و تصدیق میں ایک دوسرے کے موافق ہیں اور ان تمام باتوں پر آپ سے بیعت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ جو آپ کا اور ہمارا پروردگار ہے، بیعت کرتے ہیں، قدرت الٰہی جل وعلا کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے اوپر ہے ہم عہد کرتے ہیں کہ ہماری جانیں آپ ﷺ کی جان کی حفاظت کے لیے وقف ہوں گی، ہمارے جسم آپ ﷺ کے لیے ڈھال ہوں گے، ہر وہ چیز جس کے ساتھ ہم اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں، آپ ﷺ کی بھی کریں گے، اگر ہم اس عہد و پیمان کو پورا کریں گے تو اپنے پروردگار کے ساتھ عہد کو پورا کیا ہوگا اس طرح ہم سعادت مندوں کے زمرے میں شمار ہوں گے اور اگر اس عہد و پیمان کو توڑا گیا تو گویا خدا تعالیٰ کے عہد کو توڑا اس وجہ سے بدبختوں میں ہوں گے والعیاذ باللہ منہ، ہم اپنی ان باتوں میں سچے ہیں واللہ المستعان، جب سلسلہ سخن یہاں تک پہنچا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں اپنے پروردگار کے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور اپنے لیے یہ کہ جس طرح تم اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہو، میری بھی کرو گے، انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے قبول کیا رضی اللہ عنہم وعن سائر اصحاب رسول اللہ ﷺ اجمعین۔

مدینہ والوں کا اعلان جاں نثاری

سب سے پہلے براء ابن معرور نے آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے ابو عمامہ اور اسعد بن زرارہ تھے، اور ایک روایت میں ابوالہیثم بن التیہان تھے، کعب بن مالک نے کہا کہ ابوالہیثم نے بیعت کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً ہمارے اور لوگوں کے درمیان کچھ عہد و پیمان ہیں، ہم ان تمام کو ختم کر رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ جب خدا تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ و نصرت عطا فرمائے آپ ﷺ اپنے قبیلہ اور قوم کے پاس واپس تشریف لے جائیں اور ہمیں مایوس و نامراد چھوڑ جائیں اس پر خواجہ عالم ﷺ مسکرائے اور فرمایا بل الدم الدم والھدم الھدم انتم منی وانا منکم احارب من حاربتم واسالم من سالمتم یعنی میرا خون تمہارا خون ہے اور میری قبر تمہاری قبر ہے یعنی میری قبر وہاں ہوگی جہاں تمہاری قبریں ہوں گی، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو تمہارے ساتھ جنگ کرے گا اور جس کے ساتھ تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا، القصہ جب صلح کے قواعد مستحکم ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے نو نقیب قبیلہ خزرج اور تین نقیب قبیلہ اوس سے مقرر فرمائے، قبیلہ خزرج کے یہ نقیب تھے، براء ابن معرور، رافع بن مالک بن العجلان، سعد بن عبادہ، سعد بن خثیمہ، سعد بن الربیع، عبادہ بن الصامت، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن عمرو بن حزم اور منذر بن عمر بن خنیس۔ قبیلہ اوس کے نقباء یہ تھے ابوالہیثم بن مالک بن التیہان، اسید بن حضیر اور اسعد بن زرارہ۔

آنحضرت ﷺ نے نقیب مقرر کرتے وقت فرمایا: اے قوم انصار! تم میں سے کسی شخص کو یہ بات ناپسند نہیں ہونی چاہیے کہ میں نے اس کے علاوہ دوسرے کو مقرر کیا ہے کیونکہ مجھے خود اس میں کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ جبرئیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے مقرر کرتے ہیں جب نقیب مقرر

ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنی قوم کے اسی طرح کفیل ہو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری قوم عیسیٰ علیہ السلام کے کفیل تھے اور میں اپنی تمام امت کا کفیل ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ بیعت کی رات عباس بن عبادہ انصاری نے کہا اے بنی خزرج! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ کے مطابق مصعب بن عمیر اور ایک دوسرے قول کے مطابق ابو سلمہ بن عبداللہ بن الاسد المخزومی تھے جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے، ان کے ہجرت کرنے کی کیفیت یوں تھی کہ وہ اپنی بیوی ام سلمہ اور بیٹی سلمہ کو اونٹ پر بٹھا کر اس کی مہار پکڑے مدینہ کے ارادہ سے باہر نکلے، اس کی اطلاع بنی مغیرہ اور ابو جہل کو ہوئی، ام سلمہ اسی قوم کی تھی، انہوں نے ابو سلمہ کے ہاتھ سے مہار پکڑ لی اور اسے بیوی اور بیٹی کے پاس سے سختی سے بھگا دیا اور کہا تجھے اپنی ذات پر اختیار ہے اگر تو نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے دین کو چھوڑ دیا ہے تو جانے اور تیرا کام، لیکن ام سلمہ کو جو ہماری رشتہ دار ہے اٹھا کر کیوں اطراف و جوانب میں لیے پھرتا ہے، کبھی حبشہ کی طرف لے جاتا ہے اور کبھی یثرب (یہ مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے) کی جانب، القصہ بنی مغیرہ نے ام سلمہ کو اس کی بیٹی سلمہ کے ساتھ ابو سلمہ کے ساتھ جانے سے باز رکھا، ابو سلمہ کو صحرا میں تنہا چھوڑ دیا، ابو سلمہ جب بیوی اور بیٹی سے جدا ہو کر مدینہ منورہ پہنچے، آنحضرت ﷺ کی محنت مفارقت، لخت جگر بیٹی اور انیس مہربان بیوی کی جدائی کے رنج اور مسافرت کی مشکلات کی بنا پر جاں بلب اور کانٹوں پر لوٹنے لگے۔

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ مجھے بنی مغیرہ اور میری بیٹی کو عبدالاسد جو میرے شوہر کے رشتہ دار تھے لے گئے مجھے اپنے شوہر اور بیٹی سے جدا کر دیا اور مجھے جگر سوز آتش فراق میں جلنے دیا، لامحالہ میں روزانہ بطحائے مکہ میں نکل جاتی شام تک زار و قطار روتی رہتی، لطف و رحمت اور شفقت کی خاطر ہر طرف امید لگائے بیٹھی دیکھتی رہتی۔

بنی مغیرہ میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھا، میرے متعلق اس کے دل میں شفقت و رحمت پیدا ہوئی اس نے بنی مغیرہ سے کہا اس بیچاری کے حال زار کو کیوں نہیں دیکھتے، کب تک اسے ہجر کی کٹھالی میں پگھلاتے رہو گے، پس انہوں نے میری بیٹی میرے سپرد کر دی اور مجھ سے دست بردار ہو گئے اور مجھے قیام کرنے یا چلے جانے کا اختیار دے دیا، میں اپنی بیٹی کو لے کر اپنے اونٹ پر بیٹھی اور مدینہ منورہ کو چل دی، جب ہم تنعیم میں پہنچے، عثمان بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ راستہ میں آتا ہوا ملا جو ابھی تک مشرک تھا، اس نے پوچھا اے ابو امیہ کی بیٹی! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا اپنے شوہر کی طلب میں مدینہ جاتی ہوں اور خدا پر بھروسہ ہے، اس نے کہا تیرے ساتھ کوئی شخص نہیں، میں نے کہا، میری اس بیٹی کے سوا کوئی نہیں، اس نے میرے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور چل پڑا، خدا جانتا ہے کہ میں نے کسی بھی شخص کی مصاحبت کو اس سے زیادہ پاکیزہ نہیں پایا، ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم قبیلہ بنی عمر بن عوف کی بستی میں آ پہنچے۔ اس نے کہا اس بستی میں تیرا خاوند ہے، خدا تعالیٰ کی امان میں اس بستی میں چلی جا اور وہ واپس چلا گیا۔

مہاجرین کے قافلے

ابو سلمہ کے بعد عامر بن ربیعہ، اس کی بیوی لیلیٰ بنت خثیمہ، قدامہ، عبداللہ بن مظعون اور خباب بن الارت نے ہجرت کی اور مصعب بن عمیر کے گھر اُترے، ابو سلمہ بھی ان سے پہلے وہاں آ چکا تھا یہ تمام وہاں قیام پذیر ہوئے، اس کے بعد مکہ سے شماس بن عثمان، ارقم بن ارقم بن معداد بن عمرو، حاتم بن ابی بلتعہ، مسعود بن ربیعہ، سعد بن ابی سرج روانہ ہوئے، ان کے بعد عثمان بن عفان، ابو حلیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور اس کے غلام سالم

نے ہجرت کی، ان کے بعد حمزہ، زید بن حارثہ، ابو مرثد اور رسول اللہ ﷺ کے غلام ابو کبشہ نے ہجرت کی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان کے بعد عمرو بن ام مکتوم، اس کے بعد عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود اور بلال رضی اللہ عنہم نے اکٹھے ہجرت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کرتے ہیں

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تمام صحابہ نے چھپ کر ہجرت کی تھی، آپ نے اعلانیہ ہجرت کی، ہوا یوں کہ آپ نے میان میں تلوار ڈالی اور کمان ہاتھ میں پکڑ لی، تیر لیے اور کعبہ کا رخ کیا، قریش کعبہ کے پچھلی طرف بیٹھے ہوئے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کر کے آرام کیا، پھر مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز تعدیل ارکان اور اطمینان سے ادا کی، پھر سردارانِ قریش کے پاس آکر کھڑے ہو گئے وہ گروہ جس نے ان پتھروں کو اپنا خدا تصور کر رکھا تھا اسے ناخوش باد کہا۔ پھر فرمایا تم میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی ماں اپنے بیٹے کو روئے، اپنے بیٹے کو یتیم چھوڑ جائے یا بیوی کو بیوہ بنا دے اسے کہو کہ میرے پیچھے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں موجود تھا، تمام سردارانِ قریش حیران رہ گئے اور کسی کو حرکت کی طاقت نہیں تھی اور کوئی بھی ان کے پیچھے نہ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح کھلم کھلا روز روشن میں مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت آنحضرت ﷺ سے پندرہ روز پہلے ہوئی، پھر مسلسل ہجرت ہوتی رہی۔

سید ابرار ﷺ کے خلاف اشرار کے مشورے اور ہجرت

آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری ہجرت دو پہاڑوں کے درمیان نخلستان میں یعنی مدینہ میں ہوگی تمام دوستوں نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، چنانچہ کہتے ہیں کہ مکہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہ رہ گیا، جب مشرکین قریش نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک دوسری امن گاہ پیدا ہو گئی ہے انہیں فکر دامن گیر ہوئی کہ مبادا آنحضرت ﷺ ان سے جا ملیں، دارالندوہ جسے قصی بن کلاب نے بنا رکھا تھا آنحضرت ﷺ کے متعلق مشورہ کیا، شیطان نے ایک باوقار بوڑھے کی شکل میں عصا ہاتھ میں لیے اس گھر کے دروازہ پر آ کر دستک دی، اس سے انہوں نے استفسار کیا، اس نے کہا میں قبیلہ نجد سے ہوں، تمہارے حالات کا مجھے علم ہوا ہے، میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہاری کوئی مدد کروں اور اپنی دوستی اور تجربہ سے تمہاری مشکلات کو حل کروں، مشرکین نے کہا چونکہ یہ مکہ کا باشندہ نہیں ہے اگر یہ ہمارے مشورہ میں شریک ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، القصہ اس نابکار بڈھے نے اپنے آپ کو اس طرح ان کا محرم راز بنایا کہ انہوں نے اس کی موجودگی کو غنیمت سمجھا، مشرکین اس کے احسان مند ہوئے، وہ اس مجلس کا سربراہ بن گیا۔

جس شخص کے دل میں کوئی تجویز گزرتی اس کے سامنے پیش کرتا، پھر ایک بات کو بنیاد بنا کر انہوں نے آپس میں کہا کہ محمد ﷺ کا کام یہاں تک پہنچا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم وہ وقت دور نہیں جب اس کے متبعین زیادہ ہو جائیں گے ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ کرے گا، اور میدان مقابلہ و مقاتلہ میں اتر آئے گا، ابھی سے ہمیں کوئی درست فیصلہ کر لینا چاہیے، ان میں سے ہشام بن عمرو نے کہا اسے ایک مکان میں مقید کر

دینا چاہیے اور سوراخ میں سے اسے کھانا پانی دیتے رہنا چاہیے تاکہ زبیر اور نابغہ کی طرح اسی قید خانہ میں ہلاک ہو جائے۔

شیطان نے کہا کہ یہ رائے بری ہے، کیونکہ اس کے وہ ساتھی جو متفرق ہیں یہ خبر سن کر جمع ہو جائیں گے بنو ہاشم ان کے ساتھ مل کر اسے قید خانہ سے نکال لیں گے اور تمہارے درمیان جنگ شروع ہو جائے گی۔ ابوالبختری نے کہا اسے مکہ سے نکال دینا چاہیے، جہاں چاہے چلا جائے، شیطان نے کہا یہ بھی کمزوری ہے، کیونکہ مشہور ہے کہ محمد ﷺ شیریں گفتار ہیں، ان کے بیان میں لطافت ہے، ہوسکتا ہے وہ کسی ایسی قوم کے پاس چلا جائے جو اس کی باتوں پر فریفتہ وشیفتہ ہو کر اس کی متابعت کریں اور تمہارے ساتھ جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوں اور تمہیں تباہ و برباد کر دیں، قریش اس کی باتوں کو مستحسن سمجھتے ہوئے اس کی عزت واحترام کے شرائط بجالائے۔

ابوجہل بن ہشام نے کہا: صحیح رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ اپنے میں سے چند جوان اس کام کے لیے منتخب کرے تاکہ ہر ایک نوجوان تلوار پکڑ کر یکدم مل کر محمد ﷺ کے سر پر ماریں اور انہیں قتل کر دیں، چونکہ ان کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہوگا اور بنو عبد مناف کو تمام قبائل سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہوگی، لامحالہ وہ خون بہا پر راضی ہو جائیں گے، ہم محمد ﷺ کا خون بہا دے دیں گے اور اس مصیبت سے چھوٹ جائے گی، شیطان نے کہا: نیک رائے اور درست تدبیر یہی ہے جو ابوجہل نے بیان کی ہے، اس پر متفق ہو کر مجلس برخاست کر دی اور اس کی تیاری میں مشغول ہو گئے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس عہد و پیمان سے آنحضرت ﷺ کو مطلع فرمایا، جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے: واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک اویقتلوک اویخرجوک ویمکرون۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان تمام واقعات کو جو اس ناپاک مجلس میں رونما ہوئے تھے، ایک ایک کر کے آنحضرت ﷺ سے گوش گزار کیے۔ آنحضرت ﷺ کے اکثر صحابہ کرام ابوبکر صدیق، علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہما نے مکہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کرلیا تھا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلا جائے، آپ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر! صبر کیجئے۔ اُمید ہے مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، کیا آپ ﷺ اس کے امیدوار ہیں، آنسرور ﷺ نے فرمایا، ہاں! صدیق رضی اللہ عنہ نے توقف فرمایا، اور دو اونٹ خرید لیے، ایک آنحضرت ﷺ کی خاطر چار سو درہم میں اور ایک اپنے لیے خرید ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے اور چارہ کھلاتے تاکہ خوب صحت مند ہو جائیں اور وقت موعود کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت ابوبکرؓ کا خواب

اسی زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ "چاند آسمان سے اُتر کر بطحا مکہ اور شہر مکہ میں وارد ہوا ہے اور مکہ معظمہ کا تمام صحرا اس نور سے منور ہو گیا ہے۔ پھر اس چاند نے آسمان کا رُخ کیا اور اپنی جگہ پر جا کر ٹھہر گیا اور اپنے نور وضیا سے تمام رُوئے زمین کو روشن و منور کر دیا۔ بہت سے دوسرے ستاروں نے بھی اسی طرح حرکت کی، پھر وہ چاند ستاروں کے ہزاروں لاؤ لشکر کے ساتھ فضا میں آیا اور دوبارہ حرم کعبہ

میں اُترا حرم اسی طرح روشن تھا مگر تین سو سات گھر اور ایک روایت میں چار سو گھر تاریک رہے، جب وہ چاند حرم میں پہنچا اس کے اطراف وجوانب پھر روشن ہو گئے، پھر وہ چاند مدینہ کے اُوپر چلا آیا حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیام کیا پھر زمین پھٹ گئی اور اس میں سما گیا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے، چونکہ آپ رضی اللہ عنہ فن تعبیر رویاء میں مشہور وممتاز تھے۔ آپ نے اس خواب کو تعبیر وتاویل کی نظر سے دیکھا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ چاند آنحضرت ﷺ کا آفتاب جمال ہے اور ستارے آپ ﷺ کے عزیز واقارب اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو آپ ﷺ کی موافقت میں ہجرت اور مسافرت اختیار فرمائیں گے اور مدینہ میں ہجرت کریں گے اور اس چاند کاملہ کی طرف لوٹنا فتح کی دلیل ہے جو آنحضرت ﷺ کو حاصل ہو گی اور اس چاند کا عائشہ کے گھر میں آنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کو آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ بننے کا شرف حاصل ہو گا اور زمین کے پھٹنے اور چاند کے اس میں غائب ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ فوت ہوں گے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن ہوں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس سے غم زدہ ہوئے، ایک اپنے ملک ووطن سے ہجرت کا غم اور دوسرا سید ابرار ﷺ کی جدائی کا غم۔ آپ نے سوچا آنحضرت ﷺ کی مصاحبت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔

القصہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت کا یقین ہو گیا تو آنحضرت ﷺ کے آرام وآسائش کا انتظام کرنے میں مصروف ہو گئے، اسی اثناء میں جبرئیل علیہ السلام ہجرت کی اجازت لے آئے اور اس آیت کو آنحضرت ﷺ پر اتارا۔ **قُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ واخر جنی مخرج صدق واجعلنی من لدنك سلطانا نصیراً**

اے محمد ﷺ حکم یہ ہے کہ آج رات آپ ﷺ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں اور نیند پر بھروسہ نہ کریں بلکہ سامان سفر تیار کریں اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوں، جبرئیل علیہ السلام یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

روساءِ قریش کا محاصرہ

جب رات ہو گئی روساءِ قریش سے ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف بنیہ، ہنیہ (یہ دونوں حجاج کے بیٹے تھے) نضیر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط اور دوسرے بدبختوں کی ایک جماعت طے شدہ فیصلہ کے مطابق جمع ہو کر آ گئی اور آنحضرت ﷺ کے سو جانے کا انتظار کرنے لگے، تاکہ انہیں قتل کر دیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے کہا کہ رات بھر ہم اس کی نگرانی کرتے ہیں جب صبح ہو تو اسے قتل کر دیں گے تاکہ بنی ہاشم کو معلوم ہو جائے کہ یہ کام ہم نے اجتماعی طور پر کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ان گمراہوں کے متعلق خبر ہوئی، آپ ﷺ نے علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا، اے علی! مجھے مدینہ کو ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ میں کل سامان سفر تیار کروں گا۔ جو امانتیں میرے پاس ہیں انہیں میں تمہارے سپرد کرتا ہوں، تم انہیں مالکوں تک پہنچا دو، مشرکین آج رات مجھے قتل کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جاؤ اور میری چادر اوڑھ کر میری جگہ پر لیٹ جاؤ۔ مطمئن رہو تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت ﷺ کے مطابق عمل کرتے ہوئے وہ چادر جو آنحضرت ﷺ اوڑھتے تھے اوڑھ کر بڑے اطمینان سے سو گئے اور اپنی ذات اقدس کو آنحضرت ﷺ پر قربان کرنے کا تہیہ کر لیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی جان نثاری

جس رات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے آنحضرت ﷺ کے بستر پر قیام کیا اور اپنی جان نثاری کا مظاہرہ کیا، حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل سے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کو دیکھو، میں نے علی اور محمد ﷺ کے درمیان محبت اور جانثاری کا رشتہ استوار کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی جان شیریں کو محمد ﷺ کی زندگی پر قربان کر دیا اور اسے اپنی زندگی پر ترجیح دی۔ اب تم زمین پر جاؤ اور دشمنوں کے شر سے ان کی حفاظت کرو۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم سے یہ دونوں فرشتے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حفاظت کے لیے زمین پر اترے۔

کفار کی مایوسی

سیرت کی کتابوں میں تحریر ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ آنحضرت ﷺ کے بستر میں لیٹ گئے تو آپ ﷺ مکان سے باہر آئے پہلے سورہ یٰسین فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک پڑھی، ایک مشت خاک ہاتھ میں لے کر اس پر پھونکا اور اس خاک کو ان کے سر پر پھینک دیا اور حضور ﷺ ان کے درمیان سے نہایت آسانی سے گزر گئے اور انہیں دکھائی نہ دیئے۔

کہتے ہیں کہ وہ مٹی جس شخص کے سر پر پڑی نہ صرف ان پر فوری طور پر نیند اور غنودگی کا غلبہ ہو گیا اور وہ آپ ﷺ کو گھر سے نکلتا ہوا دیکھنے سے معذور ہو گئے بلکہ وہ تمام لوگ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہو کر جہنم رسید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ صحیح سلامت نکل گئے اور کسی شخص کو معلوم نہ ہوا کہ آپ ﷺ کہاں گئے، آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد ایک شخص وہاں آیا اور پوچھا تم یہاں کس لیے آئے ہوئے اور کس کا انتظار کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم محمد ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم، محمد ﷺ تو نکل گئے اور تمہارے درمیان سے ایسے نکلے کہ تمہیں خبر تک نہ ہو سکی، اور تمہارے سروں پر خاک ڈال کر اپنی جماعت کے پاس چلے گئے، جب انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو ان کے نامبارک سروں پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے ایک دراڑ سے گھر کے اندر جھانکا تو بستر پر کسی کو سوئے ہوئے پایا، کہنے لگے محمد ﷺ! تو اپنی جگہ پر سوئے ہوئے ہیں، انہیں نقصان پہنچانے کے لیے دیوار پھاند کر جب اندر داخل ہوئے تو ان کی آہٹ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب انہوں نے آپ کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس شخص نے ٹھیک کہا، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، علی رضی اللہ عنہ! محمد ﷺ کہاں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ان کی نگرانی پر مقرر نہیں کیا گیا تھا، مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں یہ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر مشرکین حیران و پریشان اور شرمندہ ہو کر رہ گئے۔ کچھ دیر تکرار جاری رکھی پھر ابولہب کے کہنے پر انہیں چھوڑ دیا گیا۔

حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ایک روز ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے اطلاع دی کہ آنحضرت ﷺ سر مبارک ڈھانپے ہوئے آپ کے گھر تشریف لا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اس سے پہلے کبھی ہمارے گھر تشریف نہیں لائے تھے میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں۔ کیا بات ہے کہ آپ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ اجازت لے کر آپ

ﷺ گھر میں داخل ہوئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ابوبکر! گھر میں سے تمام افراد کو باہر نکال دیجئے۔ میرے والد نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ کی بیوی (حضرت عائشہ) اور اس کی بہن کے سوا گھر میں کوئی اور نہیں ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کیا میں آپ ﷺ کی خدمت میں رہوں گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو خوشی سے ان کے آنسو نکل آئے، عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ میں نے دو اونٹ تیار کیے ہیں، ان میں سے ایک کو قبول فرمائیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں اپنے ہی اونٹ پر سوار ہوں گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ اونٹ آپ ﷺ کی ملکیت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میں قیمت دے کر ہی لوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جیسے آپ ﷺ کی مرضی مبارک ہو کیجئے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے والد بڑی تیزی سے سامان سفر تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میری والدہ نے ان کے لیے گوشت اور طعام سے بھرا ہوا توشہ تیار کیا۔ جب تمام سامان تیار ہو گیا تو کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے توشہ کو مضبوطی سے باندھ سکیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت اسماء کے پاس ایک کمر بند تھا، اسے کمر سے کھول کر دو حصے کیا، ایک سے توشہ باندھا اور دوسرا اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔ پھر عبداللہ نامی شخص بلایا گیا جو مدینہ منورہ کے راستہ کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اسے راہنمائی کے لیے اُجرت پر مقرر کیا۔ اونٹ اس کے سپرد کر دیئے اور طے کیا کہ تین روز گزرنے کے بعد وہ اونٹوں کو غار ثور پر لے آئے۔ اور عامر بن فہیدہ کو بکریاں چرانے پر مقرر کیا کہ صبح وشام ان کے پاس بکریاں لایا کرے تا کہ وہ دن کے وقت قریش میں رہے اور حالات معلوم کرے اور ان کی خبریں آنحضرت ﷺ کو پہنچائے۔ ان مہمات سے فراغت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ نقدی پاس رکھ لی جس کی سفر میں ضرورت پڑ سکتی تھی۔ اسماء کہتی ہیں کہ وہ پانچ ہزار درہم تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے دادا ابوقحافہ نے جو نابینا تھے، کہا: خدا کی قسم ابوبکر تمہیں سختی میں چھوڑ گیا اور تمہارے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ میں نے عرض کیا ہمارے والد نے ہمارے لیے بہت کچھ ہے، میں نے اس جگہ جہاں میرے والد نقدی رکھتے تھے چند سنگریزے چھپا دیئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا، ان کے ہاتھ کو وہاں لے جا کر کہا، یہ دولت ہے جسے ہمارے والد ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ ابوقحافہ نے کہا؟ اچھا غم نہ کرو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

آغاز سفر ہجرت اور صدیق رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

بائیس ماہ صفر دوشنبہ کی رات کو گھر کی پشتی کھڑکی کے راستہ باہر نکلے اور غار ثور کی طرف چل دیے۔ آنحضرت ﷺ ایڑیوں کے بل گئے تا کہ راستہ میں قدموں کے نشانات نہ پڑیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے، کبھی دائیں کبھی بائیں اور کبھی پیچھے چلتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا، اے صدیق! تم کبھی آگے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں کیوں چلتے ہو" عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ گھات لگانے والے سے ڈرتا ہوں تو آگے آگے چلتا ہوں، پھر خیال آتا ہے کہ کوئی دشمن ہماری تلاش میں نہ آ رہا ہو پیچھے ہو جاتا ہوں، کبھی پہلو میں گھات لگائے ہوئے سے ڈرتا ہوں تو دائیں بائیں یا آگے چلتا ہوں تا کہ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے پہنچے۔

رسالت مآب ﷺ دوش صدیق پر

چلتے چلتے جب آپ ﷺ پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو نعلین مبارک تنگ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے پائے مبارک زخمی ہو گئے، ان سے خون ٹپکنے لگا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے پائے مبارک مجروح ہو گئے ہیں تو آنحضرت ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھا غار ثور تک لے گئے۔ نبی اکرم ﷺ کو جب غار میں آنے کے بعد عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ یہاں تھوڑی دیر آرام فرمالیں، تا کہ میں پہلے غار میں جا کر اسے صاف کرلوں، اندھیری رات ہے اور غار حشرات الارض سے خالی نہیں ہوا کرتا، میں آپ ﷺ کی قیام گاہ میں آب دیدہ سے چھڑکاؤ اور پلکوں سے جاروب کشی کروں گا۔ یہ کہہ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہو گئے۔ آپ نے دیکھا کہ غار بہت ہی خستہ و خراب ہے، عرصہ دراز سے کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہوا تھا اور زمانہ دراز سے اس نے کسی مہمان کا منہ نہیں دیکھا خستہ حالی کے ساتھ ساتھ وہ سانپوں اور بچھوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو وہ پہنے ہوئے تھے ٹکڑے ٹکڑے کیا پھر اپنے دست مبارک سے تاریکی میں ایک ایک سوراخ کو تلاش کر کے کپڑے کے ٹکڑوں سے ان سوراخوں کو اچھی طرح بند کر دیا۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہ لباس بہت قیمتی تھا۔ اس کے باوجود ایک سوراخ کے لیے کوئی کپڑا نہ بچا تو اپنے پاؤں کی ایڑی کو اس پر رکھ دیا، جس طرح بھی خدمت گزاری ہوسکی بجالائے۔

سید عالم ﷺ غار ثور میں

پھر آنحضرت ﷺ سے تشریف لانے کی درخواست کی، چنانچہ آپ ﷺ غار میں تشریف لے گئے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فی الفور غار کے منہ پر جھاڑیاں اُگا دیں تا کہ وہ آپ ﷺ کا پیچھا کرنے والوں کے درمیان حائل ہو جائیں اور پردہ کریں، پھر مکڑی کو حکم دیا گیا اس نے توفیق ربانی کی برکت سے تار کے تانے بانے غار کے دروازہ پر بکھیر دیئے پھر جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے کو حکم ہوا، انہوں نے غار کے دروازہ میں اپنا گھونسلا بنالیا اور اسی رات اس میں انڈا دے دیا۔ یہ تمام پردہ داری کے انتظامات آنحضرت ﷺ کی خاطر تھے تا کہ آپ ﷺ تعاقب کرنے والے دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

لعاب دہن کی مسیحائی

نقل ہے کہ وہ رات آپ ﷺ نے اس غار میں گزاری، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی (جو سوراخ پر رکھی ہوئی تھی) پر سانپ نے ڈس لیا، اس سے اس قدر شدید تکلیف ہوئی کہ ضبط نہ کر سکے، بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، کہتے ہیں اس وقت آنحضرت ﷺ سر مبارک آپ کی گود میں رکھ کر سو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے آپ ﷺ کے رخسار مبارک پر پڑے تو آپ ﷺ نیند سے بیدار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے حال دریافت کیا، عرض کیا، لُدِغتُ، مجھے ڈس لیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا لعاب دہن اس زخم پر لگا دیا جہاں کسی موذی کیڑے نے کاٹا تھا تو فوری طور پر درد رفع ہو گیا یہ آپ کی مسیحائی کا اظہار تھا۔

حضرت اسماء ذات النطاقین فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اور میرے والد مکہ سے باہر نکل آئے تو چونکہ کفار ابوبکر صدیق کی

آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوستی کو جانتے تھے۔ دوسرے روز قریش کی ایک جماعت ہمارے گھر آئی اور گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، میں باہر آئی مشرکین نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا، مجھے معلوم نہیں، ان میں سے ابوجہل نے میرے منہ پر تھپڑ مارا پھر ابوجہل نے ہر جگہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ اور محمد ﷺ کو (جو بھاگ گئے ہیں) پکڑ کر لائے گا میں اسے سو اونٹ انعام دوں گا، اسی طرح جو شخص ہمیں ان کے پاس پہنچائے گا اسے بھی سو اونٹ دوں گا۔ قریش کے لوگوں نے جب یہ اعلان سنا تو لالچ میں آ کر مسلح ہو کر پہاڑوں اور گزرگاہوں کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک کھوجی کو جو ابوکنذر کے نام سے منسوب تھا، پاؤں کے نشانات معلوم کرنے کے لیے ساتھ لے لیا۔ ابوکنذر پاؤں کے نشانات کو شناخت کرتے ہوئے سب کو غارِ ثور تک لے گیا اور کہا کہ تمہارا مطلوب اس جگہ سے آگے نہیں گیا، نہ معلوم اس جگہ سے آسمان کو اٹھ گئے یا زمین کھا گئی۔ اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اس نے کہا کہ تمہارا مطلوب اس غار میں ہے۔ مشرکین نے جب کبوتر کا انڈا اور تارِ عنکبوت غار کے دہانے پر دیکھا تو کھوجی کو کہا تیری عقل جاتی رہی ہے۔ محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے مکڑی نے یہاں جالا تنا ہوگا۔

نقل ہے کہ مشرکین اس قدر نزدیک پہنچ گئے تھے کہ فاصلہ آنحضرت ﷺ اور ان کے درمیان چالیس گز سے زیادہ نہیں تھا۔ کھوجی نے کہا مطلوب نے اس جگہ سے تجاوز نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی باتیں سنیں تو غمگین ہوئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا: ابوبکر! رونے کا کیا سبب ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، میں آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو تکلیف پہنچنے سے ڈرتا ہوں کہ دینِ اسلام نہ مٹ جائے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا، اے میرے پیارے دوست اور اس پردہ عنکبوتی کے پیچھے میری آنکھوں کے قائم مقام "وَلَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ! ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا تعالیٰ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنسو پونچھ ڈالے اور اپنے آپ کو قدرت کے حوالے کر دیا تفسیر کبیر میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رونے کو یاد کیا کرتے تو روتے اور جب خود کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتے تو یاد کرتے تو آنسو پونچھ ڈالتے۔

جب کھوجی مشرکین کو بتا رہا تھا کہ تمہارا مطلوب اس غار میں ہے اور اس سلسلہ میں اصرار کرتا تھا۔ اس وقت مشرکین کی ایک جماعت غار کے دہانہ کے پاس سے گزر رہی تھی، کبوتر اپنے گھونسلے سے اُڑا۔ جب انہوں نے مکڑی کا جالا اور کبوتر کا انڈا دیکھا تو کہنے لگے کہ اس غار میں کوئی شخص داخل ہوتا تو لازماً یہ انڈا ٹوٹ جاتا اور مکڑی کا جالا پھٹ جاتا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ خدا نے مکڑی کے جالے کے ذریعہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور بیضہ کبوتر کے ذریعے اپنی حمایت میں لے لیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں دعاءِ خیر فرمائی۔ کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں جس قدر کبوتر ہیں وہ اسی کبوتر کی نسل سے ہیں۔ جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے دعائے خیر فرمائی تھی۔ اور اتنا سا عمل کرنے کی بدولت ، پکڑے جانے، ذبح کیے جانے اور لوگوں کے شکار کرنے سے قیامت تک محفوظ ہو گئے۔

اعلام الوریٰ میں ہے کہ جب قریش غارِ ثور پر پہنچے تو وہاں آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ کھڑا نظر آیا۔ اس نے کہا محمد ﷺ کو اس جگہ تلاش نہ کرو بلکہ ان شگافوں اور غاروں میں تلاش کرو جو گرد و نواح میں ہیں۔ لوگ اس کے کہنے سے گرد و نواح میں منتشر ہو گئے اور آنحضرت ﷺ اور ابوبکر

رضی اللہ عنہ دشمنوں کے شر سے محفوظ و مامون رہے۔

غار ثور میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن رات قیام فرمایا۔ ہر رات عبداللہ بن ابی بکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ایک ایک بات اور کام آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کرتا۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کفار مکہ کے مکروفریب سے باخبر رہتے اور عامر بن فہیرہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، بکریاں چراتا تھا، جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو بکریوں کو غار کے دہانہ پہ لے آتا، آنحضرت ﷺ دودھ پر رات گزارتے، اسی طرح تین راتیں گزر گئیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کا عزم فرمایا۔

غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک

جمہور مورخین اور مشاہیر اہل سیر نے اپنی تصانیف میں اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ دونوں مہربان ساتھی تین دن رات غار کی چار دیواری میں پانچ وقت نماز اس معبود کی عبادت میں مصروف رہے جس نے چھ دنوں میں سات زمین، آٹھ بہشت اور سات آسمان پیدا کیے، ماہ ربیع الاول کی پنجشنبہ کی رات یا اس مہینہ کی پانچویں تاریخ دوشنبہ کی رات کو عامر بن فہیرہ اور عبداللہ آئے اور سفر کے لیے اونٹ اپنے ساتھ لائے، سید عالم ﷺ جدعا ناقہ پر سوار ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا عبداللہ اور عامر دوسرے اونٹ پر بیٹھے، اور ساحل کا راستہ اختیار کر کے رات کی تاریکی میں روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب سورج نکلا تو آپ ﷺ کسی حد تک دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو چکے تھے۔ اس لمحے آنحضرت ﷺ کو مکہ یاد آیا، اور وطن کی محبت اور اپنے آباؤ اجداد کے مولد کو یاد کیا۔ آپ ﷺ کے دل مبارک میں اس کی یاد غالب آئی، فی الفور جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا اے محمد ﷺ آپ ﷺ کو اپنے شہر اور جائے پیدائش کو چھوڑنے کا دکھ ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس وقت فتح مکہ کی خوشخبری سنائی گئی تھی جس سے آپ ﷺ کا قلب اطہر خوش ہو گیا اور وطن سے دوری کا دکھ جاتا رہا۔

آپ ﷺ اس صحرا میں ایک پتھر کے سایہ میں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آرام کے لیے جگہ درست کی۔ آنحضرت ﷺ آرام کی غرض سے جب لیٹ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں گرد و نواح میں چہل قدمی کرنے لگے۔ اتفاقاً ایک چرواہے کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھا، کوشش اور تلاش کے بعد بکریوں کے مالک کو پہچان لیا اور مقررہ قانون کے مطابق کہ او صدیقکم، اس چرواہے سے کچھ دودھ طلب کیا، چرواہے نے اس اجڑ میں سے ایک بکری پکڑ لی اور اس کا دودھ پیش کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ پانی ملا کر اسے ٹھنڈا کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اس دودھ کو پینے کے بعد وہاں سے کوچ کیا۔

ام معبد کا گھر

دوسرے روز مرحلہ قدید میں ام معبد عاتکہ بنت خزاعیہ کے گھر قیام کیا، وہ بڑھیا سخاوت اور مہمان نوازی میں مشہور تھی، بڑی عقلمند اور ذہین تھی، اکثر اوقات اپنے خیمہ کے دروازہ میں بیٹھ جاتی اور آنے جانے والوں کی تواضع کرتی۔ اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے عسرت اور تنگی میں مبتلا تھی۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو قیمتاً اس سے گوشت اور کھجوریں طلب کیں۔ ام معبد نے کہا کاش میرے گھر میں گوشت اور کھجوریں ہوتیں تو میں یقیناً آپ کی

مہمانداری کرتی، خریدنے کی ضرورت نہیں تھی، اس نے معذرت کرتے ہوئے خشک سالی اور تنگ دستی کی کمی کی شکایت کی اور کہا کہ اس سال ہمارا وقت بہت خراب گزر رہا ہے کیونکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھیت بھی فصل دینے سے قاصر رہے ہیں اور جانور بھی خشک سالی سے متاثر ہو چکے ہیں۔ لامحالہ مہمانان عزیز کی آمد پر ہمارے چہرے شرمندگی سے گرد آلود ہیں اور ہماری آرزوں کے رخسار کا رنگ قحط سالی کی بیماری سے اڑ چکا ہے۔

اچانک خواجہ کائنات ﷺ کی نظر وہاں موجود ایک بیمار اور لاغر بکری پر پڑی، خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا شاید اس بکری سے کچھ دودھ ہمیں مل جائے۔ ام معبد نے کہا یہ ایک ایسی بکری ہے جو کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے گلہ کے ساتھ نہیں جا سکی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا، کچھ دودھ دیتی ہے، ام معبد نے کہا وہ اس قدر کمزور ہے کہ دودھ نہیں دے سکتی، آپ ﷺ نے فرمایا کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ میں اس کا دودھ دوھ لوں، اس بڑھیا نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اس میں کیا امر مانع ہے؟ آنحضرت ﷺ نے بکری کو اپنے پاس منگوایا اور خدا تعالیٰ کا نام لے کر خیر و برکت کی دُعا فرمائی، اور دست مبارک بکری کے پستانوں پر پھیرے، اسی وقت اس کے پستان دودھ سے بھاری ہو گئے اور اس نے اپنے پاؤں کھول دیئے۔ پستانوں سے دودھ کی آبشار بہنے لگی۔ آنحضرت ﷺ نے صاحب خانہ سے برتن مانگا اور بکری کو دوہا، پہلے ام معبد کو دیا تا کہ وہ پی لے، پھر اپنے ساتھیوں کو دیا یہاں تک کہ وہ سب سیر ہو گئے، پھر خود پیا۔ آنحضرت ﷺ نے اسے دوبارہ دوہا اور گھر میں جو سب سے بڑا برتن تھا دودھ سے بھر کر گھر والوں کو دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ جو دودھ انہوں نے پیا اس کی قیمت ادا کی۔ پھر وہاں سے رخصت ہو گئے۔

آپ ﷺ کے جانے کے بعد ام معبد کا خاوند، ابو معبد اکثم بن ابی الجون بکریاں چرا کر جب گھر پہنچا، دودھ سے بھرا ہوا برتن گھر میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا، ام معبد نے جواب دیا کہ ایک فرشتہ صفت انسان نے ہمارے گھر کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا، اس کے ہاتھ کی برکت سے یہ سب فراخی اور آسائش میسر ہوئی، ابو معبد نے کہا کہ اس صاحب کمال کے حسن و جمال میں سے کچھ بیان کر سکتی ہو؟ ام معبد نے نہایت فصاحت و بلاغت اور عمدگی سے کچھ شکل و صورت کی تعریف اور قدرے اعلیٰ سیرت و اخلاق کے متعلق بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اگر مجھے ان کی خدمت میں پہنچنے کا موقع مل جاتا تو اپنے ساتھ رہنے کی درخواست کرتا، مجھے اُمید ہے کہ میں ان کی صحبت سے مشرف ہوں گا۔

اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سید رسل ﷺ انگشت ہائے مبارک کی مسلسل حمایت اور آپ کی دست مبارک کی برکت سے اس کے بعد اٹھارہ سال تک وہ بکری زندہ رہی اور صبح و شام دودھ دیتی رہی۔ حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عام امارہ میں اس کی زندگی ختم ہوئی۔

ام معبد اور ابو معبد کا ایمان لانا

ایک مدت کے بعد ابو معبد مدینہ میں آیا اور مسلمان ہو گیا اور ساقی روح رواں یعنی سید انس و جاں ﷺ کے دست مبارک سے ایمان کا پیالہ پیا، اور ایک روایت میں وارد ہے کہ ام معبد اپنے خاوند کے ساتھ جناب رسالتمآب ﷺ کی خدمت میں آئی اور وہ بھی دولت ایمان سے مشرف ہوئی، والحمد للہ علی ذالک ۔

سراقہ کا تعاقب

صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن مالک ہذیلی سے (جو سراقہ بن مالک جعشم کا بھتیجا تھا) روایت ہے کہ اسے اس کے باپ نے بتایا، کہ قریش کی طرف سے ہمارے پاس قاصد آئے ہیں جنہوں نے اطلاع دی ہے کہ جو شخص بھی محمد ﷺ کو اور اس کے ساتھی کو قتل کرے یا قید کرے ہر ایک کے بدلے پورے سو اونٹ دیے جائیں گے اور اس کے تمام اخراجات کی کفالت بھی کی جائے گی۔

سراقہ کہتا ہے کہ میں ایک روز قریش کے درمیان یعنی بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے ایک جماعت کو دیکھا جو دور ساحل کے راستہ چلے جا رہے ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد ﷺ ہیں، سراقہ یہ بات سن کر خوش ہوا، اسے معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ ہی ہیں مگر قائل کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے کہا کہ یہ فلاں فلاں شخص تھے جو میرے سامنے سے گزرے، میں نے ان کے حالات معلوم کیے، محمد ﷺ اور ان کے ساتھی نہیں تھے اس گفتگو سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اسے شک میں ڈال دے اور پھر جب اپنے گھر پہنچ تو کسی کو بتائے بغیر ہاتھ میں نیزہ پکڑے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اس وقت سید عالم ﷺ غدیر سے آگے بڑھ چکے تھے اور خدا کے بھروسے اور اطمینان سے مدینہ کا راستہ طے کرتے ہوئے خواجہ عالم ﷺ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اچانک سراقہ دُور سے آتا ہوا دکھائی دیا، جو بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا، یہاں تک کہ جب وہ نزدیک پہنچا اس کا گھوڑا سر کے بل گرا اور وہ بھی زمین پر گر پڑا۔ وہ پھر اٹھا اور سو اونٹوں کے لالچ نے اسے پھر اس بات پر ابھارا۔ آنحضرت ﷺ کے عقب میں گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا۔ آنحضرت ﷺ کے اس قدر نزدیک پہنچ گیا کہ کلام پاک کی تلاوت کی آواز اسے سنائی دینے لگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ہمارے پکڑے جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ پریشان کیوں ہوتے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ، میں اپنی ذات کے لیے نہیں میں آپ ﷺ کو تکلیف پہنچنے کے غم سے پریشان ہوں، آنسرور ﷺ نے فرمایا، دشمن کا غم مت کیجئے کیونکہ دوست ہمارے ساتھ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، اسی وقت نیاز کی کمان سے دُعا کا تیر پھینکا، اے اللہ اس دشمن کے شر کو جس طرح تو چاہتا ہے دُور فرما۔ حقیقت یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ اور سراقہ کے درمیان ایک نیزہ یا دو نیزہ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ فی الفور سراقہ کے گھوڑے چاروں پاؤں میخ کی مانند زمین میں گڑ گئے، سراقہ چلا اٹھا، اے محمد ﷺ میں جانتا ہوں کہ یہ آپ ﷺ کی دُعا کا اثر ہے۔ اب دُعا فرمایئے کہ میرا گھوڑا آزاد ہو جائے، مجھے آپ ﷺ سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ میں آپ ﷺ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں واپس چلا جاؤں گا۔ اور جو شخص پیچھے آ رہا ہوگا اسے بھی لے جاؤں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ صَادِقًا فَاطْلِقْ فَرَسَہٗ۔ فی الفور گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکل آئے۔ پھر سراقہ نے کہا، اے محمد ﷺ میں اپنے نورِ بصیرت سے دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کی نبوت کی شعاعیں تمام جہانوں کو منور کریں گی۔ مجھے عہد نامہ عطا فرمایئے کہ جب آپ ﷺ کی عزت و جلال کا جھنڈا ثریا کو چھونے لگے تو میں اس کے وسیلہ سے آپ ﷺ کی بارگاہ جلال میں راہ پا سکوں، حضرت سید المرسلین ﷺ نے پوچھا، اے عامر! کیا تیرے پاس قلم دوات ہے؟ عرض کیا ہاں، عامر بن فہیرہ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھا اور اسے دے دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ سراقہ کے پاس جو زادراہ اور سامان تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آنحضرت ﷺ نے اسے قبول نہ فرمایا، اور ایک روایت میں ہے کہ سراقہ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور عرض کیا کہ اس نشانی کو لے لیجئے راستہ میں میرے، بہت سے ساتھی اور ہیں، جس چیز کی ضرورت ہو اس نشانی کے ذریعہ لے کر استعمال فرمائیں تو مجھ پر احسان عظیم ہوگا۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں تجھ سے یہی توقع رکھتا ہوں کہ میرے معاملہ کو پوشیدہ رکھے گا۔ سراقہ نے آنحضرت ﷺ کی وصیت کو قبول کیا اور امان نامہ کو اپنی جیب میں ڈال کر واپس ہوا۔ فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت ﷺ غزوہ حنین سے لوٹے تو مقام جعرانہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آنسرور ﷺ نے فرمایا، آج نیکی اور وفا کا دن ہے، اسی جگہ دولت اسلام سے بھی بہرہ مند ہوا۔ رضی اللہ عنہ

جب سراقہ آنحضرت ﷺ سے لوٹا بہت سے متلاشی اس راستہ پر اس کے پیچھے آرہے تھے، سراقہ جس کے پاس پہنچتا اسے کہتا کہ میں بھی محمد ﷺ کی طلب میں اس راستہ میں آیا تھا، مجھے ان کا کوئی نشان نہیں ملا یہ کہتے ہوئے وہ لوگوں کو واپس لے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ اطمینان وسکون سے منزل مقصود پر پہنچ گئے اور راستہ میں کسی تکلیف سے دوچار نہ ہوئے۔

یعنی اے ابوالحکم! مجھے لات کی قسم اگر تو نے میرے گھوڑے کا اس وقت حال دیکھتا جب کہ اس کے دست و پا زمین میں اس طرح دھنسے ہوئے تھے کہ حرکت بھی نہیں کرسکتا تھا، تو تو حیران رہ جاتا اور یقیناً تو کہہ اٹھتا کہ محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ ان چند روشن دلائل سے جن کا چھپانا ممکن نہیں، تجھے چاہیے کہ اس کے ساتھ رشتہ اطاعت استوار کرے، اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

بریدہ غلامی رسول میں

بریدہ الخصیب نے سنا کہ آنحضرت ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکل گئے ہیں اور قریش نے ان میں سے ہر ایک کے قتل یا قید کرنے پر سو اونٹ دینے کا اعلان کیا ہے۔ لالچ میں آکر اس نے بھی اپنے قبیلہ کے ستر سوار ساتھ لیے اور آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، بھاگم بھاگ چلا جارہا تھا یہاں تک کہ آنحضور ﷺ کو جالیا۔ جب بریدہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا، آنسرور ﷺ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا، میں بریدہ بن الخصیب ہوں، آنحضرت ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے ابوبکر! ہمارا کام خراب ہوا۔ پھر پوچھا، تم کون سے قبیلہ سے ہو، اس نے کہا قبیلہ اسلم سے ہوں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسلمنا ، پھر پوچھا کون سی قوم سے ہو، اس نے کہا بنی سہم سے، فرمایا خرج سہمک، تیرا تیر نکل گیا۔ بریدہ نے جب آنحضرت ﷺ کی شیریں گفتار، سنی، حیران رہ گیا، اس نے پوچھا آپ ﷺ کون ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں محمد بن عبداللہ، خدا تعالیٰ کا سچا رسول ہوں، بریدہ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ اور خلوص دل سے مسلمان ہوگیا، اور وہ ستر سوار بھی جو اس کے ساتھ تھے مشرف با اسلام ہوگئے۔ وہ رات بریدہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ گزاری۔ علی الصبح عرض کیا، جھنڈے کے بغیر مدینہ میں نہ جائیے، پھر اس نے اپنی پگڑی کھولی اور نیزہ کے اوپر باندھ کر آنحضرت ﷺ کے آگے آگے روانہ ہوا، طبل اور بگل اس کے ہمراہ تھا، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے غریب خانہ میں قیام فرمائیے اور اس سے اس کی مراد وہ گھر تھا، جو اس نے مدینہ میں کرایہ پر لے رکھا تھا کہ آنسرور ﷺ کو اس کے

گھر میں ٹھہریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا اونٹ مامور ہے جس جگہ بیٹھ جائے گا اسی جگہ قیام کروں گا۔ اور کتاب مستقص میں ابوالعلاء ہمدانی سے نقل کیا ہے کہ باب بلدان میں بریدہ بن الخضیب کی حدیث کے سوا کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحت کو نہیں پہنچتی۔ بریدہ بن الخضیب کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تو خراسان کے ایک شہر میں جائے گا جسے میرے بھائی ذوالقرنین نے تعمیر کیا ہے، جس کا نام مرو ہے، جن پر اہل مشرق کا نور چمکتا ہے۔ قیامت تک تو ان کے ساتھ رہے گا۔ ابوالعلاء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد اہل غزوات کے ساتھ مرو میں آئے اور اسی جگہ عالم آخرت کو سدھارے، انہیں تنور گراں کے محلّہ میں حکم بن عمرو غفاری کے جوار میں اس شہر کا امیر اور قاضی تھا، سپرد خاک کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ وعن جمیع اصحاب رسول اللہ ﷺ۔

❁......❁

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

آفتاب رسالت ﷺ کا مدینہ منورہ میں نزول اجلال

اصحاب سیر اور ماہرین فن حدیث وروایت رحمہم اللہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ سید المرسلین ﷺ کی آمد کے متعلق باشندگان طیبہ نے سنا کہ مکہ سے مدینہ روانہ ہوگئے ہیں وہاں کے تمام مسلمان آپ ﷺ کے استقبال کے لیے صرہ کی طرف باہر جاتے اور حضرت محمدی ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے، جب ہوا شدید گرم ہو جاتی گھروں کو لوٹ آتے، جس روز آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں نزول اجلال فرمایا، حسب سابق مدینہ کے لوگ مراسم خدمت بجا کر اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ اتفاقاً مدینہ کا ایک یہودی قلعہ کی چھت پر کسی کام کے لیے آیا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سید کائنات اور سند مخلوقات ﷺ خیر و برکات چلے آرہے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے چاند سے رخساروں کی شعاع خورشید تاباں کی مانند اس بیاباں میں چمک رہی ہے اور آپ ﷺ کا سرو قد سفید ملبوس میں جنت جاوید کی فضا میں طوبیٰ کی مانند خراماں خراماں چلا آرہا ہے تو یہودی ضبط نہ کر سکا۔ بے اختیار پکار اٹھا، **یا معشر العرب ھذا احد کم الذی تنتظرونہ** ، یہ رہا وہ بخت و اقبال جس کے تم منتظر تھے، اپنے اقبال و اجلال کا سایہ اس سر زمین کے خوش قسمت باشندوں کے سروں پر ڈالتے ہوئے اور اس ہدایت کے قابل میدان میں مہربانی و عنایت کے جھنڈے کو سر بلند کیے ہوئے ہے۔ یہ مبارک اثر خبر آناً فاناً تمام شہر میں پھیل گئی۔ تمام لوگوں، مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں نے خود کو بہترین لباس و اسلحہ سے آراستہ کیا، فرحت و انبساط کے گھوڑوں پر سوار میدان جمعیت میں پہنچے، چنانچہ صرہ کے اوپر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی، اور شرائط آداب بجا لائے۔ کہتے ہیں کہ وہ سرور راحت اور عیش و آرام جو اس روز مدینہ اور اہل مدینہ کو سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے حاصل ہوا تھا، ایسا ہرگز کبھی میسر نہیں ہوا تھا بعض لوگوں نے تو دف بجا کر ان اشعار کو پڑھا۔

طلع البدر علینا — من ثنیة الوداع
وجب شکو الینا — مادعیٰ لِلّٰہِ داع

جب عمرو بن عوف نجاری کے قبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے بنی نجار کی عورتوں اور لڑکیوں نے یہ اشعار گائے۔

مخن جوار من بنی نجار — فجنل اللہ محمد من جار

حضور ﷺ کی آمد پر حبشی اپنی نیزہ بازی کے کرتب دکھاتے تھے، مدینہ نے اس سے پہلے کبھی بھی ایسی روشنی اور خوبصورتی کو نہیں دیکھا تھا اس روز لوگ تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے کہتے تھے، جاء! رسول اللہ جاء! قصہ مختصر یہ کہ اس روز ہر چھوٹے بڑے پر اس قدر فرحت و انبساط اور خوشی اور شادمانی کا غلبہ تھا جسے قلم لکھنے سے قاصر اور زبان بیان سے عاجز آگئی، جب سید عالم ﷺ نے ان کے حالات کو اس طرح مشاہدہ فرمایا، خوش ہو کر فرمایا، خدا گواہ ہے کہ میں تمہیں دلی دوست رکھتا ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا آج رات ہم بنی نجار میں رہیں گے، کیونکہ یہ لوگ عبدالمطلب کی والدہ کے بھائی ہیں۔ کیونکہ ہاشم بن عبد مناف نے اس قبیلہ کی سلمی نامی عورت سے شادی کی تھی، عبدالمطلب اسی سے متولد ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ دائیں ہاتھ متوجہ ہوئے اور عزم وارادہ کی باگ بنی عمرو بن عوف کے قبیلہ کی طرف پھیر دی۔ اور کلثوم بن الہدم جو عرب اور اہل اسلام میں سے ایک رئیس تھا، کے گھر نزول فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق سعید بن خثیمہ کے (چونکہ اہل وعیال نہیں تھے) ہاں قیام فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شیخ قبیلہ بنی الحارث میں قیام پذیر ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق صعب بن یساف اور ایک قول کے مطابق خارجہ بن زید کے ہاں ٹھہرے۔

آنحضرت ﷺ کے قبا میں تشریف لے جانے کے بعد باقی انصار بھی آپ کی قیام گاہ قبا میں جمع ہونے لگے۔ سید عالم ﷺ ایک مسند پر خاموش تشریف فرما تھے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی خیر خیریت معلوم کرنے میں مصروف ہوگئے۔ ایک جماعت جس نے آنحضرت ﷺ کی زیارت نہیں کی تھی اس مجلس میں خادم مخدوم میں تمیز نہ کر سکے۔ چنانچہ تحفہ وسلام دُعا امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں پہنچاتے اور آنسرور ﷺ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے، یہاں تک کہ سورج کی شعاعیں آنحضرت ﷺ کے سایہ اقبال پر پڑنے لگیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر آفتاب رسالت کے لیے سایہ کا انتظام کیا، اس سبب سے حاضرین نے آنحضرت ﷺ کو پہچانا۔ اس کے بعد وہاں کے تمام باشندے مسلسل اور متواتر سید السادات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور انواع واقسام کی تعریف ونعت کہتے رہے۔

http://kitaabghar.com

ہجرت کے پہلے سال کے واقعات

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

مدینہ طیبہ میں پہلی مسجد

علمائے سیر و تاریخ رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ راجح قول کے مطابق حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوت واکمل التحیات چار دن قبیلہ بنی بکر بن عوف کے پاس ٹھہرے، وہاں محلّہ قبا میں مسجد کی بنیاد رکھی، حق سبحانہ وتعالیٰ کی گواہی کے مطابق جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه ،اور یہ پہلی مسجد جس میں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں نماز ادا کی مسجد قبا تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کا عزم فرمایا اس روز سے تیسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کو ہجرت کی تیاری کی۔ ان کا مکہ میں ٹھہرنے کا مقصد یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے سپرد جو امانتیں کی تھیں وہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھیں، تاکہ وہ ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ جب انہوں نے یہ کام صحیح طور پر پورا کر دیا، پیدل مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے آنسرور ﷺ ابھی قبا ہی میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آپہنچے، کہتے ہیں کہ رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت چھپے رہتے، یہاں تک کہ سترھویں یا اٹھارھویں ماہ ربیع الاول آپ نبی ﷺ کے پاس پہنچے۔ سفر کے رنج و ملال برداشت کرتے ہوئے آپؓ کے پاؤں شدید زخمی ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک کو حضرت علیؓ کے ان زخموں پر پھیرا اور شفاء کی دُعا فرمائی۔ دعا کی برکت سے حضرت علیؓ ایسے صحت مند ہو گئے کہ پھر زندگی بھر کوئی زخم اور تکلیف ان کے پاؤں کو نہیں پہنچی، رضی اللہ عنہ۔

پہلا خطبہ جمعہ

جمعہ کا روز تھا کہ نفس مدینہ میں نزول کی نیت سے قبیلہ بنی عمرو سے روانہ ہوئے اور بنی سالم بن عوف کے ہاں گئے اور بطن بتولی میں نماز جمعہ ادا کی اور وہ جماعت جس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی ان کی تعداد ایک سو تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ یہ سب سے پہلا خطبہ جمعہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا۔ اس جگہ ایک مسجد تعمیر کی گئی جو ابھی تک موجود ہے اور اسی مناسبت سے مسجد جمعہ کہلاتی ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری کے محلہ میں قیام

اب آنحضرت ﷺ خاص شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چھوٹے بڑے اکثر اہل مدینہ آنحضرت ﷺ کے استقبال کے لیے اُمڈ آئے۔ مدینہ کے رہنے والے دل و جان سے چاہتے تھے کہ سواری کی باگ اپنے قبضہ قدرت میں لا کر آنحضرت ﷺ کو اپنے گھر میں ٹھہرا کر انہیں منور و محترم کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی سے ہاتھ اٹھا لو کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے تابع ہے جہاں اسے حکم ہوا ہے اسی جگہ پر ٹھہرے گی۔ نقل ہے کہ

جب اونٹنی اس میدان میں آئی جو آنحضرت ﷺ کی مسجد کے بالمقابل ہے تو اونٹنی بیٹھ گئی۔ آنسرور ﷺ نے ہاتھ اٹھا دیا اور باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔ تھوڑی دُور جا کر واپس اسی جگہ آ کر بیٹھ گئی۔ آنحضرت ﷺ اتر آئے اور فرمایا کہ انشاء اللہ ہماری یہی منزل ہے۔ چونکہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر وہاں سے نزدیک تھا اس لیے آنحضرت ﷺ کا سامان وہ اپنے گھر لے گئے۔ اسی اثناء میں بعض انصار نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا سامان تو ابوایوب انصاری لے گئے ہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ ہمارے گھر تشریف لے چلیں تو بندہ پروری سے بعید نہیں ہوگا۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا المرء مع رحلہ ، مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اونٹنی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور جبریئل علیہ السلام نے آ کر کہا اے محمد ﷺ اس جگہ پر اتریئے۔ کیونکہ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے حق تعالیٰ کے لیے تواضع کی، جس وقت آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے لوگوں نے اپنے گھروں کو آراستہ کیا تا کہ آپ ﷺ وہاں قیام فرمائیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا میں کمزور، فقیر اور غریب جولاہا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے لیے میرے گھر میں قیام فرمانا باعث عار تو نہ ہوگا؟ آپ میرے گھر میں کیسے ٹھہریں گے؟ چونکہ اس نے انکساری و تواضع اختیار کی اور خود کو اس قابل نہ سمجھا، آپ ﷺ اسی کے ہاں ٹھہریئے۔ جس طرح جودی پہاڑ کے تواضع کرنے کی وجہ سے کشتی نوح علیہ السلام اس پر آ کر ٹھہری۔ اور کوہ سینا پر اس کے تواضع کرنے کی وجہ سے تجلی وارد ہوئی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریبی قرابت رکھتے ہیں اور وہ خط جو تبع نے شامول یہودی کے سپرد کیا تھا کہ یہ خط اس کے بیٹوں کے ذریعے نسلاً بعد نسل رسول آخر الزماں ﷺ کی خدمت میں پہنچا، وہ ابوایوب کے پاس تھا کیونکہ یہ شامول کے اکیسویں فرزند تھے۔ ان امور کے پیش نظر آنحضرت ﷺ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ آنحضرت ﷺ سات ماہ تک اس مکان کی نچلی منزل میں رہائش پذیر رہے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال سمیت بالائی منزل میں رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ میں اور میرے اہل وعیال رات بھر سو نہیں سکے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیوں؟ عرض کیا، اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ بالائی منزل میں کوئی شخص حرکت کرے یا چھت پر چلے اور خاک یا غبار نیچے گر جائے۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ بالا خانہ میں تشریف رکھیں تا کہ ہم نچلے حصہ میں ٹھہریں اور اس فکر و تردد سے نجات پائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے ابوایوب رضی اللہ عنہ! مجھے نچلے حصہ میں رہنے میں سہولت ہے اور مناسب بھی ہے کیونکہ میرے پاس لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور اُوپر آنے میں تکلیف ہوگی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ درست ہے لیکن یہ ادب کے خلاف ہے کہ آپ ﷺ نچلے حصہ میں ہوں اور میں بالا خانہ میں قیام کروں۔ پھر جبریئل علیہ السلام حکم لائے کہ اب اپنے لیے گھر اور مسجد تعمیر کیجئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر آنحضرت ﷺ نے سات ماہ مدینہ منورہ میں قیام کے بعد مسجد اور اپنے حجرہ کی تعمیر شروع فرمائی۔

تعمیر مسجد نبوی ﷺ

وہ جگہ جہاں آنحضرت ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی رافع بن عمر کے دو یتیم بیٹوں سہل اور سہیل کی تھی، وہ دونوں اسعد بن زرارہ کے زیر کفالت

تھے، اس جگہ کھجوریں فروخت کرتے تھے، آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے وہاں مسلمان نماز پڑھتے تھے اور اسعد بن زرارہ ان کی امامت کرتے تھے۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سہل اور سہیل کی ملکیت ہے۔ اسعد اور اس کے دونوں ساتھیوں سہل اور سہیل نے یہ زمین دل و جان سے سید انس وجاں کے سپرد کر دی لیکن آنحضرت ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا بلکہ دس مثقال سونے کے عوض اسے خریدا اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ انہوں نے وہ قیمت ان کے سپرد کر دی۔ اس جگہ کے نزدیک ہی کفار کی قبریں تھیں، کھجور کے درخت بھی تھے اور غیر آباد جگہ بھی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے قبروں کو برابر کر دیا گیا اور کھجوروں کے درختوں کو اکھاڑ دیا اور ناہموار جگہ کو برابر کر دیا گیا، جب زمین ہموار ہوگئی آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق مسجد کی بنیاد رکھی گئی، مسجد کی تعمیر کے دوران مہاجر اور انصار صحابہ سنگ وخشت لاتے تھے اور آنحضرت ﷺ اینٹیں اٹھانے میں صحابہ کرام کے ساتھ موافقت کرتے تھے، دوستوں نے آنحضرت ﷺ کے عمارت میں اہتمام کو دیکھا کہ بنفس نفیس اینٹیں اٹھاتے ہیں تو تمام بڑی گرم جوشی اور زور شور سے امداد واعانت میں مصروف ہوگئے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اینٹیں اٹھاتے وقت یہ رجز پڑھتے۔

لا یستوی من یعمر المساجد   بداب منها قائما وقاعدا

ومن یرا من التراب حامدا

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے یہ رجز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یاد کر لیا تھا اور پڑھتے تھے۔ ایک صحابی فارغ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سمجھا یہ مجھ پر طنز کر رہا ہے۔ اسے کہا، چپ رہو ورنہ میں اس لاٹھی سے جو میرے ہاتھ میں ہے تجھے ماروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عمار یاسر میری آنکھیں ہیں، کوئی شخص اسے نہیں مار سکتا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ اس دن تمام صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اٹھا کر لے جاتے تھے اور عمار یاسر دو دو اینٹیں اٹھا رہا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ آنحضرت ﷺ کی طرف سے اٹھاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس کے سر اور چہرے سے مٹی جھاڑتے تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں جو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی شہید ہوئے۔ القصہ جب دیواریں بلند ہوگئیں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق کھجور کی شاخیں چھت پر ڈال دیں اور کھجور کے تنوں کے ستون بنائے گئے۔ ان میں سے بعض محراب میں استعمال کیے گئے اور بیت المقدس کی طرف قبلہ مقرر ہوا، مسجد میں تین دروازے رکھے گئے۔ ایک وہ جسے باب الرحمۃ کہتے ہیں اور دوسرا وہ جس سے آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لاتے، اور تیسرا مسجد کے پیچھے جہاں سے عام مسلمان مسجد میں آتے۔ ان دنوں مسجد کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی تھی جس جگہ نماز کا وقت ہو جاتا، اسی جگہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ یہ مسجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی حالت میں تھی۔ چونکہ لوگ بہت زیادہ ہوگئے تھے، خلیفہ نے اسے کشادہ کیا، لیکن عمارت مسجد میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ مسجد کو کئی مرتبہ کشادہ کیا گیا۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ نے عمارت مسجد میں تبدیلی کر کے اسے وسعت دی، اس کی دیواروں کو پتھر اور چونے سے منقش کیا۔ اس کے ستونوں کو بھی منقوش پتھروں سے ترتیب دیا گیا اور اس کے چھت کو ساج کی لکڑی سے بنایا گیا، پھر ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں حضرت عمر بن

عبدالعزیز نے اسے اور زیادہ وسیع کیا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کے مکانات کو جو متصل تھے مسجد میں داخل کر لیا گیا۔ اس کے بعد مہدی عباسی نے اسے تعمیر کیا، اس کے بعد مامون رشید نے اس کی تجدید کی اور اسے وسیع کر کے پورا استحکام بخشا، اب تک خلیفہ مامون رشید کی تیار کردہ مسجد موجود ہے۔ حال ہی میں اس میں سعودی عرب کے حکمران شاہ فہد نے جو توسیع کرائی ہے اس کی خوبصورتی اپنی مثال آپ ہے جس کی وجہ سے نہ صرف مسجد بہت کشادہ ہوگئی ہے بلکہ دوسری منزل پر بھی نماز ادا کرنے کے وسیع مواقع دستیاب ہیں۔

مدینہ میں مزید مسلمانوں کی آمد

آنحضرت ﷺ نے زید بن حارث اور ابورافع کو (یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے خاص غلام تھے) انہیں دو اونٹ اور پانچ سو درہم خرچہ دے کر مقرر فرمایا، آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت سودہ بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں اور ام ایمن جو زید کی بیوی تھی اور اس کے لڑکے اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ لائے۔ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے عبداللہ ارتعیط سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے والد محترم کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کا حال سن رکھا تھا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر عبدالرحمٰن، عائشہ اور اپنی والدہ ام رومان کو جو ابوبکر رضی اللہ کی بیوی تھیں کو ساتھ لیا۔ طلحہ بن عبداللہ نے بھی ان کے ساتھ موافقت کی۔ چنانچہ اہل بیت کی رفاقت میں یہ تمام حضرات مدینہ آگئے اور اس طرح یہ ٹہنیاں اپنے اصل کے ساتھ مل گئیں اور آنحضرت ﷺ نے خاص اپنی رہائش کے لیے مسجد کی دیوار کے متصل حجرہ تعمیر کیا۔ اس کی تکمیل کے بعد ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر سے اہل وعیال کے ساتھ اپنے حجرہ مبارکہ میں منتقل ہو گئے۔

ظہر وعصر اور عشاء میں چار رکعت فرض کا حکم

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے کے ایک ماہ یا زیادہ مدت کے بعد تین نمازوں ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعت کا اضافہ فرمایا' جسے فرض کر دیا۔ ان تین نمازوں میں سے ہر ایک دو رکعت کی بجائے چار رکعت ہوگئی اور صبح وشام کی نمازیں اپنی حالت پر رہیں۔

مدینہ پاک میں سرورِ کائنات کا پہلا خطاب

حضرت عبداللہ خود کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ میں بھی لوگوں کی دیکھا دیکھی آنسرور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میری نظر آنحضرت ﷺ کے چہرہ اقدس پر پڑی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ چہرہ مبارک واقعی اللہ کے نبی ﷺ کا ہے۔

عبداللہ بن سلامؓ دامنِ اسلام میں

عبداللہ سلام نے جب اس خطبے کے مندرجہ بالا الفاظ سنے تو گھر آیا۔ دوسری مرتبہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، آنحضرت ﷺ سے تین سوال پوچھے اور دل میں کہا یہ تین سوالات ہیں جنہیں پیغمبر کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں اس سے زیادہ نہیں

پوچھوں گا کیونکہ میں فضول سمع خراشی سے ڈرتا ہوں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کبھی بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے، دوسرا یہ کہ جنت میں جنتیوں کو سب سے پہلے کیا چیز پیش کی جائے گی، تیسرا یہ کہ قیامت کی متعینہ علامت بتایئے۔ جب عبداللہ سلام نے اپنے سوالات پورے طور پر بیان کر دیئے۔ آنحضرت ﷺ نے فی الفوران کا جواب ارشاد فرمایا، فرمایا مجھے پہلے ان کا علم نہیں تھا، ابھی جبرئیل علیہ السلام حق تعالیٰ کی طرف سے آئے اور پیغام لائے، عبداللہ سلام نے کہا ذاك عدو والیهود جبرئیل علیہ السلام تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔ آپ ﷺ نے اس غلط فہمی کا قلع قمع کرنے کے لیے یہ آیت پڑھی۔ قل من کان عدو الجبریل فانه نزله علی قلبك ...... عدو للکافرین تک پڑھی، پھر اس کے سوالات کے جوابات دیئے۔ فرمایا والدین میں سے ایک کے ساتھ مشابہت، نطفہ منی کے اثر کی وجہ سے ہے۔ جس کا نطفہ منی زیادہ ہوتا ہے اس کے ساتھ مولود کی مشابہت ہوتی ہے۔ پہلا طعام جو اہل بہشت کو دیا جائے گا اس مچھلی کا جگر ہے جس پر زمین قائم ہے۔ قیامت کی ابتداء یوں ہو گی کہ مشرق کی طرف سے آگ نمودار ہوگی چرواہے کی مانند جو بھیڑ بکریوں کو ہانکتا ہے لوگوں کا میدان حشر میں ہانک کر لے جائے گی۔

عبداللہ بن سلام نے جب اپنے سوالات کے جوابات سنے تو پکار اٹھا اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله اور سچے دل سے مسلمان ہو گیا، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، یہودی اور میری قوم باوجود یکہ میرے علم و دانش اور سیادت و ریاست کو تسلیم کرتے ہیں مجھ پر بہتان باندھیں گے اگر انہیں علم ہو گیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو مجھ پر بہت زیادہ بہتان تراشی کریں گے۔ میری درخواست ہے کہ میرا اسلام ظاہر ہونے سے پہلے آپ ﷺ انہیں بلائیں اور میرے متعلق دریافت فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن سلام کو ایک کونہ میں چھپا دیا اور یہود کو طلب کیا، انہیں خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں تم جانتے ہو کہ میں سچا رسول ہوں، اس کے باوجود تم ایمان نہیں لاتے۔ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ آپ رسول برحق ہیں، آنحضرت ﷺ نے پوچھا عبداللہ بن سلام تم میں کیسا آدمی ہے۔ انہوں نے کہا وہ ہمارا پیشوا، ہم میں سب سے زیادہ دانشمند اور ہمارے پیشوا کا لڑکا ہے۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہو جائے اور خدا تعالیٰ اسے اس دین سے محفوظ رکھے تو تم کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا حاشا کہ وہ مسلمان ہو جائے اور خدا تعالیٰ اسے اس دین سے محفوظ رکھے۔ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا اور انہوں نے یہی جواب دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابن سلام باہر آؤ۔ ابن سلام کلمہ پڑھتا ہوا مکان سے باہر نکلا اور کہا اے یہود خدا سے ڈرو اور محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ تم یقیناً جانتے ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں، کہنے لگے تم جھوٹ کہتے ہو اور ایک روایت میں ہے انہوں نے کہا هو اشرنا وجهلنا وابن اجهلنا عبداللہ بن سلام نے کہا مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں مجلس سے نکال دیا۔

حضور کی دُعا سے مدینہ کی آب و ہوا خوشگوار ہوگئی

روایت میں ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے اس جگہ کی ہوا میں عفونت تھی انہیں موافق نہ آئی۔ اکثر مہاجرین بیمار ہو گئے، ان میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کا غلام بلال بھی تھا۔ بخار نے ان کو نڈھال کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ روزانہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب بخار سے آرام پاتے عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف اور ان کے ناخلف ساتھیوں پر لعنت کرتے، کیونکہ ان لوگوں کی

وجہ سے وہ مکہ کی عمدہ ہوا سے محروم ہوئے تھے اور مدینہ کی متعفن ہوا میں رہنے پر مجبور ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان خستہ حالوں پر رحم فرماتے ہوئے یہ دعا فرمائی۔ اللھم جب الینا المدینۃ کجنا مکہ اذا اشد اللھم بارک لنافی صاعلیھا ومدھا وصحھا لنا وانعل حمایا الی الحجفۃ۔

آنحضرت ﷺ کی اس دعا کی برکت سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے غریب بیماروں کو تندرستی عنایت فرمائی اور مدینہ کی ہوا سازگار اور خوشگوار ہوگئی۔

مواخات کا دور

اسی سال آنحضرت ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ پیدا کیا۔ کہتے ہیں کہ پینتالیس افراد انصار مدینہ سے اور ایک روایت کے مطابق ہر گروہ سے پچاس مرد آنحضرت ﷺ کے حکم سے مہاجرین وانصار میں سے ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ باندھا۔ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھائی چارے کا عقد خارجہ بن زید انصاری اور عمر فاروق ؓ اور حسان مالک انصاری کے ساتھ، ذی النورین، اوس بن ثابت کے ساتھ، ابوعبیدہ صراح، سعد بن معاذ کے ساتھ، زبیر بن العوام، مسلمہ بن سلامہ انصاری کے ساتھ، طلحہ بن عبداللہ، کعب بن مالک انصاری کے ساتھ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ربیع انصاری کے ساتھ، سلمان فارسی، ابوالارداء کے ساتھ، مصعب بن عمیر، ابوایوب انصاری کے ساتھ، ابوحذیفہ بن عتبہ، عبادہ بن بشیر انصاری کے ساتھ، عمار بن یاسر، ثابت بن قیس خزرجی کے ساتھ، اور عبداللہ جحش کا عاصم بن ثابت انصاری کے ساتھ عقد مواخاۃ باندھا گیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اسی طرح پینتالیس افراد مہاجرین نے پینتالیس انصار سے عقد مواخاۃ باندھا کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے متعلق تحریر لکھی گئی اور ایک دوسرے سے وراثت حاصل کریں گے، آنحضرت ﷺ کے صحابہ اس عقد کے ذریعہ ایک دوسرے سے میراث حاصل کرتے تھے، یہاں تک کہ غزوہ بدر کے بعد آیت والو الا ارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ نازل ہوئی اور عقد مواخاۃ کے ذریعہ وراثت حاصل کرنا منسوخ ہوگیا۔ شیخ ابن حجر نے شرح بخاری میں ایک نقل کی ہے کہ ابن عبدالبر اور حاتم ابوعبداللہ نیشاپوری سے نقل ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس باب میں ایک حدیث روایت کی ہے حضرت پیغمبر ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان اور طلحہ اور زبیر اور عثمان اور عبدالرحمٰن کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے دوستوں کے درمیان عقد مواخات باندھا، لیکن میرا کوئی بھائی متعین نہیں فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انا اخوک میں تیرا بھائی ہوں، اور روایت میں ہے کہ انت اخی فی الدنیا و الآخرہ تو دنیا وآخرت میں میرا بھائی ہے۔

یہودیوں کے ساتھ صلح نامہ

اسی پہلے سال بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع کے یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ آپ ﷺ مخلوقات کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں۔ میں وہ موعود پیغمبر ہوں جس کی تعریف وتوصیف تم نے توریت میں دیکھی اور پڑھی ہوئی ہے۔ میں وہی پیغمبر ہوں جس کی خبر تمہارے علماء نے تمہیں دی ہے کہ مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ میری ہجرت گاہ ہو

گی سب پیغمبروں سے آخری اور سب سے زیادہ بزرگ پیغمبر میں ہوں گا، علیہ وعلیہم السلام۔ اور میری دوسری صفات ایک ایک کر کے انہوں نے بیان کی ہیں۔ یہود نے کہا جو کچھ آپ ﷺ نے کہا ہم نے سنا، لیکن ہم کسی دوسرے کام کے لیے آئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان صلح کے قواعد مستحکم ہو جائیں۔ جس کا مضمون یہ ہو کہ ہم سے کوئی نفع ونقصان آپ ﷺ کو نہ پہنچے لیکن ہم سے احسان کی امید نہ کیجئے اور ہمارے ضرر سے بھی مطمئن رہیے۔ ہم کسی طرح بھی آپ ﷺ کی دشمنی میں مدد نہیں کریں گے اور کسی حیثیت سے بھی آپ ﷺ کے دوستوں سے معترض نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک جب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی قوم کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا بشرطیکہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب وتبعین کے ساتھ عداوت نہ کریں اور نہ ہی ان کے دشمنوں کی امداد کریں۔ آپ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ کسی بھی طرح تعرض نہ کریں، اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر اس عہد کی خلاف ورزی کریں اور اس کو توڑ دیں تو ان کا خون ضائع و مال حلال اور ان کی اولاد و ازواج کا غلام بنانا مباح ہوگا۔ ہر قبیلہ کے لیے ایک صلح نامہ مرتب کیا گیا اور خدا تعالیٰ کو اس پر گواہ مقرر کیا گیا۔

کہتے ہیں ہے کہ بنی النضیر کی طرف سے صلح نامہ کی بات چیت حیی بن اخطب نے کی، اور یہ ظالم آنحضرت ﷺ کی صداقت کو اچھی طرح جانتا تھا اور ان کی صداقت پر یقین رکھتا تھا اس کے باوجود زبان انکار کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم میں لوٹا اس کے بھائی بندوں اور رشتہ داروں نے اس سے آنسرور ﷺ کے حالات پوچھے، اس نے کہا یہ وہی محمد ﷺ ہے جس کی تعریف وتوصیف توراۃ میں ہے اور ہمارے بزرگوں نے جن کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے لیکن ہم ہمیشہ اس کے ساتھ دشمنی کریں گے۔ کیونکہ ان کی نبوت سے پیغمبر اسحاق کے خاندان سے اولاد اسماعیل علیہما السلام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور یہ ہمارے مسلک کے خلاف ہے۔

تعیین اذان

مسلمانوں کو جمعہ اور نماز باجماعت کی اقامت کے لیے کسی ایسی نشانی کی ضرورت تھی جس سے نماز کے اوقات معلوم ہو جائیں اور وہ اس وقت مسجد میں جمع ہو جائیں آنحضرت ﷺ اس سلسلہ میں صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے تھے۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ ناقوس کی آواز سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ بعض نے کہا بگل بجا دیا کریں۔ چونکہ یہ یہودیوں کا شیوہ تھا، اس لیے آنحضرت ﷺ کو پسند نہ آیا، اور چونکہ عیسائی اس میں شریک تھے آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم آگ جلا دیا کریں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ مجوسیوں کی عادت ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم ایک آدمی کو کیوں نہ متعین کر دیں جو نماز کے وقت پکار کر کہہ دیا کرے کہ نماز کا وقت ہے، جلدی آؤ۔ آنحضرت ﷺ عمر بن الخطاب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو بلند آواز تھے نماز کے وقت ندا کرنے لگے، حکم دیا کہ وہ الصلوۃ جامعۃ کہا کریں۔ اس کے بعد عبداللہ زید انصاری نے ایک خواب دیکھا کہ ایک مرد کے ہاتھ میں ناقوس ہے، عبداللہ اس ناقوس کو خریدنا چاہتے ہیں۔ وہ آدمی ان سے پوچھتا ہے کہ تم اسے کیا کرو گے، آپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو نماز کے وقت آگاہ کروں، اس شخص نے کہا میں تجھے اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں، اس نے اذان کے تمام کلمات عبداللہ انصاری کو بتائے اور ایک روایت میں ہے کہ مسجد کی چھت پر چڑھ کر جس

طرح آج کل مسنون ہے، اس طریق پر اذان کہی۔ جب عبداللہ بیدار ہوئے، تمام کلمات انہیں یاد تھے۔ علی الصبح آنحضرت ﷺ کی خدمت حالیہ میں حاضر ہو کر اس خواب کی کیفیت بیان کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ خواب سچا اور حق ہے۔ نماز کے لیے اور کسی چیز سے پکارنا مناسب نہیں۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس طریقہ سے اذان دیا کرو۔ ایک اور روایت کے مطابق جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو اذان کی تعلیم دی اور مروی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اذان دی، امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سنا، انہوں نے بھی یہ خواب دیکھا تھا، گھر سے باہر بھاگے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا عمر قد سبعک بذالك الوحی تمہارے آنے سے پہلے جبرئیل علیہ السلام نے آ کر ان کلمات کو سکھا دیا۔ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سات افراد نے یہ خواب دیکھا تھا، آنحضرت ﷺ نے بھی معراج کی رات، فرشتہ حجاب سے جس کی توصیف معراج کے باب میں گزر چکی ہے یہ کلمات سنے تھے کہ اس طریق نماز کے لیے اذان کہہ رہا تھا۔ جب صحابہ کرام کے خواب اور آنحضرت ﷺ کا مشاہدہ اس کے موافق ہو گیا تو یہ مستحکم ہی رہے گا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کے وقت آنحضرت ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کہا گیا آپ ﷺ سو رہے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکار اٹھے الصلوۃ خیر من النوم آنحضرت ﷺ کو یہ کلمہ پسند آیا فرمایا اجعله فی اذانك صبح کی اذان میں یہ کلمہ سنت قرار پایا۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

ولید بن مغیرہ کی موت

ولید بن مغیرہ پنج وقتہ نمازوں پر تمسخر اڑانے والوں میں سے ایک تھا، چنانچہ اسی سال جہنم رسید ہوا۔ یہ سرداران قریش اور روساء عرب میں سے تھا، اسے عدل قریش کہتے تھے یعنی تمام قریش کے مساوی۔ کہتے ہیں کہ اس لفظ کا اس پر اطلاق اس وجہ سے تھا کہ خانہ کعبہ کو ایک مرتبہ تمام قریش مل کر غلاف چڑھاتے تھے اور ایک مرتبہ یہ تنہا پہناتا تھا۔ جان کنی کے وقت یہ بہت پریشان تھا۔ ابوجہل نے پوچھا، چچا جان! اس قدر گریہ وزاری کس لیے؟ کہنے لگا، خدا کی قسم میں موت کے خوف سے گریہ وزاری نہیں کرتا، بلکہ مجھے ڈر ہے کہ محمد ﷺ کا دین مکہ میں غالب اور عام ہو جائے گا۔ ابوسفیان اسے تسلی دیتے کہ میں ضمانت دیتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اعانت و امداد سے شریعت محمدی ﷺ کے جھنڈے کعبہ سمیت پوری دنیا میں گاڑ دیے گئے اور ابوسفیان اپنی ضمانت کو نہ نبھا سکا۔ اسی سال عمرو کے باپ عاص بن وائل سہمی نے (جو شدید ترین کفار میں سے تھا) کفر کی حالت میں مرا اور ولید کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

مشہور روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ماہ شوال ۱ ھ میں ہوئی چارشنبہ کے روز آنحضرت ﷺ امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ انصار کے مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت وہاں اکٹھی ہو گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت نو سال تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان دنوں ہم محلہ سُنح میں بنی الحارث میں رہتے تھے، ایک روز آنحضرت ﷺ تشریف

لائے تو میں سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ میری والدہ نے مجھے بلوا کر میرے بالوں میں کنگھی کی، منہ دھویا اور مجھے کھینچتے ہوئے اس مکان کے دروازہ تک لے گئی جہاں سید عالم ﷺ تشریف فرما تھے چونکہ میں نے والدہ کے ہاتھ میں بے چینی کا اظہار کیا تھا، میرا سانس پھول گیا، تھوڑی دیر توقف کے بعد مجھے سید عالم ﷺ کی خدمت میں لے گئی۔ آنحضرت ﷺ کو میں نے اس تخت پر جو ہمارے گھر تھا بادشاہ کی مانند تشریف فرما دیکھا، مجھے لے جا کر آنحضرت ﷺ کی گود میں بٹھا دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہے۔ حق تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے اس پر اور اس کے لیے آپ ﷺ پر برکت نازل فرمائے۔ ہمارے پاس دعوت ولیمہ کے لیے کچھ نہیں تھا اور نہ ہی اونٹ یا بھیڑ بکری ذبح کی۔ ہماری عروسی کا طعام، دودھ کا ایک پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے بھیجا گیا تھا، عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جو موجود تھیں اس دودھ میں سے ہم نے بھی پیا، پھر حاضرین نے مبارک دی اور باہر چلے گئے اور مبارک وقت میں قرآن السعدین ہوا یعنی ام المومنین رضی اللہ عنہا کا آنحضرت ﷺ سے زفاف ہوا، اس خاص حجرہ میں جو مسجد کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا' قیام کیا یہاں تک کہ اسی جگہ آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نکاح سے پہلے خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ نے انسانی شکل میں ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر خواب میں دو مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ خواب تقدیر ربانی کے موافق ہوگا تو صورت لطیفہ پیدا ہوگی جو وقت کے مناسب ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے یہ ہے کہ ان کے سوا کوئی کنواری لڑکی آنحضرت ﷺ کے نکاح میں نہیں آئی۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت ﷺ دوسری ازواج مطہرات سے ان کو زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ان کے بستر میں آنحضرت ﷺ پر وحی D الٰہی نازل ہوتی، دوسری ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔ سورہ نور میں سترہ آیات ان کی برائت میں نازل ہوئیں۔ ان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک آپؓ کے گھر میں اور آپؓ ہی کی گود میں قبض ہوئی، اور یہ کہ علم میں اس مقام و مرتبہ تک پہنچی ہوئی تھیں کہ اکابر صحابہ مشکل مسائل کے حل کی خاطر ان کی طرف رجوع فرماتے۔ اور اسمائے رواۃ میں اسے اصحاب رسوف میں شمار کیا گیا ہے، کیونکہ ان کی روایات دو ہزار بارہ تک پہنچتی ہیں۔ ان میں سے ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں، چون افراد بخاری اور انسٹھ افراد مسلم میں ہیں۔ چنانچہ وہ احادیث صحیحین میں ہیں۔

سید کائنات ﷺ کی رحلت کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھارہ برس تھی اور وفات کے وقت سرسٹھ سالہ تھیں۔ پانچ، سات یا آٹھ تاریخ کو مدینہ میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں رضی اللہ عنہا۔

روزہ یوم عاشورہ

ہجرت کے اسی سال یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کے لیے فرمایا گیا۔ روزہ رکھنے کا سبب یہ تھا کہ اس روز یہودی روزہ رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرنے کا زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس روز فرعون کے ظلم سے نجات پائی اور قبطی دریائے نیل میں غرق ہو گئے تھے، اس نعمت کے شکرانہ میں موسیٰ علیہ السلام زندگی بھر اس روز

روزہ رکھتے رہے۔ آنحضرت ﷺ نے منادی کو فرمایا کہ وہ اعلان کر دے کہ تمام مسلمان یوم عاشورہ کو روزہ رکھا کریں۔ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے وہ اہتمام اور مبالغہ جو عاشورہ کے روزہ کے متعلق ہوتا تھا کم ہو گیا۔

حضرت سلمان فارسی مجلس رسول ﷺ میں

اسی سال براء ابن معرور اور اسعد بن زرارہ جو انصار کے نقیب تھے اور کلثوم بن الہدم، انصار مدینہ میں سے اور عثمان بن مظعون مہاجرین میں سے عالم بقا کو کوچ کیا۔ اسی سال سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بااسلام ہوئے۔

سلمان فارسی کی آستانہ رسالت ﷺ پر حاضری

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں اصفہان کی ایک بستی جسے جی کہا جاتا ہے کا دہقان زادہ تھا، میرا باپ مالدار اور آتش پرست تھا، جس کا نام نورخشاں تھا، مجھے انتہائی محبت کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتا تھا دن رات گھر میں آگ جلاتے اور اس کی پرستش کرتے تھے۔ میرے باپ کی زرعی زمین تھی، جہاں وہ روزانہ کھیتی باڑی کے لیے جاتا۔ ایک روز کسی ضروری کام میں مصروفیت کی وجہ سے وہاں نہ جا سکا، اپنی جگہ مجھے وہاں بھیجا اور تاکید کی کہ میں وہاں سے جلد لوٹ آؤں۔ میں گھر سے نکلا اور باپ کے کام پر روانہ ہو گیا۔ راستہ میں عیسائیوں کے ایک گرجے میں پہنچا۔ گرجے سے راہبوں کی آواز آرہی تھی۔ جب میں وہاں آیا تو ایک جماعت کو دیکھا جو انجیل پڑھ رہے تھے اور کچھ عبادت میں مشغول تھے۔ ان لوگوں کے اطوار مجھے پسند آئے۔ باغ اور کھیتی باڑی کے کام کو چھوڑ کر اس جگہ جا ٹھہرا۔

میں نے عیسائیوں سے پوچھا یہ کیسا دین ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہے۔ مجھے اس دین کی طرف پوری رغبت ہو گئی اور عیسائیت کی محبت میرے دل میں غالب آئی اور آتش پرستی کی محبت جاتی رہی، وہ دن صبح سے شام تک میں نے ان لوگوں کے ساتھ گزارا۔ انہیں اپنی حالت بتائی۔ اس دین کے متعلق جو محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی ان پر ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ مشکل یہ ہے کہ میں اس سرزمین میں اس دین سے پورے طور پر استفادہ نہیں کر سکتا، اس کی کیا تدبیر ہے۔ انہوں نے کہا اس سعادت کی صبح افق شام سے طلوع ہو گی۔ اگر کوئی قافلہ اس طرف گیا تو ہم تجھے اس کی اطلاع دیں گے اور تمہیں اپنی مراد تک پہنچائیں گے۔ اس کے بعد جب میں گھر پہنچا، میں نے دیکھا کہ میرا باپ بہت غمگین ہے اور تیز رفتار لوگوں کو میری طلب میں اطراف و جوانب دوڑا رکھا ہے، تا کہ میری کوئی خبر لائیں، انہیں میرا کوئی سراغ نہیں ملتا تھا، اور وہ ناکام واپس آ گئے۔

جب باپ نے مجھے دیکھا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ اب تک کہاں تھا؟ اور میری وصیت پر اس نے کیوں عمل نہیں کیا۔ میں نے کلیسا اور عیسائیوں کے ساتھ بات چیت اسے بتائی اور اس دین کی طرف اپنی رغبت کو بیان کیا اس سے وہ بہت پریشان ہوا اور اپنے دین کی خوبیوں اور ان کے دین کی برائیوں کے متعلق کچھ باتیں مجھے بتائیں۔ اس نے محسوس کیا کہ میرے دل میں اس دین کی محبت اس حد تک متمکن ہو چکی ہے کہ ان باتوں سے اس آگ کو بجھانا ممکن نہیں یہ آتش محبت اس طرح بھڑک رہی ہے جیسا کہ اسے پھونکوں سے بھڑکایا جا رہا ہو۔ جب باپ نے میری محبت کا اس دین کے ساتھ اس حد تک مشاہدہ کیا، اس خوف سے کہ میں راہ فرار نہ اختیار کر جاؤں۔ میرے پاؤں کو باندھ کر مجھے قید کر دیا۔ میں نے پوشیدہ طور پر کسی شخص کو

نصاریٰ کے پاس بھیجا کہ جب قافلہ شام کی طرف جائے مجھے اطلاع دیجئے۔ اتفاقاً انہی دنوں میں ایک قافلہ شام واپس جا رہا تھا۔ عیسائیوں نے مجھے اس کی اطلاع دی، میں نے جس طرح بھی ہوسکا خود کو قید سے چھڑایا اور قافلہ کے ساتھ جاملا اور ان کے ساتھ میں بھی شام پہنچ گیا۔

میں نے ایک فاضل ترین شخص سے پوچھا۔ اس نے مجھے ایک اسقف کا پتہ بتایا جو وہاں کنیسہ میں رہتا تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اپنا حال بیان کیا اور دین نصاریٰ کے ساتھ رغبت اور عیسیٰ علیہ السلام کی ملت کے ساتھ محبت اس کے سامنے بیان کی۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے اپنی خدمت میں رکھے اور شریعت عیسوی کی تعلیم دے۔ اس نے میری درخواست کو قبول کرلیا اور مجھے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ یہ وہ شخص تھا جو لوگوں کو خیرات کرنے کی ترغیب دلاتا لیکن متمول اور ارباب ثروت اسے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لیے جو کچھ دیتے، اس میں سے ایک دمڑی بھی غریبوں اور مستحقین کو نہیں دیتا تھا، تمام دولت خود رکھ لیتا، یہاں تک کہ درہم و دینار کے سات مٹکے بھر لیے تھے، اسی وجہ سے اس کے خلاف میرے دل میں نفرت پیدا ہوگئی۔ اسقف فوت ہوگیا۔ لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین کرنا چاہی۔ میں نے ان کے سامنے اس کی معاشی حالت بیان کی، انہوں نے پوچھا کہ تجھے یہ کیسے معلوم ہوا، میں عیسائیوں کو اس خزانہ پر لے گیا، اور وہ سونے کے سات مٹکے انہیں دکھائے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ ہم اس شخص کو دفن نہیں کریں گے۔ اسقف کو انہوں نے پھانسی پر چڑھایا اور سنگسار کیا۔ ایک شخص کو اس کی مسند پر بٹھایا جو کہ بہت عابد و زاہد، نیک اور عبادت گزار تھا، اس کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی، کچھ عرصہ میں اس کی خدمت میں رہا، اس فانی دنیا سے رحلت کے وقت میں نے اسے کہا، اتنا عرصہ میں آپ کی خدمت میں رہا، اب آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں، کہنے لگا، ایک شخص کے سوا جو موصل میں رہتا ہے۔ کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو راہ مستقیم پر قائم دنیا سے دور اور آخرت کی طرف مائل ہو۔ مجھے اس نے اس کا نام و نشان بتایا پھر وہ فوت ہوگیا۔

جب ہم اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوگئے تو میں موصل کو روانہ ہوگیا۔ وہاں میں نے اس زاہد کو تلاش کرلیا۔ اس سے میں نے کہا کہ فلاں زاہد نے مجھے آپ کے سپرد کیا ہے۔ اس نیک بخت نے میری درخواست کو بسر و چشم قبول کیا اور مجھے اپنی مصاحبت سے سرفراز کیا، وہ بھی بہت نیک و پارسا شخص تھا۔ کچھ عرصہ اس کی خدمت میں گزارا، اس نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا، آخری وقت میں میں نے اس سے عرض کیا کہ مجھے اس شخص کے سپرد کیجئے جس کی پرہیزگاری مسلمہ اور زیور ورع و تقویٰ سے آراستہ ہوتا کہ میں اس کی خدمت پر کمربستہ رہوں۔ زاہد موصلی نے کہا، قسم بخدا! مجھے فلاں شخص کے سوا جو نصیبین میں رہتا ہے، کوئی شخص ایسا معلوم نہیں جو اس طرح زندگی گزارتا ہو۔

اس کے کفن دفن کے بعد میں نصیبین کی طرف چل دیا۔ اور اس مرد صالح کو تلاش کرلیا۔ اس سے بھی میں نے اپنی مجلس میں رکھنے کی درخواست کی، اس نے بھی مجھے اپنی ملازمت میں رکھنا قبول کرلیا۔ جب اسے بھی موت کے بے رحم ہاتھوں نے آدبوچا۔ حسب دستور سابق شیخ نصیبین سے بھی وہی درخواست کی، مجھے اس نے ولایت روم کے ایک شہر عموریہ میں ایک اسقف کا پتہ بتایا۔ ضروری امور کی انجام دہی کے بعد میں عموریہ پہنچا اور اس ملک کے اسقف کی خدمت میں صورت واقعہ پیش کی۔ اس نے بھی مجھے اپنی مجلس میں رکھنا قبول کرلیا، ایک مدت تک اس کی صحبت میں رہا۔ نزع کے وقت میں نے اس سے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں۔ اس نے کہا مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کی زندگی میری مرضی کے مطابق گزرتی ہو، لیکن پیغمبر آخرالزماں کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔ وہ ملت ابراہیم کے احیاء کی خاطر مبعوث ہوں گے۔ عرب کے ملک

میں پیدا ہوں گے اور اپنے وطن سے نخلستان کی طرف ہجرت کریں گے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ ان کی علامات میں سے یہ ہے کہ صدقہ نہیں کھائیں گے لیکن ہدیہ قبول فرمائیں گے۔ ایک اور نشانی یہ ہے کہ ان کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عموریہ میں میں ایک کام کرتا تھا جس سے میں نے چند گائیں اور بکریاں حاصل کر لی تھیں، اسقف کی وفات کے بعد میں نے بنی کلب کے ایک قافلہ سے ملاقات کی، ان سے درخواست کی کہ وہ میری گائیں اور بکریاں لے لیں اور مجھے سرزمین عرب میں پہنچا دیں۔ انہوں نے میری درخواست قبول کر لی۔ میں اس قافلہ کے ساتھ چل دیا۔ جب ہم وادی ام القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور مجھے عثمان اشہلی یہودی کے پاس فروخت کر دیا۔ وہاں کھجوروں کا باغ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ پیغمبر موعود کی ہجرت گاہ یہی جگہ ہوگی، لیکن میں مطمئن نہیں تھا۔ میں خدمت میں مصروف رہتا۔ اسی اثناء میں اس کا چچیرا بھائی مدینہ سے آیا اور مجھے خرید کر مدینہ لے گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو خدا کی قسم مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں نے اس ملک کو پہلے دیکھا ہوا ہے۔ انہیں دنوں آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اتفاقاً ایک روز میں ایک درخت پر کام کر رہا تھا، میرا مالک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چچیرے بھائی نے آ کر کہا خدا اوس و خزرج کو ہلاک کرے۔ قبا میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو قریب تھا کہ فرط مسرت سے درخت سے نیچے کود پڑتا، میں درخت سے اترا، میں نے پوچھا تم نے کیا کہا۔

میرے مالک نے غضبناک ہو کر میرے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور کہا تجھے ان فضول کاموں سے کیا سروکار! تو اپنا کام کر۔ القصہ جب رات ہوئی میں نے کچھ کھجوریں حاصل کیں اور آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے ملاقات کی۔ میں نے عرض کیا، آپ ﷺ اصلاح کی خاطر تشریف لے جا رہے ہیں اور ضرورت مند غرباء کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ ہے۔ یہ کھجوریں بطور صدقہ لایا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے دوستوں کو فرمایا، کہ تم کھاؤ، لیکن خود کچھ بھی تناول نہ فرمایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، اسقف کی بتلائی ہوئی نشانیوں میں سے ایک ہے، پھر میں آنحضرت ﷺ کی مجلس ہمایوں سے اپنے گھر واپس آ گیا، جب دوسری رات ہوئی میں نے پھر کچھ کھجوریں حاصل کیں اور آنسرور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے جو میں نے آپ کے لیے ترتیب دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے قبول فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر تناول فرمایا۔ میں نے دل میں کہا، یہ نشانی بھی درست نکلی۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس روز آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیس افراد تھے اور ایک روایت میں ہے کو پچیس افراد تھے اور جو کھجوریں میں لے کر گیا تھا انہیں میں نے گنا ہوا تھا وہ پچیس تھیں، جب وہ تناول فرما چکے تو میں نے چپکے سے ان کی گٹھلیاں جمع کیں، انہیں شمار کیا تو وہ ہزار تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے ملاقات مکرر، سہ مکرر ہوئی۔ اس مجلس میں امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی قمیض اتار کر میرے سر کو بوسہ دیا، آنحضرت ﷺ کی فرمائش پر وہ لباس انہوں نے مجھے پہنا دیا۔ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ جب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ قبرستان جنت البقیع میں ایک صحابی کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا میں آنحضرت ﷺ کے رخ انور کے سامنے آیا اور سلام کیا پھر آپ ﷺ کی پشت مبارک کی طرف آیا تا کہ مہر نبوت کو دیکھوں، آنحضرت ﷺ نے فراست سے

http://kitaabghar.com

معلوم کر لیا کہ میں کیا چاہتا ہوں، فی الحال آپ ﷺ نے چادر مبارک اٹھا دی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے دو شمعے تھے دونوں کو دست مبارک سے اٹھا دیا، جب میری نگاہ مہر نبوت پر پڑی، میں نے بڑھ کر اسے بوسہ دیا اور رو پڑا اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ ، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، لوٹ جاؤ، میں لوٹ گیا اور آپ کے چہرہ انور کے سامنے آیا اور اپنی سرگذشت بیان کی آپ ﷺ نے حیرت و تعجب کا اظہار فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کی خواہش ہوئی کہ اصحاب رضی اللہ عنہم بھی میرے حالات کو سنیں، میں اپنے حالات بیان کرتا رہا اور صحابہ کرام سنتے رہے۔ ارباب سیر اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں چونکہ غلامی کی رسی تھی، خداوند حقیقی کی عبودیت کے باوجود اپنے مجازی آقا کی خدمت میں بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے آباؤ اجداد سے دور رہے۔ ایک روز آنحضرت ﷺ نے فرمایا، سلمان! اپنے آپ کو اس آقا سے آزاد کرواؤ، میں نے اپنے مالک سے درخواست کی کہ مجھے رہا کر دے، بڑے اصرار کے بعد وہ اس بات پر راضی ہوا کہ میں اس کے لیے تین سو کھجوروں کے پودے لگا کر اس وقت تک ان کی پرورش کروں جب کہ وہ بار آور ہو جائیں یا چالیس اوقیہ سونا ادا کروں، تو اس کی قید سے آزاد ہو جاؤں گا، جب آنحضرت ﷺ کو اس صورت حال کا علم ہوا، اپنے صحابہ سے آپ ﷺ نے فرمایا، جب پودے مکمل ہو جائیں مجھے اطلاع دو، میں نے بتایا تو آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور پودوں کو اپنے دست مبارک سے لگایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کوئی بھی خطا نہ گیا، ایک کے سوا جسے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا، تمام پورے پھل لے آئے۔ جب آنحضرت ﷺ پودوں کے گرد پھرے تمام کو کھجوروں سے لدا ہوا دیکھا، پھر آنحضرت ﷺ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پودے کو دیکھا اور فرمایا ما بال ھذا لنخلة ، اس درخت کو کیا ہوا، اس پر پھل نہیں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اسے میں نے لگایا تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا امت کا عمل پیغمبر کے عمل کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا، آنحضرت ﷺ نے اس پودے کو اکھاڑ دیا اور اس کی جگہ دوسرا پودا لگایا، اسی وقت اس پر کھجوروں کے خوشے لٹکنے لگے اور اصلها ثابت وفر عها فی السماء کا راز شاخ و برگ سے ظاہر ہو گیا۔

القصہ اس نخلستان کو اپنے آقا کے سپرد کیا، چالیس اوقیہ سونا باقی رہ گیا تھا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے میں کہاں سے ادا کروں گا، اسی اثناء میں بیضہ مرغ کے برابر زر سرخ آنحضرت ﷺ کے پاس مال غنیمت سے لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ مکاتب فارسی کے کام کا کیا بنا، مجھے اپنے پاس طلب فرمایا اور فرمایا یہ لے لو اور جو مال تم نے ادا کرنا ہے اس میں سے ادا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے چالیس اوقیہ سونے کی ضرورت ہے اور یہ مقدار اس کام کے لیے کافی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سونے کے انڈے کو پکڑا اور معجز نشاں زبان مبارک کو اس پر پھیرا اور اس پر برکت کی دعا کر کے فرمایا، اسے لے لو جو کچھ تم پر واجب ہے خدا تعالیٰ اسی سے اسے ادا کر دے گا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب میں نے سونے کے انڈے کو تولا تو وہ پورے چالیس اوقیہ تھا کم نہ زیادہ۔ میں نے اپنے آقا کو دیا اور غلامی کی قید سے آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد غزوہ خندق اور باقی غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہا اور خلوص نیت سے آنحضرت ﷺ کو خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ولو کان بالمدائن معلقاً بالبر بالبالہ رجل من ھولاء واشارۃ الی

السلمان کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کی نگاہ میں ان کو بڑا مقام و مرتبہ حاصل ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد عرب و عجم میں جو لڑائیاں ہوئیں اکثر و بیشتر ان میں شریک رہے۔ جب لشکر اسلام نے یزدجرد کو شکست دے دی اور اسے سلطنت سے نکال باہر کیا اور مدائن کو قبضہ تصرف میں لائے تو مدائن اور گردونواح کی ملت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی۔ شاہ عجم کی حکومت انہیں حاصل ہوئی۔ بقیہ زندگی اسی جگہ حکومت کرتے رہے آخر کار ۳۳ھ مدائن ہی میں جنت الفردوس کو سدھارے اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا سے مشرف ہوئے۔

کہتے ہیں ایک دفعہ انصار و مہاجرین میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو شروع ہوگئی۔ ہر گروہ اسے اپنی طرف منسوب کرتا، کہتا کہ یہ ہم میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا: السلمان منا اهل البیت ،سلمان تو میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

دوسرے سال کے واقعات

رمضان کے روزے فرض ہوئے

اس سال کے ماہ شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض اور صدقہ فطر واجب ہوا اور عید کے روز آنحضرت ﷺ صحرا میں تشریف لے گئے اور نماز عید با جماعت ادا کی۔

تحویل قبلہ

علمائے حدیث اور ماہرین فن سیرت رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی رہی۔ اسی دوران آنحضرت ﷺ کے سمع مبارک میں یہودیوں کی یہ بات پہنچی کہ "عجیب بات ہے کہ محمد ﷺ ہماری ملت میں ہمارا مخالف اور قبلہ میں موافق ہے۔" آنحضرت ﷺ کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ کیونکہ ان کی یہ بات ان کے عناد اور فساد پر اصرار پر دلالت کرتی تھی۔ لامحالہ بیت المقدس سے قبلہ کو تبدیل کروانے کی دعا کرنے لگے۔ آپ ﷺ کو امید تھی کہ اس سلسلہ میں وحی نازل ہوگی۔

ایک روز آنحضرت ﷺ مسجد بنی سلمہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے کہ دوسری رکعت میں جبرئیل علیہ السلام نے آیت کریم قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اتار دی۔ آنحضرت ﷺ نے رکوع میں ہی اپنا رخ کعبہ کی طرف موڑ لیا۔ مقتدیوں نے بھی موافقت کی اور نماز کو اسی طرح پورا کیا۔ وہ مسجد ذو القبلتین سے ملقب ہوئی۔ جب تبدیلی قبلہ کے بارے میں اپنوں اور بیگانوں نے سنا ہر شخص اپنے علم و دانسیت کے مطابق باتیں کرنے لگا کہ محمد ﷺ نے حسد کی وجہ سے ہمارے قبلہ کو چھوڑ دیا ہے۔ یہاں تک کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے پہلے گروہ کے متعلق آیت نازل فرمائی، سیقول السفھا من الناس ماولھم عن قبلھم التی کانوا علیھا قل للہ المشرق و المغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

اور کہتے ہیں کہ حی بن اخطب یہودی اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے کہتے کہ جو نمازیں تم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کیں درست تھیں یا گمراہی کے مترادف تھیں؟ اگر ہدایت تھی تو تم ہدایت سے پھر گئے اور اگر گمراہی تھی تو تم گمراہی کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے ہاں تقرب کے متلاشی ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں جواب دیا کہ ہدایت خدا تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں ہے، اور گمراہی اس کے حکم کی مخالفت میں ہے۔ یہودیوں کی ایک اور جماعت نے کہا ان لوگوں کے متعلق تم کیا کہتے ہو جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے جیسے اسعد بن زرارہ، مراء بن مغرور اور کلثوم بن الہدم، ان کے رشتہ دار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ان دوستوں اور رشتہ داروں کی نماز کے متعلق استفسار کیا جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آیت بھیجی ما کان اللہ لیضیع بقی صلوتکم الی بیت المقدس۔

ابو سعیدی حزری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد قبا میں تشریف لائے اور مسجد کی دیواروں میں تبدیلی کی۔ موجودہ دیوار کی بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھی اور اس کے قبلہ کو کعبہ کی طرف درست کیا۔ شنبہ کے روز اکثر مسجد قبا میں تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے، فرمایا کرتے جو شخص کامل وضو کرے اور مسجد قبا میں آ کر نماز ادا کرے اسے عمرہ کا ثواب حاصل ہوگا۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح

ہجرت کے دوسرے سال ماہ رجب یا سفر میں ان دو پاک مہینوں کے درمیان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح عمل میں آیا اور اسی ماہ زخاف بھی ہوا۔ اہل سیر نے اپنی کتابوں میں اس واقعہ کے متعلق مختلف روایات بیان کی ہیں جن میں سے بعض مجمل ہیں اور بعض مفصل، مؤلف کتاب نے شیخ ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوازی کی کتاب صفوۃ الصفارہ سے اخذ کی ہے، کیونکہ یہ سب روایات سے زیادہ جامع تھی، لامحالہ اسے ہی اختیار کیا گیا ہے۔

ام سلمہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب عہد طفولیت سے سن بلوغت کو پہنچیں تو اکابرین قریش نکاح کا پیغام دینے لگے۔ آنحضرت ﷺ کسی کی طرف کوئی توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا اظہار فرمایا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کا اختیار قبضہ قدرت میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں وحی کا انتظار کر رہا ہوں۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، انہوں نے بھی یہ جواب سنا۔ ایک روز امیر المومنین ابوبکر، عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اکابرین قریش نے حضرت بتول کے لیے نکاح کا پیغام دیا لیکن قبول نہیں ہوا، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی تک پیغام نہیں دیا اور اس امر کا اظہار بھی نہیں کیا۔ امیر المومنین سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا گمان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکاوٹ صرف مال کی کمی ہے جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ خدا اور اس کا رسول اس کے نکاح پر رضا مند ہیں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سعید اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم میرے ساتھ موافقت کرتے ہو کہ ہم علی رضی اللہ عنہ سے ملیں اور اسے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دینے کی ترغیب دیں۔ اگر تنگدستی اور فقر کی وجہ سے معذرت کرے تو اس کی امداد کریں۔ سعید نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ ہمیشہ آپ کو امور خیر کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ چلیے، ہم تینوں آپ کے ساتھ ہیں تینوں بزرگوار، مہاجرین و انصاری کے سردار، حضرت سید ابرار ﷺ کی مسجد سے حیدر کرار کی تلاش میں نکلے۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو ایک انصاری کے نخلستان میں لے جا کر پانی پلا رہے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان تینوں بزرگوں کو دیکھا ان کے استقبال کو آگے بڑھے اور خیر خیریت دریافت کی۔ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! نیکی کی کوئی ایسی خصلت نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے جاتے ہوں اور آپ کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایسا مقام و مرتبہ ہے کہ کوئی شخص اس میں شریک و دخیل نہیں۔ اکابرین و اشراف قریش نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام دیا لیکن شرف قبولیت حاصل نہ کر سکے اور میرا گمان ہے کہ اسے آپ کے لیے روک رکھا ہے، آپ پیغام کیوں نہیں دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو رو پڑے۔ فرمایا! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس آگ کو نہ

بھڑ کائیے جسے میں نے بہت مشکل سے تسکین دے رکھی ہے۔ آپ مجھے اس رغبت کی یاد دلاتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی شخص کو ایسی رغبت نہیں ہے جیسی مجھے ہے لیکن میرے لیے تنگدستی مانع ہے۔ میں یہ بات کہہ بھی نہیں سکتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالحسن ایسا مت کہیے۔ خدا اور رسول کے نزدیک دنیا کی کوئی وقعت نہیں۔ تنگدستی اور قلت مال کسی حیثیت سے بھی اس گفتگو کے لیے رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کو کھولا اور گھر لا کر باندھ دیا اور آنحضرت ﷺ کی زیارت کے لیے گئے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب شاہ مرداں نے دروازہ کھٹکھٹایا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور دروازہ کھول دو، فهذا رجل يحب الله و رسوله ويحباه ، یہ وہ مرد ہے جسے خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یہ کون شخص ہے جس کے متعلق آپ ﷺ گواہی دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میرے چچا کا بیٹا اور میرا بھائی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے دروازہ کھول دیا، خدا کی قسم وہ اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوئے جب تک میں اپنے حرم خانہ میں نہ چلی گئی، پھر وہ آئے السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وعلیک ایا ابالحسن ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ اور انہیں اپنے پاس بٹھالیا۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سر جھکائے زمین کو دیکھے جا رہے تھے جس طرح کہ کوئی شخص ضرورت مند ہو مگر شرم کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کر سکتا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ! میرا خیال ہے کہ تم کسی چیز کے آرزو مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کرتے ہو۔ جو تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم مت کرو۔ تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ﷺ کو علم ہے کہ بچپن سے ہی آپ نے مجھے اپنے والد ابو طالب اور ان کی بیوی بنت اسد سے اپنی خدمت کے لیے مخصوص فرمایا مجھے ظاہری و باطنی تربیت سے سعادت بخشی اور یہ احسان و شفقت جو اپنے متعلق میں نے آپ ﷺ سے مشاہدہ کی اپنے والدین سے اس کا عشر عشیر بھی ملاحظہ نہیں کیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آنجناب ﷺ کی برکت سے مجھے اپنے آباؤ اجداد کے باطل پن سے نجات دی اور دین قویم اور صراط المستقیم تک پہنچایا۔ میری عمر و زندگانی کا ذخیرہ اور عیش و کامرانی کا سرمایہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ اب جبکہ خدمت و سعادت کی دولت کی امداد سے میری عزت و تمکین کے بازو قوی ہوگئے ہیں اور دو عالم کی فلاح اور خیر و بھلائی مجھے حاصل ہے۔ میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی ہے کہ میرا کوئی گھر بار نہیں اور نہ ہی کوئی بیوی ہے جو محرم راز اور مونس جاں فگار ہو اور عرصہ سے میری خواہش تھی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کے لیے پیغام دوں لیکن گستاخی کے خیال سے ہچکچا رہا تھا، یا رسول اللہ! کیا ایسا ممکن ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں، میں دور سے دیکھ رہی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی جبین مبیں دمک اٹھی، مسکرا کر فرمایا، اے علی! گھریلو ضروریات احباب میں سے کوئی چیز تمہارے پاس ہے جسے تم وسیلہ بناؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، میرے دوست احباب میں سے کوئی شخص میرے حالات سے اس قدر واقف نہیں جیسا کہ آپ ﷺ واقف ہیں اور آپ ﷺ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ میرے پاس ایک تلوار، زرہ اور ایک اونٹ ہے، آپ ﷺ جیسا حکم فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تلوار کی تمہیں ضرورت ہے ہر وقت جہاد کے لیے مستعد رہتے ہو، اور اونٹ

تمہاری سواری اور راستہ طے کرنے کا ذریعہ ہے، وہ بھی ضروری ہے میں تیری طرف سے زرہ پر اکتفا کرتا ہوں اور اے ابوالحسن تجھے بھی بشارت ہو کہ یقیناً حق تعالیٰ نے تیرا اور فاطمہ کا عقد آسمان میں باندھ دیا ہے۔ تیرے آنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے میرے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس کے بہت سے چہرے اور بال و پر تھے سلام کہا اور کہا ابشر بجمع و طھارت النسل ، میں نے اس سے سوال کیا، اے ملک اس بشارت اور طہارت نسل سے کیا مراد ہے۔ اس نے کہا میں سطائیل فرشتہ ہوں، قوائم عرش میں سے ایک پر موکل ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ تک خوشخبری پہنچانے کی اجازت فرمائی اور جبرئیل علیہ السلام میرے عقب میں آرہے ہیں۔ واقعہ کی تفصیل وہ بیان کریں گے۔ سطائیل یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ انہوں نے سلام کیا اور جنت کے ریشم سے سفید ریشم کا ایک ٹکڑا اپنے ساتھ لائے جس پر نور سے دو سطریں لکھی ہوئی تھیں، میں نے پوچھا، اے بھائی جبرئیل علیہ السلام یہ خط ہے، اس مکتوب کا مضمون کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا، اے محمد ﷺ! حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مخلوقات سے منتخب فرمایا اور آپ ﷺ کے لیے ایک بھائی اور ساتھی چنا، فاطمہ کو اسے دیدے اور اسے اپنی دامادی کا شرف بخشئے، میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ جس کے جسم پر میری اخوت کی خلعت چست و درست بیٹھی ہے۔ فرمایا آپ ﷺ کا دینی بھائی اور نسب کے اعتبار سے آپ کے چچا کا بیٹا، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں جس کا نکاح حق تعالیٰ نے آسمان پر اس طرح باندھا کہ تمام بہشتوں کو حکم دیا کہ وہ آراستہ و پیراستہ ہو جائیں اور حورین کو وحی بھیجی کہ وہ زیورات سے مزین ہو جائیں، شجرہ طوبیٰ کو حکم ہوا کہ وہ پتوں کی بجائے خلعت فاخرہ پہنے، پھر حکم فرمایا کہ آسمانوں کے فرشتے چوتھے آسمان میں بیت المعمور کے نزدیک جمع ہو جائیں اور وہ منبر جو منبر کرامت سے موسوم ہے اور آدم علیہ السلام نے اس پر خطبہ پڑھا ہے وہ نور سے ترتیب دیا ہوا منبر ہے بیت المعمور کے سامنے رکھا، پھر حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو جس کا نام احیا ہے وحی بھیجی، اس نے منبر پر آکر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، فرشتوں میں فصاحت و بلاغت، لطائف نطق اور حسن صوت میں کوئی بھی اس کے برابر نہیں، اس کی خوش گفتاری اور حسن صوت سے آسمان جھومنے لگے۔ پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھ جبرئیل کی طرف وحی بھیجی کہ اے جبرئیل میں نے اپنی کنیز فاطمہ بنت محمد ﷺ کا عقد اپنے بندے علی بن ابی طالب سے باندھ دیا ہے تو بھی ملائکہ کے درمیان اس انعقاد کو مستحکم کر۔ میں نے بھی خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کی تائید میں ان کا نکاح باندھا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا۔ اور تمام صورت واقعہ کو اس ریشم کے ٹکڑے پر لکھ کر فرشتوں کی گواہی سے اسے مضبوط کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں لایا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں اسے پیش کروں۔ پھر مشک سے اس پر مہر لگا کر جنت کے خازن رضوان کے سپرد کروں۔ جب یہ عقد مبارک منعقد ہو گیا۔ حق تبارک و تعالیٰ نے درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ اپنے زیورات اور لباسہائے فاخرہ کو نچھاور کرے اور فرشتے حوریں، غلمان وولدان ان کو لوٹ لے جائیں اور ایک دوسرے کو ہدایا اور تحائف دیں۔ قیامت تک یہ ہدایا اور تحائف باقی رہیں گے۔ پھر حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کو اس عقد ازدواج کی خوشخبری سناؤں اور ہدیہ تبریک پیش کروں۔ آپ ﷺ بھی ان کو دو مبارک بیٹوں جو دُنیا و آخرت میں طاہر و فاضل ہیں کی بشارت دیجئے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے ابوالحسن! خدا کی قسم جبرئیل علیہ السلام نے ابھی آسمان کی سیڑھی پر قدم نہیں رکھا تھا اور بال اقبال، فضا ملکوت میں اڑنے کے لیے نہیں کھولے تھے کہ تو نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اے ابوالحسن! فرمان خداوندی نافذ ہو چکا ہے۔ اٹھو مسجد چلیں، اور مجلس عام میں یہ مبارک عقد انجام دیں، اور تمہارے کچھ فضائل و مناقب ساتھیوں کو سنائیں جن سے تمہاری آنکھیں روشن اور دل مطمئن ہو۔

شاہ مرداں، سلطان انس وجاں ﷺ کی مجلس سے انتہائی مسرور وخوش باہر نکلے اور بڑی تیزی سے مسجد کی طرف چل دیئے۔ راستہ میں حضرت امیر المومنین ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حالات دریافت کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خواجہ کائنات ﷺ نے میری درخواست کو قبول فرمالیا ہے اور میرے پیچھے ہی تشریف لا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوست احباب مسجد میں جمع رہیں تاکہ یہ عقد مجلس عام میں قائم ہو۔ چنانچہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میرے ساتھ مسجد میں لوٹ آئے۔ قسم بخدا ہم ابھی مسجد میں نہیں پہنچے تھے کہ سید عالم ﷺ پیچھے سے پہنچ گئے۔ آپ کا رُخ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہا تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مہاجرین وانصار کو جمع کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلال رضی اللہ عنہ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے مجلس ہمایوں میں جمع ہوگئے۔

آنحضرت ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثنائے خداوندی بجالانے کے بعد فرمایا، برادرم جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو بیت المعمور میں جمع کر کے اپنی کنیز فاطمہ بنت محمد ﷺ کا نکاح اپنے بندے علی بن ابی طالب کے ساتھ کر دیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے دوستوں کی مجلس میں اس عقد کی تجدید کروں اور عادل گواہوں کے روبرو عقد کی بنیاد کو مستحکم وآراستہ کروں پھر امیر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے علی! اٹھو اور خطبہ پڑھو، سید انبیاء ﷺ، انجمن اصفیاء اور مجمع اتقیاء کے سامنے کھڑے ہوئے اور حمد وصلوٰۃ، خدا تعالیٰ کے انعامات ونوازشات کے شکرانہ اور آنحضرت ﷺ پر درود کے بعد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ڈھال مقرر ہوا ہے۔ میں اس پر راضی ہوں، آنحضرت ﷺ سے دریافت کر لیجئے اور اس پر گواہ رہیے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا، یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے اس طرح نکاح فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، بعد ازاں اطراف وجوانب سے بارک اللہ فی جمع شمھا کی آواز آئی، خدا تعالیٰ تمہارے درمیان اتفاق اور برکت پیدا فرمائے۔ پھر آنحضرت ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور نکاح کا اعلان فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنی یہ ڈھال لے جا کر فروخت کر دو اور اس کی قیمت لے آؤ۔

کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی اور ایک روایت میں ہے کہ چار سو اسی درہم میں فروخت کی۔ وہ بہت عمدہ ڈھال تھی، تلوار اس پر بالکل اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔ جب ڈھال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور قیمت وصول کر لی تو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ نے فرمایا، یا ابا الحسن! آپ اس ڈھال کے زیادہ مستحق ہیں میں یہ ڈھال آپ کو ہی بطور تحفہ پیش کرتا ہوں، شاہ مرداں چونکہ خود بھی سخی تھے جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کو دیکھا، شکریہ ادا کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لوٹے، ڈھال بھی اور درہم بھی دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس صورت حال کے متعلق فرمایا۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ ان درہم میں سے مٹھی بھر درہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ضروریات خانہ داری خریدنے کے لیے دیئے۔ سلمان اور بلال رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ کر دیا تاکہ اگر زیادہ بوجھ بن جائے تو اٹھا لائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم باہر نکلے، میں نے گنا تو تین سو ساٹھ درہم تھے۔ان تمام سے میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے سامان خریدا، ایک مصری گدیلہ جو پشم سے بھرا ہوا تھا، ایک چمڑے کا گدیلہ جس میں کھجور کے پتے تھے، عبا، خیبری، چند مٹی کے برتن اور ریشم کا ایک پردہ تھا، یہ تمام سامان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت ﷺ نے جب انہیں دیکھا آپ کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں، اور یہ دعا فرمائی اللھم بارك علی القوم انا الھم الخزف ،اے اللہ اس قوم پر برکت نازل فرما جس کے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔

ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے باقی درہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیے تا کہ بعض دوسری ضروری اشیاء کے خریدنے پر خرچ کرے اور ایک روایت کے مطابق خوشبو کے لیے دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ایک مہینہ گزر گیا کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس مبارک میں اس کا تذکرہ نہیں ہوا، میں شرم کی وجہ سے ایسی بات نہیں کر سکتا تھا، لیکن اگر تنہائی میں ملاقات کا موقع ملتا تو فرماتے، نعم الزوجۃ زوجتك البشر انھا سیدۃ نساء العالمین ،تیری بیوی بہترین بیوی ہے تجھے خوشخبری ہو کہ یہ دنیا کی عورتوں کی سردار ہے، جب ایک مہینہ گزر گیا، عقیل جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اس عقد ازدواج کے ذریعہ ہم مرفہ الحال اور خوشحال ہو گئے ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ جلد تمہارے وصال سے ہماری آنکھیں روشن ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا بھی یہی مقصد ہے مگر آنحضرت ﷺ سے کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، عقیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور آنحضرت ﷺ کے در اقدس پر لے گئے۔ پہلے آنحضرت ﷺ کی لونڈی اُم ایمن سے ملے۔ اس سے اس سلسلہ میں بات کی۔ اس نے کہا، آپ کی اتنی بات ہی کافی ہے زیادہ تردد کی ضرورت نہیں، اس مہم کو میں ازواج مطہرات کے اتفاق وتعاون سے میں پورا کر دوں گی۔

اس مہم میں عورتوں کی باتیں مردوں کے دل میں زیادہ وقیع اور وزنی ہوتی ہیں۔ ام ایمن نے یہ باتیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کیں اور پھر دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ بات کی۔ وہ تمام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں کیونکہ آنحضرت ﷺ وہاں تشریف فرما تھے۔ چاند کے گرد کواکب وسیارہ کی مانند جمع ہو گئیں، آنحضرت ﷺ کے ساتھ حسرت آمیز باتیں شروع کر دیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ، ان کی امور خانہ داری میں مہارت اور مہمات مکیہ وجزیہ کو سرانجام دینے کو یاد کیا۔ کہنے لگیں اگر وہ زندہ ہوتیں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہمیں کوئی پریشانی نہ ہوتی اور ہماری آنکھیں روشن ہوتیں۔ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

فرمایا، خدیجہ رضی اللہ عنہ جیسا کوئی بھی نہیں اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب نے تکذیب کی، اپنے تمام مال کو مجھ پر خرچ کر دیا، خدا تعالیٰ کے دین کو قبول کیا۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی میں ہی میں نے اسے جنت کی بشارت دی جسے چاندی اور زمرد سے تیار کیا گیا ہے۔ پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے گفتگو کا آغاز کیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو اوصاف کے کمال اہل بیت کے اشارے فرمائے ہیں خدا تعالیٰ ہمیں اور اسے جنت میں جمع فرمائے۔ اب آپ ﷺ کا یہ چچیرا بھائی اور آپ کا بیٹا، چاہتا ہے کہ اس کی اہلیہ جلیلہ کو اس کے پاس بھیجیں اور گوہر نبوت وولایت کو رشتہ اتصال میں منسلک فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ نے خود مجھ سے یہ بات نہیں کی، ام سلمہ نے عرض کیا، علی رضی اللہ عنہ یہ بات کہتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں اس لیے انہوں نے اظہار نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے ام ایمن، جاؤ اور علی

رضی اللہ عنہ کو آواز دو، ام ایمن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طلب میں باہر آئی۔ حضرت علی بر سرِ راہ منتظر تھے، پوچھا اے ام ایمن، کیا بات ہے؟ اس نے کہا، آیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلا رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور شرم سے سر جھکا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی رخصتی چاہتے ہو، عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش وخرم مجلس سے باہر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فراش وارائی کی تزئین وتحسین کر دی اور اس کے بعد وہ دس درہم جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ کے سپرد کر دیئے، تاکہ ان سے کھجوریں، روغن اور پنیر خرید لیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے پانچ درہم کا روغن خریدا، چار درہم کی کھجوریں اور ایک درہم کا پنیر خرید کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آستین سے دست مبارک نکالا اور چمڑے کا دسترخوان طلب کیا، تمام چیزوں کو ملا کر حیس ترتیب دیا۔ (حیس ایک طعام ہے جو تین چیزوں سے بنتا ہے)۔ پھر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ، باہر جاؤ جو بھی دوست ملے اسے ساتھ لے آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے دیکھا کہ بہت سے دوست جمع ہیں تمام کو بلا لائے، پھر اندر داخل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی زیادہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دس دس آدمی آئیں اور کھانا کھائیں، اسی طرح کیا، جب حساب کیا تو سات سو مردوں اور عورتوں نے اس طعام سے کھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے سب سیر ہو گئے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ ختم ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، اور اپنے گھر لے آئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سر اپنے سینہ مبارک پر رکھا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور فرمایا علی رضی اللہ عنہ نعم زوجتك ، تیری بیوی بہترین بیوی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا اور فرمایا تیرا خاوند علی رضی اللہ عنہ بہترین خاوند ہے۔ پھر دونوں کو ان کے گھر بھیج دیا۔ دروازہ کے دونوں پٹ دست مبارک میں پکڑ کر خیر و برکت کی دعا فرمائی اور انہیں خدا تعالیٰ کے سپرد کر کے لوٹ آئے۔ اسماء بنت عمیس کو وہاں دیکھا کہ ملازمت کے لیے ٹھہری ہوئی ہے، پوچھا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکیوں کو زفاف کے وقت ضرورت ہوتی ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمات پوری کرنے کے لیے میں یہاں ٹھہری ہوئی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسماء خدا تعالیٰ تیری دُنیا و آخرت کی ضروریات پوری فرمائے۔

نقل ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ ہمارے گھر تشریف لائے اور ایک روایت میں ہے کہ زفاف کا چوتھا دن تھا، میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تکیہ تھا اور عبا اوڑھے ہوئے تھے، جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی ہم نے چادر پھینک دینا چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دلائی کہ اسی طرح اپنی حالت پر رہو، تشریف لا کر ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پائے مبارک ہم دونوں کے درمیان کر دیئے، چنانچہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں پاؤں اپنے سینے پر رکھا اور بائیں پاؤں کو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف ہوئے اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

پھر فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! اٹھو اور کچھ پانی لے آؤ، میں پانی لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چند قرآنی آیات پڑھیں پھر فرمایا اسے پی لو اور تھوڑا سا باقی رہنے دو۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب الارشاد عمل کیا، جو پانی میں نے بچایا وہ میرے سر اور چہرے پر چھڑکا اور فرمایا اذھب

عنك الرجس یا ابالحسن وطهرك تطهیرا ، پھر فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے تازہ پانی لاؤ۔ حسب سابق ان کے ساتھ یہ عمل کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باہر بھیج دیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حالات دریافت کیے اور اس کے خاوند کے متعلق پوچھا، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صفات کمال سے موصوف ہے، لیکن بعض قریشی عورتیں ملامت کرتی ہیں کہ تیرا خاوند تو غریب ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے میری پیاری بیٹی، تیرا باپ غریب نہیں ہے اور نہ تیرا خاوند غریب ہے۔ روئے زمین کے سونے چاندی کے تمام خزانے میرے سامنے پیش کیے گئے لیکن میں نے انہیں قبول نہ کیا اور جو کچھ خدا تعالیٰ کے پاس اجر و ثواب ہے اسے قبول کیا۔ اے میری پیاری بیٹی اگر تو وہ کچھ جانتی جس کا مجھے علم ہے تو تمام دُنیا تیری نظر میں ذلیل و خوار ہو جاتی۔ خدا کی قسم، سچ کہتا ہوں کہ تیرا شوہر بلحاظ اسلام تمام صحابیوں میں اول ہے، بحیثیت علم ان سب میں اعلیٰ ہے اور بلحاظ حلم ان سب سے ارفع ہے۔ اللہ نے اہل بیت میں سے دو شخصوں کو پسند فرمایا، ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے شوہر کو۔ ہرگز تو اس کی نافرمانی نہ کر بلکہ فرمانبرداری بجالا۔ بعدازاں آپ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، اور انہیں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے پاس خاطر کی رعایت ملحوظ رکھنے کی نصیحت فرمائی اور نرمی اور ملاطفت کے سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہ میری لخت جگر ہے، اس کو خوش رکھنا مجھے خوش رکھنے کے مترادف ہے اور پھر ان کو خدا کے سپرد کیا۔ اس کے بعد حضور صلعم اٹھنے ہی لگے تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج میرے ذمے ہیں اور باہر کے کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمے، کوئی کنیز میری خدمت کے لیے عطا فرمائی جائے (کہ آپ اس پر قدرت رکھتے ہیں) تا کہ گھر کے اہم کاموں میں میری معاون ثابت ہو، حضرت خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا میں تجھے خادم عطا کروں یا خادم سے بہتر کوئی شے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا خادم سے بہتر کیا چیز ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہر روز ۳۳ دفعہ سبحان اللہ پڑھا کرو، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر اس کے بعد ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ یہ سب کلمات ہو جائیں گے اس کے بدلے میں قیامت کے روز ہزار نیکیاں اپنے نامہ اعمال میں لکھی ہوئی پاؤ گی اور اپنے حساب کے پلے کو بھاری محسوس کرو گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے خدائے پاک کی کہ اس کے بعد رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی نے تا دم مرگ میرے کسی حکم سے سرتابی اور نہ مجھے ناراضگی کا موقع دیا اور میں نے بھی کبھی ان کو پریشان نہیں ہونے دیا۔ یہاں تک رسول اللہ ﷺ کا جو واقعہ بیان کیا گیا وہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب صفوۃ الصفادہ سے ماخوذ ہے۔ اس واقعہ کو دوسری سیرت کی کتابوں میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت نفس الامر کا علم خدا کا علم خدا ہی کو ہے۔ کہتے ہیں کہ شب زفاف کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ نے ایک بکری بھیجی اور انصار میں سے کسی نے چند سیر چاول پیش کیے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی شادی کا بس یہ کھانا تھا۔ اس کے اوصاف حمیدہ کا ذکر اس سے کہیں زیادہ ہے جو اس مختصر عبارت میں ذکر ہوا۔ حضرت بتول رضی اللہ عنہا کے بچے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اللہ نے عطا فرمائے۔ حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، زینب رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا اور محسن رضی اللہ عنہ، اس کے بعد یہ بیمار ہو گئیں اور اسی مرض میں دُنیا سے رخصت ہوئیں۔ حضور صلعم کے کم و بیش چھ ماہ بعد آپ نے مدینہ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر مبارک کا صحیح طور پر علم نہیں کہ کہاں واقع ہے۔ اہل تذکیر کی

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ کی قیمت کا پتہ چلا کہ چار سو درہم کی ہے تو حضور صلعم نے فرمایا کہ تمام لوگوں کی لڑکیوں کے مہر درہم و دینار میں ہوا کرتے ہیں اور آپ کی لڑکی کا مہر بھی درہم و دنیار میں ہو تو ان میں اور مجھ میں کیا فرق ہوا۔ آپ ﷺ خدا تعالیٰ سے درخواست فرمائیے کہ میرا مہر آپ ﷺ کی امت کی شفاعت قرار پائے۔ روایت ہے کہ حضور صلعم نے اسی طرح حضور رب میں درخواست کی اور وہ درخواست فوراً قبول ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لائے جس پر یہ مضمون لکھا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تیرے والد بزرگوار کی امت کی شفاعت کو تیرا مہر مقرر فرمایا۔ کہتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس رقعہ کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھا۔ آخر عمر میں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ یہ رقعہ مجھ سے جدا نہ کیا جائے اور میرے ساتھ ہی قبر میں دفن کیا جائے کہ جب قیامت کے روز مجھے اٹھایا جائے تو میں اس رقعہ کو حجت بنا کر اپنے باپ کی گنہگار امت کی شفاعت کروں گی۔ (سبحان اللہ)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم جہاد آیا

جب اصحاب باوفا کی معاونت اور مہاجرین اور انصار کی بھائی چارگی متحقق ہوگئی اور حضرت سید ابرار صلعم کی بناء اہل محبت کے اتفاق سے مستحکم ہوگئی اور کافروں کے ظلم کی تیرگی حد سے بڑھ گئی تو جہاد کا حکم دیا گیا اور لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کا حکم منسوخ ہوا اور **اذن للذین یقاتلونہ بانھم ظلمو وان اللہ علی نصرھم لقدیر** کا حکم اور **قاتلوھم حتی لا تکونہ فتنہ** کا فرمان واجب العمل نافذ ہوا۔

واللہ یعصمك من الناس کے زرہ پوش نے "انا النبی السیف" کی بنیاد رکھی اور اسی سال سے وفود اور عسا کر بھیجنے شروع کیے گئے۔

ارباب سیرت کی اصطلاح میں جس جنگ میں حضور صلعم خود بنفس نفیس تشریف فرما ہوئے اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس میں آپ ﷺ شامل نہیں ہوئے اس کو بعثت اور سریہ کہا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے غزووں کی تعداد بعض کے نزدیک اُنیس اور بعض کے قول کے مطابق چوبیس اور بعض روایتوں کے مطابق ستائیس ہے۔ روایتوں کی گہرائی میں نہ جایئے اور بعض دو تین غزوات کو ایک غزوہ شمار کرنے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا مثلاً طائف، حنین، احزاب اور بنو قریضہ کے نو غزوات ہوئے اور اس پر اہل سیر کا اتفاق ہے اور کفار بدر و احد، احزاب و بنی قریضہ، بنی مصطلق، خیبر و فتح مکہ، حنین اور طائف کی جنگ کے لیے کم و بیش چھپن سریے بھیجے گئے۔ غزوات کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں اختلاف ہے۔

کہتے ہیں کہ پہلا سریہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ ہوا، جو تیس مہاجروں پر مشتمل تھا۔ یہ قریش کے اس قافلہ کے لیے بھیجا گیا جو شام سے لوٹتے ہوئے مکہ کا رُخ کر رہے تھے۔ ان کے لیے ایک سفید جھنڈا مقرر کیا گیا اور ابو مرثد غنوی اس لشکر کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے اور ارباب سیرت کی روایت کے مطابق سب سے پہلا جو جھنڈا بنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا تھا اور مسلمان سیف البحر کی جانب جو سرزمین جہینہ میں واقع ہے ساحل سمندر کے قریب کفار کے سر پر جا پہنچے۔ وہ تین سو آدمی تھے۔ ابو جہل اپنے اہل خانہ سمیت اس میں موجود تھا۔ جب دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی فریقین نے جنگ کا ارادہ کیا لیکن مجدی عمرو جہینی نے جو ذہین اور فہمیدہ شخص تھا درمیان میں پڑ گیا۔ اس نے آتش جنگ کو بھڑکنے نہ دیا اور مصالحت کی راہ اختیار کی۔ ابو جہل اپنی جماعت کے ساتھ مکہ چلا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے گروہ کے ساتھ مدینہ واپس آگئے اور حضور صلعم ﷺ کو مجدی بن عمرو جہینی کی صلح آفرینی کی کوششوں کی خبر دی حضور ﷺ نے اظہار پسندیدگی فرمایا اور مجدی کے پاس ہدیہ بھیجا۔

یہ واقعہ آنسرور صلعم کے چچازاد بھائی عبیدہ بن الحارث کے زیراثر لشکر بھیجنے کا تھا کہ جسے شیخ المہاجرین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ساٹھ مہاجروں کے ساتھ اور ایک روایت کے مطابق اسی آدمیوں پر مشتمل تھا۔ قریش کی ایک جماعت کا راستہ روکنے کے لیے بھیجا جو مکہ سے ایک مہم کی خاطر نکلے تھے، ان کے لیے سفید جھنڈا ترتیب دیا گیا اور مطع بن اثاثہ علمبردار مقرر ہوئے اور بعض دوسرے اہل سیرت کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو جھنڈا اہل اسلام میں مرتب ہوا وہ یہی جھنڈا تھا۔ مسلمان کئی منزلیں مار کر اور کافی مرحلے طے کرنے کے بعد مشرکوں تک پہنچے تھے۔ یہ دوسو آدمی تھے۔ ایک روایت کے مطابق مخالفین اور دشمنوں کی قیادت ابوسفیان اور ایک روایت کے مطابق عکرمہ بن ابوجہل اور ایک روایت کے مطابق بکرز بن حفص بن الاحنف کے سپرد تھی۔ جب دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے کی جانب تیر پھینکے۔ لشکر اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے کافروں پر تیر چلایا وہ سعد بن ابی وقاص تھے۔ بتوں کے پرستار غلط فہمی کی بناء پر مسلمانوں کی ایک دوسری جماعت سے اپنے یار دوستوں کی اعانت کے امیدوار تھے اور کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کے پاس اس روز بیس تیر تھے۔ اس نے اپنے تمام تیر چلائے ان میں سے ایک بھی خطا نہیں ہوا وہ یقیناً یا تو کسی شخص کے لگا یا گھوڑے خچر کو اس نے نشانہ بنایا۔ سعد کہتے ہیں کہ جب مشرکوں نے راہ فرار اختیار کی تو عبیدہ بن الحارث سے میں نے کہا کہ مشرکوں کا تعاقب کرنا چاہیے کیونکہ وہ ڈر گئے ہیں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ نے واپس ہونا مناسب سمجھا چنانچہ مدینہ لوٹ گئے۔

ہجرت کے دوسرے سال حضرت رسالت مآب ﷺ نے زاہدوں کے سرتاج سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا اور اہل مکہ اور بنی ضمیر کے قبیلہ سے مقابلے کے لیے مہاجروں کی ایک جماعت کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے اور مقام ودان تک آئے لیکن وہاں اہل مکہ میں سے کسی کو نہ پایا اور قبیلہ کے پیشوا ضمیر محسن بن عمر الضمیر ی کے ساتھ انہوں نے مصالحت کر لی اور پندرہ روزہ کے بعد اپنے وطن مالوف کو لوٹے۔ یہ پہلا غزوہ تھا جو اسلام میں واقع ہوا اور بعض روایات کے تحت غزوہ ابوار کو ان دوسروں سے مقدم گردانا گیا ہے کہتے ہیں کہ یہ ہجرت کے سال دوم کے شروع یا سال اول کے آخر میں واقع ہوا تھا واللہ اعلم۔

ہجرت کے دوسرے سال ہی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ میں خلیفہ مقرر ہوئے اور ایک سفید جھنڈا تیار کر کے سعد بن ابی وقاص کو دیا اور دوسو مہاجرین کے ساتھ ایک دوسرے قافلے کے قصد سے چل کھڑے ہوئے جس میں اُمیہ بن خلف جمحی بھی تھا۔ تقریباً ایک سو قریش کے آدمی اس کے ساتھ تھے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ ان کے ہمراہ تھے۔ واطر تک گئے مگر دشمنوں تک پہنچے بغیر واپس آ گئے۔

اسی سال غزوۂ ذوالعشیر ہ واقع ہوا، اور اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ حضور ﷺ کی سمع مبارک تک یہ بات پہنچی کہ ابوسفیان قریش کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ تجارت کی غرض سے شام جا رہا ہے۔ اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ایک جھنڈا دیا اور سلمہ بن عبدالاسد فخر وفی کو مدینہ میں خلیفہ بنایا۔ آنحضرت ڈیڑھ سو آدمیوں کے ہمراہ اور بقول بعض دوسو آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے چلے اور اس قافلے کے قصد سے ذوالعشیر ہ پہنچے اور چند روز وہاں توقف فرمایا اور جب اس بات کی تحقیق ہوگئی کہ قافلہ گزر چکا ہے تو بنی مدلج اور ان کے خلفاء کے ساتھ صلح اور معاہدہ کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔

کنیت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ

روایت ہے کہ اسی سفر میں حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کی کنیت عطا فرمائی۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں غزوہ عشیرہ میں ایک کھجور کے نیچے محوِ خواب تھا۔ اس ریگستانی سرزمین میں میرا جسم گردآلود ہو گیا تھا۔ آنسرور ﷺ میرے سرہانے تشریف لائے اور مجھے جگا کر فرمایا کہ اے ابوتراب اٹھ کھڑا ہو اور اس کے بعد کہا کہ اے علی میں تجھے بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہے۔ فرمایا دو شخص، ایک وہ شخص جس نے صالح پیغمبر کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ دوسرے وہ جو تیرے چہرہ اور داڑھی کے بالوں کو تیرے خون میں ڈبو دے۔ آپ ﷺ یہ کہتے جاتے تھے اور اپنا دست مبارک ان کے سر اور چہرہ پر پھیرتے جاتے تھے۔

اسی سال کرز بن جابر فہری آنخضرت ﷺ کے اونٹ ہنکا لے گیا جب آنخضرت ﷺ کو اس کا پتہ چلا تو ایک جھنڈا بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا اور مدینہ میں زید بن حارث کو بطور خلیفہ متعین فرمایا اور خود اپنے اصحاب کے ساتھ نکل پڑے۔ حتیٰ کہ بدر کے نواح میں وادی صفوان تک جا پہنچے۔ اس وجہ سے اسے غزوہ بدر اولیٰ کہتے ہیں۔ جب اس موضع میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کرز وہاں سے گزر چکا ہے لہٰذا وہاں سے مراجعت فرما کر مدینہ روانہ ہوئے۔

اسی سال آنخضرت ﷺ کے چچازاد بھائی عبداللہ جحش سدی (۸۰) آدمیوں اور ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مثل سعد بن ابی وقاص، عکاشہ بن حصین اسدی، عتبہ بن غزوان، ابوحذیفہ عتبہ بن ربیعہ، سہل بن بیضا، عامر بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ اور خالد بنی بکر کی ہمراہی میں چل پڑے۔ ہر دو آدمیوں کے پاس صرف ایک اونٹ تھا اور اسی سریہ میں عبداللہ جحش امیر المومنین کے لقب سے موسوم ہوا۔ حضور نے ان کو ایک کاغذ لکھ کر دیا اور ایک جھنڈا عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اس مکتوب کو نہ پڑھا جائے اور نہ اسے دیکھا جائے جب تک کہ دو روز نہ گزر جائیں۔ جب دو روز گزر جائیں تو رقعہ کو کھول اور اپنے دوستوں کو پڑھا اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اس پر عمل کر۔ عبداللہ نے دو روز کے بعد کھولا تو دیکھا کہ اس میں یہ عبارت درج تھی۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد! تو چلتا جا خدائے تعالیٰ کے نام اور برکت سے اور جب تو اپنے دوستوں کے ساتھ نخلہ کے وسط میں اتر پڑے تو اس جگہ پر قریش کے قافلہ کا منتظر رہ، شاید کہ اس قافلہ سے تجھے کچھ حاصل ہو جائے۔ تجھے چاہیے کہ کسی شخص کو زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ جو جانا چاہے جائے اور جو نہ جانا چاہے لوٹ جائے۔'' جب عبداللہ اس رقعہ کے مضمون سے آگاہ ہوا تو اس نے اس رقعہ کا مضمون اپنے ساتھیوں کو سنایا کہ میں بطن نخلہ جا رہا ہوں اور تم میں سے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ جو شہادت کا خواستگار ہو وہ آئے اور جو لوٹنا چاہتا ہے وہ لوٹ جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کے مطیع فرمان میں ہیں تو ہمیں جہاں لے جانا چاہے لے جا ہم تیری مخالفت نہیں کرتے۔

اس راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان نے اس اونٹ کو (جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے) گم کر دیا اور عبداللہ جحش کی اجازت سے اونٹ کو تلاش کرنے کے لیے نکلے اور باقی اصحاب مسافت طے کر کے بطن نخلہ میں جا پہنچے۔ اس اثنا میں قریش کا قافلہ جس میں عمرو بن الحضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ فخرومی اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ تھے، طائف کی سواریوں پر بطن نخلہ پہنچے اور لشکر اسلام سے آمنا سامنا

ہوا مشرک وہاں سے جلدی کوچ کر جانا چاہتے تھے۔ ادھر عبداللہ نے کہہ رکھا تھا کہ جب قافلہ تک پہنچے تو تم میں سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنا سر منڈوالے تاکہ یہ لوگ خیال کریں ہم عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں اور یہ جان کر بے فکر ہو جائیں۔ عامر بن ربیعہ نے عکاشہ کا سر مونڈھ دیا۔ عکاشہ نے اپنا مونڈھا ہوا سر مشرکوں کو دکھایا۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ عمرہ کرنے والے ہیں لہٰذا اس طرف سے مطمئن ہو کر اپنے اونٹوں کو جنگل میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور اطمینان سے کھانے پکانے میں مشغول ہو گئے۔

اس دن اگرچہ رجب کی پہلی تھی مسلمانوں کو شک ہو گیا کہ جمادی الآخر کے مہینہ کی آخری تاریخ ہے یا رجب کی پہلی تاریخ، اور اس قافلہ سے تعریض کرنے میں بھی متردد ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے، آخر کار اس گمراہ قافلہ پر حملہ کر دیا اور اہل اسلام میں سے واقد بن عبداللہ کا ایک تیر عمر بن الحضرمی کو لگا اور اس نے اسے جہنم رسید کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان قید ہوئے اور نوفل بھاگ گیا اور کافروں کا تمام مال و متاع مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا کافر جو مجاہدوں کے ہاتھوں مارا گیا وہ عمر تھا اور سب سے پہلے قیدی حکم بن کیسان اور عثمان تھے۔ جب عبداللہ جحش بطن نخلہ سے کامیاب و کامران لوٹا اور مدینہ کے قریب پہنچا تو اپنے اموال کا پانچواں حصہ آنحضرت ﷺ کے لیے الگ کر دیا اور باقی دوستوں میں تقسیم کر دیا۔ باوجود اس کے کہ اس وقت تک خمس کے فرض ہونے کے سلسلہ میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق مال اور اسیروں کو بحفاظت رسول اللہ ﷺ کے حضور میں لے آیا۔ جب قریش مشرک صورت حال سے آگاہ ہوئے تو کہنے لگے محمد ﷺ کا کام بمشکل ہی چل سکے گا۔ کیونکہ انہوں نے ماہ حرام کو حلال بنالیا اور خونریزی اور جنگ کا حکم فرمایا۔ یوں کافروں نے مکہ کے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لیے طعنہ زنی شروع کر دی اور یہودیوں نے اس واقعہ کو اسلام کے لیے فال بد قرار دیا کہ قریش اور محمد ﷺ کے درمیان آتش جنگ بھڑک اٹھے گی۔

جب حضرت محمد ﷺ تم یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ تم سے میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ماہ حرام میں لڑائی کرو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مال غنیمت اور اسیروں کی تقسیم کو موقوف کر دیا اور مسلمانوں کو سرزنش کی اور اس جماعت کو نہایت پشیمانی اور سخت پریشانی کا سامنا ہوا۔ ان کا خیال ہوا کہ عیاذ باللہ کی پکڑ اور عذاب میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی **یسئلونك عن الشهر الحرام قل قتال فيه كبير و لا عن سبيل الله و كفر به و المسجد الحرام و اخراج اهله اكبر عند الله و الفتنة من القتل** یعنی مشرکین مکہ کا فتنہ اور ان کا اہل ایمان کو عذاب دینا تاکہ وہ ایمان چھوڑ دیں، ابن الحضرمی کے قتل سے بہت بڑھ کر ہے۔ پس اس آیت کے نزول سے عبداللہ جحش اور اس کے دوستوں نے غم سے نجات پائی اور خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے خمس قبول فرمایا۔ بقیہ کی تقسیم جو عبداللہ نے کی تھی اسی طرح برقرار رکھی گئی اور ایک روایت یہ ہے کہ کہتے ہیں وہ مال اسی طرح موقوف رہا یہاں تک کہ بدر کے غنائم تقسیم ہوئے۔ اہل مکہ نے ان دو قیدیوں حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ کے لیے دعا بہ کو مدینہ بھیجا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے دو صحابی سعد بن وقاص اور عتبہ بن غزوان اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں نکلے ہیں اگر وہ سلامتی کے ساتھ مدینہ لوٹ آئیں تو ہم تمہارے قیدیوں کو واپس کر دیں گے ورنہ ہم ان کے معاوضہ میں ان کو قتل کر دیں گے۔ اس کے بعد جب یہ دونوں صحیح سالم مدینہ آ پہنچے تو رسول صلعم نے حکم بن کیسان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ مسلمان ہو گیا اور بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوا لیکن عثمان بن عبداللہ اسی طرح کفر کی حالت میں مکہ لوٹ گیا اور وہاں حالت کفر میں اس کی موت واقعہ ہوئی۔

واقعات بدر...... جنگ بدر کے ابتدائی حالات

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

فصل اول

بدر ایک ایسی جگہ کا نام ہے کہ جہاں ایک شخص بدر نامی نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گڑھا کھود کر اپنی رہائش اختیار کر لی تھی۔

عاتکہ کا خواب

ایک رات عاتکہ بنت عبدالمطلب (حضور ﷺ کی پھوپھی) نے ایک ہولناک خواب دیکھا جب دن چڑھا تو اپنے بھائی عباس کو بتایا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قریش ایک بھاری مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے وہ خواب میں تجھ سے بیان کروں گی بشرطیکہ تو اس کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔ عباس نے اثبات میں جواب دیا تو عاتکہ نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ایک پتھریلی زمین کی ندی میں کھڑا ہو گیا اور تین مرتبہ بآواز بلند کہا کہ اے قریش تم اپنے قتل گاہ میں پہنچ جاؤ، دوڑو جلدی کرو اس کے بعد مسجد حرام میں آیا لوگ اس کے پیچھے چلے آرہے تھے۔ اس کے بعد وہ ابوقبیس پہاڑ چڑھ گیا۔ اور پہلے کی طرح سب کو عجلت سے جمع ہونے کے لیے کہا۔ اس کے بعد ایک پہاڑ سے ایک بھاری پتھر کی سل نیچے لڑھکا دی۔ جب وہ سل نیچے گری تو مکہ میں کوئی گھر باقی نہ رہا جو بچ گیا ہو، سوائے بنی ہاشم کے۔ صرف وہ پتھر کی سل وہاں پڑی رہی۔

عباس نے عاتکہ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور صورت واقعہ کا ذکر اپنے دوست ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے کر دیا اور اس خواب کے چھپانے کے بارے میں بڑا اصرار کیا۔ ولید نے اس راز کے افشا میں قطعاً تامل نہ کیا اور اسی طرح اپنے باپ کو جا سنا۔ یہ بات اسی روز ابوجہل تک جا پہنچی دوسرے دن جب عباس خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا۔ ابوجہل نے محفل قریش میں جہاں عاتکہ کا خواب موضوع بحث بنا ہوا تھا عباس سے کہا کہ یا اباالفضل یہ خاتون کب سے مرتبہ نبوت پر فائز ہوئی ہے؟ عباس نے کہا مجھے اس واقعہ کا علم نہیں۔ ابوجہل نے پھر کمینہ پن شروع کر دیا کہ تم اپنے مردوں کی نبوت پر قانع نہیں ہو کہ تمہاری عورتیں بھی دعویٰ پیغمبری کرنے لگی ہیں۔ میں تین روز تک توقف کروں گا، اگر عاتکہ کے خواب کا کوئی اثر ظاہر ہوا تو فبہا ورنہ قبائل عرب کے اطراف و اکناف کے علاقہ میں پرچے لکھ بھیجوں گا تا کہ ہر ایک تمہارے جھوٹ سے واقف ہو جائے۔ عباس نے کہا تو ہم سے زیادہ جھوٹ اور ملامت کا سزاوار ہے۔

عباس نے کہا کہ جب میں گھر پہنچا تو عبدالمطلب کے گھر کی تمام عورتیں موجود تھیں۔ انہوں نے مجھ پر زبان ملامت کھولی کہ اس خبیث اور فاسق ابوجہل نے تمہارے مردوں پر زبان طعن کھولی اب خواتین پر طنز کرنے لگا ہے اور کوئی بھی شخص اس کی مدافعت کرنے کے لیے میدان میں نہیں آتا۔ سب نے مل کر کہا اے عباس تیری غیرت کہاں گئی جب تو نے اس لعین سے یہ بات سنی تو اس کی سرزنش کے لیے تیرا دست غیرت آستین

انتقام سے کیوں باہر نہ آیا۔ عباس نے کہا اگر اس کے بعد کوئی بات میں اس سے سنوں تو ضرور اس کی سزا دوں گا۔ حاصل کلام یہ کہ میں رات بھر اس لعین کی خباثت سے ملدرر رہا اور علی الصبح غصہ میں گھر سے باہر نکلا اور مسجد حرام جانے کا ارادہ کیا۔ جب میں نے ابوجہل کو دیکھا تو اس کی طرف چل پڑا وہ مجھے دیکھتے ہی مسجد سے دوڑ پڑا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا غالباً اس نے میرے اندر غصہ مشاہدہ کر لیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

ابوسفیان کا مخبر

ابھی ابوسفیان کا قافلہ شام ہی میں تھا کہ شام کی حدود میں وہاں کے مشرکوں میں سے ایک شخص نے ابوسفیان اور اہل قافلہ سے کہا کہ تمہارے یہاں آنے کے بعد محمد ﷺ اپنے دوستوں کے ساتھ تمہارے قافلہ کی تعاقب میں مدینہ سے چل کر بدر تک پہنچ گئے تھے مگر جب تم کو نہ پایا تو وہاں سے لوٹ گئے ہیں۔ اب تمہاری واپسی کے انتظار میں ہیں اور دن گن رہے ہیں۔ تم کو چاہیے کہ تم بہت محتاط رہو اور لاپروائی نہ کرو۔ اس بات سے مخالفوں کے دل میں زبردست خوف چھا گیا اور ضمضم غفاری کو بیس مثقال سونا اُجرت کے طور پر دیا تا کہ وہ تیزی سے مکہ جائے اور قریش کو یہ خبر پہنچائے۔ ضمضم بسرعت مکہ پہنچا اور اپنے کپڑوں کو ادھر ادھر سے پھاڑ لیا اور اپنے اونٹ کی ناک کاٹ دی اور چیخنے لگا کہ اے گروہ قریش محمد ﷺ نے تمہارے قافلہ کے لوٹنے کا ارادہ کر لیا ہے اگر تم نے امداد میں ذرا بھی تاخیر کی تو تم قافلے کو نہ پاؤ گے۔

ضمضم کا خواب

ضمضم نے کہا کہ قافلہ سے جدا ہونے کے بعد میں نے مکہ میں یہ خواب دیکھا کہ میں ایک اونٹ پر سوار ہوں اور ایک ایسی وادی میں جو خون سے بھری ہوئی ہے چلا جا رہا ہوں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے تعبیر دی کہ قریش کو کسی عظیم مصیبت کا سامنا ہے۔ عبدالمطلب کا خانوادہ ضمضم کے آنے سے پہلے بہت خوش وخرم ہوا کیونکہ یہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کے صادق ہونے پر شاہد عادل کی حیثیت رکھتا تھا۔

مختصر یہ کہ قریش گھروں سے نکلنے کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ سہیل بن عمرو اور ربیعہ بن الاسعد لوگوں کو گھروں سے نکلنے کی ترغیب اور تحریک کر رہے تھے اور یہ طے ہوا کہ کچھ لوگ تو قافلہ کی امداد وتعاون کی طرف متوجہ ہوں اور مالدار غریبوں کو ہتھیار اور ساز وسامان فراہم کریں۔ اہم و اقدی کہتے ہیں کہ تمام قریش اس معاملہ میں متفق تھے مگر ابولہب کو ان سے اتفاق نہ تھا۔ اس سے کہا گیا کہ تو قوم کے سرداروں میں سے ہے اگر تو ہمارا ساتھ نہ دے گا تو دوسرے بھی گریز کریں گے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ اس سفر میں تو ہمارے ہمراہ چل یا کسی شخص کو اپنی جگہ بھیج۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس نے قسم کھائی کہ نہ وہ خود جائے گا اور نہ کسی شخص کو اپنی جگہ بھیجے گا۔ ایک اور روایت ہے کہ عاص بن ہشام بن مغیرہ اس کے چار ہزار کا مقروض تھا۔ وہ اس نے چھوڑ دیا اور اپنے بجائے بدلہ میں کسی شخص کو بھیج دیا اپنی قوم سے متفق ہونے اور مکہ سے خروج میں خواب عاتکہ کے سوا کوئی امر مانع نہیں تھا۔

اُمیہ کے قتل کی پیش گوئی

نقل کرتے ہیں کہ جنگ بدر سے پہلے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ آئے تھے اور اُمیہ بن خلف کے مہمان ہوئے۔ جب ابوجہل کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اُمیہ سے کہا کہ یہ شخص جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کر لی ہے اور اس کی حفاظت میں

ہم سے کنارہ کشی اختیار کی ہے اور اس کے ساتھ مل کر ہم سے جنگ و جدال کا عہد کر رکھا ہے تو اسے کچھ نہیں کہتا اور کیا تو اس کو اجازت دے گا کہ ہمارے پنجہ سے بچ کر صحیح سلامت چلا جائے۔ سعد، ابو جہل کے جواب میں چیخ اٹھے کہ تم جو جی چاہے کرو تمہارے قافلوں کی گزرگاہ مدینہ ہے۔ امیہ نے سعد سے کہا کہ یہ ابوالحکم ہے ہمارا سردار اس کے ساتھ سختی سے کلام مت کر، سعد نے امیہ کی طرف رخ کر کے کہا کہ تو یہ بات کر رہا ہے خدا کی قسم محمد ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ یقیناً امیہ بن خلف کو میرے صحابہ قتل کریں گے۔ امیہ نے سعد سے پوچھا کہ تو نے یہ بات براہ راست محمد ﷺ سے سنی ہے، سعد نے کہا بیشک، سو یہ بات امیہ کے دل میں بیٹھ گئی۔ جب قریش حضرت نبوی ﷺ کے ساتھ جنگ کا ساز و سامان تیار کر رہے تھے اور بدر کی طرف جانے کا ارادہ کر رہے تھے، امیہ نے طے کیا کہ ان سے گریز کرے اور ہلاکت سے بچ جائے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں بوڑھا اور بوجھل جسم کا مالک ہوں۔ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ ابو جہل اور عتبہ بن ابی مغیط کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو دونوں اُمیہ کے پاس آئے۔ عتبہ ایک انگیٹھی جس میں آگ تھی اور خوشبو اپنے دامن میں چھپائے ساتھ لے گیا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر تو گھر سے نہیں نکلتا تو اپنے آپ کو اس خوشبو سے بہلا، مطلب یہ کہ پھر تو عورتوں کی طرح خانہ نشین ہو جا۔ اس نے کہا کہ "قبحك الله وقبح ماجئت به" اور ابو جہل نے بھی ایک سرمہ دانی اس کو پکڑا دی اور اس طرح کی باتیں کرنے لگا، ان باتوں سے امیہ کی رگ حمیت جوش میں آئی اور ان کے ساتھ چلنے کا ارادہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ جب ضمضم کا خواب مشہور ہو گیا، اہل رائے کی ایک جماعت مثل حارث بن عامر، عتبہ و شعبہ، امیہ بن خلف، حکیم بن خرام ابوالبختری اور عاص بن امیہ مکہ سے خروج اور قوم کے ساتھ ہم آہنگی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان سے گریز کرتے تھے۔ ابو جہل، عتبہ، نضر بن الحارث اس جماعت کو بزدلی اور نامردی سے منسوب کرتے تھے اور ان پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے بامر مجبوری قوم کا ساتھ دیا اور چل پڑے۔

عداس کی تنبیہ

قریش کے بدر کی طرف توجہ کرنے کے موقع پر عتبہ اور شیبہ اپنی اپنی زرہیں گھر سے نکال لائے اور مشورہ کرنے لگے اور عداس نے جوان کا غلام تھا طائف کے ایک باغ میں حضرت مصطفےٰ ﷺ پر ایمان لا چکا تھا، ان کا حال دیکھ رہا تھا کہنے لگے، اے عداس اس روز طائف کے باغ میں ہم نے جس شخص کے لیے تیرے ہاتھ انگور کا تحفہ بھیجا تھا تو اس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھتا۔ اس نے سوال کیا کہ کیا قصہ ہوا۔ کہنے لگے آج ہم اس سے جنگ کرنے جا رہے ہیں۔ عداس رونے لگا اور کہا واللہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور تمہارے لیے یہ مناسب نہیں کہ تم ان کے ساتھ جنگ کرو۔ ان لوگوں نے اس بات کی طرف دھیان نہ دیا اور اپنی قوم کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

بیان کرتے ہیں نو سو پچاس جنگجو ایک سو گھوڑے اور ستر اونٹ گانے بجانے والی عورتیں مع آلات ساز کافروں کے ہمراہ تھے اور گھڑ سوار، پیادے اور زرہ پوش لوگ الگ تھے۔ منقول ہے کہ اس سفر میں ایک روز عتبہ اور شیبہ باہم ایک دوسرے سے عاتکہ کے خواب کا تذکرہ کر رہے تھے اور اسی وحشت کے بارے میں جو ان کے دل پر طاری تھی، زیر بحث تھی۔ ابو جہل بھی وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ دونوں بھائیوں نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ ابو جہل نے کہا مجھے تعجب ہے بنی عبدالمطلب پر کہ انہوں نے اپنے مردوں کو جو ہم پر نبی بنا کر مسلط کر دیا ہے کیا وہ اس

بات پر بس نہیں کرتے کہ ان کی عورتیں یہ کہیں کہ اللہ نے ہم کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ خدا کی قسم جب ہم مکہ جائیں گے تو ان کو ذلیل و خوار کریں گے اور ایذا دیں گے۔ عتبہ نے کہا قریبی عزیزداری اور رشتہ درمیان میں ہے۔ اس کے بعد ان بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو مکہ لوٹ چلو۔ ابوجہل نے کہا کہ اپنی قوم کے ساتھ اتفاق کا دم بھر کر مخالفت پر اتر آئے ہو اور ہماری رسوائی کے درپے ہو، تمہارا کیا خیال ہے کہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھی ہم سے مقابلہ کی طاقت رکھتے ہیں، ڈیڑھ سو شمشیر زن میرے ہمراہ ہیں۔ اگر کسی منزل پر میں اُتر پڑوں تو وہ بھی اُتر پڑیں گے، اگر کسی مرحلہ سے کوچ کر جاؤں تو وہ بھی کوچ کر جائیں اگر تم لوٹنا چاہو تو لوٹ جاؤ۔ عتبہ اور شیبہ نے کہا بخدا تو ہلاک ہو کہ تم نے اپنی قوم کو بھی معرض ہلاکت میں ڈال دیا۔ بعدازاں عتبہ نے شیبہ سے کہا کہ ابوجہل بڑا بدبخت ہے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ سے وہ قرابت قریبہ ہے جو اسے حاصل نہیں اور حال یہ ہے کہ میرا لڑکا حذیفہ محمد ﷺ کے ساتھ ہے۔ اس کی بات پر عمل کرتے ہوئے ہم لوٹ چلیں۔ شیبہ نے بھائی سے کہا کہ اگر اس وقت ہم لوٹ چلیں تو ہمیں ملامت کی جائے گی اور ہمیں شرمسار ہونا پڑے گا۔ یہ کہہ کر جبراً و قہراً قتل گاہ میں جا پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ جب مشرک جحفہ میں پہنچے جہیم بن صلت بن عبدالمطلب بن عبد مناف نے خواب میں دیکھا کہ ایک گھڑسوار کے ساتھ اونٹ تھا وہ لشکر قریش کی طرف آنے لگا۔ جب ان کے پاس آ پہنچا تو کہا کہ عتبہ اور شیبہ، زمعہ بن الاسود، ابی بن خلف ابوالبختری، ابوالحکم بن ہشام اور نوفل بن خویلد اور دوسری جماعت کے نام لیے کہ ان کے بارے میں فیصلہ مشیت صادر ہو چکا ہے سہیل بن عمرو قید ہو جائے گا اور حارث اپنے بھائی سے نکل بھاگے گا۔ اس کے بعد اپنے اونٹ کے گلے پر چھری چلا کر اسے قریش کے لشکرگاہ کی طرف دوڑا دیا۔ مخالفوں کے خیموں میں سے کوئی خیمہ ایسا نہیں رہا کہ خون کے چھینٹے اس تک نہ پہنچے ہوں۔ اس خواب کا ذکر جب ابوجہل تک پہنچا تو کہا، اے لو یہ عبد مناف کے خاندان میں ایک اور پیغمبر پیدا ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ میں ہمارا شمار مقتولوں میں ہو گا۔ قریش جہیم سے کہنے لگے کہ تیرے خواب میں شیطان آیا تھا جو کچھ تو نے خواب میں دیکھا ہے کل بزور جنگ اس کے خلاف (اُلٹ) مشاہدہ کرے گا۔ کیونکہ کل ہم محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو قتل اور قید کریں گے۔

عتبہ نے صورت حال شیبہ سے کہہ سنائی اور کہا کہ یہ خواب عاتکہ کے خواب اور عداس کے قول سے ملتا جلتا ہے۔ اور عداس سے ہم نے کبھی جھوٹی بات نہیں سنی۔ ہم اس لشکر سے علیحدہ ہو جائیں اور محمد ﷺ سے جنگ کرنے سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں تو عرب میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ ہمارے بغیر بھی اس مہم کو سرانجام دے سکتے ہیں، اگر وہ سچے ہیں تو پھر ہم ان تمام لوگوں میں خوش نصیب ہوں گے۔ شیبہ کو یہ بات پسند آئی اور لوٹ چلنے میں اپنے بھائی عتبہ کا ہم نوا ہو گیا۔ اسی اثناء میں ابوجہل ان سے آ ملا اور پوچھنے لگا کہ کیا سوچ رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ واپس ہو جائیں۔ ابوجہل نے ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی اور اس قدر ان کو ورغلایا کہ وہ دونوں سگے بھائی راہ راست سے ہٹ گئے اور انہوں نے دوبارہ صحرائے گمراہی میں قدم رکھا اور حضور صلعم سے جنگ میں قریش سے متفق ہو کر بدر روانہ ہو گئے۔

واقدی کہتا ہے کہ جب ابوسفیان نے اپنے قافلہ کو خطرے کے مقام سے نکال لیا تو قیس بن امراء القیس کو قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ قوم کے خروج کا مطلب یہ تھا کہ ان کے مال پر کوئی مصیبت اور آفت نہ آئے۔ اب قافلہ کو خدا نے نجات دے دی ہے تو ہمیں واپس لوٹ جانا

چاہیے اور اہل مدینہ اور محمد ﷺ سے تعرض نہیں کرنا چاہیے کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ قیس کئی منزلیں طے کر کے بدقسمت قریش کے پاس پہنچا اور ابوسفیان کا پیغام پہنچایا تو ابوجہل نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم جب تک ہم بدر نہیں جائیں گے، تین دن رات وہاں قیام نہ کریں گے۔ وہاں کھانے نہ کھائیں گے، شرابیں نہ اڑائیں گے اور مغنیوں کا گانا نہ سن لیں گے، ہم واپس نہیں لوٹیں گے جب تک ہم یہ کام نہیں کریں گے ہماری شہرت دیگر قبائل میں نہیں پھیلے گی۔ اور ہمارا رعب و دبدبہ ان کے دل میں نہیں بیٹھے گا اور پھر کسی شخص کی مجال نہیں ہوگی کہ ہمارے درپے ہو۔

یہ بدر کا وہ موسم تھا کہ عرب اس میں ہر سال ایک بار وہاں جمع ہوتے میلہ لگتا دکانیں کھلتیں اور خرید و فروخت میں مشغول ہوتے۔ جب قیس نے ابوجہل کی یہ بات سنی تو فوراً واپس ہو گیا اور ابوسفیان کو اس کی خبر دی۔ ابوسفیان نے کہا کہ ابوجہل نے قوم کے سردار کی حیثیت سے اس قدر آگے بڑھ کر واپسی کو غلط جانا ہے مگر قسم ہے خدا کی اگر محمد ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے مقابلے میں آ گئے تو ان کو قتل کر دیں گے، اس عقیدہ کے باوجود قافلہ کو مکہ پہنچا کر فی الفور واپس لوٹا اور لشکر قریش کے ساتھ جا ملا اور معرکہ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے اس سے زیادہ ناپسندیدہ بات کوئی نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم ابوجہل ایک نہایت بدبخت شخص ہے۔ جب اخنس بن شریق کو جو بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ قافلہ کی صحیح سلامت پہنچنے کی اطلاع ملی تو کہا خدائے تعالیٰ نے تمہارے قافلہ کو نجات دی اور تمہارے اموال کو محفوظ و مامون رکھا، نوافل کو جو تمہارا آقا تھا خلاصی بخشی تو اب محمد ﷺ سے جنگ کرنے باز آؤ کہ وہ تمہارا بھتیجا ہے اگر وہ واقعی پیغمبر ہے تو تم اسعد ترین لوگوں میں سے ہو گے اور اگر وہ پیغمبر نہیں ہے تو دوسرے گروہوں سے اس کی لڑائی ہوگی۔ لہٰذا لوٹ جاؤ اور اس آدمی کی بات پر کہ ابوجہل کی بات پر عمل مت کرو کہ یہ اپنی قوم کی ہلاکت میں کوشاں ہیں اور ان کو ملیامیٹ کر دینے میں عجلت کر رہا ہے۔ بنو زہرہ نے اس کی نصیحت سمع رضا سے سن کر پوچھا کہ اب بھلا ہم کس بہانہ سے واپس جائیں۔ اخنس نے کہا جب رات ہو جائے میں اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دوں گا، تم چیخنا چلانا شروع کر دو کہ اس کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ ہر چند تمہیں چلنے کی ترغیب دیں تم کہو کہ ہم اس سے جدا نہیں ہو سکتے جب تک اس کی زندگی اور موت کا ہم کو یقین نہ آ جائے۔ بنو زہرہ اس بہانہ سے فائدہ اٹھا کر مکہ لوٹ گئے۔ جب نبی کریم ﷺ مقام روحا پر پہنچے تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ عرب کی وادیوں میں سے ایک مقدس وادی ہے، لہٰذا وہاں توقف فرمایا۔ اور عشاء کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد کہ وتر کے سجدہ سے سر اٹھایا تو کفار پہ لعنت بھیجی اور تمام مشرکوں میں سے ابوجہل، زمعہ و سہیل اور قریش کی دوسری جماعت کے لیے بددعا فرمائی اور اس قوم کی لعنت سے فارغ ہو کر ان مسلمانوں کے لیے (جو مکہ میں قید تھے) نجات کی دعا کی، ان میں سملہ بن ہشام عباس بن ابی ربیعہ وغیرہ تھے۔

بیان کرتے ہیں کہ دونوں گروہوں کے آمنے سامنے اور صف آراء ہونے سے پہلے سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے لیے ایک عرشہ (اونچی جگہ) بناتے ہیں اور سواری آپ ﷺ کے پاس تیار کھڑی ہوگی اور ہم لڑائی میں مشغول ہوں گے۔ اگر ہم دشمن پر غالب آ گئیں تو فبہا ورنہ پناہ بخدا اگر اس کے خلاف ہوا تو آپ ﷺ سواری مبارک پر تشریف رکھیں، اور اپنے دوستوں کی اس جماعت میں اپنے آپ کو پہنچائیں جو مدینہ میں باقی رہ گئی ہے۔ وہ جماعت وفاداری میں ہم سے کم نہیں۔ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ مہم لڑائی اور مقابلہ ہی سے انجام پذیر ہوگی تو رکاب ہمایوں سے ہرگز پیچھے نہیں رہیں گے۔ جس طرح سے کہ آج تک وہ خدمت اور معاونت کی شرائط بجا لا رہے ہیں۔

حضرت رسالت صلعم نے سعد کی رائے کو مستحسن قرار دیتے ہوئے ان کے حق میں دعائے خیر کہی۔ اصحاب رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے لیے ایک اونچی جگہ بنانے میں مشغول ہو گئے اسی اثناء میں مخالفان دین ظاہر ہونے لگے۔ سب سے آگے زمعتہ بن اسود گھوڑے پر جولانیاں کرتا ہوا آیا اس کا بیٹا اس کے پیچھے پیچھے۔ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت صلعم کی نگاہ اس پر پڑی تو کہا اے لائق پرستش خداوند بزرگ و برتر تحقیق کہ تو نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی اور مجھے جہاد کا حکم عطا فرمایا اور دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا اور تو اپنا وعدہ خلاف نہیں فرماتا اور پھر فرمایا کہ بارالٰہی یہ دیکھ قریش اپنے خیال میں تجھ سے جنگ کے لیے آئے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔ الٰہی میں اس نصرت کا منتظر ہوں کہ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔

جب آنحضرت صلعم نے عتبہ ربیع کو دیکھا تو فرمایا (جو کہ ایک سرخ بالوں والے اونٹ پر سوار چلا آ رہا تھا) کہ اس قوم میں اگر کوئی نیک ہے تو یہ صاحب شتر سرخ ہیں اگر قوم اس کی اطاعت کرے تو ہدایت پائے۔ یہ بات بظاہر آپ ﷺ نے اس لیے فرمائی کہ یہ ابتداء خروج مکہ سے انتہا تک قریش کو جنگ سے منع کرتا رہا تھا اور کسی طرح بھی اس جنگ کے لیے راضی نہیں تھا۔ جس قدر وہ زیادہ مبالغہ کرتا تھا اسی قدر ملعون ابو جہل اس کی مخالفت میں اہتمام کرتا تھا۔

محمد بن جبیر بن مطعم نے روایت کی ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مصلحت اس میں ہے کہ سلامتی سے لوٹ جاؤ اور جو جنگ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا باعث ہو میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے اس بات سے کہ میں تم سے لڑوں۔ جب حکم بن خرام نے پیغام حضرت رسالت مآب ﷺ سنا تو کہا محمد ﷺ نے انصاف کی بات کہی ہے، اسے قبول کر لو اور اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ ابو جہل نے اس نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ بخدا ہم نہیں لوٹیں گے اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قدرت انتقام اور قوت دی ہے تو ہم اپنا کینہ اس قوم سے نکالیں گے تا کہ اس کے بعد کوئی شخص کسی قافلہ سے معترض نہ ہو اس طرح اس لعین نے صلح کی کوئی کوشش کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دی۔

جب تین سو تیرا افراد پر مشتمل لشکر اسلام زور مشرکین مکہ میدان بدر میں آمنے سامنے آئے تو اہل اسلام کے لشکر میں تین جھنڈے تھے ایک تو مہاجروں میں سے ایک شخص کے پاس اور دو انصار کے پاس۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے مہاجروں کا جھنڈا مصعب بن عمیر کو دیا اور خزرج کا جھنڈا اخباب المنذر کو اور اوس کا علم سعد بن معاذ کو مرحمت فرمایا۔ اور کہا کہ مہاجروں کا شعار بنی عبدالرحمٰن کے ساتھ، اوس کا بنی عبداللہ اور خزرج کا شعار بنی عبداللہ کے ہمراہ ہوگا۔ مشرکوں کے بھی تین جھنڈے تھے، ایک طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں، دوسرا ابی عزیز بن عمرو کے اور تیسرا ثالث بن النضر کے ہاتھ میں تھا اور یہ تینوں کا سلسلہ نسب عبداللہ بن قصی تک پہنچتا ہے۔ جب طرفین نے جنگ کا قصد کیا نبی کریم ﷺ نے ایک لکڑی ہاتھ میں لے کر صف بندی فرمائی۔ اس کے بعد اصحاب سے کہا کہ تم میں سے کوئی میری اجازت کے بغیر نہ تلوار چلانا اور نہ کفار پر حملہ کرنا جب وہ تمہارے قریب آئیں تو تم ان پر تیر برسانا اور تیر چلانے میں اس قدر کھچا رکھیں کہ تمہارا تیر انتہا تک نہ پہنچے۔ اس خدا کی قسم کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ جو بھی ان سے جنگ کرے گا اسے بہشت دائمی ملے گی۔

آغاز جنگ بدر

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے مشرکوں میں جس شخص نے میدان میں قدم رکھا اور جنگ کرنے کے لیے آگے آیا عتبہ بن ربیعہ تھا وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کے ہمراہ آگے بڑھا۔ واقعہ یہ تھا کہ عتبہ نے ابو جہل کی سرزنش کی بناء پر کہ اس نے اسے غداری اور بزدلی سے منسوب کیا تھا۔ متاثر ہو کر جنگ وقتال کے لیے سب سے پہلے قدم اٹھایا۔ زرہ پہنی پھر ہر طرف دیکھتا تھا کہ کہیں سے سر پر پہننے والی ایسی کوئی خود ہاتھ آجائے کہ اس کے سر پر پوری اُترے مگر ایسی کوئی خود نہیں ملی کیونکہ اس کا سر بہت بڑا تھا اس وجہ سے پگڑی پر ہی اکتفا کرنا پڑا، اپنے بھائی اور بیٹے کے ساتھ جنگ کے لیے نکلا، اسے حکم بن خرام نے نصیحت کی مگر مفید ثابت نہ ہوئی۔ اسی اثناء میں عتبہ کی نظر ابو جہل پر پڑی جو ایک گھوڑی پر سوار مشرکین جنگ کی ایک صف میں کھڑا تھا نہایت جوش سے اس نے تلوار سونتی اور ابو جہل کی گھوڑی کو ایڑی لگائی اور کہا کہ آج سواری کا دن نہیں کیونکہ قوم کے اکثر اکابر پیدل ہیں۔ ابو جہل گھوڑی سے اتر پڑا۔

اس کے بعد عتبہ، شیبہ اور ولید میدان میں آئے اور نعرہ لگایا کہ ہے کوئی لڑنے والا! لشکر اسلام میں سے تین انصار نوجوان یعنی حارث کے بیٹے میدان میں نکلے اور ایک روایت کے مطابق معاذ کی بجائے عبداللہ بن رواحہ تھے۔ کفار نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا کہ ہم انصاری ہیں۔ انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں، ہم اپنے چچازادوں کو میدان میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے صدا لگائی کہ اے محمد ﷺ ہمارے اہل خاندان کو بھیجیں۔ حضور نے حمزہ، علی اور عبید بن حارث رضی اللہ عنہم کو اشارہ فرمایا کہ میدان میں نکلیں۔ جب وہ میدان میں آئے تو کفار نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو، انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ پس عبیدہ جوان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے اور ان کی عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی تھی عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت حمزہ شیبہ کی طرف اور علی ولید کی جانب، حضرت علی نے ولید پلید کو پہلے ہی وار میں جہنم رسید کر دیا۔ حضرت حمزہ نے شیبہ کو زخم کاری لگایا مگر عبیدہ نے عتبہ سے زخم کھایا۔ چنانچہ ان کے پاؤں کی ہڈی کا گودا نکل کر میدان میں جا پڑا۔ علی اور حمزہ عبیدہ کی مدد کو آئے دیکھتے ہی دیکھتے اور ان کے دشمن کو قتل کر دیا۔ عبیدہ کو اٹھا کر حضور صلعم کے پاس لایا گیا۔ عبیدہ بولے یا رسول اللہ صلعم میں شہید ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا تو شہید ہی نہیں بلکہ سعادت مندوں میں سرفہرست ہے۔ چنانچہ جنگ بدر سے لوٹتے ہوئے وادی صفرا یا وادیٔ روحا میں راہی ملک عدم ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

جونہی جنگ کی آگ بھڑکی اور سرکار دو عالم ﷺ نے کفار کی شرکت کو ملاحظہ فرمایا اور دوستوں کی تعداد کی کمی اور دشمنوں کی فراوانی کا مشاہدہ فرمایا تو دعا کی، قبلہ گاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ سپیدی بغل ظاہر ہو گئی اور آپ ﷺ کے کندھے سے چادر گر گئی۔ فرمایا **اللھم ما وعدتنی** اس کلمہ کی تکرار فرماتے جاتے **اللھم ان تھلک ھذہ لعصابتہ اھل الاسلام لا فی الارض ابداً**۔ کہتے ہیں کہ دعا میں آپ ﷺ نے اس قدر زور دیا کہ صدیق اکبر نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ کی زاری حد سے گزر چکی تھی اسے آپ ﷺ کی چادر مبارک کندھے سے گر چکی تھی آپ ﷺ کے مقدس کندھے پر ڈال دیا اور آپ ﷺ کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور کہا یا رسول اللہ صلعم بے شک آپ ﷺ کے ساتھ جو وعدہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا ہے وہ پورا ہو گا۔

اہل اسلام کی امداد کیلئے ملائکہ علیہم السلام کا نزول

ارباب سیر و تاریخ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت صلعم نے حضرت خداوند بزرگ کے دربار میں دُعاء نیاز مندی فرمائی تو حضور پر ہلکی سی غنودگی کا غلبہ ہوا۔ اُونگھ کے خلوت خانہ میں آنکھیں جھپکائی ہی تھیں کہ بیدار ہو کر فرمایا کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم کو مبارک ہو کہ دین اسلام کی نصرت کے لیے تائید آسمانی ہو چکی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار زرہ پوشوں کی جماعت کے لیے روائے پاکدامنی اوڑھے مخصوص عمامے باندھے اس کے دونوں کنارے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑے سدھائے ہوئے ابلق گھوڑوں پر سوار زمین پر آئے اور مومنوں کے لشکر کے قلب میں صف آرا ہو گئے اور میکائیل نصرت پناہ خوش پوش دوسرے ہزار سواروں کے ساتھ لشکر کے داہنے اور اسرافیل فرشتوں کے افواج کے گھڑ سوار اور آسمانی محفلوں کے سپہ سالاروں کے ہمراہ ظفر مند فوج اسلام کے بائیں جانب اترے اور کافروں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد سرور عالم ﷺ ان جنگجوؤں کے استقبال کے لیے اپنی جگہ سے اٹھے اور میدان میں تشریف لائے اور آیت کی تلاوت فرمائی اور اپنے دینی بھائیوں کو فتح مندی کا مژدہ سنایا اور ایک مٹھی بھر ریت اٹھا کر قریش کے ذلیلوں کی طرف پھینکی اور اس فضا میں آیت "شاھت الوجوہ" کا جھنڈا کافروں کی شکست کے لیے بلند کیا۔

مسلمانوں کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مجاہدو! دوڑو، پس مسلمانوں نے ملائکہ اور احکم الحاکمین کی امداد و تائید سے یکبارگی حملہ کیا اور ان نیکوکاروں نے ان شریروں کو ہلاک کر دیا۔ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ" کی حقانیت کا ظہور رہا۔ حکم بن خرام کہتا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے مٹھی بھر ریت ہماری طرف پھینکی تو ہم نے ایک آواز سنی جو آسمان سے آ رہی تھی، کنکریوں کی آواز کی طرح جو طشت میں گرتے وقت پیدا ہوتی ہے اور ہم اس آواز کو سن کر دوڑ پڑے۔ نوفل نے بھی معاویہ سے اسی طرح روایت کی کہ اس روز ہم نے اپنے عقب میں کنکریوں کے کھنکنے کی آواز سنی جیسے کسی طبق سے گر رہی ہوں۔ نقل ہے کہ حضرت مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ نے کہا میں لڑائی کے دوران تین مرتبہ اس چبوترہ پر خبر گیری کے لیے گیا، جس پر حضور تشریف فرما تھے، ہر مرتبہ آنسرور ﷺ کو "یا حی یا قیوم برحمت استغیث" پڑھتے ہوئے سجدے میں گرا ہوا پایا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد ہم نے فتح کے آثار کا مشاہدہ کیا۔

شاہ مرداں کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ بدر کی جنگ کے روز ایک سخت ہوا چلی کہ اس طرح کی ہوا ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی اس کے بعد اسی طرح تیزی سے دوسری بار اور پھر اس کے بعد اس قدر سختی کے ساتھ ہوا چلی اس طرح تین مرتبہ جو ہوا پے در پے چلی تو اول جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار مقرب فرشتوں کے ساتھ اور دوسری دفعہ میکائیل اور تیسری مرتبہ اسرافیل علیہ السلام آئے۔

اسی اثناء میں ابو جہل لعین نے اپنی قوم سے کہا عتبہ، شیبہ، ولید کے قتل سے تم کو خائف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ مغرور اور خود رائے تھے اور جنگ میں جلد بازی کرتے تھے اور فضول طریقہ سے لڑ رہے تھے۔ خدا کی قسم ہم یہاں سے واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو قتل نہ کر دیں۔ بشرطیکہ تم میں سے کوئی محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ میں سے کسی کو قتل نہ کرے بلکہ ان کو زندہ گرفتار کر لو پھر دیکھنا ہم ان کے

ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور ان پر کیا آفت ڈھاتے ہیں کہ دُنیا ان کا حال دیکھ کر عبرت پکڑے گی اور پھر کسی کو اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کرنے کی جرات نہ ہوگی اور ان کے بزرگوں سے جن کی پرستش کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اس سے روگرداں نہ ہوں گے۔

نقل ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا کہ بدر کے دن میں نے لوگوں کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار ہیں لوگوں کو جو قتل اور قید کرنے میں مصروف ہیں۔ ابوالسید بیان کرتے ہیں کہ بنی غفار کے ایک شخص سے ہم نے سنا کہ کہتا تھا کہ میں اور میرا چچازاد بھائی جنگ بدر کے درمیان ایک پہاڑ پر چڑھے تا کہ دیکھیں کہ طرفین میں کون کامیاب و کامران ہوتا ہے اور حال یہ کہ ہم دونوں مشرک تھے۔ اسی اثناء میں ہم نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ہمارے قریب سے گزرا اور اس بادل کے ٹکڑے کے اندر سے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور لوہے کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور ہماری سماعت سے یہ بات ٹکرائی کہ ایک کہنے والا کہتا تھا "اقدم یا خیروم" یعنی آگے بڑھ اے خیروم (خیروم جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) میں نے اس گھوڑے کی طرف ٹکٹکی باندھی کہ دیکھیں کہاں جاتا ہے ہم نے دیکھا وہ بادل کا ٹکڑا رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف رواں ہے۔ ایک لحظہ کے بعد وہ لوٹا اور جو کچھ پہلے سنا تھا وہی آوازیں پھر سنائی دیں۔

بیان کرتے ہیں کہ ملائکہ کے سپاہ کی اس دن خاص طور پر پگڑیاں سرخ، سبز اور زرد رنگ کی تھیں اور چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے جن کے ماتھے نشان زدہ تھے اور مشرک ملائکہ کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سن رہے تھے مگر انہیں گھوڑے نظر نہیں آ رہے تھے جب کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے جاتا اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا اس کے سر کو کٹا ہوا پاتا۔ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ایک انصاری ایک کافر کے تعاقب میں جا رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک کوڑے کے چلنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی آواز کہ کہتا تھا "اقدم یا خیروم" جب اس نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہ کافر جو اس کے آگے آگے دوڑا جا رہا تھا وہ گر پڑا تھا اور اس کا منہ پھٹ چکا تھا اور اس کی ناک ٹوٹ چکی تھی۔ وہ انصاری پیغمبر ﷺ کے پاس آیا، اور جو حالت دیکھی تھی وہ بیان کی۔ فرمایا کہ وہ آسمان سوم کے ملائکہ میں سے تھا۔ ثابت ابن حبش سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے قسم کھائی کہ بخدا مجھے بدر کے دن کسی انسان نے اسیر نہیں کیا پوچھا گیا پھر تجھے کس نے گرفتار کیا۔ کہا کہ جب قریش نے راہ فرار اختیار کی تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگا، ناگاہ ایک شخص میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھے باندھ لیا۔ وہ شخص لمبے چوڑے قد والا گورا چٹا ایک ابلق گھوڑے پر فضا میں سوار تھا۔ اس اثناء میں عبدالرحمٰن ابن عوف میرے پاس پہنچے اور مجھے بندھا ہوا پایا، ہر چند آواز لگائی کہ یہ کس کا قیدی ہے مگر کسی صحابی کی اس نے کوئی آواز نہ سنی۔ اس کے بعد مجھے رسول اللہ صلعم کے پاس لے گئے۔ آنسرور صلعم نے فرمایا کہ اسے معزز فرشتہ نے گرفتار کیا ہے، پھر کہا اے ابن عوف اپنے قیدی کو لے جا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تین مشرکوں کے سر حضور صلعم کی خدمت میں لے گیا اور بتایا کہ دو کو تو میں نے قتل کیا ہے تیسرے کو قتل ایک ایسے شخص نے کیا کہ جو سفید کپڑوں میں ملبوس اور دراز قامت تھا۔ میں نے اس کا سر بھی اٹھا لیا اور ان دونوں سروں کے ساتھ ملا کر آپ ﷺ کو دکھانے کے لیے لایا ہوں، فرمایا "ذاك فلان من الملائکه" نقل ہے کہ بعض اصحاب کہتے تھے کہ ہم کسی شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے اور قبل اس کے کہ ہم تلوار کا وار کریں اس کا سرتن سے جدا ہو جایا کرتا تھا۔ نقل ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ملائکہ جنگ بدر میں ایک ایسی شکل میں متشکل تھے کہ مومن ان کو پہچان لیتے تھے۔ وہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھاتے اور ان کو بہادر بننے کی ہدایت کرتے۔ حق تعالیٰ نے اس سلسلہ

میں فرمایا ''واذ یوحی ربك الی الملائکة انی معکم فثبوا الذین آمنوا '' پروردگار نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، مومنوں کی ہمت بندھاؤ اور ان کو دلیر بناؤ۔ غرض یہ کہ نزول ملائکہ اور ان کے جنگ کرنے اور انسانی شکلوں میں آنے کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ فرشتے آسمان سے اترے اور انہوں نے کفار سے جنگ کی اور مومنوں کی نظر میں خوبصورت شکل میں جلوہ گر ہوئے اور بعض ایسی صورتوں میں تھے کہ مومنوں نے انہیں پہچان لیا۔

اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل

مقتولوں میں سے ایک مشہور شخصیت اُمیہ بن خلف کی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں میرے اور امیہ کے درمیان رشتہ دوستی استوار تھا، اس وقت مجھے عبد عمرو کہا جاتا تھا۔ جب میں مشرف بہ اسلام ہوا تو حضور صلعم نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ ایک روز امیہ نے مجھ سے کہا تیرے باپ نے تیرا جو نام رکھا تھا تو نے وہ کیوں تبدیل کیا۔ اب میں تجھے عبدالرحمٰن نہیں کہوں گا کیونکہ یمامہ میں مسیلمہ کو رحمان کہتے ہیں، لہٰذا میں تجھے دوسرے نام سے پکاروں گا۔ میں نے کہا یا ابا علی تو مجھے جس نام سے چاہے پکار، اس نے کہا آج سے میں تجھے عبداللہ کے نام سے پکاروں گا۔ چنانچہ میں نے اسے قبول کر لیا۔ وہ مجھے اثنائے گفتگو اور مخاطبت میں عبداللہ کے نام سے پکارتا۔ قدرتی طور پر بدر کے دن جب مشرک بھاگ اٹھے تو مجھے جنگ دو زرہ غنیمت میں ملے میں انہیں اٹھائے لیے جا رہا تھا کہ امیہ بن خلف کی نظر مجھ پر پڑی، اس کا بیٹا علی بھی اس کے ساتھ تھا جب اُمیہ نے مجھے دیکھا تو آواز دی یا عبد عمرو! میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے مجھے عبداللہ کے نام سے پکارا میں نے جواب دیا۔ اس نے کہا مجھے قتل مت کرنا تاکہ ان زرہوں سے زیادہ میں تجھے فائدہ پہنچاؤں۔ میں نے زرہیں پھینک دیں اور باپ اور بیٹے کو پکڑ کر لے چلا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر ہم پر پڑی، چونکہ امیہ نے مکہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت دکھ پہنچایا تھا تاکہ وہ دین اسلام سے منحرف ہو جائے چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے ہی چیخ اٹھے اے انصار اللہ اور انصار رسول اللہ یہ دیکھو سالار و سردار مشرکان امیہ بن خلف! اگر وہ رہائی پا لے تو میرا اپچنا ممکن نہیں۔ جب اہل اسلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو اُمیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے ہر چند کہا کہ یہ دونوں اسیر ہیں مگر کسی نے میری بات پر دھیان نہ دیا۔ آخر کار اُمیہ کو پشت کے بل گرا لیا گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اس کے اُوپر ڈال دیا مگر خباب بن المنذر نے تلوار سے اس کی ناک کاٹ لی جب امیہ نے اپنی ناک کٹی ہوئی دیکھی تو کہا اے عبداللہ مجھے چھوڑ دے لامحالہ میں نے اسے چھوڑ دیا، اور اس کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لیا، اسی اثناء میں خبیب بن یساف نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور خباب بن المنذر نے علی بن امیہ کے پاؤں پر وار کر کے اسے بدن سے جدا کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے بتایا کہ اس وقت علی اس طرح چیخا کہ اتنی سخت اور ہیبت ناک آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کے بعد عمار یاسر نے اس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق نقل ہے کہ وہ کبھی کبھی کہا کرتے کہ خدائے تعالیٰ بلال رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کہ انہوں نے میری زرہوں کو ضائع کر دیا اور میرے قیدیوں کو قتل کروا دیا۔ دوسرا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام مغیرہ سے جنگ کی اور ان کو پچھاڑ دیا۔

آنحضرت صلعم کے دو معجزے

۱۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بدر کے روز میری تلوار ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ صورت حال سے واقف ہو کر ایک لکڑی مجھے دی وہ لکڑی میرے ہاتھ میں ایک سفید اور لمبی تلوار کی صورت اختیار کر گئی اور اس سے میں دشمنوں سے جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے راہ اختیار کی۔

۲۔ بنی الاشہد کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ سلمہ بن اسلم کی تلوار جنگ بدر میں ٹوٹ گئی۔ ان کے پاس اس کے سوا کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی وہ آپ نے انہیں مرحمت فرمائی، وہ ایک تیغ براں ہوگئی۔ یہاں تک کہ جنگ خیبر کے دن آپ کے ہاتھ سے کہیں گر گئی اور کھو گئی۔ انہوں نے حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں شہادت پائی۔

بدر کے بعض قیدی

کہتے ہیں کہ جو ستر آدمی بدر کی جنگ میں مارے گئے ان میں سے تقریباً تیس آدمی مشاہیر قریش میں سے تھے۔ دوسرے ان کے سرداروں میں سے جو بچے تقدیر میں اسیر اور دستگیر ہوئے۔ قیدی رؤسا میں سے عباس ابن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب، ابوالعاص بن الربیع، ابوعزیز بن عمرو ولید بن الولید بن المغیرہ، وہب بن عمر، وہب بن جحی، سہیل بن عمرو، عتبہ بن ابی مغیط، نظر بن الحارث، عتبہ و نظر قید ہونے کے بعد قتل کیے گئے۔ مسلمانوں میں سے ۱۴ آدمی شہید ہوئے مہاجروں میں سے چھ اور انصار میں سے آٹھ۔

ابوجہل لعین کا قتل اور اس کے قاتل

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ بدر کے میدان میں دو انصاری نوجوانوں کے درمیان مصروف جنگ تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش میں دو پہلوانوں کے درمیان ہوتا جو آزمودہ کار بہادروں میں سے ہوتے۔ ان نوجوانوں میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا، چچا جان! آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں، اس سے تمہارا کیا مطلب؟ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ اس نے حضور ﷺ کو بے انتہا دکھ اور ایذا پہنچائی ہے، لہٰذا میں نے عہد کیا ہے کہ جب اس سے ملاقات کروں تو اس سے بھڑ جاؤں۔ حتیٰ کہ ہم دونوں میں سے ایک قتل ہو جائے۔ دوسرے جوان نے بھی یہی بات کہی۔ میں ان دونو جوانوں کی بات سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے دل میں ایک طرح کی طاقت محسوس کی۔ ایک لحظہ کے بعد ہی ابوجہل اونٹ پر سوار ظاہر ہوا جو لشکر کے درمیان جولانیاں دکھا رہا تھا، میں نے اسے ان لڑکوں کو دکھایا۔ دونوں باز کی طرح اس پر جھپٹے اور ابوجہل پر ٹوٹ پڑے۔ اور اپنی تلوار سے اس ذلیل بیہودہ کے پاؤں قلم کر کے اس کو زمین پر گرا لیا وہ دو سعادت مند نوجوانوں معاذ اور معوذ تھے۔ ان کو کبھی باپ کی جانب منسوب کر کے ابناء حارث کہا جاتا ہے اور کبھی ماں کی طرف منسوب کر کے پسران غفیرا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ معاذ پسر غفیرا سے پوچھا گیا کہ ابوجہل جنگ بدر میں کس طرح مارا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے ابوجہل کو ایک زخم لگایا کہ اس کی پنڈلی جدا ہوگئی۔ عکرمہ اس کا لڑکا میرے پیچھے آیا اور ایک تلوار کا وار کر کے میرے ہاتھ کو تن سے جدا کر دیا۔ چنانچہ وہ میرے پہلو سے لٹکنے لگا اور ابھی میں لڑ رہا تھا مگر اس ہاتھ سے میں بڑا تنگ تھا۔ چنانچہ اس کٹے ہوئے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر جسم سے اکھیڑ دیا۔ کہتے ہیں معوذ برادر معاذ نے اس زخم کے بعد دوسرا وار ابوجہل پر کیا اور اسے قتل کر کے

سواری سے نیچے گرا دیا۔ پھر دونوں حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور اس ملعون کے قتل کا واقعہ عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے اسے قتل کیا۔ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم دونوں اپنی اپنی تلواریں لاؤ جب وہ اپنی تلواریں لائے تو حضور ﷺ نے ان کو بغور ملاحظہ فرمایا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے لیکن اس کا مال معاذ کو عطا فرمایا۔ معوذ آنحضور ﷺ کے پاس سے لوٹ کر دوبارہ جنگ میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ شہادت کے مرتبہ عظیم پر فائز ہو گئے۔ معاذ نے بھی اسی طرح زخم کھائے لیکن حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غفیرا کے لڑکوں پر رحم کرے کہ وہ کافروں کے سرکردہ پیشوا اور اس امت کے فرعون کے قتل میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ دوسرا کون شخص ان کے ساتھ قتل ابو جہل میں شریک تھا، آپ ﷺ نے فرمایا فرشتے ان کے ساتھ تھے۔ مستقصیٰ میں ابو جہل کے قتل کی نسبت معاذ بن عمرو بن جموح سے کی گئی ہے اور واقدی سے نقل کیا جاتا ہے کہ ابو جہل کی تلوار آج تک معاذ بن عمرو کے ہاتھ ہے۔ نقل ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین کی ہزیمت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ابو جہل کی خبر لائے کہ اس کا کیا انجام ہوا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فوراً اس معاملہ کی کھوج میں نکلے اور کشتوں کے پشتے میں ابو جہل کو دیکھا خوار زار اور زخمی اس کی ابھی سانس باقی تھی چونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے بہت اذیتیں اٹھائی تھیں لہٰذا آئے اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور اس کی داڑھی پکڑ کر کہا کہ تو اس حال میں کہ ذلیل وزار اور سوگوار ہے۔ دشمن خدا ابو جہل نے کہا کہ میں اس سے زیادہ کیا کہوں کہ ایک جواں مرد کو اسی کی قوم نے مار ڈالا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اے ابو جہل تیرا قاتل میں ہوں تو اس نے مجھے جواب دیا کہ نہیں تجھ سے پہلے غلاموں نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ کیا اچھا ہوتا کہ مجھے کوئی غیر دہقانی قتل کرتا اور اس کلام میں انصار کے ساتھ تعریض تھی کیونکہ وہ دہقانی کہلاتے تھے۔

جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے تو اس ملعون نے کہا کہ اے شکاری تو بلند و بالا جگہ پر پہنچ گیا ہے اب بتا کہ فتح و نصرت کس کو ملی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا خدا اور اس کے رسول کے حصے میں آئی۔ اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اے دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے کیونکہ اس نے غرق ہوتے وقت اپنے ناپسندیدہ کردار کا اعتراف کرتے ہوئے انصاف سے کام لیا تھا۔ لیکن تو اس حالت میں گمراہی اور ضلالت پر اصرار کرتا ہے۔ ابو جہل نے کہا تم اپنے آقا سے کہہ دو یعنی محمد ﷺ سے کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور میرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار نکالی اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب اس کا سر تن سے جدا کیا جا رہا تھا تو اس ملعون نے وصیت کی کہ میری گردن کا ایک مہرہ مرے سر کی طرف کر دینا تا کہ دشمنوں کی نظر میں میرا سر بڑا معلوم ہو۔

نقل ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب اس ملعون کے سر کو میں نے تن سے جدا کیا تو مجھ میں یہ طاقت نہیں تھی کہ میں اسے اٹھائے رکھتا۔ لہٰذا اسے زمین پر پٹخ دیا اور کہا یا رسول اللہ صلعم یہ ہے ابو جہل کا سر! رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ وہی ہے میں نے کہا بخدا وہی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ اٹھ کر اس کے سر کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور خوب غور سے دیکھ کر فرمایا ''الحمد للہ الذی بطیر اك '' اور فرمایا یہ شخص اس امت کا فرعون ہے۔ خداوند جل وعلا کا شکر ہے کہ ایک دشمن دین کو ہلاک فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ سجدہ شکر بجا لائے اور ایک دوسری

روایت میں ہے کہ نماز شکرانہ ادا کی۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ میں بنی ہاشم وغیرہ کی ایک جماعت کو جانتا ہوں جنہیں مکہ سے زبردستی لایا گیا ہے۔تم میں سے جو بھی بنی ہاشم خصوصاً عباس بن عبدالمطلب کے پاس پہنچے، چاہیے کہ وہ اسے قتل نہ کرے اور اسی طرح ابوالبختری جس نے قریش کے عہدنامہ کو بنی ہاشم کی عداوت میں لکھا تھا کو باطل کرنے کی بے حد کوشش کی تھی اور آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی بلکہ مشرکین کو آنحضرت ﷺ کی ایذا رسانی سے روکتے تھے اور کہتے ہیں کہ ابوحذیفہ بن عتبہ نے حضرت آنسرور ﷺ کی وصیت سن کر کہا کہ ہم اپنے باپوں، بھائیوں اور چچاؤں کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں، خدا کی قسم اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اس کے منہ پر تلوار ماروں گا جب حذیفہ کی بات آنحضرت ﷺ کے کانوں تک پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے ابا حیفض رضی اللہ عنہ! کیا تو نے نہیں سنا کہ ابوحذیفہ کیا کہتا ہے۔رسول خدا ﷺ کے چہرہ پر تلوار مارتا ہے۔امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت فرمایئے کیونکہ وہ منافق ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا، وہ منافق نہیں ہے، لیکن اپنے بھائی، باپ اور چچا کے غم سے یہ بات کہتا ہے۔اے عمر رضی اللہ عنہ! تو اسے قتل مت کر، خدا تعالیٰ اسے شہادت عنایت فرمائے گا اور وہ شہادت اس بات کا کفارہ بن کر اسے جنت میں لے جائے گی۔کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی گفتگو ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی یہ خبر سن کر اپنی بات سے بہت پشیمان ہوا، اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کانپ اٹھا۔پھر غزوات میں جاتے اور کفار کے ساتھ بڑی بڑی جنگیں لڑتے رہے اس امید پر کہ اسے شہادت نصیب ہو، آخر کار مسلیمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوا۔رضی اللہ عنہ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابوالیسیر کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کو قید کیا، وہ ایک کوتاہ قد شخص تھا اور عباس رضی اللہ عنہ بلند و بالا اور عظیم الجثہ تھے۔آنحضرت ﷺ نے ابوالیسیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تو نے عباس رضی اللہ عنہ کو کیسے گرفتار کیا۔اس نے کہا اس معاملہ میں میری ایک ایسے شخص نے امداد کی جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس عجیب و غریب شکل تھی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو تو نے دیکھا ایک کریم فرشتہ تھا جس نے تیری مدد کی۔

عباس بن عبدالمطلب مسلمانوں کی قید میں

کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے قیدیوں کو مضبوط رسیوں سے اچھی طرح باندھا ہوا تھا، عباس رضی اللہ عنہ اس تکلیف کی وجہ سے جو رسیوں کے باندھنے سے اسے پہنچتی تھی رات بھر روتے رہے۔رسول اللہ ﷺ کو عباس بن عبدالمطلب کے نالہ وزاری سے نیند نہیں آ رہی تھی۔ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو محسوس کر کے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق تمام قیدیوں کے ساتھ نرمی کا وہی معاملہ کیا جو عباس رضی اللہ عنہ سے کیا۔ہم عباس بن عبدالمطلب کے ایمان کا واقعہ بعد میں نقل کریں گے۔

چوبیس سرداران قریش کو بدر کے ایک کنوئیں میں پھینکا گیا تھا، ابن خلف کے کٹے اعضاء کی وجہ سے کہ اسے اس کنوئیں تک کھینچنا مشکل

تھا۔ چنانچہ اسے اسی جگہ گڑھا کھودا کر لڑھکا دیا، اور لاش پر مٹی اور پتھر ڈال دیئے گئے۔ جب آنحضرت ﷺ کا حکم وارد ہوا کہ اہل کفر کی لاشوں کو اس مقررہ کنوئیں میں ڈالیں تو غلبہ کو بھی اس کے ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق ڈال دیا گیا۔ اس وقت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھا تو اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور اس کے اثرات اس کے چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا، اے ابو حذیفہ تیرے دل میں اس واقعہ سے جو تیرے باپ کے ساتھ پیش آیا شک پیدا نہیں ہوا۔ اس پر ابو حذیفہؓ نے کہا میرے باپ کے اخلاق اچھے تھے، اور پسندیدہ صفات کا مالک تھا۔ مجھے ہمیشہ اُمید تھی کہ ان صفات کی برکت سے وہ دولت اسلام سے سرفراز ہو گا۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہو سکا اس وجہ سے پریشان ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات سن کر ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

آنحضرت ﷺ کا دستور تھا کہ جس جگہ فتح و نصرت حاصل ہوتی وہاں تین روز قیام فرماتے، اسی بناء پر تیسرے روز اس کنوئیں پر جہاں گمراہوں کے لاشے پڑے ہوئے تھے تشریف لائے اور کھڑے ہو کر ایک ایک کا نام لے کر انہیں پکارا کہ اے عتبہ بن ربیعہ، یا شیبہ بن الربیع اور یا فلاں وفلاں ''فحدتم ماوعد ربکم حقا '' یعنی خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا تم نے اسے سچا پایا، میں نے یقیناً پروردگار کے وعدہ کو حق پایا۔ تم جھٹلاتے تھے اور دوسرے تصدیق کرتے تھے تم نے مجھے شہر سے باہر نکالا، دوسروں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی، دوسروں نے میری مدد و اعانت کی۔

نقل ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ بے رُوح جسموں کے ساتھ باتیں کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے یہ سوال کیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا، جو بات میں کہتا ہوں وہ آپ سے زیادہ سنتے ہیں۔ اس باب میں ارباب حدیث کے درمیان بہت قیل و قال ہے کہ مردہ بات کیسے سنتا ہے۔ یا تو علم کے معنی میں ہو گا جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پوچھنے والوں کے جواب میں اس طرح فرمایا ''لقد علموا ان ماوعد ربھم حقا '' یا تاویل کرتے ہیں جیسا کہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے اس وقت مشرکین کو زندہ کر دیا، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی آواز کو انہوں نے سنا، ان کی حسرت و ندامت بڑھ گئی، دراصل ان تاویلات کی ضروریات نہیں ہے۔ کیونکہ رُوح کے قالب کے ساتھ تعلق کی وجہ سے مفارقت کے بعد ادراکات باقی ہیں۔ قبر کے سوال پر ایمان بھی اسی اعتقاد پر مبنی ہے اگرچہ بعض آلات زیادہ قوی کی طرف منتقل ہو جانے کی وجہ سے بیکار ہو گئے ہوتے ہیں۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہ حارثہ بن ربیع جس کی والدہ ربیع کے نام سے موسوم تھی اور اس کا باپ سراقہ بنی نجار سے تھا، بدر میں آیا تھا اور جنگ کا نظارہ کرتا تھا، وہ ابھی بچہ تھا اور حوض سے منہ کے ساتھ پانی پیتا تھا، اتفاقاً ایک تیر جو کسی دوسرے کی طرف پھینکا گیا تھا اس کے سینہ پر لگا چنانچہ اس سے وہ شہید ہو گیا، شہادت کی خبر جب اس کی ماں کے پاس پہنچی جو مدینہ میں تھی، اس کی ماں نے کہا، خدا کی قسم میں اپنے بیٹے پر گریہ نہیں کروں گی جب تک رسول اللہ ﷺ نہیں آ جاتے ان سے پوچھوں گی اگر میرا بیٹا جنت میں ہوا تو اس کے لیے نہیں روؤں گی اور اگر دوزخ میں ہوا تو آنسوؤں کی بجائے آنکھوں سے خون بہاؤں گی۔ جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں تشریف لائے تو ربیعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا کہ یا رسول

اللہ ﷺ آپ ﷺ کو حارثہ کے ساتھ میری محبت کا عمل ہے اور میری محبت کے سبب کو بھی جانتے ہیں، میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ جنت میں ہے تا کہ میں اس مصیبت میں صبر کروں، وگرنہ خدا جانتا ہے کہ میں اپنے جگر گوشتہ کے لیے کیا کروں گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ام حارثہ! وہ ایک جنت میں نہیں ہے بلکہ کئی جنتوں میں ہے اور اس کا ٹھکانہ فردوس اعلیٰ میں ہے۔ ربیعہ نے کہا لامحالہ میں اپنے فرزند کے لیے نہیں روؤں گی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، اپنے دست مبارک اس میں ڈالے اور کچھ پانی سے کلی کی، حارثہ کی والدہ اور بہن کو دیا کہ وہ اس میں سے پئیں اور اپنے سر اور اعضاء پر ڈالیں، مدینہ میں ان سے زیادہ روشن چشم اور دراز عمر کوئی شخص نہیں تھا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر جمیل عطا فرما دیا۔

مال غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں سے سلوک

علمائے رواۃ اور فضلائے ثقات رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں اس طرح بیان کیا ہے اور عبادۃ بن الصامت سے روایت بیان کی ہے کہ بدر کے روز مسلمانوں کی تین جماعتیں تھیں۔ ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت و نگہبانی میں مشغول تھی اور آنحضرت ﷺ کے عریش کے گرداگرد خدمت کے لیے کمربستہ تھے اور ایک گروہ دشمنان دین اور مخالفین کے ساتھ جنگ و جدال میں مصروف تھا اور انہوں نے فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے ہوئے تھے اور ایک گروہ قیدیوں کو پکڑنے، کفار کے اموال حاصل کرنے میں مصروف تھا۔ فتح و نصرت کے بعد ان گروہوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ مال غنیمت ان میں تقسیم ہو۔ آنحضرت ﷺ کے محافظین آپ ﷺ کی محافظت کو زیادہ غنیمت سمجھ کر اپنے آپ کو اموال غنیمت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے اور وہ گروہ جو غنائم کو جمع کرتے اور ان پر متصرف تھے، اسے مطلق اپنی ملکیت سمجھتے اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی دخل نہیں مانتے تھے، جب قوم میں اختلاف پیدا ہوا آیہ کریمہ یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ واللرسول آخر آیت تک نازل ہوئی۔ اس کے بعد یہ آیت واعلموا انما غنتم من شیء فان اللہ خمسہ وللرسل اتری، یہاں تک کہ جس نے جو غنیمت حاصل کی تھی واپس دے دی تمام مال کو جمع کیا، سپہ سالاروں اور جنگجوؤں کا خیال تھا کہ تقسیم میں ان کو ترجیح دی جائے گی، بلکہ تمام غنائم ان ہی کے لیے مخصوص ہوں گے۔ جب اموال برابری کی بنیاد پر تمام صحابہ میں تقسیم ہوئے۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلعم القطی فارس القوم مثل ماتعھی الضعفاء۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا نعللك امك وھل تنصرون الابضعفائكم یعنی تمہاری فتح و نصرت تمہارے ضعفاء کی برکت سے ہے اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا جنگ بدر کے روز میں نے اپنے چچازاد بھائی عمرو بن سعید بن وقاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ اس تلوار کا نام کتیفہ تھا۔ میں اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا اور تلوار کا قصہ بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس تلوار کو بھی اموال غنائم میں جمع کر دے۔ مجھے آنحضرت ﷺ کا فیصلہ سن کر رنج ہوا، جس کی شدت کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ میرا بھائی قتل ہوا اور اس کا مال بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورہ انفال نازل ہوئی۔ مجھے آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اپنی تلوار اٹھا لو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وادی صفرا میں ایک ٹیلے پر نزول فرمایا اور غنائم کو اہل بدر میں تقسیم کیا اور وہ آٹھ افراد جو کسی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے تین اعیان مہاجرین تھے، جیسے عثمان رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن زید رضی اللہ عنہ اور پانچ دوسرے انصار تھے، مثل ابولبانہ، عاصم بن عدی، حارث بن حاطب، حواب بن جبیر اور حارث بن الصمہ تھے،

اس تقسیم میں انہیں بھی شامل فرمایا، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اگر چہ پیچھے رہ گیا تھا لیکن چونکہ وہ ساتھ آنے میں رغبت رکھتے تھے اور روانگی کے عین وقت انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا اس وجہ سے وہ غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں آسکے تھے، ان کا حصہ بھی الگ کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ سعد بن مالک کے حصہ کو اس کے ورثاء کو دے دیا، اور ایک روایت یہ ہے کہ سعید خروج کے اسباب مہیا کرتے وقت بیمار ہو کر فوت ہو گئے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ شہداء بدر کے وارثوں کو غازیوں میں داخل کر کے مال غنیمت سے حصہ دیا۔ پھر ابو جہل کے اونٹ اور منبہ بن الحجاج کی تلوار جو ذوالفقار کے نام سے موسوم تھی اپنے لیے مخصوص فرمائی، اس کے بعد حیدر کرار حضرت علیؓ کو بخش دی، پھر قیدیوں کو باندھ کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو ان کی نگرانی پر متعین فرما دیا۔

عتبہ بن ابی مغیط کا قتل

وہ لعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی ہمیشہ کوشش کرتا تھا، اونٹ کی اوجھری اسی لعین نے نماز کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رکھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہلاکت کی دُعا فرمائی تھی۔ لامحالہ جنگ بدر میں گھوڑے نے اسے گرا دیا اور عبداللہ سلمہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ عرق الطیب میں عاصم بن ثابت بن ابی افلح سے اس کی گردن مارنے کو فرمایا۔ عتبہ نے کہا اے گروہ قریش کیا وجہ ہے کہ ان قیدیوں میں صرف میں قتل کیا جاتا ہوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عداوت کی وجہ سے جو تو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ رکھتا ہے۔ عتبہ نے کہا مجھ پر احسان کرتے ہوئے میرے ساتھ وہ سلوک کریں جو قوم کے ساتھ کریں، اگر ان کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کریں اور اگر احسان کرتے ہوئے ان کو بخش دیں تو مجھ پر بھی احسان کریں اور اگر ان کا فیصلہ فدیہ لینے پر مقرر ہو، میں بھی اس سے کماحقہ عہدہ برآ ہو سکوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو برا انسان تھا اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ سے کہا، خدا کی قسم میں نے تجھ جیسا کافر کوئی نہیں دیکھا۔ خدا تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کی قسم کہ یہ سب تکلیف تجھے پہنچے گی۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے قتل تک پہنچایا اور میری آنکھوں کو تیرے قتل سے ٹھنڈا کیا۔

نقل ہے کہ عمرو بن ابو سفیان امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آیا اور ایک مدت قید رہا۔ قریش نے ابو سفیان سے کہا کہ اپنے بیٹے کا فدیہ مدینہ میں بھیج دو تاکہ وہ آزاد ہو جائے۔ اس نے کہا میرا ایک بیٹا حنظلہ قتل ہو گیا۔ اگر میں فدیوں دوں تو خون ضائع ہو جائے گا اور مال بھی، اور اپنے بیٹے کو اسی جگہ میں رہنے دیا۔ یہاں تک کہ بنی عمرو بن عوف کا ایک بوڑھا سعید نعمان مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ باوجودیکہ کفار نے عہد کیا ہوا تھا کہ عمرہ کرنے والوں سے ہرگز معترض نہیں ہونگے ابو سفیان نے اس بوڑھے کو پکڑ کر قید کر دیا کہ جب تک مسلمان میرے بیٹے کو رہا نہیں کریں گے میں سعید کو قید سے رہا نہیں کروں گا۔ سعید نے وہاں سے اپنے قبیلہ کے پاس اطلاع بھیجی یہاں تک کہ بنی عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ابو سفیان کو ان کے سپرد کر دیا وہ اسے مکہ میں لے گئے اور سعید بن نعمان کو آزاد کرایا۔

فتح کی خبر کا مدینہ میں پہنچنا

مورخین نے یوں روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے فتح یاب ہونے کی خبر صحرا کی تنگ وادی سے باہر نکلی تو زید بن حارثہ اور عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہما کو بشارت کے لیے مدینہ بھیجا اور ایک روایت میں ہے کہ اثیل کے مقام سے بھیجا تا کہ فتح وظفر کی خوشخبری ساکنان مدینہ کو پہنچائیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی پر سوار کیا تا کہ اس خوشخبری کو پہنچا کر اس سرزمین کے باشندوں کو جواہرات سرور اور انبساط سے آراستہ کریں اور اپنی موجودگی کے احساس کے پھولوں سے لاد دیں، یہ دونوں خوش خبری دینے والے سفیر حسب الارشاد تیزی سے اڑے جاتے تھے، جب وہ عتیق کے مقام پر پہنچے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ سے جدا ہو کر بنی عمرو بن عوف، حطمہ واہل اور اہل قبا کی طرف گیا اور بلندی پر چڑھ کر پکارا۔ اے گروہ انصار! تمہیں سید ابرار ﷺ کی ذات بابرکات کی سلامتی اور مشرکین مثل ابوجہل، عتبہ شیبہ اور ان جیسے اور سرداران و آئمہ کفار کے قتل اور سہیل بن عمر کی بہت سے دشمنوں کے ساتھ گرفتاری کی بشارت ہو۔

عاصم بن عدی نے اس پکارنے والے سے یہ بشارت سنی تو پوچھا، اے ابن رواحہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ کل انشاء اللہ آنحضرت ﷺ کی فتح ونصرت کی حامل سواریاں پہنچ رہی ہیں، اسیروں کو مقید کر کے ہمراہ لاتے ہیں کہتے ہیں کہ عبداللہ رواحہ انصار کے ایک ایک گھر کے دروازہ جو مدینہ میں بلندی کی طرف واقع تھے جاتا اور خوشخبری پہنچاتا تھا۔ مدینہ کے بچے اس کے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ ابوجہل لعین کے قتل پر فرحت وانبساط سے خوش ہوتے تھے۔

اتفاقاً اسی روز آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی رقیہ خاتون رضی اللہ عنہا زوجہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ فوت ہوئی تھیں اور لوگ ان کو دفن کرنے کے لیے باہر آئے ہوئے تھے۔ ابھی ان کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ زید رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کے اونٹ پر سوار مدینہ کی جنازگاہ میں پہنچ گیا۔ اسی طرح اپنی سواری پر سوار پکار اٹھا کہ عتبہ، شیبہ، نبہ، منبہ حجاج کے دونوں بیٹے اور ابوجہل لعین اور فلاں فلاں قتل ہوئے اور ایک دوسرے جماعت فلاں وفلاں اسیری کی ذلت وخواری میں گرفتار ہوئے۔ بعض منافقین نے زید رضی اللہ عنہ کو اس خبر میں سچا نہ سمجھا، چنانچہ ان میں سے ایک نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ محمد ﷺ اور اس کے دوست قتل ہو گئے ہیں اور تیرا باپ یہ خبر مجبوری سے کہتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اس خبر کی اس سے تصدیق کی۔ اس نے قسم کھائی کہ میں اس خبر میں سچا ہوں۔ میں بڑے رعب سے اس منافق کے پاس گیا اور اسے کہا کہ تو ہی ہے جو اس قسم کی بکواس لوگوں کے درمیان آنحضرت ﷺ کے متعلق کہتا ہے۔ کل جب آنحضرت ﷺ تشریف لائیں گے تو یہ تمام صورت ان سے عرض کروں گا۔ تا کہ وہ تیرے ناپاک وجود سے دُنیا کو پاک کرنے کا حکم فرمائیں۔ اس نے کہا اے ابا محمد! میں نے بھی یہ باتیں لوگوں سے سنی ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے منافق نے ابو لبابہ بن المنذر جسے مدینہ میں آپ ﷺ نے خلیفہ مقرر کیا تھا، سے کہا تمہارے ساتھی اس طرح منتشر ہوئے ہیں کہ قیامت تک جمع نہ ہوں گے۔ بہت سے لوگ قتل ہو گئے اور محمد ﷺ بھی قتل ہو گئے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان کی اونٹنی پر سوار ہو کر بھاگ آیا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ منہ سے کیا کہتا ہے۔ ابولبابہ نے کہا یکذب اللہ قولک ، اور یہود کو بھی یقین تھا زید میدان جنگ سے بھاگ آیا ہے۔ دوسرے روز آنحضرت ﷺ نے اپنے غلام اشقر ان کے ساتھ جس کے سپرد انہیں کیا تھا قیدیوں کو پہلے بھیج دیا۔ اس روز چالیس قیدی تھے جو مدینہ میں پہنچ گئے، گرفتاری کے وقت ستر تھے۔

دوسرا واقعہ

قبلہ اوس اور خزرج کے بعض لوگ جو کسی عذر کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے آپ ﷺ کے موکب ہمایوں کے استقبال کے لیے روحا میں پہنچے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور معقول عذر پیش کیے۔ ان میں سے ایک اسید رضی اللہ عنہ بن الحصیر تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلعم اس خدا تعالیٰ کے لیے شکر و سپاس ہے جس نے آپ ﷺ کو فتح و کامرانی عنایت فرمائی اور آپ ﷺ کی آنکھوں کو دشمن کے انتقام سے روشن کیا۔ خدا کی قسم میرا خیال تھا کہ جنگ کی نوبت نہیں آئے گی وگرنہ میں کسی حالت میں بھی پیچھے نہ رہتا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرماتے ہوئے اس کے عذر کو قبول فرمایا۔ ان میں سے ایک عبداللہ انیس رضی اللہ عنہ تھا جسے موضع جویاں میں دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس نے اپنا عذر اس طرح پیش کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میں خروج کے وقت بیمار تھا، کل تک مجھے بخار تھا، رات سے بخار اترا ہے تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا عذر بھی قبول فرمایا، دعائے خیر دی کہ خدا تعالیٰ نے تجھے اجر دے۔

جس روز اسلامی لشکر جنگ بدر میں قریش پر غالب آیا، اسی روز رومی فارسیوں پر غالب آئے جب یہ خبر اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی، ان کی خوشی و مسرت بڑھ گئی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابی ابن خلف کے ضامن سے چند اونٹ جو اس کے پاس گروی تھے، لیے اور آنسرور ﷺ کی خدمت میں لائے، آنحضرت ﷺ نے انہیں صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص بن الربیع کا قصہ

محمد اسحاق رحمہ اللہ کہتا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھانجا ابوالعاص بن الربیع عبدالعزیٰ بن عبدالشمس مکہ کا ایک تاجر تھا جو مال کی کثرت اور دیانت میں مشہور تھا، آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دختر زینب بنت رسول اللہ ﷺ ابوالعاص کو دی جو اس کا بھانجا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نبوت سے مشرف ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی تمام بیٹیاں رضی اللہ عنھن دولت ایمان سے منور ہوئیں لیکن ابوالعاص اپنے اباؤ اجداد کے مذہب سے منحرف نہ ہوا، عتبہ بن ابی لہب جو آنحضرت ﷺ کا بعثت سے پہلے دوسرا داماد تھا، مشرکین کے کہنے سے اس نے آنسرور ﷺ کی صاحبزادی کو طلاق دے دی۔ آنحضرت ﷺ کی بددعا سے بدترین صورت سے دوزخ میں جا پہنچا۔ ابوالعاص جنگ بدر میں کفار کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ جس وقت اہل مکہ قریش کے قیدیوں کے لیے فدیہ نقدی اموال مدینہ بھیجے تھے۔ زینب رضی اللہ عنہ نے بھی ابوالعاص کے فدیہ کے لیے نقدی بھیجی۔ جب آنحضرت ﷺ کی نظر اس ہار پر پڑی تو آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا، اس وجہ سے آنحضرت ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اگر تم مصلحت دیکھو تو زینب رضی اللہ عنہا کا مال، جو فدیہ کے لیے بھیجا ہے اور اس کا قیدی واپس بھیج دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خوش دلی کے ساتھ ابوالعاص کو اموال کے ساتھ مکہ کی طرف بھیج دیا، اس شرط پر کہ جب وہ مکہ پہنچے زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دے۔

ابوالعاص نے زینب رضی اللہ عنہا سے شائستگی برتتے ہوئے اس کے لیے ایک ہودج تیار کیا اور اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کو مقرر کیا کہ وہ

اسے مکہ سے باہر لے جائے۔ کنانہ نے چاشت کے وقت تیر کمان اٹھائی اور اونٹ کی مہار پکڑ علانیہ مکہ سے باہر آیا۔ مشرکین کی رگ عصبیت پھڑکی، انہوں نے ایک جماعت کو ان کے پیچھے بھیجا، سب سے آگے ہبار بن الاسود اور نافع عبدالشمس الفہری تھا ذی طوی میں ان کے پاس پہنچے، ہبار نے نیزہ سے زینب رضی اللہ عنہا کو اس قدر ڈرایا کہ واپسی کے بعد ان کا حمل ساقط ہو گیا، اسی بناء پر آنحضرت ﷺ نے اس کا خون مباح قرار دیا کہ حل و حرم میں یہ جہاں کہیں بھی تمہیں ملے قتل کر دو۔ (ہبار کی کیفیت احوال اور اس کا انجام غزوۂ فتح مکہ میں انشاءاللہ مذکور ہو گا)۔ القصہ جب مشرکین نے زینب رضی اللہ عنہا کو واپس کرنا چاہا تو کنانہ بن الربیع بیٹھ گیا، تیر سامنے رکھے لیے اور کہا خدا کی قسم جو بھی زینب رضی اللہ عنہا سے اعتراض کرے گا میں تیر اس میں سے گزار دوں گا۔ ابوسفیان اس کے پاس گیا اور کہا تھوڑی دیر تیر پھینکنے بند کر دتا کہ میں تجھ سے بات کر سکوں۔ کنانہ نے اس کی بات مان لی۔ ابوسفیان نے کہا، محمد ﷺ سے ہمیں جو مصیبت پہنچی ہے تو خود جانتا ہے، اب تو اس کی بیٹی کو علانیہ مکہ سے لے جا رہا ہے اگر ہم اس کا راستہ روکتے ہیں تو تو ہمارے ساتھ مقابلہ اور جنگ کرتا ہے اور اگر تعرض نہیں کرتے تو لوگ اسے ہماری کمزوری پر محمول کرتے ہیں۔ ہمارا مقصد محمد ﷺ کی بیٹی کا روکنا نہیں ہے کہ ہم اسے باپ سے جدا کر دیں، مصلحت اس میں ہے کہ اس وقت تم گھر کو لوٹ جاؤ، جب رات ہو جائے اور لوگوں کا اژدھام کم ہو جائے تو تجھے اختیار ہے چلے جاؤ۔ کنانہ نے یہ بات تسلیم کر لی اور زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ واپس لے گیا اور اسی رات اسے مکہ سے باہر لا کر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ پہنچا دیا۔

ابوالعاص کا مکمل قصہ یوں ہے کہ وہ مکہ سے سفر شام کے لیے روانہ ہوا، آنحضرت ﷺ کے ایک سریہ نے اس کارواں کا مال لے لیا، ابو العاص چونکہ واپس نہیں جا سکتا تھا، اس نے مدینہ کا قصد کر لیا، زینب رضی اللہ عنہا سے درخواست کی، زینب رضی اللہ عنہا نے اس کی التماس کو قبول کرتے ہوئے اسے اپنی حمایت میں لے لیا، پھر آنحضرت ﷺ نے سریہ والوں کے پاس پیغام بھیجا کہ جو مال تم نے ابوالعاص سے لیا ہے وہ خدا کا مال ہے اور تم اسے لینے اور تصرف کرنے کے دوسروں سے زیادہ حق دار ہو لیکن چونکہ ابوالعاص کی نسبت تم ہمارے ساتھ جانتے ہو اور اس کی سابقہ خدمات کا بھی تمہیں علم ہے۔ اگر تم اس کے مال کو واپس کر دو تو یہ بہت پسندیدہ اور عمدہ بات ہو گی اور اگر واپس نہ کرو تو تمہیں اختیار ہے۔ اصحاب سریہ نے بڑی رغبت اور خوشی سے اس کا مال بھیج دیا، ابوالعاص اپنا مال لے کر پھر مکہ کی طرف لوٹ گیا۔ پھر قریش سے کہا، اے گروہ قریش! کسی شخص کا مجھ پر کوئی حق باقی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ اپنا عہد پورا کرنے والے اور حقوق کو ادا کرنے والے ہیں۔ پھر ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اس طرح دولت اسلام سے سرفراز ہو کر مدینہ میں آ گیا آنحضرت ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کو پھر آپ کے سپرد کر دیا۔

بدر کے مصیبت زدوں کی خبر کی مکہ معظمہ میں رسائی

مورخین نے بیان کیا ہے حیثمان بن عبداللہ خزاعی مکہ میں پہنچا، اس نے مشرکین اور اس کے پسماندوں کی مصیبت کی خبر دی، اس نے کہا عتبہ، شیبہ، نبہ، منبہ پسران ربیعہ اور حجاج کے بیٹے، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود اور فلاں اور فلاں ایک ایک کا نام لیا کہ یہ سب قتل ہو گئے۔ صفوان بن

اُمیہ حجر میں بیٹھا ہوا تھا، جب اس نے یہ بات سنی، کہا! خدا کی قسم! حتیمان غلط کہتا ہے، اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے اور حاضر کو غائب سے تمیز نہیں کرتا، میرے متعلق اس سے پوچھو، کیا کہتا ہے؟ انہوں نے پوچھا صفوان اُمیہ نے کیا کیا اور اس کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا صفوان یہ نہیں ہے جو تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے، البتہ اس کا باپ اور بھائی قتل ہو گئے اور سہیل بن عمرو اور نضر بن الحارث گرفتار ہو گئے اور انہیں رسی سے باندھا ہوا تھا، حاضرین اس خبر سے بہت پریشان ہوئے، اچانک ابولہب آ گیا۔ جب اس نے یہ خبر سنی حیران رہ گیا، اسی حال میں تھے کہ ابوسفیان الحارث عبدالمطلب میدان جنگ سے بھاگ کر پہنچا ابولہب نے اس سے پوچھا، اے میرے بھتیجے! سچی خبر بیان کر، واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا اے چچا! جب ہمارا محمد ﷺ کے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا تو ہم بے حس و حرکت رہ گئے ہم دیکھتے تھے کہ وہ ہم سے ہتھیار لے رہے ہیں اور ہمارے ہاتھ کندھوں پر باندھے ہیں، زمین و آسمان کے درمیان سفید پوش مردوں کو ہم دیکھتے تھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور کوئی شخص ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ ابو رافع' عباس کا غلام تھا، اس نے کہا ابوسفیان جب یہ واقعہ بیان کر رہا تھا، میں حجرہ میں بیٹھا ہوا تیر تراش رہا تھا اور ام الفضل، میرے آقا کی بیوی میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی، جب ابوسفیان کی بات ابلق سواروں کے ذکر پر ختم ہوئی تو میں نے کہا خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔ ابولہب جو غصہ سے بھرا بیٹھا تھا میرے منہ پر مکا مارا اور مجھے زمین پر گرا دیا اور لاتوں سے مجھے مارنے لگا۔ میں کمزوری اور طاقت کی کمی کی وجہ سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ام الفضل یہ حال دیکھ کر اٹھی اور ابولہب کے سر پر ایک لاٹھی مار کر اس کا سر پھوڑ دیا اور کہا تو عباس کی عدم موجودگی میں اس کے غلام کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے۔ ابولہب ذلیل و خوار ہو کر گھر سے نکلا۔ سات روز کے بعد واصل جہنم ہو گیا۔ چونکہ عرب عطہ بیماری سے اسی طرح اجتناب کرتے ہیں جیسے طاعون سے، وہ اس میں مبتلا ہو گیا، اس کی اولاد اور رشتہ داروں میں سے کوئی بھی اس کے نزدیک نہیں جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ متعفن اور بدبودار ہو گیا۔ قریش کے ایک شخص نے انہیں ملامت کی تو ایک قلی کو اُجرت پر بلایا جس نے اٹھا کر اسے ایک گڑھے میں پھینک دیا اور اس کے اوپر مٹی اور پتھر ڈال دیئے یہاں تک کہ وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور ایک روایت ہے کہ چونکہ اس سے بہت بری بدبو آتی تھی اور کوئی شخص اس گھر کے نزدیک نہیں جا سکتا تھا جہاں وہ رہتا تھا، لامحالہ اس کی اولاد نے اس کے مکان کو بند کر دیا تب کہیں جا کر انہیں بدبو سے نجات ملی۔

عمیر بن وہب جمحی کا اسلام قبول کرنا

محمد بن اسحاق اور واقدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قصہ یوں ہوا، کہ عمیر بن وہب زمانہ جاہلیت میں قریش کے شیاطین میں سے ایک شیطان تھا، تیز بھاگنے میں بہت معروف تھا چنانچہ جنگ بدر میں بھاگ کر اس نے اپنی جان بچائی، اس کا لڑکا چنچہ تقدیر میں اسیر ہو گیا۔ مشرکین کی اس مصیبت سے تھوڑی مدت بعد ایک روز عمیر اور صفوان حجر میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور مقتولین بدر کا تذکرہ کر رہے تھے۔ صفوان امیہ نے کہا خدا کی قسم ان کے بعد زندگی کا مزہ جاتا رہا۔ عمیر نے کہا! خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ اگر مجھ پر قرض اور اہل و عیال کی کفالت کا بوجھ نہ ہوتا تو اپنے لڑکے کی وجہ سے میں محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جاتا اور اسے قتل کر دیتا اور میرا خیال ہے کہ ایسا موقع آسانی سے مل سکتا ہے کیونکہ محمد ﷺ کوچہ و بازار میں بعض اوقات تنہا پھرتے ہیں اور اسے قتل کرنے کا خیال رکھنے اور فرصت کا جلد ہی موقع مل جاتا ہے۔ صفوان نے کہا، تم جانتے ہو کہ

میں متعلقین کی دیکھ بھال اور ماتحتوں کی نگرانی اور ان کے معاش کے معاملات میں مکہ میں کوئی ثانی نہیں رکھتا، تمہارے اہل وعیال کی ہر ضرورت کا میں کفیل ہوں تمہارے تمام قرضے اپنے ذمے لیتا ہوں، عمیر نے جانے کا پختہ ارادہ کرلیا، اور صفوان نے اس کے مدینہ پہنچنے کے اسباب تیار کیے۔ ایک اونٹ اسے دیا تاکہ وہ اس پر سوار ہو جائے۔ اس کے اہل وعیال کے اخراجات کا وہ ذمہ دار بنا، اور اس کے قرضوں کا ضامن بن گیا، عمیر نے صفوان سے کہا، جب تک اس مہم کا فیصلہ نہ ہو جائے اس راز کو ظاہر نہ کریں۔ پھر اس نے اپنی تلوار تیز کر کے اسے زہر آلود کیا اور اسباب سفر کی تیاری میں مصروف ہو کر روانہ ہو گیا۔

جب منازل ومراحل طے کرتا ہوا مدینہ میں پہنچا، رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے دروازہ پر اونٹ سے اترا اور مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہونے کا قصد کیا۔ اتفاقاً فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی، بدر اور نصرت وعنایت الٰہی کی گفتگو ہو رہی تھی اچانک امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی جو شمشیر حمائل کیے ہوئے تھا۔ اس کی پیشانی سے مکروفریب کے آثار مشاہدہ کر کے ان کے دل اطہر میں خوف پیدا ہوا، مسلمانوں کی جماعت جو وہاں موجود تھی انہیں فرمایا کہ اسے پکڑلیں۔ اس کے فریب کے آثار، مشرکین کو مسلمانوں کے برخلاف جنگ پر اکسانے، مسلمانوں کی قلت اور کفار کی خبریں اس کے متعلق دوستوں کو سنائیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اشارہ پر اسے گرفتار کرلیا، فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمیر اور اس کے مسلح ہو کر پہنچنے کا قصہ بیان کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے شر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

آنحضرت ﷺ نے عمیر کی طرف اشارہ کیا کہ اسے میرے پاس لاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک ہاتھ سے اس کی کمر اور دوسرے ہاتھ سے اس کی تلوار کو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے اور حاضرین سے کہا کہ تم آنحضرت ﷺ کے گرد موجود رہو اور اس کمینے کے تعرض سے غافل نہ رہو، کیونکہ میں اس سے بے خوف نہیں ہوں۔ جب اسے پکڑ کر مسجد میں لائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے فاروق رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ دو۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے اشارہ پر عمیر کو چھوڑ دیا۔ عمیر نے جاہلیت کے مطابق سلام کیا انعم صباحا ، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، حق تعالیٰ نے ہم پر تمہارا اسلام ناپسند کیا ہے اور بہشتیوں کا سلام ہمیں عنایت فرمایا ہے اور وہ اسلام ہے پھر عمیر سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا میں اپنے قیدی کے لیے آیا ہوں تاکہ مہربانی فرما کر آپ ﷺ اسے مجھے عنایت فرمادیں۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا یہ تلوار کیسی ہے۔ اس نے کہا حق تعالیٰ اس تلوار کو توڑ دے کہ وہ کوئی کام نہیں کرسکی، چلتے وقت غلطی سے میری گردن میں رہ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا کہ اے عمیر سچ بتا تیرے آنے کا کیا سبب ہے، عمیر نے اسی بات کو دہرایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے عمیر، صفوان سے تنہائی میں تو نے کیا فیصلہ کیا تھا۔ اس بات سے اس پر خوف طاری ہو گیا۔ اس نے عرض کیا آپ ﷺ فرمایئے، اس کے ساتھ کیا شرط تھی۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس سے میرے قتل کا وعدہ کیا ہے اس شرط پر کہ وہ تیرے قرض ادا کردے اور تیرے اہل وعیال کے اخراجات کی کفالت کرے اور تمام صورت حال جو مجلس میں وقوع پذیر ہوئی تھی ایک ایک کر کے اول سے آخر تک بیان کی۔ پھر فرمایا اس کام کا خیال مت کر کیونکہ حق تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے۔ عمیر یہ بات سن کر شرمندہ ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور اپنی گفتار میں صادق

ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، جو کچھ آپ ﷺ ہمیں خدا کی باتیں بتاتے تھے ہم اپنی نادانی سے ان کو جھٹلاتے تھے۔ اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ وہ سب باتیں درست تھیں کیونکہ اس عہد میں میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور دوسرا کوئی شخص اس سے واقف نہیں تھا، آپ ﷺ کو خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی شخص نے اس راز سے مطلع نہیں کیا، میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے صراط مستقیم کی تعلیم دی۔

جب عمیر دولت اسلام سے سرفراز ہوا تو عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرار پایا (جس پر اللہ راضی ہوگیا)، مسلمان اس کے اسلام لانے پر خوش ہوئے۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے میں نے عمیر کو دیکھا تو مجھے خنزیر سے برا دکھائی دیا اور اب مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب نظر آتا ہے۔ جب اسلام کی بنیادیں عمیر رضی اللہ عنہ کے دل میں مستحکم ہوگئیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو آزاد کردو۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے میں نور الٰہی کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا اب مجھے خدا نے توفیق عنایت فرمائی ہے تو مجھے اجازت فرمائے تاکہ میں جا کر قریش کو اسلام کی دعوت دوں۔ ممکن ہے خدا تعالیٰ انہیں گمراہی کی لغزشوں سے اسلام کی ہدایت دے۔ عمیر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اپنے بیٹے وہب بن عمیر کے ساتھ مکہ کو لوٹا۔ جب عمیر مدینہ میں تھا صفوان قریش سے کہتا جلد ہی تمہارے پاس ایک اچھی خبر آئے گی۔ اس کی لذت سے بدر کی مصیبت تمہارے دلوں سے محو ہوجائے گی۔ مدینہ سے جو شخص بھی مکہ کو آتا اس سے پوچھتا کیا یثرب میں کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک مسافر سے عمیر کی خبر اس نے پوچھی، اس شخص نے کہا عمیر مسلمان ہوگیا، صفوان اور تمام مشرکین عمیر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے۔ صفوان نے قسم کھائی اور عمیر رضی اللہ عنہ کے متعلق اب کوئی احسان نہیں کرے گا اور اس سے کوئی بات نہیں کرے گا اور اس کے عیال واطفال کو کوئی نفع نہیں پہنچائے گا۔ جب عمیر مکہ میں پہنچا بہت سے بت پرست اس سے اتفاق کر کے مسلمان ہوگئے۔

غزوہ قینقاع

ہوا یوں کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو بنی قینقاع سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے بشرطیکہ وہ بھی مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اگر کوئی دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ یہ معاہدہ اس شرط کے ساتھ ہمیشہ رہا، یہاں تک کہ غزوہ بدر سے مراجعت کے بعد جب بنی قینقاع نے دیکھا کہ فتح ونصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور دولت محمدی اور ملت احمدی ﷺ کی شان وشوکت اور بلندی روز بروز ترقی میں ہے، یہودیوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور حسد اور کینے سے کہا کہ محمد ﷺ نے ایسی مجاعت سے مقابلہ وجنگ کی ہے جن کو جنگ میں مہارت نہیں تھی، اگر ہمارے ساتھ جنگ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ جنگ کیسے کی جاتی ہے۔ انہوں نے یہ کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عہد کو توڑ دیا۔

کہتے ہیں کہ ان کے عہد شکن کا سبب یہ ہوا تھا کہ بنی قینقاع کے بازار میں مسلمانوں کی ایک عورت کسی کام کے لیے سنار کی دوکان پر بیٹھی ہوئی تھی، یہودی نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی۔ اس نے مسلمانوں سے مدد طلب کی جو وہاں موجود تھے۔ اس کے چلانے پر مدد کو پہنچ گئے۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے سردار کو بلایا، انہیں اسلام کی دعوت دی، انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم گمان کرتے ہو کہ ہم بھی تمہاری قوم کی طرح فنون حرب سے ناواقف ہیں اور لڑائی کرنا نہیں جانتے۔ جب تم ہمارے ساتھ جنگ کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم دوسروں کی طرح نہیں ہیں۔ یہ کہہ کر منتشر ہو گئے۔

جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت لائے۔ واما تخافن من قوم خیانة فانبذا لیھم علی سوا ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کر کے مدینہ میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا ایک جھنڈا تیار کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور گمراہوں کو سزا دینے کا قصد کر کے مدینہ سے باہر نکلے۔ یہودی اپنے قلعوں میں گھس گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رعب پیدا کر دیا۔ پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد تنگ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کی کہ قلعوں سے اتر کر یہاں سے چلے جاتے ہیں اور تمام اموال چھوڑ دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا نزول میرے حکم سے نہیں ہو گا۔ آخر کار حکم وتقدیر الٰہی پر راضی ہوتے ہوئے قلعوں سے اتر آئے، وہ سات سو آدمی تھے۔ منذر بن قدامہ اسلمی کو حکم ہوا کہ وہ اس جماعت کے ہاتھ پشت پر باندھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا کہ انہیں قتل کر دیں۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن ابی سلول منافق ان کے پاس سے گزرا، اس نے ان کے ہاتھ کھولنا چاہے۔ منذر رضی اللہ عنہ نے بڑی سختی سے روکا۔ ابی سلول منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، میرے دوستوں اور جن کے ساتھ میرا معاہدہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم احسان کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھیان نہ فرمایا، دوسری مرتبہ پھر کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے، اس منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے خلفاء اور دوستوں کے متعلق احسان کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا۔ ویحك ارسلنی ، حاصل کلام عبداللہ نے کہا قسم خدا کی میں نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں احسان نہیں کرتے، خلاصہ یہ کہ تین سو زرہ پوش مرد اور چار سو مرد بغیر زرہ کے مکہ میں جنہوں نے میری ہر شخص سے حفاظت کی ہو، میں انہیں کیسے قتل ہونے دوں، جب اس لعین کا مبالغہ حد سے بڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہیں ان کے وطن سے نکال دیں اور عبداللہ بن الصامت کو انہیں جلاوطن کرنے پر متعین فرمایا اور حکم دیا کہ تین دن سے زیادہ یہاں نہ رہیں۔ جب جلاوطنی کی خبر اس قوم کو پہنچی بڑے غمگین ہوئے۔ کیونکہ اپنے وطن سے باہر نکلنے کو وہ ناپسند کرتے تھے۔ ابن ابی سلول نے ان کے روسا کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہا۔ عویم بن ساعدہ ضمری دروازہ پر تھا اس نے روکا ابن ابی سلول نے ارادہ کیا کہ عویم کو راستے سے ہٹا دے اور اسے پیچھے پھینک دیا۔ چنانچہ اس لعین کا منہ دیوار کے ساتھ ٹکرایا اور وہ خون آلود ہو گیا۔ یہودیوں نے کہا، اے ابوالحباب! ہم ایسے مقام میں نہیں ٹھہر سکتے جہاں آپ کی اس طرح تذلیل ہو اور ہم اسے دور نہ کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ سے ناامید لوٹے، پھر عبادہ بن الصامت سے مہلت طلب کی، تین روز تک انہیں مہلت دے دی۔ تین دن کے بعد انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا۔ عبادہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ندباب تک (جو شام کے راستہ میں ایک پہاڑ ہے) گئے۔ وہاں سے وہ ازراعات (جو شام کی زمین ہے) چلے گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ اس جگہ سے تھوڑے ہی زمانہ میں عدم کے راستہ سے جہنم میں پہنچ گئے۔ جب بنی قینقاع آنحضرت کے حکم سے اپنے گھروں اور زمینوں سے باہر نکل گئے۔ ان کا اسلحہ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت ہو گیا۔ آنحضرت نے غنائم میں سے تین کمانیں، دو زرہیں، چھ تلواریں، اور تین نیزے اختیار فرمائے اور تین کمانیں، ایک کو کتوم، دوسری کو دحار اور تیسری کو بیضا کہتے تھے۔ دو زرہیں، ایک کو صفدریہ اور دوسری کو

فضہ قم کہتے تھے۔ تین تلواریں، ایک علقے، دوسری منار اور تیسری صیف کے نام سے موسوم تھی۔ دواور زرہیں بھی اختیار فرمائیں، ایک زرہ محمد بن مسلمہ اور دوسری سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو بخشی۔ سعد رضی اللہ عنہ کی زرہ کا نام سجل تھا۔ باقی کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا۔ جب آنحضرت غزوۂ قینقاع سے کامیاب وکامران لوٹے تو صحابہ کے ساتھ نماز عید ادا کر کے قربانی دی۔

غزوہ سویق

مشہور روایت کے مطابق غزوہ سویق دوسری ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جب ابوسفیان غزوہ بدر سے راہ فرار اختیار کر کے مکہ پہنچا، اس نے نذر مانی کہ وہ سر پر تیل نہیں ڈالے گا اور نہ ہی عورتوں سے مباشرت کرے گا جب تک کہ آنحضرت اور اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انتقام نہ لے لے۔ کچھ عرصہ کے بعد چالیس سواروں اور ایک روایت کے مطابق دو سو سواروں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا اور مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر بنی النضیر میں پہنچا، ایک رات حیی بن اخطب کے گھر گیا تا کہ اس سے آنحضرت اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات دریافت کرے۔ حیی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی، اور اس کے لیے دروازہ نہ کھولا، اس سے مایوس ہو کر وہ سلام بن مشکم کے گھر آیا، سلام نے اس کا استقبال کیا اور اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کی باقاعدہ مہمانداری کی۔

ابوسفیان صبح کے وقت سلام کے گھر سے باہر آیا اور مدینہ سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر عریض کے قریب آیا۔ انصار جسے معد بن عروس کہتے تھے اور جو اپنے غلاموں کے ساتھ کھیتی باڑی کر رہے تھے۔ دونوں کو اس نے قتل کر دیا، وہاں چند کھجور کے درختوں کو جلا دیا اس خیال سے کہ اپنے عہد کی ذمہ داری پوری کر سکے، پھر راہ فرار اختیار کی۔ جب آنحضرت اس کی اس بری حرکت سے واقف ہوئے، ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور دو سو مہاجرین وانصار کے ساتھ ابوسفیان کے تعاقب میں نکلے۔ مشرکین کو جب آنحضرت کے تعاقب کی خبر ہوئی راستہ میں بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستوؤں کے تھیلے پھینکتے گئے جو ان کی خوراک تھے، مسلمان انہیں مال غنیمت کے طور پر اٹھاتے رہے اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق مشہور تھا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت کے گوش مبارک میں یہ خبر پہنچی کہ بنی سلیم اور عطفان کی ایک جماعت اس جگہ جمع ہوئی ہے۔ لامحالہ آنحضرت مہاجرین وانصار کے دو سو افراد کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب مقررہ جگہ پر پہنچے کوئی شخص وہاں دکھائی نہ دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو احتیاطاً وادی کے اُونچے حصہ کی طرف بھیجا اور خود وادی میں چلتے رہے۔ اچانک آپ ﷺ کی نظر چند شتربانوں پر پڑی جو اونٹوں کو چرا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک یسار نامی غلام تھا، اس سے پوچھا کہ بنی سلیم اور عطفان کہاں ہیں؟ یسار نے کہا پانی کے پاس ٹھکانا بنا رہے تھے اب معلوم نہیں وہ کون سی جگہ میں ہیں۔ آنحضرت کے حکم سے اونٹوں کو شتربانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہانک لائے، جب آنحضرت صبح کی نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ نے دیکھا کہ یسار ان کے ساتھ موافقت کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو غلام اچھا معلوم ہوا، پھر فرمایا اونٹوں کی تقسیم کرلو، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے بعض اونٹ کی نگرانی نہیں کر سکتے۔ اگر ان اونٹوں کو مدینہ میں تقسیم کریں تو سہولت رہے گی۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

ﷺ یہ غلام بیمار نماز کی وجہ سے آپ ﷺ کو پسند ہے اور یقیناً آپ ﷺ نے اطمینان کر لیا ہے کہ وہ مومن ہے، ہم خوشی سے اسے آپ ﷺ کے سپرد کرتے ہیں چونکہ خوش دلی سے انہوں نے کہا تھا اس لیے قبول کر لیا اور اسے آزاد کر دیا اور جب ضرار کی جگہ پر پہنچے جو مدینہ سے ایک فرلانگ ہے اور اونٹوں کو خمس نکالنے کے بعد تقسیم کیا اور ہر مرد کو دو دو اونٹ ملے، بعض زیادہ بھی کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پانچ سو اونٹوں سے خمس جدا کیا، اور چار سو اونٹ دو سو افراد پر تقسیم کیے، ہر ایک کو دو اونٹ ملے۔

غزوہ انماز

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ تک یہ بات پہنچائی گئی کہ بنی ثعلبہ اور محارب کی ایک جماعت ذی امر میں (جو نجد میں ایک مقام ہے) جمع ہوئی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ مدینہ کے نواح سے کوئی چیز لے اڑیں، اس امر کا باعث ایک شریر آدمی غورث نامی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے لشکر تیار کرنے کا حکم فرمایا، امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور چار سو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہر نکلے۔ راستہ میں ایک جبار نامی آدمی ملا، آنحضرت ﷺ نے اس سے دشمن کی خبر پوچھی، اس نے کہا وہ آپ ﷺ سے جنگ نہیں کریں گے، بلکہ جب وہ آپ ﷺ کی خبر سنیں گے تو پہاڑوں میں قلعہ بند ہو جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے جبار کو اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان ہو گیا، اسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ساتھی بنا دیا۔ اس سفر میں جنگ و قتال کی نوبت نہیں آئی لیکن دشمنوں کو پہاڑوں پر پناہ گزین ہوتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اس روز بارش نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کپڑوں کو تر کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے قمیض اتار کر درخت پر ڈالی ہوئی تھی تا کہ خشک ہو جائے اور اس درخت کے نیچے آرام کرنے لگے جب آنحضرت ﷺ کو تنہا دیکھا تو غورث کو جوان میں سب سے زیادہ بہادر اجری تھا کہا، یہ ہے محمد ﷺ تنہا درخت کے نیچے تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ اگر ان پر ہاتھ اٹھا سکو تو وقت ہے۔ غورث تلوار کھینچے ہوئے آنحضرت ﷺ کے سرہانے آکھڑا ہوا اور کہا ''من یمنعک الیوم منی '' آج کون آپ ﷺ کو مجھ سے چھڑا سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اللہ''، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسی وقت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے اس کے سینہ پر مارا، جس سے اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ آنحضرت ﷺ تلوار اٹھا کر اس کے سر پر جا پہنچے اور فرمایا ''من یمنعک منی ''، اس شخص نے کہا مجھے آپ ﷺ سے کوئی شخص خدا تعالیٰ کے سوا نہیں بچا سکتا، اشهد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ ، اور قسم کھائی کہ پھر کبھی دشمنوں کو جمع نہیں کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے تلوار اسے واپس کر دی، غورث نے کہا واللہ لانت خیر منی ، اسے اس کے ساتھیوں نے کہا، تجھے کیا ہو گیا کہ تلوار کھینچ کر اس کے سر پر گیا اور کام کئے بغیر لوٹ آیا۔ اس نے کہا میں نے ایک بلند و بالا سفید پوش آدمی کو دیکھا، اس نے میرے سینہ پر اس طرح مارا کہ میں پشت کے بل گر پڑا اور تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ فرشتہ ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے حبیب ہیں، ان پر ایمان لے آیا ہوں اور تمہیں بھی کہتا ہوں کہ ان پر ایمان لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ یا ایها الذین آمنوا ذکروا نعمة اللہ علیکم اذھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدھم فکف ایدھم عنکم اسی سلسلہ میں نازل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ گیارہ روز سفر میں گزار کر واپس مدینہ میں آئے۔

سریہ فردہ

اس واقعہ کی کیفیت یوں تھی کہ آنحضرت ﷺ نے سنا کہ قریش کا قافلہ عراق کے راستہ سے شام جاتا ہے۔ جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کے خوف سے مکہ کا قافلہ حجاز کے راستہ شام نہیں جاتا تھا اور اطلاع ملی کہ ان کے پاس کافی مال بیشمار چاندی اور مال تجارت ہے۔ صفوان بن اُمیہ، حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ربیعہ اس قافلہ میں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے زید بن حارثہ کو ایک سو سواروں کے ساتھ ان کی طرف بھیجا وہ پہلا لشکر تھا جس کا زید رضی اللہ عنہ امیر ہوا۔ زید رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر دیا، ان کے سردار بھاگ گئے۔ اسلامی فوج مشرکین کے قافلہ کو آگے لگا کر مدینہ لے آئی۔ آنحضرت ﷺ نے قافلے کا مال اسباب الگ جمع کیا، کہتے ہیں کہ وہ بیس ہزار درہم ہوئے اور باقی کو اہل لشکر پر تقسیم کر دیا۔

آنحضور ﷺ کے عقد ثانی

اسی سال حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا نکاح ثانی ہوا، آنحضرت نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حیاو عرفان کے بحرمحیط عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔ وہ ذی النورین کے لقب سے ملقب ہوئے۔

ہجرت کے تیسرے سال نبی کریم ﷺ نے پیشوائے اصحاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو امہات المومنین میں داخل فرمایا، پہلے وہ حنیس بن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں، ہجرت کے دوسرے سال حنیس نے انہیں طلاق دے دی، لشکر اسلام کی جنگ بدر سے واپسی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے اس کے نکاح کی پیش کش کی لیکن کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہ دیا، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رنج پہنچا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضرت ﷺ سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کی عثمان رضی اللہ عنہ سے درخواست کی اس نے شافی جواب نہیں دیا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا، اے عمر رضی اللہ عنہ! حق سبحانہٗ وتعالیٰ تیری بیٹی کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر خاوند عطا فرمائے گا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے حفصہ رضی اللہ عنہ سے بہتر اور شریف عورت مقرر ہو چکی ہے۔ ماہ شعبان ۳ھ میں نبی کریم ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور انہیں حضرت نبوت پناہی ﷺ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

کہتے ہیں کہ جب سلسلہ نکاح مستحکم ہو گیا اور ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ بطور تذکرہ صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا بات تھی کہ میں نے اپنی بیٹی تمہارے سامنے پیش کی آپ نے ہاں یا نہ میں کوئی جواب نہ دیا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا تھا کہ پیغمبر ﷺ نے اسے یاد فرمایا ہے۔ اس وجہ سے میں نے خاموشی اختیار کی۔ میں نے کہا وہ خوشخبری آپ نے مجھے کیوں نہ سنائی، انہوں نے جواب دیا، آقا کا راز فاش کرنا آداب بندگی کے خلاف ہے۔

نقل ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں تندخوئی میں مشہور تھیں اور بعض اوقات اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کا دل مبارک رنجیدہ ہو جاتا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت ﷺ نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا، اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں طلاق دیدی۔ جب

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حقیقت معلوم ہوئی، سر پر خاک ڈالی، فریاد کی کہ اس کے بعد میری کیا عزت رہ جائے گی کہ میری لڑکی آنحضرت ﷺ کے نکاح سے خارج ہوگئی، حق تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی مرضی کے مطابق جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور آنحضرت ﷺ سے رجوع کرنے کی ہدایت کی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے طلاق سے رجوع فرمالیں کیونکہ وہ نمازی اور روزہ دار ہے اور بہشت میں آپ کی بیویوں کے ساتھ داخل ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے حکم ربانی کے موافق رجوع فرمالیا، یہ بہت بڑی فضیلت تھی جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوئی۔ کتب معتبرہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد ساٹھ تک پہنچتی ہے ان میں سے چار متفق علیہ ہیں دوسری چھ احادیث افراد مسلم سے ہیں، ۴۵ھ میں وفات پائی، مروان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جو ان دنوں حاکم مدینہ تھا اور جنت بقیع میں مدفون ہوئیں۔

اسی سال سید عالم ﷺ زینب بنت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نکاح میں لائے، پہلے یہ طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں، طلاق کی وجہ سے ان میں تفریق ہوگئی، اس کے بعد اس کے بھائی عبیدۃ الحارث نے ان سے نکاح کیا۔ وہ جنگ بدر میں درجہ شہادت کو پہنچے، جن کا ذکر واقعہ بدر میں گزرا، جب ان کی عدت گزر گئی تو ماہ رمضان ۳ھ میں آنحضرت ﷺ انہیں اپنے نکاح میں لائے، بارہ اوقیہ بیس درہم چاندی مہر مقرر ہوا۔ آٹھ ماہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہیں پھر عالم بقا کو کوچ کیا اور جنت بقیع میں مدفون ہوئیں، ان کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں درویشیوں کو بہت زیادہ کھانا کھلانے کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا اور میمونہ کی والدہ کی ہمشیرہ تھیں رضی اللہ عنہا۔

اسی ۳ھ نصف ماہ رمضان میں سبط رسول حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما میں پیدا ہوئے۔ جب پیغمبر ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا اور اس کے کانوں میں اذان کہی ساتویں روز سر کو مونڈا اور اس کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور عقیقہ دیا اور حسن کے اسم سے مسمیٰ ہوئے۔ جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا اس وقت ان کی عمر سات سال کی ہو چکی تھی۔ آپ کی مرویات تیرہ احادیث ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، القاب تقی، زکی، سید، سبط او رولی مقرر ہوئے۔ آپ کے بہت فضائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ متشابہ تھے۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ بہت بیمار تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹوں کو کوئی عطیہ عنایت فرمائیں۔ فرمایا میری سیرت اور بزرگی حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی اور میری سخاوت و شجاعت کے حق دار حسین رضی اللہ عنہ ہوئے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو آخری عمر میں تین مرتبہ زہر دیا گیا، تیسری مرتبہ زہر کارگر ہوا، چالیس روز بیماری میں گزارے، ماہ صفر کی اٹھائیسویں ۴۸ھ میں جنت الفردوس کو کوچ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک سینتالیس سال اور چند ماہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے تجہیز و تکفین کی اور جنت بقیع میں اپنی جدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد کے نزدیک مدفون ہوئے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

واقعات غزوۂ اُحد

مقدمات غزوہ

ارباب سیر و تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جب بدر کے بچے کھچے لوگ مدینہ میں آئے تجارت کے ایک ہزار اونٹوں کا بوجھ، ان کے مالکوں کے غائب ہونے کی وجہ سے دارالندوہ میں ابوسفیان کے سپرد کیا تھا، کا حساب کیا، اس کے راس المال کو پھر تجارت میں لگا دیا، اس کے نفع سے انہیں پچاس ہزار مثقال سونا حاصل ہوا، سرداران قریش مثل اسود بن مطلب بن اسد، حویطب بن عبدالعزیٰ، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ نے کہا کہ یہ اموال اہل مکہ کے ہیں اور وہ مصیبت جو جنگ بدر میں انہیں پہنچی وہ سب پر عیاں ہے۔ اب تجارت سے جو نفع حاصل ہوا ہے وہ چاہتے ہیں کہ لشکر کی تیاری میں صرف کریں اور ایسی زبردست فوج (جو دشمن کو ہلاک کر سکے) ترتیب دے کر محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کے لیے جائیں۔ اب آپ کی رائے اس سلسلہ میں کیا ہے۔

ابوسفیان نے کہا، کیا تم سب کی یہی خواہش ہے، انہوں نے کہا ہاں، اس نے کہا میں سب سے پہلے اس بات کے لیے راضی ہوں کیونکہ اشراف قبیلہ اور میرا بیٹا حنظلہ اس لڑائی میں مارا گیا ہے۔ اب ہم بھی کوشش کر کے ان سے اپنا بدلہ لیں گے۔ پھر قریش نے چار اشخاص (جو بڑے لسان اور فصیح البیان تھے) مقرر کئے کہ وہ قبائل عرب میں جا کر مدد اور اعانت طلب کر کے فوج جمع کریں۔ ان چار افراد میں سے ایک عمرو بن العاص تھا، دوسرا ہبیرہ بن ابی وہب تیسرا عبداللہ بن ربیعہ اور چوتھا ابوعزہ شاعر جمحی تھا۔ ابوعزہ اس بات کو قبول نہیں کرتا تھا کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ سے عہد کر رکھا تھا، جبکہ اسے اسیران بدر سے آزاد کیا، اسے اس شرط پر آزاد کیا گیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کے لیے کسی شخص کو نہیں ابھارے گا۔ القصہ صفوان بن امیہ اور جبیر بن مطعم نے اسے بڑے اصرار سے راضی کیا اور ان تین آدمیوں کے ساتھ اسے لشکر جمع کرنے کے لیے بھیجا۔ ان چاروں اشخاص نے اطراف میں جا کر بہت سا لشکر جمع کر لیا۔

جب قریش نے جنگ کرنے کے لیے اتفاق کر لیا، صفوان نے کہا، اپنی عورتوں کو اپنے ساتھ لے کر چلو تاکہ وہ بدر کے مقتولین پر نوحہ کریں کیونکہ ابھی ان کے زخم تازہ ہیں۔ عکرمہ بن العاص نے ان باتوں کو پسند کیا اور اس کام پر مصر ہوئے۔ لیکن نوفل بن معاویہ دیلی نے اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا اگر ہمیں شکست ہوگئی تو عورتوں کو لے جانا شرمندگی اور ندامت کا باعث ہوگا۔ ابوسفیان بھی اس کی باتوں کی طرف مائل تھا لیکن اس کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ عورتوں کو لے جانے میں مبالغہ کر رہی تھی۔ لامحالہ اس کے خاوند ابوسفیان نے اپنی دونوں بیویوں ایک ہندہ مذکورہ اور دوسری امیہ بنت سعد بن ابی وہب کے لیے ہودج تیار کیا اور صفوان، عمرو، عکرمہ، طلحہ بن ابی طلحہ، حارث بن ہشام اور مشرکین کی ایک اور جماعت نے اپنی اپنی عورتوں کے لیے ہودج تیار کئے اور انہیں لے جانے کے لیے تیار ہوئے۔ ابو عامر راہب جو فاسق کے نام سے مشہور تھا اپنے پچاس متبعین کے ساتھ مخالفین کا ساتھ دینے پر کمربستہ ہوا۔

جب انہوں نے اپنی بدبخت سپاہ کا حساب کیا تو تین ہزار مرد جن میں سے سات سو زرہ پوش تھے۔ بیس گھوڑے تین ہزار اونٹ اور گیارہ ہودج شمار کیے گئے۔ اس نامبارک سفر سے اشراف قریش میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا اور بادیہ خلاف وشقاق کو اتفاق کے قدموں سے طے کیا اور گانے والی لڑکیوں کو اپنے ساتھ مقرر کیا تا کہ ہر منزل پر گاتی ہوئی بدر کے مقتولین کا تذکرہ کریں اور دشمنی وعداوت کی بنیاد کو مستحکم کر کے جنگ پر آمادہ کریں۔

نقل ہے کہ عباس بن عبدالمطلب اس زمانہ میں مکہ میں قیام پذیر تھے، ایک شخص کو اُجرت پر مقرر کر کے مدینہ بھیجا، اسے کہا کہ تین دن میں مدینہ پہنچو، اسے سربمہر لفافہ دیا جو مشرکین کے ارادے، ان کی تعداد اور لشکر کی کیفیت کے مضمون پر مشتمل تھا تا کہ وہ اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچائے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے کھول کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو پڑھنے کے لیے دیا، آنحضرت ﷺ نے مضمون پر آگاہ ہونے کے بعد ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا آشنا و بیگانہ سے اسے مخفی رکھے۔ پھر آنحضرت ﷺ مقداد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے خلوت میں اسے یہ راز بتایا اور راز کو چھپائے رکھنے کی تاکید فرما کر واپس تشریف لے آئے۔ اس کی بیوی نے کونہ میں بیٹھ کر آنحضرت ﷺ نے جو کچھ اس کے خاوند سے کہا تھا سن لیا۔ جب آنسرور ﷺ سعد کے گھر سے تشریف لے گئے۔ سعد کی بیوی نے اپنے خاوند سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میرے لیے اس کا بتانا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے اسے مخفی رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ عورت نے کہا، میں تمام باتیں سن چکی ہوں۔ اس نے کہا بیان کر، اس کی عورت نے وہ تمام باتیں بتا دیں کہ آنحضرت ﷺ نے یوں فرمایا۔ اسی وقت سعد اپنی عورت کے گلے میں کپڑا ڈالے بھگاتا ہوا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے مجھے اس راز کی مخفی رکھنے کی تاکید فرمائی تھی، لیکن میری بیوی گوشہ میں تھی تمام باتوں کو اس نے سن لیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے سعد اسے چھوڑ دو، تقدیر یہی تھی کہ یہ راز ظاہر ہو جائے، بس کل سرجا وزلا تین شاع کے مطابق یہ خبر مدینہ میں مشہور ہو گئی۔

یہود اور منافقین غفاری آدمی کے مدینہ میں آنے سے باخبر ہو گئے۔ آپس میں کہتے تھے کہ یہ مرد ایسی خبر لایا ہے جو کبھی بھی محمد ﷺ اور مسلمانوں کے لیے خوشی وشادمانی کا سبب نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد مشرکین جب مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے وہاں تین دن قیام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ اور مونس رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کے لیے بھیجا، وہ خبر لائے کہ مشرکین نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کی سبز چراگاہ میں چھوڑ رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی سبز پتہ وہاں باقی نہ رہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے خباب ابن المنذر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ ان کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم کرے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے لشکر کے گرد چکر لگا کر اس کی کیفیت، تعداد، سواریوں، زرہوں، ہودجوں اور لڑکیوں کی تعداد ایک ایک کر کے آنحضرت ﷺ سے بیان کی۔ اس کی باتوں کو (جو کچھ عباس رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا) بالکل موافق پایا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اللھم بارك بك اموله القبوله۔

امام واقدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب مشرکین ابوا میں پہنچے انہوں نے کہا محمد ﷺ کی والدہ کی قبر یہاں ہے۔ قبر کو کھود کر تمام ہڈیاں باہر نکال لو، اگر بالفرض ہماری عورتیں اس کے ہاتھ قید ہو جائیں، ہم کہیں گے کہ آپ کی والدہ کی بوسیدہ ہڈیاں ہمارے پاس ہیں، لامحالہ اس کے بدلے وہ ہماری عورتوں کو ہمیں واپس دے دیں گے۔ اگر ہماری عورتیں ان کے ہاتھ نہ آئیں تو بہت سا مال دے کر ہم سے واپس لیں گے۔ جب انہوں نے

ابوسفیان سے مشورہ کیا اس نے اس رائے کو ناپسند کرتے ہوئے کہا قبیلہ بنو بکر اور غزالمہ جو محمد ﷺ کے دوست ہیں جب انہیں اس بات کی خبر ہوگی ہمارے تمام مردوں کو قبروں سے نکال لیں گے۔

اس کے بعد جمعہ کی رات کو جس کا دن شنبہ تھا دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ اکابر صحابہ مثل سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، اسد بن حضیر رضی اللہ عنہم اور بہادروں کی ایک اور جماعت نے رات بھر مسلح ہو کر آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لیے پہرہ دیا۔ مدینہ کے بعض مسلمانوں نے بھی اس رات پہرہ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس رات خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے مستحکم زرہ پہن رکھی ہے اور لوار میں چند دندانے پڑ گئے ہیں۔ ایک گائے کو ذبح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک فوج کو قتل کیا گیا ہے۔ دوسرے روز اس خواب کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے اس کی تعبیر پوچھی فرمایا، زرہ مدینہ کا قلعہ ہے اور تلوار پر دندانے پڑ جانے، میری ذات کو مصیبت پہنچے گی، گائے کا ذبح ہونا، صحابہ کا قتل ہے اور فوج کا قتل، میرے صحابہ میں سے ایک بڑے صحابی کا قتل ہے۔ جو وقوع پذیر ہوگا اور درج الدرر کی روایت اسی طرح ہے کہ ذوالفقار ٹوٹ گئی، اس کی تعبیر اہلبیت میں سے کسی کا قتل بتائی۔ پیغمبر ﷺ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہش تھی کہ مدینہ سے باہر نہ جائیں، لیکن نوجوانوں کی ایک جماعت جو غزوہ بدر کی حاضری سے محروم رہ گئی باہر نکلنے کی خواہش مند شدت سے تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا۔ مہاجرین وانصار میں سے اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ بھلائی اسی میں ہے کہ ہم مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ عبداللہ ابن سلول منافق نے کہا مدینہ کو آج تک کوئی فتح نہیں کر سکا۔ اس سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی جو دشمن ہم پر حملہ آور ہوتا اگر ہم مدینہ سے باہر نکل کر اس سے جنگ کرتے تھے تو ہم لازماً مغلوب ہو جاتے تھے، لیکن اگر ہم صبر کر کے ثابت قدم رہتے اور مرکز کی حفاظت کرتے تو ہم غالب آجاتے، اب مصلحت اس میں ہے کہ ہم اپنے اہل وعیال کو قلعہ میں بھیج دیں اور خود مرکز میں جم جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ابن ابی کی رائے سے اتفاق کیا لیکن حمزہؓ سعد بن عبادہ، نعمان بن مالک بن ثعلبہ اور اوس وخزرج کی ایک اور جماعت نے عرض کیا اگر ہم یہاں قلعہ بند ہو جائیں تو دشمن اسے ہماری کمزوری پر محمول کرے گا۔ یہ بات ان کے لیے حوصلے کا باعث ہوگی آپ ﷺ کو خدا تعالیٰ نے بدر کے روز باوجودیکہ تین سو پانچ افراد سے زیادہ آپ ﷺ کے ساتھ نہیں تھے فتح ونصرت عنایت فرمائی۔ الحمدللہ آج ہمارا لشکر طاقتور اور بہت رعب دبدبہ کا مالک ہے۔ ہم عرصہ سے اس دن کے منتظر ہیں۔ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس خدا کی قسم ہے جس نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا۔ میں اس وقت تک روزہ افطار نہیں کروں گا جب تک کفار سے جنگ نہ کرلوں۔ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ گائے کا ذبح ہونا جو آپ ﷺ کو دکھایا گیا ہے وہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے میری شہادت ہے۔ خدا کی قسم! میں جنت میں داخل ہوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا، کس وجہ سے؟ اس نے جواب دیا کیونکہ میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہوں۔ میدان جنگ میں مشرکین کے مقابلہ میں روگردانی نہیں کرتا۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا، تو نے سچ کہا نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ میں شہادت پائی۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فصیح خطبہ پڑھا، لوگوں کو نصیحت فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو کفار کے خلاف جنگ کرنے پر اُبھارا، فرمایا اگر تم ثابت قدم رہے اور صبر کیا تو تم فتح مند ہو گے۔ پھر فرمایا لشکر کی تیاری کرو۔ جب آنحضرت ﷺ نے عصر کی نماز ادا کرلی تو

حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ ابوبکر صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما نے آپ کی معاونت کی آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر دستار باندھی اور زرہ جسم اطہر پر پہنادی۔ لوگوں کا بہت بڑا مجمع دروازہ پر انتظار کر رہا تھا۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ان کے پاس پہنچے اور کہا تم رسول اللہ ﷺ کو مدینہ سے باہر لے جانے میں مبالغہ اور اصرار کر رہے ہو اور رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند نہیں فرماتے جبکہ آنحضرت ﷺ موید بوحی آسمانی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اختیار کی باگ آپ ﷺ کے ہاتھ میں دے دو، تم اطاعت اور فرمانبرداری کے دائرہ سے باہر نہ نکلو، خواجہ عالم ﷺ گھر سے باہر نکلے، زرہ پہنے ہوئے، چمڑے کا کمر بند باندھے، شمشیر حمائل کیے ہوئے نیزہ ہاتھ میں پکڑے اور کندھے پر ڈھال رکھے تھے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس نور دیدہ احباب کو دیکھا کہ اس طریقہ پر باہر تشریف لا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے باہر نکلنے کی استدعا پر پشیمان ہوئے، اظہار شرمندگی کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم میں اس بات کی طاقت نہیں کہ ہم آپ ﷺ کو ایسی بات کا مشورہ دیں جو آپ ﷺ کو ناگوار ہو، آپ ﷺ کی جیسے مرضی مبارک ہو کیجئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے شروع میں یہ بات تم پر واضح کی لیکن تم نے اپنی رائے پر عمل کیا اور مبالغہ اور اصرار کیا۔ اب یہ مناسب نہیں ہے کہ پیغمبر ہتھیار لگالے اور دشمنوں اور اس کے درمیان خدا تعالیٰ کے فیصلہ سے پہلے اپنے ہتھیار اتار دے۔ اب میں جو کچھ کہوں، سنو، صبر کرو اور ثابت قدم رہو، فتح تمہارے قدم چومے گی۔

پھر آنحضرت ﷺ نے تین نیزے طلب فرمائے، تین جھنڈے باندھے، مہاجرین کے جھنڈے کو علی بن ابی طالب کے سپرد فرمایا اور ایک روایت کے مطابق مصعب بن عمیر کو دیا اور عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا، اس کے بعد میدان اُحد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مسلمان آنحضرت ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں سے ایک سو زرہ پوش تھے جبکہ مجاہدین کی تعداد ایک ہزار تھی۔ دو گھوڑے تھے، ایک آنحضرت ﷺ کا اور دوسرا ابو براہ بن متار رضی اللہ عنہ کا تھا، جب میدان اصطفاء کے شہسوار مبارک گھوڑے پر سوار ہو گئے، سعد بن معاذ اور سعد بن جبل آنحضرت ﷺ کے آگے آگے زرہ پہنے چلتے تھے۔ جب شیخین کے مقام پر پہنچے، آنحضرت ﷺ نے درشت آواز سنی کہ ایک جماعت چیختے ہوئے فریاد کر رہی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ عبداللہ ابی سلول کے یہودی ساتھی ہیں، فرمایا **لا تنصروا من اھل الشرک الا علی اھل الشرک** ، اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس مقام پر لشکر کو ملاحظہ فرمایا، وہ صحابہؓ جو ابھی بچے تھے کی ایک جماعت کو واپسی کی اجازت فرمائی مثل عبداللہ بن عمر، زید بن ارقم، براء ابن عازب، عرابہ بن اوس، اسد بن ظہیر، ابوسعید خدری، سمرۃ بن جندب اور رافع بن خدفع رضی اللہ عنہم۔ اسد بن ظہیر نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ رافع تیر انداز ہے۔ رافع نے اس وقت اپنے آپ کو اونچا کیا ہوا تھا تاکہ آنحضرت ﷺ کی نظر میں بلند دکھائی دے اور اسے اپنے ساتھ غزوہ میں لے جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے آنے کی اجازت فرمادی۔ سمرۃ بن جندب نے جب دیکھا کہ رافع کو جنگ میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی ہے بامر بن سنان کو جو اس کی والدہ کا خاوند تھا کہا، رافع کو اجازت دے دی ہے حالانکہ میں اسے گرالیتا ہوں۔ بامر رضی اللہ عنہ نے یہ بات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی، آنحضرت ﷺ نے کشتی کرنے کا حکم فرمایا، جب انہوں نے کشتی کی سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اسے بھی غزوہ میں شرکت کی اجازت فرمادی۔ رات اسی منزل میں گزاری۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے پچاس

دوسرے اشخاص کے ساتھ مسلمانوں کی نگہبانی کی، اس رات مشرکین کے لشکر کا نگہبان عکرمہ تھا۔

نقل ہے کہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا آج رات کون ہماری نگہبانی کرے گا۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں نگہبانی کروں گا۔ پوچھا تم کون ہو، عرض کیا ذکوان۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ دوبارہ فرمایا رات کون ہماری حفاظت کرے گا۔ ایک شخص اٹھا اس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میں نگرانی کے فرائض انجام دوں گا، فرمایا تم کون ہو، عرض کیا ابو سبع، فرمایا بیٹھ جاؤ، پھر تیسری مرتبہ پوچھا کہ آج رات ہماری پاسبانی کون کرے گا۔ ایک شخص اٹھا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں پاسبانی کروں گا، پوچھا تم کون ہو کہا ابن عبد قیس فرمایا بیٹھ جاؤ، تھوڑی دیر گزرنے کے بعد فرمایا، کھڑے ہو جاؤ، ذکوان کھڑا ہوا تو فرمایا تیرے دوسرے دو ساتھی کہاں ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تینوں مرتبہ میں نے آپ ﷺ کو جواب دیا۔ فرمایا **فاذهب حفظه الله** ، پس اس شخص نے اپنی زرہ پہنی، ڈھال کندھے پر رکھی اور تمام رات لشکر کے گرد گھومتا رہا اور آنحضرت ﷺ کے خیمہ کی پاسبانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ محو خواب ہو گئے۔ جب صبح ہو گئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا راہنما چاہیے جو راستہ کو اچھی طرح جانتا ہو۔ ابو خثیمہ حارثی رضی اللہ عنہ نے اس مہم کو قبول کیا۔ راستہ میں مجبوراً ایک منافق بنی حارثہ کے باغ کے پاس سے گزر ہوا۔ حارثہ ظاہری آنکھوں سے بھی اندھا تھا اور باطنی آنکھوں سے بھی، ربیع بن قبطی نام تھا، اندھے کو جب لشکر اسلام کے گزرنے کی خبر ہوئی، بدحواس ہو کر اٹھا اور لشکر اسلام کے سامنے خاک اڑانے لگا اور کہتا اگر تو خدا کا رسول ہوتا تو میرے باغ میں داخل نہ ہوتا۔ سعید بن زید بن اشہل کے ہاتھ میں کمان تھی' اندھے کے سر پر ماری اور اس کے سر کو پھوڑ دیا جس سے خون بہنے لگا۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا **دعه فانه اعمی القلب** بعض بنی حارثہ جو اسی منافق کے ہم رنگ تھے اس منافق کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سعید سے کہا تیرا یہ طرز عمل اس دشمنی کا نتیجہ ہے جو بنی عبداللہ شہل کو بنی حارثہ سے ہے جسے انہوں نے ابھی تک ترک نہیں کیا، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا لا واللہ، یہ تمہارے ساتھ دشمنی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ تمہارے نفاق کا نتیجہ ہے۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ اشارہ فرمائیں تو تیری اور ہر اس شخص کی گردن اڑا دوں۔ پیغمبر ﷺ نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا، تو وہ خاموش ہو گئے۔ مسلمان طلوع فجر کے ساتھ اُحد میں پہنچے اس جگہ صبح کی نماز با جماعت ادا کی، آنحضرت ﷺ نے جو زرہ پہن رکھی تھی اس کے اوپر دوسری زرہ پہنی اور سر مبارک پر لوہے کا خود رکھا۔

عبداللہ ابی منافق اپنے تین سو متبعین کے ساتھ اس جگہ سے واپس چلا گیا۔ عبداللہ عمرو بن خزام نے ہر چند جا کر اسے سمجھایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ابن ابی منافق نے کہا، ہم نے دیانت داری سے مشورہ دیا، محمد ﷺ نے ہماری بات نہ سنی اور بچوں اور جوانوں کی رائے پر عمل کیا، ہم اس وقت ان کی امداد کریں گے جب وہ ہمارے شہر میں ہوں گے جب منافق دوسرے منافقین کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا خدا تمہیں ہلاک کرے، بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ خدا تعالیٰ اپنے رسول کو تمہاری مدد و اعانت سے بے نیاز کر دے گا۔ یہ کہہ کر لوٹے اور لشکر اسلام سے آ کر مل گئے۔

علماء سیرت و حدیث جزاہم اللہ خیراً نے فرمایا ہے کہ جب کفار جرأت کر کے سید ابرار ﷺ کے مقابلہ کے لیے اُحد کے مقام پر (جو مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے) پہنچے اور طے ہو گیا کہ شنبہ کے روز جنگ شروع کریں گے۔ لشکر اسلام خواجہ کائنات ﷺ کی پناہ میں آیا۔ آنحضرت

ﷺ صفوں کو سیدھا کرنے میں مصروف ہوئے۔ جب صفیں سیدھی ہوگئیں مدینہ پہاڑ کے برابر پشت کی جانب واقع ہوا، حنین بائیں طرف تھا، پہاڑ میں ایک ایسا شگاف تھا جس سے یہ خطرہ تھا کہ مشرکین گھات لگا کر وہاں سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے آنحضرت ﷺ نے عبداللہ جبیر کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ اس جگہ متعین فرمایا تا کہ اس کی حفاظت کریں، انہیں وصیت فرمائی کہ کسی بھی حالت میں جگہ نہ چھوڑیں، خواہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب اور تاکید کی کہ جب تک میری طرف سے کوئی اطلاع تمہیں نہ پہنچے اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔

میمنہ لشکر عکاشہ بن محصن رسدی کے سپرد کیا اور میسرہ کو ابوسلمہ بن الاسد مخزومی کے سپرد فرمایا۔ ابوعبیدہ الجراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ لشکر میں رکھا اور مقداد بن عمرو کو ساقہ لشکر میں رکھا۔ قریش نے اپنی صفوں کو درست کیا، میمنہ خالد بن ولید کو دیا اور عکرمہ بن ابوجہل کو میسرہ میں متعین کیا۔ ابوسفیان کو قلب لشکر میں رکھا اور صفوان بن امیہ کو اور ایک روایت میں عمرہ بن عاص کو پہاڑ کے شگاف کے پاس کھڑا کیا اور عبداللہ ابی ربیعہ کو تیراندازوں کا سردار بنایا اور جھنڈے کو طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا، عورتوں کی صفوں کے آگے رکھا جو گانے والی گیت گاتی تھیں اور مقتولین بدر کو یاد کرتی تھیں اور رجز پڑھ کر لوگوں کو جنگ پر ابھارتی تھیں۔

واقعہ اول

کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے گمراہی کے پاؤں جہالت کے میدان میں رکھے اور محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنگ کی، ابوعامر راہب فاسق تھا جو کہ اپنے پچاس دوستوں کے ساتھ تیزی کے ساتھ مسلمانوں کی طرف بڑھا اور قوم کو پکارا کہ میں ابوعامر ہوں، انہوں نے کہا لا مرحبا بك یا فاسق ۔قریش کے چند لڑکے اس کے ساتھ آئے ہوئے تھے، انہوں نے چند پتھر مسلمانوں کی طرف پھینکے، اسلام کے سپہ سالاروں نے اس قدر ان پر تیر برسائے کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ کھڑا ہوا، بعثت سے پہلے اس نے آنحضرت ﷺ کے ظہور کی خوشخبری دی تھی لیکن جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے اس قول سے رجوع کر کے کہتا تھا ہاں اس طرح کا پیغمبر مبعوث ہوگا، لیکن آپ وہ نہیں ہیں۔

واقعہ دوم

کہتے ہیں کہ جب لڑائی کا وقت آیا، حامیان اسلام نے میدان جنگ میں مردانگی اور جرأت دکھائی اور دشمنوں کو کاٹنا شروع کیا تو گانے والی لونڈیاں سامنے سے بھاگ گئیں اور بہادران اسلام میدان جنگ میں کود پڑے، جو اس حقیقت کا اظہار کر رہے تھے۔ مسلمانوں نے دفعتہً تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور کفار پر بارش کی مانند تیر برسنے لگے۔ مسلمان تیراندازوں کے مقابل قبیلہ ہوازن کے لوگ تھے۔ وہ پشت پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے اچانک طلحہ بن ابی طلحہ جو کفار کا علمبردار تھا، نے بہادری کا قدم میدان شجاعت میں رکھا اور مقابل کو طلب کیا، میدان جنگ کے شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تند و تیز سیلاب کی مانند آگے بڑھے اور اس کے سر پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ زمین پر آ رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس صف میں آ گئے۔ ساتھیوں نے پوچھا آپ نے اس کا کام تمام کیوں نہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ جب وہ گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی، مجھے شرم آئی کہ میں پھر اس سے متعرض ہوں، نیز مجھے یقین ہوگیا کہ حق تعالیٰ جلد ہی اسے ہلاک کر دے گا، اور بعض روایتوں میں یوں ہے کہ مصعب بن

عمیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔

اور کہتے ہیں کہ کبش کبشہ جسے آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا مراد یہی شخص تھا، لامحالہ اس کے قتل ہونے سے خوش ہو کر بلند آواز میں تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی ان کی موافقت میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے مشرکین پر مسلسل حملے کیے اور کفار کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ طلحہ بن ابی طلحہ کے قتل ہو جانے کے بعد کفار کا علم اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا ایک بازو کندھے سے کٹ کر گر گیا جس سے اس کا پھیپھڑا دکھائی دینے لگا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پلٹے وہ کہتے تھے انا ابن ساقی الحجیم ، اس کے بعد ابو سعید بن ابی طلحہ نے گمراہوں کا جھنڈا اٹھایا، سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ کتے کی مانند اس کے منہ سے زبان باہر نکل آئی۔ جب ابو سعید جہنم رسید ہو گیا تو مشافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا، عاصم بن ثابت بن ابی افلح نے اسے تیر مار کر قریب المرگ کر دیا۔ مشرکین مشافع کو نیم مردہ اٹھا کر اس کی ماں سلافہ بنت سعد کے پاس لے گئے۔ سلافہ نے بیٹے سے پوچھا تجھے تیر کس نے مارا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں لیکن میرا قاتل کہہ رہا تھا خذھا و انا ابن ابی افلح ، سلافہ نے اس وقت نذر مانی کہ وہ عاصم کے سر کی کھوپڑی میں شراب پئے گی اور جو شخص اس کے سر کو اس کے پاس لائے گا اسے ایک سو اونٹ دے گی۔ مشافع کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے بھائی حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم اٹھایا۔ وہ بھی عاصم رضی اللہ عنہ کے تیر سے جہنم رسید ہوا۔ حارث کے بعد اس کے بھائی کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم پکڑا، اسے طلحہ بن عبداللہ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ارطاس بن شرجیل نے جھنڈا اٹھایا، مرتضےٰ علی رضی اللہ عنہ نے اسے سجین میں پہنچا دیا۔

واقعہ سوم

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قزمان ایک منافق تھا جو مدینہ میں لشکر اسلام سے پیچھے رہ گیا تھا، دوسرے روز اس کے قبیلہ کی عورتوں نے اسے ملامت کی کہ مرد میدان جنگ میں چلے گئے ہیں اور تو عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ قزمان کی رگ غیرت پھڑکی اور وہ مسلح ہو کر اُحد کی طرف چل دیا۔ جس وقت آنحضرت ﷺ صفیں درست فرما رہے تھے، اسلامی لشکر سے جا ملا اور اپنے آپ کو صف اول میں پہنچا دیا اور سب سے پہلے دشمنوں کی طرف تیر پھینکنے والا وہی تھا۔ اس نے اس قدر جنگ کی کہ دشمن کے سات بہادروں کو قتل کر دیا۔ آخر کار چونکہ اسے بہت سے زخم آئے تھے قریب المرگ پہنچ گیا۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرا اور کہا اے ابو الغنداق! تجھے شربت شہادت مبارک ہو۔ قزمان نے کہا میں نے دین کے لیے جنگ و جدال نہیں کی بلکہ اس سبب سے کہ میں نہیں چاہتا کہ قریش ہمارے نخلستان سے گزریں، چونکہ وہ ان زخموں سے جو اسے لگے تھے بہت زخمی تھا، تلوار کو اپنے پیٹ پر رکھ کر خود کشی کر لی اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اسے یاد فرماتے، فرماتے قزمان دوزخی ہے۔

چوتھا واقعہ

نقل ہے کہ جنگ اُحد کے روز آنحضرت ﷺ کے دست حق پرست میں ایک تلوار تھی، کہتے ہیں کہ اس تلوار پر ایک شعر کندہ تھا۔

فی المس و الاقبال مکرمة　　　بالحین لا نیجو المرء من القدر

http://kitaabghar.com

جنگ وجدال کے دوران اور جبکہ میدان کارزار گرم تھا، فرمایا کون ہے جو مجھ سے یہ تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے خواہش کی کہ یہ خدمت انہیں حاصل ہو مگر قبول نہ ہوئی۔ آخرکار ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اس تلوار کا حق وہ شخص ادا کر سکتا ہے جو اس سے کافر کے سر پر ایسا وار کرے کہ اسے دوزخ میں پہنچا دے پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ میرا کام ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک سے تلوار لے لی اور میدان جنگ میں آ کر اکڑ کر چلنے لگا۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا، اس جگہ کے سوا یہ چال خدا تعالیٰ کے نزدیک مناسب نہیں ہے۔ ابودجانہ رضی اللہ جس طرح رخ کرتے کوئی شخص ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکتا۔ مشہور ہے کہ اس جنگ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے وہ کارہائے نمایاں کیے جن سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نقل ہے کہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس کی سردار، ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھی جو جز پڑھ رہی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی تلوار اس کے خون سے تر کرنا چاہتا تھا مگر اس نے ہاتھ روک لیا۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں نے یکدم حملہ کر دیا۔ مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، گانے والی عورتوں نے گیتوں کی بجائے نوحہ اور بین سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مسلمان مجاہدین یہ سمجھ کر کہ جنگ ختم ہو گئی ہے کفار کا پیچھا چھوڑ کر لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔

واقعہ پنجم

کہتے ہیں کہ جب مشرکین منتشر ہو گئے اور اہل ایمان غالب آ گئے، اس وقت صاحبانِ کمال اور محافظانِ اسلام کو زخم پہنچا۔ قصہ یوں ہوا کہ خالد بن ولید اس پہاڑی درے کی گھات میں تھا جس کی حفاظت کے لیے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ پچاس تیراندازوں کے ساتھ متعین تھے، چند مرتبہ اس گزرگاہ سے اسلامی لشکر پر حملہ آور ہونے کی اس نے کوشش کی مگر لشکر اسلام کے تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے خالد کامیاب نہ ہو سکا، اس کے باوجود ابھی تک مایوس نہیں ہوا تھا، وہ بدستور وہاں گھات لگائے ہوئے تھا اور مسلمانوں کی غفلت اور سستی کا منتظر تھا۔ جب بت پرست میدان جنگ میں شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بدانجام گروہ کے مال غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہوئے۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو مال جمع کرنے اور غنیمت حاصل کرنے کے لالچ نے ابھارا اور ضبط واقتدار کی باگ چھوڑ کر کفار کے لشکر کی طرف چل دیئے، عبداللہ جبیر رضی اللہ عنہ نے ہرچند انہیں نصیحت کی اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت یاد دلائی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح وصیت فرمائی تھی کہ کسی بھی حالت میں اس جگہ کو نہ چھوڑیں، میں اسی جگہ ٹھہروں گا۔ دس آدمیوں نے یا اس سے بھی کم نے نصیحت پر عمل کیا اور اس کے ساتھ ٹھہرے رہے اور باقی چلے گئے۔

خالد بن ولید جو اسی بات کے منتظر تھے، عکرمہ بن ابوجہل اور مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ عبداللہ جبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے، اسے اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا اور اس پہاڑ کے شگاف سے باہر نکل کر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس اسلامی لشکر میں افراتفری پھیل گئی اور وہ درہم برہم ہو گیا۔ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اور اپنے شعار کا بھی انہیں شعور نہ رہا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اسید بن حضیر رضی اللہ

عنہ کو مسلمانوں سے دو زخم پہنچے اور مسلمانوں کی تلوار سے حذیفہ کے والد یمان شہید ہو گئے ۔ ہر چند ان کا لڑکا فریاد کرتا تھا کہ یہ میرا باپ ہے، یمان مسلمانوں کے ہاتھ سے نہ بچ سکا اور اسے شہید کر دیا۔ وہ کفار جنہوں نے مسلمانوں کے غلبہ واستبداد کو مشاہدہ کیا تھا اور خود کو مقہور و مغلوب دیکھا تھا، یک دم صورت حال تبدیل ہوتے دیکھ کر واپس لوٹے اور بڑھا کر مسلمانوں کو قتل کرنے لگے۔

چھٹا واقعہ

بیان کرتے ہیں اسی اثناء میں شیطان لعین نے جعال بن سراقہ کی صورت میں تین مرتبہ میدان جنگ میں پکار کر کہا **الا محمداً قد قتل** ، کہتے ہیں کہ شیطان کی آواز جو آنحضرت ﷺ کے قتل کی خبر دیتے ہوئے ندا کر رہا تھا، وہ منحوس آواز مدینہ میں پہنچی، یہاں تک کہ مدینہ کے لوگوں نے سنی، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ آواز سنی، سراسیمگی کے عالم میں گھر سے باہر نکلی، زار وقطار روتی تھی اور یتیمی کا اثر اس کے روئے مبارک پر ظاہر تھا، اور تمام ہاشمی عورتیں اپنے سروں پر ہاتھ رکھے اور گریہ وزاری سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھیں۔ آنحضرت ﷺ ہر چند انہیں بلاتے تھے۔ **یا ایھا الناس انی رسول اللہ علیکم قد وعدنی النصر فانی ابن المفر ۔**

ساتواں واقعہ

نقل ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم ان حالات کی سختی کی بنا پر شکست کھا گئے، ہر چند آنحضرت ﷺ انہیں بلاتے مگر قبول نہیں کرتے تھے، آنحضرت ﷺ غضبناک ہوئے اور آپ ﷺ کے غصہ کی یہ نشانی تھی کہ آنحضرت ﷺ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا تھا اور مروارید کی مانند آپ ﷺ کی جبیں مبارک سے نیچے بہتا، اس حالت میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ کھڑے ہیں، پوچھا کہ تم نے اپنے دوستوں کا ساتھ کیوں نہیں دیا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ **لا کفر بعد الایمان ان لی بلک اسوۃ** ، اس وقت مخالفین کی ایک جماعت آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوئی، فرمایا، اے علی! مجھے اس گروہ سے محفوظ رکھ۔ علی رضی اللہ عنہ نے تیغ آبدار سے دشمنوں کو مار بھگایا اور ایک کافر پر پہلا زخم ہی ایسا کاری لگایا کہ قیامت تک دوبارہ نہیں اٹھ سکے گا۔

آٹھواں واقعہ

جب اسلامی لشکر منتشر ہو گیا۔ بعض بھاگ گئے، بعض قتل ہو گئے، آنحضرت ﷺ ثابت قدم رہے اور میدان جنگ سے منہ نہیں موڑا اور تیر وتفنگ سے دشمنوں کو ہٹاتے رہے اور سفید پوش لوگ آنحضرت ﷺ کے دائیں کھڑے تھے اور آپ ﷺ کی محافظت کر رہے تھے اور کفار سے جنگ کر رہے تھے۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے چودہ اشخاص رہ گئے تھے، سات مہاجرین میں سے اور سات انصار میں سے، مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق، علی مرتضےٰ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبداللہ اور ابوعبیدۃ ابن الجراح رضی اللہ عنہم، انصر میں سے خباب المنذر، ابودجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن صمہ، سہیل بن حنیف، اسید بن الحضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ

عنہم اور اسید کی جگہ سعد بن عبادۃ یا محمد بن مسلمہ بھی کہا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان میں سے آٹھ افراد نے اس روز آنحضرت ﷺ کے ساتھ موت پر بیعت کی تھی کہ جب تک زندہ ہیں روگردانی نہیں کریں گے۔ کفار کو آنحضرت ﷺ سے روکتے تھے، خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ آٹھوں صحیح و سالم رہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، علی بن ابی طالب، طلحہ، زبیر، ابو دجانہ، حارث بن صمہ، خباب بن المنذر، عاصم بن ثابت اور سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم۔

http://kitaabghar.com　http://kitaabghar.com

نواں واقعہ

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب مشرکین نے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور مسلمانوں کو ظاہری شکست ہو گئی، مجھ پر اس قدر حزن و ملال طاری ہوا کہ دامن صبر و ضبط ہاتھ سے جاتا رہا، آنحضرت ﷺ کے سامنے تھوڑی دیر کفار کے ساتھ جنگ کی، جب میں نے پلٹ کر دیکھا مجھے آنحضرت ﷺ دکھائی نہ دیئے، میں نے اپنے دل میں کہا آنحضرت ﷺ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو میدان جنگ سے منہ پھیر لیں۔ میں نے مقتولین کے درمیان بھی دیکھا مگر نہ ملے۔ میں نے کہا ہمارے برے اعمال کی وجہ سے خدا کا غضب ہماری قوم کی طرف متوجہ ہو گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ پھر میں نے دل میں کہا اب میرے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ کفار کے ساتھ جنگ کرتے کرتے جام شہادت نوش کر لوں۔

میں نے تلوار کھینچ کر مخالفین پر حملہ کر دیا۔ جب مخالفین منتشر ہو گئے میں نے آنحضرت ﷺ کو ان کے درمیان صحیح و سالم پایا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی امداد و حفاظت غیبی لشکروں اور ملائکہ سے فرمائی ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا، لوگوں نے کیا کیا، میں نے عرض کیا انہوں نے میدان جنگ سے منہ موڑ لیا اور آپ ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں جان و مال سے حاضر ہوں جب تک جسم میں جان باقی ہے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ مخالفین کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ کا قصد کیا میں نے دشمنوں پر حملہ کر دیا، تمام شکست کھا کر بھاگ گئے۔ میں پھر آنحضرت ﷺ کی خدمات میں لوٹا آیا۔ پھر ایک گروہ نے آنحضرت ﷺ کا رخ کیا، میں ان کی طرف متوجہ ہو گیا اور ان کو بھی بھگا دیا اور ایک روایت ہے کہ جب بھی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ساتھ جنگ کرتے، ابو دجانہ اور سہیل بن حنیف ننگی تلواریں لیے آنحضرت ﷺ کے پاس کھڑے رہتے رضی اللہ عنہم۔

http://kitaabghar.com　http://kitaabghar.com

دسواں واقعہ

کہتے ہیں کہ مشرکین کے ایک گروہ نے سید ابرار ﷺ کا قصد کیا، آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ان کے شر کو مجھ سے دور کرو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کماحقہٗ ان کو مار بھگایا، اسی حالت میں جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یہ علی کا کمال اور جوانمردی ہے جو وہ آپ ﷺ کے لیے انجام دے رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انہ منی وانا منہ، میں تم دونوں سے ہوں۔ اسی اثناء میں میں نے سنا کہ کہنے والا کہتا تھا، **لا فتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار** ، کہ جب کفار نے ہجوم کیا اور مسلمان شکست کھا گئے آنحضرت ﷺ کے

ساتھ صرف علی رضی اللہ عنہ تنہا رہ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے فرمایا تو قوم کے ساتھ کیوں نہیں گیا۔ میں نے عرض کیا آپ ﷺ کو میں کیسے تنہا چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم میں اس جگہ سے قدم نہیں ہٹاؤں گا جب تک قتل نہ ہو جاؤں یا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے۔ یعنی فتح و نصرت عنایت فرمائے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ کا قصد کیا۔ خواجہ عالم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا، علی رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس جماعت میں سے ہشام بن امیہ مخزومی کو قتل کر دیا اور باقی بھاگ گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے گروہ نے آنحضرت ﷺ کا قصد کیا دوسری مرتبہ صف شکن حیدر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے اس طرف توجہ کی، ان میں سے عمرو بن عبداللہ جمحی کو جہنم رسید کیا اور باقی کفار نے حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی تلوار کے خوف سے راہ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد ایک دوسری جماعت نے آنحضرت ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس جماعت پر حملہ کر کے بشیر بن مالک عامری کو ہلاک کر دیا اور باقی قوم بھاگ گئی۔ پھر کسی شخص نے جرأت نہیں کی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کا قصد کرے۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ سے صورت حال عرض کی۔ آنحضرت ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالفقار عنایت فرمائی اور علی رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ساتھ اس قدر جنگ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ، کیا تم اپنی مدح فرشتہ سے جس کا نام رضوان ہے سنتے ہو آسمان میں کہتا ہے۔ **لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار** ۔علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات سے بڑی خوشی و مسرت حاصل ہوئی اور میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ چند مشرکین اُحد کے روز علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے ان میں سے ایک طلحہ بن ابی طلحہ جو کبش کبشہ سے ملقب تھا کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں اسے قتل کیا تھا، دوسرا اس کا لڑکا ابو سعید اور اس کا بھائی فلذہ اور عبداللہ بن زہرہ، ابوالحکم بن انفس بن شریق ثقفی، ولید بن ابی حذیفہ المغیرہ اور اس کا بھائی امیہ اور عمرو بن عبداللہ جمحی اور بشیر بن مالک، صواب بن خولی بن عبدالدار تھے۔ سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے سنا کہ اُحد کے روز مجھے اٹھارہ زخم آئے، ان میں سے چار کے ساتھ میں زمین پر گر پڑا۔ ایک حسین و معطر شخص میرے بازو کو پکڑ کر کھڑا کر دیتا اور کہتا کافروں کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں ہے اور وہ دونوں تجھ سے راضی ہیں۔ جنگ سے فراغت کے بعد میں نے یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، آنسرور ﷺ نے فرمایا، تم اسے نہیں پہنچاتے، میں نے عرض کیا نہیں۔ لیکن وہ دحیہ کلبی جیسا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ تیری آنکھوں کو روشن کرے، وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

گیارھواں واقعہ

بیان کرتے ہیں کہ کفار میں سے چار اشخاص نے ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ کیا کہ رسول خدا ﷺ کو قتل کریں۔ ایک عبداللہ بن قمیہ دوسرا عتبہ بن ابی وقاص تیسرا عبداللہ شہاب زہری اور چوتھا ابی بن خلف تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ حمید اسدی بھی ان میں سے تھا۔ ابن قمیہ ملعون نے اس قدر پتھر آنحضرت ﷺ پر پھینکے کہ آنسرور ﷺ کا رخسار مبارک خون آلود ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کے خود کے حلقے چہرہ اقدس میں گر گئے اور پیشانی مبارک سے اسے صاف کرتے اور فرماتے وہ قوم کیسے نجات پائے گی جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کو حق کی

دعوت دیتے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے **لیس لك من الامر شیء اویتوب علیھم اویعذبھم فانھم ظالمون** ، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو اس دن زخم آیا، خون کو صاف کرتے تھے اور اسے زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے اگر خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو یقیناً خدا تعالیٰ آسمان سے اہل زمین پر عذاب نازل کرے گا۔ پھر فرمایا **اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون** ، اور کہتے ہیں کہ عتبہ بن وقاص نے ایک پتھر آنحضرت ﷺ کی طرف پھینکا جو آنحضرت ﷺ کے نچلے لب مبارک پر لگا اور نچلے دو دانت ٹوٹ گئے۔ اس بدبخت یعنی عتبہ بن ابی وقاص سے یہ منحوس کام وقوع پذیر ہوا۔ اس کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے ہر چند میدان جنگ میں اسے تلاش کیا مگر وہ نہ ملا، تاکہ اس سے انتقام لے۔

کہتے ہیں کہ جب دندان مبارک ہاتھ میں پکڑا جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ دندان مبارک مجھے عنایت فرمایئے تاکہ ہم اس کی برکت سے قہر الٰہی اور غضب لامتناہی سے امن پائیں۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا، اے روح القدس! میں اپنے ٹوٹے ہوئے دانتوں کو امت آخر الزماں کے شکستہ دلوں کے لیے محفوظ رکھتا ہوں تاکہ کل قیامت کو اگر جلال خداوندی خطاب فرمائے کہ اے احمد ﷺ آپ کے امتیوں نے میرے احکام توڑے ہیں، میں کہوں گا کہ الٰہی تیرے نافرمان بندوں نے میرے دانت توڑ دیئے۔ میں جو محمد ﷺ ہوں نے انہیں معاف کر دیا تو جو محمد ﷺ کو پیدا کرنے والا ہے معاف کر دینے کا زیادہ حق دار ہے۔

نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا مہاجرین میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ جنگ احد کے روز مشرکین کے تیر آنحضرت ﷺ کی طرف آتے تھے مگر حق سبحانہ وتعالیٰ آپ ﷺ کو محفوظ رکھتے۔ اسی حالت میں شہاب زہری کہتا تھا کہ مجھے دکھاؤ کہ محمد ﷺ کہاں ہے اگر وہ نجات پا گیا تو مجھے نجات نہیں ملے گی۔ وہ یہ بات کہتا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس کے پہلو میں کھڑے تھے، جب آنحضرت ﷺ سے آگے نکل گیا صفوان بن امیہ نے اسے کہا، جس وقت تم یہ بات کہہ رہے تھے محمد ﷺ تمہارے پہلو میں تھے۔ شہاب کے لڑکے نے کہا خدا کی قسم میری نظر ان پر نہیں پڑی اور وہ ہماری تکلیف سے محفوظ و مامون رہے۔

بارھواں واقعہ

منقول ہے کہ ابن قمیہ نے اس روز آنحضرت ﷺ کے تلوار ماری اس لعین کی تلوار کی ضرب اور دو زرہوں کے بوجھ سے (جو پہن رکھی تھیں) آنحضرت ﷺ اس گڑھے میں (جو قریب ہی تھا) گر پڑے۔ اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے اس بدبخت لعین نے لوگوں میں بلند آواز میں پکار کر کہا کہ میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے اور شیطان نے میدان جنگ میں اعلان کیا کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے۔ ابو سفیان نے شیطان کی بات پر یقین کرتے ہوئے کہا، اے قریش! تم میں سے کس شخص نے محمد ﷺ کی مہم کا خاتمہ کیا ہے۔ ابن قمیہ نے کہا، میں نے انہیں (نعوذ باللہ) قتل کیا ہے۔ ابو سفیان نے کہا، جس طرح اہل عجم اپنے بہادروں کو کنگن پہناتے ہیں ہم بھی تمہیں کنگن پہنائیں گے۔

تیرھواں واقعہ

واقدی کہتا ہے کہ حنظلہ نے ان ہی دنوں میں جملہ بنت عبداللہ ابی سلول سے شادی کی تھی جس رات دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے حنظلہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور مباشرت کی۔ حنظلہ نے اسلامی لشکر کے عقب میں اُحد جانے کا ارادہ کیا، جمیلہ نے چار آدمیوں کو بلایا اور حنظلہ کی زبانی گواہ ہوئے کہ اس نے آج اس سے جماع کیا ہے۔ جب جمیلہ سے اس حرکت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میں نے رات خواب میں دیکھا کہ آسمان میں شگاف پیدا ہوا اور حنظلہ اس شگاف میں سے آسمان میں داخل ہو گیا اور پھر واپس نہیں آیا اور آسمان پھر اسی طرح ہو گیا۔ میں نے اس کی تعبیر کی کہ حنظلہ شہید ہو جائے گا۔ لامحالہ اپنی مصلحت کی بنا پر اس کی طرف سے میں نے گواہ بنایا اور خاوند کی مباشرت کو گواہوں سے موکد کیا۔ حاصل کلام یہ کہ صبح حنظلہ نے اپنے ہتھیار لیے اور مسلمانوں کے عقب میں روانہ ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ جب صفیں درست فرما رہے تھے تو یہ وہاں پہنچا اور اسی روز شہادت سے سرفراز ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ فرشتے زمین و آسمان کے درمیان اسے غسل دے رہے ہیں۔ ابو السید ساعدی کہتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ سے یہ بات سن کر حنظلہ کے پاس گیا، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے واپس آ کر آنحضرت ﷺ سے اس عجیب صورتحال کو بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیوی جمیلہ کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور اس سے اس کا حال دریافت کیا۔ جمیلہ نے کہا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ جہاد کی بہت خواہش رکھتا تھا باوجودیکہ اسے پانی کی ضرورت تھی وہ غسل جنابت سے پہلے میدان جنگ میں کود پڑا رضی اللہ عنہ ورضاہ۔

نقل ہے کہ ابن قمیہ نے ابوسفیان سے کہا، میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔ ابوسفیان، ابوعامر فاسق کے ساتھ ایک ایک مقتول کی جستجو کرتا تھا، ان میں انہیں آنحضرت ﷺ کہیں بھی دکھائی نہ دیے۔ ابوسفیان سمجھ گیا کہ ابن قمیہ کی بات غلط ہے۔ سید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان پانچ افراد پر لعنت بھیجی، ایک سال بھی نہ گزرا کہ بعض جنگ اُحد میں ہی مقتول ہوئے اور باقی اسی سال جہنم رسید ہوئے۔ عبداللہ حمید اسدی لڑائی کے روز آنحضرت ﷺ کے ارادہ سے گھوڑا دوڑاتا تھا کہ اس کو مرد مجاہد یعنی ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے زمین پر گرا دیا۔ یہاں تک کہ تحت الثریٰ تک کہیں بھی اسے ٹھکانہ نہ ملا۔ میدان جنگ سے واپسی کے بعد ابن قمیہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر سویا ہوا تھا کہ ایک سپاہی خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کے پاس پہنچا اور ران کے پیٹ میں ایسا خنجر پیوست کیا کہ پشت کی طرف نکل گیا، اور اس بدبخت نے واذلاۃ کہتے ہوئے اپنی جان دوزخ کے مالکوں کے سپرد کر دی۔ بعض اہل سیرت نے کہا کہ اس کا واذلاۃ کا کلمہ ان سبب سے تھا کہ میدان جنگ میں اس لعین نے پتھر آنحضرت ﷺ کی طرف پھینکا تھا، وہ پتھر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کو لگا اور آپ ﷺ کے دست ہمایوں سے تلوار گر پڑی۔ پتھر پھینکتے وقت اس نے کہا "مجھ سے لے میں ابن قمیہ ہوں۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اضماك الله او ذلك یعنی خدا تجھے ذلیل وخوار کرے۔

لیکن اس بدبخت ناخلف یعنی ابی بن خلف کا حال اور مرجع و مآل یوں ہوا کہ جنگ بدر میں وہ جنگ بدر کے قیدیوں میں تھا جب اس کا زر توبہ قبول کر کے اسے مکہ لوٹنے کی اجازت مل گئی تا کہ مقررہ اُجرت کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اس بے شرم نے آنحضرت ﷺ کے سامنے کہا اے محمد ﷺ میرے پاس ایک گھوڑا ہے میں بہ مقدار سونا روزانہ اسے کھلاؤں گا تا کہ وہ فربہ ہو جائے اور اس پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے خلاف جنگ کے

لیے آؤں گا اور آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بلکہ میں تجھے اس حال میں قتل کروں گا کہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ جنگ اُحد کے روز آنحضرت ﷺ نے اپنے دوستوں سے فرمایا میں ابی بن خلف سے بے خوف نہیں ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بے خبر پیچھے سے آئے اگر تم اسے دیکھو کہ میرے ارادہ سے آ رہا ہے تو مجھے خبر کر دو۔ اسی اثناء میں آنحضرت ﷺ شعب میں آنا چاہتے تھے اور جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ابی بن خلف گھوڑے پر سوار ظاہر ہوا، جب اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا بری بھلی باتیں بکنے لگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اجازت ہو تو اس پر حملہ کریں آنحضرت ﷺ نے فرمایا صبر کرو، لعین نزدیک پہنچ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے زبیر کے ہاتھ سے صربہ لے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ نیزہ لے کر ابی بن خلف کی طرف پھینکا۔ اتفاقاً وہ اس بدبخت کی گردن پر لگا۔ اس نے اسی وقت اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور اپنی قوم کی طرف بھاگ اور گائے کی طرح فریاد کرتا تھا۔ مشرکین نے کہا تجھے تو صرف خراش آئی ہے یہ جزع اور اضطراب کس وجہ سے ہے۔ ابی بن خلف نے کہا تم نہیں جانتے کہ یہ زخم کس نے لگایا ہے میں جانتا ہوں کہ اس زخم سے زندہ نہیں رہوں گا، کیونکہ مجھے محمد ﷺ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے قتل کروں گا، وہ اسی طرح فریاد کرتا اور روتا رہا یہاں تک کہ مشرکین کے مکہ میں پہنچنے سے پہلے مراء الظہر ان میں اس کی خبیث رُوح جہنم رسید ہوئی اور ان پانچ میں سے باقی بھی اسی سال بدترین طریقہ سے ہلاک ہوئے۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اُحد کے روز تلوار کے ستر زخم آئے تھے۔ شرح بخاری میں ابن جحش عبدالرزاق بن معمر اور معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ تلوار کے ستر زخم آنحضرت ﷺ کے چہرۂ اقدس پر آئے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان تمام زخموں کے باوجود ان اعداء کے درمیان آنحضرت ﷺ کو محفوظ رکھا اور اس کے سایۂ حمایت میں صحیح و سالم رہے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

چودھواں واقعہ

منقول ہے کہ ابن قمیہ نے آنحضرت ﷺ پر اپنی تلوار کا وار کیا، طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ آنسرور ﷺ کے ڈھال کے طور پر آگے کر دیا۔ ان کی دو انگلیاں ایک مسبحہ اور دوسری اس کے ساتھ والی زخمی ہو کر بیکار ہو گئیں اور ایک روایت میں ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی انگلیوں کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ اس نے کہا کہ مالک بن جعشمی جس کا تیر نشانہ سے خطا نہیں جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کی طرف تیر پھینکا۔ میں نے اپنا ہاتھ آنحضرت ﷺ کی ڈھال بنا دیا وہ تیر میرے ہاتھ پر لگا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

نقل ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس گڑھے میں گرے ہوئے تھے جیسا کہ گزرا، بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم ابن قمیہ کی منحوس بات اور شیطان کی اسی قسم کی ندا جو کہتا تھا الا ان محمد اقد قتل ، آنحضرت ﷺ کی حیات بابرکات سے مایوس ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم چار قسم کے ہو گئے تھے۔ کچھ تو جام شہادت نوش کر گئے۔ تھوڑی سی جماعت بھاگ گئی۔ بعض گھاٹیوں میں چھپ گئے اور بعض مدینہ کی جانب لوٹ گئے۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان ہی میں سے تھے۔ بعض جنگ ختم ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

پندرھواں واقعہ

مروی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ بن النضیر، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا، غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے، غزوہ اُحد کے روز اس کا تدارک کرنا چاہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس پہنچے۔ ان سے آنحضرت ﷺ کے حالات دریافت کیے۔ انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ آنحضرت ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ اس نے فریاد کی کہ تم پھر کیوں زندہ ہو، تلوار کھینچی اور دشمنوں کی طرف چل دیئے۔ راستہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملے اس سے قسم کھائی کہ مجھے اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور قلب لشکر پر ٹوٹ پڑے اور زبردست جنگ کی اور شہید ہوگئے۔ ان کے چہرہ پر اسی سے کچھ اوپر تیر، نیزہ اور تلوار کے زخم آئے تھے۔ چنانچہ مقتولین کے درمیان پہچانے نہیں جاتے تھے ان کی بہن نے اس تل کی بدولت انہیں پہچانا جو ان کی انگلی پر تھا۔

واقعہ دیگر

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ اس گڑھے میں مقتولین کے درمیان خود کو اس طرح رکھے ہوئے تھے کہ کسی کو آپ کا علم نہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے رسول خدا اور پیغمبر مجتبیٰ کو ان کے درمیان پہچانا وہ کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر نگاہ ڈالی، دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی نرگسی آنکھیں خود کے نیچے آسمان پر ستارہ کی مانند چمک رہی تھیں۔ انہوں نے جان و مال سے نعرہ بلند کیا، مسلمانو! تمہیں خوشخبری ہو کہ رسول خدا ﷺ زندہ موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا تاکہ دشمنوں کو پتہ نہ چل جائے۔ پس صحابہ ایک ایک کر کے جمع ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کو اس گڑھے سے باہر نکالا۔ سیرت کی کتابوں میں اس کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زانوئے مبارک چونکہ زخمی ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ کے اعضاء پر بہت سے زخم آئے تھے علاوہ ازیں آپ ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں اس لیے کھڑا ہونا اور اس گڑھے سے باہر نکلنا مشکل تھا، طلحہ بن عبداللہ آنحضرت ﷺ کے بازوؤں کے نیچے داخل ہوا اور انہیں اٹھا کر پاؤں پر کھڑا کیا لیکن گڑھے سے باہر نکلنا آنحضرت ﷺ کے لیے مشکل تھا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا قدم مبارک اس صاحب دولت کے دوش مبارک پر رکھا، علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا دست حق پرست پکڑا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ اس گڑھے سے باہر نکلے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس روز زبردست جنگ کی اور اپنی وسعت و طاقت سے بڑھ چڑھ کر کوشش کی، جب دیکھا کہ کفار نے آنحضرت ﷺ کو گھیر لیا ہے دائیں بائیں سے کفار پر تلوار سے حملہ کرتا یہاں تک کہ وہ بھاگ جاتے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ جب مسلمانوں نے جنگ اُحد میں شکست کھائی، مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ جس کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا ثابت قدمی اختیار کیے رہا۔ اس اثناء میں ابن قمیہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور تلوار کی ضرب سے اس کا دایاں بازو کاٹ دیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ کر کہا **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل**، ابن قمیہ

علیه اللعنة والالخذلان نے ایک اور ضرب سے اس صاحب دولت کے بائیں ہاتھ کو بھی کاٹ دیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے پھر وہی کلمہ زبان سے ادا کیا اور دونوں بازوؤں کو سینہ کے ساتھ ملا لیا اور جھنڈے کو سر بلند رکھا۔ ابن قمیہ نے اس کو نیزہ مارا جس سے وہ گر پڑا۔ کہتے ہیں کہ ابھی یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی کہ حق تعالیٰ نے اس کی زبان پر اسے جاری کر دیا۔ جب جھنڈا زمین پر گرا ابوالروم نے اس جھنڈا کو اٹھا لیا اور ایک روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے مصعب رضی اللہ عنہ کی صورت میں فرشتہ بھیجا اس نے مسلمانوں کے جھنڈے کو دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا۔ آخری روز جب جنگ سے فارغ ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے مصعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تقدم یا مصعبؓ اس فرشتہ نے کہا میں مصعب نہیں ہوں، آنحضرت ﷺ نے سمجھ لیا کہ وہ فرشتہ تھا جسے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی علمبرداری کے لیے بھیجا، پھر ابوالروم نے اس جھنڈے کو اٹھا لیا اور مدینہ تک آنحضرت ﷺ کے آگے آگے چلتا رہا۔

شہادت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق بتاؤ کہ کس طرح ہوئی۔ وحی نے کہا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نے میرے آقا جبیر بن مطلعم کے چچا طعیمۃ بن عدی بن عبدالجبار کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا تھا۔ میں جب جنگ اُحد کے لیے باہر جا رہا تھا جبیر نے کہا اے وحشی اگر تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو میرے چچا کو عوض قتل کر دے تو میرے مال سے آزاد ہو گا۔ کہتے ہیں کہ ہندہ دختر عتبہ، زوجہ ابوسفیان جب بھی وحشی کو ملتی اسے جرأت دلاتے ہوئے کہتی، مردانہ ہو! دل بھی ہاتھ میں آئے اور تجھے آزادی بھی حاصل ہو گی میں بھی تیری تربیت کروں گی، کیونکہ میرے باپ عتبہ کو حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں قتل کیا ہے۔ اتفاقاً میدان جنگ میں میں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو مست شیر کی طرح چلتے ہوئے دیکھا جو کفار کے لشکر کے صفوں کو درہم برہم کر رہے ہیں۔ منقول ہے کہ اس روز دونوں ہاتھوں میں ایک ایک تلوار سے جنگ کر رہے تھے اور کہتے تھے ''میں شیر خدا ہوں'' اور دشمنوں کو جہنم رسید کر رہے تھے۔ سباع بن عبدالعزی خزاعی کفار کی صف سے باہر آیا ہوا تھا اور مقابل طلب کر رہا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا راستہ روکا۔

اسی وقت حمزہ رضی اللہ عنہ نے سباع کو قتل کر دیا اور اسے کتوں اور درندوں کا لقمہ بنا دیا۔ وحشی کہتا ہے کہ میں ایک پتھر کے پیچھے گھات میں بیٹھا ہوا تھا، اور خنجر کو اچھی طرح پھینکتا تھا، حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف پھینکا، ان کے عانہ پر لگا اور دوسری طرف نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے، میں بھاگ کھڑا ہوا وہ راستہ میں گر پڑے۔ ان کے دوست ان کے پاس گئے اور کہا، یا اباعمادہ، انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ختم ہو گئے میں نے اس وقت صبر کیا جب تک کہ لوگ ان کے پاس سے جاتے رہے۔ میں نے جا کر اپنے خنجر کو اٹھا لیا۔ ان کے پیٹ کو چیرا، جگر کو باہر نکالا اور ہندہ کو لا کر دیا اور کہا یہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر ہے، تیرے باپ کا قاتل۔ اس نے مجھ سے لے لیا اسے دانتوں سے چبایا اور پھر سے پھینک دیا، اس نے کپڑے، زیور اور عمدہ لباس مجھے دیے اور وعدہ کیا کہ جب میں مکہ میں جاؤں گی دس سرخ دینار تجھے انعام دوں گی۔ پھر اس نے پوچھا اس کے گرنے کی جگہ کون سی ہے۔ میں اسے وہاں لے گیا، ناک، کان اور آلہ تناسل کو کاٹا اور اپنے ساتھ مکہ لے گئی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر چبانے کی وجہ سے ہندہ کو آکلۃ الاکباد کہتے تھے۔

واقعہ دیگر

خبروں کے معطر دفتر میں سیرت کے اوراق تحریر کرنے والوں نے یوں لکھا ہے کہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہ ایک بہادر شیر دل عورت تھی۔ غزوہ اُحد میں اپنے خاوند غزیہ رضی اللہ عنہ اور اپنے دونوں لڑکوں عمارہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ کے ساتھ اسلامی فوج کے مجاہدین کے ساتھ مل کر بت پرستوں کے قلع قمع میں پوری کوشش کرتی تھی۔ نسیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ جنگ احد میں میرے پاس ایک مشک تھی جس سے میں مسلمانوں کو پانی پلاتی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ کفر وظلام کی سپاہ کے ہاتھ مسلمانوں کی جان و مال پر دراز ہو رہے ہیں تو میں پانی پلانے سے رک گئی اور کفار کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوگئی۔ اس سلسلہ میں میں نے اس قدر کوشش کی۔ مجھے تیرہ زخم آئے۔ ان میں سے ایک ایسا زخم تھا جس کا میں سال بھر علاج کرتی رہی۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ وہ زخم کس نے لگایا تھا۔ اس نے کہا ابن قمیہ لعین نے۔ میں نے بھی اسے تلوار ماری اس نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی وہ ضرب کارگر نہ ہوئی۔

زخم لگتے وقت آنحضرت ﷺ نے میرے بیٹے عمارہ کو آواز دی کہ اپنی والدہ کی مدد کو پہنچو اور اپنی والدہ کے زخم کو بند کرو۔ نسیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اور میرے بیٹے آنحضرت ﷺ کے سامنے جنگ کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم شکست کھا کر سامنے سے بھاگ رہے تھے۔ میرے پاس ڈھال نہیں تھی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی نظر ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر پڑی جس کے پاس ڈھال تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے ڈھال والے اپنی ڈھال اس شخص کو دے جو جنگ کر رہا ہے۔ اس نے ڈھال اپنے ہاتھ سے گرادی، میں ڈھال اٹھا کر آنحضرت ﷺ کے گرد پھرنے لگی اور مشرکین کے حملوں کو روکتی تھی یہاں تک کہ مشرکین میں سے ایک سوار نے مجھ پر تلوار ماری لیکن وہ کارگر نہ ہوئی، میں نے اس کے گھوڑے کو تلوار ماری، وہ گر پڑا اور گھوڑے سے جدا ہو گیا۔ پیغمبر ﷺ ہماری جنگ دیکھ رہے تھے۔ میرے لڑکے کو آنحضرت ﷺ نے آواز دی کہ اے ابو عمارہ اپنی والدہ کے پاس جلد پہنچو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے آیا اور اس مشرک کو ہم نے قتل کر دیا۔ عبداللہ بن نسیبہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے کہ اس روز ایک مشرک نے مجھے ایسا زخم لگایا کہ اس سے خون نہیں رکتا تھا۔ میری والدہ نے زخم کو بند کر دیا اور مجھے کہا اٹھو اور جنگ میں مصروف ہو جاؤ۔ اس وقت آنحضرت ﷺ ہمیں ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب میری والدہ نے مجھے جنگ پر اُبھارا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جو ام عمارہ رضی اللہ عنہا میں طاقت ہے وہ کس میں ہے۔ اسی اثناء میں وہ شخص جس نے میرے سر کو زخمی کیا تھا ہمارے پاس سے گزرا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ام عمارہ رضی اللہ عنہا یہ وہ شخص ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے۔ نسیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ میں نے اس کافر کی پنڈلی پر تلوار ماری جس سے وہ گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ اس طرح مسکرائے کہ سامنے کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے، فرمایا کہ تم نے اپنا بدلہ لے لیا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب وہ مشرک ہلاک ہو گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے دشمن پر فتح بخشی اور دشمن کے ہلاک کرنے سے تیری آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

نسیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمایئے کہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ قیامت کو آپ ﷺ کے ساتھ اٹھوں۔ آنحضرت ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اس کے اور اس کے بیٹوں اور خاوند کے لیے دعا فرمائی اللھم اجلھم رفقای فی

الجنۃ ، میری والدہ نے کہا اس کے بعد دُنیا میں جو مصیبت بھی مجھے پہنچے مجھے اس کا کوئی خوف نہیں ۔ کہتے ہیں کہ نسیبہ رضی اللہ عنہا جنگ یمامہ میں بھی حاضر تھی۔ چنانچہ اسی سے منقول ہے کہ اس نے کہا جنگ یمامہ کے روز دشمنوں کے ساتھ جنگ وقتال کی نیت سے میدان میں آئی۔ میرا بیٹا بھی میرے ساتھ تھا۔ جب مسیلمہ کذاب نے لشکرِ اسلام سے شکست کھا کر حدیقہ اخوت میں پناہ لی کیونکہ اس سے پہلے اسے حدیقۃ الرحمٰن کہا جاتا تھا، مسلمانوں نے اس کے تعاقب میں جا کر سخت جنگ ، ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اسی لڑائی میں شہید ہوئے آخر کار اسلام کے جھنڈے بلند ہوئے اور مسلمانوں خالد بن ولید کی قیادت میں خود کو حدیقۃ الموت میں پہنچایا۔ نسیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ میں بھی حدیقۃ الموت میں آنے والے سعادتمندوں میں شامل تھی۔ میں مسیلمہ کو تلاش کر رہی تھی اچانک ایک بدبخت کافر مجھ پر تلوار مار کر آگے بڑھ گیا اور میرا ایک ہاتھ کاٹ کر پھینک دیا۔ خدا کی قسم میں ابھی واپس نہیں پلٹی تھی ایک لحظہ بعد میں نے اس طعون کو مقتول دیکھا اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس کے سر پر کھڑے دیکھا کہ اس کتے کے خون سے اپنی تلوار صاف کر رہا ہے۔ اس وقت میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور اپنے زخم کے علاج میں مشغول ہوئی۔

منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک قیمتی لباس آپ کی مجلس میں پیش کیا گیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر آپ اسے اپنے بیٹے عبداللہ کی نو بیاہتہ بیوی کے پاس بھیجیں تو مناسب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اس لباس کو اس عورت کے پاس بھیجوں گا جو سب عورتوں سے اس کی زیادہ حق دار ہوگی۔ آپ نے اس لباس کا ام عمارہؓ کے پاس بھیجا اور اہل مجلس سے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرمایا کہ غزوہ احد میں جس طرف بھی میں نے رُخ کیا، میں نے دیکھا کہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا میری ڈھال بنی ہوئی تھی رضی اللہ عنہا۔

حضور ﷺ پر کفار کی یلغار

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم ہوا کہ سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں تمام چاند کے گرد ستاروں کی مانند جمع ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ شعب اُحد کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں سے آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ کمزوری کی وجہ سے جو زخموں کی وجہ سے ذات بابرکات پر طاری تھا کامیاب نہ ہو سکے۔ ان نامرادوں نے میدان کو نامدار مجاہدین سے خالی پایا میدان جنگ میں ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے، رجز پڑھتے اور اظہار خوشی وشادمانی کرتے تھے۔

نقل ہے کہ مشرکین کی عورتیں مثل ہندہ وغیرہ مسلمانوں کے مقتولین میں آئیں۔ حنظلہ بن ابی عامر راہب کے سوا دوسرے مقتولین کا انہوں نے پیٹ پھاڑ کر جگر نکالے، شہیدوں کے کٹے ہوئے ناک، کان سے گلے کے ہار اور دست بند بنائے، اور اپنے ہاتھوں اور گردنوں میں ڈالے۔

ابوسفیان نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اُحد پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی گھاٹی کا ارادہ کر رکھا ہو۔ ابوسفیان نے دشمنوں کی ایک جماعت کے ساتھ ارادہ کیا کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے ان سے اُونچائی پر چلا جائے اور انہیں شعب میں نہ آنے دے۔ آنحضرت ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اللھم لیس لھو ان یعلونا ، خداوندا! انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہم سے اونچے ہو جائیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے دل میں خوف پیدا کر دیا جس سے وہ اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا راستہ روک لیا، اس گروہ سے لڑے اور انہیں آگے نہ بڑھنے دیا مجبوراً انہیں واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد ابوسفیان کی خواہش ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق معلوم کرے کہ زندہ ہیں یا نہیں، کوہ اُحد کے نزدیک آ کر زور سے پکارا، کیا تم میں محمد ﷺ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اسے جواب نہ دو، اس نے پھر پوچھا، ابن قحافہ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم میں ہیں؟ اس مرتبہ بھی آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا۔ اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر اس نے کہا، جن لوگوں کا میں نے نام لے کر پکارا ہے شاید وہ قتل ہو گئے ہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس بات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیقرار ہو گئے۔ فرمایا اے دشمن خدا! تو نے جھوٹ کہا کیونکہ جن کی زندگی تجھے ناپسند ہے تمام زندہ ہیں۔ پھر ابوسفیان نے اپنے بت کی تعریف کرتے ہوئے کہا اعلی ھبل، صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے اشارہ پر جواب دیا اللہ اعلیٰ واجل، ابوسفیان نے کہا العزی لنا ولا عزی لکم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے جواب دیا اللہ مولانا ولا مولی لکم، ابوسفیان نے کہا یوم بیوم والحرب سجال یعنی آج کا دن بدر کے دن کے برابر ہے اور لڑائی نوبت کے ساتھ ہوتی ہے کبھی تمہاری فتح اور کبھی ہماری۔ پھر اس نے کہا تمہارے مقتولین کا مثلہ کیا گیا ہے، یہ بات میرے حکم سے نہیں ہوئی، لیکن یہ بات مجھے بری معلوم نہیں ہوئی۔ تمہارے ساتھ ہماری ملاقات کا وعدہ آئندہ سال میدان بدر میں ہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے جواب دیا کہ ایسا ہی ہوگا، پھر گمراہوں کے لشکر کو وہ منحوس اپنی سرکردگی میں مکہ لے گیا۔ ان کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں تشویش پیدا ہوئی کہ ایسا نہ ہو کہ یہ مدینہ کا قصد کریں اور وہاں غارت گری کریں۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے ابوالریحانین یعنی حضرت علی بن ابی طالب کو کہا کہ مخالفین کے پیچھے جائے اور ٹھیک خبر لائے، تحقیق کرے کہ اگر وہ اونٹوں پر بیٹھے ہوئے ہوں اور گھوڑوں کو ساتھ رکھا ہوا ہو تو ان کا ارادہ مکہ جانے کا ہے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹوں کو قطار میں لگا رکھا ہے تو ان کا مدینہ جانے کا ارادہ ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ مدینہ کی طرف گئے تو میں ان کے پیچھے جاؤں گا اور انہیں ان کے کرتوت کی سزا دوں گا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمان کے مطابق عمل کیا اور خبر لائے کہ مشرکین مکہ چلے گئے ہیں۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بڑی تیزی سے میدان جنگ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ جب جگر گوشہ رسول ﷺ نے اپنے پدر بزرگوار کو مجروح اور زخمی دیکھا، رونے لگیں اور آنحضرت ﷺ سے لپٹ گئیں۔ آنحضرت ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے چہرہ اقدس کو دھوتی تھیں۔ روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہر چند کوشش کی کہ آنحضرت ﷺ کے زخموں سے خون بہنا بند ہو جائے مگر خون بند نہیں ہوتا تھا۔ آخر کار ایک ٹاٹ کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ آنحضرت ﷺ کے زخموں پر ڈالی تو خون بند ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ کو لوٹ گئے تو مسلمانوں نے اپنے مقتولین کی تلاش کی۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کون ہے جو سعید بن الربیع کی خبر لائے کہ وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے؟ ایک انصاری اس کے حالات کے تحقیق و تفتیش میں مصروف ہوا۔ سعید رضی اللہ عنہ اسے لاشوں کے درمیان مل گیا جس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی۔ آنحضرت ﷺ کا اسے سلام پہنچا کر کہا کہ آنحضرت ﷺ نے تمہارے حالات کے متعلق پوچھا ہے کہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ سعید

نے جواب دیا کہ میں گروہ مردگان میں شامل ہوں۔ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دیجیے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہنا کہ اگر تم نے آنحضرت ﷺ کی خدمت گزاری میں کوتاہی کی تو سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی معذرت قبول نہیں ہوگی۔ یہ کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ پھر وہ مرد وہاں سے واپس آگیا اور تمام صورت حال آنحضرت ﷺ تک پہنچائی۔ آنحضرت ﷺ نے دُعا فرمائی اللھم ارض عن سعید بن الربیع۔

بیان کرتے ہیں کہ اسی اثناء میں آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے، مجھے وہ دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے حالات معلوم کرنے لگے۔ اچانک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انہیں دیکھا تو رونے لگے اور فوراً پلٹے۔ آنحضرت ﷺ کو صورت واقع سے مطلع کیا۔ خواجہ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سرہانے جا کھڑے ہوئے، ان کے ناک کان کٹے ہوئے دیکھے، بہت غمگین و رنجیدہ ہوئے، فرمایا! ماوقفت موقفا قط غیظ لی من ھذا ، آنحضرت ﷺ نے قسم کھائی کہ اگر میں قریش پر غالب آیا تو ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین ، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اصبروا، اس اخیال کو چھوڑ دیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ اس کے بدلے ستر مرتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار فرمائی۔

نقل ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ صفیہ رضی اللہ عنہا دور سے آتی ہوئی دکھائی دی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمایا، جاؤ اپنی والدہ کو واپس بھیج دو تا کہ وہ اپنے بھائی کو اس حال میں نہ دیکھے، ممکن ہے برداشت نہ کر سکے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں، اس نے کہا، بیٹا! میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور اس کے ناک کان کاٹ دیئے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ اسے یہ محنت و مصیبت خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیش آئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے صبر عنایت فرمائے گا۔ جب زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کی باتیں آنحضرت ﷺ کو سنائیں تو آنحضرت ﷺ نے اجازت فرما دی۔ اس نے آ کر اپنے بھائی کو دیکھا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اس کے لیے استغفار کی۔ لیکن خود کو رونے سے باز نہ رکھ سکیں۔ رسول اللہ ﷺ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کہ جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو ساتوں آسمانوں میں اسد اللہ و اسد رسولہ لکھ دیا ہے۔

شہدائے اُحد کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھائی، پھر جس شخص کا جنازہ آتا، حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رکھ دیتے اور نماز جنازہ پڑھتے، یہاں تک کہ حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر بار نماز پڑھی اور آئمہ حنفاء کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز ادا نہیں کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اختیار کی ہے اور احناف رحمہم اللہ نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے، واللہ اعلم۔ لیکن اس میں اتفاق ہے کہ شہدا کو غسل نہیں دیا۔ انہیں انہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ اسی جگہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق دفن کر دیا

اور اگر کوئی اپنے مقتول کو دوسری جگہ لے گیا تھا تو وہ اسے پھر وہاں لے آیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں لے گیا تھا اسے حکم دیا چنانچہ وہ اسے واپس لے آیا اور وہ لوگ جو دنیا میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے، ان کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

ان میں سے حمزہ رضی اللہ عنہ کو عبداللہ جحش رضی اللہ عنہ (جوان کے بھانجے تھے)۔ کے ساتھ اور عبداللہ بن عمرو بن خرام کو عمرو بن الجموح کے ساتھ، خارجہ بن زید کو سعید بن الربیع کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا۔ نعمان بن مالک کو عبیدہ بن الخشخاش اور محمد بن زیاد کے ساتھ ان تینوں کو ایک قبر میں دفن کیا، رضی اللہ عنہم فرمایا پہلے قرآن مجید پڑھ کر قبر میں اتاریں، دن کے آخری حصہ میں مدینہ لوٹے جس قبیلہ کے پاس سے گزرتے تھے ان کے مرد اور عورتیں آپ ﷺ کا استقبال کرتی اور آنحضرت ﷺ کی سلامتی پر شکر ادا کرتی تھیں۔ باوجود اس کے ان کے اکثر رشتہ داروں کو اذیت پہنچی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے تھے آپکے سوا ہر مصیبت ہمارے لیے آسان ہے۔ جب آپ ﷺ قبیلہ بنی اشہل کے پاس پہنچے۔ کبشہؓ بنت رافع معاویہ جو سعد بن معاذ کی والدہ تھیں۔ باہر نکلیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑی چلی جاتی تھیں، آنحضرت ﷺ گھوڑے پر سوار کھڑے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آرہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مرحبا۔ پس وہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک آئیں اور آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم نے آپ ﷺ کو صحیح وسالم پالیا ہر مصیبت کا گھونٹ پیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹے عمرو بن معاذ کی تعزیت کی اور فرمایا، اے ام سعد! تجھے بشارت ہو اور اپنے گھر والوں کو خوش خبری دے کہ ان کے مقتولین کے گھر والوں کی شفاعت مقرر ہو گئی۔ کبشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب ان کا خوش انجام معلوم ہو گیا، میں خوش ہوں۔ اس بشارت کے بعد تہنیت اور مبارکبادی کا موقع ہے تعزیت اور ماتم پرسی کا مقام نہیں۔ پھر عرض کیا ان کے پس ماندگان کے لیے دعا فرمائیے، فرمایا **اللھم اذھب حزن قلوبھم واجر مصیبتھم**۔

اہل تذکیر کی بعض کتابوں میں ہے جب مصیبت زدہ آنحضرت ﷺ کے استقبال کے لیے باہر نکلے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی راستہ پر آئی ہوئی تھی اور کچھ دودھ اور کھجوریں اپنے والد کے لیے لائی تھی۔ شاید میرا باپ بھوکا پیا سا سفر سے لوٹے تو وہ دودھ اور کھجوریں کھا پی لے گا۔ اسے علم نہیں تھا کہ وہ جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر جوق در جوق پہنچ رہا ہے اس نے ہر چند تلاش کیا مگر اسے اپنا باپ نہ ملا۔ اسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دکھائی دیے، ان سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے؟ مجھے وہ لشکر میں دکھائی نہیں دیتا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تڑپ اٹھے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے کہا یہ دیکھو رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ جب خواجہ عالم ﷺ پہنچے۔ اس نے اپنے باپ کو آنسرور ﷺ کے ساتھ بھی لوگوں میں نہ دیکھا۔ اس نے بڑھ کر آقائے دوجہاں کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، میرا باپ کہاں ہے؟ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا، تیرا باپ میں ہوں گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی اس بات سے شہادت کی خوشبو آتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے باپ کی شہادت کی کیفیت بیان کیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں اگر اسے بیان کروں تو تو اسے سننے کی تاب نہ لا سکے گی۔ اس ضعیفہ کی آہ

وزاری بڑھ گئی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت ﷺ نے ایک آواز سنی، آسمان کی طرف دیکھا تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو مجسم کھڑے ہوئے دیکھا، وہ کہہ رہا تھا، یارسول اللہ ﷺ! میری فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اچھی طرح رکھیں اور مجھ غریب کی یتیم بیٹی سے غافل نہ ہوں۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا، میں نے اسے اپنی فرزندی میں لے لیا ہے۔ جب خواجہ عالم ﷺ نے یہ فرمایا، عالم غیب سے یہ ندا آپ ﷺ نے سنی: "جس طرح آپ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو قبول کیا ہے، ہماری شفقت ومہربانی نے آپ ﷺ کی گنہگار امت کو قبول کیا اور آپ کو اس فرمان کا دستور دیا، ولسوف یعطیك ربك فترض ، بیان کرتے ہیں کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ منشور پڑھا، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ کی آدھی امت بخش دیں تو خوش ہو جائیں گے؟ فرمایا اگر میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں رہ گیا تو مجھے اس ذات کی عزت وجلال کی قسم راضی نہیں ہوں گا۔

نقل ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے، مہاجرین وانصار کے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے ان میں سے زخمیوں کو ان کے گھر میں بھیج دیا تاکہ وہ اپنے زخموں کا علاج کریں۔ جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں نزول فرمایا، انصار کے بیشتر گھروں سے رونے کی آواز سنی مگر حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے کوئی آواز نہ آئی فرمایا، لکن حمزۃ لا بواکی لہ 'حمزہ رضی اللہ عنہ پر کوئی رونے والا نہیں ہے؟ سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور باقی انصار نے یہ بات سنی تو اپنی عورتوں سے کہا کہ وہ پہلے حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر جائیں، اس پر رو کر پھر اپنے گھر جا کر اپنے عزیزوں پر روئیں۔ انصار کی عورتیں مغرب اور عشاء کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے چچا کے گھر گئیں اور آدھی رات تک اس پر روئیں۔ آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہو کر آئے۔ پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے۔ جب آپ ﷺ کو حقیقت حال کا علم ہوا فرمایا رضی اللہ عنکم وعن اولاد اولاکن ، روایت ہے کہ اس رات آنحضرت ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت آپ ﷺ کے دروازہ پر پہرہ دیتی رہی ایسا نہ ہو کہ قریش لوٹ آئیں اور آنحضرت ﷺ کو نقصان پہنچائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ احد سے لوٹتے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا، قریش دوبارہ ہم پر فتح حاصل نہیں کر سکیں گے اور مجھے خدا تعالیٰ کی مدد واعانت سے فتح مکہ حاصل ہوگی والحمد اللہ ، یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جنگ احد میں ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے چار مہاجرین سے اور چھیاسٹھ انصار میں سے تھے اور تقریباً تیس آدمی کفار میں سے قتل ہوئے۔

نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ یہ مصیبت ہم پر کہاں سے آپڑی۔ حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں آیت نازل فرمائی اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا قل ھو من عند انفسکم ، یعنی تمہیں مصیبت کیسے پہنچی، یعنی روز بدر قتل وجرح یقیناً تم نے اس سے دگنی مصیبت دشمنوں کو پہنچائی اور وہ اس طرح تھی کہ جنگ بدر کے روز مسلمانوں نے کفار کے ستر آدمی قتل کیے تھے اور ستر قید کر لیے تھے۔ ان کے پوچھنے کے بعد کہ اے محمد ﷺ یہ مصیبت ہمیں کہاں سے پہنچی، انہیں کہہ دیجئے کہ تمہارے نفسوں کی طرف سے تھی، پھر تمہاری دلداری کرتے ہوئے فرمایا وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ، یعنی تمہیں جو کچھ زخم، شکست اور قتل کے مصائب پہنچے خدا تعالیٰ کی مرضی سے تھا۔

فضائل شہدائے اُحد

مہاجرین وانصار صحابہ کی ایک جماعت، غزوہ اُحد میں اپنے بعض اقارب کے شہید ہونے کی وجہ سے شکستہ خاطر تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان ماتم رسیدگان کی تسلی اور شہداء کی رفعت شان، ان کے انجام اور رہائش کے متعلق فرمایا کہ جب ان کی ارواح نے قفس عنصری سے پرواز کی حق تعالیٰ نے ان پاک ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں داخل کیا، وہ پرندے روزانہ بہشت کی نہروں کے کناروں پر آتے اور ان سے پانی پیتے ہیں بہشتی میوے کھاتے ہیں اور بہشت میں ہر جگہ اڑتے پھرتے ہیں۔ جب جنت کی سیر سے فارغ ہوتے ہیں، عرش میں موجود سونے کی قندیلوں پر لوٹ آتے ہیں۔ جب وہ ان انعامات سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور اس مرتبہ وسعادت سے مشرف ہوتے ہیں حق تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں کہ خدایا! ہمارا پیغام ہمارے بھائیوں تک پہنچا دے تا کہ ہمارے حالات صحیح طور پر جان لیں، ہمارا آرام وراحت، لذیذ طعام، عمدہ شربت اور بہترین لباس کا انہیں یقینی علم ہو جائے۔ دنیاوی زندگی کو غنیمت سمجھیں اور غزوہ وجہاد میں بہترین کوششیں صرف کریں اور خود کو اس سعادت کے حاصل کرنے اور شہادت کے درجات حاصل کرنے سے محروم نہ رکھیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا، میں جو تمہارا خدا ہوں تمہارے پیغام کو ان تک پہنچاؤں گا پھر یہ آیت بھیجی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے، فرمایا کہ میں ایک روز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، آنحضرت ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا، کیا بات ہے کچھ غمگین دکھائی دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ شہید ہو گیا ہے۔ اس کی طرف سے مجھ پر قرض واجب ہے۔ اس کی بیٹیاں بھی ہیں، ان کی دیکھ بھال اور نگرانی مجھے ہمیشہ پریشان رکھتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ شہداء اُحد میں سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تیرے باپ کے سوا ہر شخص سے پردہ کے پیچھے سے بات کی اور فرمایا سالنی اعطلک اے میرے بندے! مانگ میں تجھے دوں گا، تیرے باپ نے کہا، خداوندا! مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے تا کہ میں دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید ہوں، حق تعالیٰ نے اسے فرمایا میں نے یوں فیصلہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ جس کی روح قبض کرلوں اسے دوبارہ دنیا میں نہ بھیجوں تیرے باپ نے عرض کیا، خداوندا! دنیا میں میرے دوستوں کو میرا حال کون پہنچائے گا؟ حق تعالیٰ نے فرمایا، میں پہنچاؤں گا، ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم، اور ابی فروہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ پیغمبر ﷺ نے شہداء اُحد کی زیارت کر کے فرمایا، اے خدا تو پرستش کے لائق ہے۔ تیرا بندہ اور رسول اس بات کا گواہ ہے کہ یہ جماعت تیری خوشنودی کی طلب میں شہید ہوئی ہے۔ اسکے بعد فرمایا جو شخص ان کی زیارت کرے گا اور صلوٰۃ وسلام پیش کرے گا، قیامت تک وہ اس کا جواب دیں گے۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر سال شہداء اُحد کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم بما صبرتم فلنعم عقبی الدار آنحضرت ﷺ کے بعد شیخین حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک روز صحرائے اُحد میں گھوم رہی تھی میں نے کہا السلام علیکم یا عم رسول اللہ ﷺ۔ میں نے آواز سنی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

غزوہ حمراء الاسد

کتاب گھر کی پیشکش

ارباب سیرت وتاریخ نے یوں روایت کی ہے کہ جب مشرکین مکہ کو لوٹ گئے، اپنے واپس چلے آنے پر پشیمان ہوئے اور کہا ہم نے تکلیف اٹھائی، لشکر جمع کیا اور محمد ﷺ کے بہت سے بڑے بڑے ساتھیوں کو قتل کیا، کام ختم کیے بغیر ہم واپس جا رہے ہیں۔ ہمارا یہ کام تقاضائے عقل کے خلاف تھا۔ ہمیں چاہیے تھا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کے بعد واپس آتے۔ القصہ آپس میں مشورہ کے بعد طے کیا کہ پھر مدینہ کی طرف جائیں۔ اس مرتبہ انہوں نے مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دینے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اس بات پر پورے طور پر ابھارنے والا عکرمہ بن ابو جہل تھا جو مدینہ کی طرف لوٹنے پر بہت مبالغہ اور اصرار کر رہا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس سے پہلے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی قوت حاصل کریں ہمیں ان کی مہم کو جلد ختم کر دینا چاہیے۔ صفوان بن امیہ نے کہا یہ اچھی رائے ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی اس مصیبت کی وجہ سے جو انہیں پہنچی ہے اور وہ اب تمہاری طرف سے غیظ و غضب میں اور تم سے بدلے لینے کی تاک میں ہوں۔ قبیلہ اوس وخزرج جو جنگ سے پیچھے رہ گئے ہیں کے ساتھ نکل کھڑے ہوں اور تمام تمہارے ساتھ جنگ ومقاتلہ پر کمربستہ ہو جائیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ جنگ وقتال میں سردھڑ کی بازی لگا دیں گے، ہوسکتا ہے کہ مغلوبیت کے بعد وہ غالب آجائیں اور معاملہ برعکس ہو جائے۔

جب آنحضرت ﷺ نے مشرکین کے لوٹنے کی خبر سنی تو دشمنوں پر رُعب اور خوف طاری کرنے کا ارادہ فرمایا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں میں ان کے مقابلہ اور جنگ کی طاقت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ منادی کر دے کہ خداتعالیٰ کا فرمان ہے کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جلد نکلو، اور غزوہ احد کے شرکاء کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہمارے ساتھ باہر نہ نکلے۔ اوس وخزرج کے اکابرین نے جب فرمان الٰہی سنا، جان ودل سے فرمانبرداری کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اگرچہ انہیں کئی زخم آئے تھے مگر اپنے زخموں پر پٹیاں باندھ کر سلطان انس وجاں کے حکم میں کسی اعتبار سے سستی کو روا نہ رکھا۔ آنحضرت ﷺ نے ہتھیار پہن کر سر راہ قیام فرمایا یہاں تک کہ مسلمانوں کا تمام لشکر آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل گیا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حامیان اسلام اور فرمانبرداران فرمان سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ پیغام بھیجا، الذین استجابو اللہ والرسول من بعد ما اصابھم القوح للذین احسنوا، جابر بن عبداللہ جو اپنے والد کے بچوں کی نگرانی کے عذر کی وجہ غزوہ اُحد میں شریک نہیں ہوسکا تھا، نے عرض کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت فرما دیں تاکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں، آپ ﷺ نے اسے اجازت فرما دی، دوسرے کسی شخص کو اجازت نہ فرمائی۔

ابن کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ایک روایت میں امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور مدینہ سے باہر نکلے اور حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے اور وہاں رات گزاری، پانچ سو جگہوں پر آگ جلائی۔ معبد بن ابی معبد خزاعی جو ابھی تک دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوا تھا لیکن آنحضرت ﷺ سے محبت رکھتا تھا کیونکہ قبیلہ بنی خزاعہ آنحضرت ﷺ کا معاہدہ تھا اور دور جاہلیت اور اسلام میں آنحضرت ﷺ

کی حمایت کے سایہ میں رہتے تھے، ان دنوں مکہ جا رہا تھا، حمرۃ الاسد میں آنحضرت ﷺ سے مل کر آپ ﷺ کے ساتھیوں کی تعزیت کر کے اپنے مقصد کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابوسفیان اور دوسرے مشرکین سے ملا، ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ محمد ﷺ کے متعلق تمہارے پاس کیا خبر ہے۔؟

معبد نے جواب دیا کہ محمد ﷺ ایک بہت بڑے لشکر اور جم غفیر کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں حمرۃ الاسد میں چھوڑا ہے۔ کفار نے کہا، یہ کیسی خبر ہے جو تو بتا رہا ہے؟ معبد نے کہا خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے کہ اس منزل سے کوچ کریں ان کے گھوڑوں کی پیشانیاں تم دیکھ لو گے، صفوان نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے جس چیز کا خوف تھا وہ ظاہر ہو گئی۔ اب میرے نزدیک بہترین صورت یہی ہے کہ ہم اس جگہ سے کوچ کر جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ غالب ہونے کے بعد مغلوب ہو جائیں۔ مخالفین کے دل میں اس طرح خوف بیٹھ گیا اور جس قدر جلد ممکن ہو سکا مکہ کی طرف کوچ کر گئے۔ معبد نے اس وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور صورت حال سے آگاہ کیا، بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان نے راستہ میں ایک جماعت کو مدینہ جاتے ہوئے دیکھا، ان سے درخواست کی کہ آنحضرت ﷺ تک یہ بات پہنچا دیں کہ ابوسفیان کہتا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ جنگ اور تمہارے استیصال کی خاطر پھر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔ اس قوم نے حمرۃ الاسد میں ابوسفیان کا پیغام مسلمانوں کو پہنچا دیا۔ مسلمانوں نے پیغام کو سن کر کہا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ،چنانچہ آیہ کریمہ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا و کالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل ،اس حال کی موید اور اس گفتگو کی موکد ہے۔

منقول ہے کہ حمرۃ الاسد میں مسلمانوں نے دو مخالفین کو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، ان میں سے ایک ابوعزہ شاعر تھا جو اسیران بدر میں سے تھا، اسے آنحضرت ﷺ نے اس شرط پر آزاد فرمایا تھا کہ وہ دوبارہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں آئے گا۔ عہد شکنی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ اگرچہ اس نے بہت تضرع وزاری کی کہ دوبارہ مجھ پر احسان کریں اور آزاد کریں۔ آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور گوہر افشاں زبان سے نکلا، لایلدغ المومن من حجر واحد موتین ،یعنی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، ابوعزہ کے جواب میں فرمایا تم مکہ میں جاؤ گے اور حجر میں بیٹھ کر داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہو گے کہ محمد ﷺ کو میں نے دو مرتبہ دھوکا دیا۔ پھر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق اس کی گردن اڑا دی۔ دوسرا معاویہ بن مغیرہ تھا ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی، آنحضرت ﷺ نے اسے امان دے دی بشرطیکہ تین دن سے زیادہ مدینہ میں قیام نہ کرے۔ تین روز کے بعد جس شخص کو بھی یہ مدینہ میں مل جائے وہ اسے قتل کر دے۔ تقدیر خداوندی سے معاویہ بن مغیرہ تین روز گزر گئے اور وہ مدینہ میں ہی رہا، چوتھے روز جان کے خوف سے وہ ایک گوشے میں چھپ گیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمارہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اس نے معاویہ بن مغیرہ کو اس گوشہ سے نکالا اور قتل کر دیا۔

چوتھے سال ہجری کے واقعات

آب رجیع کا قصہ

رجیع قبیلہ ہذیل کا ایک کنواں ہے۔ جس کے نزدیک مسلمانوں کو مصیبت پہنچی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مشرکین کے میدان اُحد سے واپسی کے بعد، ابوسفیان بن خالد ہذیلی، عضل اور قارہ کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ گیا اور انہیں مبارکباد دی، ابوسفیان نے مکہ میں سنا کہ سلافہ بنت سعد بن طلحہ بن ابی طلحہ (جس کا خاوند اور دو لڑکے جنگ اُحد میں قتل ہو گئے تھے) نے نذر مانی ہوئی تھی کہ جو شخص اس کے دونوں لڑکوں کے قاتل عاصم بن ثابت کا سر لا کر اسے دے گا، ایک سو منتخب اونٹ اسے دے گی۔ سفیان بن خالد کو لالچ نے ابھارا، اس نے سازش تیار کی، اس نے اپنی قوم کے ساتھ بڑے آدمیوں کو مدینہ بھیجا، انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار اسلام کیا اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ کی ایک بڑی جماعت مسلمان ہوگئی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ اپنے دوستوں کی ایک جماعت انہیں قرآن اور شریعت کی تعلیم دینے کے لیے بھیجیں تا کہ ہم اسلامی تعلیم سے مستفید ہو سکیں۔ کہتے ہیں کہ یہ مخالفین عاصم بن ثابت بن ابی افلح کے باپ کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے، عاصم سے محبت و مودت کی پینگیں بڑھاتے اور صبح و شام اپنے قبیلہ میں جانے کی ترغیب دیتے۔ چند روز گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کو ان سات آدمیوں کے ساتھ نامزد فرمایا تا کہ وہ قبیلہ عضل اور قارہ میں جائیں اور ان دونوں قبیلوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیں۔ ارباب سیرت نے ان میں سے سات آدمیوں کے نام تحریر کیے ہیں۔ باقی تین چونکہ سرداران قبیلہ میں سے نہیں تھے اس لیے ان کے نام لکھنے کا اہتمام نہیں کیا، ان سات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام یہ ہیں، عاصم بن ثابت، مرثد بن ابی مرثد، خبیب بن عدی، زید بن ابی الاثنہ، عبداللہ بن طارق، خالد بن ابوالبکرہ اور معقب بن عبید رضی اللہ عنہم اور صحیح ترین قول کے مطابق عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا، مسلمان ہتھیار اٹھا کر چل دیے، دن کے وقت چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے، یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گئے جسے دورہ کہتے ہیں۔ ان سات منافقین میں سے جو ان کے ساتھ چل رہے تھے ایک شخص جدا ہو گیا۔ اپنے قبیلہ میں جا کر سفیان بن خالد کو عاصم رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کے آنے کی اطلاع دی۔ وہ دوزخی کتا بائیس دوسرے مسلح لعینوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے قصد سے چل پڑا۔ صبح کا وقت تھا کہ عاصم اپنے ساتھیوں کے ساتھ رجیع کے مقام پر اترے اور ان کھجوروں میں سے کچھ تناول کیں جو مدینہ سے زادِ راہ کے طور پر ساتھ لائے تھے اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ابوالحیان کی بیوی جو وہاں بکریاں چرا رہی تھی، رجیع کنوئیں کے پاس گئی اس نے دیکھا کہ کھجوروں کی گٹھلیاں وہاں پڑی ہوئی ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم! یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں کیونکہ مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں چھوٹی اور باریک ہیں اس نشانی سے اس نے پہچان لیا اور شور مچا دیا کہ اے تلاش کرنے والو! تمہارے مطلوب نے اس جگہ رات گزاری ہے۔ کفار چاہ رجیع سے نشان پا کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ وہ بدبخت جو مسلمانوں کی خبر لے کر سفیان بن خالد کے پاس گیا تھا۔ کفار کے آگے آگے آ رہا تھا۔ جب مسلمانوں

نے یہ حال دیکھا تو خالد بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے عاصم رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کے مہمانوں نے ہمیں دھوکہ دیا۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے دوستوں کو کفار کے ساتھ جنگ پر ابھارا، کفار نے جب دیکھا کہ مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہیں تو نصیحت کرنا شروع کر دی کہ خود کو ہلاک نہ کرو۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے شہادت کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا ہمیں قتل ہونے کا کوئی خوف نہیں کیونکہ ہم اپنے دین پر ثابت قدم ہیں۔

سفیان بن خالد نے ابی البکرہ سے کہا اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی ضائع کرنے کی کوشش مت کرو، ہم تمہیں امان دیتے ہیں۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خدا سے نذر مانی ہے کہ کسی مشرک کی امان قبول نہیں کروں گا اور کسی مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیں گے۔ یہ کہہ کر تیر پھینکنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ تیر ختم ہو گئے۔ پھر نیزہ سے جنگ کی، ان کا نیزہ ٹوٹ گیا تلوار میان سے کھینچ لی اور قبلہ رُخ ہو کر دعا کی کہ خداوند! میں نے پہلے روز سے تیرے دین کو قبول کیا ہے اور حمایت کی ہے تو میری زندگی کے آخری روز میرے جسم کو مشرکین سے محفوظ و مامون رکھ کیونکہ سلافہ، ابی طلحہ کی بیوی نے نذر مانی ہوئی ہے کہ میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پیے گی۔ جب عاصم شہید ہو گئے۔ بدبختوں نے آپ کا سر کاٹنا چاہا تا کہ سلافہ سے اس کے بدلے اونٹوں کی سواریاں لے کر اپنی اُمیدیں پوری کریں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے بھڑوں کے لشکر کو بھیج دیا۔ وہ عاصم رضی اللہ عنہ کے جسم کی حفاظت کے لیے صف بستہ ہو گئیں۔ جو شخص بھی عاصم کی طرف بڑھتا اسے کاٹتی تھیں اور اسے اپنے زہریلے زخموں سے بھگا دیتی تھیں۔ کوئی شخص بھی عاصم کے نزدیک نہیں جا سکتا تھا۔ کہنے لگے اسے رات تک چھوڑ دو۔ جب رات ہوئی حق تعالیٰ نے سیلاب بھیج دیا۔ اس نیک بخت کے جسم کو ان کے درمیان سے اٹھا لے گیا، مشرکین غائب و نامراد لوٹے۔

منقول ہے کہ ان دس افراد میں سے چھ کفار کے مقابلہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بن عدری، عبداللہ بن طارق اور زید الاشنہ مشرکین کی امان میں آ گئے، ان کی بات تسلیم کرتے ہوئے پہاڑ سے نیچے اتر آئے، مخالفین نے عہد کو توڑ کر کمان کی رسی سے ان کے ہاتھ باندھ دیئے۔ عبداللہ طارق نے جب ان کے فریب کو دیکھا تو کسی حیلہ سے اپنے ہاتھ کھول لیے اور تلوار کھینچ کر دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ آخر کار کفارہ کی سنگساری سے جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے دو ساتھی خبیب اور مرثد رضی اللہ عنہم کو کفار مکہ لے گئے اور فروخت کر دیا، قریش نے انہیں قید کر دیا یہاں تک کہ ماہ حرم گزر گئے۔ کفار نے تنعیم کے مقام میں دو پھانسیاں کھڑی کیں اور خبیب اور مرثد رضی اللہ عنہم کو ان کے پاس لائے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہم نے کفار سے درخواست کی کہ مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت دیں۔ انہوں نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی سنت چلی آتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم کہتے کہ میں موت کے ڈر سے نماز پڑھ رہا تو میں نماز لمبی پڑھتا۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، اس مجلس کے حاضرین میں سے اکثر و بیشتر بڑی مصیبت میں مبتلا ہوئے، پھر انہیں سولی کے تختہ پر لائے اور اس طرح کھڑا کیا کہ ان کا رُخ مدینہ کی طرف ہو اور کعبہ سے پھرا ہوا ہو۔ فرمایا مجھے اس سے کیا نقصان! کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، فاینما تولو افثم وجه الله ۔ انہوں نے کہا، اسلام کو ترک کر دو تا کہ ہلاکت سے نجات پاؤ، انہوں نے فرمایا، خدا کی قسم! اگر تمام روئے زمین کو بھی مجھے دے دو تو بھی اپنے دین سے نہیں پھروں گا۔ انہوں نے کہا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تو صحیح و سالم اپنے گھر چلا جائے اور تیری جگہ محمد

ﷺ کو قتل کر دیں۔ انہوں نے کہا، خدا کی قسم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان کے بدلے آنحضرت ﷺ کے پائے مبارک میں کانٹا بھی چبھے۔ حاصل کلام کئی مرتبہ خوف دلا کر دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے یہاں تک کہ ان کے قتل کا فیصلہ کیا پھر فرمایا، خداوندا! یہاں دشمنوں کے بغیر مجھے کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا، کوئی دوست نہیں جو میرا پیغام تیرے حبیب ﷺ تک پہنچائے۔ خدایا! میرا اسلام آنحضرت ﷺ تک پہنچا دے۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور صحابہ کی ایک جماعت آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ اچانک آپ ﷺ پر وحی کی علامات ظاہر ہوئیں۔ پھر فرمایا علیہ السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ خبیب رضی اللہ عنہ کو قریش نے قتل کر دیا اور یہ جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں اور اس کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے گمراہوں کی گمراہی سے دین سے روگرداں نہ ہوئے۔ جنگ بدر کے مشرک مقتولین کے پس ماندگان جن کے آباء کو انہوں نے قتل کیا تھا کو آواز دی، وہ تمام نیزے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آ گئے۔ کہتے ہیں کہ وہ چالیس افراد تھے۔ جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسم میں نیزے مارتے تھے وہ بے چین و بیقرار ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو گیا، فرمایا **الحمدللہ الذی جعل وجھی نحوا لقبلۃ ورضا لنفسہ ولنبیہ للمومنین** ،اس کے بعد ایک مشرک نے آپ کے سینہ میں نیزہ مارا، انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور کلمہ پڑھتے ہوئے جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور اس کی بے پایاں رحمت کے سایہ میں چلے گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے انہیں اسی طرح پھانسی کے تختہ پر رہنے دیا تا کہ ان کے قتل کی خبر عرب میں مشہور ہو جائے جب صورت حال کا علم رسول اللہ ﷺ کو ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، تم میں سے کون خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے تختہ سے اتارے گا تا کہ بہشت اس کے لیے مخصوص ہو جائے۔ حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہما نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ دن کے وقت پوشیدہ رہتے اور رات کو سفر طے کرتے، یہاں تک کہ رات کو تنعیم میں پہنچے، چالیس آدمیوں کو پھانسی گھاٹ کے گرد سوئے ہوئے پایا۔ انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو آہستگی سے پھانسی سے اتارا، چالیس روز کے بعد انہیں دیکھا تو وہ اسی طرح تازہ تھے گویا کہ ابھی شہید ہوئے ہیں اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے جس سے خون ٹپکتا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے گھوڑے پر لاد لیا اور دونوں ساتھی وہاں سے لوٹ آئے۔ جب صبح ہوئی تو قریش کو علم ہوا، ستر سوار ان دو دوستوں کے پیچھے بھاگے، زبیر رضی اللہ عنہ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو زین سے زمین پر رکھ دیا، زمین فی الفور انہیں نگل گئی۔ اس عجیب امر کے ظہور کے بعد ان کا لقب بلیغ الارض ہو گیا۔ جب کفار نزدیک پہنچے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے سر سے پگڑی اتاری اور کہا اے قریش کس چیز نے تمہیں مجھ پر دلیر بنایا ہے۔ میں زبیر بن العوام ہوں، میری ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہے اور یہ مقداد بن الاسود ہے۔ ہم دو شیر ہیں، جو اپنے جنگل کی طرف جا رہے ہیں اور رکاوٹوں کو راستہ سے دُور کرتے ہیں اگر تیر اندازی کرنا چاہتے ہو تو آؤ ایک دوسرے پر تیر پھینکیں، اگر میدان جنگ کے طالب ہو تو آؤ دو دو ہاتھ ہو جائیں اور اگر چاہتے ہو کہ ہم مدینہ واپس چلے جائیں تو لوٹ جاتے ہیں۔ کفار کے مکہ کی طرف چلے گئے اور زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام موجود تھے، جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کے دو صحابہ رضی اللہ عنہم پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔

سفیان بن خالد کا قتل

منقول ہے کہ سفیان بن خالد باوجود یکہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا اور بعض کو فروخت کیا تھا جیسا کہ تحریر کر چکا ہے، اس بے حیائی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے اس نے لشکر تیار کرنے اور رسول اللہ ﷺ سے جنگ وقتال کرنے کا ارادہ کیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس بات کا علم ہوا، آپ ﷺ نے عبداللہ انیس کو اس شریر کے شر کو دور کرنے کے لیے مقرر فرمایا۔ چونکہ عبداللہ رضی اللہ عنہ سفیان بن خالد کو نہیں پہچانتا تھا۔ آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے اس کا حال بتایئے، آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان معجز بیاں سے اس کی شکل و ہیئت کو بیان فرمایا کہ جب تو اسے دیکھے گا اس سے ڈرے گا اور شیطان اس سے ملاقات کے وقت تیرے دل میں آئے گا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ جس طرح چاہے اس سے بات کرے۔ آپ ﷺ نے اسے اجازت فرما دی وہ اپنی تلوار اٹھا کر چل دیا۔ جب منزل طے کرتے ہوئے بطن عرفہ میں پہنچا، اس نے ایک شخص کو ایک جماعت کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا۔ عبداللہ انیس رضی اللہ عنہ کے دل میں اس شخص سے رعب پیدا ہوا، اس طرح جس طرح آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ اس نے سفیان کو پہچان لیا اور کہا، صدق یا رسول اللہ ﷺ۔ جب سفیان کی نظر عبداللہ پر پڑی۔ اس نے حال پوچھا، اس نے جواب دیا میں قبیلہ خزاعہ کا ایک مرد ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے فوج جمع کر رہے ہیں۔ میں آپ کے ہمرکاب رہنا چاہتا ہوں۔ سفیان نے کہا، ہاں! اسی طرح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔ عبداللہ انیس رضی اللہ عنہ سفیان کے ساتھ چلتے ہوئے شعر پڑھتا رہا اور چند باتیں اس سے خوشامد کے طور پر کیں، یہاں تک کہ وہ قسمت کا مارا مطمئن ہو کر اپنے خیمہ میں چلا گیا اور آرام کرنے لگا۔ جب رات ہو گئی اور اس کے دوست احباب متفرق ہو گئے اور ہر شخص کسی گوشہ میں جا کر سو گیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے خیمہ میں داخل ہوا، تلوار سے اس بدبخت کا سر جسم سے جدا کیا اور اسے لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا، راستہ میں ایک غار میں چھپ گیا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے عنکبوت کو حکم دیا اس نے اس غار کے دروازہ پر جالا تن دیا۔ جب سفیان کی قوم کو صورت حال کا علم ہوا، عبداللہ کے پیچھے بھاگے، ہر چند انہیں تلاش کیا مگر وہ انہیں نہ مل سکا۔ لا محالہ نا اُمید و حیران واپس ہوئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ غار سے نکل کر اپنی منزل کو چل دیئے۔ دن کے وقت چھپا رہتا اور رات کو سفر کرتا، یہاں تک کہ مدینہ میں پہنچ گیا۔ آنسرور ﷺ نے عبداللہ انیس رضی اللہ عنہ کو ایک عصا عنایت کیا اور فرمایا اسے جنت میں اپنا عصا بناؤ، کہتے ہیں کہ وہ عصا اس کے پاس وفات کے وقت تک رہا۔ وفات کے وقت اس کی وصیت کے مطابق اس عصا کو کفن میں لپیٹ کر قبر میں دفن کر دیا۔

سریہ ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی

ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو ایک سو پچاس صحابہ کے ساتھ جن میں عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص اور اسید بن الحضیر بھی شامل تھے بنی اسد کی سرزمین کی طرف بھیجا۔ اس سریہ کے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو یہ خبر ملی کہ اسد کے بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنے متبعین کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کے لیے ابھار رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مدینہ پر چڑھائی کر دیں اور گرد و نواح میں لوٹ مار کریں۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسلمہ کو وصیت فرمائی کہ اس سے پہلے کہ انہیں اطلاع ہو اور وہ لشکر لے کر ہم پر حملہ آور ہوں، تم وہاں پہنچ جاؤ اور انہیں تباہ کر دو۔ ابوسلمہ، ابن

زبیر طائی کو اپنا راہنما بنا کر عام راستے سے ہٹ کر چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ بنی اسد کے ایک کنوئیں پر پہنچا۔ اس جگہ جس قدر غلہ اور مویشی تھے ان پر قبضہ کر لیا جو لوگ وہاں موجود تھے ان میں سے بعض کو گرفتار کر لیا اور بعض اپنی قوم کے ساتھ بھاگ کر جا ملے۔ وہاں جا کر انہوں نے اپنی قوم کو مسلمانوں کی کثرت تعداد سے آگاہ کیا۔ قیس بن حارث، طلحہ اور خویلد کو مسلمانوں کے مقابلے سے منع کیا۔ وہ لوگ خوفزدہ ہو کر اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ ابوسلمہ اپنی قوم کے ساتھ ان کے گھروں میں آیا اور غنائم سے اپنی فتح ونصرت کو مضبوط کیا، اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسد، ابوسلمہ کے مقابل آ کر جنگ کیلئے صف بستہ ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک وار میں ایک مشرک کو جہنم رسید کر دیا۔ پھر لشکر کو پکارا کہ کھڑے کیوں ہو؟ ابوسلمان اور دوسرے مسلمانوں نے یکدم حملہ کر کے کفار کو شکست دے دی۔ مخالفین کا مال واسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ صحیح وسالم مال اور غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

غزوہ بنی النضیر

چونکہ عمرو بن اُمیہ نے غلطی سے ان دو عامریوں کو قتل کر دیا تھا لامحالہ آنحضرت ﷺ ان کے خون بہا کو ادا کرنے کا اہتمام کرنے کے لیے قبیلہ بنی النضیر سے کہا کہ ہم ان کا خون بہا ادا کریں گے چونکہ وہ بنی عامر کے معاہد تھے اور آنحضرت ﷺ سے بھی عہد و پیمان رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت مثل ابوبکر صدیق، عمر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، سعد، معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس قبیلہ میں تشریف لے گئے تا کہ بنی النضیر ان دو مقتولین کی دیت ادا کرنے میں مدد دیں۔ جب آنحضرت ﷺ اس قبیلہ میں آئے اور بنی النضیر سے مقصود و مدعا بیان فرمایا تو انہوں نے کہا اے ابوالقاسم جو آپ ﷺ کی خواہش ہے اس کے مطابق ہم کریں گے لیکن آپ ﷺ تھوڑی دیر توقف فرمایئے تا کہ ہم آپ ﷺ کی ضیافت کا اہتمام کچھ کر سکیں۔ آنحضرت ﷺ ان کے ایک مکان کی دیوار کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کے تمام ساتھی اس مجمع میں بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں حی بن اخطب یہودی نے کہا، اے گروہ یہود، تمہیں اس سے بہتر موقعہ کبھی حاصل نہیں ہوگا، کوئی شخص مکان کی چھت سے ان کے سر پر پتھر مارے تا کہ ہم ان کی تکلیف سے نجات پائیں۔ ابن مقونہ خشخاس نے کہا یہ کام میں کروں گا۔ سلام بن مشکم نے انہیں آنحضرت ﷺ کے قتل کرنے سے منع کیا۔ اور کہا اسی وقت جبرئیل علیہ السلام انہیں آسمان سے آ کر تمہارے ارادہ سے آگاہ کر دے گا اور یہ نقض عہد کا سبب ہوگا اور اس کی وجہ سے بڑی خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ بنی النضری کے یہودیوں نے نہ سنا، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو ان کے فریب سے آگاہ کیا۔ آنحضرت ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ کو بتائے بغیر اس آدمی کی طرح جو رفع حاجت کے لیے جاتا ہے مجلس سے اٹھ کر مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ صحابہ کے ساتھ تعرض سے مطمئن تھے۔ جب یہودیوں کو آنحضرت ﷺ کے غائب ہونے کی خبر ہوئی، کنانہ جو ایک یہودی تھا، نے کہا، اے یہودیو! کیا تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ تمہاری مجلس سے کیوں اٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا، خدا کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ کیوں اٹھے اور آپ بھی نہیں جانتے، اس نے کہا، مجھے توریت کی قسم، میں جانتا ہوں، قسم بخدا تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمہارے فریب سے آگاہ کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو فریب اور دھوکہ مت دو کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول اور خاتم انبیاء کی جو صفات پڑھی ہیں وہ تمام

آپ ﷺ کی ذات میں موجود ہیں اور آپ ﷺ کی ذات بابرکات بغیر کسی کمی وزیادتی سے ان کے ساتھ متصف ہے۔ مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ وہ تمہاری جلاوطنی کا حکم صادر فرمائیں گے۔ تمہارے بچے ضائع، گھر خالی اور مال واسباب تلف ہوں گے اب مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تم دو کاموں میں سے ایک کرو، انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا، زیادہ بہتر اور درست یہ ہے کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ کہ تمہاری اور مال محفوظ رہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہم توراۃ نہیں چھوڑ سکتے، اور موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اس نے کہا دوسری یہ بات ہے کہ جب وہ کہیں کہ ملک چھوڑ کر باہر چلے جاؤ تو قبول کر لو تا کہ ان کا حکم قبول کرنے کی وجہ سے تمہارے خون حلال اور مال برباد نہ ہو۔ یہودیوں نے کہا ہم جلا وطنی اختیار کرتے ہیں اور موسیٰ علیہا السلام کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جب آنحضرت ﷺ صحابہ کو بنی الحضری میں چھوڑ کر مدینہ میں تشریف لے آئے تو آپ کے ساتھی کافی انتظار کے بعد آنحضرت ﷺ کے واپس آنے سے مایوس ہو کر آنحضرت ﷺ کے پیچھے مدینہ کو واپس آ گئے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے حالات دریافت کئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہودیوں کا ارادہ دھوکا کرنے کا تھا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس سے آگاہ کر دیا۔ پھر محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنی النضیر کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ میرے ملک سے باہر چلے جاؤ، کیونکہ میرے ساتھ تم نے دھوکا کیا ہے، تمہیں دس روز کی مہلت ہے۔ دس روز کے بعد جو شخص اس جگہ ملے گا، میں اسے قتل کر دینے کا حکم دوں گا۔ یہودی جلاوطنی قبول کر کے تیاری میں مشغول ہوئے، صحرا سے اونٹوں کو لے آئے۔ اچانک عبداللہ ابی سلول منافق کا قاصد ان کے پاس پہنچا کہ تم اپنا وطن نہ چھوڑو اور اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو جاؤ اور اطمینان اور فارغ البالی سے رہو، کیونکہ میں دو ہزار تجربہ کار اور بہادر فوج کے ساتھ تمہاری امداد کے لیے آ رہا ہوں۔ بنی قریضہ کے یہودی اور ان کے خلفاء جو بنی غطفان ہیں بھی مدد ومعاون ہوں گے۔ اسی وجہ سے حی بن اخطب نے خوش اور مغرور ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کسی کو بھیجا، اور پیغام دیا کہ ہم اپنے گھر چھوڑ کر باہر نہیں جائیں گے، آپ ﷺ ہمارے متعلق جو کر سکتے ہیں کیجئے، جب یہ خبر آنحضرت ﷺ نے سنی بلند آواز سے تکبیر کہی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی موافقت کی۔ مسلمان آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے غزوہ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں عبداللہ ام مکتوم کو خلیفہ بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کو جھنڈا عنایت فرمایا اور مدینہ سے باہر آ گئے۔ دوسری نماز بنی النضیر کے میدان میں ادا فرمائی۔ جب یہودیوں نے لشکر اسلام کو دیکھا لومڑی کی مانند قلعوں میں گھس گئے۔ قلعوں کے دروازوں کو بند کر کے تیر اور پتھر پھینکنے لگے۔ عشاء تک انہوں نے جنگ کی۔ جب مسلمانوں نے عشاء کی نماز ادا کر لی آنحضرت ﷺ اپنی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ روایات کے اختلاف کے مطابق تھے، صبح تک یہودیوں کا محاصرہ کئے رکھا اور تکبیر کہتے رہے۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا خیمہ خطمہ کے میدان میں تھا، ایک تیر انداز جو غرور سے موسوم تھا، اس نے ایک تیر پھینکا جو آنحضرت ﷺ کے خیمہ میں گرا۔ لامحالہ خیمہ کو اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ جب رات ہوئی لشکرگاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ اس کے متعلق آنحضرت ﷺ سے عرض کیا، آپ ﷺ نے فرمایا، تمہاری کسی مہم کے لیے باہر گیا ہوگا۔ اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے اور غرورا کے سر کو زمین پر پھینک دیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ، یہ اس ملعون کا سر ہے جس نے آپ ﷺ کے خیمہ کی طرف تیر پھینکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے حالات کی کیفیت پوچھی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے اسے بہادر خیال کرتے ہوئے سوچا ممکن ہے

اس کی جرأت اسے رات کو قلعہ سے باہر آنے پر اُبھارے اور جس کسی کو غافل دیکھے اٹھالے جائے، میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا، اچانک میں نے دیکھا کہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے، نو دوسرے آدمیوں کے ساتھ چلا رہا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے سر کو جسم سے جدا کر دیا۔ اس کے ساتھی اس قدر نزدیک ہیں کہ اگر آپ ﷺ میرے ساتھ کچھ لوگ بھیجیں تو ہم ان پر فتح مند ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ، سہیل بن حنیف اور سات دوسرے بہادر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیئے۔ علی کرار رضی اللہ عنہ دس بہادر مہاجر و انصار مردوں کے ساتھ غرورا کے ساتھیوں کے پیچھے بھاگے، اس جماعت کو قلعہ کے باہر جالیا اور تمام کو قتل کر دیا۔ ان کے سروں کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے، آنسرور ﷺ نے فرمایا بنی خطمہ کے سروں کے ساتھ اس یہودی بد بخت کے سر کو لٹکا دیں، محاصرہ کے دوران آنحضرت ﷺ نے ابو سیفی مازنی اور عبد السلام کو فرمایا کہ یہودیوں کی امید گاہوں یعنی درختوں کو کاٹ دیں۔ ابو لیلیٰ کھجور کے بہترین درختوں کو جو عجوہ کے نام سے موسوم تھے، گراتے اور کہتے تھے کہ یہ یہودیوں پر بہت دشوار ہوگا۔ اور عبد السلام رضی اللہ عنہ ان میں سے مردہ کھجوروں کو کاٹتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ عنقریب یہودیوں کی ملکیت کی ہر چیز مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے گی۔ اس لیے اچھے درختوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس کے متعلق آیہ کریمہ ماقطعتم من لنیۃ او ترکتموھا قائمۃ علی رضی اللہ عنہ کی ان پر اطلاع پر متعجب ہوئے۔ تھوڑی دیر ٹھہرے تو امیر المومنین عمر، عثمان اور دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم آگئے اور انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی۔ امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جو کچھ سنا تھا آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تجھے اس حقیقت کی کس نے اطلاع دی اور ملائکہ کی تعداد کا تجھے کیسے علم ہوا۔ انہوں نے عرض کیا میں ملائکہ کے آنے سے واقف ہو گیا اور فرشتوں کی جو جماعت بھی آتی اپنی زبان میں اپنی تعداد بتاتی، میں ان کی تعداد ایک دوسرے سے اخذ کرتا یہاں تک کہ ان کی یہ تعداد ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا زادك الله عقلا ۔

وفات عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ

ان واقعات میں سے ایک تو عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ (جو آنحضرت ﷺ کے نواسے تھے) کی وفات تھی، دوسرے ابو سلمہ عبد الاسد مخزومی جو ام سلمہ کے خاوند تھے، فوت ہوئے۔ فاطمہ بنت اسد، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کی والدہ بھی اسی سال فوت ہوئیں۔ پھر اسی سال آنحضرت ﷺ نے ام سلمہ (جو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ متوفی کی بیوہ تھیں) سے نکاح کیا اور امہات المومنین میں شامل کیا۔

غزوہ بدر صغرا

ابو سفیان نے جنگ اُحد سے لوٹتے وقت مسلمانوں سے یہ کہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان آئندہ سال اسی موسم میں بدر میں ایک اور جنگ ہوگی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے جواب دیا تھا کہ ہمیں منظور ہے۔ دوسرے سال ابو سفیان نے جنگ کے معاملات کی تیاری اور جنگ وقتال کے اسباب مہیا کرنے میں مشغول ہو کر قریش کو جنگ کے لیے ابھارا لیکن اس کا دل زبان کا ساتھ نہیں دیتا تھا، اور اس کا تکلف سے اظہار کرتا تھا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ابو سفیان کی طرف سے وعدہ خلافی ہوئی۔ پھر نعیم بن مسعود اشجعی نے جو کہ مدینہ

سے مکہ آیا تھا، قریش کو لشکر اسلام کی تیاری، شان وشوکت اور سامان جنگ کی تیاری کے حالات بتائے۔ ابوسفیان نے اس سے ملاقات کر کے اسے کہا کہ غزوہ اُحد میں ہمارا اور محمد ﷺ کا اس قسم کا وعدہ تھا، لیکن اس سال سخت قحط ہے، اس لیے ہم پسند نہیں کرتے کہ ان کی طرف لشکر کشی کریں۔ اگر تم مدینہ جا کر محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے ڈراؤ اور خوفزدہ کر کے باہر نکلنے سے روک دو تا کہ وعدہ خلافی ان کی طرف سے متحقق ہو تو میں ضامن ہوں کہ قریش تمہیں تین سو اونٹ انعام دیں گے۔ سہیل بن عمر نے کہا میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ وصول ہوں گے۔ نعیم مدینہ گیا اور مسلمانوں کو کفار کے لشکر کی تیاری اور اس کی شان وشوکت کی خبر دی اور ان سے جنگ وقتال کرنے سے ڈرایا اور کہا مصلحت اسی میں ہے کہ مدینہ سے ہرگز باہر نہ نکلا جائے اور عافیت کے پاؤں قیام کے دامن میں رکھے رہیں۔ مسلمانوں نے اسے سچا سمجھ کر خروج کو ناپسند کیا اور شہر میں ٹھہرے رہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو خیال ہوا کہ کوئی شخص بھی اس غزوہ کو اختیار نہیں کرے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان بدر میں جانے پر اصرار کیا اور معقول اور پسندیدہ باتیں کیں۔ سابقہ تجربہ کی روشنی میں درست رائے سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی آنحضرت ﷺ نے مسرور وشادماں ہو کر فرمایا، خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، میں جنگ کے لیے جاؤں گا خواہ اُحد کے ساتھی میرے ساتھ موافقت نہ کریں۔ اس بات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل سے خوف وخشیت جاتا رہا اور ان کے دلوں میں قوت وشوکت پیدا ہوئی۔ جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ رواحہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا، نصرت شعار جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو دے کر ڈیڑھ ہزار بہادروں کے ساتھ ابوسفیان کے ذلیل شیطان صفت لشکر کے مقابلہ کے لیے مدینہ سے نکلے، اسلامی فوج میں اس دفعہ دس سے زیادہ گھوڑے نہیں تھے، لیکن تجارت کا سامان صحابہ کے پاس بہت تھا۔ ماہ ذی قعدہ کی یکم تاریخ کو میدان بدر میں اترے۔ سامان کو پوری قیمت پر فروخت کیا چنانچہ ہر دینار پر ایک دینار نفع ہوا۔ آٹھ روز کے بعد اطمینان وخوشی اور سکون خاطر سے مدینہ کی طرف لوٹے۔ اس سفر میں مسلمانوں کا مقابلہ کفار سے نہیں ہوا اور آیہ کریمہ **فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم بمهم سوء واتبعوا رضوان الله والله ذوفضل عظيم** بعض کے قول کے مطابق اسی سلسلہ میں نازل ہوئی کہتے ہیں ابوسفیان دو ہزار مردوں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا، مرالظہر ان تک پہنچ کر واپس ہو گیا۔ بہانہ یہ کیا کہ صحرا خشک ہے، چارہ اور گھاس نہیں ہے، اس لیے اونٹ دودھ نہیں دیتے، لشکر تنگی میں گزارہ کرتا ہے۔

غزوۂ ذات الرقاع

بعض ارباب سیر کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع اسی سال وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ ایک شخص چند بھیڑیں فروخت کرنے کے لیے مدینہ میں لایا تھا، اس نے مسلمانوں کو بتایا کہ قبیلہ بنی رغار اور ثعلبہ نے لشکر جمع کیا ہے اور وہ تمہارا قصد رکھتے ہیں۔ یہ خبر آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو پہنچی، ذی النورین رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا گیا اور چار سو آدمیوں اور ایک روایت میں سات سو آدمی اس ماہ کی دس تاریخ شنبہ کی رات

مدینہ سے نکلے، مسافت طے کرتے ہوئے ان کے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ وہ جگہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور تھی۔ کیونکہ وہ مختلف رنگوں کے مرقع کپڑے کی مانند ایک پہاڑ کے قریب واقع تھی۔ اس جگہ عورتوں کے سوا کوئی مرد نہ ملا، مرد پہاڑوں اور ٹیلوں میں قلعہ بند تھے۔ اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ مشرکین اپنی کمین گاہوں میں چھپے ہوئے فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے ان پر حملہ کریں، مسلمانوں نے کفار کے اموال کو نہ لوٹا، اس جگہ نماز خوف ادا کی یہ سب سے پہلی نماز خوف تھی جو ادا کی گئی۔ آنحضرت ﷺ کے مدینہ سے باہر رہنے کی مدت پندرہ راتیں تھی پھر مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ پھر ربیع الاول تک مدینہ سے کوئی لشکر باہر نہیں گیا۔

غزوہ دومۃ الجندل

یہ ایک پہاڑ ہے جہاں سے کوفہ دس منزلیں اور دمشق بھی دس منازل پر ہے اور کہتے ہیں کہ دومۃ الجندل قلعہ ہے جس کی بنیاد پتھر پر رکھی گئی ہے اور اس جگہ کی پیداوار کھجور اور جَو ہیں۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ اس جگہ ایک جماعت جمع ہوگئی ہے اور مسافروں کو بہت تکلیف پہنچاتے ہیں اور اکیدا بن مالک نصرانی اس جگہ حاکم ہے اور وہ قیصر کے زیر فرمان ہے اور بہت سی فوج جمع کر کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ وقتال کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ آنحضرت ﷺ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنایا۔ ایک رہبر مقرر کر کے سرکشوں کو سزا دینے کے لیے روانہ ہوئے، رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت راستہ سے ایک طرف ہو کر قیام کرتے تھے، جب ایک روزہ سفر رہ گیا، رہبر نے عرض کیا کہ مخالفین کے مویشی نزدیک ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے مویشی پکڑنے اور سامان ضبط کرنے کا حکم دیا۔ مویشی چرانے والوں اور اموال کے محافظوں نے ادھر ادھر بھاگ کر قلعہ دومۃ الجندل کے باشندوں کو خبر پہنچائی۔ وہاں کے لوگ منتشر ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ نے وہاں قیام فرمایا۔ ان لوگوں میں سے کوئی شخص مقابلے کے لیے سامنے نہ آیا۔ آنحضرت ﷺ نے چند روز وہاں قیام فرمایا اور اطراف میں چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ کیے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مخالفین کے ایک شخص کو گرفتار کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے قوم کے متعلق خبر پوچھی، اس نے کہا جب انہوں نے مسلمانوں کے اس طرف متوجہ ہونے کی خبر سنی گھروں کو چھوڑ کر تیزی سے بھاگے اسی وقت وہ شخص آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آیا۔ وہاں سے آپ ﷺ صحیح وسالم اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ اس سفر کی مدت ایک ماہ سے زیادہ تھی۔

تیمم کا حکم نازل ہوا

بزرگانِ فن سیرت کہتے ہیں کہ اسی سفر غزوہ بنی المصطلق میں دوسری مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کا ہار غائب ہوگیا۔ اسی وقت وہ مدینہ کے قریب صلصل مقام میں تھی اور آنحضرت ﷺ نے اس کی وجہ سے اس منزل میں توقف فرمایا تاکہ گم شدہ ہار کو تلاش کر لیں۔ وہاں پانی نہیں تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں تھا۔ قریب تھا کہ نماز فوت ہو جاتی، مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کا ہار گم ہو جانے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ میں جہاں پانی نہیں ہے توقف فرمایا اور قریب ہے کہ

نماز فوت ہو جائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سست کہنا شروع کر دیا جب آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو پانی نہیں تھا جس سے وضو کریں اور نماز ادا کریں۔ حق تعالیٰ نے لطف و کرم سے آیت تیمم نازل فرمائی، یہاں تک کہ اسلامی لشکر نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی۔ اسید بن الحضیر نے کہاماھی بر اول بر کتکم یا آل ابو بکر یعنی اے آل ابوبکر تمہاری پہلی برکت نہیں ہے، یعنی اس قسم کی برکات تمہاری طرف سے مومنین کو پہنچی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب اونٹ اٹھا تو اس کے نیچے سے میرے گلے کا ہار نکلا۔

غزوۂ خندق یا غزوہ احزاب

مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنی النضیر کو مدینہ کی حدود سے نکال باہر کیا۔ وہ اطراف و اکناف میں منتشر ہو گئے ان میں حی بن اخطب، سلام بن اشکم، ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع، ابن ابی الحقیق اور اس کے متبعین خیبر کے نواح میں قیام پذیر ہو گئے۔ دن رات اسی فکر میں تھے کہ مسلمانوں سے کس طرح بدلہ لیں۔ آخر کار بیس افراد ان کے رؤساء میں سے ابو عامر فاسق کے ساتھ مکہ میں گئے تاکہ مشرکین کو مسلمانوں کو خلاف جنگ و قتال کے لیے پھر ورغلائیں۔ ابو سفیان نے ان سے آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ محمد ﷺ کے قلع قمع میں تمہارے ساتھ عہد کریں اور قواعد و پیمان کو قسم کے ساتھ پختہ کریں۔ ابو سفیان نے کہامر حبا بکم اھلا، ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی عداوت میں ہماری مدد کرے۔ یہود نے ابو سفیان سے درخواست کی کہ قریش سے پچاس آدمی منتخب کریں وہ سب مل کر خانہ کعبہ کے پردوں کے درمیان گئے، چنانچہ ان کے سینے دیوار کعبہ کے ساتھ متصل ہو گئے، ایک دوسرے کے ساتھ انہوں نے عہد باندھا کہ رسول اللہ ﷺ کی عداوت میں متفق رہیں گے۔ ابو سفیان نے قریش کے اشارہ سے یہود بنی النضیر سے کہا، ہم کعبہ کی تعمیر میں کوشش کرتے ہیں اور مہمانوں کے لیے عمدہ عمدہ اونٹ ذبح کرتے ہیں اور حاجیوں کو کھانا پانی دیتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں اور بت پرستی جو ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ تھا اختیار کرتے ہیں۔ محمد ﷺ نیا دین لایا ہے اور جدید رسم پیدا کی ہے۔ تم جو اہل کتاب ہو بتاؤ کہ ان دونوں میں کس کو ترجیح حاصل ہے۔ یہودیوں نے انتہائی حسد اور اپنی بدبختی سے بت پرستی اور مشرکین قریش کے شیوہ کو ملت حنیف اور شریعت محمد ﷺ پر ترجیح دی۔ لا محالہ حق تعالیٰ نے ان کے متعلق آیت بھیجی، الم ترا لی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت و الطاغوت ویقولون للذی کفروا ھولاء اھدی من الذین آمنوا سبیلا اولئک الذین لعنھم اللہ ومن یعلن اللہ فلن تجدلہ نصیرا اور وکفیٰ بجنھم سعیرا تک، اس کے بعد قریش نے اپنے مدعا کے مطابق گواہ لے کر اسباب حرب اور جنگ و قتال کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہوئے، بنی النضیر کے یہود بت پرستوں کے ساتھ متفق ہو گئے اور اتحاد کرنے کا وقت مقرر کر لیا۔ جب سرکش یہودیوں نے قریش کے طرز عمل سے خود کو مطمئن کر لیا تو قبیلہ بنی عطفان میں آئے انہیں بھی اپنے ساتھ متفق کیا، اسی طرح دوسرے قبائل کے پاس گئے اور یہی عمل کیا، ابو سفیان نے کفار کا لشکر بڑی تیزی سے جمع کیا، چار ہزار مرد اکٹھے کیے، ایک ہزار پانچ سو اونٹوں، تین سو گھوڑوں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا، اور مرالظہر، ان میں قبیلہ اسلم اشجع، بنو مرہ، فرازہ اور عطفان ہر ایک جماعت کثیرہ اور جم غفیر کے ساتھ قریش کے ساتھ مل گئے، چنانچہ دس ہزار مرد اکٹھے ہو گئے بعد ازاں انہوں نے مدینہ

کا رخ کیا۔ یہ غزوہ اجتماع قبائل کی وجہ سے غزوہ احزاب کے نام سے موسوم ہوا۔ جب مخبروں نے اس کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچائی، آنحضرت ﷺ نے اعیان مہاجرین اور اشراف انصار کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا، تاکہ دشمنوں سے مقابلے کے لیے جس کسی کے دل میں جو خیال آئے پیش کرے اور جس رائے کو آنحضرت ﷺ پسند فرمائیں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ عبداللہ ابی کو شہر سے باہر نکلنے میں کوئی مصلحت دکھائی نہ دی۔ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے درست خیال کیا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بلاد عجم میں جب بہت بڑا لشکر کسی شہر کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور وہاں کے باشندوں میں ان کے ساتھ جنگ کی طاقت نہیں ہوتی شہر کے گرد خندق کھود لی جاتی ہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ بات مستحسن اور مقبول ہوئی پس خندق کے اسباب مہیا کرنے میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے نصرت الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے عبداللہ ام مکتوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا، مہاجرین کا علم زید بن حارثہ کو دیا، انصار کا جھنڈا اسعد بن عبادہ کو دے کر تین ہزار فوج کے ساتھ باہر نکل کر کوہ مسطع کے دامن میں (جو شہر کے قریب تھا) چھاؤنی بنائی۔ مدینہ کے بعض اطراف جو عمارات سے مضبوط اور پیراستہ تھے اور بعض جگہوں میں راستے تھے جہاں خندق کھودنے کی ضرورت تھی، لامحالہ آنحضرت ﷺ اس کے مقابل فروکش ہوئے، آنحضرت ﷺ کے حکم پر صحابہ رضی اللہ عنہم خندق کھودنے میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ہر دس آدمیوں کو چالیس گز جگہ تقسیم فرمادی اور ایک روایت کے مطابق ہر شخص کو دس گز ملی پوری کوشش اور جدوجہد سے مسلمان خندق کھودنے میں مصروف ہوئے۔ بعض اوقات آنحضرت ﷺ مسلمانوں کی دلداری اور تقویت کے لیے بنفس نفیس خندق کھودنے اور مٹی اٹھانے میں شریک ہوجاتے۔ کہتے ہیں کہ ان دنوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دس آدمیوں کے برابر کام کرتے۔ یہاں تک روایت ہے کہ ہر روز پانچ خندق کھودتے جس کی گہرائی پانچ گز ہوتی۔ چونکہ مہاجرین اور انصار ہر ایک کا حصہ الگ مقرر تھا، فریقین میں سے ہر شخص سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس کے لیے جھگڑا ہوا، ہر شخص کہتا کہ السلمان منا و نحن اقرب، یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا السلمان رجل منا اهل البیت، قیامت تک یہ بات ان کے لیے فخر کا باعث بن گئی۔

قیس بن صعصعہ نے سلمان کو نظر بد لگائی اور وہ گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے جب اس کی بیماری کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، قیس سلمان کے لیے وضو کرے اور وضو کے پانی کو ایک برتن میں جمع کرے، سلمان رضی اللہ عنہ کو اس پانی سے نہلائیں اور برتن کو سلمان رضی اللہ عنہ کے پس پشت اوندھا رکھیں۔ جب آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کیا، اسی وقت تکلیف سے نجات مل گئی۔

ان دنوں سخت سردی، قحط اور مہنگائی کی وجہ سے مسلمانوں کو خندق کھودنے میں انتہائی مشقت اٹھانا پڑی، چھ روز میں خندق کھودنے کی مہم مکمل ہوئی۔ مسلمانوں نے اپنے اہل وعیال اور اموال مدینہ کو قریبی قلعوں میں محفوظ کر دیا، براء ابن عاذب اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ خندق کھودنے کے دوران ایک بہت بڑا اور سخت پتھر ظاہر ہوا جس پر کوئی بیل و کدال کام نہیں کرتا تھا سب لوگ اسے توڑنے سے عاجز آگئے۔ لامحالہ صورت واقعہ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں خود آتا ہوں۔ اس وقت آپ ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا اور تین روز سے کچھ نہیں کھایا تھا اور دہان مبارک میں طعام کا ایک ریزہ بھی نہیں گیا تھا۔ پتھر کے اوپر رنجہ فرمایا، سلمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لی اور اس پتھر کو توڑ دیا۔ عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ میں، سلمان، حذیفہ، نعمان رضی

اللہ عنہم اور چھ دوسرے افراد چالیس گز خندق کھود رہے تھے، چند مددگاروں کے ساتھ ہم بڑی رغبت کے ساتھ فرمان رسول کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ اچانک خندق میں ایک پتھر ظاہر ہوا تمام آلات اسے اکھاڑنے میں ناکام رہے اور ٹوٹ گئے۔ ہم سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو اس حال سے آگاہ کرو۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے کیفیت واقعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور خندق میں داخل ہوئے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ساتھ موافقت کی، ہم نو افراد کنارے پر کھڑے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کدال سلمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لیا اور اس پتھر پر اس طرح مارا کہ پہلی مرتبہ وہ پھٹا اور اس سے بجلی چمکی جس نے شہر مدینہ اس طرح روشن کر دیا جیسا کہ گھر میں چراغ روشن کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تکبیر کہی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے ساتھ موافقت کی۔ دوسری مرتبہ اس پر ضرب لگائی تو پہلے کی طرح اس سے بجلی چمکی۔ آنحضرت ﷺ نے پھر تکبیر کہی۔ تمام مسلمانوں نے آپ ﷺ کے ساتھ موافقت کی، تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، پہلی ضرب جو میں نے لگائی بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے کسریٰ کی مملکت سے حیرہ کے محلات کو بڑے بڑے مکانات کی شکل میں دیکھا اور جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت اس طرف غالب ہو گی اور دوسری بجلی کی روشنی میں روم کے سرخ محلات کو دیکھا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ ﷺ کی اُمت ان ممالک پر قبضہ کرے گی اور تیسری روشنی میں صفا کے محلات کو دیکھا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ ﷺ کی امت ان شہروں پر قابض ہو گی۔

سلمان رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے کسریٰ کے محل کی خصوصیات وصفات و مدائن میں واقع ہے ایک ایک کر کے سلمان پر ظاہر فرمائیں، سلمان رضی اللہ عنہ عرض کرتے اس خدا کی قسم جس نے آپ ﷺ کو راستی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا محل کے حالات کمال میں جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا اسی کے مطابق ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا کے سچے رسول ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت وہاں پہنچے گی اور میرے بعد مسلمان ان ممالک کو فتح کریں گے۔ سلمان رضی اللہ عنہ اس سے خوش و شادمان ہو کر خدا تعالیٰ کی حمد بیان کی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ حق تعالیٰ پورا فرمائیں گے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اسی طرح جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا تھا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ القصہ جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ بنی قریظہ کے یہود نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے کہ وہ ان کے دشمنوں کی مدد و اعانت نہیں کریں گے اس شرط کے ساتھ کہ مسلمان ان سے تعرض نہ کریں۔ لامحالہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے وقت ابوسفیان نے حی بن اخطب سے درخواست کی کہ تم جا کر اس قسم کا مکر و فریب کرو کہ ان کے پیشواؤں میں سے کعب بن اسد اپنے عہد سے مکر جائے اور آنحضرت ﷺ کے مخالفین کے ساتھ موافقت کرے۔ حی بن اخطب ابوسفیان کی باتوں اور شیطان کے ورغلانے سے گمراہی کے میدان میں قدم رکھا اور کعب بن اسد کے قلعہ کے دروازہ پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، کعب کو جب معلوم ہوا کہ حی بن اخطب ہے تو اس نے اس کے آنے کو ناپسند کیا، اور کہا کہ وہ شخص جو جھوٹا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھے عہد توڑنے کے لیے کہتا ہے۔ دربان سے اس نے کہا کہ قلعہ کے دروازہ کو مضبوطی سے بند رکھو، حی بن اخطب نے جب دیکھا کہ آرزوؤں کا دروازہ اس کے لیے بند ہے اس نے پکار کر کہا کہ کعب میرے لیے دروازہ کھولو، میں حی بن اخطب ہوں، اس نے اس کے جواب میں کہا اے حی تو منحوس آدمی ہے، تیری شامت کی وجہ سے بنی النضیر پریشان اور آزردہ ہیں،

اب تو نے ہمارے قلعہ کا رخ کیا ہے، واپس چلے جاؤ اور ہم نے محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا ہے اور پیان کی بنیادوں کو قسم سے پختہ کیا ہے۔ اس عرصہ میں ہم نے صدق وصفا اور محبت والفت کے علاوہ اس سے کوئی اور چیز مشاہدہ نہیں کی۔ جی نے کہا تم دروازہ کھولو تا کہ میں تمہارے ساتھ بات کروں، شاید تو مجھ سے اپنا کھانا بچا کر رکھنا چاہتا ہے اور ضیافت سے پرہیز کرتا ہے، چونکہ تم میری ضیافت نہیں کرنا چاہتے، اس لیے دروازہ بھی نہیں کھولتے، چونکہ بخل اور خست سے زیادہ مکروہ عرب میں کوئی چیز نہیں تھی۔ کعب نے اس خوف سے کہ کنجوسی کی طرف منسوب ہوگا۔ اس کے کہنے پر دروازہ کھول دیا۔ جی داخل ہوا اور کعب سے کہا میں تیرے لیے دائمی عزت اور لازوال سعادت لایا ہوں۔ عرب کے رؤساء اور قریش کے سردار بہت بڑے مجمع کے ساتھ مجمع الامال میں اترے ہوئے ہیں۔ غطفان اور ان کے علاوہ اشراف اور لشکروں کے سردار تقریباً دس ہزار اشخاص آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ عہد کیا ہے کہ جب تک محمد اور اس کے ساتھیوں کا استیصال نہیں کر لیں گے واپس نہیں جائیں گے۔ کعب نے کہا خدا کی قسم تو ذلت وخواری کے ساتھ آیا ہے اور ایسا بادل لایا ہے جس سے پانی خشک ہو چکا ہے اور چمک اور کڑک کے سوا اس میں کچھ نہیں، مجھے محمد ﷺ کے ساتھ رہنے دو۔ کیونکہ اس سے میں نے جود وکرم اور احسان وامتنان ہی مشاہدہ کیا ہے۔ القصہ ابتداء میں یہ باتیں سید انس وجاں علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات سے شکر گزاری میں کیں لیکن آخر کار جی منحوس کے افسانہ وفسوں سے سیدھے راستہ سے منحرف ہو گیا اور دشمنوں اور فسادیوں کے راستہ پر چل نکلا۔ اس نے کہا اے جی! میں اس سے ڈرتا ہوں کہ قریش محمد ﷺ کا کام تمام کئے بغیر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں اور تو بھی اپنے گھر چلا جائے اور ہم اپنے کئے کی سزا بھگتیں، محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہو جائیں۔ جی نے تورایت کی قسم کھائی کہ اگر قریش اور غطفان محمد ﷺ کی مہم کو مکمل کیے بغیر اور بے نیل مرام لوٹے تو میں قلعہ میں تیرے ساتھ رہوں گا اور جو کچھ تو کرے گا تیرا ساتھ دوں گا اور جو مصیبت تجھے پہنچے گی وہی مجھے بھی پہنچے گی۔ اس شیطانی لشکر کے سپہ سالار نے بنی قریضہ کے سردار کو آنحضرت ﷺ کا عہد توڑنے پر آمادہ کر لیا اور آنحضرت ﷺ کے عہد نامہ کہ پھاڑ دیا، اس نامہ مبارک منحوس کا دل بنی قریضہ سے مطمئن ہو کر لوٹا اور قریش کو صورت واقعہ سے آگاہ کیا۔

نقل ہے کہ کعب نے کسی شخص کو بھیج کر اپنی قوم کے رؤساء مثل زبیر بن باطا نبیش بن قیس اور عتبہ بن زید کو بلایا اور صورت واقعہ اور فیصلہ سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے اسے بہت ملامت کی اور اسے جی کی شامت اور اس کے ساتھ معاہدہ کے برے انجام سے ڈرایا، چنانچہ کعب اس نادانستہ کام سے پشیمان ہوا۔

جب آنحضرت ﷺ کو بنی قریضہ کے عہد کو توڑ دینے کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ کو سخت رنج ہوا۔ اس خبر کی تحقیق کے لیے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ خیر الانام ﷺ کی اجازت سے بنی قریضہ میں سے ہو کر آیا، اس نے عرض کیا، کہ جنگ کا سامان تیار کرنے میں مَیں نے انہیں مشغول دیکھا، اپنے قلعوں اور مکانات کی مرمت کر رہے ہیں، اپنے مویشیوں کو جمع کر رہے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ توڑنے میں قریش اور مخالفین کے ساتھ طے کر لیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم سے سعد بن عبادہ، عبداللہ بن رواحہ، حوات بن جبیر اور معاذ رضی اللہ عنہم بنی قریضہ کی طرف گئے۔ انہیں نصیحتیں کیں۔ ڈرایا اور اس کے برے انجام سے انہیں آگاہ کیا، ممکن ہے وہ اس فاسد خیال سے باز آجائیں۔ چاروں ساتھی جب اس عاقبت نااندیش قوم میں آئے اس مرد یہود کو ارباب سعادت کے ساتھ دشمنی وعدات کے مقام پر بہت سخت پایا۔ انہوں نے ہر چند کعب ابن اسد سے

وعظ و نصیحت کے طور پر شفقت و مہربانی سے باتیں کیں لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کعب کے ساتھ سختی کی اور سخت اور عداوت آمیز باتیں کیں، سعد بن معاذ نے سعد بن عبادہ کو ٹھنڈا کیا اور مدینہ کو لوٹے۔ ان حالات کی آنحضرت ﷺ کو خبر دی، آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا **حسبنا اللہ ونعم الوکیل**، جب مسلمانوں میں ان کے عہد توڑنے کی خبر پہنچی ان پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ اس دوران میں مشرکین کے گھوڑوں کی پیشانیاں ظاہر ہوئیں۔

مالک بن عوف اور عتبہ بن حصین، بنی اسد، عطفان اور فرازہ کے ساتھ وادی کے اوپر سے (جو مدینہ سے مشرق کی طرف واقعہ ہے) داخل ہوئے۔ قریش اور بنی کنانہ وادی کے آخر سے ظاہر ہوئے۔ مخالفین کی تیزی، رعب اور کثرت وشوکت سے کمزور مسلمانوں کے دل سہم گئے اور ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، **اذا جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب اکنا جرو تظنون با اللہ الظنو ناھنالك ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا**، معقب بن قبرہ ایک منافق تھا ایام محاصرہ میں اس نے کہا، محمد ﷺ ہمیں وعدہ دلاتا ہے کہ کسریٰ کے خزانے اور قیصر کی دولت تمہارے حصہ میں آئے گی حالانکہ اب ہماری یہ حالت ہے کہ رفع حاجت کے لیے باہر نہیں جا سکتے۔ جو وعدہ بھی خدا اور رسول نے ہمارے ساتھ کیا دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کے متعلق آیت بھیجی **واذ یقولون المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعد نااللہ ورسولہ الا غرورا**، بنی قریضہ نے قریش سے مدد طلب کی تا کہ مدینہ پر شب خون ماریں۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ ﷺ نے دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا تا کہ مدینہ کے قلعوں اور مکانات کی حفاظت کریں۔ منافقین کے ایک گروہ مثل اوس بن قبطی اور اس کے متبعین نے اسلامی فوج کو ڈرایا کہ اپنے گھروں اور مکانات کی طرف لوٹ جاؤ۔ اس بہانہ کے ساتھ کہ ہمارے گھر خالی ہیں ایسا نہ ہو کہ مخالفین وہاں پہنچ کر لوٹ مار کریں۔ اس سلسلہ میں حق تعالیٰ نے آیت بھیجی، **واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ویستاون فریق منھم النبی ویقولون ان بیوتنا عورہ وما ھی بعورۃ ان یرید ون الا فرارا**، نقل ہے کہ جب مشرکین خندق کے کنارے پہنچے تو چونکہ یہ دستور عربوں میں نہیں تھا خندق کو دیکھ کر حیران رہ گئے پھر مسلمانوں کے محاصرہ میں مشغول ہوئے۔ بعض اوقات دونوں اطراف سے تیر اندازی ہوتی۔ کفار باری باری جنگ کرتے اور آنحضرت ﷺ کے خیمہ کا قصد کرتے تھے لیکن خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ بہادر مجاہد موقع ہی نہیں دیتے تھے کہ وہاں سے دشمنوں کا گزر ہو سکے۔ خندق کا ایک مقام فرصت نہ ملنے کی وجہ سے دوسری جگہوں کی طرح جلدی تیار نہیں ہو سکا تھا، حضور ﷺ اس خدشہ سے کہ دشمن فرصت پا کر اس جگہ سے خندق عبور نہ کر آئیں اکثر راتوں کو بنفس نفیس اس کی نگرانی فرماتے تھے۔ ان دنوں ہوا سخت سرد تھی۔ حضور ﷺ کو اس سے تکلیف ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تا کہ وہ آپ ﷺ کے جسم اطہر کو سہلا دیں، پھر اس جگہ کی حفاظت اور نگرانی کے لیے تشریف لے آتے۔ کہتے ہیں کہ کسی غزوہ میں بھی آپ ﷺ کو اس قدر محنت و مشقت نہیں اٹھانا پڑی جس قدر اس غزوہ میں اٹھائی۔ کیونکہ کئی اقسام کی محنت و مشقت، گرانی کی مصیبت، بھوک، تنگدستی، سرد ہوا، قتل وغارت کا ڈر اور دشمنوں کی کثرت جیسے ہزاروں اسباب تھے۔

کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آرام کی خاطر خیال فرمایا کہ مدینہ کی کھجوروں کا تیسرا حصہ عطفان اور فرازہ کو دیں تا کہ وہ

واپس چلے جائیں اور مشرکین کے لشکر میں انتشار پیدا ہو جائے۔ عتبہ بن حصین اور حارث بن عوف یہ دونوں اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے اس مصالحت سے راضی ہو گئے۔ اس قضیہ کی تکمیل کے لیے حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ذی النورین رضی اللہ عنہ کو فرمایا، انہوں نے اس سلسلہ میں وثیقہ تحریر کر دیا۔ سید کائنات ﷺ نے شہادت ثبت کرنے سے پہلے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کہ اگر مصالحت وحی کے ذریعہ ہے۔ تو سمعنا و اطعنا اور اگر اپنی رائے مبارک سے ہے تو بھی سرتابی کی گنجائش نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس باب میں وحی تو نازل ہوئی لیکن جب میں نے دیکھا کہ عرب متحد ہو کر تمہاری طرف تیر پھینکتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ ان میں سے ایک گروہ کو راضی کرنے کی کوشش کروں اور مخالفین میں انتشار پیدا کروں تا کہ ان کی کثرت وشوکت ٹوٹ جائے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ماضی میں ہم اور وہ دونوں بتوں کی عبادت میں شریک تھے اور خدا تعالیٰ کے راستہ پر نہیں تھے، اس جماعت کو ہمارے نخلستان سے ایک کھجور بھی مہانداری کے سوا حاصل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی تھی، اب جبکہ ہم دولت اسلام سے فائز ہیں، اور آپ ﷺ کی متابعت کی عزت سے سرفراز ہیں ہم اس کمینگی کو کیسے قبول کر لیں اور اس حق ناشناس جماعت کو اپنے اوپر مسلط کر لیں جو اس معاملہ کو اپنا وظیفہ اور حق سمجھ کر جس وقت بھی طمع لالچ کی قوت حرکت میں آئے اس کو دستور بنا کر ہمارے اموال میں شریک ہو جائے۔ ہم اس ذلت کو قبول نہیں کر سکتے اور خدا کی قسم ہمارے اور ان کے درمیان تلوار کے سوا کوئی چیز نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ عہد نامہ اٹھا کر پھاڑ دیا۔ قبیلہ غطفان اور فرازہ کے پیشوا مجلس ہمایوں سے مایوس و نامراد لوٹے۔

واقدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت ﷺ کی مجلس شریف میں عتبہ اور حارث مصالحت کے قواعد کو مستحکم کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ مسلح اور لوہے میں غرق مجلس میں آئے اس وقت عتبہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں پاؤں دراز کیے ہوئے بیٹھا تھا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ عہد نامہ میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اسید رضی اللہ عنہ اس کی بے ادبی سے بہت غضبناک ہوئے اور اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، اے لومڑی کی آنکھ والے تجھے یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی مجلس میں پاؤں لمبے کرے تو لالچی ہوتے ہوئے کیسے مجلس میں ٹانگیں پھیلاتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کی مجلس کا لحاظ نہ ہوتا تو میں تیرے دونوں پاؤں کو نیزے سے چیر کر ایک کر دیتا۔ جب اسید نے یہ باتیں کیں عتبہ ناامید ہو کر مجلس سے اٹھا اور کہا مدینہ کی بعض کھجوروں کو ترک کرنا جنگ کی مصیبت سے بہتر تھا کیونکہ تم مقابلہ کی طاقت اور قوم کے ساتھ جنگ پر صبر کرنے کی قوت نہیں رکھتے۔ اسید نے کہا، ہمیں تلوار سے ڈراتا ہے، بہت جلد تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں اور تم میں کون زیادہ جزاع کرتا ہے، خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ کے حضور میں ادب کی رعایت کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مارتا، پھر بیت ناک آواز سے پکارا اے قوم غطفان لوٹ جاؤ، تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار کے سوا کچھ نہیں۔ کہتے ہیں کہ یکجہتی اور انصار کی ثابت قدمی دیکھ کر مدینہ کی کھجوروں پر للچانے والوں کے دلوں میں تزلزل پیدا ہوا اور انہیں معلوم ہو گیا، کہ ہم مدینہ پر کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتے جس سے وہ بے دل ہو گئے۔

آغاز جنگ

فن سیرت و تاریخ کے ماہرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب مخالفین کے لشکر اہل ایمان و اسلام کے موافقین کے قصد سے مدینۃ الاسلام کے میدان میں مجتمع ہو گئے۔ مسلمانوں کا انہوں نے محاصرہ کر لیا۔ لشکر میں سے کوہ پیکر سپہ سالار اور دلیران لشکر مثل عمرو عبدود جو فور شجاعت، کمال جرأت، آلات حرب کی تیزی سے استعمال کرنے اور جنگ و قتال کے ہتھیاروں کی تکمیل میں قبائل عرب میں بڑی شہرت رکھتا تھا چنانچہ عرب کے جنگجو اسے ہزار مرد کے برابر خیال کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ جس میں عمرو عبدود بھی تھا تجارت کے طور پر بہت زیادہ مال کے ساتھ شام کے ارادہ سے جا رہے تھے کہ اچانک تقریباً ہزار ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ کارواں والے مال بلکہ جان سے بھی ناامید ہو گئے اور اسی اثنا میں عمرو عبدود نے نیام سے تلوار کھینچ لی اور شیر کی طرح مخالفین پر حملہ آور ہوا وہ جماعت اس کے طرف کرتے ہی شکست کھا گئی اور بھاگ کھڑی ہوئی اور قافلہ صحیح و سلامت گزر گیا۔ عمرو عبدود کو بدر کے روز ایک بڑا زخم آیا اور جنگ سے بھاگ گیا۔ جنگ احد میں کسی منع کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ اس جنگ میں احزاب کے ساتھ شریک ہو کر چاہتا تھا کہ گزشتہ کی تلافی کرے اور اپنی بہادری و شجاعت کی آواز قبائل عرب میں پھیلائے۔

جنگ کے روز ایک سو سرداروں کے ساتھ جن میں عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن وہب، نوفل بن عبداللہ اور ضرار بن خطاب بن معرو اس جیسے جنگجو تھے، خندق کے کنارے آیا اور تنگ جگہ تلاش کر کے گھوڑے کو چابک مارا اور ایک چھلانگ سے خندق پار کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ خالد بن ولید، ابوسفیان بن حرب اور تمام قریش، کنانہ، غطفان اور فرازہ نے خندق کے کنارے صفیں باندھ لیں۔ عمرو عبدود جب خندق کو عبور کر گیا، میدان شجاعت و بہادری میں قدم رکھتے ہوئے مقابل کو طلب کیا۔ لشکر اسلام جو اس کی پہلوانی اور شجاعت کو جانتے تھے۔ اس کی مردانگی معلوم تھی۔ ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا جسم میں خون نہیں ہے۔ سر جھکائے اپنی جگہ پر دم بخود رہ گئے اور کوئی شخص اس کے مقابل نہیں آیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی دوست اس کے شر کو ہم سے دور کرے۔ سلطان تخت ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہ نے عرض کیا، انا ابارزہ، آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا، عمرو عبدود نے پھر لڑائی کے لیے طلب کیا، علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی، اجازت نہ ملی، تیسری مرتبہ عمرو نے کہا تم میں کوئی مرد نہیں ہے جو میدان میں مردوں کے مقابل میں آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اجازت طلب کی تا کہ اس سرکش کے ساتھ دو دو ہاتھ کرے۔ آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا یا علی ادن، جب علی رضی اللہ عنہ آنسرور ﷺ کے نزدیک آئے تو حضور ﷺ نے اپنی تلوار جو ذوالفقار کے نام سے مشہور تھی انہیں دی، خاص زرہ پہنائی اور اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا اور ایک روایت میں ہے کہ دستار ان کے سر پر لپٹی، اس کے بعد دست مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، اور کہا، الٰہی! عبیدہ رضی اللہ عنہ میرا بھائی، اور بھتیجا ہے۔ پھر فرمایا فلا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین، پھر آنحضرت ﷺ پیادہ روانہ ہوئے۔

اس جنگ میں عمرو سوار تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا راستہ روکا، اور کہا اے عمرو! تو نے کہا ہے کہ مجھے جو شخص دو باتوں کی دعوت

دیتا ہے میں ان میں سے ایک کو قبول کر لیتا ہوں۔ عمرو نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور ان کا فرمانبردار بن جا، اور وہ پروردگار جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ عمرو نے کہا، مجھ سے یہ توقع نہ رکھ کیونکہ یہ بات مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دوسری بات اختیار کر لے جس کا اختیار کرنا تیرے لیے بہتر ہے۔ عمرو نے کہا وہ کیا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانوں سے جنگ بند کر دے اور اپنے ملک کو چلا جا، اگر محمد ﷺ کا کام درست ہو گیا اور اس نے رونق حاصل کر لی اور وہ اپنے دشمنوں پر مظفر و منصور ہوا تو تو نے ان کی امداد و اعانت کی ہو گی اور اگر اس کے برعکس ہوا تو بغیر جھگڑے اور دشمنی کے تیرا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ عمرو نے کہا، قریش کی عورتیں باتیں نہ کریں گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی نذر پر قدرت حاصل کروں اور اسے پورا کیے بغیر وطن لوٹ جاؤں۔

اس کی نذر یہ تھی کہ جنگ بدر کے روز جب وہ زخم کھا کر بھاگا تھا نذر مانی تھی کہ جب تک وہ محمد ﷺ سے انتقام نہیں لے لے گا اپنے جسم پر تیل نہیں ملے گا۔ القصہ جب عمرو نے ان دونوں سوالات کا انکار کر دیا۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب ہمارا اور تمہارا مقابلہ طے ہو گیا۔ عمرو ہنسا اور کہا یہ وہ خصلت ہے جس کے متعلق میرا خیال ہے کہ کوئی بہادر اس قسم کا سوال مجھ سے نہیں کر سکتا تم لوٹ جاؤ تم ابھی نوعمر ہو تمہارا ابھی وقت نہیں کہ مردان کارزار کے مقابلہ میں نکلو، حالانکہ میرے اور تمہارے والد کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا، میں نہیں چاہتا کہ تمہارا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر تو پسند نہیں کرتا کہ تو میرا خون بہائے، میں تو تمہارا خون بہانا پسند کرتا ہوں۔ عمرو اس بات سے بہت برافروختہ ہوا۔ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا، اپنے گھوڑے کو باندھ کر اپنی تلوار کو میان سے کھینچا اور بڑے غصے سے علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال سامنے کر دی، تلوار نے ڈھال کو اس طرح کاٹ دیا کہ اس کا اثر سر پر پہنچا۔ پھر حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے ذوالفقار کے ایک ہی وار سے اس ملعون کو سر کے بوجھ سے ہلکا کر دیا، اسی وقت تکبیر کہی، جب رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کی تکبیر کی آواز سنی، آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ عمرو ملعون قتل ہو گیا۔

منقول ہے کہ عمرو کے قتل کے بعد ضرار بن الخطاب اور ہبیرہ بن ابی وہب نے علی پر حملہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ضرار کی نظر جونہی حضرت علی پر پڑی تو بھاگ نکلا جب اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تیزی سے بھاگ نکلنے کا کیا سبب تھا۔ اس نے کہا اس وقت میں نے موت کی شکل کو دیکھا لیکن ہبیرہ نے تھوڑی دیر جنگ کی آخر کار ذوالفقار کا اسے زخم آیا، اس نے اپنی زرہ پھینک دی۔ نفل بن عبداللہ مخزومی میدان جنگ سے بھاگا اور زین سے خندق میں زمین پر گر پڑا، مسلمانوں نے اس پر پتھر برسائے، اس نے فریاد کی کہ اس سے اچھی طرح بھی قتل کیا جا سکتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر احسان کرتے اور ترس کھاتے ہوئے خندق میں اتر کر تلوار کے ایک ہی وار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ عکرمہ، ہبیرہ، مرواس مجارسی اور ضرار بن الخطاب میدان جنگ سے بھاگ گئے کہتے ہیں کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے عکرمہ اور ہبیرہ پر حملہ کیا دونوں اس سے بھاگ گئے۔ ہبیرہ کی زرہ اور عکرمہ کا نیزہ گر پڑا۔ ان دونوں کو زبیر نے اٹھا لیا۔ بھگوڑے جب اپنی قوم میں پہنچے عبدود اور نوفل کے قتل ہو جانے کا انہیں بتایا۔ ابوسفیان قریش اور قبیلہ عظفان کے ساتھ بھاگ نکلا اور عقیق تک کسی جگہ نہ رکا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو کو قتل کر دیا۔اس کے لباس، زرہ اور اسلحہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔اس کی بہن اس کی لاش کے پاس آ کر بیٹھ گئی،اسے اسی طرح لباس میں دیکھا،اس کے کپڑے اور ہتھیار اسی طرح تھے۔اس نے کہا **ما قتله الا كفو كريم** ،اسے کسی بلند مرتبہ شخص نے قتل کیا ہے۔پھر پوچھا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب۔

القصہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہلاکت خیز آگ سے اس مشت خاشاک کے وجود کو جلا دیا،اور اس کی بساط کو لپیٹ دیا تو آفتاب کی مانند درخشاں چہرے کے ساتھ بلند آسمانوں پر جھنڈا بلند کیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،اور عمرو بن عبدود کا سر آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس روز امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، **مبارزة علي بن ابي طالب يوم الخندق افضل من اعمال امتي الى يوم القيمة** ،یعنی علی کی روز خندق مبارزت قیامت تک میری امت کے اعمال سے زیادہ افضل ہے۔حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما مجلس ہمایوں میں موجود تھے،جب وہ آئے تو کھڑے ہو گئے اور علی رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے پڑھا، **و كفى الله المومنين القتال بعلي و كان الله عزيزاً حكيما**،

قریش نے ان دونوں کی لاشوں کو خریدنے کے لیے کسی شخص کو بھیجا تاکہ پوری دیت دے کر خرید لیں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہمیں ان کے ناپاک جسموں اور ان کی خبیث قیمت کی ضرورت نہیں،انہیں لے جانے دو۔خلاصہ کلام یہ کہ الحمد للہ پہلے ہی روز مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی اور مخالفین کو مکمل شکست۔مسلمانوں نے اس سے علی رضی اللہ عنہ کی برکت سے نیک فال لی۔ایک اور روایت ہے کہ اسی روز یا دوسرے روز کفار نے پھر عقیق کے مقام سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے مدینہ کی طرف رخ کیا اور خندق کے اطراف و جوانب سے جنگ شروع کر دی۔بنی قریضہ عہد توڑ کر صبح سے شام تک خندق کے کنارے جرأت کر کے جنگ کرتے رہے۔ابوسفیان نے مشرکین کی ایک جماعت کو آنحضرت ﷺ کے خیمہ کے برابر رکھا اور مسلمانوں کو اس طرح مشغول رکھا کہ اپنی جگہوں کو نہ جا سکے۔اس روز اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ مہاجرین و انصار کی نماز ظہر،عصر اور مغرب فوت ہو گئی۔جب جنگ ختم ہو گئی تو بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے اشارہ پر نماز کے لیے اذان کہی،اور اقامت کہہ کر ان نمازوں کی ترتیب وار قضا کی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کفار پر نظرین کرتے ہوئے فرمایا **ملاء الله لبيوتهم وقبودهم نار الحي نقلونا عن الصلوة الوسطى و العصر حتى جانب الشمس**۔

نعیم بن مسعود کا منصوبہ

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس وقت جبکہ مسلمانوں پر بڑا سخت وقت تھا اور وہ کفار کی شوکت اور اژدہام کی وجہ سے عاجز آ چکے تھے۔حق تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے پردۂ غیب سے ایک خاص لطف ظاہر فرمایا،نعیم بن مسعود بن عامر عظفانی جو کہ ہمیشہ شیطانی مکر و فریب میں کفار کا ساتھی تھا،خدا تعالیٰ نے اس کے دل کو پھیر دیا اور اسے اپنی معرفت کا راستہ دکھایا اور نور اسلام سے اس کے سینہ کو منور کیا وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت

میں آیا اور اپنی فرمانبرداری اور ایمان کا اظہار کیا اور ایک ہی تدبیر کے تیر جسے تقدیر کی کمان سے اس فسادی گروہ پر پھینکا، مشرکین اور یہود قریضہ کی جمعیت کا شیرازہ منتشر کر دیا اور ان کی آتش جنگ کو بجھانے کے لیے نہایت عمدہ منصوبہ تیار کیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا کہ نعیم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے آنے کا سبب فرمایا۔ اس نے عرض اللہ کیا، یا رسول اللہ! دین اسلام کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہوگئی، آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق میرے دل میں متحقق ہوگئی۔ اب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ ملت حنیف میں داخل ہو جاؤں اور توفیق و یقین الٰہی کے دروازے آنحضرت ﷺ کی مدد و اعانت سے اپنے اوپر کھولوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں حق اور سچ ہے۔ دولت ایمان کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرا ابھی تک قریش کے ساتھ رشتہ محبت استوار ہے اور یہودی بنی قریضہ کے ساتھ بھی دوستی و محبت مستحکم ہے۔ ابھی تک ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے اسلام سے واقف نہیں، میں جو کچھ چاہوں ان سے کہہ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم آپ ﷺ جو بھی فرمائیں گے میں اس پر عمل کروں گا اور جو آپ ﷺ کی مرضی مبارک ہوگی اس کے لیے انتہائی کوشش کروں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کیا تو کفار کے لشکر میں تفرقہ ڈال سکتا ہے اور ان کی جمعیت کو انتشار میں تبدیل کر سکتا ہے؟ نعیم نے کہا، ہاں! میں ایسا کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں جو چاہوں کہوں، اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اجازت فرمائی اور فرمایا، الحرب خدعة۔

اس کے بعد نعیم یہود بنی قریضہ کے پاس گیا اور کہا کہ اپنے ساتھ میری محبت اور خلوص تو جانتے ہو، انہوں نے کہا ہاں! اس نے کہا قریش اور عظفان، محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کے لیے آئے ہیں اور تم ان کی امداد و اعانت میں کوشاں ہو، حالانکہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی نسبت نہیں، کیونکہ ان کے بلاد دُور ہیں اگر وہ محمد ﷺ پر غالب آجائیں گے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے، ورنہ اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے اور تمہارے گھر نزدیک ہیں، تمہارے اہل و عیال اور سامان یہاں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ اتفاق کرو اور محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی دشمنی اختیار نہ کرو، اب تم اچھی طرح سوچ لو کہ اہل مکہ جنگ سے اکتا جائیں اور اس جگہ بیٹھنے سے تنگ آجائیں، محمد ﷺ کی مہم کا فیصلہ کیے بغیر لوٹ جائیں اور تمہیں محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ میں تنہا چھوڑ جائیں اور عدم استطاعت کی بناء پر ان کے نقص عہد کی وجہ سے مسلمان تم پر غلبہ حاصل کر کے تمہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ یہود نے کہا تو نے مہربانی کی اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ اب اس کا کیا علاج ہے۔ نعیم نے کہا بہتر صورت یہ ہے کہ تم پہلے عظفان کے اعیان و شرافت اپنے پاس گروی رکھو، پھر محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کرو۔ کیونکہ اگر ان کا ارادہ لوٹ جانے کا ہو اور کام پورا کیے بغیر اپنے شہروں کی طرف متوجہ ہوں تو محمد ﷺ تمہارا قصد کرے گا۔ جب تمہارے پاس ان کے اشراف کی ایک جماعت ہوگی لامحالہ اپنے سرداروں کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے وہ تمہاری امداد کریں گے اور ان کے نقصان کو تم سے روکیں گے۔ یہودیوں نے کہا خدا کی قسم، جو کچھ آپ نے کہا وہ محض سچ اور عین ثواب ہے اور ہم اس بات پر ہرگز تجاوز نہیں کریں گے۔

نعیم کو جب بنی قریضہ کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ سرداران قریش کے لیے ایک اور منصوبہ تیار کیا۔ شفقت و نصیحت اور یک جہتی کو بیان کر کے اس نے قریش سے کہا، محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کی میرے اور ان کے درمیان دشمنی و عداوت کو تم جانتے ہو، اب مجھے بنی قریضہ کی طرف

سے ایک خبر پہنچی ہے۔ میں تمہیں اس شرط پر بتاتا ہوں کہ اسے پوشیدہ رکھو گے، خصوصاً ان کے متعلق انہوں نے کہا ہمیں جان و دل سے قبول ہے۔ بتاؤ خبر کیا ہے؟ نعیم نے کہا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بنی قریظہ عہد و پیمان کو توڑنے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ رؤسائے قریش اور سرداران عظفان کی ایک جماعت تمہارے کنارے کے بہانہ سے لیں اور محمد ﷺ کے ساتھ نقض عہد کے جرمانہ کے طور پر انہیں ان کے سپرد کر دیں تا کہ وہ ان کو قتل کر دے اور محمد ﷺ بھی اس پر راضی ہے۔ ان کی مصالحت اسی پر ہوئی ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نعیم نے کہا کہ میں بنی قریظہ کی مجلس میں تھا کہ ان کا قاصد محمد ﷺ کے پاس سے لوٹا اور خبر لایا کہ وہ صلح پر راضی ہیں۔ اگر بنی قریظہ کی طرف سے عہد ہو جائے جو اس گفتگو کی تصدیق ہو، خبر دار اپنے کسی بھی چھوٹے یا بڑے آدمی کو انہیں نہ دینا، اور ان کی درخواست کو قبول نہ کرنا۔ جب قریش نے قبول کر لیا، نعیم ان کی مجلس سے نکل کر عظفان کے پاس گیا، اور ان کو بھی ایسا ہی کہا جیسا کہ مشرکین قریش سے کہا تھا اتفاقاً جمعہ کا روز تھا جب نعیم نے یہ نصیحت آمیز باتیں قریش اور عظفان سے کہی تھی۔

ہفتہ کی رات ابوسفیان نے کسی شخص کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا چونکہ وہ نعیم کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر تھے، ان پر خوف اور رعب پوری طرح طاری تھا، مضمون پیغام کا یہ تھا کہ یہاں ہمارا قیام بڑا طویل ہو گیا، سخت سردی اور چارے اور غذا کی قلت کی وجہ سے ہمارے چوپائے ضائع ہو گئے، آج رات سامان جنگ تیار کریں تا کہ کل متفق ہو کر جنگ کریں۔ تم جانتے ہو کہ اس سے پہلے ہم میں سے ایک جماعت جنگوں میں مصروف ہو کر بہت بڑا نقصان اٹھا چکی ہے۔ بہر حال اب تمہیں چاہیے کہ متحد ہو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس وقت محمد ﷺ کے ساتھ جنگ میں تمہارا ساتھ دیں گے جب تم اپنے قبیلہ کے چند اعیان اور اشراف کو ہمارے سپرد کرو گے تا کہ ہمیں ان کے ذریعہ اطمینان حاصل ہو، کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ محاصرہ کی مدت لمبی ہو جائے اور تم طوالت سے گھبرا کر مکافات عمل کرتے ہوئے لوٹ جاؤ گے اور ہمیں محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ میں چھوڑ جاؤ گے۔ جب جانے کے بعد تمہارے اشراف قبیلہ ہمارے پاس ہوں گے تو تمہارے لیے ہماری مدد کرنا ضروری ہو جائے گا۔ جب مشرکین نے یہود کا پیغام سنا، انہوں نے کہا خدا کی قسم نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا، ہم ہرگز محمد ﷺ کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ خدائی تقدیر سے نعیم عظفانی کی تدبیر سے کفار میں اختلاف پیدا ہو گیا اور مخالفین کے حالات متزلزل ہو گئے، ان کے دل پر خوف طاری ہو گیا، مدینہ کے گرد و نواح سے مایوس و محروم اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

حضور ﷺ کی جنگ خندق میں دعا

آنحضرت ﷺ نے لشکر احزاب پر دُعا کی اس طرح کہ **اللھم منزل الکتاب سریع الحساب اھزم الاحزاب اللھم اھزمھم وزلزلھم وانصرنا علیھم** ، اور جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں فتح سے پہلے تین روز مسلسل احزاب پر بد دعا فرمائی۔ ان کی شکست کے لیے حق تعالیٰ سے درخواست کی۔ آخری دن نمازوں کے درمیان جب کہ چہار شنبہ کا دن تھا، آپ ﷺ کی دعا قبول ہوئی، ہواؤں کو بھیجنے والے اللہ جل وعلا نے آندھی کو کفار کے لشکر میں بھیجا اور انہیں منتشر کر دیا۔ ہوا انتہائی سرد ہو گئی اور سخت آندھی چلنا شروع ہو گئی

چنانچہ کفار کے لشکر کے خیمے اکھاڑ دیئے، آگ بجھادی اور ان کی دیگوں کو اوندھا کر دیا، فرشتوں کو بھیجا جوان کے خیموں کی رسیوں کو کاٹتے تھے اور مشرکین کے خیموں کے ستونوں کو اکھاڑتے تھے۔ دہشت اور خوف ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ ان کے لیے راہ فرار اختیار کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآن میں اس حال کی خبر دی یا ایھاالذین آمنوا اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جاء تکم نبود فارسلنا علیھم ریحا و جنودا لم تروھا و کان اللہ بما تعملون بصیرا۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کو رحمة للعالمین، بتایا اس ہوا کو قوم عاد کی آندھی سے بھی کئی مراتب سخت کر دیا۔ نقل ہے کہ حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ نے کہا جس رات احزاب مدینہ سے کوچ کرتے تھے، ہم پر اس قدر سردی کے خوف بلا و ابتلا کی صعوبت طاری تھی کہ اس کی کیفیت حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس رات آنحضرت ﷺ خواب گاہ سے اٹھے اور نماز میں مشغول ہوئے۔ جب چند رکعت نماز ادا فرمالی، صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو جا کر قوم کی خبر ہمیں لا کر سنائے اور خدا تعالیٰ اسے جنت میں میرا ساتھی بنائے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم ہم میں سے کسی نے بھی بھوک اور سردی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی بات کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ پھر نماز میں مشغول ہوئے، فراغت کے بعد دوبارہ فرمایا کہ کوئی ہے جو قوم کی خبر ہمارے پاس لائے۔ خدا تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق بنائے گا۔ اس مرتبہ بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ جب تیسری مرتبہ فرمایا تو بھی کسی شخص نے جواب نہ دیا، صحابہ میں سے تین یا چار اشخاص کا نام لیا حالانکہ وہ بھی سنتے تھے۔ اور ان کا جواب یہ تھا کہ میں خدا اور رسول کی پناہ پکڑتا ہوں اس بات سے کہ مجھے اس جگہ سے اٹھائے، اور آج رات کہیں نہ بھیجیں۔ پھر آپ ﷺ نے میرا نام زبان مبارک سے ادا فرمایا، میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو آج رات میری حفاظت کر سکتا ہے تاکہ قیامت کے روز تو ہمارے ساتھ ہو، میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا، اے حذیفہ تجھے کیا چیز مانع ہوئی کہ تو نے میری بات سنی اور جواب نہیں دیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم بھوک اور سردی، میری حالت یہ تھی کہ سردی کی وجہ سے میرا ایک ایک عضو کانپ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا آگے آؤ، میں آنسرور ﷺ کے نزدیک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ، کمر اور کندھوں کے درمیان پھیرا۔ ایک روایت میں ہے کہ میرے سر اور چہرہ پر پھیرا اور میرے متعلق دعا فرمائی۔ اللھم احفظ من بین یدیہ و من خلفہ و من امامہ و من شمائلہ و من فوقہ و من تحتہ، خدا کی قسم سردی کا خوف اور بھوک کا اثر مجھ سے جاتا رہا۔ پھر مجھے اشارہ فرمایا کہ قوم میں جاؤ اور ان کے حالات سے مجھے آگاہ کرو اور کسی پر دست درازی نہ کرنا، اور تجھ سے کوئی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہیے، یہاں تک کہ تو واپس میرے پاس پہنچ جائے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہتھیار پکڑے اور خندق سے گزر گیا، ایسے گرم ہو گیا کہ میں حمام میں آ گیا ہوں، جب میں مشرکین کے نزدیک پہنچا، ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا، میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ کے سامنے پہلو بدل بدل کر رکھتا ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرا ارادہ ہوا کہ میں اس کے پہلو میں تیر ماروں لیکن رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر میں نے عمل کیا پھر قدرت الٰہی کی فوج پہنچ گئی۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے پتھر آتے۔ ان کے منہ اور سر پر آ کر لگتے وہ ڈھال سے انہیں روکتے تھے۔ تیز ہوا سے مشرکین کی آگ بجھ گئی، دل مردہ ہو گئے

اور شکست خوردہ ہو گئے۔ ابوسفیان نے جب اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو کہا اے گروہ قریش! ہمارا یہاں قیام طول پکڑ گیا ہے، ہمارے جانور ہلاک ہو گئے۔ بنی قریضہ نے ہماری مخالفت کی، ہمارے ہتھیار بیکار ہو گئے اور اس شدید ہوا نے ہماری کوئی چیز بھی جگہ پر نہیں رہنے دی، میں جا رہا ہوں۔ یہ کہتا ہوا اپنے اونٹ کی طرف آیا، انتہائی تیزی کی وجہ سے اونٹ کی رسی کھولے بغیر ہی اس پر بیٹھ گیا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے اسی حالت میں فریاد کی کہ اے ابوسفیان تو قوم کا پیشوا ہے، ان کو ہلاکت میں چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے۔ ابوسفیان نے کوئی جواب نہ دیا اور نہایت پریشانی اور شرمندگی کے عالم میں اونٹ سے اتر آیا۔ اونٹ کی رسی کھولی، اس کی نکیل پکڑی اور پیدل ہی چل دیا، لشکر گاہ میں اعلان کر دیا کہ جلدی چلو، تمام قریش، عطفان، کنانہ اور فرازہ یاس و حرمان کے ساتھ وہاں سے چل دیئے۔ اس سرزمین میں مشرکین اور بت پرستوں سے جو مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے تھے، کوئی باقی نہ رہا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مشرکین خود کو اونٹوں کو لادنے میں مشغول تھے۔ میں لوٹ کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ راستہ میں میں نے سواروں کو دیکھا جن کے سروں پر سفید پگڑیاں تھیں۔ میں نے انہیں شمار کیا وہ بے شمار تھے، مجھے انہوں نے کہا۔ اپنے آقا ﷺ کو خبر دیجئے کہ خدا تعالیٰ نے دشمن کے شر سے ان کو محفوظ کر دیا ہے۔ جب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ حالت نماز میں تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو آپ ﷺ نماز میں مشغول ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ آگے آؤ۔ میں آنحضرت ﷺ کے اور قریب ہو گیا اور آپ ﷺ کو کیفیت احوال سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک سے نور چمکا، میں ابھی تک گرم تھا۔ پھر سردی نے مجھ میں اثر کیا۔ مجھے آپ ﷺ نے اپنے نزدیک بلایا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک بڑا کمبل تھا۔ اس کا ایک کونہ مجھ پر ڈالا اور اپنے پائے مبارک میرے سینہ پر رکھے۔ آنحضرت ﷺ کے پاؤں مبارک چھونے سے مجھے راحت ملی، چنانچہ اس کی راحت سے میں سو گیا۔ صبح کی نماز تک سوتا رہا اس وقت آنحضرت ﷺ نے مجھے بیدار کیا اور فرمایا قم یا نومان ، اے بہت سونے والے اٹھ۔ مروی ہے کہ لشکر کفار کے بھاگ جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اب وہ ہمارے ساتھ جنگ کے لیے کبھی نہیں نہیں آئیں گے۔ ہم ان کے ساتھ جنگ کے لیے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد قریش کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ مسلمان کے مقابلہ کے لیے باہر نکلیں۔ آخر کار آنحضرت ﷺ اسلامی فوج کے ساتھ مکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ام القریٰ مکہ کی بلندیوں پر فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیئے اور وہ گروہ مشرکین مقہور و مغلوب ہو گیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

واقعات غزوہ خندق

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

ضیافت حضرت جابر رضی اللہ عنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز آنحضرت ﷺ خندق کھودنے کے دوران اس عظیم پتھر کو جو خندق میں ظاہر ہو گیا تھا توڑنے میں مصروف تھے، کدال اٹھاتے وقت میں نے آنحضرت ﷺ کے شکم مبارک پر تین پتھر بندھے ہوئے دیکھے، یہ اس بات کی نشانی تھی کہ تین روز سے آنحضرت ﷺ نے کچھ تناول نہیں فرمایا تھا، آپ ﷺ کی بھوک کے تصور سے میں پریشان ہو گیا۔ میں اٹھا تا کہ آنحضرت ﷺ کے لیے کھانا تیار کروں اور چپکے سے آپ ﷺ کو اپنے گھر لے جاؤں اگر آنحضرت ﷺ کی مصلحت ہو تو چند آدمیوں کو ساتھ لے آؤں۔ القصہ میرے گھر میں ایک بکری کا بچہ تھا اسے میں نے ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا اس نے ایک مٹھی جُو گھر موجود تھے ان کا آٹا پیس کر گوندھ دیا۔ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے یہ حقیقت بیان کی۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کرایا ہے۔ میری درخواست ہے کہ فقیر کے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا، کھانا کس قدر ہے، میں نے جو کچھ تھا عرض کر دیا، فرمایا کثیر طیب، پھر فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ دیگچی کو چولہے سے نہ اتارے اور نہ ہی تنور میں روٹیاں لگائے جب تک میں نہ آ جاؤں اور وہاں موجود نہ ہوں، پھر تمام اہل خندق کو آواز دی کہ جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ اس کی درخواست ہے کہ تمام آئیں، جابر نے گھر میں آ کر کہا اے ضعیفہ! تجھ پر افسوس ہے، آنحضرت ﷺ تمام لوگوں کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں اور ابھی پہنچنا چاہتے ہیں۔ عورت نے کہا، کیا آنحضرت ﷺ کو علم ہے کہ طعام کی مقدار کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ بیوی نے کہا، اللہ و رسولہ اعلم۔ جب رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر پہنچے دیگچی اور آٹے کے پاس گئے اور اپنا لعاب دہن دیگ اور آٹے میں ملایا اس کے بعد حق تعالیٰ سے برکت کی دعا کر کے فرمایا روٹی تنور میں لگاؤ جب پختہ ہو جاتیں باہر نکالتے اور پیالے میں توڑ کر ڈالتے اس کے ساتھ شوربا ملا کر دس دس آدمیوں کو بٹھاتے یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کر کھا لیتے پھر وہ اٹھ جاتے۔ اسی طرح ایک ہزار بھوکوں کا پیٹ بھر دیا۔ جب آپ ﷺ تنور سے دور ہوتے تو فرماتے کہ دونوں کو ڈھانپ دو اور جب واپس تنور پر آتے تنور روٹیوں سے بھرا ہوا ہوتا اور دیگ گوشت سے بھری ہوئی ہوتی آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہم نے بھی کھایا اور پڑوسیوں کے پاس بھی بھیجا۔ جب آنحضرت ﷺ باہر تشریف لے گئے طعام بھی ختم ہو گیا۔ اس معجزہ کو کئی طریقوں سے بیان کیا ہے۔ اور یہ روایت ایک قول کے مطابق زیادہ موزوں ہے۔ واللہ اعلم۔

کھجوروں میں برکت

بشیر ابن سعد کی بیٹی نے کہا کہ خندق کے زمانہ میں میری والدہ بنت رواحہ نے ایک مٹھی کھجوریں مجھے دیں کہ انہیں اپنے والد اور ماموں

کے پاس لے جاؤں تا کہ وہ ناشتہ کرلیں میں ان کی تلاش میں جارہی تھی کہ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا۔آپ ﷺ نے فرمایا اے بیٹی میرے پاس آؤ۔میں آنحضرت ﷺ کے پاس گئی آپ ﷺ نے پوچھا تیرے پاس کیا ہے؟میں نے عرض کیا میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں جنہیں اپنے باپ کے پاس لے جارہی ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے آگے بڑھا دیا میں نے وہ کھجوریں آپ ﷺ کے ہاتھ پر رکھ دیں۔پھر آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق کپڑا پھیلا دیا اور کھجوروں کو اس کپڑے میں ڈال دیا اور تمام اہل خندق کو بلانے کے لیے کہا آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس نے تمام لوگوں کو جمع کیا انہوں نے حسب منشا کھجوریں کھائیں اور لوٹ گئے ابھی کھجوریں اسی طرح باقی تھیں کہ اس کپڑے کے اطراف کو جنہیں کھینچا ہوا تھا گرا دیا۔

اس غزوہ میں بے شمار واقعات اور معجزات ظہور پذیر ہوئے لیکن یہاں ان تمام کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں واللہ اعلم۔غزوہ خندق میں مدت جنگ بعض مؤرخین کے مطابق بیس روز تھی بعض نے ستائیں روز اور بعض نے چوبیس روز لکھا ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ جب محاصرہ کو انتیس روز گذر گئے مخالفین نواح مدینہ میں منتشر ہو گئے۔اس غزوہ میں انصار کے چھ افراد نے جام شہادت نوش کیا۔سعد بن معاذ، انس بن اوس، عبداللہ بن سہیل، طفیل بن نعمان اور کعب بن زید رضی اللہ عنہم ان پانچ افراد کے نام سیرت کی کتابوں میں درج ہیں، مشرکین میں سے تین شخص ہلاک ہوئے۔عمرو بن عبدود، نوفل بن عبداللہ مخزومی اور عثمان بن خبیر جو عبدالدار سے تھا اس غزوہ میں اسے تیر لگا اور مکہ لوٹ گیا اور اسی تیر کے زخم سے وہ ہلاک ہو گیا۔

غزوہ بنی قریظہ

جب مخالفین اسلام ناکام و نامراد اپنے گھروں کو لوٹے تو آنحضرت ﷺ بھی مدینہ کی طرف اطمینان خاطر کے ساتھ واپس تشریف آئے صحابہ کرام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے گھر میں آرام کیا۔اسلحہ اور آلات حرب اتار دیئے،تھوڑی دیر آرام سے بیٹھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ گھر میں اپنے جسم اور سر سے گرد و غبار دھو رہے تھے کہ گھر سے باہر کسی شخص نے ہم پر سلام کہا۔آنحضرت ﷺ باہر گئے میں آپ ﷺ کے پیچھے گھر میں آئی میں نے ایک خوش شکل انسان کو دیکھا،جس کے چہرہ پر غبار پڑا ہوا تھا وہ سفید اونٹ پر سوار تھا آنحضرت ﷺ اس کے سر اور چہرہ سے گرد و غبار اپنی چادر سے صاف کرتے تھے وہ آنسرور ﷺ سے باتیں کر رہا تھا۔جب آپ ﷺ واپس گھر میں تشریف لائے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ کے گھر میں تھے غسل کے بعد ظہر کی نماز ادا کر کے خوشبو طلب فرمائی تا کہ خود کو معطر و مطیب بنائیں کہ سفید چمکدار پگڑی باندھے اونٹ پر سوار نے کہا اے محمد ﷺ! خدا آپ ﷺ کو فتح دے۔آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ ملائکہ نے ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے۔جلد اٹھیے اور ہتھیار پہنیے اور بنی قریظہ کی طرف متوجہ ہو جایئے۔خدا کی قسم! میں ان کے قلعہ کو اس طرح کوٹتا اور توڑتا ہوں جیسا کہ انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں۔پس آنحضرت ﷺ نے اسی وقت حضرت بلال کو طلب فرمایا اس نے مدینہ میں اعلان کر دیا کہ اے اللہ کے شاہسوارو! سوار ہو جاؤ، ہر سننے والے فرمانبردار کو دوسری نماز بنی قریظہ میں پڑھنی چاہیے۔

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور انہیں جھنڈا عنایت فرما کر لشکر سے پہلے روانہ فرما دیا۔خود آپ ﷺ نے زرہ پہنی،

ڈھال کندھے پر رکھی، نیزہ ہاتھ میں لیا اور اس گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام صیفا تھا اور ایک اور گھوڑا ساتھ لے لیا عبداللہ ام مکتوم کو مدینہ میں خلیفہ بنا کر حضرت علی کے پیچھے روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تیار ہو کر شہر سے باہر نکلے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے دائیں طرف، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بائیں جانب تھے، حضرات مہاجرین وانصار کے اعیان واشراف ہمرکاب تھے۔ حضرت بلال کے بھائی خالد بھی ہاتھ میں نیزہ تھامے تھے۔ دشمنان اسلام کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ ان کے پاس چھتیس گھوڑے تھے، راستہ میں قبیلہ بنی النجار کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ وہ تمام مسلح، صف کشیدہ انتظار میں کھڑے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ تم لوگوں نے کس کے حکم سے ہتھیار پہنے ہیں انہوں نے کہا وحیہ کلبی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ہتھیار پہن لیے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو جبرئیل علیہ السلام تھے جو گئے ہیں تاکہ ان کے قلعہ میں زلزلہ ڈالیں، مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا جبکہ بنی قریظہ کے پاس پہنچے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں بنی قریظہ کے قلعہ کے نزدیک پہنچا اس قوم میں سے ایک شخص نے قلعہ کے اوپر سے مجھے دیکھا اور پکارا، **قد جاء کم قاتل عمرو** دوسرے نے کہا **قتل علی عمرو اصار علی صقرا قصهم علی ظهرا برم علی امرا اهتك علی اسرا**۔ میں نے کہا۔ **الحمد لله الذی ظهور الاسلام وممع الشرك**۔

جب شاہ مرداں نے قلعہ بنی قریظہ کی دیواروں کے ساتھ جھنڈا گاڑ دیا۔ یہودیوں نے قلعہ کے اوپر سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف زبان درازی شروع کر دی۔ حضرت علی ابو قتادہ کو جھنڈے کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود سرراہ پیغمبر ﷺ سے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ یہود کے قلعہ کے نزدیک نہ جائیے، جلد ہی خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب وہ مجھے دیکھیں گے تو وہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے جب آنحضرت ﷺ ان کے قلعہ کے نزدیک پہنچے فرمایا' **یا اخوة القروة والخنازیر**، خدا اور اس کے رسول کے حکم سے نیچے اترو۔ ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا **اخساو اخسار کم الله** یعنی دور ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور کرے۔ یہودیوں نے کہا **یا ابا القاسم ماکنت جهولا ولا فاحشا**۔ یعنی آپ ہرگز جاہل اور دشنام طراز نہ تھے۔ آج اس کام کا ارتکاب کیوں کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ خاموش رہے پھر چند قدم پیچھے ہٹ گئے اور کہتے ہیں کہ اس بات سے اس قدر متاثر ہوئے، کہ جو تازیانہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا گر پڑا اور آپ ﷺ کے دوش مبارک سے چادر زمین پر گر پڑی۔

اسید بن الحصیر نے یہود کو مخاطب کیا کہ اے دشمنان خدا! ہم اس قلعہ سے اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک تم بھوک سے نہیں مرجاتے۔ اب تمہاری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو اپنے سوراخ سے سر تو باہر نہیں نکال سکتی ہے لیکن کر کچھ نہیں سکتی۔ یہود نے کہا اے ابن حصیر! کیا ہم تیرے دوست نہیں ہیں۔ خزرج سے نہیں ہیں۔ ہمیں تم سے یہ توقع نہیں تھی، اسید نے کہا کہ ہم میں اور تم میں کوئی عہد و پیمان اور دوستی نہیں ہے۔ تم نے تمام معاہدوں کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سعد بن وقاص سے فرمایا کہ وہ یہود پر تیر پھینکتے رہیں۔ ان میں سے بھی بعض لوگ تیر پھینکتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے لوٹ آنے کی اجازت مل گئی۔ اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئے اسی طرح پندرہ روز اور ایک قول کے مطابق بیس روز گزر گئے سعد بن وقاص نے کہا اس غزوہ میں ہم کھجوروں پر گذارہ کرتے تھے، سعد بن عبادہ کھجوروں کو اونٹوں پر لاد کر

ہمارے پاس بھیجتے تھے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے، کھجوریں اچھا طعام ہے۔

جب محاصرہ نے طول کھینچا، حق تعالیٰ نے یہود کے دل میں خوف پیدا کر دیا، انہوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا اور نباش بن قیس کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا، قال اللہ تعالیٰ ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین ہم بنی نضیر کی طرح جلاوطنی اختیار کرتے ہیں ہمارے خون نہ بہایئے اور چھوڑ دیجئے تا کہ ہم اپنے عیال و اطفال کے ساتھ باہر چلے جائیں۔ آنحضرت ﷺ اس پر راضی نہ ہوئے۔ پھر انہوں نے اطلاع بھیجی کہ ہم اپنے تمام احوال اور سامان سے دست بردار ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ اجازت فرمایئے کہ ہم اپنی بیوی بچوں کے ہاتھ پکڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں۔ یہ درخواست بھی قبول نہ ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، لا الی ان تنزلوا علی حکمی۔

نباش نے جب آنحضرت ﷺ کا پیغام ان تک پہنچایا وہ اپنے معاملہ میں حیران رہ گئے، کعب بن اسد جوان کا مقتدری تھا، نے بنی قریظہ کے روسائی کو جمع کیا اور حی بن رخطب اس عہد کی بناء پر جو اس کے ساتھ تھا اس کے قلعہ میں آیا اور اس مجلس میں حاضر ہوا۔ پھر کعب بن اسد نے ان کے ساتھ خطاب کیا اور کہا اے یہود! خدا کی قسم! تم تمام جانتے ہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ خدا کے رسول ہیں اور ہم اب تک حسد کی وجہ سے ان پر ایمان نہیں لاتے۔ اب تین کاموں میں سے ایک کام کرو۔ ایک یہ کہ اس معرفت کی بناء پر تم پر ان کے متعلق ہے ان پر ایمان لے آؤ اور ان کی فرمانبرداری اختیار کر لو تا کہ تمہارے بیٹے عورتیں اور اموال ونفوس محفوظ رہیں۔ یہود نے کہا ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور توریت پر دوسری کتاب کو اختیار نہیں کر سکتے، کعب نے کہا اگر یہ نہیں کر سکتے تو اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دو، قلعہ سے باہر نکلو اور جنگ کرو اگر مغلوب ہو جائیں تو ہمارے بعد ہماری عورتیں اور بچے ذلت نہ دیکھیں، اگر غالب آ جائیں گے تو بیوی بچے کم نہیں ہوں گے، بنی قریظہ نے کہا بے گناہوں کو قتل کرنے کا کوئی سبب نہیں، کونسا دل اس کام کے لیے تیار ہوگا۔ اپنی اولاد کے قتل کرنے اور اپنے جگر گوشوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم کیا نفع اٹھا سکتے ہیں۔ کعب نے کہا اگر تم اس امر پر بھی راضی نہیں ہو تو آج شنبہ کی رات ہے ان کے دل ہماری طرف سے مطمئن ہیں آؤ آج رات شب خون ماریں ممکن ہے ہم کامیاب ہو جائیں۔ بنی قریظہ نے کہا شنبہ کی حرمت کو کیسے باطل کریں وہ لوگ جو ہم سے پہلے تھے انہوں نے اس امر کی رعایت نہیں کی مسخ اور فسخ میں مبتلا ہو گئے۔ جب یہودی حیرت میں پڑ گئے۔

ابولبابہ کو جوان کا دوست اور ہم عہد تھا۔ آنحضرت ﷺ نے طلب کیا تا کہ اس سے مشورہ کریں، ابولبابہ جب قلعہ میں آیا، تو اس کی عزت و تکریم کر کے انہوں نے اس کا استقبال کیا، عورتیں اور بچے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ شدت حال اور رنج کی اس سے شکایت کی۔ ابولبابہ کو ان پر رحم آ گیا۔ پھر بنی قریظہ کے اشراف نے ان سے مشورہ کیا کہ مصلحت کیا ہے۔ محمد ﷺ کے حکم پر اتر آئیں یا نہ' ابولبابہ نے کہا ہاں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی فیصلہ تمہارے قتل کا ہوگا۔ ابولبابہ کہتا ہے میں اس وقت پشیمان ہوا اور انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، کعب بن اسید نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے میں نے کہا میں نے خدا اور رسول کے ساتھ خیانت کی ہے۔ میں قلعہ سے نکل آیا، گریہ مجھ پر طاری ہوا چنانچہ میری داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے ملے بغیر مدینہ آ گیا اور ام سلمہ کے دروازہ کے سامنے اور خود کو ستون کے ساتھ باندھ دیا اور میں نے دل میں کہا کہ کوئی شخص مجھے اس ستون سے نہیں کھولے گا مگر نماز کے اوقات میں جب تک کہ میری توبہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں

کہ وہ چند دن رات اسی طرح بندھا رہا اس کی بیٹی آتی اور اس کے منہ میں کھجوریں ڈال دیتی۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس کے بارے میں علم ہوا تو فرمایا اگر وہ پہلے ہی میرے پاس آجاتا تو میں اس کیلئے استغفار کرتا، اب میں بھی اس کو نہیں کھولوں گا تاوقتیکہ حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ کرے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ پندرہ روز کے بعد ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت کے متعلق وحی نازل ہوئی جب یہود بنی قریظہ عاجز و بیقرار ہو گئے تو آنحضرت ﷺ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے محمد مسلم کو حکم دیا تو انہوں نے مردوں کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دیئے اور عبداللہ سلام کو ان کی عورتیں، بچوں اور اموال و اسلحہ کے ضبط کرنے پر متعین فرمایا، اس قلعہ میں ایک ہزار پانچ تلواریں، تین سو زرہیں، ایک ہزار پانچ سو ڈھالیں اور بے شمار اثاثہ اور برتن تھے اور یہودیوں کے اونٹ چوپائے اور بھیڑ بکریاں حد و شمار سے باہر تھے، اسی اثناء میں قبیلہ اوس کے اعیان و اشراف آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ لطف و احسان کے مظہر ہیں اور نیکی و نرمی کے منبع ہیں آپ ﷺ نے بنی قینقاع کے متعلق جو ابن ابی کے حلیف تھے، مہربانی فرمائی اور سات سو افراد کو جن میں سے چار سو زرہ پوش تھے، بخش دیا اب بنی قریظہ کے متعلق جو ہمارے حلیف ہیں اور نقض عہد سے پشیمان ہیں مہربانی فرمایئے اور ان کے جرائم کو معاف فرما دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میں سے ایک شخص ان کے متعلق حکم کرے انہوں نے کہا ہاں، یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا سعد بن معاذ ہے جو کچھ وہ کہے گا اس معاملہ میں اس کے مطابق ہم عمل کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کو مدینہ میں سعد کو بلانے کے لیے بھیجا وہ اس تکلیف کی وجہ سے جو انہیں پہنچی تھی۔ اس غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے، لامحالہ ایک جماعت نے انہیں بٹھا کر آنحضرت ﷺ تک پہنچایا اس سے پہلے کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس شریف میں پہنچیں۔ قبیلہ اوس کے کچھ لوگ اس سے ملے اور اسے کہا اے ابا عمرو، رسول اللہ ﷺ نے تجھے بنی قریظہ پر حاکم مقرر فرمایا ہے اور وہ تیرے حلیف ہیں، ہم وطن ہیں اور جنگوں میں انہوں نے تیری امداد و اعانت کی ہے، اب وہ تمہاری طرف امید کی آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں۔ تو نے ابن ابی کو دیکھا کہ اس نے اپنے عہد رکھنے والے بنی قینقاع کی نجات کی خاطر کس قدر عمدہ کوشش کی۔ ہماری التماس یہ ہے کہ بنی قریظہ کے متعلق شفقت و احسان کا طریق اختیار کرنا اور اس قسم کا فیصلہ کرنا کہ وہ قتل کی مصیبت سے بچ جائیں۔ اوسیوں نے ہر چند اس قسم کی باتیں کیں لیکن سعد نے ان کو کوئی جواب نہ دیا آخر کار جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا، اس نے کہا اس کا وقت نہیں ہے، راستہ میں خدا تعالیٰ نے سعد کو ملامت کرنے والوں کی ملامت سے محفوظ رکھا اس بات سے وہ ناامید ہو گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ تمام کے قتل کا حکم ہوگا۔ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مجلس ہمایوں کے قریب پہنچے آنحضرت ﷺ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا قوموا لسید کم اپنے سردار کے لیے اٹھو، بنی اشہل کی ایک جماعت نے جو سعد کی قوم سے تھی اسے سواری سے اتارا، جب وہ بیٹھ گئے قبیلہ اوس کا ایک گروہ جنہیں آنحضرت ﷺ کی مجلس میں گفتگو کی مجال تھی کہا، اے ابا عمرو! رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کے فیصلہ کی باگ آپ کے قبضہ اختیار میں دے دی ہے، اس جماعت کے سابقہ حقوق کا خیال کرتے ہوئے اس کے متعلق شفقت و احسان کا طریقہ اختیار فرمائیں۔

سعد نے اوسیوں سے کہا کہ خدا تعالیٰ کا عہد و میثاق تم پر ہے کہ جو کچھ میں حکم کروں اس پر تم راضی ہو اور میرے حکم سے تجاوز نہیں کرو گے تمام نے جواب دیا ہاں، پھر آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور انتہائی تعظیم و تکریم کا لحاظ کرتے ہوئے خطاب سے اجتناب کرتے ہوئے کہا، جو شخص بھی

یہاں ہے تمام میرے حکم پر راضی ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا، فیصلہ وہی ہوگا جو تو کرے گا۔ سعد نے کہا میں حکم کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کریں ان کی عورتوں اور بچوں کی گردن میں غلامی کا طوق ڈالیں اور ان کے اموال کو مسلمان آپس میں تقسیم کر لیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے سعد! تو نے ان کے متعلق وہی حکم کیا جو خداوند تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے فیصلہ کیا تھا۔

پھر آنحضرت ﷺ کے حکم پر بنی قریظہ کے مردوں کے ہاتھوں کو باندھ کر مدینہ میں لا کر حضرت اسامہ بن زید کی سراء میں قید کر دیا گیا۔ ان کے بچوں کو رملہ بنت حارث کے گھر میں جو بنی النجار کی ایک عورت تھی، محفوظ و مضبوط کر دیا، چند تھیلے کھجوروں کے ان کے آگے ڈال دیئے، چونکہ ان کے ہاتھ مضبوط رسیوں سے بندھے ہوئے تھے منہ کے بل گر کر کھجوروں کو کھاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مناسب جگہ پر خندق کھودی گئی گروہ در گروہ ان یہودیوں کو امامہ کے گھر سے باہر لایا جاتا۔ حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما آنسرور ﷺ کے حکم سے کھینچی ہوئی تلواروں سے ان کی گردنیں مارتے اور ان کے خون کو خندق میں بہاتے، جب حی بن اخطب کو ہاتھ باندھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن! آخر کار خدا تعالیٰ نے تجھے میرے ہاتھ میں گرفتار کروایا اور مجھے تم پر حاکم کیا، حی نے کہا میں اپنے آپ کو آپ ﷺ کی دشمنی میں ملامت نہیں کرتا لیکن من خذل یخذل، میں اپنے نفس کی عزت چاہتا ہوں خدا تعالیٰ نے آپ کو فتح دی، کوئی خوف نہیں، اس قسم کی بہت سی مصیبتیں بنی اسرائیل پر آئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب حیدر کرار نے حی کو قتل کرنے کے لیے تلوار کھینچی حی نے کہا میری درخواست ہے کہ میرے کپڑے جسم سے نہ اتارنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات میرے نزدیک قتل کرنے سے آسان ہے۔ پھر حی نے گردن اوپر کھینچی، امیر نے تیز تلوار سے اس کا فیصلہ کر دیا اور اسفل السافلین میں بھیج دیا۔ پھر کعب بن اسید کو گردن کے ساتھ ہاتھ باندھے ہوئے آنحضرت ﷺ کے نزدیک لایا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے اسید! تو نے ابن جلاس کی نصیحت سے کیوں نفع حاصل نہیں کیا۔ کہ اس نے تمہیں میری متابعت کا حکم دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ جب تم محمد ﷺ کو دیکھو تو میرا اسلام ان کی خدمت میں پہنچانا، اس نے کہا اے ابوالقاسم! توراۃ کی قسم اگر یہود یہ نہ کہتے کہ میں تلوار اور قتل کے خوف سے مسلمان ہوا ہوں تو یقیناً آپ ﷺ کی تصدیق کرتا اور آپ ﷺ کی متابعت کرتا لیکن اس اعتراض کو دور کرنے کی خاطر دین یہود پر مرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے بھی اس کے ساتھیوں کے ساتھ پہنچا دیا۔ اس روز صبح سے شام تک حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما، بنی قریظہ کے قتل میں مصروف رہے جب رات ہوگئی تو مشعل کی روشنی میں ان کی زندگی کو موت کی شام میں بدل دیا، وہ چار سو افراد تھے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ چھ سو تھے، اور ایک جماعت کہتی ہے کہ نو سو تھے۔

بنی قریظہ کے یہودیوں میں ایک بوڑھا زبیر بن باطا نامی تھا، جس نے جنگ بعاث میں ثابت بن شماس کے ذمہ ایک حق ثابت کیا تھا اس نے ارادہ کیا کہ اس کا اسے بدلہ دے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور وہ احسان جو زبیر نے ثابت پر کیا تھا عرض کیا، اس نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ میں اس کا بدلہ ادا کروں اگر آنحضرت ﷺ کی رائے ہمایوں ہو تو زبیر کو مجھے بخش دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زبیر کو میں نے تجھے بخشا۔ ثابت نے زبیر کو بشارت دی، زبیر نے کہا وہ بوڑھا جو عورت اور بچوں سے جدا ہو جائے زندگی سے اسے کیا فائدہ؟ ثابت نے یہ بات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی اور درخواست کی کہ زبیر کے عیال واطفال کو غلامی کی قید سے آزاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اس کی اس درخواست کو بھی

قبول فرما کر تمام کو اس کے سپرد کر دیا۔ پھر زبیر نے کہا کہ وہ اہل وعیال جو ایک بوڑھے کی کفالت میں ہوں، جس کے پاس ایک دانہ بھی نہ ہو۔ بغیر مال کے بوڑھا بدحال ان سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ ثابت نے یہ بات بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دی اور استدعا کی کہ کچھ مال اور عیال کا خرچہ عنایت فرمائیں، یہ سوال بھی قبول کر لیا گیا، ثابت نے زبیر کو تمام آرزوؤں کے پورا ہونے کی بشارت دی۔ زبیر نے ثابت سے پوچھا اس شخص کا کیا ہوا جس کا آئینہ چینی کی طرح چہرہ تھا ماہ رخسار، خورشید دیدار دوشیزگان کا نظارہ کرتا تھا یعنی کعب بن اسد، ثابت نے جواب دیا وہ قتل ہو گیا۔ پھر اس نے کہا، بزرگ شہر کہاں ہے جو لوگوں کو جنگ پر ابھارتا تھا اور ان کو ضرورت پر طعام دیتا تھا اور غریبوں اور مسکینوں کا غم کھاتا تھا یعنی حی بن اخطب، ثابت نے کہا وہ بھی قتل ہو گیا، زبیر نے کہا وہ درست تدبیر کا مالک کہ جب وہ کسی جماعت کی طرف متوجہ ہوتا انہیں متفرق کر دیتا اور جس عقدہ کو کھولنا چاہتا کھول دیتا۔ یعنی بناش بن قیس جواب دیا کہ وہ بھی عدم آباد کو روانہ ہوا۔ اسی طرح بنی قریظہ کے ایک ایک رئیس اور سردار کا حال پوچھتا رہا اور ان کے قتل کی خبر سنتا رہا۔ پھر زبیر نے کہا اے ثابت! خدا کی قسم! ساتھیوں کی جدائی اور احباب سے دوری موت سے زیادہ تلخ ہے اب میں اپنی سابقہ خدمت کے حق کی بدولت میری اس تلوار سے مجھے بھی اپنے دوستوں کے پاس پہنچا دے۔ ثابت اس کی اس بات سے بہت برہم ہوا فی الفور اس کی درخواست قبول کر لی اور اسے قتل کر دیا۔

جب مسلمان بنی قریظہ کے قتل سے فارغ ہوئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم کھل گیا، نزع کے وقت رسول اللہ ﷺ اس کے سرہانے موجود تھے اس کے سر کو اپنے زانو مبارک میں رکھے ہوئے فرماتے تھے، الٰہی! سعد نے تیرے راستہ میں زحمت برداشت کی، تیرے رسول کی تصدیق کی، حقوق اسلام جو اس کے ذمہ تھے ادا کیے، اس کی روح کو بہترین طریقہ کے ساتھ جس طرح اپنے دوستوں کی ارواح کو قبض کرتا ہے، قبض کر، سعد نے جب آنحضرت ﷺ کی آواز سنی، اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کیا، السلام علیک یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ رسول خدا ہیں آپ ﷺ نے کما حقہ رسالت کی تبلیغ کی، اور اپنے سر کو آنحضرت ﷺ کے زانو مبارک سے اٹھا لیا اور معذرت کر کے منزل ہمایوں میں بھیج دیا، تھوڑی دیر بعد خدا کی رحمت نے اپنے پاس بلا لیا، استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا اے محمد! آپ ﷺ کے صحابہ میں سے یہ کون تھا جو فوت ہوا جس کی روح کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔ خدا کا عرش کانپ اٹھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں ابھی ابھی سعد کے پاس تھا اسے عالم سکرات میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ آنحضرت ﷺ اس کے گھر تشریف لائے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی، صحابہ نے اس کا جنازہ اٹھایا اور جنت البقیع کی طرف روانہ ہوئے۔

نقل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ سعد طویل القامت، عظیم الجثہ مرد تھا ہمیں اس کا جنازہ بہت ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ سعد کی لاش کو ملائکہ اٹھائے ہیں اور جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ ہم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ پیغمبر ﷺ باہر نکلے تاکہ سعد کی جنازہ کی نماز ادا کریں، جب ہم نے نماز جنازہ ادا کر لی اسے سپرد خاک کرایا اور مٹی کو اس پر درست کیا، رسول اللہ ﷺ نے طویل تسبیح پڑھی ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ موافقت کی پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ تسبیح اور تکبیر میں کیا حکمت تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب اس نیک بندے کو قبر میں دفن کر دیا قبر نے اس پر تنگی کی میں

نے تسبیح و تکبیر کہی حتیٰ کہ اس کو نجات مل گئی۔

اے غافل انسان اور اے اللہ فراموش کر دینے والے اس حدیث میں تامل کر اور سوچ، کیا تجھے معلوم ہے کہ سعد بن معاذ کون تھا، سعد بن معاذ وہ ہے جس کے متعلق صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا آسمان کے دروازے کھل گئے، ستر ہزار فرشتے اس کے جنازہ میں حاضر ہوئے۔ جب مقربین اور صدیقین کا یہ حال ہو تو گنہگاروں اور نافرمانوں کا کیا حال ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ بنی قریظہ کی ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی کہ اچانک آواز آئی کہ فلاں کہاں ہے اور اس عورت کا نام لیا، اس عورت نے کہا میں اس جگہ ہوں، اس نے کہا باہر نکل آؤ۔ وہ اسی طرح ہنستی ہوئی اٹھی اور کہا مجھے قتل کرنے کے لیے بلاتے ہیں، میں نے کہا عورتوں کو قتل کرنے کا دستور نہیں تجھے یہ خصوصیت کیوں ہے۔ اس نے کہا میں بنی قریظہ میں سے ایک شخص کی بیوی تھی اور ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ پوری محبت تھی جب محاصرہ نے طول پکڑا میرے شوہر نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر قابو پا لیا تو مردوں کو قتل اور عورتوں کو قید کر لیں گے۔ میں نے کہا افسوس کہ ہمارا وصال جلد ختم ہو جائے گا اور جدائی کی مصیبت میں تبدیل ہو جائے گا۔ مجھے تمہارے بغیر زندگی پسند نہیں ہے۔

میرے خاوند نے کہا اگر تم سچ کہتی ہو تو مسلمانوں کی ایک جماعت ہے ہمارے قلعہ کی دیوار کے نیچے بیٹھی ہوئی ہے یہ چکی کا پتھر ان کے سر پر پھینک دے، ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی مارا جائے اور تجھے اس کے قصاص میں قتل کر دیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور پتھر دیوار سے لڑھکا دیا وہ جماعت بھاگ گئی پتھر خلدو بن سوید کے لگا اور وہ مر گیا، اس وقت مجھے وہ اس کے بدلے بلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں عرصہ گزر گیا مجھے قتل کے مقابل اس کا ہنسنا اور بشاشت کرنا نہیں بھولتا۔

مروی ہے کہ جب بنی قریظہ کے قتل کرنے سے فارغ ہوئے ان کے مال کو تقسیم کیا گھوڑے کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ ملا۔ چنانچہ سوار کو تین حصے دیئے گئے اور اس سے خمس جدا کر دیا۔ قیدیوں میں سے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے ریحانہ بنت عمرو کو مخصوص فرمایا۔ اور ملک یمین کے ذریعہ اس میں تصرف کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اسے آزاد کریں اور اس سے نکاح کر لیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے یہ طریقہ آسان ہے۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کا ایک گروہ قبا نجد میں بھیجا انہیں فروخت کر کے اس سے گھوڑے اور ہتھیار خرید لیے اور ایک روایت یہ ہے کہ بعض عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور بعض عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس فروخت کر دیئے۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش

پانچویں سال کے واقعات

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

غزوہ خندق سے مراجعت کے بعد ابوسفیان ایک روز قریش میں بیٹھا ہوا تھا اور کہتا تھا کہ تم میں کوئی شخص ہے جو مدینہ میں جائے اور فرصت پا کر محمد ﷺ سے ہمارا بدلہ لے، وہ بازار میں تنہا جاتے ہیں اور تبلیغ میں اس قدر مشغول ہیں کہ دوست دشمن کی تمیز نہیں کرتے۔ ایک اعرابی یہ بات سن کر ابوسفیان کے گھر گیا اور خلوت میں اس سے کہا اگر تو میری مدد کرے تو میں اس مہم کو پورا کروں گا، کیونکہ میں راستوں سے اچھی طرح واقف ہوں، خنجر بھی تیز رکھتا ہوں اور مجھے کسی کا خوف بھی نہیں، ابوسفیان نے اس اعرابی کی دلجوئی کی ایک اونٹ زادِراہ کے لیے اسے دیا اور وصیت کو پوشیدہ کرنے کی تاکید کی۔ اعرابی منازل و مراحل طے کرتا تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ جا پہنچا اور آنحضرت ﷺ کے متعلق دریافت کیا جو قبیلہ بنی الاشہل میں تھے۔ اس نے اپنا اونٹ مضبوط باندھا اور پیدل ہی آنحضرت ﷺ کی طلب میں چلا۔ آنحضرت ﷺ اس قبیلہ کی مسجد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصیحت کرنے میں مصروف تھے۔

دور سے آپ ﷺ کی نظر ابوسفیان کے فرستادہ پر پڑی، صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص دھوکا دینے کا خیال رکھتا ہے لیکن ہمارے اور اس کے درمیان لطف الٰہی حاصل ہے۔ اعرابی نے نزدیک آ کر پوچھا تم ہی عبدالمطلب کے بیٹے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انا ابن المطلب۔ اعرابی فی الفور آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھا گویا کہ وہ کسی مشورہ کے طور پر بات کرنا چاہتا ہے۔ اسیر بن حضیر نے اسے پکڑ لیا اور کہا اے ملعون! رسول خدا سے دور ہو اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ اس کے کپڑوں کے نیچے خنجر ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کے کپڑوں کے نیچے خنجر ہے، اور یہ عیار اور مکار آدمی ہے وہ اسیر کے پاؤں میں گر پڑا اور فریاد کی کہ میرا خون معاف کر دو، اسیر نے اسے مضبوطی سے جکڑ لیا۔ آنحضرت ﷺ نے اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، سچ کہو تیرے آنے کا کیا سبب ہے۔ اگر تو سچ کہے گا تو یہ سچ تجھے نفع دے گا ورنہ حق تعالیٰ مجھے تمہارے خیال سے آگاہ کر دے گا، اعرابی نے امان طلب کی حضور ﷺ نے اسے امان دے دی اور اس نے تمام صورت حال عرض کر دی۔ حضرت محمد ﷺ کے اشارہ سے اسیر نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ دوسرے روز حضور ﷺ نے اعرابی کو طلب کیا اور فرمایا کہ میں نے تجھے امان دے دی۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن تیرے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اعرابی نے پوچھا وہ کیا ہے خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا خدا کی وحدانیت کی گواہی دے اور میری رسالت کا اعتراف کر لے۔ اعرابی نے کہا، اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ ، پھر اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں کسی شخص سے نہیں ڈرا لیکن جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا میری عقل جاتی رہی اور کمزوری نے مجھ پر غلبہ کیا آپ ﷺ کو میرے مافی الضمیر سے آگاہ کیا گیا حالانکہ میرے اور ابوسفیان کے علاوہ کوئی اس راز سے آگاہ نہیں تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ کو الہام کرنے والا، حافظ اور مدد دینے والا خدا تعالیٰ ہے۔ اعرابی یہ باتیں کہتا تھا اور حضور اکرم ﷺ تبسم فرماتے تھے، اعرابی چند روز حضور ﷺ کی خدمت میں رہا۔ پھر واپسی کی اجازت چاہی۔

اس جدید جرم کے بعد جو شیطانی لشکر کے سپہ سالار ابوسفیان سے سرزد ہوا، حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری اور ابوسلمہ بن اسلم کو فرمایا کہ مکہ جاؤ اور اگر فرصت پاؤ تو ابوسفیان حرب کو قتل کر دو۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خواہشات کے مطابق مکہ معظمہ کی طرف سفر اختیار کیا حرم کے طواف کے وقت ایک کنیز ان کے حال سے واقف ہوگئی اور چلائی کہ اے اہل مکہ یہ عمرو بن امیہ ہے اس سے غافل نہ ہونا۔ جب مکہ کے لوگ اس حال سے واقف ہوگئے وہ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ ابوسلمہ بھاگ کر مدینہ لوٹ آئے۔ عمرہ بن امیہ ضمری مکہ کے پہاڑوں اور غاروں میں چھپ گیا۔ عمرو کہتے ہیں کہ ان دنوں عثمان بن مالک میرے سامنے آیا میں نے اس کے سینہ میں خنجر مارا اس نے ایسا نعرہ مارا کہ مکہ والوں نے اس کی آواز سن لی لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور میری تلاش کی تو میں ایک غار میں گھس گیا اس غار میں مجھے ایک یک چشم آدمی دکھائی دیا جو دوپہر کی گرمی کی وجہ سے اپنی بھیڑوں کو سایہ میں لایا ہوا تھا اس نے چند ست الفاظ آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی زبان سے ادا کیئے میں نے کچھ دیر تو صبر کیا یہاں تک کہ وہ ملعون سو گیا پھر میں نے کمان کا گوشہ اس کی صحیح آنکھ پر رکھا اور اس قدر دبایا کہ اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اسے دبائے رکھا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا جب میں غار سے باہر آیا قریش کے دو جاسوس میرے نزدیک آئے میں نے ایک کو تیر مارا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا، دوسرا بھاگ گیا، میں اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں آ گیا، میرا ساتھی بھی عافیت کے ساتھ تھا، ابوسفیان کو جب حقیقت حال کا علم ہوا اس نے اپنی حفاظت کے لیے مزید انتظامات کرنا شروع کر دیئے۔

بلال بن حارث مزنی اسلام لائے

بلال بن حارث مزنی قبیلہ مزنیہ کے چار سو اشخاص کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ، تم جہاں کہیں بھی ہو گے مہاجرین میں داخل ہو گے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنے شہروں کو مراجعت فرمائی۔

عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

اس سال ذوالحج حضور ﷺ نے عبیدۃ ابن الجراح کو سیف البحر کی طرف بھیجا، اس سفر میں ان کی خوراک صرف کھجوریں تھیں۔ روایت ہے کہ ابتداء میں ہر مرد اور عورت ایک کھجور پر گزارہ کرتا تھا آخر نصف کھجور پر قناعت کی ایک مدت تک اسی طرح گزارہ کرتے رہے جب ان کی حالت بہت نازک ہوگئی حق تعالیٰ نے سمندر سے ساحل پر ایک مچھلی پھینک دی جسے تین سو آدمی ایک ماہ تک کھاتے رہے۔

چھٹے سال کے واقعات

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

ثمامہ دامن اسلام میں

حادیان اخبار نبوی اور راویان آثار مصطفوی نے یوں بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چھٹے سال اپنے اصحاب کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجی انہوں نے اتفاقاً ثمامہ بن اثال کو پکڑ لیا اور قید کر لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضور ﷺ کے حکم سے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اس سے پوچھا عنک یا ثمامہ، اس نے جواب دیا میرے پاس بھلائی ہے۔ اے محمد ﷺ! اگر آپ ﷺ مجھے قتل کر دیں گے تو صاحب خیر کو قتل کیا ہوگا اور اگر انعام کریں گے تو شکر گزار پر انعام کیا ہوگا۔ اور آپ ﷺ کا مطلوب مال ہے تو وہ بھی بتا دیجئے۔ دوسرے روز پھر رسول اللہ ﷺ نے وہی سوال کیا اور ثمامہ نے وہی جواب دیا تیسرے روز بھی وہی معاملہ اسی طریق سے ہوا اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اسے کھول دیں۔ ثمامہ نے مسجد سے باہر جا کر غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور بلند آواز سے **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله** کہا، پھر کہا اے پیغمبر خدا میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی دین آپ ﷺ کے دین سے اور کوئی شہر آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ دشمن نہیں تھا۔ اب میرے نزدیک آپ ﷺ کے شہر اور دین سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔

غزوہ بنی لحیان

ماہرین فن تاریخ اور ناقلین احادیث فرماتے ہیں کہ جب عاصم بن ثابت اور خبیب بن عدی کا واقعہ ظہور پذیر ہوا، مذکورہ واقعہ کے اظہار کے بعد حضور ﷺ اس طرز عمل سے ملول اور رنجیدہ رہتے تھے اور فرصت کے متلاشی تھے کہ بنی لحیان سے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ غداری کی تھی انتقام لیں یہاں تک کہ ہجرت کے چھٹے سال دو سو مہاجرین و انصار سواروں کے ساتھ اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ منازل و مراحل طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچے جہاں مسلمان شہید ہوئے تھے، وہاں عاصم اور ان کے ساتھیوں کے لیے استغفار کر کے بخشش طلب فرمائی، بنی لحیان کو حضور ﷺ کی ان کی طرف آمد کی خبر ہوگئی وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر قلعہ بند ہوگئے اور اپنی جان اس ہلاکت سے بچا لے گئے۔ حضور ﷺ نے اس جگہ قیام فرمایا، اور اطراف و جوانب میں سرایہ بھیجے، جب آپ ﷺ قبیلہ غسفان کے پاس پہنچے اور ایک روایت کے مطابق امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کراع الغمیم بھیجا۔ یہاں تک کہ قریش کو لشکر اسلام کی اطلاع پہنچی تو ان میں بے چینی پیدا ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم مقررہ جگہ پر پہنچے لیکن انہیں وہاں کوئی مخالف دکھائی نہ دیا۔ اس جگہ سے لوٹ کر حضور ﷺ کے ساتھ مل گئے۔

بریدہ نے (جو اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمرکاب تھے) کہا کہ جب آنحضرت ﷺ غسفان گئے تو دائیں بائیں سے احتیاط کرتے

ہوئے والدہ کی قبر کی زیارت کی، وضو فرمایا اور والدہ کی قبر کے پاس دو رکعت نماز ادا فرمائی آپ کی آنکھیں آنسوؤں میں تر ہو گئیں ہم بھی آپ کی موافقت میں روئے، جب قبر سے واپس آئے صحابہ کی طرف التفات فرما کر پوچھا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا ہم نے کہا شاید امت کے متعلق نا قابل برداشت کوئی حکم وارد ہوا ہے اس وجہ سے ہم روئے، آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ قبر میری والدہ کی ہے۔ میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور حق تعالیٰ سے ان کی مغفرت طلب کی۔ (اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے والدین دین ابراہیمی پر تھے۔ جبھی تو آپ ﷺ نے اپنے والدین کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی۔ حالانکہ کافروں کی مغفرت کی دعا کے لیے حضور ﷺ کو منع فرمایا گیا ہے۔)

بارش کے لیے نماز استسقاء

روایت کی گئی ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال سخت قحط پڑا خوراک کی شدید قلت پیدا ہوگئی۔ مسلمان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! فیض کے دروازے بند ہو گئے باران رحمت منقطع ہوگئی۔ ہماری کھیتی زراعت اور مویشیوں کے دودھ میں بہت کمی ہوگئی۔ ہمارے چوپائے اور مویشی ہلاکت میں پڑ گئے اور لوگوں کا آرام محنت اور فراغت، مشقت میں تبدیل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ اپنے احسان اور بخشش کے بادلوں سے پیاسوں کی امیدوں کے باغ کو تازہ اور سیراب کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فلاں روز شہر سے باہر نکلو اور صدقات اپنے ساتھ لے لو تا کہ صحرا میں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں، جب مقررہ دن آیا آنحضرت ﷺ نے پرانے کپڑے پہنے اور خشوع و خضوع سے لوگوں کے ساتھ مصلا کی طرف روانہ ہوئے، اذان اور تکبیر کے بغیر دو رکعت نماز ادا فرمائی، کہتے ہیں کہ پہلی رکعت میں صبح اسم ربک الاعلیٰ، اور دوسری رکعت میں، ھل اتک حدیث الغاشیہ، بلند آواز سے پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے، صحابہ کی طرف رخ کیا اور تفال کے طور پر اپنی پاک چادر الٹائی تا کہ عسرت و تنگی، فراخی اور کشادگی میں تبدیل ہو جائے اور اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر ایک تکبیر کہی پھر معجز بیان زبان سے بارش کی دعا فرمائی۔ راوی لکھتا ہے کہ ابھی ہم اسی مقام میں تھے کہ بادل کا ایک ٹکڑا آسمان پر نمودار ہوا اور موتیوں کی طرح آسمان سے بارش کے قطرات مسلسل گرنے برسنے شروع ہوئے چنانچہ متواتر سات دن رات بارش ہوتی رہی۔ ہفتہ گزرنے کے بعد مسلمانوں نے حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے اموال ضائع ہو گئے اور مکانات گرنے لگے اور لوگوں کی آمد و رفت منقطع ہوگئی دعا فرمایئے تا کہ حق تعالیٰ جل و علا بارش کو روک لے اور سورج بادل کے پردہ سے باہر نکلے، آنحضرت ﷺ آدم زاد کی برداشت نہ کر سکنے پر تعجب کر کے مسکرائے پھر دعا فرمائی۔ اللھم حوالینا ولا علینا اللھم علی الاکام والضراب وبطون الاودیۃ ومنابت الشجر ۔ جب حضور رحمت ﷺ دعا سے فارغ ہوئے فی الفور بادل چھٹ گئے بارش رک گئی اور سورج نکل آیا۔

حج کی فرضیت

جمہور اہل سیر و اخبار کے قول کے مطابق اسی سال حج فرض ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ نویں سال فرض ہوا اور جمہور کی دلیل آیت کریمہ

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

وانموا الحج والعمرة لله، کا چھٹے سال میں اترتا ہے۔

صلح حدیبیہ

اس سفر کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ نے اس سال ماں ذیقعدہ میں خواب دیکھا کہ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ زیارت کعبہ کے لیے تشریف لے گئے ہیں عمرہ ادا کیا اور اپنے دست مبارک میں خانہ کعبہ کی چابی پکڑی بعض صحابہ نے سر منڈوائے اور بعض نے سر کے بال چنے اور عرفات میں توقف کیا، جب حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے خواب بیان کیا تو وہ خوش ہوئے اور خیال کیا کہ یہ عظیم واقعہ اسی سال ظہور پذیر ہوگا۔ آنحضرت ﷺ سفر کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہوگئے اور صحابہ سے بھی فرمایا، پھر آنحضرت ﷺ کجاوہ ڈال کر قصوی اونٹ پر سوار ہوئے، ماہ ذی القعدہ کی پہلی تاریخ دوشنبہ کے روز مدینہ سے روانہ ہوئے اور عبداللہ ابن مکتوم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔

اکثر صحابہ کے پاس تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں تھا کیونکہ وہ عمرہ کی نیت سے جا رہے تھے۔ اور بعض صحابہ مثل امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ نے اسلحہ کے متعلق پورا اہتمام کیا لیکن آنسرور ﷺ نے ایسا حکم نہیں فرمایا۔ ہدی کے اونٹوں کو جمع کیا ان کی تعداد ستر ہوگئی اور ابو جہل کا اونٹ جو آنحضرت ﷺ کی ملکیت میں تھا اور فتح بدر کے بعد وہ آپ ﷺ سے مخصوص ہوا تھا، ان اونٹوں کی دیکھ بھال فاجیہ بن جندب اسلمی کے سپرد ہوئی۔ جس کے ساتھ بھی ہدی کے اونٹ تھے آنحضرت ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے انہیں نشان زدہ کیا اور قلادہ پہنایا، اور ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا اس طریقہ پر کہ **اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک** عام صحابہ نے آنحضرت ﷺ کی موافقت کی اور عبا ابن بشر کو بیس سواروں کے ساتھ لشکر کا خلیفہ بنایا۔

اس سفر میں ایک ہزار چار سو اور ایک روایت میں ایک ہزار پانچ سو بیس اور ایک روایت میں ایک ہزار چھ سو مرد تھے، ازدواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں، جب مشرکین مکہ کو آنحضرت ﷺ کے مکہ کی طرف متوجہ ہونے کی خبر ہوئی، تمام نے اتفاق کرلیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور گردونواح کے قبائل اور جماعتوں سے مدد طلب کی تمام ان کی امداد کے لیے تیار ہوگئے، اور ان کی فرمانبرداری کی، تمام نے متفق ہو کر انتظام کر کے بلدح میں جو مکہ کے باہر ایک مقام ہے قیام کیا اور خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل کو دو سو سواروں کے ساتھ لشکر کا سالار بنایا اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غنان میں پہنچے بشر بن سفیان جسے آپ ﷺ نے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہوا تھا واپس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ قریش کے لوگ حرم کی طرف آپ ﷺ کی آمد معلوم کر کے پورا انتظام کر کے مکہ کے باہر بیٹھے ہیں اور ایک دوسرے سے عہد کیا ہے کہ آپ کو ﷺ مکہ میں داخل ہونے سے روکیں گے۔

حضور ﷺ یہ خبر سن کر رنجیدہ ہوئے مہاجرین وانصار کے اشراف واعیان سے مشورہ کیا پہلے خود خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مصلحت کس بات میں ہے ہم ان لوگوں کی عورتوں اور بچوں کی طرف جائیں جنہوں نے قریش کی مدد کی ہے اور انہیں لوٹ لیں تاکہ ان میں شکستگی پیدا ہو۔ ممکن ہے اپنے گھر بار کی خاطر قریش سے جدا ہو جائیں پھر قریش کے ساتھ آسانی سے نمٹ لیں گے۔ صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سال ہم

زیارت کعبہ اور عمرہ ادا کرنے کی نیت سے نکلے ہیں، ہمارا کسی سے لڑنے کا ارادہ نہیں تھا اگر آپ ﷺ کو قریش زیارت کعبہ سے روکیں تو اس وقت ہم ان سے جنگ کریں گے رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرما کر کہا خانہ خدا کی طرف جاؤ لیکن خالد بن ولید عمیم میں بیٹھے رہیں تم دائیں راستہ پر جاؤ تا کہ ہم ان کی بے خبری میں ان کے سر پر پہنچ جائیں۔

کہتے ہیں کہ مسلمان دشوار گذار راستہ پر چل دیے۔ چنانچہ ان کا اکثر گزر گھاٹیوں اور پہاڑوں میں سے ہوا اس راستہ کے اتار چڑھاؤ سے تنگ آ گئے، حضور ﷺ نے ان زخموں پر مرہم رکھتے ہوئے فرمایا یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جب پتھریلے ٹیلوں سے گزر گئے اور ہموار زمین پر پہنچ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تستقر اللہ ویتوب الیہ۔ راوی لکھتا ہے کہ خدا کی قسم خالد بن ولید مجاہدین کی توجہ سے اس وقت واقف ہوا جب کہ ان کے گھوڑوں کے سموں کے غبار کو دیکھا اور سپاہ اسلام کے حملہ سے شکست کو غنیمت جانتے ہوئے بھاگ کر قریش سے جا ملا اور حقیقت حال سے انہیں آگاہ کیا۔

جب حضور ﷺ اس پشتہ کے قریب (جو حدیبیہ کے قریب ہے) پہنچے تو وہ قصویٰ جس پر آپ ﷺ سوار تھے بیٹھ گئی۔ صحابہ نے ہر چند اسے ڈانٹا جھڑکا مگر وہ نہ اٹھی، لوگوں نے کہا غلات القصویٰ، قصویٰ تھک گئی ہے۔ حضور ﷺ نے قصویٰ کے متعلق فرمایا کہ وہ تھک نہیں گئی۔ تھک جانا اس کی عادت نہیں ہے۔ لیکن اسے ہاتھی کو روکنے والے نے روک دیا یعنی جس نے محمود نامی ہاتھی کو کعبۃ اللہ سے روک دیا تھا وہی قصویٰ کو روکنے والا ہے اور تم ہاتھی کا قصہ اور کعبہ کے تعرض سے اس کا رک جانا، اصحاب فیل کے قصہ میں بیان ہوا۔ قصویٰ کے بیٹھ جانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا، اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ قریش مجھ سے جو سوال بھی کریں گے حرم کی تعظیم میں میں اسے قبول کرلوں گا۔ اس کے بعد ناقہ کو ڈانٹا تو وہ کھڑی ہوگئی اور راستہ سے منحرف ہو کر اس کنویں کے پاس جو حدیبیہ کی حدود میں ہے اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا پھر بیٹھ گئی، جو تھوڑا پانی اس میں تھا صحابہ کے کھینچنے سے ختم ہو گیا۔ لوگ پیاس سے شکایت کرنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا اسے کنویں کی گہرائی میں لے جائیں راوی کہتا ہے کہ فی الفور پانی نے جوش مارا کہ ایک ہزار چار سو اشخاص اپنے تمام چوپایوں کے ساتھ سیراب ہو گئے چونکہ یہ مقام بے آب تھا۔ آنحضرت ﷺ سے چند معجزات روایت کئے گئے ہیں ایک یہ جو بھی بیان ہوا۔

خشک کنویں میں پانی اُبل آیا

کہتے ہیں کہ لوگوں نے حدیبیہ میں پانی کی کمی کے متعلق بارگاہ رسالت ﷺ سے مدد طلب کی۔ حضور ﷺ نے کنویں کے کنارے پر آ کر پانی سے بھرا ہوا برتن طلب کر کے وضو کیا کلی کرتے ہوئے دہان مبارک سے پانی اس کنویں میں ڈالا تھوڑی دیر کے بعد یہ کنواں پانی سے بھر گیا۔

انگلیوں سے پانی کی نہریں جاری ہوگئیں

کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی انگشتہائے مبارک سے پانی اسی سفر میں پھوٹ نکلا تھا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس جگہ کہیں بھی پانی

نہیں ہے مگر آپ کے کوزہ میں اور وہ ایک پیالہ تھا جس سے آنحضرت ﷺ وضو فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں ڈالا جو پیالے میں تھا آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی جوش مارنے لگا۔ جیسے چشمہ جوش مارتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس پانی کو پیا اور وضو کیا حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ تم کتنے اشخاص تھے جنہوں نے اس سے پانی پیا اور وضو کیا۔ اور وہ تمہیں پورا ہو گیا۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم اس قدر پانی پیدا ہو گیا کہ اگر ہزار بھی ہوتے تو وہ ان کو بھی کافی ہو جاتا۔

حدیبیہ میں باران رحمت

اسی مقام میں پانی نہ ہونے کی شکایت کی، آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی، تو اسی وقت آسمان سے بارش برسی اور تمام صحابہ سیراب ہو گئے۔

القصہ جب حدیبیہ کی زمین سید ابرار ﷺ کے نصرت شعار مبارک قدم لشکر سے مشرف ہوئی، بدیل بن ورقانہ اپنے قبیلہ کی ایک جماعت کے ساتھ جو محمدی محبت کی مہر اپنے دل وجان کے نگینہ پر رکھتے تھے امداد و معاونت کی چوٹی پر ان کی حمایت کا جھنڈا بلند کیے قریش کی طرف سے آیا، زمین بوسی کے بعد آسمان سروری کے آفتاب اور انجمن پیغمبری ﷺ کے بادشاہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ بنی کعب بن لوی اور عامر بن لوی، عرب کے چند قبائل کے ساتھ اتفاق کرکے حدیبیہ کے کنویں پر اترے ہیں ان کا ارادہ کہ آپ ﷺ کو کعبہ کی زیارت سے روکنا ہے اگر آپ ﷺ نے انکار کیا تو آپ ﷺ سے جنگ کریں گے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہم جنگ وقتال کیلئے نہیں آئے بلکہ ہمارا مقصد کعبہ کا طواف اور عمرہ ادا کرنا ہے، قریش کو جنگ کی بڑی خواہش ہے اور ان کی یہ خواہش ان کے لیے نقصان دہ ہے اگر وہ پسند کریں تو میں مدت متعین کر دیتا ہوں ہم اس میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کریں۔

بنی کنانہ کے روسا میں سے ایک شخص جسے جلیس کہتے تھے آنحضرت ﷺ کی ملاقات کی آرزو کرتے ہوئے قریش سے اجازت طلب کی اور حضور ﷺ کے لشکر گاہ کو روانہ ہوا جب لشکر کے قریب پہنچا آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ مرد اس قوم سے ہے جو ہدی کی تعظیم کرتی ہے قربانی کے اونٹوں کو اٹھاؤ تاکہ وہ دیکھے، صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے اس کے استقبال کو آئے جلیس نے جب یہ حال دیکھا اسے معلوم ہو گیا کہ وہ زائر ہیں، جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے اس نے اپنے آپ سے کہا سبحان اللہ! یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص ان کو طواف کعبہ سے روکے، فی الفور آنحضرت ﷺ سے ملے بغیر لوٹ گیا اور قریش سے کہا میں نے اصحاب محمد ﷺ کو دیکھا انہوں نے اونٹوں کو اشعار اور تقلید کیا ہوا ہے اور بیت کی زیارت کا ارادہ رکھتے ہیں مجھے اس میں کوئی مصلحت دکھائی نہیں دیتی کہ انہیں طواف کعبہ سے روکو جلیس کو بھی قریش نے امانت دار نہ سمجھا اور اس کی باتوں کو نادانی اور سادہ لوحی پر محمول کیا اور کہا اے جلیس تو بدوی آدمی ہے سلطنت کے امور سے تجھے واقفیت نہیں۔ جلیس ان کی اس بات سے غضبناک ہوا اور کہا خدا کی قسم! ہم تمہارے ساتھ موافق نہیں ہیں کہ کوئی خانہ کعبہ کی تعظیم کے لیے آئے اور بیت اللہ کی تعظیم کرے ہم اسے منع کریں اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں جلیس کی جان ہے کہ اگر تم نے محمد ﷺ کو طواف کعبہ سے روکا میں تمام احابشیوں کے ساتھ تم سے جدا ہو جاؤں گا، قریش نے اس سے معذرت طلب کرتے ہوئے کہا اے جلیس چھوڑ ہم تیری مرضی کے مطابق محمد ﷺ سے صلح کرتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ جب محمد ﷺ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا، سب سے پہلے جسے مکہ بھیجا تاکہ قریش کو آنحضرت ﷺ کے ارادے اور آنے سے آگاہ کرے خراش بن امیہ کعبی خزاعی تھا اسے ثعلب نامی اونٹ دے کر مکہ بھیجا تاکہ انہیں بتائے کہ حضور ﷺ کے آنے کا سبب خانہ کعبہ کی زیارت ہے

جنگ وقتال نہیں قریش نے اس کے اونٹ کو باندھ لیا اور اس کے قتل پر متفق ہوئے احابش نے اسے نجات دلا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ جب خراش نے حضور ﷺ کی خدمت میں حالات عرض کیے تو خواجہ ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ جا کر قریش کو بتا دیں کہ ہم جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم زیارت بیت اللہ اور عمرہ کے لیے آئے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ﷺ کے قلب انور پر روشن ہے کہ قریش کی عداوت میرے متعلق کس قدر ہے اور آپ ﷺ میری شدت طبع کو کافروں کے متعلق جانتے ہیں اگر انہیں مجھ پر قابو پانے کا موقعہ ملا تو بلاشبہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے مکہ میں بنی عدی سے کوئی شخص نہیں جو مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں تو بہتر ہو گا۔ کیونکہ وہ قریش کے نزدیک بہت عزیز ہیں اور ان کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار مکہ میں بہت ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بات قبول ہوئی اور اسے پسند کیا گیا۔

حضور ﷺ نے ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان اور دوسرے سرداران قریش کے پاس جائیں اور ہمارے مافی الضمیر سے آگاہ کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد عمل کیا اور چل پڑے اور مقام بلدح میں مشرکین کے پاس پہنچ کر حضور ﷺ کے پیغام کو پہنچایا کہ آپ ﷺ تو خانہ کعبہ کی زیارت کی خواہش رکھتے ہیں جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے کفار نے بیگانہ و آشنا اپنے اسی موقف پر مصر تھے کہ ممکن نہیں کہ محمد ﷺ کو خانہ کعبہ کی زیارت کرنے دیں۔ اس کے بعد ابان بن سعد بن العاص، عثمان رضی اللہ عنہ کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے ساتھ سوار کر کے مکہ میں لے گئے اور ذی النورین نے سید الثقلین کے پیغام کو ابوسفیان اور دیگر اشراف کی ایک جماعت کو جو قوم کے ساتھ شہر سے باہر نہیں آئے تھے پہنچایا مگر ان کو بھی قوم کے ساتھ متفق پایا۔ قریش نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ کا دل چاہتا ہے تو اٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف کیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں۔ تمام مشرکین نے اس بات سے غضبناک ہو کر خود عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔

کہتے ہیں کہ جب ذی النورین مکہ کی طرف گئے تو مسلمانوں نے خیر الانام ﷺ کی مجلس میں عرض کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت ہیں جو حرم میں جا کر خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے۔ اسی اثناء میں دس صحابہ آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر مکہ میں گئے جن کے نام یہ ہیں: کرز بن جابر، عبداللہ بن امیہ، حاجب بن ابی بلتعہ، عبداللہ بن سہیل، عمرو بن عباس، عباس بن ربیعہ، ہشام بن العاص، عبداللہ بن حذیفہ، ابوالروم بن عمرو، عمرو بن وہب الحجمی، اور حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہم۔ جب ذی النورین کے جانے اور وہاں قیام کو کئی دن گذر گئے، اسلامی لشکر میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دس مہاجرین کے ساتھ قتل کر دیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں شیطان نے یہ ندا دی کہ اہل مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔

بیعت رضوان

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر اسلامی لشکر میں پھیلی، حضور ﷺ نے ایک درخت کے ساتھ تکیہ لگا کر صحابہ سے بیعت لی اور مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیا کہ بت پرستوں سے جنگ کریں اور صحابہ سے عہد لیا، حق تعالیٰ نے اس بیعت کی قرآن میں خبر دی، لقد رضی اللہ

عن المومنین اذیبا یعونك تحت الشجرۃ ۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں ۔ جب بیعت سے فارغ ہوئے تو خبر آئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا گیا۔ خواجہ عالم ﷺ نے فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ غائب ہیں اور خدا اور رسول ﷺ کے کام گئے ہوئے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اس بیعت کی فضیلت سے محروم رہیں۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنے دائیں دست مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا" یہ ہاتھ، عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے ہاتھ کو فرمایا یہ ہاتھ میرا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت لی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بزرگی وفضیلت کا کیا کہنا کہ خواجہ عالم ﷺ کا دست مبارک ان کا ہاتھ ہے اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ جدی بن قیس منافق کے بغیر کوئی شخص بیعت سے پیچھے نہیں رہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، سدید خل الجنہ کل من بایع تحت الشجرۃ الا صاحب الجمل الاحمر جابر کہتے ہیں کہ میں نے اس صحرا میں جدی بن قیس کو اونٹ تلاش کرتے ہوئے دیکھا ہر چند میں نے اسے کہا کہ آؤ اور آنحضرت ﷺ کی بیعت کرلو۔ نہ مانا اور کہا میں اپنے اونٹ کو بیعت سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔

منقول ہے کہ جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا ان کے دل میں خوف اور رعب پیدا ہو گیا۔ مکرز بن حفص قریش سے اجازت لے کر اسلامی لشکر میں آیا جب دور سے ظاہر ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ مکرزین حفص ہے جو آ رہا ہے وہ سچا آدمی ہے تم اس کے ساتھ بات نہ کرنا اور خود اس سے گفتگو فرمائی، اسی اثناء میں مشرکین نے سہیل بن عمرو کو بلا کر کہا کہ تم جا کر ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان جس طرح مناسب سمجھو صلح کرا دو، جب سہیل دور سے جماعت کے ساتھ ظاہر ہوا اور سید عالم ﷺ کی نظر اس پر پڑی فرمایا، سہیل امرنا، یعنی ہمارا کام آسان ہو گیا پھر سہیل نے کہا اے محمد اسیروں کی ایک جماعت جو آپ کی قید میں ہے اس کو آزاد کر دیجئے۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ان کے پچاس قیدی تھے، حدیبیہ میں قیام کے دوران محمد بن مسلمہ جو اسلامی لشکر کی حفاظت پر متعین تھا اس وقت قریش نے ان پچاس افراد کو رات کے وقت اسلامی لشکر میں اس امید پر بھیجا تھا کہ حضور ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی ان کے ہاتھ آجائے گا اتفاقاً وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ان تمام کو باندھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ ﷺ نے ان کو قید میں رکھنے کا حکم دیا، جب سہیل نے اپنے قیدی طلب کیے حضور ﷺ نے فرمایا جب تک قریش عثمان اور ہمارے دس دوسرے آدمیوں کو نہیں بھیجتے میں انہیں نہیں بھیجوں گا۔ سہیل نے کہا آپ ﷺ حق بجانب ہیں اس کے بعد حواطب بن عبدالعزی اور مکرز بن حفص نے سہیل بن عمرو سے اتفاق کر کے کسی کو مکہ بھیجا کہ وہ محمد ﷺ کے آدمیوں کو بھیج دیں تا کہ مشرکین کے قیدی جو مسلمانوں نے گرفتار کیے تھے ان کو واپس بھیجیں جب مشرکین کو علم ہوا کہ جب تک عثمان اور ان کے ساتھیوں کو نہیں بھیجیں گے ان کے قیدیوں کو نجات کی کوئی صورت نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان دس افراد کو جن کے نام مذکور ہوئے واپس بھیج دیا گیا۔ حضور ﷺ نے بھی اس گروہ کو جنہیں مسلمانوں نے قید کر لیا تھا آزاد کر دیا۔

یطب بن عبدالعزی، مکرز بن حفص اور سہیل بن عمرو نے معاہدہ اور مصالحت کی گفتگو شروع کی، سہیل نے گذارش کی کہ قریش آپ ﷺ سے صلح چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ ﷺ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ ادا فرمائیں، حضور ﷺ نے اس معاملہ میں نرمی برتتے ہوئے قریش کے ساتھ اس طرح صلح کی کہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش میں جنگ نہیں ہوگی ان دس سالوں میں قتال وجدال مرفوع اور آلات حرب نہیں اٹھائے جائیں گے اور ایک دوسرے کے شہروں میں آمد و رفت ہوتی رہے گی، ایک دوسرے کے اموال اور جانوروں سے تعرض نہیں کریں

گے اور مشرکین میں سے ہر شخص جو پیغمبر ﷺ کے اس معاہدہ میں شامل ہوگا قریش اس سے تعرض نہیں کریں گے اور جو شخص قریش کے ساتھ معاہدہ کر لے گا مسلمان اس سے مزاحم نہیں ہوں گے۔ جب مسلمان آئندہ سال عمرہ ادا کرنے کے لیے آئیں گے تلواریں میان میں ہوں گی اور تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔ اور ایک دوسرے کے حلیف سے بالکل تعرض نہیں کریں گے۔ مشرکین میں سے جو شخص بغیر اجازت مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے گا اور اپنے دین سے بیزار ہو کر دارالاسلام سے مل جائے گا اسے واپس بھیج دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے جو شخص عیاذاً باللہ مرتد ہو کر قریش کے ساتھ پناہ لے گا اسے وہ نہیں بھیجیں گے۔

آخری شرط سے صحابہ کو تعجب ہوا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس شرط کو قبول کرتے ہیں حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا جب اس جماعت میں سے کوئی شخص ہمارے پاس آئے گا اور ہم اسے واپس کر دیں گے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی اور راستہ پیدا کر دے گا اور جو شخص ہم سے اعراض کرے گا اور مشرکین کے پاس جائے گا ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ وہ مشرکین کے ساتھ ہی رہنے کے زیادہ مناسب ہے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حدیبیہ کا ایک اہم واقعہ

حضرت ام عمارہ سے منقول ہے کہ معاہدہ کے وقت میں اسی مجلس میں حاضر تھی۔ حضور ﷺ مجلس میں مربع شکل میں بیٹھے ہوئے تھے اور عباد بن بشر اور مسلم بن اسلم لوہے کی خود پہنے نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے۔ سہیل بن عمرو رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو زانو بیٹھا ہوا تھا، اس کی آواز گفتگو کرتے ہوئے کبھی بلند اور کبھی پست ہو جاتی تھی جب سہیل اونچی آواز میں بات کرتا تو عبادہ اور مسلم اسے ڈانٹتے ہوئے کہتے مجلس عالی کا ادب ملحوظ خاطر رکھیں اور اونچی آواز میں بات نہ کریں مسلمان رسول اللہ ﷺ کے گرد صف باندھے کھڑے تھے، ام عمارہ کہتی ہیں گویا وہ مجلس اب بھی قائم ہے اور اسی طرح میری نظر میں ہے اسی دوران ابو جندل ابن سہیل بن عمرو جو اس سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا اور اسے اس کے باپ نے قید کر رکھا تھا بھاری بند کر کے ساتھ کلمہ شہادت کہتا ہوا مکہ کی ڈھلوان سے مسلمانوں کی طرف لڑھکتا ہوا آیا، سہیل بن عمرو نے کہا اے محمد! یہ پہلی بات ہے جس پر معاہدہ ہوا ہے اس کو میرے سپرد کر دیجیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابھی ہم کتابت سے فارغ نہیں ہوئے، سہیل نے کہا اس صورت میں ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان مصالحت ممکن نہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس ایک شخص کو میرے لیے مستثنیٰ کر دو اور اسے میرے سپرد کر دو۔ وہ نہ مانے ہر چند رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں مبالغہ و اصرار کیا لیکن سہیل بن عمرو نے قبول نہ کیا۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے سہیل! کم از کم اس کے بعد اسے تکلیف نہ دے، مکرز بن حفص ضامن ہوا کہ اس کے بعد ابو جندل کو تکلیف نہیں دے گا۔

جب ابو جندل کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ اسے مکہ میں واپس لے جائے گا۔ اس نے فریاد کی اے مسلمانو! مجھے مشرکین کے سپرد کرتے ہو حالانکہ میں مومن اور مسلمان ہو کر آیا ہوں اور تمہارے پاس پناہ حاصل کی ہے، شاید آپ لوگوں نے نہیں سنا کہ انہوں نے مجھے کیا کیا دکھ دیے ہیں۔ میں نے اسلام کی خاطر کفار سے گوناگوں تکالیف برداشت کی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا صبر کرو اور دل خوش رکھو اور ثواب کی امید رکھو اور

فضل الٰہی پر بھروسہ رکھو کہ وہ تجھے اور باقی مسلمانوں کو جو مکہ میں ہیں عنقریب کشادگی اور راہ نجات عطا کرے گا اب اس جماعت کے ساتھ شرط طے ہوگئی ہے معاہدہ کی خلاف ورزی ہمارا دستور نہیں اس کام میں صبر بہتر ہے۔

کہتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو نے ابوجندل کو مسلمانوں سے لے کر اپنے ساتھ لے لیا تاکہ مکہ لے جائے عمر بن الخطاب ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ابوجندل سے کہا صبر کر یہ مشرکین کی جماعت ہے اور ان کا خون کتے کے خون کے برابر ہے اور اپنی تلوار کا قبضہ اس کے آگے کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ ابوجندل تلوار میان سے کھینچ لے اور باپ کو قتل کردے۔ ہر چند کنایہ اور تصریح سے اپنے باپ کو قتل کرنے پر ابھارا شفقت پدری اسے یہ کام کرنے سے روکتا رہا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے امید تھی کہ ابوجندل مجھ سے تلوار لے کر سہیل کو پوری تکلیف پہنچائے گا لیکن وہ باپ کے قتل کرنے میں اجتناب کرتا تھا بعض سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ابوجندل کے باپ کے قتل کرنے کی ترغیب دیتے تھے ابوجندل نے انہیں کہا آپ اپنے باپ کو کیوں قتل نہیں کرتے۔ جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اسے قتل کرنے سے منع کیا ہے ابوجندل نے کہا آپ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی فرمانبرداری کرنے کے مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں۔

معاہدہ تحریر کیا گیا

سلف کے آثار کو نقل کرنے والوں نے یوں کہا ہے کہ شرائط صلح اور تعداد کے بعد جب قلم دوات اور لکھنے کے لیے تمام سامان مرتب ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ نے عہد نامہ کی کتابت کیلئے اوس بن خولی انصاری کو طلب کیا، سہیل نے کہا کہ اس کتاب کو آپ کا چچازاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لکھے گا یا عثمان رضی اللہ عنہ، سہیل کے التماس پر حضور ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا لکھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ کون ہے لکھو باسمک اللھم مسلمانوں نے کہا ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بغیر کوئی دوسری چیز نہیں لکھیں گے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی لکھو باسم اللھم، حضرت علی نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کیا پھر فرمایا، ہذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا سہیل نے کہا ہم آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے، اگر ہم جانتے کہ آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ ﷺ کو ملک اور اس کے گھر سے کیوں روکتے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے علی! رسول کے لفظ کو مٹادے اور اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دے، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو، "رسول" کا لفظ مٹانے کے لیے کہا، علی نے کہا خدا کی قسم! میں آپ ﷺ کی وصف رسالت محو نہیں کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا اے علی! "رسول اللہ" کے لفظ کو مٹادے وگرنہ ہم اس مصالحت سے بیزار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحیفہ کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ پھر ہاتھ تلوار کی طرف لے گئے تاکہ مشرکین کو اس کی سزا دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا، اے علی! چھوڑو اس کو! حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ ﷺ کا ادب و احترام مانع ہے کہ میں اس کلمہ کو محو کردوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس صحیفہ کو لے کر رسول اللہ کے لفظ کو محو کردیا، بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی سے فرمایا کہ وہ لکھے۔ مسلمانوں میں سے ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن الخطاب، عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، ابوعبیدہ بن الجراح، محمد بن مسلمہ اور ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہم

کے اسماء اس عہد نامہ میں تحریر کیے اور کفار میں سے حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص اور ایک دوسری جماعت نے اپنی شہادت اس پر ثبت کی، بنو غزاعہ پیغمبر ﷺ کے حلیف ہوئے اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ توسل حاصل کیا۔ جب صلح نامہ کی تحریر سے فارغ ہوئے حضور ﷺ نے حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے علی! تیرے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا، اس واقعہ کا کچھ حصہ یہ ہے کہ لشکر صفین میں جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ وقتال نے طویل پکڑا آخرکار صلح پر فیصلہ ہوا جب عہد نامہ لکھتے تھے کاتب نے لکھا یہ کتابت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مصالحت ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا لفظ امیر المومنین کو مٹا دو اور لکھو ابن ابی طالب، اگر میں جانتا کہ علی امیر المومنین ہے تو میں اس کے ساتھ جنگ نہ کرتا اور اس کی اتباع کرتا۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہا صدق یا رسول اللہ، اس کے کاتب سے کہا جس طرح معاویہ کہتا ہے لکھ۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

معاہدہ حدیبیہ پر صحابہ کے تاثرات

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

علماء فن سیرت یوں لائے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے روز صحابہ رضی اللہ عنہم بہت غمگین ومحزون ہوئے ان کا مقصد یہ تھا کہ اسی طرح پیغمبر ﷺ کے خواب کا نتیجہ ظاہر ہوتا اور فتح مکہ حاصل ہوتی اور مسلمان خوش ہو کر مسجد حرام میں داخل ہوتے اور زیارت کعبہ کے شرائط بجالاتے اور کہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں کے دل میں شبہات پیدا ہوئے جو ان کے عقیدہ کے مناسب نہیں تھے۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا، کیا آپ ﷺ پیغمبر برحق نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، فرمایا کیا ہم حق پر نہیں؟ اور ہمارے دشمن باطل پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، انہوں نے کہا تو پھر ہم یہ سب خست، حقارت، منقصت اور ذلت کیوں قبول کرتے ہیں اور اس قسم کی صلح کر کے لوٹ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا، وہ میرا معاون ومددگار ہے اور ایک قول کے مطابق کہ فرمایا، میں خدا کا رسول ہوں وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے ہم سے وعدہ نہیں فرمایا کہ ہم مکہ جائیں گے، کعبہ کا طواف کریں گے فرمایا ہاں! لیکن اس سال نہیں، اے عمر! غم نہ کرو تم خانہ کعبہ میں جا کر طواف کرو گے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی طرح غمگین اور اندوہناک رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے باہر آیا اور حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور گذشتہ باتیں ان سے کہیں، ان سے بھی وہی جواب سنا جو رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اور ایک قول کے مطابق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمر وہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وحی سے کرتے ہیں اور مصلحت اسی میں ہوتی ہے تم آپ ﷺ کی رکاب سے ہاتھ نہ اٹھا اور آپ ﷺ کے قول وفعل سے اعراض نہ کر۔

ابوعبیدہ جراح رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں سچ اور درست ہوگا۔ اے عمر! شیطان کے فریب سے خدا کی پناہ پکڑ اور اپنے نفس کو متہم جان، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدت دراز تک اس اعتراض کی وجہ سے جو میرے دل میں پیدا ہوا استغفار کرتا اور صدقات اور نیک کاموں نماز، روزے اور غلام آزاد کرنے کے ذریعہ نجات حاصل کرتا ہوں تاکہ میری گستاخی کا یہ کفارہ ادا ہو جائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جس وقت فاروق رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ سے یہ سوال کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے وعدہ نہیں فرمایا کہ ایسا ہوگا اور جواب دیا کہ ہاں جیسا کہ مذکور ہوا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں بھول گیا کہ جنگ احد میں تم

بھاگ گئے تھے اور میں تمہیں بلاتا تھا اور تم میں سے کسی کو میری طرف متوجہ ہونے کی مجال نہیں تھی اور تم بھول گئے کہ جنگ احزاب میں جبکہ دشمن اعلیٰ و اسفل سے حملہ آور ہوئے تھے اور جو خدا کا وعدہ تھا پورا ہوا اور ایک ایک وعدہ جو خدا تعالیٰ کے لطف و کرم اور اس کے وعدہ کو پورا کرنے پر مشتمل تھا دوستوں کو یاد دلایا یہاں تک کہ تمام نے انصاف کرتے ہوئے کہا خدا اور اس کا رسول جو فرمائیں درست ہے اور جہاں تک آپ کے فکر کی رسائی ہے ہمارا فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ ﷺ معرفت الٰہیہ اور اس کی حکمت و اسرار کی کماحقہٗ پہچان رکھتے ہیں جب حضور ﷺ عمرۃ القضایا کے سال مکہ میں آئے اور سر مبارک تراشا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ہذا الذی وعدتہم۔ اور جب فتح مکہ کے روز کلید خانہ کعبہ دست مبارک میں پکڑی حضرت عمر کو بلا کر فرمایا، ھذ الذی قلت لکم۔

صلح حدیبیہ کے اثرات

صلح حدیبیہ کے بعد اس قدر کفار مسلمان ہوئے کہ آغاز بعثت سے معاہدہ تک کے مسلمانوں کے ساتھ برابر تھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی فتح صلح حدیبیہ کے برابر نہیں تھی لیکن ہماری عقل وہاں تک نہیں پہنچی تھی۔ اور یہ ایک راز تھا جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تھا لیکن بندے تعجیل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ جلد بازی سے مبرا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! حجۃ الوداع میں میں نے دیکھا کہ سہیل بن عمرو قربانی کا اونٹ حضور ﷺ کی خدمت میں لایا اور حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے قربان کیا اور سہیل بن عمرو نے حضور ﷺ کے لیے سر تراش مقرر کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بال مبارک صاف کیے۔ میں نے سہیل کو دیکھا کہ آنسرور ﷺ کے موئے مبارک لیتا تھا اور اپنے سر اور آنکھوں پر ملتا تھا اور اسے دنیا کے مقاصد اور آخرت کی نجات کا وسیلہ جانتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ ایک وہ دن تھا کہ حدیبیہ کے روز صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر راضی نہیں تھا اور محمد رسول اللہ'' لکھنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اس نے کہا، **اللھم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتنزل من تشاء بيدك الخير انك علی كل شیء قدير**۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان مصالحت کے قواعد مستحکم ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اٹھو اور اپنے قربانی کے اونٹوں کو ذبح کرو اور سروں کو منڈوا دو، کسی شخص نے بھی ایسا نہ کیا، حضور ﷺ نے تین مرتبہ ان کو قربان کرنے اور سر منڈوانے کے لیے فرمایا کسی شخص نے بھی عمل نہ کیا، حضور ﷺ خشم آلود ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ ام سلمہ امہات المومنین میں ذہانت و فطانت میں ممتاز تھیں، ام سلمہ نے حضور ﷺ سے اس برہمی کے متعلق پوچھا، آنسرور ﷺ نے فرمایا، اے ام سلمہ! مجھے اس بات سے تعجب ہوا کہ میں نے ہر چند لوگوں کو قربانی کے اونٹ ذبح کرنے اور سر ترشوانے کے لیے کہا لیکن کسی شخص نے میرا حکم نہیں مانا باوجودیکہ میری بات سنتے تھے، مجھے دیکھتے تھے۔ ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ، اصحاب کو معذور سمجھیے ان کا خیال تھا کہ اس سال فتح مکہ حاصل ہو گی، مطلوب کے نہ ملنے کی وجہ سے اور جو کچھ مشرکین کا مقصد تھا ہوا اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ صحابہ نحر اور حلق کریں تو اٹھیے اور باہر جائیے اور کسی سے بات کے بغیر اپنے قربانی کے اونٹ کو ذبح کر دیجیے اور سر تراش دیجیے۔ جب اس کام کا آغاز آپ ﷺ کی طرف سے ہو گا تو صحابہ کے لیے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہو گا۔ حضور ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ پر عمل کیا، جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے اپنے اونٹ ذبح کر دیے، بعض نے سر منڈوا دیے اور بعض نے بال چنے لیکن کثرت غم واندوہ سے جوان پر طاری

تھا۔قریب تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔اس روز آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللهم اغفر للمحلقين ۔بعض نے کہا ہے، والمقصرین۔خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے تین مرتبہ اللهم اغفر للمحلقين اور دوست کہتے والمقصرين اور چوتھی مرتبہ فرمایا والمقصرین، صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ کیا وجہ ہے کہ محلقین کے لیے آپ ﷺ نے دربار دعا فرمائی اور مقصرین کے لیے ایک ہی مرتبہ پر اکتفا کیا۔صحابہ کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ اس کا انعام ہے کہ انہوں نے شک نہیں کیا۔

ابوجہل کا اونٹ بھاگ کر مکہ چلا گیا اور اس کے سرائے میں آ گیا حضور ﷺ کے شتربان اس کی طلب میں گئے قوم کے بیوقوفوں کا ارادہ ہوا کہ اونٹ کو روک لیں لیکن سہیل بن عمرو نے انہیں اس حرکت سے منع کیا، اس نے کہا اگر تم چاہتے ہو تو اونٹ اس کے بدلے دے دو اور یہ اونٹ رکھ لو، تو اس کی اجازت بھی لینی ہوگی چنانچہ قریش نے قاصد بھیجا اور حضور ﷺ سے درخواست کی کہ ہم ابوجہل کے اونٹ کے بدلے سو اونٹ دیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ قربانی کا اونٹ نہ ہوتا تو تمہاری درخواست مان لیتا اور کہتے ہیں کہ قربانی کے بیس اونٹ جن میں ابوجہل کا اونٹ بھی شامل تھا، ناجیہ بن جندب کو دیئے تاکہ وہ مکہ میں لے جا کر مروہ میں ذبح کر کے ان کا گوشت فقراؤ مساکین میں تقسیم کر دے۔اس بات میں حکمت یہ تھی کہ مشرکین شکستہ خاطر ہو جائیں جبکہ باقی تمام قربانی کے اونٹوں کو حدیبیہ میں قربان کر کے مستحقین میں تقسیم کر دیا، بعض کہتے ہیں کہ قربانی کے تمام اونٹوں کو حدیبیہ میں ذبح کیا گیا، جب قربانی کی مہم، سر تراشنے اور بال کم کرنے سے فارغ ہوئے حق تعالیٰ نے تیز ہوا چلائی جس نے مسلمانوں کے بالوں کو اڑا کر مکہ میں لے جا کر حرم کو پراگندہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے اپنے مبارک بالوں کو لے کر درخت پر ڈال دیا جو حضور ﷺ کے قریب تھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ازدہام کر کے آنحضرت ﷺ کے بالوں کو ایک دوسرے سے لے لیا۔حضرت ام عمارۃ فرماتی ہیں کہ میں نے بڑی کوشش کے بعد حضور ﷺ کے بالوں میں سے ایک تار حاصل کیا اور ہمیشہ اسے دھو کر جس مرض کے مریض کو پلاتی اس سے وہ شفایاب ہو جاتا۔

انا فتحنالك فتحا قريبا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت میں نے حضور ﷺ سے کوئی چیز پوچھی آپ ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔میں نے آپ سے کہا ثقلتک امک اے عمر! تو نے رسول اللہ ﷺ کے کام کو ناپسند کیا اسی وجہ سے آپ نے تجھے جواب نہیں دیا۔پھر میں نے اپنا اونٹ تیز بھگایا یہاں تک کہ لشکر سے آگے بڑھ گیا اور میں ڈر رہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ صلح کو ناپسند کرنے اور رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کی وجہ سے میرے متعلق قرآن کی کوئی آیت نازل ہو جائے۔جب میں نے تھوڑا فاصلہ طے کر لیا تو میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو کہتا تھا اے عمر بن الخطاب، رسول خدا ﷺ آپ کو طلب فرماتے ہیں، اس طلب سے میرا خوف اور زیادہ بڑھ گیا میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں تیزی سے پہنچا اور سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور خوشی و سرور کے آثار آپ ﷺ کے چہرے سے ظاہر تھے۔پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ سے کوئی چیز پوچھی تھی میں نے اس کا جواب نہیں دیا تھا کیونکہ میں وحی میں مشغول تھا آج رات مجھ پر سورہ نازل ہوئی ہے جسے میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پسند کرتا ہوں پھر حضور ﷺ نے انا فتحنالك فتحا مبينا کی قرأت شروع کی صحابہ کو مبارک دی۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی حضور ﷺ کو مبارک دی مفسرین کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے، کیونکہ اس صلح کے بعد وہ لوگ جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے، آزاد ہو گئے اور مشرکین

سے مباحثہ اور مناظرہ کر کے آیات حسنات ان پر پڑھتے تھے، اس لیے گمراہی کی وادی میں بھٹکنے والے کی ایک کثیر جماعت راہ راست پر آ گئی۔ صلح کے زمانہ میں ہی فتح خیبر حاصل ہوئی جو فتوحات اسلام میں سب سے بڑی فتح ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش

ابونصیر کی مدینہ میں آمد

جب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات حدیبیہ سے مراجعت فرما کر مدینہ میں پہنچے، ابونصیر جو بنی زہرہ کا حلیف تھا مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں پہنچا۔ اور اقنس بن شریف اور ازہر بن عبد عوف نے ایک مکتوب رسول اللہ ﷺ کو لکھا اور اس مکتوب کو ان کے کہنے کے مطابق بنی عامر کا ایک مرد کوثر نامی مدینہ میں لایا اور ابی بن کعب نے خط حضور ﷺ کو پڑھ کر سنایا، مضمون یہ تھا کہ ہماری التماس ہے کہ محمد ﷺ اس صلح کے مطابق جو حدیبیہ میں تحریر ہوئی ابونصیر کو واپس بھیج دے۔ حضور ﷺ نے ابونصیر کو ان کے سپرد کر دیا۔ ابونصیر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے مشرکین کی طرف بھیجتے ہیں۔ لامحالہ وہ مجھ پر مصائب ڈھائیں گے اور میرے دین میں فتنے پیدا کریں گے آنسرور ﷺ نے فرمایا، انا اعطینا القوم عہدا ولا یصلح فی دیننا العذر، تو جانتا ہے کہ ہم نے قریش کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ہمارے دین میں عذر یعنی نقض عہد نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا، فانطلقا فان اللہ سیجعل لک وللمسلمین فرحا ۔پس جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں اور مکہ میں بسنے والے مسلمانوں کو جلد نجات عطا فرمائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی ابونصیر کو تسلی دی، وہ مشرک اسے پکڑ کر مکہ کی طرف لے گئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے آرام کے لیے ٹھہر گئے ابونصیر نے مسجد میں آ کر دو رکعت نماز ادا کی اور زاد راہ جو اس کے پاس تھا اٹھایا اور کھانے والی چیزیں جو اس کے پاس تھیں اپنے سامنے رکھیں اور ان دو ساتھیوں کو کہا کہ وہ بھی اس میں سے کچھ کھائیں انہوں نے کہا ہمیں تمہارے طعام کی ضرورت نہیں ابونصیر نے نرمی اور مہربانی سے کہا اگر تم مجھے کھانے کی دعوت دیتے تو میں اسے قبول کرتا چنانچہ انہوں نے اپنا دستر خوان بچھایا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اس طرح ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے ابونصیر نے عامری سے کہا تمہاری تلوار مجھے بڑی عمدہ دکھائی دیتی ہے۔ اس نے نیام سے تلوار نکال کر کہا ہاں بڑی عمدہ تلوار ہے، میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے اس سے کارنامے سرانجام دیے ہیں ابونصیر نے کہا تلوار مجھے دکھاؤ میں احتیاط کروں گا عامری نے غفلت سے تلوار اس کے ہاتھ میں پکڑا دی ابونصیر نے ایک ہی وار میں اس کا فیصلہ کر دیا، کوثر نے بھاگ کر جان بچائی اور دوسری نماز کے وقت مدینہ میں پہنچا اور حضور ﷺ کی مجلس میں پہنچا جب حضور ﷺ نے اسے دور سے دیکھا فرمایا بلاشبہ اس مرد پر خوف طاری ہے جب کوثر نزدیک پہنچا اس نے کہا میرا ساتھی قتل ہو گیا اور مجھے بھی خطرہ ہے، ابونصیر، عامری کی تلوار حمائل کیے اس کے اونٹ پر بیٹھا اور اسی وقت مدینہ میں پہنچا اور مجلس ہمایوں کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اپنے عہد سے بری الذمہ ہو گئے مجھے آپ ﷺ نے واپس بھیج دیا، حق تعالیٰ نے مجھے نجات ان سے بخشی حضور ﷺ نے فرمایا، ابونصیر عجیب جنگ کی آگ جلانے والا ہے اگر کوئی شخص اس کی امداد و اعانت کرے۔ یہ بات ابونصیر کے فرار پر دلالت کرتی تھی اور اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ جو لوگ مکہ میں مسلمان محصور ہیں اس کے ساتھ مل جائیں جب ابونصیر اس رمز اور اشارے پر واقف ہوا بلا توقف بھاگ کھڑا اور وہ مقام عیص جو دریا کے کنارے تھا قیام کیا راستہ میں کسی جگہ نہ رکا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس گروہ کو جو مکہ میں محبوس تھے پیغام

دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابونصیر کے متعلق کیا فرمایا، جب یہ خبر ابوجندل بن سہیل بن عمرو کو پہنچی اس نے قرار پر فرار کو ترجیح دی اور ابونصیر سے جاملا، مسلمان ایک ایک کرکے اس کے پاس جانے لگے یہاں تک کہ ستر افراد ایک اور روایت کے مطابق تین سو اشخاص اس کے پاس جمع ہو گئے۔ وہ جگہ قریش کے کارواں کی گذرگاہ تھی انہوں نے لوٹ مار کو غنیمت جان کر قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا، مشرکین اس حرکت سے تنگ آگئے۔ انہوں نے ابو سفیان بن حرب کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ پیغمبر ﷺ کو خدا کی قسم دیں اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر کہے کہ ابونصیر اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ میں طلب کریں۔ ابوسفیان نے حضور ﷺ کو اس امر کی دلالت کرتے ہوئے کہا قریش کہتے ہیں کہ ہم اس شرط سے درگزر کریں اس کے بعد جو بھی محمد ﷺ کے پاس جائے گا امان میں ہوگا۔ اور ہمیں اس معاملہ میں کوئی مضائقہ اور اعتراض نہیں ہوگا۔ مظہر رحمت عالمیان ﷺ نے مخالفین کے مطالبے کو قبول فرمالیا، ابونصیر کو خط لکھ کر ارسال فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ چلے آؤ۔ ابونصیر عالم نزاع میں تھا جب نامہ ہمایوں پہنچا اسے ہاتھ میں پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملتا تھا اور شدت فراق سے روتا تھا یہاں تک کہ وہ رحمت الٰہی کے جوار میں پہنچ گیا، ابوجندل اور اس کے باقی ساتھیوں نے ابونصیر کی تجہیز و تکفین کی اسے دفن کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے منزلیں طے کرنے کے بعد سید عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آیہ کریمہ **ھو الذی کف ایدیھم عنکم و ایدکم عنھم۔** ابونصیر کے حوالے سے نازل ہوئی۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com
کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com
کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

شاہانِ وقت کی طرف خطوط اور ردعمل

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

ماہرین فن سیرت کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش ہوئی کہ تمام سلاطین کو خطوط لکھیں اور انہیں اسلام کی دعوت دیں کچھ نے عرض کیا کہ بادشاہوں کی عادت ہے کہ وہ خط جس پر مہر نہ ہو اعتبار نہیں کرتے، لامحالہ سید عالم ﷺ کے فرمانے پر سونے کی انگشتری تیار کی گئی اور صحابہ میں جن کی استطاعت تھی انہوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنا کر حضور ﷺ کی موافقت میں پہن لیں، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی کہ یہ فعل مسلمانوں پر حرام ہے فی الفور رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے انگشتری اتار دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم پر چاندی سے انگوٹھی بنائی گئی۔ کہتے ہیں کہ انگوٹھی کا حلقہ اور نام کی جگہ چاندی کی تھی اور آپ ﷺ کے حکم پر ''محمد رسول اللہ'' کو تین سطروں میں نقش کیا گیا۔ سطر اول پر کلمہ اللہ، دوسری پر رسول اور تیسری میں نام محمد ﷺ تھا، علماء کا اس کے پہننے میں اختلاف ہے کہ دائیں ہاتھ کی خنصر میں تھی یا بائیں ہاتھ میں، اختلاف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انگوٹھیاں ایک سے زائد تھیں، بعض روایات میں ہے کہ ایک کا نگین چاندی، دوسرے کا لوہے جس میں چاندی ملی ہوئی تھی اور ایک انگوٹھی کا نگین پتھر کا تھا جو بلاد حبشہ سے لایا گیا تھا۔

حضور کی انگوٹھی

حضور ﷺ کی زندگی میں وہ آپ ﷺ کے پاس تھی اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بطور تبرک پہنچی نہ کہ وراثت کے طور پر پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاصل کی بعد ازاں چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس انگشتری سے سرفراز رہے یہاں تک کہ چاہ اولیس میں گر پڑی ہر چند اس کنوئیں سے پانی نکالا گیا لیکن انگوٹھی نہ مل سکی۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ اس وقت لوگوں کے دل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے متنفر ہو گئے اور ان کی مخالفت ان کے دلوں میں پیدا ہوئی۔

فرمان نبوی

بہر کیف آنسرور ﷺ کے حکم پر چھ بادشاہوں کی طرف خط لکھے گئے اور ہر ایک خط اپنے ایک صحابی کو دیا اور وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا مکتوب عمرو بن امیہ ضمری کو دیا اور ہرقل حاکم روم کا مکتوب وحیہ کلبی۔ فرمان روائے عجم یعنی خسرو پرویز کا مکتوب عبداللہ خدافہ سہی کو، والی سکندریہ مقوقس کا رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کو، حارث بن ابی شمر عسانی جو کہ شام کا بادشاہ تھا کا مکتوب شجاع بن واہب اسدی کو اور یمامہ کے والی ہیودہ حنفی کا خط سلیط بن عمرو عامری کو دے کر ان بادشاہوں کی طرف بھیجا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق یہ چھ مکتوب لکھے اور ساتویں مکتوب کو منذر بن ساوی بزرگ بحرین کی طرف بھیجا گیا اور یہ مکتوب علاخضرمی کو دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر قاصد کو جس مملکت کی طرف بھیجا گیا اس کی زبان مختلف تھی مگر صبح جب وہ بستر سے اٹھے ان ممالک کی زبان سے آگاہ ہو چکے تھے یہاں تک کہ تمام قاصد اس ملک کی زبان جاننے لگے، اور اس زبان میں بات کر سکتے تھے یہ آنحضرت ﷺ کا بہت بڑا معجزہ تھا لیکن نجاشی، جس کا نام صحمہ ابن البحر تھا اس کی طرف حضور ﷺ نے دو خط لکھ کر بھیجے ایک مکتوب میں اسے دین اسلام کی دعوت، پیغمبر آخر الزماں کی رسالت کا اعتراف، پیغمبری کا اقرار اور عیسیٰ علیہ السلام کی عبودیت اور شریعت محمدی کو قبول کرنے کی دعوت تھی۔ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ کر دیا جبکہ جعفر بن ابی طالب اور دوسرے صحابہ جو حبشہ کی طرف تھے کو بھیجنے کے متعلق تحریر تھا اور دوسرے مکتوب کا مضمون یہ تھا کہ ام حبیبہ دختر ابوسفیان جو مہاجرات حبشہ میں سے ہے اسے حضور ﷺ کے لیے طلب کرے اور مدینہ کی طرف روانہ کر دے۔ جب پیغمبر گرامی قدر ﷺ کے مکتوب کو عمرو بن امیہ ضمری، نجاشی کے دربار میں لائے اور پہلے خط کو پیش کیا تو نجاشی تخت سلطنت و رفعت سے اتر کر، تواضع و مسکنت کی زمین پر آ بیٹھا پہلے سید کائنات ﷺ کے مشکیں خانہ مکتوب کو ادب سے بوسہ دیا اور پھر آنکھوں پر رکھا اس کے حکم پر اس مکتوب کو پڑھا گیا چونکہ وہ خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء اور عیسیٰ علیہ السلام کے کچھ حالات نجاشی کی دعوت پر مشتمل تھا اسی وقت جعفر کو طلب کیا گیا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے دولت اسلام سے سرفراز ہوا، اس سلسلہ کے انتظام کے بعد ابن امیہ نے دوسرا خط بادشاہ کے سپرد کیا اس میں ام حبیبہ کے خطبہ کا ذکر تھا نجاشی نے اس کے خطبہ اور عقد نکاح میں پورا اہتمام کیا۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

نجاشی کا تاثر

نجاشی نے ہاتھی کے دانتوں سے بنا ہوا ڈبہ منگوایا اور وہ دونوں مکتوب اس میں محفوظ اور مضبوط کر کے رکھ دیئے جب تک یہ مکتوب اس ملک میں رہیں گے اہل حبشہ میں خیر و برکت اور سکون و اطمینان رہے گا حضور ﷺ کا نامہ گرامی اب تک حبشہ کے بادشاہوں کے پاس چلا آتا ہے اور وہ اس کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

حضرت وحیہ کلبی

جب حضور ﷺ نے حاکم روم ہرقل کے لیے خط لکھ کر اسے وحیہ کلبی کو دیتے ہوئے فرمایا پہلے بصرائے شام جاؤ تا کہ بصرہ کا حاکم کوئی معتمد آدمی تمہارے ساتھ کر کے خط کو ہرقل کے پاس بھیجے، وحیہ کلبی حسب الارشاد روانہ ہوئے جب بصرائے شام پہنچے حارث بن ابی شمرہ عیسائی نے جو اس خطہ کا حاکم تھا عدی بن حاتم طائی کو اس کا ساتھی بنا کر ہرقل کے دار الحکومت روانہ کیا اتفاقاً ہرقل اس وقت بیت المقدس کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ اس نذر کی وجہ سے جو اس نے مانی ہوئی تھی کہ جب خسرو پرویز جس نے ملک روم کے بعض حصوں پر قبضہ کر رکھا تھا اور رومی فارسیوں پر غالب آ جائیں گے وہ پیادہ اور برہنہ پا بیت المقدس جائے گا اور وہاں مسجد اقصیٰ میں عبادت کرے گا جب خدا تعالیٰ کے فضل سے رومی فارسیوں پر غالب آ گئے جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے قیصر نے چاہا کہ وہ اپنی نذر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو۔ اس کے فرمان کے مطابق قسطنطنیہ سے بیت المقدس تک راستہ میں فرش بچھا دیئے اور ان پر گل ریاحین بکھیر دیئے گئے وہ ان پر چلتے ہوئے بیت المقدس گیا اور اپنی نذر کو پورا کیا۔

کہتے ہیں کہ ہرقل نجومی مسائل کے استخراج میں مہارت نامہ رکھتا تھا ایک رات احکام نجومیہ میں سے ایک امر اس پر ظاہر ہوا جس سے وہ سخت پریشان ہوا صبح کے وقت اسی معتبر اور متفکر شکل میں مسند حکومت پر بیٹھا، جب خواص اور ارباب اختصاص نے اس کے چہرہ پر رنج وملال کے آثار دیکھے، بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ رات فلک کے روضاع میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک زبردست بادشاہ جو ختنہ کی سنت کی دعائیت کرتا ہے ظاہر ہوا ہے۔ عنقریب اس کا دست تصرف ہماری سلطنت پر دراز ہوگا کونسی قوم ہے جس میں ختنہ کا رواج ہے ندماء نے کہا وہ گروہ جو اس سنت کو ادا کرتا ہے یہود ہیں مصلحت یہ دکھائی دیتی ہے کہ اپنے ملک کے حکام کو آپ احکام نافذ کریں کہ جس جگہ بھی یہودی ملیں ان کو قتل کر دیں اسی دوران میں قیصر نے سنا کہ حارث بن شمر غسانی جو بصرہ کا حاکم ہے کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے اور عرب کا ایک شخص اپنے ساتھ لایا ہے اور عجیب وغریب حالات بیان کرتا ہے جو عرب میں رونما ہوئے ہیں۔ قیصر کی فرمائش پر اعرابی کو حاضر کر کے اس سے صورت کا استفسار کیا اس نے جواب دیا کہ ہم میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے ایک جماعت نے اس کی تصدیق کر کے اس کی رفاقت میں کمر ہمت باندھی ہے اور ایک گروہ نے اسے جھٹلایا اور تکذیب کی اور مخالفت میں تلواریں کھینچ لی ہیں اور جنگ ومقاتلہ تک نوبت پہنچی، جانبین میں سے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے اور اب تک ان میں جنگ جاری ہے۔ قیصر نے کہا اس شخص کو باہر کسی گوشہ میں لے جا کر تحقیق کرو کہ کیا یہ مختون ہے یا نہیں۔ جب انہوں نے تحقیق کی تو انہوں نے اسے مختون پایا۔ قیصر نے کہا عرب ختنہ کرتے ہیں اس نے کہا ہاں، ہرقل نے کہا نجومی دلائل سے جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ اس جماعت کی سلطنت کا ظہور ہے۔

ہرقل کے دربار میں قاصد نبوی

جب وحیہ کلبی نے حضور ﷺ کے نامہ نامی کو ہرقل کے ہاتھ میں دیا اور ہرقل کو معلوم ہوا کہ مکتوب عربی میں ہے تو اس نے ترجمان کو بلایا اس نے خط کے مضمون کو پیش کیا وہ خط دین اسلام کو قبول کرنے کے بارے میں تھا خط کے آخر میں یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔ **یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك به شیأ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولو فقولوا لشھدو بان مسلمون ٥** کہا جاتا ہے کہ جب ہرقل نے حضور ﷺ کے خط کے مضمون سے واقفیت حاصل کی اپنے خواص اور ارکان سلطنت سے کہا تلاش کرو کہ اپنے ملک میں کوئی ایسا شخص ہے جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی قوم میں سے ہو تا کہ میں اس سے اس کے متعلق صحیح صحیح حالات دریافت کروں۔ لوگوں نے جستجو کی انہیں ابوسفیان حرب قریش کی ایک جماعت کے ساتھ غزہ میں مل گیا، جو تجارت کی غرض سے اس ملک میں آیا ہوا تھا ہرقل کے فرمان کے مطابق اسے پکڑ کر بیت المقدس میں لے گئے اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ایک قافلہ کے ساتھ ابوسفیان تجارت کیلئے شام گیا تھا اور ایک روایت کے مطابق غزہ پہنچے ہوئے تھے اور ایک نقل اس طرح ہے کہ بیت المقدس میں تھے اور ہرقل کو اس قافلے کے آنے کی خبر ہوئی اس نے کسی کو بھیج کر انہیں بلایا اور ان کے سربر آوردہ لوگوں کو طلب کیا، بزرگان روم بھی وہاں حاضر تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے کہا کہ جب ہرقل کا قاصد ہمیں بلانے کے لیے آیا اور ہمیں بادشاہ کی مجلس میں حاضر کیا گیا میں نے دیکھا کہ بادشاہ عظمت و شوکت کے ساتھ تاج حکومت سر پر رکھے تخت سلطنت پر بیٹھا ہے اشراف وعلمائے روم اس کے اندماء وخواص اور یہود ونصاریٰ کے علماء تمام وہاں جمع

ہیں جب ہمیں اس کی مجلس میں لایا گیا تو ہرقل نے ترجمان بلایا اور ہم سے پوچھا کہ تم میں سے اس کا سب سے زیادہ قریبی کون ہے میں نے کہا میں قرابت کے لحاظ سے اس سے زیادہ قریب ہوں اس نے پوچھا کہ تمہاری قرابت کس نوعیت کی ہے۔ میں نے کہا وہ میرے چچازاد بھائی ہیں یہ بات اس اعتبار سے کہی کہ اپنے آپ اور حضور ﷺ کو جد کے قائم مقام رکھا کیونکہ اس کا دادا امیہ ہے اور حضور ﷺ کا دادا ہاشم وہ دونوں آپس میں بھائی تھے چنانچہ ابوسفیان نے کہا کہ ہرقل نے مجھے اپنے نزدیک بلایا پھر ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہو کہ میں اس شخص کے متعلق ابوسفیان سے چند حالات پوچھوں گا، اگر وہ غلط بیانی سے کام لے تو تم اس کی تکذیب کرنا۔ ابوسفیان نے کہا کہ خدا کی قسم اگر مجھے جھٹلائے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں محمد ﷺ پر بہت سی جھوٹی چیزیں باندھتا، اس کے بعد ہرقل نے پوچھا کہ اس شخص کا اصل ونسب تمہارے درمیان کیسا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ ہم میں نسب کی شرافت اور حسب کی بزرگی کے ساتھ مشہور ہے۔ اس نے پوچھا، اس کے آباء واجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے میں نے کہا نہیں، اس نے کہا، دولت مند اور قوی لوگ اس کی متابعت کرتے ہیں یا فقراء اور کمزور۔ میں نے کہا زیادہ تر کمزور اور مفلس ہیں، اس نے کہا، اس کے متبعین روز بروز بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا بڑھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کوئی شخص اس کی ملت سے مرتد ہو کر پھر گیا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا کیا وہ عہد توڑتا ہے۔ میں نے کہا نہیں اب تک یہ بات اس سے مشاہدہ نہیں ہوئی لیکن اب ہمارے اور اس کے درمیان معاہدہ اور مصالحت ہوئی ہے معلوم نہیں وہ اس عہد کو پورا کرے گا یا نہیں ابوسفیان نے کہا قیصر کے ساتھ گفت وشنید میں اسی قدر بات جو حضور ﷺ کے نقص کی ہو سکتی تھی' اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکا۔ خدا کی قسم! قیصر نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اس کے بعد کہا۔ کیا اس نے تمہارے درمیان کبھی جھوٹ بولا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا تمہارے درمیان مقابلہ وجنگ ہوئی؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا اس کا نتیجہ کیا نکلا، میں نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب آئے اور کبھی ہم نے ان پر غلبہ کیا، یعنی روز بدر اور جنگ احد، اس نے کہا وہ تمہیں کس چیز کا حکم کرتے ہیں، میں نے کہا خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اور کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے آباؤ اجداد کی متابعت سے دست کش ہو جاؤ اور کہتے ہیں کہ نماز، روزہ ادا کرو صدق، پاکدامنی اور صلہ رحمی اختیار کرو۔ ابوسفیان نے کہا جب بات یہاں تک پہنچی ہرقل نے ترجمان سے کہا اسے کہو کہ پہلے میں نے اس شخص کے نسب کے متعلق پوچھا تو نے کہا کہ وہ ہمارے درمیان شرف نسب کے ساتھ مشہور ومعروف ہے۔ اسی طرح انبیاء شریف النسب ہوتے ہیں تا کہ اتباع کرنے والوں کے دامن پر عار کا غبار نہ پڑے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کسی شخص نے تمہارے دربار میں اس سے پہلے اس کی قوم میں سے نبوت کا دعویٰ کیا تو نے کہا نہیں اگر کسی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہوتا تو یہ گمان ہوتا کہ وہ اس کی تقلید کرتا ہے، میں نے پوچھا کہ اس کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے تو میں کہتا کہ دعویٰ نبوت کو وسیلہ بنا کر اپنے باپ کی سلطنت کو طلب کرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس کی اتباع دولتمند اور قوی لوگ کرتے ہیں یا غریب اور کمزور، تو نے کہا فقراء اور کمزور کرتے ہیں۔ یقیناً انبیاء کے پیروکار زیادہ تر غریب اور کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں میں نے پوچھا کہ اس کے متبعین بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں تو نے کہا بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا کام اسی طرح ہوتا ہے کہ بتدریج زیادہ ہوتا جائے یہاں تک کہ حد کمال کو پہنچ جاتا ہے میں نے پوچھا کہ کوئی شخص اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے پھرا ہے تو نے کہا نہیں صحیح اور درست ایمان اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کی حلاوت جان میں داخل ہو جاتی ہے اور جان میں گھل مل جاتی ہے اور اس کا جدا ہونا ناممکن ہوتا ہے میں نے پوچھا کہ عذر کرتا ہے؟ تو نے کہا نہیں پیغمبر

عہد کو نہیں توڑتے کیونکہ ان کا مقصد اخروی سعادت کو حاصل کرنا ہے اور جو شخص دینی لذات کا طالب ہوتا ہے وہ عہد کو توڑنے کی پرواہ نہیں کرتا میں نے پوچھا کہ اس نے کبھی جھوٹ بولا تو نے کہا نہیں اس بات سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ باندھنے سے ہاتھ روکتا ہے وہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھے گا میں نے پوچھا کہ تمہاری لڑائی کیسی ہوتی ہے تم نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب آتا ہے اور کبھی ہم نے اس پر غلبہ حاصل کیا، انبیاء اور رسولوں کا اسی طرح حال ہوتا ہے کبھی وہ دشمن کے غلبہ میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن آخر کار فتح و نصرت انہیں حاصل ہوتی ہے، میں نے پوچھا کہ وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے تم نے کہا، خدا تعالیٰ کی عبادت، اس کی وحدانیت کا اعتراف اور نماز و روزہ کا حکم کرتا ہے یہ حالات انبیاء کی پسندیدہ عادات و صفات ہیں۔ محمد ﷺ کے جو صفات تو نے بیان کی ہیں اگر وہ حقیقت میں اسی طرح ہیں تو وہ عنقریب ان ممالک پر غالب آجائیں گے ان کا حکم ان ممالک میں نافذ ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ انہی صفات سے موصوف پیغمبر مبعوث ہوگا۔ لیکن میرا گمان یہ نہیں تھا کہ تمہاری قوم سے ہوگا ہاں ایک دن آئے گا کہ مجھے اس کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوگا میں کوشش کرتا ہوں تا کہ اس سعادت کو حاصل کرسکوں اور آپ ﷺ کی خدمت سے شرف یاب ہوں اور آپ ﷺ کی متابعت کا حلقہ اپنے کانوں میں اور فرمانبرداری کی ذمہ داری کندھوں پر رکھوں۔ ایک روایت ہے کہ ابوسفیان نے کہا کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں اس وقت قیصر کے اعتقاد کو متزلزل کروں اور محمد ﷺ کا کذب اور افتراء اس کی نظر میں ظاہر کروں میں نے کہا اگر اجازت ہو تو میں اس کی ایک محال اور انہونی بات کہوں تا کہ اس کا جھوٹ بادشاہ پر ظاہر ہو جائے۔ ہرقل نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ میں ایک رات مکہ سے بیت المقدس گیا اور صبح سے پہلے مکہ میں واپس آگیا۔ جب میں نے یہ بات کہی بیت المقدس کا ایک خادم وہاں موجود تھا اس نے کہا ہاں میں اس رات کو جانتا ہوں اور وہ ملاقات جو اس رات ہمارے مشاہدہ میں آئیں یہ تھی ہماری عادت تھی کہ رات ہم بیت المقدس کے دروازے بند کردیتے تھے اس رات ہم نے ہر چند دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن نہ کرسکے ہم نے وہاں کے تمام لوگوں کو جمع کیا لیکن پھر بھی ہم اسے حرکت دینے پر قادر نہ ہوسکے۔ چنانچہ ہم نے اسی طرح دروازہ کھلا چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو دروازہ کے نزدیک چوپایہ باندھنے کے آثار دکھائی دیئے۔ یہ سن کر ہرقل نے حکم دیا کہ حضور ﷺ کے مکتوب گرامی کو لایا جائے اور مجلس میں پڑھا جائے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی ہیبت سے اس کی پیشانی سے پسینہ بہنے لگا جو کچھ اس کے دل میں تھا اس نے بیان کیا، رومیوں میں قیل و قال اور بحث و مباحثہ شروع ہوگیا۔ آوازیں بلند ہوئیں اور ان کی قرباء و فغاں مسلسل ہونے لگی۔ ابوسفیان کہتا ہے کہ جب ہم ہرقل کے دربار سے باہر نکلے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ حق تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام پیدا کردیا۔ (واللہ اعلم)

ہرقل کے تاثرات

ہرقل، وحیہ کلبی سے خلوت میں ملا اور اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرکے کہا۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ پیغمبر مرسل اور نبی مکرم ہے اور وہی پیغمبر منتظر ہیں جن کی صفات ہم نے آسمانی کتابوں میں پڑھی ہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ رومی مجھے ہلاک نہ کردیں گے وگرنہ میں ان کی متابعت کرتا اب مصلحت، اسی میں ہے کہ آپ رومیہ جائیں وہاں ایک شخص جو فن کہانت میں ماہر اور علم نجوم میں کامل ہے اس کا نام ضغاطر ہے اور وہ عیسائیوں کا مقتداء اور پیشوا ہے۔ اسے یہ حال بتائیں اگر وہ دین محمد ﷺ کو قبول کرکے اس کی نبوت کا اعتراف کرلے تو تمام عیسائی اس دین کو قبول کرلیں گے اور میں بھی اپنے پوشیدہ اعتقاد کو جو آپ سے میں نے بیان کیا ہے اظہار کرسکوں گا۔ کہتے ہیں کہ ہرقل نے ضغاطر کو ایک خط لکھا اس میں

تمام کیفیت کو بیان کیا اور وحیہ کلبی کے ہاتھ ضغاطر کے پاس بھیجا۔ جب ہرقل کے مکتوب کو وحیہ کلبی نے ضغاطر کے پاس پہنچا دیا اور آنحضرت ﷺ کے اوصاف اس کے سامنے بیان کیے، ضغاطر نے کہا خدا کی قسم وہ حق پر ہے اور ہم نے انہیں انہی صفات کے ساتھ اپنی کتاب میں پڑھ کر پہچانا ہے اور ان کی نبوت میں ہمیں کوئی شک و شبہ نہیں وہ اپنے گھر میں آیا اور سیاہ کپڑے جو اس نے پہن رکھے تھے اتارے اور سفید لباس زیب تن کیا، عصا ہاتھ میں لیا اور کنیسہ میں آیا کنیسہ میں تمام اشراف جمع تھے وہ اٹھا اور کہا اے گروہ رومیاں! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ احمد عربی کی طرف سے ہمارے پاس ایک مکتوب آیا ہے اس مکتوب میں ہمیں دین حق کی دعوت دی گئی ہے۔ ان کی نبوت و رسالت کی حقیقت مجھ پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے اب میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور احمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ نصاریٰ نے جب یہ شہادت ضغاطر سے سنی تمام یکدم اچھل پڑے اور ضغاطر پر حملہ آور ہوئے اور اسے مار مار کر شہید کر دیا۔ وحیہ کلبی وہاں سے لوٹ کر ہرقل کے پاس آئے اور تمام حالات بیان کیے۔ ہرقل نے کہا میں نے اس کا اظہار آپ سے نہیں کیا تھا۔ کہ مجھے عیسائیوں کا ڈر ہے، خدا کی قسم! ضغاطر قوم میں مجھ سے زیادہ بزرگ تھا اور عیسائیوں کی اس کے ساتھ بہت عقیدت تھی۔ جب انہوں نے اس کے ساتھ یہ کیا تو میرے ساتھ بھی وہی معاملہ کریں گے۔ جب ضغاطر کی شہادت خبر ہرقل کو پہنچی بیت المقدس سے جہاں وہ زیارت کے لیے گیا تھا دارالسلطنت حمص لوٹ آیا اور علمائے روم کو اپنے محل میں بلایا اور حکم دیا کہ محل کے دروازوں کو مقفل کر دیں اور خود محل کے بالا خانے میں آ کر رومیوں سے خطاب کیا اور کہا، اے گروہ رومیاں! تمہیں نجات و فلاح کی رغبت ہے، اور سیدھا راستہ جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو حاصل کرو۔ اب حصول مطالب و مقاصد احمد ﷺ کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اگر تم سعادت ابدی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی متابعت میں جلدی کرو جب علماء اور قسیس نے ہرقل سے یہ بات سنی تمام لوگ متفرق ہو کر بھاگنے لگے چونکہ محل کے دروازے بند تھے باہر نہ نکل سکے جب ہرقل ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا۔ اس کے حکم پر انہیں پھر واپس لے آئے، انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ میں نے یہ بات تمہارے امتحان آزمائش اور دین میں صلاحیت دیکھنے کے لیے کی تھی چونکہ میں نے تمہیں اپنے دین میں ثابت قدم پایا ہے۔ شاباش دی اور انہیں نوازا یہاں تک کہ وہ مطمئن ہو گئے اور تمام نے اسے سجدہ کیا اور خوشی و رضامندی کا اظہار کیا۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ہرقل آنحضرت ﷺ پر ایمان لایا اور مسلمان ہوا یا نہیں، اکثر علماء اس بات پر مصر ہیں کہ اس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور اس لیے وہ دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوا اس تاریخ کے دس سال بعد غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی اور مسلمانوں کو شہید کیا اور دوسرا یہ مسلک ہے کہ غزوہ تبوک میں اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لکھا کہ میں مسلمان ہوں حضور ﷺ نے فرمایا جھوٹ کہتا ہے بلکہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے یہ روایت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے کہ وہ دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوا واللہ اعلم۔

خسرو پرویز نے حضور ﷺ کے خط کو پھاڑ دیا

خسرو پرویز کے متعلق نقل ہے کہ جب عبداللہ خدافہ رضی اللہ عنہ پرویز کے دارالسلطنت میں پہنچے اور حضور ﷺ کا مکتوب اس تک پہنچایا جب اسے مضمون کی اطلاع ہوئی اور اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نام مبارک اس سے پہلے تحریر فرمایا ہے اس پر غضبناک ہوا اور آنحضرت

ﷺ کے مکتوب کو پھاڑ دیا جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ خسرو پرویز نے میرے خط کو ٹکڑے کیا ہے خدا تعالیٰ اس کے ملک کو ٹکڑے کر دے گا اور خسرو نے انتہائی شقاوت اور بدبختی سے باذاں کی طرف جو ولایت یمن میں اس کا گورنر تھا پیغام بھیجا کہ ان دنوں سنا ہے کہ ایک شخص حجازی عرب میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ تم اپنے معتبر دو مرد بھیجو۔ جو اسے مضبوطی سے باندھ کر میرے پاس لے آئیں۔ باذاں کے کسریٰ کے حکم کے مطابق اپنے خازن جس کا نام بانویہ تھا اور جو شجاعت میں بڑی شان رکھتا تھا قریش کے ہی ایک شخص جس کا نام خرخسرہ تھا وہ بھی کمالات ظاہری سے آراستہ تھا کہ ساتھ عرب بھیجا۔ اور کہا کہ حضور ﷺ کو خسرو کے پاس لے جائیں اس سلسلہ میں ایک مکتوب حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور بانویہ کو حضور ﷺ کے حالات کی تحقیق و تفتیش پر مقرر کیا۔

وہ حسب الحکم اپنے سفر پر روانہ ہو گئے، جب وہ طائف میں پہنچے سرداران قریش کی ایک جماعت مثل ابوسفیان، صفوان بن امیہ وغیرہ وہاں تھے ان سے مل کر حضور ﷺ کے قیام کے متعلق دریافت کیا۔ مشرکین نے کہا وہ یثرب (مدینہ) میں رہتے ہیں۔ جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی حقیقت حال سے آگاہ ہوئے تو بہت خوش ہوئے کہ محمد ﷺ کی مہم کا حسب دلخواہ فیصلہ ہو جائے گا کیونکہ کسریٰ جیسا بادشاہ اس کی دشمنی پر اتر آیا ہے۔ منزلیں طے کرنے کے بعد سید عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ تو بانویہ نے بات شروع کی اس نے کہا کہ شہنشاہ کسریٰ نے باذاں کو جو یمن کا گورنر ہے ایک خط لکھا ہے جس کا مضمون یہ کہ آپ ﷺ کو اپنے خاص معتمدین کے ساتھ کسریٰ کے پاس بھیجے۔ باذاں نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ ہم آپ ﷺ کو خسرو پرویز کے دارالسلطنت میں لے جائیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر آپ ﷺ خوشی سے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے ہمارے ساتھ چلیں تو باذاں ایک خط جو آپ ﷺ کی عذر خواہی اور عفو تقصیرات پر مشتمل ہو لکھ کر دے گا تا کہ آپ ﷺ کے (نعوذ باللہ) گناہ معاف کر دے اگر آپ ﷺ نے حکم نہ مانا تو کسریٰ کی سطوت و دبدبہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی قوم کے ساتھ ہلاک کر کے بستیوں کو خاک کر دے گا۔ باذاں نے یہ خط آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے، مضمون یہ ہے کہ فرمانبرداری کرتے ہوئے روانہ ہو جاؤ، اور والی یمن کا خط حضور ﷺ کو دیا جب رسول اللہ ﷺ نے وہ پیغام جس کا نہ سر تھا نہ پاؤں سنا، مسکراتے ہوئے ایلچیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ایلچیوں نے کہا اے محمد ﷺ اٹھیے اور ہمارے ساتھ چلیے تا کہ ہم شہنشاہ کے پاس پہنچیں اور اگر آپ ﷺ حاضر ہونے سے قاصر رہے تو بادشاہ ایک عرب کو بھی اپنی جگہ پر نہیں رہنے دے گا قتل کر دے گا یا جلاوطن کر دے گا۔

نقل ہے کہ بانویہ اور خرخسرہ باوجودیکہ جرأت کر کے بے ادبانہ گفتگو کی لیکن مجلس ہمایوں حضرت رسالتمآب ﷺ کی ہیبت ان پر ایسی مسلط تھی کہ ان کا جوڑ جوڑ کانپ رہا تھا اور قریب تھا کہ ان کے جوڑ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں، اس مجلس میں حضور ﷺ سے اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ حضور ﷺ کو ساتھ لے جانے کی بجائے صرف مکتوب لے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا آج تم اپنی قیام گاہ پر واپس چلے جاؤ، کل آؤ تا کہ مصلحت کے مطابق عمل کیا جائے۔ جب قاصد پیغمبر ﷺ کی مجلس مبارک سے باہر آئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اگر ہمیں وہ اپنی مجلس میں اس سے زیادہ روکتے تو خوف تھا کہ ہم ہیبت سے ہلاک ہو جاتے، دوسرے نے کہا زندگی بھر ایسی ہیبت مجھ پر طاری نہیں ہوئی جیسا کہ آج اس مرد عظمت کی مجلس میں طاری ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ اسے خدا کی تائید حاصل ہے اور اس کا کام خدا کا کام ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب بانو یہ اور خرخسرو، حضور ﷺ کی مجلس میں آئے سنہری دستانے ان کے ہاتھوں میں تھے ریشمی لباس پہنے ہوئے اور سیمیں کمر بند، داڑھیاں منڈوائے اور مونچھیں اس قدر بڑھائے ہوئے تھے کہ ان کے لب بھی چھپے ہوئے تھے جب اس شکل وصورت میں وہ حضور ﷺ کے سامنے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، ویلکما من امر کما لهذا یعنی اس حالت میں تم کس قدر دوزخ کے لائق ہو، تم کو کس نے کہا کہ داڑھیاں منڈوادو اور مونچھیں بڑھاؤ، انہوں نے کہا ہمارے پروردگار یعنی خسرو پرویز نے ہمیں حکم دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھوں کو قطع کروں، القصہ جب بازاں کے قاصد دوسرے روز حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے صاحب بازاں کے پاس یہ خبر لے جاؤ کہ میرے پروردگار نے گذشتہ رات تمہارے بادشاہ کو قتل کر دیا ہے اور وہ سہ شنبہ کا دن تھا۔ جمادی الاول کا مہینہ ۷ھ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح بازاں سے جا کر کہہ دو کہ عنقریب میرا دین کسریٰ مملکت میں ظاہر ہوگا اگر تو مسلمان ہو جائے تو جو ملک اس وقت تمہارے تصرف میں ہے وہ میں تمہارے ہی قبضہ میں رہنے دوں گا اور تجھے فارسیوں پر حاکم بنادوں گا۔ حضور ﷺ نے ایک ہمیانی سونے چاندی سے بھری ہوئی خرخسرہ کو دی جو بطور ہدیہ کسی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجی تھی، پھر قاصد اجازت لے کر مدینہ سے باہر نکلے، قطع مسافت کے بعد یمن میں پہنچ کر جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ بازاں سے بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا، اے ملک! ہم بہت سے بادشاہوں کے دربار میں گئے خدا کی قسم! کسی مجلس میں اس طرح خوفزدہ نہیں ہوئے جیسا کہ اس مردِ عظمت کی مجلس میں ہوئے ہیں۔ بازاں نے پوچھا کہ اس کے کوئی محافظ اور نگہبان ہیں انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ تنہا گلی کوچوں میں گھومتا پھرتا ہے، بازاں نے کہا خدا کی قسم جو تم اس سے نقل کرتے ہو وہ بادشاہوں کی کلام کے مشابہ نہیں ہے میرا خیال ہے کہ وہ نبی مرسل ہی ہیں اور میں اس خبر کا منتظر ہوں جو میرے لیے انہوں نے بھیجی ہے۔ اگر وہ مطابق واقع ہوئی تو اس کی نبوت میں کوئی قیل وقال نہیں ہے اور خدا کی قسم کوئی بادشاہ اس پر ایمان لانے میں مجھ سے سبقت نہیں لے جائے گا۔

اسی اثناء میں شیرویہ سر خسرو کا مکتوب بازاں کے پاس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے خسرو کو قتل کر دیا ہے کیونکہ وہ فارس کے اشراف و اعیان کو بغیر کسی قصور کے قتل کر دیتا تھا اور جماعت میں تفرقہ ڈالتا تھا، تم میری اطاعت کرو اور لوگوں سے میری اطاعت کی بیعت لو اور اس صاحب دولت جس نے عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے سے بالکل تعرض نہ کرو جب تک کہ میرا حکم تمہارے پاس نہ پہنچ جائے۔ بازاں کو جب اس قبضہ کا علم ہوا بلا تاخیر صدق واخلاص سے کلمہ شہادت پڑھا اور یمن اور فارس کے لوگ جو اس کے پاس ملک میں تھے انہوں نے بھی اس کے ساتھ موافقت کی اور دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ نقل ہے کہ خرخسرہ جسے حضور ﷺ نے کمربند بخشا تھا کو ذوالمفخر ہ کہتے ہیں اور مفخرہ رومیوں کی لغت میں کمر کو کہتے ہیں اب بھی اس کی اولاد کو اسی کلمہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

مقوقس کے پاس حضور کا فرمان

جب حاطب بن ابی بلتعہ نے حضور ﷺ کے نامہ گرامی کو اس دیار کے حاکم مقوقس کے پاس پہنچایا اس نے اس خط کا بہت احترام کیا اور جواب میں اچھی باتیں کیں اور مکتوب شریف کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں رکھا اور حاطب کو خلوت میں طلب کر کے حضور ﷺ کے اوصاف کے متعلق

استفسار کیا، حاطب نے حضور ﷺ کے جو اوصاف کمال اور جاہ وجلال کی نشانیاں دیکھی اور سنی تھیں بیان کیں، مقوقس نے جو کچھ سنا اسے ان اوصاف کے مطابق اور موافق پایا جو عیسیٰ علیہ السلام نے پیغمبر آخر الزماں کے متعلق بیان کی تھیں اس نے کہا یہ وہی رسول ہیں جس کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے اور وہ غالب آئے گا اور ان کے ساتھی ہمارے ملک میں اتریں گے۔ حضور ﷺ کے مکتوب گرامی کا جواب بڑے عمدہ طریق سے لکھا اور چار تر کی لونڈیاں، ایک کا نام ماریہ دوسری اس کی بہن شیریں نام کی تھیں دوسری دو لونڈیوں کے نام معلوم نہیں، ایک خواجہ سرا، بیس جوڑے کپڑے، بڑا مثقال سونا، ایک سفید اونٹ جس کا نام دلدل تھا ایک گدھا جس کا نام یعفور تھا، بطور تحفہ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور ایک سو مثقال سونا۔ پانچ جوڑے کپڑے حاطب کو دیئے، لیکن ایمان نہ لایا جب حاطب مدینہ میں واپس آیا تحائف اور مکتوب پیش کیے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ حبشہ نے اپنے ملک پر نجیلی کی اس کا ملک باقی نہیں رہے گا۔ کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوا اور ماریہ کو آنحضرت ﷺ نے بطور سریہ رکھا اور اس سے ابراہیم پیدا ہوئے اور شیریں کو حسان بن ثابت کو بخش دیا، دلدل کو اپنی سواری کے لیے مختص کیا، حضور ﷺ کی وفات کے بعد وہ فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملا جس پر وہ سواری کرتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دلدل ہلاک ہوا اور یعفور حجۃ الوداع میں فوت ہو گیا۔

غسانی کے نام فرمان نبوی

جب شجاع وہب اسدی نامہ مبارک شام کی سرحد پر لے جا کر حارث بن شمر غسانی کے شہر میں پہنچے تو حارث اس وقت اس ملک کا والی تھا غوطہ دمشق میں گیا ہے ہرقل جو بیت المقدس میں آیا ہوا تھا۔ شجاع بھی غوطہ کی طرف گیا۔ وہاں چند روز رہا لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ حارث کا ایک دربان جس کے دل میں اسلام کی محبت تھی، شجاع کا معاون بن گیا جس کی وجہ سے حضور ﷺ کا مکتوب گرامی حارث کے پاس پہنچا یا اس بدبخت نے نامہ نامی کو زمین پر پھینک دیا اور زبان سے نازیبا باتیں کیں اور جرأت کرتے ہوئے اس نے حکم دیا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے گھوڑوں کی نعل بندی کریں اور ایک درخواست ہرقل کے پاس بھیجی، ہرقل نے اسے کہا کہ اس خیال کو چھوڑ دو اور میرے پاس پہنچو، تاکہ مصلحت کے مطابق عمل کریں۔ پھر حارث نے شجاع کو طلب کیا اور اسے سو مثقال سونا دیا اور واپسی کی اجازت دی۔ اور حویطب بن حارث نے چند کپڑے اور کچھ سونا زاد راہ کے طور پر شجاع کو دے کر عرض کیا کہ میرا اسلام پیغمبر خدا کی خدمت میں پہنچانا۔ شجاع منزلیں طے کرنے کے بعد مدینہ میں پہنچا اور صورت حال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ملکہ، حارث کا ملک تباہ ہوا۔ فتح مکہ کے روز حارث جہنم رسید ہوا اور دوزخیوں کے گروہ میں شامل ہو گیا اور اس کا ملک جبلہ بن ایہم غسانی کی طرف منتقل ہو گیا۔ سیرت کی بعض روایات میں آیا ہے کہ حارث مسلمان ہو گیا تھا لیکن اس نے کہا مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے اسے ظاہر کیا تو قیصر مجھے قتل کر دے گا۔ لیکن جمہور اس پر ہیں جو مذکور ہوا۔

یمامہ کی طرف مکتوب نبوی

جب رصیط بن عمرو عامری نے حضور ﷺ کے مکتوب کو یمامہ میں ہوذہ بن علی الحنفی کو پہنچایا۔ ہوذہ کو مکتوب کے مضمون سے آگاہی ہوئی تو

رصیط کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آیا۔ عمدہ اور دلکش جگہ میں قیام کرنے کو کہا اور اس کی ضیافت اور مہمانداری کی شرائط کو پورا کیا اس کے بعد جواب میں ایک مکتوب لکھا کہ وہ دین جس کی طرف آپ ﷺ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کس قدر عمدہ ہے! لیکن میں اپنی قوم کا خطیب اور شاعر ہوں اور عربوں کے دل پر میرا خوف اور رعب طاری ہے۔ اپنے ملک کے بعض حصوں کا انتظام آپ ﷺ میرے سپرد فرمایئے اور اسے میرے قبضہ قدرت میں دے دیجئے تاکہ میں آپ ﷺ کی متابعت کروں اور آپ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کروں۔ پھر رصیط کو قیمتی لباس پہنایا اور شاہانہ مہربانیوں سے نواز کر روانہ کیا اس نے مدینہ میں آ کر کیفیت حالات اور مکتوب حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر وہ مجھ سے کھجور کی ایک گھٹلی کے برابر بھی زمین طلب کرے تو میں اسے نہیں دوں گا ہلاک ہو وہ اور تباہ ہو اس کا ملک، کہتے ہیں کہ جب فتح مکہ ہو گیا، جبرئیل علیہ السلام نے ہوذہ کی موت کی خبر حضور ﷺ کو سنائی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یمامہ میں کذاب اور ابن سداس پیدا ہو گا اور نبوت کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد قتل ہو جائے گا۔ ابھی حضور ﷺ نے راحلت نہیں فرمائی تھی کہ مسیلمہ کذاب لعین نے نبوت کا دعویٰ کے آغاز کر دیا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قتل ہوا۔

دیگر مکاتیب نبوی

یہ وہ چھ مکتوب ہیں جن پر ارباب سیرت متفق ہیں لیکن بعض دوسرے جنہوں نے ساتویں مکتوب کو زیادہ کیا ہے وہ منذر بن ساہی کا مکتوب ہے جسے آنحضرت ﷺ نے علاء حضرمی کو دے کر بحرین میں منذر کے پاس بھیجا تھا، کہتے ہیں کہ جب علاء نے بحرین میں منذر سے ملاقات کی اور خاصہ مبارک اسے پہنچایا، مضمون پر واقفیت کے بعد فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا اور رعیت کے بعض لوگ بھی اس کی موافقت کرتے ہوئے مسلمان ہو گئے بعض نے عناد اور دشمنی کا طریقہ اختیار کیا، منذر نے اپنے حالات، دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی مخالفت احاطہ میں تحریر میں لا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں علاء کے ہاتھ مکتوب بھیجا۔ وہ خط ملنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے لکھو کو مملکت تیرے سپرد ہے۔ محققین کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا طریق اختیار کرو اور دین وشریعت کی تعلیم دو، اور مخالفین پر جزیہ مقرر کرو مسلمانوں کو مجوس کا ذبیحہ نہیں کھانا چاہیے اور ان کے ساتھ سلسلہ منالحت کو بھی قائم نہ رکھیں، جزیہ وصول کرنے کا کلام علاء حضرمی کے سپرد کیا۔ حاصل کلام یہ کہ وہ بادشاہ جن کے نام خطوط تحریر کیے گئے نجاشی اور منذر بن ساہی نے اسلام قبول کر لیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے اور باقی صحیح قول کے مطابق مخالفت اور عالم کفر میں رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا انتقال

ام زماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے اسی سال وفات پائی۔ اور حضور ﷺ اس کے تدفین میں شامل ہوئے۔ ایک اور روایت ہے کہ اس کی قبر میں اترے جس وقت اسے قبر میں اتار رہے تھے فرمایا من اراد ان ینظر الی امراۃ من الحور العین فلینظر ھذہ ۔

http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش

ساتویں سال کے واقعات

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

غزوۂ خیبر

ماہرین فن روایت نے یوں روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے حدیبیہ سے مراجعت فرمائی۔ مدینہ میں چند روز ٹھہرنے کے بعد، روسا مہاجرین وانصار اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ یہود خیبر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے سامان حرب وضرب کی تیاری میں اور لشکر کی ترتیب میں مشغول رہیں، پھر فرمایا میرے ساتھ وہی شخص نکلے جو صرف جہاد کی نیت رکھتا ہو یعنی جس کا مقصد دنیاوی حقیر مال اور غنیمت حاصل کرنا ہو اس غزوہ میں میرے ساتھ موافقت نہ کرے۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا خیبر کی طرف متوجہ ہونا منافقین اور مدینہ کے یہودیوں پر بہت شاق گذرا وہ جانتے تھے کہ مسلمان خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو یہود بنی قریضہ اور بنی النضیر کے ساتھ کیا۔ انتہائی غیض وغضب کی بناء پر جس یہودی کا کسی مسلمان پر قرض تھا سخت تقاضا کرتا اور درشتی سے پیش آتا۔ کہتے ہیں کہ ابو شحم یہودی کے عبداللہ بن ابی حدر اسلمی پر پانچ درہم تھے، سایہ کی طرح ہر وقت اس کے پیچھے پڑا رہتا اور اس حقیری رقم کی خاطر اسے بہت پریشان کرتا۔ ایک مرتبہ عبداللہ نے اسے کہا کہ حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل خیبر کے اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے۔ مجھے اس قضیہ میں ان قلعوں کے فتح ہونے تک مہلت دے اور غنیمت کا کوئی حصہ میرے ہاتھ آ جائے۔ ابو شحم نے کہا، یہود خیبر کے ساتھ جنگ کو دوسری جنگوں کے ساتھ قیاس نہ کرو، تو رایت کی قسم کہ خیبر میں دس ہزار جنگجو مرد ہیں وہ تمام بہترین نشانہ باز اور تیر انداز ہیں، عبداللہ نے کہا اے اللہ کے دشمن! تو ہمیں دشمنوں سے ڈراتا ہے حالانکہ تو ہماری امان میں زندگی گزارتا ہے۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میرے اور یہودیوں کے درمیان اس قدر جھگڑا بڑھا کہ ہم دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ میں نے صورت واقعہ عرض کی۔ آنحضرت ﷺ نے اسے کچھ نہ کہا مگر لب مبارک ہلائے اور آہستہ بات کی جو میں نے سنی، یہود نے کہا یا ابا القاسم! اس شخص نے میرا قرض دینا ہے، میں اب اس سے طلب کرتا ہوں تو ٹال مٹول کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا حق اس کو دے دو۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے دو کپڑے تھے ایک کو تین درہم کے عوض میں نے فروخت کر دیا اور دو درہم اور ملا کر یہودی کو دے دیئے۔ پھر سلمہ بن اسلم نے مجھے ایک کپڑا عنایت فرمایا انہی دو کپڑوں کے ساتھ میں غزوہ خیبر میں گیا اس سفر میں حق تعالیٰ نے مجھے بہت نعمت عطا فرمائی۔ خدا تعالیٰ کی مہربانی سے قیدیوں میں سے ایک عورت جو ابو شحم یہودی کی رشتہ دار تھی مجھے ملی، جب میں مدینہ میں واپس آیا اس عورت کو بھاری قیمت کے عوض اسی کے پاس فروخت کیا۔

سامان جنگ تیار کرنے کے بعد حضور ﷺ نے سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور ایک ہزار چار سو مردان کارزار کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ عکاشہ بن محصن اسدی کو مقدمتہ الجیش پر مقرر فرمایا اور میمنہ کو حضرت عمر بن الخطاب کے سپرد کیا اور میسرہ کو ایک سپہ سالار کے سپرد کیا کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں دو سو گھوڑے تھے، ان میں سے تین گھوڑے خاص حضور ﷺ کے تھے اور بہت سے اونٹ تھے۔

عبداللہ ابی سلول منافق نے یہود خیبر کے پاس اطلاع پہنچا دی کہ محمد ﷺ تم پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں تم جنگ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ

کرنا بلکہ صحرا میں ان سے جنگ کرنا کیونکہ تم کثرت تعداد کی وجہ سے ان پر فائق ہو، اہل خیبر کو جب آنحضرت ﷺ کے ارادہ کا علم ہوا۔ کنانہ بن ابی الحقیق کو ایک دوسرے شخص کے ساتھ اپنے خلفاء یعنی غطفان کے پاس بھیجا اور امداد طلب کی اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے خیبر والوں کی طرف بالکل توجہ نہ دی اور ایک روایت یہ ہے کہ چار ہزار جنگجو مرد اس قبیلہ سے باہر نکلے، پہلی منزل میں انہوں نے آسمان سے آواز سنی کہ جو کچھ تم پیچھے چھوڑ کر آئے ہو وہ غارت ہو گیا۔ اس لیے وہ پھر واپس چلے گئے اور بعض سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ غطفان اپنے عقب میں حرکت محسوس کرتے تھے اور ان کا گمان تھا کہ مسلمانوں نے ان کے گھروں پر حملہ کر دیا ہے اس لیے خوفزدہ ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ اس صورت کو ارباب سیرت نے آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے شمار کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت سلام بن مشکم ان کے حاکم کو ایک بیماری تھی یہود کے سرداروں نے اس کے مکان پر جا کر اس سے مشورہ کیا کہ جنگ کے لیے باہر نکلنا مناسب ہے یا قلعہ بند ہونا زیادہ موزوں ہوگا۔ سلام نے کہا عبداللہ ابی سلول کی جو رائے ہے۔ میری رائے بھی یہی ہے کہ باہر نکلو اور اپنے آپ کو محاصرہ کی تنگنائے میں بند نہ کرو لیکن چونکہ شکست ان کا مقدر بن چکی تھی اس لیے وہ سلام کی رائے کے برعکس قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے، قلعوں کی تعمیر کی کوشش کی اور ان سے باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکے۔ سلمہ بن رکوع کہتے ہیں کہ جب ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے ایک رات راستہ میں اپنے دوستوں کے التماس پر عامر بن سنان بن الاکوع ایک رجز پڑھتا تھا اور اونٹوں کو اس حدی سے ہانکتا تھا کہ صحابہ پر اس کے عمدہ نغمہ سے رقت طاری تھی اور اونٹ بھی خوشی سے رواں دواں تھے۔ سوار اور سواریاں بڑی تیزی سے راستہ طے کر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ حدی پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا، عامر بن سنان، آپ ﷺ نے فرمایا "رحمہ اللہ" حضور ﷺ نے سنا کہا، عامر کے لیے شہادت واجب ہوئی پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے عامر کے لیے درازی عمر کی دعا کیوں نہیں فرمائی تاکہ دوست اس کی آواز سے نفع اندوز ہوتے۔

ایک اور روایت ہے کہ عامر جب خاموش ہوا تو حضور ﷺ نے عبداللہ رواحہ کو اشارہ فرمایا تو اس نے یہ کام شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس کے متعلق بھی فرمایا اللھم ارحم، اس کی شہادت کا تذکرہ غزوہ موتہ میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔ جب اسلامی فوج صہبا کے مقام پر پہنچی تو حضور ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد راستہ بتانے والوں کو بلایا اور انہیں فرمایا کہ ہمیں ایسے راستے سے لے چلو جو غطفان اور خیبر کے درمیان ہوتا کہ ہم انہیں یہود خیبر کی امداد سے روک سکیں، صلاح مشورہ سے کہ حسیل راہروی میں صاحب بصیرت تھا۔ مرحب کے راستہ پر چلا۔

عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ لشکر کے آگے بھیجا۔ عباد نے جا کر یہودیوں کے ایک جاسوس کو پکڑا اور خیبر والوں کے حالات دریافت کیے اس نے جواب دیا کہ اہل خیبر نے کنانہ بن الحقیق، ہوذہ بن قیس اور ایلی کو اپنے خلفاء یعنی غطفان کے پاس بھیجا تاکہ وہ اہل خیبر کی امداد کو آئیں عینیہ بن بدر بہادر مردوں کی ایک جماعت کے ساتھ خیبر کے قلعہ میں آیا ہے۔ اب دو ہزار جنگجو جن کے نزدیک رزم اور رزم ایک ہی حیثیت رکھتی ہے منتظر ہیں کہ محمد ﷺ کے ساتھ جنگ و مقابلہ کریں۔ عباد نے کہا بظاہر تم مخالفین کے جاسوس ہو، جب اسے چند تازیانے مارے اور کہا کہ تجھے کوئی چیز سچ کے بغیر نجات نہیں دے سکتی۔ اعرابی نے کہا مجھے امان دو تاکہ سچ کہوں۔ جب اسے امان دے دی گئی تو اس نے کہا کہ قوم

تمہارے آنے سے خوفزدہ ہے اور بنی قریضہ اور بنی النضیر کے واقعہ سے اس کے دل میں ایسا رعب طاری ہوا ہے کہ کسی وقت وہ جدا نہیں ہوتا۔ مدینہ کے منافقین نے ان کے پاس خبر پہنچائی ہے کہ محمد ﷺ تمہاری طرف متوجہ ہیں لیکن تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں اور جہاں تک ہو سکے جنگ کرو کیونکہ تمہاری تعداد ان سے کئی گنا زیادہ ہے، تمہارے پاس آلات حرب بھی زیادہ ہیں، جب عبداللہ ابی سلول اور اس کے متبعین کے قاصد نے ان کا پیغام پہنچایا کنانہ بن ابی الحقیق نے مجھے بھیجا تاکہ تمہارے لشکر کی کیفیت اور تعداد تحقیق کر کے صحیح خبر پہنچاؤں۔ عباد جاسوس کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو اس نے کماحقہ حالات بیان کیے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جاسوس کے قتل پر اصرار کیا۔ عباد نے کہا میں نے اسے امان دی ہے، حضور ﷺ نے جاسوس کو عباد کے سپرد کر دیا، وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور قتل سے بچ گیا۔

کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وادی خرصہ کے راستہ سے خیبر کے قلعوں کے درمیان آئے جب آنحضرت ﷺ کی چشم مبارک اس بستی پر پڑی۔ تو آپ نے یہ دعا پڑھی، اللھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارض السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وباذرین ، اسالک خیرہ القریة وخیر ما فیھا اعوذبک من شرھا ومن شرما فیھا۔ اور کہتے ہیں کہ صحابہ کو بھی فرمایا انہوں نے بھی یہ دعا پڑھنے میں آپ کی موافقت کی۔ اسی طرح شہروں اور قصبوں کو دیکھنے کے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے، اس کے بعد صحابہ سے خطاب فرمایا کہ ادخلو علی بر کة اللہ اور ایک روایت میں ہے قد مو بسم اللہ یہاں تک کہ جب اس منزل میں جو منزلہ کے ساتھ موسوم تھی نزول فرمایا۔ نماز ادا کرنے کے لیے ایک جگہ مقرر فرما دی۔

جب اہل خیبر کو آنحضرت ﷺ کے خیبر کی طرف متوجہ ہونے کی خبر ملی پوری احتیاط کر کے وہ رات کئی مسلح سوار قلعہ کے باہر بھیجتے اور وہ کماحقہ حالات کی تفتیش و تحقیق کرتے تھے، اتفاقاً جس رات حضور ﷺ خیبر کے نواح میں پہنچے خدا تعالیٰ نے نیند کو ان پر مسلط کر دیا، چنانچہ صبح تک کسی ایک شخص نے بھی حرکت نہ کی، صبح اٹھنے والے مرغوں نے بھی صبح بانگ نہیں دی۔ چار پائے بھی حرکت نہیں کر سکے۔ طلوع آفتاب کے وقت یہودی نیند سے بیدار ہوئے، اپنی کھیتی باڑی کے لیے اپنے بیل وغیرہ لے کر باہر نکلے، انہوں نے یکلخت لشکر اسلام کو دور سے دیکھا فی الفور لوٹے اور کہا واللہ محمد والخمیس، یعنی محمد ﷺ فوج کے ساتھ ہیں جب حضور ﷺ نے یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی تو فرمایا خربت خیبرا ما اذا نزلنا بسامة قوم فساء صباح المنذرین ، جب یہودی قلعوں میں بند ہو گئے سلام بن مشکم کو اسلامی لشکر کی خبر پہنچی۔ اس نے قوم سے کہا اگرچہ تم نے ابتداء میں میری بات پر عمل نہیں کیا اب جنگ وقتال میں جہاں تک ہو سکے کوشش کرو اور پوری کوشش کرو کیونکہ جنگ میں قتل ہونا قید ہو کر ہلاک ہونے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ یہود نے جنگ کا پختہ ارادہ کر کے اہل وعیال کو قلعہ میں محفوظ کر دیا اور خوراک طعام جو ذخیرہ کیا ہوا تھا تمام نعمتوں کے ساتھ مضبوط و مستحکم قلعہ میں محفوظ کر دیا اور بہادران کارزار قلعہ نطاط میں جمع ہو گئے۔ سلام بن مشکم باوجودیکہ بہت ضعیف تھا اس قلعہ میں آیا لیکن اس قلعہ کے فتح ہونے سے پہلے اس پر دوزخ کا دروازہ کھل گیا اور وہ جہنم رسید ہو گیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کے ساتھ جنگ پر ابھارا اور آخروی ثواب کے حصول اور بلند درجات حاصل کرنے کی خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا، اگر صبر کرو گے۔ فتح پاؤ گے اسلامی لشکر نے جنگ شروع ہوتے ہی تیراندازی شروع کر دی، وہ واقعات جو اس جنگ میں ظہور پذیر ہوئے ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

پہلا واقعہ: کہ محمد بن مسلمہ جو محمد بن مسلم کا بھائی ہے، نے اس روز بہت جنگ کی، سخت جنگ، گرمی اور ہتھیاروں کے بوجھ سے تھک کر چور چور ہو گیا قلعہ کے سایہ میں اس خیال سے کہ اہلِ قتال میں سے کوئی نہیں، سو گیا، کنانہ بن ابی الحقیق یا مرحب یہودی علی الاختلاف الروایتین نے اس کی طرف ایک پتھر لڑھکا دیا وہ پتھر اس کے خود پر گرا، خود اس کے سر میں دھنس گیا اس کی پیشانی کا چمڑہ اس کا چہرے پر آ گیا، مسلمان اسے اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے آنحضرت ﷺ نے اس کی پیشانی کے چمڑے کو اپنی جگہ پر کیا اور اس کا سر کپڑے سے مضبوط باندھ دیا وہ اسی دوران اسی زخم سے شہید ہو گیا۔

دوسرا واقعہ: خباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جگہ جو آپ ﷺ کے لیے مقرر کی گئی ہے چند وجوہ سے مناسب نہیں۔ ایک یہ کہ اہلِ قلعہ کے تیر یہاں پہنچتے ہیں دوسرے یہ کہ چارے اور پھولوں کے درمیان جگہ ہے اس وجہ سے متعفن ہو جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ مخالفین کے شب خون کی وجہ سے اس جگہ ہم امن میں نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے موضع رجیع کو مقرر کر کے غروبِ آفتاب کے بعد اس منزل میں قیام فرمایا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کے قیام گاہ کے ضبط و ربط مقرر ہوئے۔ روزانہ مسلمان قلعہ کی دیواروں کے قریب جاتے اور جنگ کرتے تھے۔

تیسرا واقعہ: کہتے ہیں کہ خباب بن منذر نے ہی آنحضرت ﷺ کے سمع ہمایوں تک یہ بات پہنچائی کہ کھجوروں کے درخت یہودیوں کے نزدیک فرزندوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ حکم فرمایئے کہ پہلے ان درختوں کو کاٹ دیں اور ان درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں تا کہ یہودی کی حسرت زیادہ ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سید مختار ﷺ کے حکم سے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے میں مصروف ہوئے یہاں تک چار سو درخت اکھاڑ دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا خدا تعالیٰ نے وعدہ نہیں فرمایا کہ خیبر فتح ہو گا اور وعدہ کو پورا کرنا اس کی صفت ذاتی ہے۔ پس اس تقدیر پر خرما کے درختوں کو کاٹنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ درختوں کو کاٹنے سے ہاتھ اٹھا لیں جو چار سو درخت کاٹ دیئے گئے تھے، انہی پر اکتفا کیا۔

چوتھا واقعہ: کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کی نگہبانی فرما رہے تھے آپ نے ایک یہودی کو پکڑا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لانے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ یہودی نے کہا مجھے اپنے پیغمبر کے پاس لے چلو مجھے ان سے کوئی بات کرنی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے، یہودی نے کہا یا ابا القاسم! اگر آپ ﷺ مجھے امان دیں تو میں صحیح بات آپ ﷺ سے عرض کروں آنحضرت ﷺ نے اسے امان دے دی، یہودی نے کہا میں قلعہ نطاط سے آ رہا ہوں، اہلِ خیبر نے سامانِ جنگ اور قیمتی ذخائر کو ایک جگہ چھپا دیا ہے میں اس جگہ کو جانتا ہوں، جب کل وہ قلعہ فتح ہو جائے وہ جگہ میں صحابہ کو دکھا دوں گا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہودی نے کہا میرے اہل و عیال اس قلعہ میں ہیں انہیں مجھے بخش دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے انہیں تجھے بخشا، دوسرے روز قلعہ نطاط فتح ہو گیا، قلعہ شق بھی فتح ہو گیا اور وہ یہودی اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

پانچواں واقعہ: منقول ہے کہ ایک روز مسلمان ایک سخت جنگ کے محاصرہ میں مشغول تھے، مرحب یہودی قلعہ سے باہر آیا اور میدان مبارزت میں جولانی دکھا رہا تھا اور عامر بن الاکوع جسے حدی پڑھتے وقت رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے استغفار کی تھی۔ مرحب کے مقابلہ میں آیا اس یہودی نے عامر کو تلوار ماری اس نے سر پر ڈھال آگے کر دی اس کی تلوار سر میں لگی، عامر نے مرحب کو تلوار ماری لیکن وہ خطا گئی اور عامر کے اپنے زانو پر آ گئی اور اپنی تلوار کے زخم سے وہ مجروح ہو گیا اور اسی زخم سے وہ فوت ہو گیا، جب خیبر سے لوٹے، آنحضرت ﷺ نے سلمہ بن الاکوع کو جو عامر کا چچا زاد بھائی تھا ملول اور غمگین دیکھا اس سے اس کا سبب دریافت کیا اور

ایک قول یہ ہے کہ سلمہ بن الاکوع رونے لگے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، یا رسول اللہ ﷺ کچھ دوست کہتے ہیں کہ عامر کے عمل بیکار گئے کیونکہ وہ اپنی تلوار کے زخم سے قتل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، انہوں نے غلط کہا یقیناً اس کے لیے دو اجر ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا مجاہد مجاہد۔

چھٹا واقعہ: یہ ہے کہ قلعہ خیبر کے محاصرہ کے دنوں میں قلت طعام کی وجہ سے مسلمان بڑی مشکل اور پریشانی میں تھے، ایک روز قلعہ صعب سے بیس بھیڑیں باہر نکلیں وہ انہیں وہاں نزدیک ہی چراتے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا شخص چاہیے جوان بھیڑوں میں سے کوئی چیز لائے تاکہ وہ آج ہماری خوراک بنے، ابوالسیر کعب بن عمرو انصاری نے آگے بڑھ کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس خدمت کو بجالاؤں گا اس کے بعد دامن کو گرہ دے کر ہرن کی مانند بھاگنا شروع کیا، آنحضرت ﷺ نے جب اس کی سرعت رفتار کا مشاہدہ کیا فرمایا، **اللھم متعنا بہ**، ابوالسیر اجز میں پہنچا اور دو بھیڑوں کو بغل میں دبا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا آنحضرت ﷺ کی فرمائش پر ان دونوں بھیڑوں کو ذبح کیا، گوشت کو پکایا اور لشکر میں شامل ہر شخص اس سے محظوظ ہوا۔ ابوالسیر نے آنحضرت ﷺ کی جاں پرور دعا کی بدولت لمبی عمر پائی اور اس سے خاص و عام کو بہت نفع ہوا۔ رضی اللہ عنہ۔

ساتواں واقعہ: نقل ہے کہ صعب کے قلعہ کے محاصرہ کے دوران بھوک کی شدت کی وجہ سے سخت دشواری ہوئی یہاں تک کہ قریب المرگ پہنچ گئے خوراک کی قلت کی شکایت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کی گئی، آنحضرت ﷺ نے حق سبحانہ سے دعا مانگی کہ وہ قلعہ جس میں زیادہ طعام ہو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو، پھر خباب المنذر کے ہاتھ میں جھنڈا دیا اسلامی لشکر نے یکدم حملہ کیا اور وہ گروہ جس نے بھوک کی شکایت کی تھی صعب قلعہ کے دروازہ پر پہنچا اور جنگ میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ ساز و سامان اور بے شمار کھانے پینے کی چیزیں اس قلعہ سے حاصل ہوئیں۔ بہت زیادہ شراب کو بہایا۔

آٹھواں واقعہ: عبداللہ حماد جو کہ مسلمان تھا مگر کبھی کبھار شراب پی لیتا تھا اس روز اہل خیبر کی شراب سے اس نے چند گھونٹ شراب پی اس مجرم کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آنحضرت ﷺ نے نعلین مبارک سے اسے تنبیہ فرمائی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آنحضرت ﷺ کے اشارے پر اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا، خدایا اس پر لعنت کر کتنی بار اسے اس ناپسندیدہ کام سے منع کیا ہے مگر وہ باز نہیں آتا اور کسی کی تنبیہ کو خاطر میں نہیں لاتا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عمر! ایسامت کہو وہ خدا اور اس کے رسول کو دل سے دوست رکھتا ہے۔

نواں واقعہ: کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مسلمان قلعہ قموص کے محاصرہ میں مشغول تھے آنحضرت ﷺ کے سر میں درد تھا، اس وجہ سے بنفس نفیس میدان جنگ میں موجود نہ تھے لیکن روزانہ مہاجرین و انصار میں سے کسی ایک سردار کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر جنگ کے لیے بھیجتے رہے چونکہ قلعہ قموص دوسرے قلعوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا وہ جلد فتح نہیں ہو رہا تھا کہ ایک روز امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنگ کے درپے ہوئے اور جھنڈا اٹھا کر حامیان اسلام کے ساتھ قلعہ کی دیواروں کے پاس پہنچنے کی کوشش کی اور انتہائی جدوجہد کے باوجود کامیابی نہ ہو سکی۔ دوسرے روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم لے کر بہادروں کی جماعت کے ساتھ کفار کے ساتھ لڑے اور دونوں گروہوں میں عظیم جنگ ہوئی لیکن اس رات بھی بے نیل مراد لوٹے۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انکے ساتھ جنگ کی اور بڑی کوشش اور جدوجہد کے باوجود حسب سابق مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

نقل ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ کو قلعہ کی دیواروں کے پاس لے گئے ہرچند کو وہ بے انتہا کوشش کرتے لیکن فتح حاصل نہ ہوئی۔

رات کے وقت خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات نے یوں فرمایا کہ لاعطین الرایۃ عذار جلا کرار اغیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح علی یدہ، اور کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس غزوہ کے شروع سے آشوب چشم کی وجہ سے اس میں حاضر نہیں تھے اور مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں آنحضرت ﷺ کی مفارقت ان کے ضمیر پر گراں گزری اور اس نور دیدہ کی جدائی کی تکلیف آنکھوں کی تکلیف سے بدرجہا بڑھ گئی، تکلیف کے باوجود سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے متوجہ ہوئے، سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات آنحضرت ﷺ نے یہ کلمہ زبان مبارک سے ادا فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جوش و خروش پیدا ہوا کہ دیکھیں کل ہم سے جھنڈا کسے ملتا ہے، بریدہ بن خصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ قربت کا گمان تھا کہ صاحب علم وہ ہوگا اور قریش کی ایک جماعت ایک دوسرے سے کہتی کہ طے شدہ بات ہے کہ اس مرد سے مراد علی بن ابی طالب نہیں ہیں کیونکہ وہ آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے مدینہ میں ہیں اور وہ اپنے قدموں کی جگہ کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جب آنحضرت ﷺ کی مخبر ارخبر حیدر رضی اللہ عنہ کے کان میں پہنچی فرمایا اللھم لا معصی لما منعت ولا مانع لما اعطیت ، خداوندا! کوئی شخص وہ چیز کسی کو نہیں دے سکتا جسے تو روک لے اور کوئی روک نہیں سکتا اس چیز کو جسے تو عطا کرے۔

اگلی صبح لشکر اسلام کے جانثار محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جمع ہوئے اور ان سپہ سالاران لشکر میں سے ہر ایک اس گمان میں تھا کہ لشکر کی قیادت اسے ہی سونپی جائے گی۔ سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھا اور پھر اٹھا اس امید پر کہ میں علمبردار ہوں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس دن کے سوا میں نے کبھی امارت کو پسند نہیں کیا جب آنحضرت ﷺ خیمہ سے باہر آئے تو فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ لوگوں نے ہر طرف سے کہا کہ ان کی آنکھیں اس طرح دکھتی ہیں کہ اپنے پاؤں کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے لاؤ، علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر لایا گیا آنحضرت ﷺ نے آپ ؓ کے سر کو اپنی ران پر رکھ کر اپنی لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا فی الفور آشوب چشم جاتا رہا اور آپ ؓ کی نرگسی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ اچھی ہوگئیں، آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی اللھم اذھب عنہ الحر والقر ،حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے میں سردی اور گرمی سے کبھی بھی پریشان نہیں ہوا۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں آپ روئی سے بھرا ہوا لباس پہنتے تھے اور اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور سخت سردیوں میں باریک لباس پہنتے تھے اور اس سے انہیں کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا جبکہ اس واقعے کے بعد پھر آپ ؓ کی آنکھوں کو تکلیف نہیں ہوئی، القصہ امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آشوب چشم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گئے آنحضرت ﷺ نے جھنڈا آپ کو دیا، زرہ بھی پہنائی اور ذوالفقار (تلوار) آپ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا جاؤ اور جب تک اللہ تعالیٰ فتح نہ دے دے کسی طرف پسپا نہ ہونا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے جب کچھ فاصلہ طے کر لیا آنحضرت ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ ماذا اقاتل، آنحضرت ﷺ نے فرمایا قاتلھم حتی یشھدو الا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ ، فاذا فعلوا ذالك منعوا منا دمائھم وامامھم الا تجھھا وحسابھم علی اللہ۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم اٹھالیا اور راستہ میں آگے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ میں ان کے ساتھ جنگ کروں اگر وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا بلی یا علی، جنگ میں جلدی نہ کر، تو سیدھا چلا جا یہاں تک کہ ان کے میدان میں جا اتر ے پھر انہیں اطلاع دے، خدا کی قسم اگر تیرے طفیل ان میں سے خدا تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو تیرے لیے یہ بات بہتر ہے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کے دین کی تائید میں چل پڑے اور قلعہ قموص کے نواح میں پہنچے، اپنے جھنڈے کو ایک پتھر کے ٹیلے پر گاڑ دیا جو قلعہ کے دروازے کے پاس تھا، اس وقت یہودیوں کے ایک عالم نے جو قلعہ کے اوپر کھڑا تھا پوچھا، اے علمبردار! تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں علی بن ابی طالب ہوں، یہودی نے اپنی قوم سے خطاب کر کے کہا، **غلبتھم وما انزل علی موسیٰ** موسیٰ علیہ السلام کی توریت کی قسم ہم مغلوب ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شخص اپنی قوم کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے آیا حارث یہودی مرحب کا بھائی تھا، جنگ شروع کی اور دو مسلمانوں کو شہید کر دیا اس وقت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے یہودی کو جہنم رسید کر دیا، مرحب کو جب اپنے بھائی کے قتل ہو جانے کا علم ہوا، بہادران خیبر کے ایک گروہ کے ساتھ مسلح ہو کر پورے غیض وغضب سے انتقام لینے کی خاطر باہر نکلا، کہتے ہیں کہ وہ قوی جنگجو تھا اس روز اس نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور دو تلواریں حمائل کیے ہوئے سر پر دو عمامے باندھ کر ان کے اوپر لوہے کی خود رکھے میدان جنگ میں آیا اس نے اس قدر جرأت و بہادری کا اظہار کیا کہ مسلمانوں میں سے کسی کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی لامحالہ شاہ مرداں، شیر یزداں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کی طرف لپکے۔

کہتے ہیں کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شیر اسے قتل کر رہا ہے جب حضرت علی نے پہلا مصرع جو آپ کو شیر کا نام رکھنے پر مبنی تھا پڑھا اسے اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی لیکن قضائے الٰہی کو تبدیل نہیں کر سکا، میدان میں آ کر پہل کرتے ہوئے اس نے حضرت علیؓ پر تلوار کا وار کرنا چاہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی اس کے سر پر ذوالفقار کا وار کر دیا جو ڈھال، خود اور دونوں عماموں سے گزرتے ہوئے اس کے دانتوں تک پہنچ گئی۔ ایک روایت ہے کہ گھوڑے کی زین تک دو ٹکڑے کر دیا، پس مسلمان حضرت علی کی مدد سے میدان جنگ میں آئے اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور یہودیوں کے سات سردار اور بہادر حضرت علی کی تلوار سے قتل ہوئے۔ باقی یہودی شکست کھا کر اپنے قبائل کی طرف بھاگ نکلے، کہتے ہیں کہ شاہ مرداں ان کے پیچھے روانہ ہوئے، اسی اثناء ایک مخالف نے حضرت علی کے ہاتھ پر اس طرح ضرب لگائی کہ آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی اور ایک دوسرے یہودی نے (جو سردار تھا) ڈھال اٹھا کر بھاگ گیا۔ حضرت علی اس واقعہ سے بہت غضبناک ہوئے اور قلعہ قموص کے دروازہ پر پہنچے اور خندق سے کود کر فولادی قفل توڑا۔ پھر دروازہ کو پکڑ کر پہلے اکھاڑا پھر اسے ڈھال بنا لیا۔ امام باقر سے منقول ہے کہ جب حضرت علی نے خیبر کے دروازہ کو پکڑ کر ہلایا اور اکھاڑا تو وہ تمام قلعہ اس طرح لرزنے لگا کہ حي بن اخطب کی مٹی تخت کے اوپر سے گر پڑی اور اس کا منہ زخمی ہو گیا۔ جنگ سے فراغت کے بعد اس دروازہ کو پیچھے پھینک دیا۔

کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے سات طاقتور آدمیوں نے متفق ہو کر ہر ممکن کوشش کی کہ اسے الٹا دیں نہ الٹا سکے۔ چالیس آدمی اٹھے تاکہ اسے مل کر اٹھائیں تو وہ بھی نہ اٹھا سکے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس کا وزن آٹھ سو من تھا، حضرت علی سے مروی ہے کہ خیبر کے دروازہ کو میں نے روحانی طاقت سے اکھاڑا، جسمانی طاقت سے نہیں اکھاڑا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب وہ چالیس آدمی اس دروازہ کو اٹھانے سے عاجز آ گئے تو حضرت علی کو تعجب ہوا اور اس قوت و طاقت پر انہوں نے ناز کیا اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد، علی کو اس دروازہ کو دوبارہ اٹھانے کیلئے فرمائیں حضرت علی دروازہ کو اٹھانے کے لیے گئے ہر چند کوشش کی لیکن اسے جنبش تک نہ دے سکے، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، حق تعالیٰ فرماتے ہیں تاکہ علی کو معلوم ہو جائے کہ اس وقت وہ نہیں تھا بلکہ ہم تھے، لامحالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے روحانی قوت سے اکھاڑا ہے جسمانی قوت سے نہیں۔

القصہ جب قلعہ قموص کے باشندوں اور خیبر کے تمام قلعوں کے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس قسم کا عجیب کام مشاہدہ کیا، انہوں نے تمام قلعوں سے الاماں الاماں کی فریاد کی، حضرت علی نے آنحضرت سے اجازت طلب کی، آنحضرت کی اجازت سے اہل خیبر کو امان دے دی اس شرط پر کہ ہر مرد ایک اونٹ کا بوجھ طعام لاد کر لے جائیں اور ان شہروں سے باہر نکل جائیں، نقدی، اسلحہ اور تمام سامان مسلمانوں کے پاس چھوڑ جائیں اور کوئی چیز پوشیدہ اور مخفی نہ رکھیں جب آنحضرت ﷺ کے سمع ہمایوں میں خیبر فتح کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ بہت خوش و مسرور ہوئے، جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کفار کی مہم سے فارغ ہو کر سید ابرار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ ان کے استقبال کے لیے خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے، علی سے معانقہ کیا، دونوں آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا قد بلغی ثبارك المشكور روضعك المذكور قد رضى الله عنك ورخبت انا عنك، خدا تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور میں تجھ سے راضی ہوں۔

منقول ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا تو حضرت علیؓ پر رقت طاری ہوگئی، پوچھا یہ خوشی کے آنسو ہیں یا غم کے ، عرض کیا، یہ خوشی کے آنسو ہیں، میں کیوں خوش نہ ہوں اور شادمانی نہ کروں کہ خدا اور اس کا رسول مجھ سے راضی ہیں آنسرور ﷺ نے فرمایا میں تم سے راضی، خدا عزوجل جبرئیل، میکائیل اور تمام فرشتے تم سے راضی ہیں۔

کہتے ہیں کہ قلعہ قموص میں جس کا والی کنانہ بن ابی الحقیق تھا ایک سو ڈھال چار سو تلواریں، ہزار نیزے اور پانچ سو کمانیں ملیں اور بے شمار مال و اسباب جمع ہوا جب قلعہ تطاط فتح ہوا کنانہ نے ایک اونٹ کے چمڑے میں جو سونے، زیور اور جواہرات سے بھرا ہوا تھا اور باپ سے اسے وراثت میں ملا تھا مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے جو اس کے دل پر طاری تھا اسے ویرانے میں دفن کر دیا۔ چونکہ شادیوں اور جشن کے موقع پر لوگ اس کے پاس بطور رہن بھیجتے تھے آنحضرت ﷺ کو اس کا علم تھا۔ فتح کے بعد آنحضرت ﷺ خیبر کے قلعہ میں تشریف لائے کنانہ کو بلا کر اس سے اس خزانہ کے متعلق دریافت فرمایا اس کے متبعین نے جواب دیا یا ابا القاسم! سامان جنگ کی تیاری اور ضروریات میں خرچ ہوگیا اور اس سے کچھ بھی باقی نہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر یہ جھوٹ ثابت ہوا تو تمہارا خون مباح ہو گا اور تمہیں امان نہیں ہوگی، انہوں نے کہا منظور ہے، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت علی اس قضیہ پر گواہ ہوئے اور یہود کی ایک جماعت کو بھی گواہ بنایا۔ خیبر کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کنانہ سے کہا محمد ﷺ جو کچھ تجھ سے طلب کرتے ہیں اگر تمہارے پاس ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے تو محمد ﷺ کو بتا دو ورنہ خدا کی قسم! حق تبارک وتعالیٰ اسے اس پر مطلع کر دے گا اور تو ذلیل ہوگا اور بھی نصیحت آمیز درشت باتیں کنانہ سے کہیں لیکن کنانہ نے اس کی نصیحت کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس سے آگاہ فرمایا کہ وہ خزانہ کہاں ہے، کنانہ کو آنحضرت ﷺ نے طلب فرمایا کہ آسمانی خبر کی بناء پر تم جھوٹے نکلے اور دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت نے سلام بن ابی الحقیق کے لڑکے ثعلبہ سے پوچھا کہ تجھے اس خزانہ کی کوئی خبر ہے اس نے کہا مجھے اس قدر معلوم ہے کہ کنانہ فلاں جگہ کے گرد گھومتا پھرتا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ خزانہ اس جگہ پر ہو، اس پر آنحضرت ﷺ نے زبیر کو مسلمانوں کی ایک جماعت دے کر بھیجا انہوں نے تلاش کر کے اس خزانہ کو نکال لیا، چونکہ اس غدر کی وجہ سے جو ان کی طرف سے ظہور پذیر ہوا یہود کا خون مباح ہوگیا، اس فریب اور دھوکے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے کنانہ کو محمد مسلمہ کے سپرد کر دیا اس نے اپنے بھائی محمود کے بدلے اسے قتل کر دیا لیکن باقی یہود اور ان کی عورتوں کے خون معاف کر دیے اور ان کے احوال سے درگزر فرمائی۔ اہل خیبر سے مسلمانوں کو بے شمار مال و اسباب اور چوپائے حاصل ہوئے قیدیوں میں کنانہ کی بیوی صفیہ بھی تھی جو دحیہ کلبی

کے حصہ میں آئی تھی، آنحضرت ﷺ نے اس کے عوض معتد بہ چیز دے کر اس سے صفیہ کو لے لیا اور اسے آزاد کر کے صفیہ کی آزادی کو مہر قرار دے کر اپنے نکاح میں لائے اور امہات المومنین میں شامل فرمایا۔ نقل ہے کہ فتح خیبر سے پہلے صفیہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند اس کی گود میں گرا، صفیہ نے اس خواب کو اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا، کنانہ نے کہا کہ شاید تو یہ خواہش رکھتی ہے کہ تو اس بادشاہ کی بیوی بنے جو ہماری سرزمین میں آیا ہے ایک سخت تھپڑ اس کے چہرہ پر مارا چنانچہ اس کی آنکھوں کے گرد نیل پڑ گیا۔ شب زفاف میں بھی اس تھپڑ کا نشان ابھی باقی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا سبب پوچھا تو صفیہ نے واقعہ بیان کیا۔

دسواں واقعہ: غنائم خیبر کا جمع کرنا اور ان کی تقسیم آنحضرت ﷺ نے فردہ بن عمرو بیاضی کو حکم فرمایا کہ غنائم خیبر کو قلعہ نطاۃ میں جمع کرے، اس نے حسب الارشاد، اسباب واموال، اسلحہ اور بے شمار حیوانات اس قلعہ میں جمع کر دیے، رسول اللہ ﷺ کا منادی ندا کرتا تھا کہ جس نے خیبر کے مال اسباب میں سے کوئی چیز لی ہو وہ پوشیدہ و مخفی نہ رکھے اور امیر غنیمت کے پاس پہنچا دے یقیناً غنیمت میں خیانت، قباحت میں شرم عیب اور آتش دوزخ کا سبب ہوگی، کہتے ہیں کہ ایک سیاہ غلام تھا۔ کرہ نامی آنحضرت ﷺ کے سفر کا سامان اس کے پاس ہوتا تھا وہ فوت ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ کی آگ میں ہے اس کے حالات کی تفتیش کی تو اس کے سامان میں سے غنائم خیبر میں سے ایک پشمینہ نکلا جس پر اس نے تقسیم سے پہلے تصرف کیا تھا۔ القصہ جب تمام مال اسباب جمع ہو گیا زید بن ثابت نے اہل لشکر کو جمع کیا ایک ہزار چار سو مرد تھے، خمس نکالنے کے بعد ان غنائم کو ان لوگوں پر تقسیم کیا، مرد کو ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصے دیئے وہ عورتیں جو لشکر کی خدمت کے لیے تھیں اور مریضوں اور زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی تھیں انہیں بھی کچھ دے دیا مگر حصہ مقرر نہیں دیا اور وہ لوگ جو خیبر کی جنگ میں موجود نہیں تھے انہیں غنائم خیبر میں سے کچھ نہ دیا صرف مہاجرین حبشہ کو دیا۔

گیارہواں واقعہ

یہودیوں کا آنحضرت ﷺ کو زہر دینا

صحیح احادیث میں وارد ہے کہ جب خیبر کے قلعے فتح ہو گئے، زینب بنت حارث یہودی جو مرحب کی خواہر زادہ تھی، جب اسے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ دستی اور شانہ کے گوشت کو پسند کرتے ہیں اس نے بکری ذبح کی اور اس کی دستی اور دونوں کندھوں میں زہر ملایا اور بھون کر شام کے وقت ہدیہ کے طور پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائی، آنحضرت ﷺ نے حاضرین سے فرمایا آیئے رات کا کھانا کھا لیں، بکری کا گوشت جدا کیا، پیغمبر ﷺ نے دستی کے گوشت سے ایک لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھا جب اسے چبایا اسی اثناء میں صحابہ سے خطاب فرمایا کہ اس کھانے سے ہاتھ اٹھا لو کیونکہ یہ گوشت مجھے کہتا ہے میں زہر آلود ہوں۔ بشر بن البرجس نے اس میں سے ایک لقمہ اٹھا کر کھا لیا تھا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے چباتے وقت کراہت اور نفرت محسوس کی میں نے ارادہ کیا کہ اسے منہ سے نکال دوں اور باہر پھینک دوں پھر میں نے سوچا، ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کو کھانے میں انقباض پیدا ہو، بشر کا چہرہ اٹھنے سے پہلے سبزہ و سیاہ ہو گیا اور ایک سال بیمار رہ کر فوت ہو گیا اور ایک روایت ہے کہ اسی وقت فوت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ کے حکم پر زینب اور رؤسائے حاضر ہو گیا۔ اور ان سے فرمایا میں تم سے سوال کرتا ہوں سچ کہو گے، انہوں نے کہا ہاں، ان سے پوچھا تمہارا باپ کون ہے، انہوں نے کہا فلاں، آپ ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی۔ پھر فرمایا میں تم سے ایک اور خبر

پوچھوں گا۔ سچ بتاؤ گے، انہوں نے کہا ہاں اگر ہمارا جواب ٹھیک نہ ہوا تو آپ ﷺ کو یقیناً معلوم ہو جائے گا جیسا کہ پہلے معلوم ہو گیا یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس بکری کے گوشت میں تم نے زہر ملایا تھا؟ زنیب نے کہا ہاں، میں نے یہ حرکت کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ ایسا کرنے کا کیا سبب ہے۔ زنیب نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے میرے باپ، خاوند اور چچا کو قتل کیا، میں نے کہا کہ آپ ﷺ گر دعویٰ نبوت میں جھوٹے ہیں تو لوگوں کو اس سے نجات ہو جائے گی اور اگر سچے ہیں تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ ﷺ کو اس سے آگاہ کر دے گا اور آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے زینب کو معاف کر دیا اور ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل کر دیا گیا۔

زفاف ام حبیبہ بنت ابوسفیان

یہ پہلے عبداللہ جحش کی زوجہ تھیں، بعثت کے سال اپنے خاوند کی مرضی سے مسلمان ہوئیں ان کا نام آملہ تھا، حبیبہ نام کی ایک لڑکی ان سے متولد ہوئی اسی لیے ام حبیبہ کے نام سے مشہور ہوئیں، دوسری مرتبہ جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو کہتے ہیں کہ ان کا خاوند آخر کار عیسائی ہو گیا اور ارتداد کی حالت میں فوت ہو گیا، لیکن ام حبیبہ اسلام پر ثابت قدم رہیں یہاں تک کہ انہی دنوں عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بطور قاصد حبشہ میں گئے۔

ام حبیبہ نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص اسے ام المومنین کہہ کر پکارتا ہے، خواب کی یہ تعبیر کر کے (کہ وہ آنحضرت ﷺ کی فراش ہوگی انتظار کر رہی تھیں) یہاں تک کہ عمرو نجاشی کی مجلس میں پہنچا اور سید کائنات ﷺ کے مکتوبات کو پہنچایا۔ مروی ہے کہ نجاشی کی ایک لونڈی تھی جس کا نام ابرہہ تھا اسے نجاشی نے ام حبیبہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے یہ خوش خبری سنائے اور اسے نکاح کے لیے وکیل مقرر کرنے کے لیے کہے، ام حبیبہ یہ پیغام سن کر بہت خوش ہوئیں اور جو زیور بھی ہاتھ پاؤں اور انگلیوں میں تھے اسی خوشی کے صلہ میں ابرہہ کو بخش دیئے اور خالد بن سعید بن عاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے ایک مجلس منعقد کی اور جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مسلمان جو حبشہ میں موجود تھے کو جمع کیا اور ام حبیبہ کا بذریعہ وکیل آنحضرت ﷺ سے نکاح کر دیا نجاشی نے خود خطبہ پڑھا۔ چار سو مثقال سونا اور ایک روایت کے مطابق چار ہزار درہم حق مہر مقرر کیا۔ دستر خوان بچھایا اور نقد مہر خالد بن سعید کو دیا اور اسے ام حبیبہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرے جب وہ درہم وسونا ام حبیبہ کے پاس پہنچے اسی وقت پچاس مثقال سونا اس میں سے ابرہہ کے پاس بھیجا اور معذرت کی کہ خوشخبری سنانے کے روز اس کی مناسب خدمت نہیں کر سکی اب یہ حقیر رقم قبول کر لے پس ابرہہ نے جو پہلے لیا تھا اور اس کے آخری تحفہ کو جمع کیا اور ام حبیبہ کی خدمت میں بھیجا اور کہا آپ اس کی زیادہ حق دار ہیں کیونکہ آپ شوہر کی خدمت میں جا رہی ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچیں میرا اسلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ میں ان کے دین میں ہوں اور ہمیشہ ان پر درود بھیجتی ہوں۔

اور نجاشی کی عورتوں نے بہت سی خوشبو مہیا کر کے ام حبیبہ کو دی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ جب اس عقد کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے شرجیل بن حسنہ کو بھیجا وہ انہیں مدینہ لے آیا مدینہ میں آنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے زفاف فرمایا اور ابرہہ کا سلام اور وہ کیفیت جو گذری عرض کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ام حبیبہ کی عمر ان دنوں تیس سال سے کچھ اوپر تھی۔ معتبر کتابوں میں ان کی

مرویات پینسٹھ احادیث ہیں۔ ان میں سے دو متفق علیہ ہیں اور دو فرد مسلم میں صحابہ اور صحابیات کی ایک جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔ ان کی وفات چوالیس ہجری میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

زفاف صفیہ بنت حیی بن اخطب

کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ خیبر سے لوٹے تو وادی القری کی طرف متوجہ ہو کر صہبا کے مقام پر پہنچے اس جگہ صفیہ کے ساتھ زفاف فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اس جگہ کو ہموار کریں اور اس پر فرش آراستہ کر دیں، کھجوریں، روغن اور پنیر جمع کیا اور طعام تیار کیا اور صفیہ کی دعوت ولیمہ اس طعام سے کی۔ منقول ہے کہ صفیہ کی شب زفاف میں ابو ایوب انصاری نے تمام رات سید الرسل ﷺ کے خیمہ کے گرد پہرہ دیا جب صبح ہوئی اور آنحضرت ﷺ کو اس حال کی اطلاع ہوئی دس مرتبہ اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ صفیہ کے حق میں نظر کرم رکھتے تھے اور ان کا بہت خیال فرماتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی مخالقات میں سے وہ بھی تھیں۔ کتب معتبریہ میں دس احادیث ان سے مروی ہیں ان میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی احادیث رسول اللہ ﷺ سے مرسل واقع ہوئی ہیں یعنی آنحضرت ﷺ سے بے واسطہ بیان نہیں کیں بلکہ دوسری ازواج مطہرات کے واسطہ سے بیان کی ہیں۔ مثل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن اسمہا وحفصہ وغیرھم۔ ان کا سال وفات مختلف فیہ ہے ان کا مزار بھی جنت البقیع میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے سورج کا پلٹنا

منزل صہبا میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھا ہوا تھا کہ وحی کے آثار آنحضرت ﷺ پر ظاہر ہوئے اور نزول وحی کا زمانہ اس قدر طویل ہوا کہ سورج غروب ہونے کے لیے مغرب کی طرف چلا گیا۔ جب وحی ختم ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ نہیں، آنحضرت ﷺ نے مناجات شروع کی اور کہا خداوندا! علی اگر تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں تھا تو سورج کو اس کے لیے لوٹا دے تا کہ وہ عصر کی نماز ادا کر سکے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے حبیب کی دعا قبول فرمائی۔ ڈوبا ہوا سورج پھر لوٹ آیا۔ چنانچہ اس کی شعاعیں پہاڑوں اور جنگلوں پر پڑنے لگیں تمام روئے زمین کی مخلوق نے کھلی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا اور بہت متعجب ہوئے۔

غزوہ یہود وادی القری

کہتے ہیں کہ جب وادی القری کے یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کی آمد کے متعلق سنا۔ بعض مشرکین کی امداد کے لیے اسباب جنگ کی تیاری کر کے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور صفیں باندھ لیں۔ آنحضرت ﷺ نے بھی صفیں درست کرنے کا حکم فرمایا اور اپنے جھنڈے کو اپنے ساتھیوں میں سے ایک سردار کے سپرد کر دیا اس نے مخالفین کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے کر کہا کہ ایمان لے آؤ تا کہ تمہاری جانیں اور اموال محفوظ رہیں۔ اور تمہارے حساب خدا تعالیٰ کے سپرد ہوں۔ انہوں نے اس نصیحت کو قبول نہ کیا اور جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کہتے ہیں کہ مشرکین

میں سے ایک شخص نے صف سے باہر میدان میں کھڑا ہو کر چیلنج کیا۔ حضرت زبیرؓ نے اسے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پھر دوسرا جرأت کر کے میدان جنگ میں نکلا۔ اسے بھی حضرت زبیرؓ نے دوزخ میں پہنچا دیا ایک اور کافر آگے بڑھا اسے حضرت علی نے قتل کر دیا۔ دوسرے دو اشخاص کو ابو رجانہ نے قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اس روز دس یا گیارہ اشخاص مخالفین کے قتل ہوئے۔ جب شام ہوئی تو فریقین اپنی اپنی جگہوں پر لوٹ گئے۔ علی الصبح دونوں طرف سے تلواریں میان سے کھینچ لی گئیں لیکن یہودی زیادہ دیر مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ لشکر اسلام کو بے حدو حساب مال غنیمت حاصل ہوا۔

قضاء نماز کا قصہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات رسول اللہ ﷺ نے جبکہ خیبر سے مراجعت فرمائی رات کے آخری حصہ میں آپ ﷺ پر نیند نے غلبہ کیا۔ سونے کے لیے اترے۔ بلالؓ سے فرمایا کہ تم آج رات جاگتے رہو اور ہمارے لیے صبح کا خیال رکھو اور ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی نیک مرد ہے جو آج رات جاگتا رہے اور صبح کی نماز کے وقت ہمیں جگائے بلالؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں یہ کام کروں گا۔ پس سید عالم ﷺ آرام فرمانے لگے اور صدیق رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو بیداری اور حفاظت کی نصیحت کی۔ بلالؓ نماز میں مشغول ہو گئے جس قدر وہ پڑھ سکتے تھے پڑھی اور پھر صبح کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک انہیں نیند آ گئی۔ تقدیر الٰہی سے آنحضرت ﷺ اور صحابہ پر نیند غالب آ گئی آپ ﷺ اس وقت بیدار ہوئے جب تیز دھوپ نکل آئی۔ جو شخص سب سے پہلے بیدار ہوا وہ آنحضرت ﷺ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بلال کو پکارا وہ فی الفور بڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور معذرت کرنے لگے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جو چیز آپ ﷺ پر غالب ہوئی تھی مجھے بھی وہی صورت پیش آئی۔ حضرت بلالؓ نے کہا تمام دوست مجھے ملامت کرنے لگے خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اس تاریک منزل سے کہ وادی شیطان ہے، کوچ کریں کچھ فاصلہ پر گئے پھر اتر پڑے، وضو کیا اور نماز کے لیے اذان کہی اور صبح کی نماز باجماعت قضاء ادا کی۔ آنحضرت ﷺ نے دوستوں کو اس حال سے مضطرب پایا۔ آپ ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا یقیناً خدا تعالیٰ نے ہماری جانیں قبض کی ہوئی تھیں اگر وہ چاہتا تو اس وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں واپس کرتا جب تم میں سے کوئی شخص سو جائے یہاں تک کہ اس کی نماز فوت ہو جائے یا نماز بھول جائے تو جب وہ بیدار ہو یا یاد آئے اپنی نماز قضاء ادا کرے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا من نام عن الصلوۃ اولنبھا فلیصلیھا اذا ذکرھا قالھا وقتھا۔ نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا یقیناً شیطان بلال کے پاس آیا وہ کھڑا نماز ادا کر رہا تھا اسے تکیہ دیا اور خواب کو اس کی نگاہ میں آراستہ کیا اور اسے آرائش دیتا رہا جیسے بچے کو سلاتے ہیں پھر بلال کو بلایا اور واقعہ کی کیفیت اس سے پوچھی بلال نے وہی کیفیت بیان کی جیسے آنحضرت ﷺ نے صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان فرمائی تھی کہ صدیق اکبر نے کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔

عمرۃ القضایا

اسے عمرۃ القضیہ اور عمرۃ الصلح بھی کہتے ہیں۔ اہل سیرت رحمہم اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے فتح مندی کے ساتھ خیبر سے فراغت پائی، مکہ و مدینہ کے نواح میں بسنے والے مسلمانوں کو پیغام بھجوایا کہ تمام عمرہ کے اسباب کی تیاری کریں اور فرمایا کہ وہ تمام صحابہ

جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے اس سفر میں ضرور ساتھ ہوں ان میں سے کوئی شخص پیچھے نہ رہے وہ لوگ جو اس وقت زندہ تھے انتظامات کر کے حضور ﷺ کے ساتھ ہو لئے۔ چھ سو اشخاص ان کے علاوہ تھے جو بیت رضوان میں ساتھ نہیں تھے، وہ بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور دس ہزار اشخاص اور ایک ہزار گھوڑوں کے ساتھ بے شمار ہتھیار از قسم خود، زرہ اور تلوار اور ساٹھ اونٹ ہدی ایک روایت کے مطابق ستر اونٹوں کے ساتھ ماہ ذی القعدہ ۷ ھ میں برکات وانعامات کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مدینہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کیا اور اسلحہ کو بشر بن سعد کے سپرد فرمایا ان دونوں سعادت مند دوستوں کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت کر دی اور ان کو پہلے روانہ کر دیا۔ بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ کوئی ہتھیار مکہ میں نہیں لائیں گے صرف تلوار ہو گی اور وہ بھی نیام میں، آپ ﷺ نے فرمایا میں انہیں حرم میں نہیں لے جاؤں گا لیکن یہ احتیاط کے طور پر لے جاتا ہوں کہ اگر قوم اپنا عہد توڑ دے تو ہتھیار ہمارے نزدیک ہوں۔ جب محمد بن مسلمہ اور بشر بن سعید مرالظہر ان پہنچے تو قریش کی ایک جماعت نے ان سے ملاقات کی اور حالات دریافت کیے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا، پیغمبر ﷺ کل یہاں نزول فرمائیں گے، ان میں اضطراب پیدا ہوا وہ تیزی سے مکہ پہنچے اور قریش کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لے کر مکرز بن مفضل کو بھیجا۔ اس نے حضور ﷺ سے اسلحہ ساتھ لانے کی حکمت دریافت کی تو حضور ﷺ نے وہی جواب دیا جو اس سے پہلے اپنے رفقا کو دیا تھا۔ مکرز نے جو سنا تھا قریش کو کہہ دیا، اس پر ان کو اطمینان ہوا پھر حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنے ہدی کے اونٹوں کو لے جا کر پہلے ذی طوی میں ٹھہرایا گیا اور ام حبیبہ کو دوسرے مقام پر جسے بطن یا جحیتے تھے اتارا۔ ایک جماعت کو ان کی حفاظت پر مقرر کر کے خود ناقہ قصوی پر سوار ہوئے۔

مسلمان حضور ﷺ کے ہمرکاب تھے، کچھ پیدل اور بعض سوار، تلواریں حمائل کیے ہوئے روانہ ہوئے۔ تلبیہ کہتے ہوئے حجوں کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے حضور ﷺ اسی طرح سوار مسجد حرام میں تشریف لائے۔ عبداللہ بن رواحہ نے قصوی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی حضور ﷺ تلبیہ فرما رہے تھے اور ابن مجن کے ساتھ جو آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھا استیلام حجر فرمایا کہ سواری کی حالت میں طواف کیا۔ صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے حکم سے طواف کیا۔ حضور ﷺ نے یوں فرمایا کہ صحابہ پہلے تین چکروں میں تیزی کے ساتھ چلیں اور باقی چار میں حسب دستور، تیزی سے مقصود یہ تھا کہ اس دوران میں مشرکین کہتے تھے کہ محمد ﷺ اس جماعت کے ساتھ آئے ہیں جسے مدینہ کے نجار اور اس ہوا کی عفونت نے ست کر دیا ہے۔ جب قریش نے پہاڑ کے اوپر سے دیکھا کہ مسلمان چست و چالاک، تندرست اور طاقت ور ہیں تو ایک دوسرے سے کہا وہ جماعت جس کے متعلق ہم گمان کرتے تھے کہ مدینہ کی سرزمین کی حرارت نے انہیں ضعیف اور کمزور کر دیا ہے وہ اب صحیح المزاج اور تندرست ہیں اور جرأت و بہادری سے موصوف ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عبداللہ رواحہ تو حضور ﷺ کے حضور میں اور اللہ جل ذکرہٗ کے حرم میں شعر پڑھتا ہے، آنسرور ﷺ نے فرمایا اے عمر! اس کے یہ شعر کفار میں تیر سے زیادہ کارگر ہیں، پھر عبداللہ رواحہ کو فرمایا کہو، لا الہ الا اللہ وحدہ ونصر عبدہ

اعز جندہ، وھزم الاحزاب عدوہ۔ ابن رواحہ نے یہ ذکر شروع کر دیا صحابہ نے بھی اس کی موافقت کی پھر حضور ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہدی کے جانوروں کو مروہ کے قریب رکھیے کیوں کہ یہ قربان گاہ ہے۔ اسی جگہ حضور ﷺ کے حکم سے ہدی کے اونٹوں کی قربانی دی گئی پھر معمر بن عبداللہ عدوی کو طلب کیا اور اس نے سر مبارک مونڈا۔ صحابہ نے بھی متابعت کی پھر صحابہ کی ایک جماعت کو جس نے عمرہ ادا کر لیا تھا کہ وہ بطن نخلہ جائیں اور گھوڑوں کے نگہبانوں کو بھیجیں تاکہ وہ بھی عمرہ ادا کر لیں۔ آنحضرت ﷺ کعبہ سے باہر آئے ظہر کی نماز تک وہاں ٹھہرے۔ حرم سے فارغ ہونے کے بعد جعفر بن ابی طالب کو فرمایا کہ میمونہ بنت حارث بلالیہ کو حضور ﷺ کے لیے طلب کرے۔ میمونہ نے اپنی مہم کو عباس کے سپرد کر دیا۔ جو کہ میمونہ کی بہن کے خاوند تھے۔ حضرت عباس نے حضور ﷺ کے ساتھ اس کا عقد نکاح باندھا۔

جب حضور ﷺ کی تشریف آوری سے تین روز گزر گئے۔ چوتھے روز سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا مقررہ وقت گزر چکا ہے، ہمارے ملک سے جلد باہر نکل جائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر میں تمہارے درمیان رہ کر میمونہ کی عروسی کروں اور تمہارے لیے طعام تیار کروں تو کیا ہرج ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں آپ ﷺ کے طعام کی ضرورت نہیں، اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اس عہد کی بناء پر جو ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان طے ہوا ہے ہماری سرزمین سے باہر چلے جائیں۔ سعد بن عبادہ جو حاضرین مجلس میں سے تھا سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزی کی سخت باتوں سے ضبط نہ کر سکا، سہیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا: کذبت لا ام لک لیست بارضک و الارض اسک لا اخرج بھا الا طائعا، تو نے جھوٹ کہا تیری ماں مرے، یہ نہ تیری زمین ہے نہ تیرے باپ کی ہم یہاں سے اپنی خوشی سے ہی جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا سعد کو تسلی دی اور آپ ﷺ کے حکم سے کوچ کا اعلان کر دیا اور حکم دیا کہ مکہ میں رات کو کوئی شخص نہ رہے۔ حضور ﷺ کی حرم محترم تھی لے آئے۔ کہتے ہیں کہ ام عمارہ دختر سید الشہدا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ام سلمہ بنت عمیس کے ساتھ مکہ میں رہتی تھی جو کہ اس کی جائے پیدائش تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق حضور ﷺ سے بات کی کہ ہم کیوں اپنی چچازاد بہن کو مشرکین میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہم اسے اپنے ساتھ لے چلیں۔ حضور ﷺ نے چونکہ ام عمارہ کو ساتھ لے جانے سے منع نہیں فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے ہودج میں بٹھا کر مدینہ لے آئے جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو حضرت علی، جعفر اور زید بن حارث رضی اللہ عنہم کے درمیان اس کی کفالت کے متعلق گفتگو ہوئی ہر شخص اس کی پرورش کا مدعی تھا چونکہ اس کی خالہ حضرت جعفرؓ کے گھر تھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جعفر اس کی دیکھ بھال کرے حضرت جعفر اس بات سے بہت خوش ہوئے اور نجاشی کے ملازمین کے دستور کے مطابق انتہائی خوشی سے ایک قدم آنحضرت ﷺ کے گرد گھوما کیونکہ حبشہ کی رسم تھی کہ جب بادشاہ انہیں خوش کرتا تو وہ ایسا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے بادشاہ غسان جبلہ بن الایہم کو خط لکھا اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ خط جب اس کے پاس پہنچا ایمان لاتے ہوئے اس نے اسلام قبول کر لیا اور حضور ﷺ کے مکتوب کا جواب، اپنے اسلام لانے کی اطلاع اور حضور ﷺ کے لیے ہدیہ بھیجا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک اسلام پر ثابت رہا پھر نصرانی مذہب کی طرف پھر گیا۔ کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ زمانہ حج میں خانہ کعبہ کے طواف کے

لیے آیا ہوا تھا ایک فرازی مرد نے اپنا پاؤں اس کی چادر پر رکھ دیا جس سے اس کی چادر کھل گئی۔ اس نے فرازہ کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے اس کی پیشانی ٹوٹ گئی۔ فرازی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور مقدمہ دائر کر دیا امیر المومنین نے جبلہ کو بلایا اور قصاص یا اسے راضی کرنے کے لیے کہا، جبلہ نے کہا میں جو کہ بادشاہ ایک کمترین شخص کے بدلہ میں مجھ سے قصاص لیتے ہیں آپ نے فرمایا اسلام نے تمہیں برابر کر دیا ہے تجھے اس پر کوئی فضیلت نہیں سوا تقویٰ کے۔ جبلہ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں نصرانیت اختیار کر لوں گا امیر المومنین نے فرمایا اگر تو ایسا کرے گا تو میں تیری گردن مار دوں گا، اس نے کہا آج رات مجھے مہلت دیجئے تا کہ میں سوچ لوں جب رات ہوئی تو وہ بھاگ گیا اور قسطنطنیہ میں جا کر عیسائی ہو گیا اور ارتداد کی حالت میں مر گیا۔ عیاذاً باللہ۔

فروا بن عمرو گورنر عمان مسلمان ہو گیا

فردہ بن عمرو خزاعی جو شاہ روم کی طرف سے بلقان کی سر زمین عمان پر گورنر تھا مسلمان ہو گیا اس نے ایک خط پیغمبر ﷺ کی خدمت میں لکھا اور مسعود بن سعد کو دیا جو اس کا ایک ملازم تھا۔ اور چند تحائف دے کر مدینہ بھیجا جب فردہ کا خط حضور ﷺ کے پاس پہنچا اسے پڑھا گیا اس کا مضمون یہ تھا کہ ہماری طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کو لکھا جاتا ہے کہ میں ایمان لے آیا ہوں میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ ﷺ وہی پیغمبر ہیں جن کی تشریف آوری کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے والسلام علیک۔ حضور ﷺ نے اس کے قاصد کو بڑی عزت بخشی اور حضرت بلال سے فرمایا کہ اسے گھر لے جاؤ اور اس کی مہمان نوازی کرو اس کے مدار کو قبول فرمایا۔

کہتے ہیں کہ اس کے پاس ایک اونٹ تھا، قباء سندس طلاء اور زری کی ہوئی وغیرہ چیزیں تھیں، اونٹ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق کو دیا قباء کو محرمۃ بن نوفل کو بخش دیا۔ ایک گھوڑا اور گدھا تھا ان کو رسید ساعدی کو دیا تا کہ وہ ان کی دیکھ بھال کرے اور جو نفیس کپڑے تھے وہ عورتوں کو دے دیئے اور فروا کے مکتوب کا جواب اس طرح لکھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فروا بن عمرو کو لکھا جاتا ہے کہ اما بعد تمہارا قاصد ہمارے پاس پہنچا جو کچھ تم نے بھیجا تھا اس نے ہمیں پہنچایا اور تیرے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔ یقیناً خدا تعالیٰ نے تمہیں سیدھا راستہ عنایت فرمایا ہے اگر تو نیکی کرے گا اور خدا اور رسول کی اطاعت کرے گا نماز قائم کرے اور مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے گا تو دونوں جہان کی سعادت حاصل کرے گا۔ پھر حضرت بلالؓ سے فرمایا اس نے پانچ سو درہم مسعود کو دیئے اور اسے واپس بھیج دیا۔ نقل ہے کہ جب فروا کے مسلمان ہونے کی خبر روم کے بادشاہ کے پاس پہنچی اس نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا محمد ﷺ کے دین کو چھوڑ دے تو مملکت تجھے دیتا ہوں اس نے کہا کہ میں اس سے نہیں پھر سکتا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ سچے پیغمبر ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ وہی پیغمبر ہیں جن کی خبر عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی لیکن آپ اپنی مملکت کے ساتھ بخیلی کرتے ہیں۔ اس کے بعد روم کے بادشاہ نے اسے قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔

سال ہشتم کے واقعات

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

خالد بن ولید ایمان لاتے ہیں

علمائے فن سیرت اور فضلائے علم حدیث وخبر نے یوں بیان کیا ہے کہ اس سال خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ خالد کہتے ہیں کہ جس زمانے میں حضور ﷺ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور عفان میں پہنچے ہوئے تھے قریش آپ ﷺ کو روکنے کے لیے حرم سے وہاں پہنچے۔ میں نے ایک روز دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں میں نے ہر چند کوشش کی کہ اس وقت میں آپ ﷺ کو کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن نہ پہنچا سکا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا تعالیٰ ان کا نگہبان ومحافظ ہے، مخالفین پر آپ غالب آئیں گے اور فتح ونصرت حاصل کریں گے، پھر میں نے سوچا کہ قریش کی قوت وشوکت باقی نہیں رہی نجاشی کے پاس ہم نہیں جا سکتے کیونکہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع ہو گیا ہے۔ میں دل میں سوچتا تھا کہ قیصر کے پاس چلا جاؤں نصرانی یا یہودی دین اختیار کرلوں پھر میں نے سوچا کہ اپنے ملک میں قیام کروں تاکہ دیکھوں کہ پردہ غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ عمرہ ادا کرنے کے لیے متوجہ ہوئے۔ میں ایک طرف چھپا رہا۔ میرا بھائی ابو الولید رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں آیا ہوا تھا اور میری تلاش میں تھا۔ مجھے نہ پا کر اس نے میری طرف ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے یاد فرمایا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ خالد صاحب عقل وکمال اور جامع شرف وجلال ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جس پر اسلام مخفی رہے اگر مسلمان ہو جائے اور اپنی شجاعت کو مسلمانوں کے اتفاق سے مشرکین پر ظاہر کرے یقیناً اس کے لیے بہتر ہوگا اور ہم اس پر دوسروں کو ترجیح نہیں دیں گے، اے بھائی جلدی کر اور ایمان کی اس دولت کو حاصل کرلے کیونکہ بہت سی بھلائی تجھ سے فوت ہو گئی ہے والسلام۔

خالد کہتے ہیں کہ جب میں مکتوب کے مضمون سے آگاہ ہوا اسلام کی رغبت میرے دل پر غالب آئی میں نے مدینہ کی طرف کوچ کا عزم کرلیا اور کلمۃ الرفیق ثم الطریق کے مقتضاء کے مطابق صفوان امیہ کے پاس گیا کہ یا ابا وہب! آپ نہیں دیکھتے کہ ہم ایک لقمہ خوراک ہیں زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتے اور دولت محمدی ﷺ کا طنطنہ عرب وعجم کو گھیرے ہوئے ہے اگر مصلحت ہو تو اس کی خدمت میں پہنچیں، اس کا شرف ہمارا شرف ہے۔ صفوان نے انکار کا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور کہا اگر تیرے بغیر قریش کا کوئی شخص بھی باقی نہ رہے تو بھی میں محمد کی متابعت نہیں کروں گا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص میرے ساتھ نہیں آئے گا کیونکہ اس کا باپ اور بھائی جنگ بدر میں قتل ہوئے ہیں اس کے بعد عکرمہ بن ابو جہل سے ملاقات کی اور اسے سیدھے راستہ پر چلنے کی دعوت دی اس نے بھی انکار کیا اور نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میں ان کی موافقت سے ناامید ہو گیا۔ مجھے عثمان بن طلحہ دکھائی دیئے اسے میں نے نصیحت کی۔ عثمان نے میری درخواست قبول کرلی ہم دونوں مدینہ کی طرف چل دیئے۔ جب ہم

مدینہ میں پہنچے ہمیں عمرو بن العاص وہاں ملے انہوں نے ہم سے ہمارے حالات دریافت کیے اور ہماری آمد کے متعلق سوال کیا ہم نے اسے صورت واقعہ سے آگاہ کیا، اس نے کہا میں بھی اسی کام کے لیے حبشہ سے آیا ہوں بس ہم سب مل کر مدینہ میں رہتے تھے۔

حضور ﷺ ہماری آمد سے آگاہ ہو گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا یقیناً مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہماری طرف پھینک دیا ہے۔ خالد کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے میں نے سفر کے لباس کو عمدہ کپڑوں سے تبدیل کیا اور حضور ﷺ کی مجلس کا شرف حاصل کرنے کے لیے چل دیا۔ راستہ میں میرا بھائی ابوالولید مجھے ملا اور کہا جلدی چلو کیونکہ تمہارے آنے کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ہو گئی ہے خوش اور مسرور ہیں اور ملاقات کے منتظر ہیں۔ مَیں بھائی کی بات سے تیز چلنے لگا یہاں تک کہ مجلس ہمایوں میں پہنچ گیا جب آنسرور ﷺ کی چشم مبارک مجھ پر پڑی تبسم فرمایا میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے خندہ پیشانی سے جواب دیا میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ ۔ فرمایا حمد و سپاس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے تجھے ہدایت دی۔ اے خالد مَیں دیکھتا تھا کہ تیرے پاس عقل و خرد ہے اور مجھے امید تھی کہ تجھے نیکی کا راستہ حاصل ہو جائے گا۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہ! مَیں نے مقام کفر میں حق تعالیٰ کے ساتھ کس قدر عناد برتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ مجھے بخش دے اور میرے گذشتہ جرائم کو معاف کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے خالد اسلام گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ مَیں نے کہا اس کے باوجود آپ میرے شفیع بن جایئے۔ فرمایا الٰہی! خالد کے ان گناہوں سے درگزر فرما جو اس سے پہلے راہ حق کو بند کرنے سے ہوئے، اس کے بعد عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری بھی ایمان لائے۔

غزوۂ موتہ

موتہ ہمزہ کے ساتھ شام کی سرزمین میں بلقایہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ بیت المقدس تک دو منزلیں ہیں اور ہمزہ کے بغیر اس کا معنی ضعف ہے مثل جنون اور اغماد، شرح صحیح بخاری میں ہے اسی لیے اکثر رواۃ نے بغیر ہمزہ کے روایت کیا ہے اور بعض روایات میں ہمزہ کے ساتھ آیا ہے۔ واقدی کہتا ہے کہ اس لشکر کو بھیجنے کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے حاکم بصری کی طرف ایک خط لکھ کر حارث بن اعمیر ازدلی کو دیا تا کہ وہ اسے پہنچا دے۔ حارث حسب الارشاد روانہ ہو گیا۔ جب وہ موتہ پہنچا شرجیل بن عمرو غسانی جو قیصر کے امراء میں سے تھا اسے راستہ میں ملا اور پوچھا کہ تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے اس نے کہا میں شام جا رہا ہوں، شرجیل نے کہا شاید تو محمد امین ﷺ کا قاصد ہے حارث نے کہا ہاں مَیں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔ شرجیل نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا، آنحضرت ﷺ کے ایلچیوں میں سے صرف یہی شہید ہوا جب یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ کی توجہ شام کی طرف ہو گئی۔ صحابہ کرام نے تمام اسلحہ جمع کیا اور لشکریوں کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی جب یہ لشکر تیار ہو گیا زید بن حارثہ کو ان کا امیر بنایا اور فرمایا کہ اللہ کی قضا سے جب زید کو حادثہ پیش آ جائے، جعفر بن ابی طالب کو ان کا امیر بنایا جائے اور فرمایا کہ اللہ کی قضا سے جب زید کو حادثہ پیش آ جائے، جعفر بن ابی طالب ان کا امیر ہو گا اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو عبداللہ رواحہ امیر ہو گا اور اگر وہ بھی قتل ہو جائے تو مسلمان کسی بھی ایک شخص کو امیر بنا لیں۔

اس مجلس میں ایک یہودی تھا اس نے کہا یا ابا قاسم! اگر آپ ﷺ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں جس کسی کا امارت کے لیے آپ نے نام تجویز کیا ہے تو وہ قتل ہوں گے کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام جب لشکر دشمنوں کی طرف بھیجتے تھے اگر سو اشخاص کو بھی اس طریقہ پر متعین کرتے تھے تو تمام قتل ہو جاتے تھے، پھر یہودی نے زید سے کہا اے زید میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر محمد ﷺ پیغمبر ہیں تو اس سفر سے تو نہیں لوٹے گا۔ زید نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خوب گفتار نیک کردار پیغمبر ہیں۔ جب لشکر روانہ ہوا تو ثنیہ الوداع تک ساتھ آئے اور وہاں توقف فرمایا۔ فوج بھی آپ ﷺ کے گرد صف بستہ کھڑی ہوئی۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا، خدا کے نام پر جنگ کرو، اپنے اور خدا کے دشمنوں کو قتل کرو جو شام میں ہیں وہاں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو الگ تھلگ صوامع میں گوشہ نشین ہوں گے ان سے تعرض نہ کرنا، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، ان کے درختوں کو نہ کاٹنا اور ان کے مکانات کو بھی نہ گرانا۔

نقل ہے کہ عبداللہ رواحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا کام ارشاد فرمایئے جس کی میں محافظت کروں آپ ﷺ نے فرمایا تم ایک ایسے شہر میں جاؤ گے جہاں سجدے کم ہیں تجھے چاہیے کہ وہاں سجدے زیادہ کرو حضرت عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور کچھ فرمایئے، فرمایا خدا تعالیٰ کو زیادہ یاد کرو کیونکہ وہی تمہاری خواہشات کو پورا کرنے میں تمہارا معاون ہے۔ ایک روایت ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے زید بن حارثہ کو لشکر کی امارت پر مقرر دیکھا تو حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ امید نہیں تھی کہ زید کو مجھ پر آپ ﷺ حاکم مقرر فرمائیں گے۔ فرمایا، اے جعفر! تو نہیں جانتا کہ تیری بھلائی کس چیز میں ہے۔

زید بن ارقم سے نقل ہے کہ عبداللہ رواحہ کی حمایت کے سایہ میں زندگی گزارتا تھا اور یتیم کو اس کی مانند نہیں سمجھتا تھا جب موتہ کی طرف روانہ ہوئے میں نے ان کا ساتھ دیا اور منازل طے کرنے میں ان کا ساتھی تھا ایک رات وہ شعر پڑھ رہا تھا جس سے مجھے شہادت کی بو آئی میں رونے لگا اس نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا، بیٹا! تجھے کیا نقصان ہے اگر خدا مجھے درجہ شہادت پر فائز کر دے میں دنیا کے حوادث اور اس کے مصائب سے نجات پاؤں اور راحت حاصل کروں۔ اس کے بعد اپنے کجاوے سے نیچے اترا اور سجدہ میں سر رکھ دیا اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت دعا کی اور نماز میں مشغول ہوئے اور چند رکعات نماز ادا کی جب قاضی الحاجات کی مناجات سے فارغ ہوئے مجھے کہا اے فرزند! غالباً خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما لی ہے اور مجھے شربت شہادت چکھائے گا اور اس خوشگوار نعمت کو مجھے عطا فرمائے گا۔

کہتے ہیں کہ جب زید بن حارث مدینہ سے باہر نکلے اور لشکر نے موتہ کی طرف توجہ کی، شرجیل کو جو حارث کا قاتل تھا خبر پہنچی تو وہ اسباب جنگ وقتال مہیا کرنے میں مصروف ہوا اس نے اس قدر فوج اکٹھی کی جو حد وشمار سے باہر تھی جب مسلمان وادی القری میں پہنچے تو جنگ کی نوبت آئی، سدوس جو کہ شرجیل کا بھائی تھا جنگ میں مارا گیا۔ شرجیل جب اپنے بھائی کے واقعہ قتل سے آگاہ ہوا تو وہ خوفزدہ ہو گیا اور انتہائی خوف کی وجہ سے قلعہ بند ہو گیا۔ اور دوسرے بھائی کو قیصر کے پاس بھیجا اور اس سے امداد طلب کی قیصر نے ایک کثیر جماعت شرجیل کی مدد کے لیے مقرر کی مشرکین قبائل عرب کی ایک کثیر تعداد بھی ان کے ساتھ مل گئی چنانچہ مخالفین کی تعداد لاکھ سے زیادہ ہو گئی، یہ خبر مسلمانوں نے سنی رات مقام معاون میں توقف کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہم بھی صورت واقعہ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کریں یا تو ہمیں واپس بلالیں یا مدد ارسال فرمائیں۔

عبداللہ رواحہ نے لوگوں کو ہمت دلائی اور کہا اے قوم! تم ابھی اس چیز کو ناپسند کرتے ہو جس کو حاصل کرنے کے لیے تم باہر نکلے ہو، ہم نے لشکر کی زیادتی سے کبھی بھی فتح حاصل نہیں کی جنگ بدر میں ہمارا لشکر بہت ہی کم تھا اور دو گھوڑوں سے زیادہ گھوڑے نہیں تھے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی۔ اب تم جنگ پر متفق ہو جاؤ کیونکہ کام دو حالتوں سے خالی نہیں شہادت یا فتح! اگر ہم غالب آ گئے تو یہی مراد ہے اور اگر شہادت کی سعادت حاصل کریں تو ان دوستوں کے ساتھ (جو شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہیں) جا ملیں گے۔ مسلمانوں نے عبداللہ رواحہ کی بات کی تصدیق کی اور مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں تک کہ موتہ کی بستی میں پہنچ گئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دشمنوں کی کثرت اور ان کی تیاری کو دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوہریرہ! شاید تو دشمنوں کی کثرت اور تیاری سے حیران ہے۔ میں نے کہا، ہاں، اس نے کہا تم جنگ بدر میں موجود نہیں تھے کیا حق تعالیٰ نے ہمیں دشمنوں کی کثرت پر فتح نہیں دی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آپس میں ملے زید بن حارثہ نے صفیں درست کر کے علم ہاتھ میں پکڑا اور میدان جنگ میں داد شجاعت دی اور اس قدر لڑے کے نیزے کے زخم سے شہید ہوئے ان کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا اور گھوڑا بڑھا کر جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اور دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے، مخالفین نے اس پر غلبہ کیا اور ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا حضرت جعفر نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا جب انہوں نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو انہوں نے دونوں بازوؤں سے جھنڈا تھام لیا یہاں تک کہ ایک رومی نے ان کی کمر پر تلوار ماری اور انہیں دو ٹکڑے کر دیا اس کے بعد عبداللہ رواحہ نے جھنڈا اٹھا لیا اور کفار کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ رواحہ نے تین روز سے کھانا نہیں کھایا تھا اس کے لڑکے نے کچھ گوشت انہیں دیا انہوں نے لیا اور منہ میں رکھا تو جعفر کی شہادت کی خبر انہیں پہنچی فوراً اسے منہ سے نکال دیا اور کہا اے نفس! جعفر دنیا سے چلا گیا ہے اور تو ابھی تک دنیا میں مشغول ہے۔ علم اٹھایا اور جنگ میں مصروف ہو گئے ان کی انگلی پر زخم آیا چنانچہ وہ لٹک گئی گھوڑے سے اترے اور انگشت کو پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچا اور جدا کر دیا۔

پھر اپنے نفس سے مخاطب ہوئے اور کہا اے نفس! تو میری دلبستگی اگر عورت کے ساتھ رکھتا ہے تو میں نے اسے طلاق دی اور اگر غلاموں کے ساتھ رکھتا ہے تو میں نے انہیں آزاد کیا اور اگر باغ اور بوستان پر فریفتہ ہے تو میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کو بخشا۔ اب تیرے لیے دنیا میں کچھ باقی نہیں شہادت سے کیوں گریز کرتا ہے پس میدان جنگ میں آیا اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے اس کے بعد ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علم اٹھا لیا اور کہا اے مسلمانو! اتفاق کرو اور کسی ایک کو اپنا امیر بنا لو انہوں نے کہا کہ آپ ہی اس مہم کی ذمہ داری قبول کریں انہوں نے قبول نہ کیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے خالد بن ولید کو اختیار کر لیا۔ ثابت نے علم ان کے سپرد کر دیا۔ خالد نے کہا آپ اس کے لیے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ معرکہ بدر میں حاضر تھے اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔ ثابت نے کہا شجاعت اور پہلوانی آپ کا کام ہے میں نے آپ کے لیے جھنڈا اٹھایا تھا۔

کہتے ہیں کہ عبداللہ رواحہ کے شہید ہونے اور خالد بن ولید کی امارت کے بعد مسلمان شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے، خالد نے ہر چند انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ قرطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے اے گروہ مسلمین! میدان جنگ میں قتل ہونا بہتر ہے کہ بھاگتے ہوئے قتل ہو جاؤ۔ مسلمان اس بات سے قوی دل ہو کر لوٹے۔ خالد نے مسلمانوں کے اتفاق سے مخالفین پر حملہ کیا اور شدید جنگ ہوئی رات

تک جنگ وقتال جاری رہا، جب اگلے دن سورج طلوع ہوا تو خالد بن ولید نے لشکر کو نئے انداز سے آراستہ کیا اور فوج کے اوضاع میں تبدیلی کر دی مقدمہ کو ساقہ، ساقہ کو مقدمہ، میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ کے ساتھ تبدیل کر دیا، مخالفین نے جب اوضاع لشکر کو تبدیل دیکھا انہوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کے پاس مدد پہنچ گئی ہے اس وجہ سے ان پر بہت طاری ہو گیا اور رعب ان کے دلوں میں رونما ہوا جس سے وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے، خالد بن ولید نے کفار کے عقب میں جا کر کما حقہ' مردانگی کے جوہر دکھائے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس روز میرے ہاتھ میں دس تلواریں ٹوٹیں ایک شمشیر یمانی میرے ہاتھ میں رہ گئی۔ جب خالد دشمنوں کے عقب سے لوٹے، موتہ کی طرف متوجہ ہوئے اور قلعہ موتہ کا محاصرہ کرلیا کہتے ہیں کہ قلعہ کو محاصرہ کے دوران قلعہ کے لوگوں نے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا قلعہ کے فتح ہونے کے بعد بدلے میں بہت سے اشراف کو جو اس قلعہ میں تھے قتل کر دیا گیا۔

مسجد نبوی سے جنگ موتہ کا منظر

جب مسلمان کفار کے ساتھ جنگ کر رہے تھے اس وقت حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور حضور ﷺ کے سامنے سے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے تھے اہل موتہ کے تمام حالات آپ ﷺ کی نظر انور کے سامنے تھے چنانچہ میدان جنگ کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ جب زید بن حارث نے علم اٹھایا شیطان یہ چاہتا تھا کہ اس وقت دنیا کی محبت کو اس کے دل میں مستحکم کرے اور موت کو اس کی نظر میں مکروہ کر دے۔ زید نے کہا یہ وہ وقت ہے کہ ایمان مومنوں کے دل میں کامل، ثابت اور راسخ ہو جاتا ہے اے شیطان تو اس وقت دنیا کو میرے دل میں آراستہ کرتا ہے، آگے بڑھے اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، حضور ﷺ نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی فرمایا کہ ان کے لیے بخشش طلب کریں، یقیناً وہ جنت میں ہے اور جنت کے باغوں میں ٹہلتا ہے۔ زید کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا، شیطان ان کے پاس آیا اور وسوسہ شروع کیا اور دنیا کی آرزوئیں ان کی نظر میں آراستہ کرنے لگا تاکہ زندگی کو موت پر ترجیح دے وہ بھی اس کی طرف التفات کیے بغیر میدان جنگ میں آئے اور شہید ہوئے، حضور ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور صحابہ کو بھی ان کی بخشش طلب کرنے کے لیے فرمایا اس کے بعد جعفر بہشت میں داخل ہو گیا اور حق تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کے عوض یاقوت سرخ کے دو بال عنایت فرمائے جن سے جنت کی فضا میں اڑنے لگے۔ نقل ہے کہ حضور ﷺ یہ ارشاد فرماتے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ ابن الولید نے خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار پکڑی علم اٹھائے ہوئے ہے اس کے ہاتھ پر فتح ہوئی اس تلوار سے مراد خالد بن ولید تھے خالد بن ولید نے کہا میں نے حضور ﷺ سے سنا فرمایا جعفر کو میں نے جنت میں فرشتے کی مانند دیکھا کہ پرواز کرتا تھا اور اسے بڑے اونچے درجے میں دیکھا اور زید کو اس سے کم درجہ میں پایا میں نے آپ ﷺ سے کہا میرا یہ گمان نہیں تھا کہ زید، جعفر سے کم درجہ میں ہوگا جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا حق تعالیٰ نے جعفر کو آپ ﷺ کے ساتھ قرابت کے شرف کی وجہ سے فضیلت دی ہے۔

حضرت جعفر کی شہادت کی خبر مدینہ پاک میں

اسماء بنت عمیس، جعفر بن ابی طالب کی زوجہ سے مروی ہے کہ پیغمبر ﷺ میرے گھر میں آئے اور پوچھا کہ جعفر کے بچے کہاں ہیں میں انہیں آپ ﷺ کے پاس لے گئی آپ ﷺ نے انہیں بوسہ دیا، سونگھا اور گود میں اٹھالیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ گویا آپ نے جعفر کے متعلق کوئی بات سنی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اسے شہید کر دیا گیا ہے۔ میں نے بیخودی سے رونا شروع کر دیا، میرے پاس عورتیں جمع ہو گئیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے اسماء فریاد نہ کرو، زیادہ باتیں نہ کرو اور سینہ پر ہاتھ نہ مارو یہ کہہ کر اٹھے اور حضرت فاطمہ کے گھر آئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ بھی رو رہی ہیں اور وا عماہ کہتی تھیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مثل جعفر قلبیك الباکیہ۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک روز اسماء بنت عمیس حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے اسماء جعفر بن ابی طالب ہے جو جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ آیا ہے۔ سلام کرتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ میں دشمنوں سے لڑا اور بہتر زخم کھائے میں نے دایاں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا وہ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا وہ قطع ہو گیا، خدا تعالیٰ نے ان دو ہاتھوں کے عوض مجھے دو پر عنایت فرمائے جن سے اپنی مرضی سے اڑتا ہوں اور جنت کے پھلوں سے جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں۔ اسماء نے کہا جو کچھ خدا تعالیٰ نے جعفر کو عنایت فرمایا ہے اسے مبارک ہو لیکن اگر یہ خبر میں لوگوں سے کہوں گی تو تسلیم نہیں کریں گے اور مجھے جھٹلائیں گے۔ یارسول اللہ اگر آپ ﷺ انہیں فرمائیں گے تو تصدیق اور اعتراف کریں گے۔ جب صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں جمع ہوئے تو حضور ﷺ نے جعفر کے متعلق بیان فرمایا کہتے ہیں کہ تین یا چار روز کے بعد جب حضور ﷺ نے اصحاب موتہ کے حالات بیان کیے تھے ان کی جنگ کی خبر مدینہ میں پہنچی کہتے ہیں کہ غازیان موتہ میں سے یعلی بن منبہ حضور ﷺ کی مجلس ہمایوں میں پہنچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے یعلی میں تجھے خبر دوں یا تو خبر دے گا یعلی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ خبر دیجیے۔ حضور ﷺ نے جس طرح واقعات رونما ہوئے تھے بیان فرمائے یعلی نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ ﷺ کو سچائی کے ساتھ خلق کی طرف بھیجا قوم کی کوئی بات ترک نہیں کی آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا تھا اور اس زمین کو میرے سامنے کر دیا یہاں تک کہ میں نے صحابہ کی جنگ کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

فتح مکہ اور بعد کے غزوات

فتح مکہ کی تیاریاں:

مؤرخین اور ارباب سیرت نے بیان کیا ہے کہ اس سفر کا سبب اور اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ صلح حدیبیہ میں چند شرائط طے ہوئی تھیں ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ ایک دوسرے کے حلیفوں سے تعرض نہیں کریں گے۔ بنی بکر قریش کے حلیف تھے اور بنی خزاعہ آنسرور ﷺ کے عہد میں داخل تھے۔ پرانے زمانے میں ان دونوں قبیلوں میں جھگڑے رہتے تھے اور ان دو قبیلوں میں بڑی بڑی لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ جب حضور ﷺ کی بعثت عرب میں مستحکم ہوگئی قبائل کو اس قدر دلچسپی پیدا ہوگئی کہ وہ اپنے جھگڑوں کو بھول گئے جب صلح حدیبیہ ہوگئی اور مشرکین کو مسلمانوں کی طرف سے اطمینان حاصل ہوگیا۔ پرانے قواعد مستحکم کرنے میں مصروف ہو کر برے معاہدوں میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ بنی دیل کے ایک مرد نے (جو بنی بکر کا ایک طائفہ ہے) سید البشر ﷺ کے ہجو میں زبان کھولی وہ بکواس بنی خزاعہ کے ایک غلام نے سنی اس نے اس شخص کو منع کیا اس بیہودہ گو گمراہ کو اس کے منع کرنے سے کوئی انتباہ حاصل نہ کیا، اس خزاعی غلام نے انتہائی غیض وغضب میں اٹھ کر اس بیہودہ گو کے سر اور منہ کو پھوڑ دیا اس نے بنی بکر کے پاس فریاد کی اور بنو نفاثہ جو کو بنی بکر کا ایک بطن ہے بنی خزاعہ کے ساتھ جنگ وقتال کے عزم سے متفق ہو کر بنی مذبح سے اس سلسلہ میں امداد طلب کی انہوں نے انکار کر دیا اور ان کی درخواست کو قبول نہ کیا پھر بنی بکر نے قریش کی طرف رجوع کیا اس قوم نے حضور ﷺ کے پیمان کو توڑ کر اسلحہ اور آلات حرب سے بنی بکر کی امداد کی بلکہ قریش کی ایک جماعت مثل سہیل بن عمرو، حویطب بن عبد العزیٰ، عکرمہ بن ابو جہل، صفوان بن امیہ اور سکرز بن حفص اپنی ہیئت تبدیل کر کے اور چہروں پر نقاب ڈال کر اپنے شعبدوں کے ساتھ بنی بکر کی موافقت میں بنی خزاعہ پر شبخون مارا دونوں فریقوں میں مکمل جنگ ہوئی اور لڑائی نے طول کھینچا چنانچہ جنگ کرتے ہوئے حرم کے دائیں طرف آ گئے جہاں بنی خزاعہ کے بیس آدمی قتل ہو گئے۔

بنی خزاعہ نے بے چینی سے نوفل بن معاویہ کو جو کہ بنی بکر کا سردار تھا کہا اے نوفل خدا سے ڈرو اور حرم کی حرمت کا خیال کرو، نوفل نے کہا یہ بڑی بات اور عظیم واجب التعظیم بات ہے لیکن اب ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے حالانکہ تم حاجیوں کا سامان چوری کر لیتے ہو اور یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہیں مل رہا ہے جب خزاعہ ان کے مقابلے سے عاجز آ گئے تو وہ رافع بن بدیل بن ورقا خزاعی کی سرا میں داخل ہو گئے بنی بکر اور سرداران قریش اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور قریش کا خیال تھا کہ کسی شخص نے اس جگہ انہیں نہیں پہچانا جب قریش سے یہ بری حرکت سرزد ہوئی تو اس سے پشیمان ہوئے کیونکہ عہد کا توڑنا حرم کے قواعد کو توڑنے کے برابر تھا چنانچہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ربیعہ ابو سفیان کے پاس آئے اور اسے کہا کہ یہ حادثہ واقع ہوا ہے جسے چھپایا نہیں جا سکتا اور ایسا فساد رونما ہوا ہے جس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اگر ہم نے اس کے تدارک کے لیے سعی نہ کی تو یقیناً محمد ﷺ ہماری مخاصمت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور بنی خزاعہ کے مقتولین کے انتقام میں ہمارا خون بہائیں گے۔ ابو سفیان نے کہا میری بیوی ہندہ نے خواب دیکھا ہے جس سے میں

بہت خوفزدہ ہوں، انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے، اس نے کہا اس نے خواب دیکھا ہے کہ حجون کی طرف سے خون مکہ میں آیا ہے یہاں تک کہ وہ موضع خندمہ تک پہنچا وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر غائب ہو گیا اس واقعہ سے سامعین بہت پریشان ہوئے۔ ابو سفیان نے قسم کھائی کہ تمہاری یہ جنگ میری اجازت اور مرضی سے نہیں تھی لیکن محمد ﷺ اور آپ کے ساتھی یہی خیال کریں گے کہ اس برے کام کو میں کرنے والا ہوں اس لیے میرے لیے ضروری ہے کہ مدینہ میں جا کر پرانی صلح کی تجدید کی کوشش کروں اور اس سے پہلے کہ محمد ﷺ کو یہ خبر پہنچے مجھے کسی طرح مدت صلح میں توسیع کرنا چاہیے۔

کہتے ہیں کہ اس رات کی صبح کو جس رات بنی بکر سے بنی خزاعہ کو تکلیف پہنچی آنحضرت ﷺ نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "تعد حدث فی خزاعة امر" یقیناً خزاعہ میں ایک واقعہ ہو گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا خیال ہے کہ قریش نقص عہد پر دلیری کریں گے حالانکہ ان کی تلوار فنا کر دی گئی ہے آنسرور ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے عہد کو توڑ دیا ہے اس امر کی وجہ سے جسے خدا تعالیٰ نے ان سے چاہا میں نے پوچھا وہ امر خیر ہے یا شر، حضور ﷺ نے فرمایا، خیر ہوگا۔ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا آنحضرت ﷺ طہارت خانہ سے باہر تشریف لائے میں نے سنا فرماتے تھے نصرت! نصرت یعنی تو مدد دیا گیا اور ایک یہ ہے کہ تین مرتبہ فرمایا لبیک میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس کو کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بنی خزاعہ سے بنی کعب کو جو مجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس نے بنی بکر کی امداد کی یہاں تک کہ ہم پر شبخون مارا۔

تین روز تک بعد عمرو بن سالم خزاعی بنی خزاعہ کے چالیس اشخاص کے ساتھ مدینہ آیا حضور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عمرو داخل ہوا اور حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور بنی خزاعہ کا حال اور ان پر بنی بکر کے ظلم کو قصیدہ میں بیان کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا حسبک یا عمرو، اٹھے اور چادر مبارک کو زمین پر کھینچتے جاتے تھے اور فرماتے تھے، اگر میں بنی کعب کی اسی طرح مدد نہ کروں جس طرح کہ اپنی مدد کرتا ہوں تو میں مدد نہ دیا جاؤں، پھر عمرو اور اس کے ساتھیوں کو تسلی دے کر ان کے گھروں کو لوٹا دیا اور اپنے صحابہ سے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ ابو سفیان آ کر جدید معاہدہ کی خواہش کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ صلح کی مدت کو بڑھائے حالانکہ وہ خائب وخاسر مکہ کو لوٹ جائے گا۔

کہتے ہیں کہ ابو سفیان انتظام کر کے مکہ سے مدینہ میں آیا، اپنی بیٹی ام حبیبہ کو (جو کہ حضور ﷺ کی زوجہ تھیں) کے پاس آیا اور آنسرور ﷺ کے بستر پر لیٹنا چاہا، ام حبیبہ نے اس بستر کو لپیٹ دیا۔ ابو سفیان نے کہا اس بستر کو مجھ سے بچاتی ہے، ام حبیبہ نے جواب دیا کہ آپ مشرک اور نجس ہیں میں نے آپ کا وہاں بیٹھنا پسند نہیں کیا۔ اس نے کہا، بیٹی! میرے بعد تجھے شر پہنچا اور تیری عادت بدل گئی ام حبیبہ نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔ ابا جان! آپ قوم کے بزرگ اور سردار ہیں، عزت و دانش مندی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اسلام میں داخل نہیں ہوتے، پتھر کو پوجتے ہیں جو نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ ابو سفیان نے کہا تعجب ہے، میری اس بے حرمتی کے باوجود کہ مجھے جہالت کی طرف منسوب کرتی ہے آباؤ اجداد کی متابعت کو ترک کرتی ہے اور دین محمد ﷺ کی متابعت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ غصہ میں وہاں سے باہر نکل آیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس گیا۔

ہر چند اس نے تجدید عہد کے متعلق بات کی اسے کوئی جواب نہ ملا پس حضور ﷺ سے ناامید ہو کر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان سے تجدید عہد کی درخواست کرتے ہوئے امان طلب کی حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا مجھے کوئی اختیار نہیں ہے میری امان

خدااوراس کے رسول کی امان ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور وہی درخواست کی اور ویسا ہی جواب سنا اور ایک روایت ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ درشتی کی اور کہا کہ اے ابوسفیان! مجھ سے یہ توقع رکھتا ہے، خدا کی قسم اگر میرے پاس چیونٹے کے سوا کچھ بھی نہ ہوتو اسی کے ساتھ میں تمہارے ساتھ جہاد کروں گا، وہاں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا اور کہا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی پناہ میں لے لیں۔ حضرت فاطمہ نے جواب دیا میں ایک عورت ہوں اور میرے امان دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابوسفیان نے کہا آپ کی بہن زینب نے ابوالعاص کو پناہ دی اور حضرت محمد ﷺ نے اس کی پناہ کو جائز اور معتبر سمجھا حضرت فاطمہ نے فرمایا مجھے اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں یہ امر آنحضرت ﷺ کی رائے مبارک سے متعلق ہے، ابوسفیان نے کہا اپنے ان دو فرزندوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے کہو کہ وہ لوگوں میں آئے اور ہمیں امان دے جب وہ ایسا کرے گا تو قبال عرب اور قریش پر احسان ہوگا اور ہم ہمیشہ اس کی تعریف کریں گے۔

عرب کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی بزرگ یا بزرگ زادہ کسی قوم کی حمایت کرتا اور اپنی پناہ میں لے آتا تو کوئی شخص اس قوم سے معترض نہیں ہو سکتا تھا اگرچہ تمام روئے زمین اس کی دشمن ہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے فرزند چھوٹے ہیں اور حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ پس ابوسفیان ان سے ناامید ہو کر حضرت علی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے ابوالحسن ہمیں اپنی پناہ میں لے آئیں اور سفارش کریں تا کہ محمد ﷺ صلح کی مدت کو بڑھادیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوسفیان! کوشش مت کرو کیونکہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے اور حضرت محمد ﷺ نے پختہ ارادہ کرلیا ہے اور شفاعت کی مجال نہیں۔ ابوسفیان نے کہا مجھ پر کام تنگ ہوگیا اور اپنی مہم کا کوئی علاج دکھائی نہیں دیتا اے علی مجھے راہ صواب دکھاؤ، حضرت علی نے کہا اے ابوسفیان! آپ قوم کے سردار ہیں اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ مجلس میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہیں کہ مَیں نے دونوں طرف کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اس نے کہا اگر مَیں ایسا کروں تو میرے لیے کافی ہوگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا گمان نہیں ہے کہ کفایت کرے لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

ابوسفیان اٹھا اور ندا کی کہ جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مَیں نے دونوں طرف کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لے لیا اور میرا خیال ہے کہ محمد ﷺ میری پناہ کو رد نہیں کریں گے پھر آنحضرت ﷺ کی مسجد میں گیا اور کہا اے محمد مَیں گمان نہیں کرتا کہ میری پناہ کو آپ ﷺ رد کر دیں گے۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا اے ابوسفیان ایسا تو کہتا ہے، پھر ابوسفیان مکہ میں لوٹا اور جب اس کے غائب رہنے کا زمانہ طویل ہوگیا تو قریش کو گمان ہوا کہ اس نے دین حنیف کی متابعت اختیار کرلی ہے اور بت پرستی کا راستہ ترک کر دیا ہے جب ابوسفیان مکہ میں واپس پہنچا رات کو اپنے گھر آیا اس کی بیوی ہندہ نے کہا تم نے بہت دیر کی، تیری تمام قوم نے زمانہ کی طوالت کو تیرے دین اسلام قبول کر لینے پر محمول کیا اس کے باوجود اگر جانے سے کوئی فائدہ حاصل ہوا تو فبہا ورنہ شرمندگی اور خجالت کے سوا قوم کو کچھ حاصل نہیں ہوگا، ابوسفیان نے صورت حال ہندہ سے بیان کی۔ ہندہ نے اپنا پاؤں اس کے سینے پر دے مارا اور کہا تو میرا بھیجا ہوا ہے اور علی نے تجھے مات دے دی۔ درحقیقت لوگوں نے اس کی اس بات سے تعجب کیا اسے اس کی بیوقوفی تصور کیا، جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو ابوسفیان نے اساف اور نائلہ جو کہ دو بت تھے کے پاس جا کر دنبہ ذبح کیا اور قربانی کے خون کو ان بتوں کے سر پر مل کر کہا جب تک میں زندہ ہوں تمہاری عبادت سے روگردانی نہیں کروں گا۔ ابوسفیان کی اس حرکت سے قریش نے جان لیا کہ وہ اپنے کفر وضلالت پر ثابت

قدم ہے۔ پھر مشرکین نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کام کیا ابوسفیان نے گذشتہ واقعہ سنایا تو قوم نے کہا تو نے کوئی کام نہیں کیا نہ تو جنگ کی خبر لایا کہ تیاری کرتے اور نہ ہی صلح کی تاکہ امن وامان اور اطمینان سے رہتے اور علی نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا کہ لوگوں کو دونوں طرف سے امان وہ ٹھٹھا و مزاح تھا جو تیرے ساتھ کیا۔

فتح مکہ کی تیاریاں

جب ابوسفیان مدینہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہوا حضور ﷺ نے انتظامات میں مشغول ہو کر حرم کی طرف پختہ ارادہ کر لیا اور اس صورت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا اور وصیت فرمائی کہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرنا اور قریش کے متعلق یہ دعا فرمائی: **اللھم خذ علی ابصارھم لایرونی الابعثۃ**۔ عرب کے قبائل اور آبادیاں جو حرم کے قریب تھیں اور یثرب میں جو قیام پذیر تھے اور قاصد بھیج دیئے کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ ماہ رمضان کے آغاز میں مکمل اور مسلح ہو کر مدینہ میں آئے اسی طرح حکم دیا کہ مدینہ کے اصحاب اسباب سفر اور سامان جنگ کی تیاری میں مصروف ہوں اور مکہ کے راستہ کی حفاظت کا حکم فرمایا کہ مسلمانوں کی توجہ کی خبر مشرکین کو نہ ہو۔

قریش کے نام ایک خفیہ خط

اسی اثناء میں حاطب بن بلتعہ نے ایک مکتوب قریش کی طرف لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہیں غالب گمان یہ ہے کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا قصد نہیں رکھتے میں چاہتا ہوں تمہیں علم ہو جائے۔ اسی لیے میں نے یہ خط لکھا ہے والسلام۔ اور وہ خط مزنیہ کی ایک عورت جسے سائرہ، حمرو کی لونڈی کہتے تھے اور ایک روایت کے مطابق سارہ کہتے تھے کو دیا کہ وہ اسے قریش کے پاس پہنچادے، اس عورت نے وہ خط اپنے بالوں میں چھپالیا اور مکہ کی طرف متوجہ ہوئی ان حالات میں جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو خبر دی۔ حضور ﷺ نے حضرت علی زبیر بن عوام اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم کو طلب کیا اور فرمایا کہ روضۂ خاخ تک جاؤ وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے کر آؤ۔

حضرت علی ساتھیوں کے ساتھ روضۂ خاخ میں اس عورت کے پاس پہنچے اس سے مکتوب طلب کیا، عورت نے انکار کیا انہوں نے ہر چند تلاش کیا خط برآمد نہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے مراجعت کا ارادہ کر لیا حضرت علیؓ نے فرمایا خدا کی قسم! رسول خدا ﷺ نے مجھے جھوٹ نہیں کہا پھر حضرت علیؓ نے میان سے تلوار کھینچ لی اور عورت کے پاس پہنچ گئے اور اسے قتل کی دھمکی دی اس عورت نے جان کے خوف سے بالوں میں سے خط نکال کر حضرت علیؓ کو دے دیا۔ حضرت علیؓ نے مکتوب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا آنحضرت ﷺ نے حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ اس کا سبب کیا تھا حاطب نے جواب دیا، یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے دین میں، میں نے اپنا اعتقاد و تبدیل نہیں کیا مرتد اور منافق نہیں ہوا میں ایک ایسا مرد ہوں جو خلفائے قریش سے ہوں ان کی جماعت سے نہیں ہوں اور میرا کوئی نہیں ہے جو حرم میں میرے اہل وعیال کی دیکھ بھال کر سکے اور میرے اموال کی نگرانی کرے بخلاف باقی مہاجرین کے جو آپ ﷺ کے صحابہ میں شامل ہیں

کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا اپنا رشتہ دار وہاں موجود ہے جو اس کے مال کو اسباب اور متعلقین کی حفاظت کرتا ہے اس خط سے میری مراد یہ تھی کہ قریش پر میرا حق ثابت ہو جائے تا کہ میرے مال و اسباب اور متعلقین اور اہل و عیال کی حفاظت سے غافل نہ ہوں۔

حضور ﷺ نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ حاطب نے تمہیں سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب کو خطاب کرتے ہوئے کہا، **قاتلك الله** ، یہ بات جانتے ہوئے کہ حضور ﷺ نے راستوں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے تا کہ آپ ﷺ کے عزم کی خبر مکہ میں مشہور نہ ہو تو نے مکہ میں مکتوب بھیجا ہے تا کہ قریش آگاہ ہو جائیں اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں، حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا، اے عمر! وہ اہل بدر سے ہے **وان اللہ تعالیٰ قد اطلع علی بدر فقال لحملوا ماشئتم فقد غفرلکم** ، اور آیت کریمہ **یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء** اسی باب میں نازل ہوئی اور ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے مسجد سے نکال دو اور وہ اس خیال سے کہ حضور ﷺ اس پر اس معاملہ میں مہربانی فرمائیں گے۔ پیچھے دیکھتا جاتا تھا اور حضور ﷺ کے چہرہ انور پر نظر ڈالتا تھا۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ نے فرمایا اسے واپس لے آؤ جب اسے واپس لائے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارا جرم معاف کر دیا ہے اور تو خدا تعالیٰ سے معافی طلب کر اور تجھے چاہیے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔

نقل ہے کہ حاطب مہاجرین میں سے بڑے صحابی اور دانش منداور ذہین تھے غفلت سے یہ لغزش ان سے سرزد ہوگئی۔ حضور ﷺ نے جب اسے مقوقس کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اسکندریہ کے بادشاہ نے جیسا کہ اس کا کچھ حال بیان ہوا، ایک رات مقوقس نے اپنی مجلس میں جبکہ اس کے سردار اور اشراف جمع تھے حاطب کو بلایا اور پوچھا کہ تمہارا صاحب پیغمبر ہے؟ اس نے کہا ہاں، اسکندریہ کے بادشاہ نے کہا جب قریش نے انہیں نکالنے کا ارادہ کیا تو اس نے بددعا کیوں نہ کی تا کہ خدا تعالیٰ انہیں ہلاک کر دیتا۔ حاطب نے کہا کیا عیسیٰ بن مریم پیغمبر نہیں تھے؟ اس نے کہا ہاں برحق رسول تھے، حاطب نے کہا انہوں نے اپنی قوم پر جب وہ انہیں پکڑ کر پھانسی دینا چاہتے تھے بددعا کیوں نہ کی، مقوقس نے کہا تو سچ کہتا ہے کیونکہ تو حکیم ہے اور حکیم کے پاس سے آیا ہے۔

اسلامی لشکر کی مکہ کو روانگی

جب آنحضرت ﷺ کا مکہ کی طرف عزم ہو گیا۔ ایمان ء بن رخصۃ انصاری اور کلثوم بن الحصین کو غفار اور ضمیرہ کی طرف بھیجا اور مقبل بن سنام اور نعیم بن مسعود کو اشجع کو بلانے کے لیے مقرر فرمایا اور بلال بن حارث اور عبداللہ بن عمرو مزنی کو قبیلہ مزنیہ کی درخواست پر متعین فرمایا اور حجاج بن علاط سلمی کو بنی سلیم کی طرف روانہ فرمایا تا کہ وہ قبیلہ بنی کعب میں جائے اور ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے جانے کے لیے مخصوص فرمایا، ایک قول کے مطابق دس رمضان المبارک کو مدینہ سے نکلے اور چاہ ابوعقبہ کے پاس نزول فرمایا اس جگہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق نصرت پناہ سپاہ کو پیش کیا۔ سات سو مرد مہاجرین میں سے تھے، تین سو گھوڑے ان میں تھے تین جھنڈے مقرر فرمائے ایک عَلَم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ایک عَلَم زبیر بن العوام اور ایک عَلَم سعد بن ابی وقاص کو دیا اور قبیلہ مزنیہ میں سے ہزار مرد جرار

ملازم رکاب فلک فرسائی آنحضرت ﷺ تھے رکاب فلک فرسائی آنحضرت ﷺ تھے اور پانچ سو گھوڑے تھے اور قبیلہ اشجع میں سے ہزار افراد، سو زرہیں اور سو گھوڑے تھے۔ بنی اسلم سے چار سو مردوں کو حضور ﷺ کی ملازمت کی سعادت حاصل ہوئی، بنی کعب سے پانچ سو جنگجو شمار کیے گئے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضور ﷺ نے منزل قدیر میں جھنڈوں کی ترتیب کی طرف توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار اور دوسرے قبائل کے درمیان تقسیم کی اور اسی منزل میں بنی سلیم سے تقریباً ہزار نیزہ گزار جس کی اکثریت گھوڑوں پر سوار تھی اسلامی فوج کے ساتھ آ کر ملے اور متفرق قبائل کی بہت بڑی جماعت (جن میں سے بعض کی نام سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں اور بعض کے نام درج نہیں) نے حضور ﷺ کی موافقت کی سعادت حاصل کر لی اور عباس بن عبدالمطلب نے مکہ سے اہل و عیال اور سامان کے ساتھ ہجرت کی نیت سے نکل کر بیوت اسقیا یا ذوالحلیفہ میں حضور ﷺ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور حضور ﷺ ان کی ملاقات سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ اپنے سامان کو مدینہ میں بھیج دیں اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کو غنیمت سمجھیں حضرت عباس سے خطاب فرمایا کہ آپ کی ہجرت آخری ہجرت ہے جیسا کہ میری نبوت آخری نبوت ہے۔

سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن امیہ بن المغیرہ المخزومی کہ ایک آنحضرت ﷺ کا چچا کا لڑکا اور دوسرا چچازاد بھائی کا بیٹا تھا۔ راستہ میں ملے، کہتے ہیں کہ سفیان نے ایذا و اہانت کے کسی بھی ناپسندیدہ فعل کو حضور ﷺ کو پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا آخر کار بدحال ہو کر روم کی طرف چلا گیا۔ وہاں قیصر نے اس سے پوچھا کون ہو؟ اس نے کہا میں سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ہوں۔ قیصر نے کہا کہ اگر تم اپنی گفتار میں سچے ہو تو تم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کے چچازاد بھائی ہو، سفیان نے سوچا کہ میں باوجودیکہ اسلام سے بھاگ کر روم آیا ہوں اور مجھے کوئی شخص نہیں جانتا مگر میری نسبت محمد ﷺ ہی کی طرف کرتا ہے۔ اس بات سے اسلام کی دوستی اور حضرت محمد ﷺ کی محبت سفیان کے دل میں جاگزیں ہو گئی، وہاں سے واپس آ گیا اور اہل و عیال کے ساتھ ابوا کے مقام پر لشکر اسلام کے ساتھ آ کر مل گیا چند مرتبہ وہ اور عبداللہ بن امیہ آنحضرت ﷺ کے سامنے آئے، شروع شروع میں آنحضرت ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا کیونکہ اپنے ان دو عزیزوں سے بہت آزردہ تھے اور انکی طرف سے زیادہ سے زیادہ ایذا اور کدورت پہنچی تھی، چونکہ آنحضرت ﷺ فطرتی اور طبعی طور پر کریم اور سخی تھے آخر الامر ام سلمہؓ کی سفارش پر ان کے ایمان لانے کے بعد اپنے سایہ رحمت و عافیت میں جگہ دی۔

نقل ہے کہ جب مرالظہران جو مکہ سے چار فرلانگ کے فاصلہ پر ہے نزول فرمایا، حکم دیا کہ آدمیوں کی تعداد کے مطابق لشکر گاہ میں آگ روشن کریں، بعض اصحاب کی روایت کے مطابق تیرہ ہزار اور ایک روایت میں بارہ ہزار مرد آنحضرت ﷺ کے لشکر میں جمع تھے، قریش کو آنحضرت ﷺ کی آمد کی کوئی خبر نہیں تھی لیکن اس غلط کام کی وجہ سے خوفزدہ اور انتقام سے لرزاں و فرماں تھے اسی اثناء میں ابوسفیان بن حرب، بدیل بن ورقا اور حکم بن خرام مل کر خبر حاصل کرنے کے لیے مکہ سے باہر نکلے جب وہ مرالظہران کے ٹیلے پر آئے انہوں نے دیکھا کہ تمام وادی کو آگ نے گھیر رکھا ہے انہوں نے پوچھا کہ یہ کس کی آگ ہے ابوسفیان نے کہا قسم بخدا! یہ غزوہ کی آگ معلوم ہوتی ہے بدیل نے کہا خزاعہ کی آگ ہے ابوسفیان نے کہا کہ خزاعہ اس سے بہت کم اور حقیر ہیں کہ یہ آگ ان کی ہو۔

حاصل کلام یہ کہ انتہائی بدحواسی کے عالم میں بھاگ دوڑ میں مصروف ہوئے اور اس خوفناک واقعہ کی خبر پوچھنے لگے، کہتے ہیں کہ جب

عباس نے مرالظہران میں بکثرت آگ جلتے ہوئے دیکھی اپنے دل میں کہا ہلاکت ہے قریش کی اگر رسول اللہ ﷺ امن دیئے بغیر مکہ میں قہر وغلبہ کے ساتھ داخل ہوئے۔ اگر یہ صورت وقوع پذیر ہوئی تو یقیناً قریش برباد ہو جائیں گے اور ان کا نام ونشان تک مٹ جائے گا اس فکر واندیشہ نے اس کے دل پر غلبہ کیا، آنحضرت ﷺ کے خاص اونٹ پر سوار ہوا اور مقام اراک تک گیا ممکن ہے کوئی لکڑ ہارا یا دودھ فروش مکہ جانے والا مل جائے جو اہل مکہ کو بتائے کہ صورت حال کیا ہے۔ تاکہ وہاں کے باشندے مخالفت کی طلاطم افواج سے مصالحت کے کنارے پر آئیں اور زبان کی کنجی سے امان کا دروازہ کھولیں اور مسلمانوں کی تلوار سے امن کے قلعہ میں محفوظ رہیں۔ اتفاقاً عباس کا گزر ٹیلے پر ہوا اس نے دیکھا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی گفتگو کرر ہے ہیں اور آتش جلانے والوں کی جستجو کرر ہے ہیں جب عباس نے ابوسفیان کی آواز کو سنا تو پہچان لیا وہ پکارا کہ یا ابا حنظلہ! ابوسفیان نے بھی عباس کو پہچان کر کہا یا ابا الفضل! میرے ماں باپ تجھ پر قربان! یہ کیا واقعہ ہے۔ عباس نے جواب دیا تجھ پر افسوس ہے یہ رسول اللہ ﷺ بارہ ہزار جنگجو مجاہدین اسلام کے ساتھ ہیں۔

اے عباس اب اس کا کیا علاج ہے؟ عباس نے کہا، خدا کی قسم! اگر رسول خدا ﷺ تجھ پر فتحیاب ہوئے باوجود اپنے صبر وحلم کے تیری گردن ماردیں گے۔ تدبیر یہی ہے کہ تو اس اونٹ پر میرے پیچھے سوار ہو جا تا کہ میں آنحضرت ﷺ کی مجلس میں تمہیں لے جاؤں اور تمہارے لیے آنحضرت ﷺ سے امان طلب کروں۔ ابوسفیان عباس کی بات سن کر اونٹ پر اس کے پیچھے بیٹھ گیا، جب لشکر گاہ میں داخل ہوئے جس آگ کے پاس سے گذرتے لوگ کھڑے ہو جاتے اور کہتے یہ کون شخص ہے جو لشکر گاہ سے بے وقت گزرتا ہے، احتیاط کرنے کے بعد کہتے یہ عباس آنحضرت ﷺ کا چچا ہے جو آپ ﷺ کے اونٹ پر سوار چلا جارہا ہے یہاں تک کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے انہوں نے اپنے چشمہ میں آتش عظیم جلا رکھی ہے۔ اچانک امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عباس کو دیکھا اور کچھ نہ کہا اس کے بعد ان کی نظر ابوسفیان پر پڑی اس کو پہچان لیا۔ اپنی جگہ سے اچھلے اور کہا اے دشمن خدا! الحمد للہ بغیر کسی عہد وپیمان کے تو میرے ہاتھ آ گیا ہے یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچ لی اور تیزی سے پیچھے روانہ ہوئے، کہا جاتا ہے کہ اس جلد بازی سے ان کی غرض یہ تھی کہ عباس پہلے آنحضرت ﷺ سے مل کر ابوسفیان کے قتل کی اجازت حاصل نہ کرلیں۔ عباس نے عمر کے مقصد کو سمجھ کر پوری تیزی سے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے خیمہ کے دروازہ پر پہنچایا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فی الفور پہنچے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ ابوسفیان ہے جو بغیر ایمان اور امان کے ہاتھ آیا ہے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اڑا دوں، عباس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ابو سفیان کو امان دی ہے اور اسے اپنی پناہ میں لے لیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تا کہ آنحضرت ﷺ کے کان میں بات کریں، عباس نے آگے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کو اپنی بغل میں لے لیا اور آج رات کوئی شخص بھی ہم میں سے ان سے سرگوشی نہیں کرے گا، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوسفیان کے قتل پر اصرار کرتے تھے آنحضرت ﷺ کچھ نہیں فرماتے تھے۔ عباس بن عبد المطلب نے کہا اے عمر! آپ کی ابو سفیان کے قتل کرنے میں سب سے بیقراری واضطراب اس وجہ سے ہے کہ یہ بنی مناف ہے اور اگر بنی عدی سے ہوتا تو اس قدر مبالغہ نہ کرتے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کہا اے عباس! ہوش کرو اور ایسا مت کہو، کیونکہ جس روز آپ اسلام لائے ہیں اور مسلمان ہوئے ہیں تو مجھے آپ کا اسلام زیادہ پسند آیا اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے کی صورت سے بھی زیادہ۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے جوان کے درمیان تشریف فرما تھے تسکین

دیتے ہوئے فرمایا اے عباس! آج رات ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں رکھو جب صبح ہو جائے۔

اسے میرے پاس لاؤ۔ دوسرے روز جب سورج طلوع ہوا تو عباس نے ابوسفیان کو آنحضرت ﷺ کی مجلس مبارک میں پہنچایا، آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان سے کہا اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے، وقت آ گیا ہے کہ تو جان لے کر خدا تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ابو سفیان نے کہا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ کس قدر حلیم اور کریم ہیں اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں کہ اس قدر ظلم وستم کے باوجود آپ ﷺ کی طرف سے وفاداری مشاہدہ کرتا ہوں مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اگر ہوتا تو وہ ہمیں نفع پہنچاتا۔

آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا کہ وہ وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں، ابوسفیان نے کہا اب تک میرے دل میں شک کا غبار تھا۔ عباس نے کہا ویلک یا ابا سفیان، بات کو طول نہ دو اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کرو و گرنہ عمر اسی وقت تمہارا خون بہا دیں گے، ابوسفیان نے کلمہ شہادت ادا کیا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ اس کے بعد عباس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان ایسا مرد ہے جو فخر وشرف اور جاہ کو دوست رکھتا ہے اسے کوئی ایسا مرتبہ عطا فرمایئے جس کے ذریعہ مکہ کے لوگوں میں سرفراز ہو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، من دخل دار ابو سفیان فھو امن ومن القی السلاح فھو امن من اغلق بابہ فھو امن و دخل مسجد الحرام فھو امن۔ پس ابو سفیان آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر لوٹے جب روانہ ہوئے عباس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ابوسفیان سے مطمئن نہیں ہوں جب مکہ لوٹے گا تو پھر فساد وعناد کا راستہ اختیار کر کے کفر کی راہ پر گامزن ہو گا۔ مصلحت اس میں ہے کہ اسے یہاں روک رکھیں تاکہ تمام لشکر السلام کو جاہ وحشم کے ساتھ دیکھے اور ان کی ہیبت اس کے دل میں بیٹھ جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے لے آؤ اور کسی تنگ جگہ پر کھڑا کر دو تاکہ لشکر اس کے سامنے سے گذرے عباس ابوسفیان کے پیچھے گیا اور اس کو پکارا اے ابوسفیان! اس نے کہا، کیا نبی کے دل میں کوئی بد عہدی پیدا ہوئی ہے؟ اس نے کہا نبی فریب نہیں کرتا میں چاہتا ہوں کہ تو ایک جگہ توقف کرے تاکہ لشکر السلام کو تو دیکھ لے اور اسلحہ اور آلات حرب جو دشمنوں کو دفع اور قلع قمع کرنے کے لیے تیار کیے ہیں' مشاہدہ کر لے۔ پس عباس نے ابوسفیان کو ایک گزرگاہ میں کھڑا کیا یہاں تک کہ گروہ در گروہ اسلامی لشکر اس کے پاس سے گزر رہا تھا اور ایک ایک کی عباس تعریف کرتا اور اسے دکھاتا جاتا تھا مقدمۃ الجیش پر بنی سلیم کے دس ہزار افراد کے ساتھ خالد بن ولید میدان مبارزت میں بہرام کے ساتھ مقابلہ کرتا اور نیزے کی نوک سے تارک گیواں سے ٹوپی اتارتا اس فوج میں دو جھنڈے تھے ایک عباس بن مرداس کے ہاتھ میں اور دوسرا ایک اور صحابی کے ہاتھ میں تھا۔ ابوسفیان نے عباس سے پوچھا یہ کون ہے اس نے جواب دیا یہ خالد بن ولید ہے۔

جب ابوسفیان کے پاس خالد پہنچا تو تین مرتبہ بلند آواز سے تکبیر کہی اور سواروں کے ساتھ گزرا۔ خالد بن ولید کے پیچھے زبیر بن العوام پانچ سو عرب کے بہادروں کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے سیاہ جھنڈے کے ساتھ ابوسفیان کے سامنے سے گذرا۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ عباس نے کہا تیری بہن کا بیٹا زبیر بن العوام ہے اس نے ہاں۔ اس کے بعد زبیر کے پیچھے بنی غفار کے تین سو اشخاص ظاہر ہوئے اس گروہ کا علم ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا وہ بھی تکبیر کہتے ہوئے گزرے عباس نے اس جماعت کا بھی تعارف کرایا۔ اس کے بعد بنو کعب بن عمر جن میں پانچ سو سوار مشہور تھے پہنچے اس قوم کا جھنڈا بشر بن سفیان کے پاس تھا ابوسفیان نے پوچھا یہ کون سی جماعت ہے۔ عباس نے کہا یہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء

ہیں اس کے بعد ایک ہزار قبیلہ مزنیہ کے لوگ پہنچے جن میں تین جھنڈے تھے جن میں چھ سو بہادر تھے اور چار عَلَم تھے، پھر بنولیث، بنی ضمیر اور بنو سعد بکران کے پیچھے سے قوم اشجع سے تین سو افراد کے ساتھ گزرے۔

عباس نے کہا حق تعالیٰ نے اسلام کی محبت ان کے دلوں میں پیدا فرمائی پھر ابوسفیان نے کہا اے ابوالفضل! گویا محمد ﷺ نہیں گزرے اگر تو اس لشکر کو جس میں آنحضرت ﷺ ہیں دیکھے تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ کسی شخص میں اس لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ جاہ وجلال کی افواج اور امتوں کے طبقات کے گزر جانے کے بعد آنحضرت ﷺ کا لشکر ظاہر ہوا تقریباً پانچ ہزار مشہور بہادر مہاجرین وانصار آپ ﷺ کے فلک فرساً مبارک رکاب کے ساتھ تھے مسلح ومقنع اور پیراستہ داؤدی زرہیں اور ہندی تلواریں لیے تازی گھوڑوں اور عربی اونٹوں پر سوار آنحضرت ﷺ کے ایک ہاتھ حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرے ہاتھ پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما اور وہ سلطان تخت رسالت ﷺ صاحب جلال ارکان سے گفتگو فرماتے تھے۔ابوسفیان نے جب لشکر اسلام کو اس عظمت وجلالت کے ساتھ دیکھا تو اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ انتہائی حیرت ودہشت جو اس پر طاری ہوگئی تھی عباس سے کہا میں نے اس قسم کا کبھی کوئی لشکر نہ سنا دیکھا اے عباس تیرے بھتیجے کا ملک قوی اور عظیم ہوگیا۔ عباس نے کہا اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے یہ نبوت ورسالت ہے۔ مملکت وسلطنت نہیں ہے۔

نقل ہے کہ اس روز سعد بن عبادہ کہ انصار کا عَلَم اس کے ہاتھ میں تھا انصار کے ہزار اشخاص کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے آگے آگے جاتا تھا جب ابوسفیان کے پاس پہنچا آواز دی کہ اے ابوسفیان آج قتل کرنے اور خون بہانے کا دن ہے اور آج وہ دن ہے حرمت اہل حرم کا خیال نہیں کریں گے آج وہ دن ہے کہ حق تعالیٰ قریش کو ذلیل وخوار کرے گا پھر سعد نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا اے گروہ اوس وخزرج آج تم جنگ احد کا بدلہ لے لو گے ابوسفیان نے عباس سے کہا لہ ضدا یوم الزباد الھلاك، جب سعد ابوسفیان کو خوفزدہ کر کے چلا گیا آنحضرت ﷺ نے خاص صحابہ سے پوچھا ابوسفیان نے فریاد کی یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنی قوم کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں، ابوسفیان نے سعد بن عبادہ کی بات عرض کر کے کہا میں خدا تعالیٰ کو اور اپنی قرابت کو شفیع کرتا ہوں کہ ان کے خون سے درگزر فرمائیں اور اپنے اقربا کے متعلق لطف واحسان کا طریق اختیار کریں کیونکہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیک، رحیم اور صلہ رحمی کرنے والے آپ ﷺ ہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سعد بن عبادہ نے یہ بات سہو اور غلطی سے کہی ہے۔ آج کا دن لطف ومہربانی کا دن ہے آج وہ دن ہے جبکہ حق تعالیٰ قریش کو عزیز کرے گا۔

امیر المومنین حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے اسی دوران میں عرض کی یارسول اللہ! ہم سعد سے مطمئن نہیں ہیں خدا نہ کرے کہ قریش کو کوئی تکلیف پہنچائے آنحضرت ﷺ نے قیس بن سعد کو حکم فرمایا کہ اپنے باپ سے جھنڈا لے لے اور ایک روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کام کے لیے مقرر ہوئے جب تمام مسلمان ابوسفیان کے سامنے سے گزر گئے عباس نے ابوسفیان سے کہا آپ کو مکہ جانا چاہیے اور قریش کو ڈرائیں تاکہ وہ مسلمان ہوجائیں قتل اور اسیر ہونے سے بچ جائیں۔ ابوسفیان بڑی تیزی سے حرم کی طرف روانہ ہوا اس روز لشکر سے اس قدر گردو غبار اٹھا کہ ہوا کے آئینہ کو عظمت کے پردہ میں چھپا دیا آسمان کا رنگ زمین جیسا ہوگیا تھا۔

کہتے ہیں کہ ابوسفیان جب مکہ میں لوٹا قوم نے دیکھا کہ بڑی تیزی سے آرہا ہے اور اس کے چہرہ پر غبار پڑا ہوا ہے۔ ابوسفیان کے

استقبال کے لیے آئے۔ کہتے ہیں کہ قریش ابھی تک آنحضرت ﷺ کی آمد سے باخبر نہیں تھے انہوں نے پوچھا آپ کے پیچھے کون ہے اور یہ گرد و غبار کیسا ہے۔ابوسفیان نے کہا تم پر افسوس ہے۔ یہ محمد ﷺ صاحب جاہ جلال لشکر (جو پہاڑ کی مانند لوہے میں غرق ہیں) کے ساتھ پہنچے ہیں۔ان میں سے اکثریت ان بہادروں کی ہے کہ کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور کہا جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے گا، جو شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا جو شخص ہتھیار پھینک دے گا اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں رہے گا۔انہوں نے کہا یہ کیسی خبر ہے جو آپ ہمارے لیے لائے ہیں، اس کی بیوی ہندہ اس کے استقبال کے لیے باہر آئی اس نے سنا کہ اس کا خاوند یہ باتیں کہہ رہا ہے برداشت نہ کر سکی اس نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور اسے بہت ذلیل کیا اور کہا اے آل غالب! اس احمق بڈھے کو قتل کر دو تا کہ پھر ایسی باتیں نہ کرے۔ابوسفیان نے کہا جو ذلت کی بات میرے ساتھ کر سکتی ہے کر، خدا کی قسم اگر تو مسلمان نہ ہوئی تو تیری گردن اڑا دیں گے، اپنے گھر میں داخل ہو جا اور دروازے کو بند کر لے تا کہ فوجیوں کے تعرض سے تو محفوظ رہے۔

القصہ جب ہمایوں شمائل خجستہ خصائل لشکر کے طبقات ذی طویٰ میں پہنچے تو اس جگہ توقف کیا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ اشراف مہاجرین و انصار کے ساتھ وہاں پہنچ گئے جب آنحضرت ﷺ کی نظر انور سپاہ نصرت انتباہ پر پڑی ان کی شوکت و تیاری آنسرور ﷺ کی نظر انور میں ظاہر ہوئی۔ ہجرت کے وقت اپنی تنہائی اور بے کسی کا خیال کیا کہ کس طرح دشمن سے بھاگے اور خوف وخشیت سے شہر سے باہر نکال دیا اتنے قلیل عرصہ میں اس قدر سپاہ جرار اور لشکر نامدار کے ساتھ غلبہ کے ساتھ انہیں واپس لائے اسی طرح سوار پیشانی مبارک کو اونٹ پر رکھ کر سجدہ شکر ادا کیا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔

اس کے بعد فرمایا کہ زبیر مہاجرین کے ساتھ اعلائے مکہ میں داخل ہو اور آنحضرت ﷺ کے عَلَم کو حتانہ کے نزدیک گاڑ دے اور وہاں سے آگے بڑھے اور آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرے اور فرمایا کہ خالد بن ولید، اسلم وغفار اور بلند مرتبہ بہادروں کے ساتھ مکہ کی ڈھلوان سے داخل ہو اور اپنے جھنڈے کو منتہائے عمارات میں گاڑیں اور عبیدہ بن الجراح کو اس جماعت کے ساتھ جس کے پاس ہتھیار نہیں تھے بطن وادی کے راستے روانہ فرمایا اور بنفس نفیس خاص گروہ کے ساتھ دوسرے راستہ سے متوجہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے یوں فرمان دیا کہ کوئی شخص حرم میں مقیم لوگوں سے جنگ نہ کرے اور جنگ وقتال کے لیے ہاتھ نہ نکالے لیکن اگر ضعیف الاعتقاد، کمزور عقل والے اور خودنمائی کرنے والے کم شرمی کی وجہ سے مقابلہ کریں تو ان کا قلع قمع کرنے میں مصروف ہوں۔

نقل ہے عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو، بنی بکر اور بنی الحارث کے دلیروں اور بدیل اور احالیس کی جماعت کے ساتھ خالد بن ولید کی آمد سے باخبر ہوئے تو جنگ کے لیے تیار ہوئے اور انہوں نے خالد کا راستہ روک لیا۔موضع خندمہ میں فریقین آپس میں ملے اور جنگ شروع کر دی، جنگ عظیم ہوئی اور جنگ کرتے ہوئے خبورہ تک پہنچ گئے جو مسجد الحرام کے قریب ہے مخالفین کے اٹھائیس آدمی لقمہ تیغ غازیان ہوئے۔بیس آدمی قبیلہ بنی بکر سے تھے اس بناء پر کہ بنی بکر جو کہ آنحضرت ﷺ کے حلیف تھے کے بیس مظلوم مقتولین کے عوض تھے، خالد بن ولید کی سپاہ سے دو افراد نے شربت شہادت پیا، ایک جیش بن الاشعر اور دوسرا کرز بن جابر تھا۔

نقل ہے کہ پیغمبر ﷺ نے دور سے نیزہ و شمشیر کی چمک دیکھی کیفیت حال دریافت فرمائی لوگوں نے کہا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خالد بن ولید کے ساتھ کوئی جماعت جنگ کر رہی ہے اور خالد مجبوراً ان سے لڑ رہا ہے جب آتش جنگ فرو ہوئی آنحضرت ﷺ نے خالد سے کہا میں نے تمہیں جنگ سے منع فرمایا تھا؟ پھر تم نے جنگ کیوں کی۔ خالد نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے جنگ میں پہل کی لامحالہ ان کے ضرر کو دور کرنا ضروری تھا۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا قضاء اللہ خیر۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب پیغمبر ﷺ مکہ میں داخل ہوئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خالد بن ولید تلوار کھینچے اہل مکہ کو قتل کر رہا ہے آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو خالد کی طرف بھیجا اور وصیت فرمائی ارفع عنھم السیف، قاصد نے آ کر کہا اضع فیھم السیف۔ یعنی ان میں تلوار رکھ اور جس پر قابو پائے قتل کر دے پس خالد نے اس روز ستر افراد کو قتل کیا۔

بعض تفاسیر میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خالد پر عتاب کیا کہ باوجود اس بات کے کہ میں نے تمہیں آدمی بھیجا کہ قتل سے ہاتھ روک لے تو نے حکم عدولی کیوں کی خالد نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے قاصد نے آ کر کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اضع فیھم السیف، آنسرور ﷺ نے اس آدمی کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے تجھے خالد کے متعلق کیا کہا تھا اس نے کہا آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ارفع عنھم السیف، میں آپ کا پیغام پہنچانا چاہتا تھا کہ میرے سامنے ایک شخص آیا جس کا سر آسمان کے ساتھ اور پاؤں زمین پر تھے اس نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا خالد سے کہو اضع فیھم السیف اور اگر تو نے ایسا نہ کہا تو میں تجھے اس نیزہ سے ہلاک کر دوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صدق اللہ وصدق رسولہ۔ جس روز میرے چچا حمزہ کو قتل کیا گیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ اگر قریش پر میں نے قابو پا لیا تو ان میں سے ستر افراد کو قتل کروں گا اس روز حق تعالیٰ نے مجھے روک دیا لیکن آج اس نے وہ بات جو پیغمبر کی زبان سے نکلی تھی چاہا کہ پوری کر دے، یہ قضیہ اسی وجہ سے پیدا ہوا۔ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں مشرکین کی ایک جماعت شکست کھا کر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلی، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا ابوسفیان اور حکم بن خرام چلانے لگے کہ اے پسر قریش! کیوں خواہ مخواہ خود کو ہلاک کرتے ہو جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو جائے گا امن میں ہے اور جو شخص ہتھیار ڈال دے گا امن میں ہے۔ تب مشرکین ہتھیار پھینک کر گھروں میں گھس گئے مسلمانوں نے ان کے اسلحہ کو قبضہ میں کر کے اپنی قوت کا سبب بنایا جب عکرمہ، صفوان اور باقی اوباشوں نے شمشیر کی ضرب اور مسلمانوں کی یکجہتی دیکھی تو خوفزدہ ہو گئے بعض گھروں کے سوراخوں میں گھس گئے اور بعض کوہ و بیابان کی طرف بھاگ گئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا خیمہ مقام حجون میں ڈالیں پھر جب آنحضرت ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے اپنے سر اور جسم کو راستہ کے گرد و غبار سے دھویا اور پاک غسل کر کے زرہ پہنی، سر مبارک پر خود رکھا، حجون سے خندمہ تک سوار آنحضرت ﷺ کا انتظار کر رہے تھے، آنحضرت ﷺ خیمہ سے مسلح اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مسجد حرام کی طرف متوجہ ہوئے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ پر اور اسیر بن الحصیر بائیں ہاتھ پر تھے بلال بن اماح اور عثمان بن طلحہ نے آپ ﷺ کی ہمرکابی اختیار کر رکھی تھی۔ محمد بن مسلمہ آنحضرت ﷺ کی سواری کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور آنحضرت ﷺ آیہ کریمہ انا فتحنا لك فتحا قريبا آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے اور بغیر احرام باندھے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور اسے اپنی موجودگی کے نور سے منور کیا اور تکبیر کے غلغلہ سے ہر بوڑھے اور جوان پر جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر مسلمانوں کے حالات دیکھ رہے تھے۔ لرزہ طاری ہو گیا جب مراسم طواف ادا کر کے سواری سے اترے اور کعبہ کو سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورے اہتمام سے پاک کر دیا۔

کتب سیرت میں تحریر ہے کہ اس دن کعبہ کے اطراف و جوانب میں مشرکین نے تین سو ساٹھ بت نصب کر رکھے تھے اور ہبل سب سے بڑا بت تھا، شیطان نے ان بتوں کے قدموں کو قلعی کے ساتھ زمین میں ہموار کیا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نیزے یا لکڑی کے ساتھ جو آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی اس بت کی طرف اشارہ کیا اور فرماتے تھے وقل جاء الحق وزھق الباطل اور وہ بت لکڑی لگتے ہی سرنگوں ہو جاتے تھے باوجودیکہ ان کے پاؤں قلعی سے مضبوط کیے ہوئے تھے اور کہتے ہیں کہ تمام بت جو مشرکین کے گھروں میں تھے اس روز منہ کے بل گر پڑے اور آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وساف و نائلہ جو دو بت تھے انہیں توڑ دیا جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اساف صفا کی طرف منسوب تھا اور نائلہ مروہ کی طرف منسوب تھا اور کہتے ہیں کہ ان دو بتوں کی اصل یہ ہے کہ ایک اصاف بن عمرو جرہم کا ایک مرد تھا اور دوسری نائلہ نامی عورت تھی۔ سہیل بھی قبیلہ برہم سے تھی انہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا خدا تعالیٰ نے انہیں مسخ کر دیا جو پتھر ہو گئے۔ قریش نے انتہائی جہالت اور گمراہی سے انہیں پوجنا شروع کر دیا۔ جب وہ دو بت ٹوٹے تو ایک سیاہ عورت نکلی آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ نائلہ ہے اور قیامت تک تمہارے ملک میں اس کی پرستش نہیں ہوگی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا اس دن آنحضرت ﷺ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے وہ پشت کے بل گر پڑتا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چند بت ایسی جگہ پر رکھے ہوئے تھے جہاں ہاتھ نہیں پہنچتا تھا جب آنحضرت ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے اور ان بتوں کو اس جگہ دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنے پائے مبارک میرے کندھے پر رکھیے اور ان بتوں کو گرا دیجئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے علی! تو نبوت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا تو اپنے پاؤں میرے کندھے پر رکھ چنانچہ یہ کام علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اس امر میں مشغول ہوئے ورگرنہ نبی، ولی اور فرشتوں میں سے کس کو یہ مجال تھی کہ یہ گستاخی کر سکتا۔

نقل ہے کہ جس وقت شاہ مردان نے اپنے پاؤں اس شاہباز قدرت، شاہسوار قاب قوسین اور پیشوائے کل مخلوقات عالمین ﷺ کے کندھے پر رکھا آنسرور ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ اے علی! خود کو کیسی جگہ میں محسوس کرتے ہو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ میری آنکھوں پر پڑے ہوئے دنیاوی پردے اٹھ گئے ہیں اور میرا سر عرش کے ساتھ پہنچ گیا ہے اور جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں اگرچہ تمام آسمان ہو میرے قبضہ اقتدار میں آسان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے علی! کیا عمدہ ہے تیرا وقت کہ حق کا کام کرتا ہے اور کیسا عمدہ ہے میرا حال کہ حق کا بوجھ اٹھاتا ہوں۔

اور ایک روایت ہے کہ فرمایا اے علی! تم اپنے مقصد تک پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی جب بتوں کو زمین پر گراتے تھے خود کو آنحضرت ﷺ کے کندھے سے نیچے گرا دیا اور مسکرائے آنحضرت ﷺ نے مسکرانے کا سبب دریافت فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اس لیے مسکرایا ہوں کہ میں نے خود کو اتنی بلند جگہ سے گرایا ہے اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے علی! تجھے کیسے تکلیف پہنچ سکتی تھی کہ تجھے اللہ کے نبی ﷺ نے اٹھایا ہوا تھا اور جبرئیل نے اتارا۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ خیر النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ تنور میں روٹیاں پکا

رہی تھیں آپ کا تن نازنین آگ کی حرارت سے گرم تھا خواجہ عالم ﷺ نے اس کی مدد و اعانت کے طور پر چند روٹیاں تنور میں لگائیں فی الجملہ وہ روٹیاں جو فاطمۃ الزہرا نے تنور میں لگائی تھیں پکی ہوئی نکلیں اور وہ روٹیاں جو آنحضرت ﷺ نے لگائی تھیں کچی نکلیں فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حیرت سے انگلی منہ میں دابی اور تعجب کیا، اس میں کیا حکمت ہے کہ عورتیں جو ناقصات العقل ہیں ان کی روٹی پکی ہوئی نکلے اور آپ ﷺ کی روٹی کچی، وایکم مثلی ابیت عند ربی، کچی روٹی بڑا مشکل واقعہ ہے کہ نا پختہ لگائے تو پک جائیں۔ اور پختہ لگائے تو کچی اس پر خواجہ عالم جو کہ مشکلات کو حل کرنے والے ہیں نے فرمایا اے فاطمہ تعجب نہ کر یہ بھی ہمارے معجزہ کا کمال ہے کہ روٹیوں نے ہمارے ہاتھوں کو چھونے کا شرف حاصل کیا ہے۔

ہر وہ چیز جس کو ہمارا ہاتھ چھو جائے اس پر آگ اثر نہیں کر سکتی۔ ممکن ہے اسی مدعا پر ابوداؤد کا دسترخوان تھا کہ آنحضرت ﷺ کا دست مبارک ایک مرتبہ اس سے چھوا تھا، جب بھی وہ میلا ہو جاتا آگ میں ڈال دیتا اس کی میل آگ سے جل جاتی اور دسترخوان آگ سے سفید ہو جاتا اور صاف ستھرا باہر نکلتا، اسی طرح اگر اس جگہ آنحضرت ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر سوار ہوتے اور بتوں کو اپنے دست مبارک سے گراتے آپ ﷺ کی ہتھیلی کے چھونے کی برکت سے بت آگ سے محفوظ ہو جاتے اور فرمان انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم نافذ نہ ہوتا۔ اب وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، ابوسفیان نے کہا مجھ سے ہاتھ اٹھا لے اور مجھے ملامت نہ کر۔ اگر محمد ﷺ کے خدا کا کوئی شریک ہوتا تو یقیناً اس صورت حال کے علاوہ اور صورتحال ہوتی۔

نقل ہے خانہ کعبہ کے دروازہ کی کنجی سلافہ بنت سعد کے پاس تھی جس کے کئی لڑکے جنگ احد میں قتل ہوئے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مسجد الحرام میں توقف فرمایا۔ بلال کو عثمان بن طلحہ کے ساتھ جو کہ سلافہ کا لڑکا ہے کنجی طلب کرنے کے لیے بھیجا۔ عثمان نے والدہ کے پاس جا کر کنجی طلب کی اس کی والدہ نے کنجی دینے میں تاخیر کی اور اس کا خیال تھا کہ کنجی لے کر اسے واپس نہیں دیں گے۔ ہر چند عثمان نے بہت عاجزی و انکساری سے اصرار کیا۔ منت سماجت کی اس کی والدہ تاخیر کرتی رہی جب بلال اور عثمان کو گئے ہوئے دیر ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو بھیجا وہ جب الفرمان سلافہ کے گھر آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ اے عثمان جلدی باہر نکلو، رسول اللہ ﷺ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ سلافہ کو جب معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کنجی کے لیے آئے ہیں تو اس نے چابی اپنے لڑکے کو دے دی۔ کیونکہ بنی تیم اور بنی عدی کے لے جانے سے بہتر ہے کہ تو لے جائے۔ حضرت ابوبکر کا سلسلہ بنی تیم اور حضرت عمر کا بنی عدی سے ملتا ہے۔

جب حضرت عثمانؓ کلید کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائے تو حضور ﷺ نے ہاتھ بڑھایا کہ چابی لے۔ حضرت عباس بن حضرت عبدالمطلب اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جس طرح آپ ﷺ نے زمزم کے پانی پلانے کو میرے سپرد کر رکھا ہے خانہ کعبہ کی دربانی بھی میرے سپرد کیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے جب یہ سنا تو چابی دینے میں متوقف ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان کنجی مجھے دو۔ حضرت عثمانؓ نے جب کنجی دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت عباس نے اپنی درخواست کو پھر دہرایا۔ حضرت عثمانؓ نے پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان اگر خدا تعالیٰ اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہو تو کنجی مجھے دو۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ لیجیے۔ بامانۃ اللہ۔ پھر خانہ کعبہ کو کھولا اور حضور ﷺ نے داخل ہو کر نماز ادا فرمائی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ عثمان بن طلحہ کے ساتھ بھیجا تا کہ ملائکہ اور انبیاء کی تصویروں کو جو کفار نے خانہ کعبہ کی دیواروں پر بنائی ہوئی تھیں مٹا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی تصویروں کے علاوہ دوسری تصویروں کو مٹا دیا۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے۔ اور بلال، اسمہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم جو حضور ﷺ کے ساتھ داخل ہوئے۔ تو حضور ﷺ کے فرمان سے انہوں نے دروازہ بند کر دیا تا کہ لوگ دھکم پیل نہ کریں۔ جب حضور ﷺ کی نظران دو پیغمبروں کی تصویروں پڑی فرمایا اے عمر! میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ ان تصویروں کو محو کر دے اس قوم پر خدا کی لعنت ہو وہ چیز جسے انہوں نے پیدا نہیں کیا اس کی تصویر بناتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا قاتلہم اللہ، یہ لوگ شاید نہیں جانتے کہ یہ پیغمبر ہیں کبھی جوا نہیں کھیلے پس آپ ﷺ نے قدرے زعفران طلب کیا اور ان تصویروں کو اس زعفران سے مٹا دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پانی کا ڈول منگوا کر ان تصویروں کو دھو دیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر خانہ کعبہ کی دہلیز پر کھڑے ہوئے اور دروازے کی دونوں سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا، کنجی آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند قدم آگے بڑھے اور عرض کی یا رسول اللہ خانہ کعبہ کی کلید برداری کو اہلبیت کے سپرد کیجئے جیسا کہ شعایہ زمزم عطا کیا ہے، پھر حضور ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو طلب فرما کر کہا کنجی لے لو آج وفا کا دن ہے اور بعض روایات میں وارد ہے کہ فرمایا **خذوھا یا بنی طلحہ یا لمدۃ لاینز عنھا عنکم الی ظالم**۔ ارباب سیرت نے بیان کیا ہے کہ آیہ کریمہ **ان اللہ یامرکم ان تؤد الا مانات الیٰ اھلھا**۔ اسی مقام پر نازل ہوئی پھر حضرت علی سے کہا کہ میں تمہارے سپرد کام کرتا ہوں کہ اس کام سے تمہارا نفع لوگوں کو پہنچے گا نہ یہ کہ لوگوں سے تمہیں نفع حاصل ہو۔ پھر حضرت عثمان نے حضور ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور کنجی کو اپنے بھائی شیبہ کے سپرد کر دیا جو اب تک کعبہ کی کنجی آل شیبہ کے ہاتھ میں ہے۔

نقل ہے کہ جب حضور ﷺ نے کعبہ کے دروازہ کی سلاخوں پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور قریش کے اکثر و بیشتر سردار وہاں صف بستہ کھڑے تھے ان پر خوف طاری تھا کہ نہ معلوم ان کے لیے کیا حکم صادر ہوتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ واعزہ جندہ وھزم الاحزاب وحدہ**۔ اس کے بعد اہل مکہ سے خطاب فرمایا کہ **ماذا تقولون۔ وما تظنون** تم کیا کہتے اور کیا خیال کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ اہل مکہ نے جواب دیا کہ **نقول خیرا ونظن خیرا اخ کریم و ابن اخ کریم وقد قدرت** یعنی ہم کہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کریم کے بھائی، کریم کے لڑکے ہیں اور ہم پر قدرت پائی ہے چونکہ قریش نے اس گفتگو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ اور ان کے بھائیوں کے جرائم سے درگزر کرنے کی طرف اشارہ کیا تھا لامحالہ حضور ﷺ نے ان کو اس طرح جواب دیا **فانی اقول ماقال اخی یوسف لاتثرث علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین** اور یوں فرمایا **اذھبوا فانتم الطلقاء**۔ جاؤ تم آزاد کیے جاتے ہو۔

اس کے بعد انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جو نصائح مواعظ پر مشتمل تھا جاہلیت کی رسوم و عادات کو اکھاڑ پھینکا۔ احکام قصاص۔ دیات مغلظہ اور مخففہ خطاً اور عمد کو بیان فرمایا اسلام سے پہلے کے دعوؤں کو باطل قرار دیا۔ جاہلیت آباؤ اجداد کے ساتھ جاہلیت کا فخر و غرور اور نسبت کے ذریعہ بڑائی

کو منع فرمایا اور فرمایا تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور مٹی کے بنے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے پر بزرگی اور فضیلت نہیں سوا تقویٰ کے اور یہ آیت پڑھی یایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلنا کم شعوباء وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر ، اور جب ظہر کا وقت آگیا حضور ﷺ نے بلال سے فرمایا، اس نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نماز کے لیے اذان کہی، جب مشرکین نے بلال کی آواز سنی ان میں سے بعض جیسے اسیرین خالد جسے حضور ﷺ نے عنفوان شباب میں والی مکہ کہا۔ ابو جہل کا بھائی حارث بن ہشام اور حکم بن عاصم نے نامناسب باتیں کہیں ابوسفیان بن حرب جو کہ وہاں موجود تھا کہا میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ میرا خیال ہے کہ مکہ کے سنگریزے بھی اس سے محمد ﷺ کو خبر کردیں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضور ﷺ کو ایک ایک کی بات سے آگاہ کردیا۔ حضور ﷺ نے اس جماعت کو طلب فرمایا جو کچھ انہوں نے کہا تھا ایک ایک کو بیان فرمایا اور ہر ایک کی طرف خطاب فرمایا۔ اے فلاں تو نے یوں کہا وہ شرمندہ ہوئے اور زبان سے کلمہ توحید پڑھا، ابو سفیان نے کہا یا رسول اللہ! میں نے کچھ نہیں کہا۔ آنحضرت ﷺ نے تبسم فرمایا اور اس کی تصدیق کی اس کے بعد کوہ صفا پر گئے اور اس پر اس قدر چڑھے کہ خانہ کعبہ دکھائی دینے لگا دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور واہب العطیات جل وعلا کے حضور میں رفع حاجات کی درخواست کی پھر اسی جگہ بیٹھ گئے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں کھڑے تھے۔ قریش کے ایک ایک آدمی کو لاتے وہ بیعت کرتے جاتے۔ مردوں کے بعد عورتوں کی باری آئی عورتیں بھی آنحضرت ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئیں اور کہتے ہیں کہ عورتوں سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ چادر کا ایک کونہ آنحضرت ﷺ نے دست مبارک میں پکڑا ہوا تھا اور دوسرا کونہ عورتوں کے ہاتھ میں دیا تھا اور آیت کریمہ کے تقاضا کے مطابق کہ یا ایھا النبی اذا جاء ك المؤمنات یبایعنك ان لایشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین آخر سورت تک ان کو وصیت فرماتے تھے۔ فارغ ہونے کے بعد حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لائے وہاں غسل کیا اور چاشت کی نماز ادا فرمائی۔

فتح مکہ کے بعد شعب ابی طالب کی حالت

شعب ابی طالب اور حنیف بنی کنانہ میں چھاؤنی بنائی ہوئی تھی تاکہ اس جگہ کو دیکھیں اور گذشتہ مصائب کو یاد کرتے ہوئے فتح مکہ کی نعمت اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہونے پر شکر ادا کریں۔

جب حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اہل مکہ کے قتل سے منع فرمادیا اور ان پر احسان اور مہربانی فرمائی، انصار نے ایک دوسرے سے کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم اور خاندان پر احسان اور مہربانی کی اور مراسم شفقت و مہربانی کو روا رکھا اپنے شہر کی رعایت کی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ حضور ﷺ پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے اور جب وہ آثار ختم ہوئے تو انصار سے خطاب فرمایا کہ تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا، حضور ﷺ نے فرمایا حاشا وکلا کہ میں اس طرح کروں میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں اور اس شہر سے میں نے تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری موت تمہاری موت ہے۔ انصار رونے لگے اور عرض کی ہم نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا اور اس کا رسول اس کی تصدیق کرتا ہے۔

شاتمانِ رسول کے متعلق حکم

حضور ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ مشرکین میں سے گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کو جہاں بھی پائیں قتل کردیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان گیارہ مردوں میں سے اول عبدالعزیٰ بن حنظل تھا۔ ان لوگوں کو اسے قتل کرنے کا حکم دینے کا سبب یہ تھا کہ فتح مکہ سے پہلے وہ مدینہ آیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اس کے بعد آنسرور ﷺ نے خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ اسے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا۔ اس خزاعی مرد نے اس کی خدمتگاری کے شرائط ادا کیے ایک روز ابوحنظل نے خزاعی سے کہا کہ وہ کھانا مہیا کرے جب وہ نیند سے بیدار ہوگا تو کھائے گا۔ خزاعی نے اس سلسلہ میں سستی کی۔ ابوحنظل بیدار ہوا اور کھانا نہ پایا تو اسے بیچارے کو قتل کردیا۔ قتل کے بعد وہ خوف زدہ تھا کہ اگر وہ مدینہ گیا تو رسول اللہ ﷺ اسے قصاص کا حکم فرمائیں گے اس وجہ سے دین سے مرتد ہوکر صدقہ کے جانوروں کو ہانک کر مکہ لے گیا۔ فتح مکہ کے روز مسلح ہوکر لشکر اسلام کے مقابلہ کے لیے نکلا اور خالد بن ولید سے معرکہ میں فرار ہوکر خانہ کعبہ میں پناہ لی۔ جس وقت حضور ﷺ طواف کی سنت ادا کررہے تھے ایک صحابی اس کی موجودگی سے آگاہ ہوا اور آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ یہ رہا ابن حنظل، خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اسے اسی جگہ قتل کردیں چنانچہ حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے وہ اسی جگہ قتل ہوا اور کہتے ہیں کہ ابو بررہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔

دوم عبداللہ بن ابی السرح، امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہتا تھا اور حضور ﷺ کے ارشاد سے کتابت وحی کیا کرتا تھا، قرآن کے لکھنے میں خیانت اور تبدیلی کلمات کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھا ایک مرتبہ اس نے کہا محمد ﷺ نہیں جانتے اگرچہ وہ کہتے ہیں۔ میں جو کچھ چاہتا ہوں ان کے لیے لکھتا ہوں بلکہ وحی جس طرح ان پر اترتی ہے مجھ پر بھی اترتی ہے اور جب اسے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اس کی خیانت سے مطلع ہوگئے ہیں مکہ میں بھاگ گیا اور فتح مکہ کے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پناہ کی درخواست کی اور ان کو اپنا سفارشی بنایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا خون معاف کرائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور اس کی والدہ کے اپنے اوپر حقوق کا ذکر کرکے درخواست کی کہ اس کے قتل سے درگزر فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا۔ جب حضرت عثمان نے چند مرتبہ درخواست پر کوئی جواب نہ سنا آخر کار اس بہترین مخلوقات علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کے نزدیک جاکر سر مبارک اپنی بغل میں لے لیا اور کہا یارسول اللہ ﷺ! کیا عبداللہ کو آپ ﷺ نے امان دے دی اس سلسلہ میں بہت منت سماجت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں، جب حضرت عثمان اور عبداللہ مجلس سے باہر چلے گئے تو حاضرین مجلس سے خطاب فرمایا تم میں سے کسی ایک کے لیے کیا رکاوٹ تھی کہ اٹھ کر اس کتے کا خون بہا دیتا۔ عباد بن بشر نے کہا یارسول اللہ اس خدا کی قسم جس نے آپ ﷺ کو راستی کے لیے بھیجا ہے۔ میں منتظر تھا کہ آپ ﷺ گوشہ چشم سے اشارہ فرمائیں اور اگر میں کچھ بھی اشارہ سمجھ جاتا تو اس کی گردن پر تلوار مارتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کسی پیغمبر کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ گوشہ چشم سے خیانت کرے۔

کہتے ہیں کہ جب عبداللہ نے امان حاصل کر لی پھر ایمان لایا لیکن شرمندگی کی وجہ سے جب حضور ﷺ کو دیکھتا اور بھاگ جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ یہ میرا رضاعی بھائی جب آپ ﷺ کو دیکھتا ہے بھاگ جاتا ہے حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا میں نے اس سے بیعت نہیں لی اسے امان دی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا ہاں، جب اسے وہ جرم عظیم یاد آتا ہے تو وہ نظر کی تاب نہیں لاسکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا الا سلام یمحوما کان قبله حضرت عثمان نے ابن السرح سے یہ کہا اسکے بعد لوگ جب زیارت کے لیے آئے کبھی خود کو ان کے درمیان چھپالیتا اور حضور ﷺ کو سلام کرتا۔

سوم عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ حضور ﷺ کو ایذا رسانی اور گستاخی کا قصہ مشہور ہے۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو وہ وہاں نہیں ٹھہر سکتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون مباح قرار دے دیا ہے۔ ساحل سمندر کی طرف بھاگ گیا۔ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز ایک صحابی عکرمہ کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا حاضرین متعجب ہوئے انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایسے مقام پر تبسم فرمانا حکمت سے خالی نہیں۔ فرمایا میرے تبسم کا سبب یہ ہے کہ آئینہ غیب میں میں نے دیکھا ہے کہ قاتل اور مقتول ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ صحابہ کی حیرانی اور بڑھ گئی کیونکہ کفر کے اندر اس قدر شدید تھا کہ اس کا مسلمان ہونا انہیں ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ جب وہ ساحل پر گیا اور کشتی میں بیٹھ گیا تا کہ وہ یمن چلا جائے قدرت الٰہی سے بجلی کڑکی اور سمندر موجیں مارنے لگا۔ اہل کشتی زاری کرتے ہوئے اس کے پاس آئے کہ بظاہر اس امر کے ظہور کا سبب تیرا اس کشتی میں آنا ہے۔ اخلاص اختیار کرتا کہ ہم اس تختی سے نجات حاصل کر لیں اس نے کہا مجھے کیا کرنا چاہیے انہوں نے کہا لا اله الا الله محمد رسول الله۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس بات سے اس تنبیہ حاصل ہوئی اس کے بعد اس نے دیکھا کنارہ پر ایک عورت نے سر سے چادر اتار کر لکڑی کے سرے پر رکھی ہے اہل کشتی نے لنگر ڈال دیا۔ عکرمہ چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر آیا اس نے دیکھا کہ ام حکیم اس کی بیوی ہے حالانکہ ام حکیم بیعت کر کے مسلمان ہو گئی تھی، اس نے کہا اے عکرمہ! میں سب سے زیادہ کریم اور کامل ترین انسان کے پاس سے آئی ہوں۔ اس نے حضور کے اوصاف و کمالات جس قدر کہ اس کی طاقت تھی بیان کیے پھر کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ میرا چچازاد بھائی آپ ﷺ کے خوف سے بھاگ کر یمن کی طرف گیا ہے۔ آپ ﷺ کے مکارم اخلاق سے میری درخواست ہے کہ اسے امان دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اسے خدا تعالیٰ کی امان میں دیا۔ ہر شخص جو اس تک پہنچے اسے چاہیے کہ اس سے تعرض نہ کرے اب لوٹ چل کہ تجھے امان مل گئی ہے۔ عکرمہ نے کہا تو نے ان سے امان طلب کی اور انہوں نے میری اس ایذا اور ضرر رسانی کے باوجود امان دے دی۔ ام حکیم نے کہا ہاں ان کا کرم اس سے بھی زیادہ ہے کہ کوئی شخص اسے بیان کر سکے۔ اللھم صل علی محمد نبی الرحمة وشفیع الامة صلی الله علیه وآله وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔ پھر کہا اے عکرمہ جلدی کر اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کر اور کلمہ العور احمد کہہ کر مکہ واپس آ گیا۔ کہتے ہیں کہ عکرمہ کو راستہ میں ام حکیم کے ساتھ مباشرت کی رغبت ہوئی۔ اس نیک عورت نے اس کی درخواست کو رد کر دیا اور کہا میں مسلمان ہوں اور زیور ایمان سے آراستہ ہوں اور تو ابھی مشرک اور نور عرفان سے خالی ہے تو حقوق شوہری سے اس وقت تک متمتع نہیں ہو سکتا۔ جب تک مسلمان نہ ہو جائے۔

جب عکرمہ مکہ کے قریب آیا حضور ﷺ کو اس کی آمد کا الہام ہوا۔ دوستوں سے فرمایا۔ یاتیکم عکرمہ بن ابی جھل مومناً مھاجراً فلا تسبوا اباہ۔ یعنی عکرمہ بن ابی جہل اس حال میں تمہارے پاس آیا ہے کہ مومن و مہاجر کی تحریر اس کے منشور اعمال پر لکھی ہوئی ہے۔ کسی شخص کو اس کے باپ کا نام برائی سے نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ مردہ کا عیب بیان کرنے سے زندوں کو عار آتی ہے اور مردہ سے کوئی بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ اسی اثناء میں ام حکیم اپنے چہرے پر پردہ ڈالے ہوئے اپنے خاوند کے ساتھ حضور ﷺ کے خیمہ کے دروازہ پر آئی اور کہا یارسول اللہ! میں عکرمہ کو لے آئی ہوں حضور ﷺ انتہائی خوشی سے اس طرح اپنی جگہ سے اچھلے کہ چادر آپ ﷺ کے دوش مبارک پر گر گئی۔ عکرمہ نے آ کر دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضور ﷺ بیٹھ گئے اور وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی اے محمد ﷺ! یہ عورت کہتی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے اپنے غصہ سے امان دے دی ہے اور بے خوف کر دیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا سچ کہتی ہے تو میری امان میں ہے عکرمہ نے کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ وانک عبدہٗ ورسولہ۔ پھر انتہائی شرمندگی سے سر جھکا کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ سب سے زیادہ سچے اور از روئے خلقت سب سے زیادہ نیک ہیں ہم اپنی انتہائی بدبختی، شقاوت اور نادانی سے آپ ﷺ کے دعویٰ کو جھٹلاتے رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو کچھ تمہارا سوال ہو گا مجھ سے ہو گا میں اسے پورا کروں گا۔ عکرمہ نے کہا یارسول اللہ میری درخواست یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ہر وہ عداوت جو میں نے آپ ﷺ کے ساتھ کی ہے اور ہر وہ اقدام جو کفر کے بلند کرنے اور مشرکین کو تقویت دینے کے لیے آپ ﷺ کی دشمنی میں قدم اٹھایا' وہ معاف فرما دیں۔ اس قدر بے ادبی اور گستاخی جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ سامنے اور غائب میں مجھ سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ درگزر فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے دست مبارک دعا کے لیے اٹھائے دعا فرماتے ہوئے کہا میں تمہاری آمد سے خوش ہوں۔ عکرمہ نے کہا خدا کی قسم! ہر وہ قدم جو میں نے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کے لیے اٹھایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے دوگنا وقت خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لیے صرف کروں اور ہر جنگ جو خدا تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ کی ہے اس سے دوگنی اس کے دشمنوں کے ساتھ کروں۔ کہتے ہیں کہ جب عکرمہ دولت ایمان سے مشرف ہوا اعلائی کلمۃ اللہ کے لیے کمربستہ ہوا اور کفر و فساد کی آگ کو بجھانے کے لیے انتہائی کوشش کی۔ مسلمان ہوتے ہی جس جگہ بھی مکہ میں اسے بت کا گمان ہوتا توڑ دیتا اور قواعد دین کو مستحکم کرنے میں بڑی کوشش کرتا۔ یہاں تک کہ غزوہ اجنادین میں شہید ہوا رضی اللہ عنہ۔

چوتھا حویرث بن نقید تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کے خلاف باتیں کیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے روز اس نے اپنے خون کے مباح ہونے کا سنا تو دروازہ بند کر کے اپنے گھر میں چھپا رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازہ پر آئے اور اس کا حال دریافت کیا کسی نے بتایا جنگل کو چلا گیا ہے۔ حویرث کو جب معلوم ہوا کہ اس کو تلاش کیا جا رہا ہے تو وہ اتنی دیر ٹھہرا رہا کہ حضرت علی چلے گئے وہ باہر نکلا تاکہ دوسرے مکان میں چھپ جائے۔ اتفاقاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی آپؓ نے اس کی گردن مار کر آنحضرت ﷺ کے فرمان کو پورا کر دیا۔

پانچواں مقیس بن حنابہ تھا اس کا جرم یہ تھا کہ اس کا بھائی ہشام بن حنابہ مدینہ میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔ غزوہ مرلسیع میں حضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ بنی عمرو بن عوف کے ایک انصاری نے خیال کیا کہ وہ مشرک ہے اسے غلطی سے قتل کر دیا۔ مقیس مدینہ میں آیا اور اپنے بھائی کے

خون کا مطالبہ کیا چونکہ وہ غلطی سے قتل ہوا تھا دیت کا حکم ہوا۔ دیت لینے کے بعد مقیس مسلمان ہو گیا۔ پھر دیت لینے کے باوجود اس انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ لوٹ گیا فتح مکہ کے روز ایک کونہ میں بیٹھ کر شراب پی رہا تھا۔ یمشلہ بن عبداللہ لیثی کو اس کی خبر ہوئی اس نے جا کر اسے قتل کر دیا۔

چھٹا ہبار بن الاسود تھا اس کا خون مباح ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضور ﷺ کو اس سے بہت ایذا پہنچی تھی اس کی ناپسندیدہ حرکات میں سے ایک یہ تھی کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے خاوند ابوالعاص بن الربیع جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کے قیدی ہو گئے تھے آنحضرت ﷺ نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے اس شرط پر مکہ بھیجا کہ جب وہ مکہ میں جائے تو حضرت زینب کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دے۔ چنانچہ اپنی جگہ یہ بیان ہوا جب ابوالعاص نے زینبؓ کے لیے ہودج ترتیب دے کر ابورافع کے حوالے کیا (جسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کو لانے کے لیے بھیجا تھا) کے سپرد کیا تو ہبار نے ان کا راستہ روکا جس سے حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہودج سے گر پڑیں اور حمل ساقط ہونے کی بنا پر وہ سخت علیل ہو گئیں اور اسی بیماری سے فوت ہوئیں۔ ہبار کی اس گستاخی سے حضور ﷺ اس قدر غصہ میں تھے کہ اہل مکہ کی طرف لشکر بھیجنے لگے تھے اس موقع پر اس لشکر سے فرمایا اگر تم ہبار پر قابو پاؤ تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو پھر اسے قتل کر دو۔ جب مکہ میں تشریف لائے ہر چند اسے تلاش کیا مگر وہ نہ ملا جب حضور ﷺ مدینہ میں لوٹ آئے ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ہبار نظر آیا اور پکارا کہ اے محمد ﷺ میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ یقیناً میں اس سے پہلے ذلیل اور خوار تھا اب میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور آپ ﷺ کی نظر میں گنہگار اور شرمسار ہوں۔ حضور ﷺ نے غصے کو پیتے ہوئے سر جھکا لیا کہ اسے عتاب نہ کریں کیونکہ اس نے اسلام کو قبول کر لیا ہے پھر فرمایا کہ اے ہبار میں نے تجھے معاف کر دیا اور تیرے گزشتہ گناہوں اور جرائم سے درگزر کیا۔

ساتواں صفوان بن امیہ تھا اسے جب معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اس کا خون مباح قرار دے دیا ہے تو مکہ سے بھاگ گیا اور ارادہ کیا کہ ساحل سمندر کے راستہ خود کو بچائے۔ عمرو بن وہب جمی نے صورت واقعہ حضور ﷺ سے عرض کر کے درخواست کی کہ اسے امان دے دیں اس کی درخواست قبول ہوئی رسول اللہ ﷺ نے اسے دو ماہ کے لیے امان دے دی۔ عمیر نے صفوان کے پیچھے جا کر اسے خوشخبری سنائی۔ صفوان اس سے متعجب ہوا اور کہا خدا کی قسم! میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک محمد ﷺ سے کوئی نشانی میرے پاس نہیں لاتے۔ عمیر واپس آیا اور کہا یا رسول اللہ صفوان خود کو بساط قبولیت سے بہت دور دیکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے نشانی طلب کی ہے تاکہ واپس آئے۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک عمیر کو دے کر صفوان کے پاس بھیجا جب عمیر نے نشانی اس کے پاس پہنچائی اس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عمیر کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے دو ماہ کے لیے امان دی ہے کہ اس کی بات واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ پیغمبر ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے چار ماہ کی امان دی، صفوان مشرک ہونے کے باوجود غزوہ حنین اور طائف میں حضور ﷺ کے ہم رکاب تھا۔ مراجعت کے بعد جب حضور ﷺ موضع جعرانہ میں پہنچے اس کا گزر ایک گھاٹی پر ہوا جو چوپائیوں سے بھری ہوئی تھی۔ صفوان نے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں میں اس قدر نظر ڈالی کہ حضور ﷺ نے اس کی رغبت کو دیکھ کر فرمایا اے صفوان! ان تمام کو میں نے تجھے بخشا۔ صفوان اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو اپنے قبضہ تصرف میں لایا اور کہا ماطابت نفس احد مثل ھذا الا نفس نبی۔ اور اسی جگہ مسلمان ہو گیا۔

آٹھواں حارث بن طلاطلہ تھا وہ بھی حضور ﷺ کو ایذا دینے والوں میں سے تھا۔ فتح مکہ کے روز حضرت علی نے اس کو قتل کر دیا۔

نواں کعب بن زہیر تھا جو حضور ﷺ کی ہجو کرتا تھا۔ فتح مکہ کے روز اس نے بھاگ کر جان بچائی۔ آخرکار اپنے بھائی بجیر بن زہیر کے ساتھ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوا۔ پہلے اس نے اپنے بھائی بجیر کو بھیجا تا کہ معلوم کرے کہ آنسرور ﷺ اس کے اسلام کو قبول فرمالیں گے اور اس کے خون سے درگزر کریں گے۔ بجیر آکر دولت اسلام سے مشرف ہوا اور کعب کے پاس اطلاع بھیجی کہ آکر مسلمان ہو جا کہ تمہارا گناہ معاف کر دیں گے۔ پس وہ اسی روز خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ کعب آیا اور مسلمان ہوا اور یہ قصیدہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پڑھا۔

ان الرسول سیف لیستفادبہ — منھل من سیوف اللہ مسلول

اعنی ان رسول اللہ اوعدنی — والعفو عند رسول اللہ مامول

آنسرور ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا دیکھو کیا کہتا ہے اور کہتے ہیں کہ آنسرور ﷺ خوش ہوئے اور انعام کے طور پر اسے چادر پہنائی۔ وہ ۹ ھ کو مسلمان ہوا۔

دسواں وحشی، حضرت حمزہ کا قاتل تھا۔ مسلمان اس کے قتل کے بہت آرزومند تھے۔ فتح مکہ کے روز وہ طائف کی طرف بھاگ گیا اور وہاں ہی رہائش پذیر تھا کہ طائف کا ایک وفد خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات کی خدمت میں جاتا تھا ان کے ساتھ آنسرور ﷺ کی مجلس میں آیا اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانك رسول اللہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو وحشی نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جا اور حمزہ کے قتل کی کیفیت بیان کر۔ جب اس نے کیفیت قتل حمزہ بیان کر دی۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا۔ دوبارہ میرے سامنے نہ آنا، وحشی کہتا ہے کہ جب میں حضور ﷺ کے سامنے آتا تو بھاگ جاتا۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسلمان جنگ مسیلمہ کے لیے جا رہے تھے میں نے ان کے ساتھ موافقت کی اور وہ حربہ جس کے ذریعہ حمزہ کو شہید کیا تھا مسیلمہ پر پھینکا اس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے پشت سے نکل گیا اس کے پیچھے انصار کا ایک مرد آیا اور اس کے سر پر تلوار ماری۔ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ میرے حربے سے یا اس کی تلوار کی ضرب سے قتل ہوا لیکن میں نے سنا کہ عورت چھت کے اوپر سے کہتی تھی کہ سیاہ غلام نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ وحشی سے منقول ہے کہ اس نے کہا قتلت خیر الناس فی الجاھلیة وقتلت شر الناس فی الاسلام۔

ایک دوسری روایت حبشی کے ایمان لانے کی کیفیت میں اس طرح وارد ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حبشی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا مجھے آپ ﷺ امان دیں تا کہ میں خدا تعالیٰ کا کلام سنوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ تیرے امان طلب لیے بغیر میں تجھے دیکھوں لیکن چونکہ تو امان کا طالب ہے میں نے تجھے امان دی تا کہ حق تعالیٰ کا کلام سنے اور روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت اس کے سامنے پڑھی۔ ان لا یغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذالك لمن یشاء۔ وحشی نے کہا مغفرت اس کو مشیت کے ساتھ وابستہ ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھے بخشے گا یا نہیں۔ پھر آیت آئی والذین لا یدعون مع اللہ الھا آخرو لا یقتلن النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا

یزنون ۔وحشی نے کہامیں نے شرک کیا ہے۔خون ناحق بہایا ہے اور زنا بھی مجھ سے ہوا ہے۔کیا ان سب باتوں کے باوجود خدا تعالیٰ میری توبہ قبول کرتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے الا من تاب و امن و عمل عملاً صالحا ۔وحشی نے کہا توبہ کے بعد عمل صالح کو شرط قرار دیا ہے۔ایمان کی میں ضمانت دیتا ہوں لیکن عمل صالح کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ عمل صالح کر سکوں گا یا نہ کر سکوں گا۔پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے۔قل یا عبادی الذین اسرفو علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ لایغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔وحشی نے کہا مجھے اور کوئی عذر اور قید معلوم نہیں ہوتی ۔اسی وقت مسلمان ہو گیا۔اور وحشی کا ایمان لانا ایک اور طریق سے بھی نظر سے گزرا ہے لیکن تمام روایات کو اس کتاب میں جمع کرنے کا محل نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

گیارھواں :عبداللہ زبعری تھا وہ شعرائے عرب میں سے تھا۔رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی ہجو بیان کرتا تھا۔اور مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتا تھا۔فتح مکہ کے روز جب اس نے سنا کہ اس کے خون کو گرانے کا حکم دے دیا گیا ہے بھاگ کر بخران کی طرف چلا گیا۔کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد جاہلیت کے معاملات سے پشیمان ہوا۔نور اسلام اس کے دل میں پیدا ہوا۔حضور ﷺ کے آستانہ کی طرف متوجہ ہوا جب حضور ﷺ نے دور سے اسے دیکھا فرمایا یہ ابن زبعری ہے اس کے چہرے سے نور اسلام ظاہر ہے۔ابن زبعری نزدیک پہنچا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ ﷺ اس کے رسول ہیں۔الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔یا رسول اللہ مجھ سے بہت سے جرائم سرزد ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے دوستوں کی بہت بے ادبی کی ہے اب میں تمام گناہوں سے پشیمان ہو کر آیا ہوں۔ حکم آپ ﷺ کا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا الحمد للہ الذی ید اک الی الاسلام ۔تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ لیکن وہ عورتیں جن کے قتل کا حکم فتح مکہ کے روز ہوا۔اول ہندہ بنت عتبہ،ابوسفیان کی بیوی تھی اور آنحضرت ﷺ کو ایذا رسانی اس کا شہرہ تھا۔حضرت حمزہ اور تمام شہدائے احد کو اسی کی ہدایت پر مثلہ کیا گیا تھا۔

حضرت حمزہ کا جگر چبایا اور کفر میں اس کی شدت مشہور ہے۔القصہ فتح مکہ کے بعد جب عورتیں آنحضرت ﷺ کی بیعت کر رہی تھیں۔ہندہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ناواقفیت میں حضور ﷺ کی مجلس میں آ کر مسلمان ہو گئی اس کے بعد چہرہ سے نقاب الٹ دیا اور کہا میں ہندہ ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان ہو کر آئی ہے تو خوش آمدی۔ ہندہ نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! اس سے پہلے میرے نزدیک تمام روئے زمین میں آپ ﷺ کے خیمہ کے باشندوں سے زیادہ خوار و ذلیل کوئی نہیں تھا اب یا رسول اللہ آپ ﷺ کے خیمہ سے بڑھ کر کوئی بھی میرے نزدیک باعزت اور دوست نہیں ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا اس پر بھی زیادہ ہوگا۔اس کے بعد حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا۔میرے ساتھ بیعت کرو اس بات میں کہ کسی کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کرو گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی اور زنا نہیں کرو گی۔اس موقع پر ہندہ نے کہا کیا آزاد عورت زنا اور چوری کرتی ہے؟

کہتے ہیں کہ ہندہ جب اپنے گھر گئی تمام بتوں کو توڑ دیا اور کہا ہم تمہاری طرف سے غرور اور فریب میں تھے۔ایک بکری کا بچہ بطور ہدیہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور معذرت کی۔حضور ﷺ نے اس کی بھیڑ بکریوں میں برکت کی دعا کی۔حق تعالیٰ نے اس کی بھیڑ بکریوں میں برکت عطا فرمائی۔ ہندہ کہتی تھی کہ ہذا من برکۃ رسول اللہ ﷺ۔دوسری اور تیسری۔ابن حنظل کی دو لونڈیاں قریتا اور قریبہ تھیں۔رسول اللہ ﷺ کی

جو کہتی تھیں قریبہ قتل اور قریبتا بھاگ گئی اور ناواقفیت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچی اور مسلمان ہو گئی۔ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک زندہ رہی۔ چوتھی ابن خطل ہی کی ایک لونڈی تھی کہ اس روز قتل ہوئی۔ پانچویں سارہ عبدالمطلب کی لونڈی تھی اور بعض اہل سیرت کے نزدیک یہ وہ لونڈی تھی جو حاطب بن بلتعہ کا مکتوب قریش کے پاس لے جا رہی تھی۔ مرتد ہو کر مکہ میں آ گئی اور فتح مکہ کے روز حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ چھٹی ام سعد تھی۔ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

قیامِ مکہ کے دوران کے واقعات

نقل ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز بدیل پہلے جندب الاربع مکہ میں آیا اور خراش بن امیہ جو کہ بنی کعب سے تھا۔ تلوار اس کے پیٹ میں گاڑ دی چنانچہ اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ تھوڑی دیر دیوار کے ساتھ پشت لگائی اور عالم آخرت کو روانہ ہو گیا۔ جب اس خبر نے حضور ﷺ کے روشن ضمیر پر عکس ڈالا۔ انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور فرمایا خدا تعالیٰ نے جس روز سے زمین و آسمان اور چاند سورج پیدا کیے ہیں مکہ کو حرمت والا حرام قرار دیا ہے اور قیامت تک محترم رہے گا۔ اور ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے کیلئے حلال نہیں ہے کہ مکہ میں خونریزی کرے۔ اور اس نقطہ کو اٹھائے۔ اور کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ مکہ کے درختوں اور گھاس کو کاٹے اور اس کو شکار سے تعرض کرے اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مکہ میں خون بہانا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں جنگ کی اور خونریزی کی تم اسے کہو کہ اس کے پہلے اور اس کے بعد کسی شخص پر حلال نہیں تھا سوائے اس روز ایک ساعت اور پھر پہلی حرمت اسی طرح لوٹ آئی۔

اے گروہ خزاعہ! جنگ سے ہاتھ روک لو۔ میں نے حکم دیا ہے کہ اس مقتول کی دیت ادا کرو۔ اس کے بعد اگر تم کسی کو قتل کرو گے تو وارثوں کو قصاص اور دیت میں اختیار ہو گا۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے حکم پر بنو کعب نے سو اونٹ اس مرد کی دیت ادا کی۔ اور جس وقت حضور ﷺ پر قتال حلال ہوا وہ ساعت تھی کہ قریش کے اوباش اپنے سرداروں کی اجازت سے جمع ہو کر آتش جنگ کو بھڑکاتے تھے لامحالہ حضرت سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصرت شعار لشکر کو حکم دیا کہ شجاعت کی آستین سے قتل و غارت کا ہاتھ نکالیں۔ جب حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ قریش کے اوباش ہلاک ہو گئے فرمایا کہ تلواریں نیام میں کر لیں اور جنگ سے ہاتھ روک لیں۔ لیکن خزاعہ کو دوسری نماز تک اختیار ہے کہ بنی بکر کے جس آدمی پر قابو پائیں قتل کر دیں۔

فتح مکہ کے بعد خالد بن ولید کا معرکہ

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کے ساتھ عزیٰ کے بت خانہ کو برباد کرنے کے لیے نحلہ کی طرف بھیجا گیا۔ خالد مسافت طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچے اور بت خانہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور واپس ہوئے۔ اور آنحضرت ﷺ سے حالات بیان کیے۔ حضور ﷺ نے پوچھا وہاں تم نے کوئی چیز دیکھی خالد بن ولید نے عرض کی یا رسول اللہ نہیں۔ فرمایا تو نے عزیٰ کو ابھی تک نہیں گرایا۔ خالد غضبناک ہو کر لوٹا جب وہاں پہنچا تو غصہ سے تلوار کھینچ لی اور عزیٰ کا حال دریافت کرنے لگا۔ اچانک ایک سیاہ اندام برہنہ عورت دیکھی۔ خالد نے تلوار کھینچ کر اس پر حملہ کیا اور کہا انک

لاسبحانک رایت قد اھانک۔ انتہائی غصہ سے اس عورت کو دو ٹکڑے کر دیا اور اس مقام سے لوٹ کر حضور ﷺ سے صورتِ واقعہ عرض کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہی عزیٰ تھی اب وہاں عزیٰ کی پرستش نہیں ہو گی۔

منات کا بت خانہ تباہ ہو گیا

سعد بن زید الشہلی کو بیس سواروں کے ساتھ مشعل میں منات کے بت خانہ میں بھیجا تا کہ اس بت خانہ کو (جو جاہلیت میں اوس، خزرج اور غسان کا معبود تھا) خراب کر کے سعد جب مناۃ کے بت خانہ میں پہنچا اس نے ایک سیاہ اندام پراگندہ بالوں والی عورت دیکھی جو وہاں سے نکلی۔ سینے پر ہاتھ مارتی اور نوحہ کرتی تھی۔ سعد نے ایک تلوار کی ضرب سے اسے قتل کر دیا اور بت خانے کو ویران کر دیا اور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں واپس آ گیا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

غزوہ حنین اور بعد کے حالات

ارباب اخبار نبوی اور اصحاب آثار حضرت مصطفوی ﷺ نے اپنی تصنیفات میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جب توفیق الٰہی سے فتح مکہ حاصل ہوگئی اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے دوستوں اور خدام کو ظاہری اور باطنی دولت وسلطنت کے مقاصد کی بلند ترین چوٹیوں اور مطالب وآرزوؤں کی مضبوط ترین رسی تک پہنچا دیا۔ الحمد للہ عرب کے قبائل مطیع وفرماں بردار ہوگئے اور جان ودل سے خدمت کے لیے کمر بستہ ہوئے، صرف دو قبیلے ہوازن اور ثقیف مخالف تھے۔ اسلامی علم سربلند ہونے کے بعد ان دو گمنام قبیلوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کیا کہ دیکھیے! محمد ﷺ قریش پر فتح یاب ہوئے جب وہ ان کی طرف سے مطمئن ہوگئے تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہماری طرف بھی متوجہ ہوں۔ اس سے پہلے کہ محمد (ﷺ) لشکر آراستہ کریں اور ہماری طرف آئیں مصلحت اسی میں ہے کہ ہم ان پر حملہ آور ہوں اور جنگ کے بعد حکومت' مالک بن عوف النضری کے قبضہ اقتدار میں دیں۔

مالک جود وسخا سے متصف ایک جوان تھا اور قبیلہ عوف میں بعض کمالات کی وجہ سے ممتاز ومعروف تھا اور ایک روایت کے مطابق ہوازن کا امیر مالک بن عوف النضیری تھا اور ثقیف کا پیشوا یانۃ بن عبدالولیل تھا اور کہتے ہیں کہ حارث بن الاسود تھا۔ پس تیار ہوکر آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلے۔ بعض قبائل جوان قبیلوں کے قرب وجوار میں رہتے تھے نضیر وحشم وغیرہ۔ انہوں نے بھی ان کی موافقت کی اور ہوازن سے کعب اور کلاب نے ساتھ نہ دیا اور عرب کے مشہور قبائل کی ایک بڑی جماعت جو بکثرت اسلحہ سے آراستہ تھی متوجہ ہوئی۔

کہتے ہیں کہ تیس ہزار مرد آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کمربستہ ہوئے، بنی حشم سے ذرید بن الصمہ جو رائے وتدبیر میں قوم سے ممتاز تھا۔ عمر کا بڑا حصہ جنگوں کے تجربات میں گذارا تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک سو ساٹھ سال اس کی عمر تھی اس کی جہان بیں آنکھیں بند ہو چکی تھیں اسے بطور تبرک ویمن اپنے ساتھ لے گئے۔ جب اوطاس میں پہنچے وزید نے بچوں کے رونے، عورتوں کی باتوں اور حیوانات کی آوازسنی۔ اس نے پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں لوگوں نے کہا مالک بن عوف اپنے لشکریوں کے اہل وعیال، ساز وسامان اور لشکریوں کے اموال اپنے ساتھ لایا ہے۔

وزید نے مالک کو بلایا اور اس معاملہ کے متعلق استفسار کیا اس نے کہا کہ اس کے لانے کا سبب یہ تھا کہ فوج دلجمعی کے ساتھ لڑے اور متعلقین کی حفاظت کے لیے اور ان سے مفارقت کے خوف سے جنگ میں اہتمام کریں۔ اور فرار کا راستہ ان پر بند ہو جائے۔ وزید نے کہا یہ غلط رائے ہے۔ کیونکہ اگر گریز کا تقاضا ہوا تو کوئی چیز بھی اس سے روک نہیں سکے گی۔ اگر سلطنت تیری قسمت میں ہے تو نیزہ زن جنگجو کام کرے گا اور اگر اس کے برعکس معاملہ ظہور پذیر ہوا تو فضیحت، شرم اور عار کے سوا کوئی چیز تجھ سے دور نہیں رہے گی۔ پھر اس نے پوچھا کہ کعب اور کلاب کہاں ہیں۔ ان کے متعلق میں نے کچھ نہیں سنا۔ لوگوں نے کہا وہ لشکر میں نہیں آئے۔ اس نے کہا بخت ودولت تم سے دُور ہے۔ اگر تمہارا آفتاب سعادت آسمان

رفعت پر ہوتا تو کعب اور کلاب غائب نہ ہوتے۔ کاش کہ تم بھی نہ آتے اور انہیں کچھ ملامت کی پھر مالک سے کہا کہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں، بچوں اور لشکریوں کے اموال کو کسی قلعے میں محفوظ رکھو اور خود جرار جنگجوؤں اور شمشیر زن نیزہ گذار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں نکلو۔

مالک نے وزید کی نصیحت کو قبول نہ کیا اور اسے اس کی عقل زائل ہو جانے پر محمول کر کے کہا تو بوڑھا ہو گیا ہے تیری عقل جاتی رہی ہے تجھے کچھ معلوم نہیں کہ تو کیا کہتا ہے۔ وزید نے کہا اے گروہ ہوازن، مالک تمہیں شرمندہ کرے گا۔ تمہاری عورتوں اور ساز و سامان کو دشمنوں کے قبضہ میں دے دے گا۔ ذلت و نقصان کی گرد تمہارے سر پر ڈالے گا۔ تمہیں چھوڑ کر خود طائف کے قلعہ میں بھاگ جائے گا اسے چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ۔ لوگوں کو وزید کی گفتگو سے کہنے سننے کا موقع ملا اور اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔ ہوازن کے لوگوں نے جنگ کا ارادہ ترک کر کے واپسی کا قصد کر لیا۔ مالک نے کہا اے گروہ ہوازن اگر تم متابعت کرتے ہو تو فبہا ورنہ میں خود کو ہلاک کرتا ہوں اور نیام سے تلوار کھینچ لی اور تلوار کی نوک اپنے سینے پر رکھ لی کہ اگر آج تم میری اطاعت نہیں کرو گے تو میں تلوار پر تکیہ لگاؤں گا کہ وہ میری پشت سے نکل جائے۔ ہوازن نے کہا اگر ہم مالک کی نافرمانی کرتے ہیں وہ خود کو غیرت سے ہلاک کر دے گا، وزید جو کہ بوڑھا، عاجز اور نابینا شخص ہے ریاست و حکمرانی کے لائق نہیں کوئی دوسرا شخص دکھائی نہیں دیتا جو کہ اس اہم کام کے لائق ہو۔ اس بناء پر لوگ وزید سے اعتراض کیا اور مالک سے متفق ہو گئے۔ اور حنین کی طرف متوجہ ہوئے۔

اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے مخالفین کی توجہ سے اطلاع پائی عبداللہ بن حدر اسلمی کو ان کی طرف بھیجا تا کہ حقیقی خبر لائے اور سپاہ نصرت پناہ کو حکم دیا کہ وہ جنگ کی تیاری کریں۔ عتاب بن اسید کو مکہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور ایک قول کے مطابق بارہ ہزار افراد کے ساتھ جن میں سے دس ہزار اشخاص لشکر خاصہ کے تھے اور دو ہزار خلفاء اور ایک روایت کے مطابق پندرہ ہزار فوج حنین کی طرف متوجہ ہوئی۔ اسی اثناء میں صفوان بن امیہ سے سو زرہیں طلب کیں۔ اس نے کہا اے محمد ﷺ! چھین کر لیتے ہو یا عاریت۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بطور عاریت لیتا ہوں۔ صفوان نے زرہیں اونٹوں پر لاد کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج دیں، عبداللہ بن ابی حذر اسلمی حسب الارشاد مخالفین کے لشکر میں جا کر واپس آ گیا، آدمیوں کی کثرت اور ان کے اموال و اسلحہ کی بہتات بیان کی۔ آنسرور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا امید ہے یہ تمام اموال مسلمانوں کی غنیمت بنے گا۔

نقل ہے کہ مالک بن عوف نے تین اشخاص کو لشکر اسلام کی جاسوسی کے لیے مقرر کیا۔ وہ حکم کے مطابق عمل کر کے ہانپتے کانپتے اس کے پاس آئے۔ مالک نے پوچھا دہشت سے کیوں کانپ رہے ہو۔ انہوں نے کہا جب ہم محمد ﷺ کے لشکر کے پاس پہنچے ہم نے سفید پوش مردوں کو دیکھا جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے ہم نے قطعاً کبھی ایسے اشخاص نہیں دیکھے تھے۔ اب مصلحت یوں ہے کہ لوٹ جائیں کہ اس پر فوج بھی ان لوگوں سے ملے تو ان کی کیفیت بھی ہماری طرح ہو گی اور یہ شکست کا سبب بن جائے گی۔ مالک نے انہیں سرزنش کی اور جاسوسوں کو ملامت کی اور انہیں تاکید کر دی کہ وہ یہ باتیں کسی سپاہی کے سامنے بیان نہ کریں اور آشنا و بیگانہ سے پوشیدہ رکھیں اور دوسرے کو جاسوسی کے لیے بھیجا۔ اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوا جو اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کے باوجود مالک اسی طرح اپنی سرکشی پر اصرار کرتا رہا۔

جب اسلامی فوج کیل کانٹے سے مسلح و آراستہ اور مکمل ہو گئی اور چونکہ کثرت تعداد اور اسلحہ سے جاہ و جلال کا مظہر تھی ایک صحابی نے (کہتے ہیں کہ وہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے) مسلمہ بن سلامت بن دقش کو فرمایا کہ آج ہم قلت کی بناء پر مغلوب نہیں ہوں گے۔ جب حضور ﷺ نے

سنا تو اس بات سے کراہت محسوس ہوئی یہاں تک پسپائی اور شکست جو ابتداء میں لشکر اسلام کو پہنچی وہ اسی بات سے تھی کہ اپنی کثرت تعداد پر فخر کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ فتح ونصرت کثرت تعداد اور اسلحہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے خواہ لشکر قلیل ہو یا کثیر اور آیت کریمہ **لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم نحن عنکم شیئا**۔ میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے چونکہ اسلامی فوج اس سے بے خبر تھی۔

جب مالک بن عوف، اسلامی فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی وادی حنین میں داخل ہوا۔ فوج کو گھات لگا کر بٹھا دیا اور انہیں وصیت کی کہ جب مسلمان اس میدان میں غافل داخل ہوں حملہ کر کے یکدم تیروں کی بوچھاڑ کر دی جائے۔ حضور ﷺ نے صبح کے وقت جب لشکر اسلام کو تقسیم کیا ایک عَلَم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک عَلَم سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو دیا اور اسی طرح عرب کے ہر قبیلہ کو ایک ایک عَلَم کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ چونکہ لشکر کے گزرنے کی جگہ تنگ تھی اسلامی فوج متعدد راستوں سے وادی میں داخل ہوئی۔ مخالفین نے اسے غنیمت جانا اور یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور تیر اندازوں نے اپنے ترکش مسلمانوں پر خالی کر دیئے۔ خالد بن ولید کا مقدمۃ الجیش بھاگ گیا اور جو لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے انہوں نے خالد بن ولید کی متابعت کی کیونکہ ان میں سے اکثریت کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔

اسلامی فوج میں اس قدر افراتفری پھیلی کہ چند محدود اشخاص کے سوا حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی شخص نہ رہا اور وہ بہادر جو اس روز ثابت قدم رہے امیر المومنین حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور اس کی اولاد جعفر وربیعہ، قثم، فضل پسران عباس، اسامہ بن زید اور اس کی والدہ ام ایمن، ابن ایمن کا بھائی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ **لایطاق من سنن المرسلین** کے تقاضا کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ **فاصبر کما صبرا ولا لفرم من الرسل** کے مفہوم کے مطابق ان کو تسکین دیں تا کہ جنگ کریں اور اس پر صبر کریں ایک سفید اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے اسے بھگایا اور فرماتے تھے **یا انصار اللہ وانصار رسولہ**۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اور ایک روایت کے مطابق فرماتے تھے **الی این ایھا الناس**۔ لوگوں نے فرار کو اس طرح اختیار کر رکھا تھا کہ انتہائی جلدی کی بناء پر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ اور حضور ﷺ تیزی سے اپنے اونٹ کو مخالفین تک پہنچنے کے لیے بھگاتے تھے۔ سفیان بن الحارث اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے، عباس فلک رسار کاب تھامے ہوئے تھے وہ روکتے تھے اور آنحضرت ﷺ فرماتے تھے، **انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب**۔

حضور کے جانباز وادی حنین میں

دشمنوں کی جماعت سے جو شخص آنحضرت ﷺ سے لڑنے کے لیے متوجہ ہوتا قتل ہو جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس روز چار آدمیوں سے زیادہ حضور ﷺ کے سامنے نہیں رہے۔ بنی ہاشم سے حضرت علی، حضرت عباس، حضرت سفیان الحارث اور دوسرا بنی ہاشم کے علاوہ اور وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے امیر المومنین حضرت علی وعباس حضور ﷺ کے سامنے کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت ابوسفیان گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود بائیں طرف کی حفاظت کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنسرور ﷺ تنہا رہ گئے تھے اور ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا اور ایک روایت ہے کہ چار اشخاص سے زیادہ نہیں تھے جیسا کہ ابھی گزرا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ نو مسلم جن کے سینے پر کینہ سے شرک کی میل

کچیل مکمل طور پر صاف نہیں ہوئی تھی، مخالفین کی طرح باتیں کرنے لگے۔

چنانچہ ایک نے کہا آج کے روز سحر باطل ہو جائے گا۔ دوسرے نے صفوان امیر سے کہا تجھے تو خوش خبری ہو کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی بھاگ گئے اس نے جواب میں کہا، اسکت نص اللہ فاك لان یربی رجل من قریش احب الیٰ من یوبی من ھوازن ۔ چپ رہ، خدا تعالیٰ تیرے منہ کو توڑے۔ قریش سے مالک و والی شخص میرے نزدیک ہوازن کے حکمران سے بہتر اور پسندیدہ ہے۔ شیبہ ابن ابی طلحہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی طرف روانہ ہوئے مَیں نے اس خیال سے حضور ﷺ کے ساتھ موافقت کی کہ ممکن ہے کہ جنگ کے روز فرصت پر حضور ﷺ سے اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لے سکوں۔ جب دونوں لشکر آپس میں ملے اور اسلامی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا تو شیبہ کہتا ہے کہ جب حضور ﷺ اپنی سواری سے اتر کر اسباب درست فرما رہے تھے مَیں سواری سے اترا اور مَیں نے ارادہ کیا کہ آنسرور ﷺ کے دائیں طرف آؤں۔ مَیں نے عباس کو دیکھا کہ اپنی ڈھال کے ساتھ سد سکندری کی مانند سفید زرہ پہنے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لیے کھڑا ہے۔ اور حضور ﷺ کی پیشانی سے گرد صاف کر رہا ہے۔ مَیں اس طرف سے آپ ﷺ پر دست درازی نہ کر سکا۔ مَیں نے چاہا کہ آپ ﷺ کی بائیں طرف سے آؤں۔ میں نے دیکھا کہ ابوسفیان الحارث حضور ﷺ کے بائیں طرف مسلح کھڑا ہے۔ مَیں نے دل میں کہا کہ اس طرف سے بھی موقع نہ ملا پھر مَیں آپ ﷺ کے پیچھے سے آیا اور آپ ﷺ پر تلوار سے حملہ کرنا چاہا۔ اچانک بجلی کی مانند آگ کا شعلہ ظاہر ہوا اور میرے اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہو گیا قریب تھا کہ وہ مجھے جلا کر رکھ دے انتہائی دہشت سے مَیں نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا کہ اچانک آنحضرت ﷺ نے التفات فرماتے ہوئے کہا شیبہ ادن منی جب مَیں نے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ حضور ﷺ نے دست مبارک میرے سینہ پر رکھ کر فرمایا اللھم اذھب عنہ الشیطان، خدا کی قسم! اس وقت حضور ﷺ مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔

پھر حضور ﷺ کے حکم پر مَیں نے جنگ شروع کی۔ اگر اس وقت میرا باپ بھی سامنے آتا اور وہ حضور ﷺ کی عداوت میں مبتلا ہوتا تو میں اسے بھی تلوار مارتا۔ مَیں نے کفار کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ خدا جانتا ہے کہ اس لمحے مَیں چاہتا تھا کہ اپنی جان حضور ﷺ پر نچھاور کر دوں۔ پھر حضور ﷺ کے اونٹ کو لایا گیا۔ سوار ہو کر دشمن کی طرف متوجہ ہوئے لیکن وہ شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔ حضور ﷺ اپنے خیمہ میں لوٹ آئے۔ مَیں بھی لوٹ آیا تا کہ حضور ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھوں۔ میرے آنے کی غرض صرف زیارت سے مشرف ہونا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے شیبہ! تیرے متعلق خدا تعالیٰ کا جو ارادہ تھا وہ اس سے بہتر تھا۔ جو تو نے خود اپنے لیے کیا تھا اور جو کچھ میرے دل میں تھا آپ ﷺ نے بیان فرما دیا وہ چیزیں بیان کر دیں جو کبھی کسی نے بیان نہیں کی تھیں۔ لامحالہ مَیں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانك رسول اللہ ۔ پھر مَیں نے کہا استغفر لی فرمایا غفر لک۔

جب صحابہ کرام جنگ حنین میں متفرق ہو گئے اور حضور ﷺ کے ساتھ صحیح ترین روایت کے مطابق معدودے چند باقی رہ گئے حضور ﷺ نے حضرت عباس سے فرمایا اے اصحاب سورۃ البقرہ! حضرت عباس بلند آواز تھے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے آواز بلند کی وہ اصحاب جنہوں نے عباس کی آواز سنی اطراف و جوانب سے لبیک کہتے ہوئے سید عالم ﷺ کی خدمت میں بھاگتے ہوئے حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو صحیح و سالم پایا۔
سب سے پہلی جماعت جو حضور ﷺ کی رکاب بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئی وہ انصار تھے آنسرور ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور

ہے انہوں نے کہا نہیں لیکن یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ برکت العماد تک بھی جائیں گے تو بھی آپ ﷺ کی خدمت سے منہ نہیں موڑیں گے اور اپنی جانوں کو آپ ﷺ پر نچھاور کر دیں گے۔ اس کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ کی مدد اس کی نصرت پناہ لشکر کو پہنچ گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ثم انزل اللہ سکینة علی رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنود الم تروھا۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنسرور ﷺ کے فرمان کے مطابق آواز بلند کی اور اصحاب کو بلایا وہ دوست جو جنگل کی اطراف و الناف میں منتشر ہو گئے تھے انہوں نے بھی حضرت عباس کی آواز کو سنا۔ حضرت عباس کی آواز سنتے ہی شہد کی مکھیوں کی طرح جو اپنے چھتے کی طرف اڑتی ہیں تیزی سے بھاگے اس طرح سو افراد جمع ہو گئے۔ اور مشرکین پر حملہ آور ہوئے اور حضور ﷺ یہ کلمہ ادا فرماتے تھے۔ الان حمی الوطیس یعنی اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی اور آتش جنگ مشتعل ہوئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ اونٹ سے اترے اور ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور ایک روایت میں ہے کہ اونٹ کی طرف اشارہ فرمایا اونٹ فی الفور بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے مشت خاک لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی اور زبان مبارک سے فرمایا کہ شاہت الوجوہ ہوازن میں سے کوئی دشمن ایسا نہیں تھا جس کی آنکھیں اور منہ اس خاک سے پر نہ ہو گیا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی طرح سواری کی حالت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشت خاک حاصل کی اور ایک روایت میں حضرت عباس سے اور دشمنوں کی طرف پھینک کر فرمایا، انھو موا ورب محمد۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اللھم الخیرلی ما وعدتنی اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دعا پڑھی اللھم لك الحمد والیك المشتکی وانت المستعان حضرت جبریل علیہ السلام نے آنسرور ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ! آج میں نے آپ ﷺ کو وہ کلمہ عرض کیا جو موسیٰ علیہ السلام نے دریا عبور کرتے وقت کیا تھا۔ دو صحابہ سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس مشت خاک اور سنگریزوں کو اپنی ہتھیلی مبارک سے باہر پھینکا سنگریزوں کی آواز میرے کانوں میں اس طرح معلوم ہوئی کہ جیسے آسمان سے طشت گراتے ہیں۔ اور آیت کریمہ وما رمیت اذا رمیت ولکن اللہ رمی ولیبلی المومنین منہ بلاء حسنا۔ اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

نقل ہے کہ ہر درخت اور پتھر جو میدان جنگ میں تھا مخالفین کی نظروں میں سوار دکھائی دیتا تھا گویا کہ وہ ان کی طلب میں ہیں اور جبیر بن مطعم سے روایت ہے اس نے کہا کہ جب لشکر اسلام نے نیام سے تلواریں کھینچ کر کفار کا رخ کیا میں نے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ گدھوں کی مانند کوئی چیز ظاہر ہوئی جو ہمارے اور کفار کے درمیان آ کر گری۔ میں نے دیکھا تو وہ سیاہ چیونٹے تھے جو صحرا میں منتشر ہو گئے اور تمام وادی اس سے بھر گئی۔ مجھے کوئی شک نہ رہا کہ آسمانی لشکر تھا لیکن میری نظر میں یوں دکھائی دیتا تھا پھر میں نے دیکھا کہ ہوازن کو شکست ہوئی اور نصرت شعار، معدلت آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو کفار سے مغلوب تھے) یک دم غالب آ گئے اور کفار و مشرکین مغلوب ہو گئے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ میں آنحضرت ﷺ کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے آئے۔ یہاں تک کہ اس لشکر کے بعض لوگ جنگ ختم ہونے کے بعد کہتے تھے کہ وہ مرد کہاں چلے گئے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور لشکر اسلام کے ساتھ مل کر جنگ کرتے تھے۔ یہ بات حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے اور مالک بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا

میرے چند آدمی جو میدان جنگ میں موجود تھے حکایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے سنگریزوں اور خاک کی مٹھی ہماری طرف پھینکی کوئی شخص باقی نہیں بچا جس کی آنکھوں میں وہ نہ پڑی ہو۔ ہمارے دلوں میں بے چینی پیدا ہوئی اور ہم پر عظیم اضطراب طاری ہو گیا اور زمین و آسمان کے درمیان ہم نے سفید پوش مردوں کو دیکھا جو کہ ابلق گھوڑوں پر سوار، رسیاں دونوں کندھوں کے درمیان رکھی ہوئی تھیں۔ ہم میں اتنی قدرت اور طاقت نہیں تھی کہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ بھی سکیں۔

وادئ حنین میں مشرکین میں سے ایک شخص جس کا نام ابو جزدل تھا، نے اونٹ پر سوار ہو کر مسلمانوں کا رخ کیا، وہ بہادر، ظالم اور اس قدر نڈر تھا کہ عرب کے بہادر اس کے مقابلہ میں میدان جنگ میں نہیں نکلتے تھے اور اس کے مقابلہ میں دست جرأت آستین جلادت سے باہر نہیں نکالتے تھے۔ ابو جزول غرور سے رجز پڑھتا تھا اور مقابل طلب کرتا تھا اور اصحاب کرام رضوان اللہ اجمعین اس متکبر کافر کے ساتھ جنگ میں توقف کرتے تھے کہ اچانک شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابو جزول کی طرف متوجہ ہوئے اور تلوار کے پہلے ہی وار سے ہلاک کر کے جہنم رسید کر دیا۔ مسلمان اس صورت حال سے اور مضبوط گئے اور مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

مقتولین حنین اور مال غنیمت

اسلامی فوج سے چار اشخاص نے شربت شہادت نوش کیا اور اہل ہوازن و ثقیف سے ستر افراد نے دوزخ کا رُخ کیا۔ اور ہوازن اور ثقیف بدترین طریقے سے میدان جنگ سے بھاگے۔ اور مال غنیمت میں چھ ہزار نوے گھوڑے، چوبیس ہزار اونٹ، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار سے زائد بھیڑیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اس غیبی فتح کی بدولت بہت سے مشرکین کفار زیور ایمان سے آراستہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر اطاعت و فرمانبرداری میں سر جھکا دیا۔ بگوڑے کفار کی ایک جماعت بطن نخلہ کی طرف بھاگ گئی اور ایک گروہ اپنے اموال کی حفاظت کے لیے جو وہ اوطاس میں چھوڑ آئے تھے اس طرف بھاگ گیا حضور ﷺ نے ابو عامر اشعری کو (ایک جماعت مثل زبیر بن العوام، موسیٰ اشعری جو عامر مذکور کو چچازاد بھائی تھا اور مسلمہ بن الاکواع ان لوگوں میں شامل تھا) اوطاس کی طرف بھگوڑوں کے پیچھے بھیجا۔ اسلامی فوج منازل طے کرنے کے بعد وہاں پہنچ کر مخالفین کے ساتھ جنگ و قتال میں مصروف ہوئی اور ابو عامر جو خیر البریہ ﷺ کے اس سریہ کے امیر تھے درجہ شہادت پر سرفراز ہوئے۔

حضرت ابو عامر کی شہادت

صحیح ترین روایات یہ ہے کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ابو موسیٰ نے کہا جب ہم اوطاسیوں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو کر لڑنے لگے۔ دوران جنگ بنی جشم کے ایک شخص نے حضرت عامر کے زانو پر تیر مارا۔ وہ زخمی ہو کر اسی جگہ بیٹھ گئے میں ان تک پہنچا اور پوچھا کہ یہ تیر آپ کی طرف کس نے پھینکا ہے انہوں نے اپنے قاتل کو مجھے دکھایا۔ میں اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ بھاگتا ہے اور جنگ کے لیے مقابلہ میں نہیں آتا میری بات سن کر وہ کھڑا ہو گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواریں سونت لیں آخر کار میں نے اسے قتل

کر دیا اور ابو عامر کے پاس واپس آیا انہیں ان کے قاتل کے قتل کی اطلاع دی۔ اس نے کہا کہ میرے زانو سے تیر کھینچ جب میں نے تیر کھینچا تو اس کے زخم سے خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ جب اس نے یہ حال دیکھا اپنی زندگی سے ناامید ہو کر کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! پیغمبر ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دینا اور حضور ﷺ سے التماس کرنا کہ میرے لیے بخشش طلب کریں اور مجھے لشکر کا امیر بنا دیا۔ حق تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی۔ حضرت عامر تھوڑی دیر کے بعد فوت ہو گئے۔

جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں لوٹا تو حضور ﷺ کے گھر میں داخل ہوا۔ آپ ﷺ کے پاس ایک تکیہ تھا جسے کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا ان پتوں کے نشانات حضور ﷺ کے پہلو پر ظاہر تھے۔ لشکر کا قصہ، ابو عامر کا پیغام اور ان کی درخواست حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ آنحضرت ﷺ نے پانی طلب فرمایا، وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر دست مبارک اٹھائے چنانچہ میں نے ان کی زیر بغل سفیدی کو دیکھا اور دعا فرمائی اللھم اغفر بعبد اللہ بن قیس و اجعلہ من اعلی التی فی الجنہ۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے بھی بخشش کی دعا فرمایئے فرمایا اللھم اغفر بعبدہ اللہ بن قیس دبنہ و ادخلہ یوم القیمۃ مدخلا کریما۔ اور جنگ اوطاس میں بنی رباب کے جو کہ ایک مسلمان قبیلہ تھا بہت سے آدمی قتل ہوئے تھے مَیں نے کہا یا رسول اللہ ھلکت بنو رباب آنسرور ﷺ نے فرمایا اللھم اجر مقیھم نقل ہے کہ زید بن القمہ جس کا ذکر گزرا تھا اور مشرکین کا سردار تھا اور اس کی ایک سو ساٹھ سال عمر تھی، کفر کی حالت میں زبیر بن العوام کے ہاتھ سے قتل ہوا اور وہ جہنم میں پہنچا۔ القصہ اسلامی فوج اس غزوہ سے شاد کام لوٹی۔ مختلف قسم کے غنائم، مواشی اور لونڈی غلاموں کے ساتھ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانہ عالی مقام پر حاضر ہوئے۔ یہ فتح دوسری فتوحات کے علاوہ تھی جو حاصل ہوئی۔

حضور ﷺ نے حکم دیا کہ حنین کے مال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کریں اور اچھی طرح محفوظ رکھیں تاکہ فرصت کے وقت تقسیم ہو اور منادی کو فرمایا اس نے ندا کی کہ من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یغلک صحابہ میں سے جس نے کوئی چیز لی تھی واپس کر دی یہاں تک کہ عقیل بن ابی طالب نے اس میں سے ایک سوئی اٹھا کر اپنی بیوی فاطمہ بنت عقبہ کو دی تھی اس سے لے کر غنائم میں داخل کر دی اور ان غنائم کا ربط و ضبط بشریٰ انصاری کے ہاتھ میں تھا۔

حضور ﷺ کی رضاعی ہمشیرہ شیما

قیدیوں میں سے ایک عورت شیما بنت حارث بنت عبدالعزی تھی۔ صحابہ نے قید کے وقت اس کے ساتھ سختی کی۔ ہر چند شیما نے کہا کہ مَیں تمہارے محمد ﷺ کی رضاعی ہمشیرہ ہوں مگر اس معاملہ میں اس کی بات کا اعتبار نہ کیا۔ شیما نے کہا مجھے تم اپنے نبی کے پاس لے چلو جب وہ لے کر گئے تو شیما نے حضور ﷺ کو بچپن کے بعض واقعات یاد دلائے حضور ﷺ اسے پہچان کر اٹھے اور چادر مبارک اس کے لیے بچھائی اور اسے اس پر بٹھایا اور حضرت حلیمہ اور ان کے خاوند کے متعلق استفسار فرمایا۔ شیما نے کہا مدت ہوئی وہ اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اگر چاہتی ہو کہ عزت و احترام کے ساتھ ہمارے ساتھ رہو، یا مَیں تجھے کچھ مال دے دوں اور تم اپنی قوم اور ملک میں چلی جاؤ۔ شیما نے

حب الوطن من الایمان کے تقاضا کے مطابق اپنا وطن اختیار کیا۔ جاتے وقت حضور ﷺ نے اسے ایک لونڈی، تین غلام اور اونٹ اور بھیڑیں عنایت فرما کر اس کے قبیلہ میں بھیج دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب شیما زیورِ ایمان سے آراستہ ہو کر اپنے وطن کی طرف متوجہ ہوئی اور مقصد پر پہنچ گئی قبیلہ کے لوگوں نے اسے کہا کہ تو نے یہ خواہش کیوں نہیں کی تا کہ حضور ﷺ نجاد کے جرم کو معاف فرما دیتے۔ یہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ کا ایک شخص تھا۔ اور اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک دن ایک مسلمان کا پیٹ چاک کر دیا تھا۔ جب حضور ﷺ بھگوڑوں کے پیچھے لشکر روانہ فرماتے ہوئے وصیت فرمائی کہ اگر تم نجاد پر قابو پاؤ تو اسے مضبوط اور محفوظ رکھو تا کہ بھاگ نہ جائے۔ اسلامی فوج حسب الارشاد عمل کرتے ہوئے مشرکین کے پیچھے گئی اور کامیاب و کامران واپس آئے تو نجاد کو حضور ﷺ کے پاس لائے وہ قید تھا کہ شیما نے اپنی قوم اور خاندان کی درخواست پر آنسرور ﷺ کی کیمیا اثر نظر میں پہنچ کر اپنی درخواست کو پیش کیا آنسرور ﷺ نے نجاد کا گناہ شیما کے کہنے پر بخش دیا۔ اور اس کے باقی ماندہ دوسرے رشتہ داروں کے متعلق پوچھا اس نے عرض کی کہ ایک بھائی بہن اور چچا زندہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے شیما! تو لوٹ جا اور اپنی قوم کے ساتھ۔ جعرانہ میں تم سے مل کر تیری معیشت کے اسباب مہیا کر دوں گا جب جعرانہ میں حضور ﷺ نے شیما سے ملاقات کی تو بہت سامال اسے اور اس کے رشتہ داروں کو عطا فرمایا۔

❀......❀

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

غزوۂ طائف

مؤرخین اور اہل سیرت نے لکھا ہے کہ جب مالک بن عوف ثقیف اور ہوازن مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ حنین سے بھاگ کر طائف کی طرف گئے جنگ اور شکست سے پہلے قلعہ و برج کی مضبوطی میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سال کی خوراک جمع کر لی تھی۔قلعہ میں پہنچ کر دروازے بند کر لیے داخل ہونے اور نکلنے کے راستوں کو مضبوط کیا اور لڑنے کیلئے تیار ہو گئے جب حضور ﷺ کو صورت واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس قلعہ کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور فتح کا جھنڈا حضرت علی یا ابوعبیدہ جراح یا خالد بن ولید کو دے کر ہزار بہادروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش مقرر کیا اور خود ان کے پیچھے طائف کی طرف متوجہ ہوئے راستہ میں حضور ﷺ کا گذر مالک بن عوف کے محل پر ہوا۔آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس میں آگ لگا دی گئی۔منزلیں اور مراحل طے کرنے کے بعد قلعہ کے نزدیک نزول فرمایا۔اہل قلعہ نے شدید تیر اندازی کر کے بہت سے مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔

چونکہ اہل قلعہ کے تیر حضور ﷺ کے لشکر تک پہنچتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ چھاؤنی مبارک کو بلند جگہ پر (جہاں اب مسجد طائف ہے) لے جائیں۔حضور ﷺ نے صحابہ کو ان کی کھجوریں کاٹنے کا حکم دیا جب قلعہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو تضرع وزاری کرنے لگے کہ خدا کے لیے رحم فرمایئے لشکری درخت کاٹنے سے رک گئے۔آنسرور ﷺ نے فرمایا انی ادعھا للہ وللرحم ۔مدت محاصرہ میں جو ایک قول کے مطابق اٹھارہ روز اور ایک قول کے مطابق چالیس روز تھا۔عظیم جنگیں رونما ہوئیں اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے جبکہ صحابہ میں سے بارہ اشخاص نے شربت شہادت نوش کیا۔شہدائے طائف میں سے ایک عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ایام محاصرہ میں اعلان کیا کہ اہل قلعہ میں سے جو غلام اتر کر ہماری طرف آئے گا آزاد ہو گا۔قریباً بیس غلام قلعہ سے نیچے اترے اور حضور ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا جب اہل طائف ایک مدت کے بعد سید المرسلین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور قلعہ کی چابیاں آپ ﷺ کے سپرد کر دیں اور التماس کیا کہ ہمارے غلاموں کو ہمیں واپس کر دیجئے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ خداوند عالمیاں کے آزاد کردہ ہیں وہ قطعاً تمہاری غلامی کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ آپ ﷺ کے سامنے لایا گیا اس سے پہلے کہ تناول فرمائیں ایک مرغ حاضر ہوا اور اپنی چونچ اس پیالہ میں ڈال کر اسے گرا دیا اور دودھ بہہ گیا۔حضور ﷺ نے خواب کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے (جو فن تعبیر میں مہارت رکھتے تھے) سے بیان کیا۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! یہ واقعہ اس بات پر مبنی ہے کہ اس سال آپ ﷺ کو اس قلعہ کے فتح کرنے کی اجازت نہیں۔آنسرور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمائی کہ تو نے سچ کہا میں نے بھی اپنے خواب کی یہی تعبیر کی ہے۔

کہتے ہیں کہ عثمان مظعون کی منکوحہ نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہوا تھا کہ امسال یہ قلعہ فتح نہیں ہو گا۔حضرت فاروق اعظم سے اس نے

ذکر کیا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اس بات کو معلوم کرنا چاہا۔ اجازت کے بعد انہوں نے کوچ کا اعلان کر دیا۔ مسلمانوں نے اظہار رنج کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم فتح کیے بغیر کیسے واپس جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جنگ کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قلعہ کے پاس جا کر جنگ شروع کر دی بہت زیادہ زخم پہنچے اور واپس آ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہم کل انشاء اللہ کوچ کریں گے صحابہ خوش ہو گئے دوسرے روز قلعہ کے پاس سے اٹھ آئے۔

طائف کے محاصرہ کے دنوں میں آنحضرت ﷺ نے امیر المومنین حضرت علی کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مقرر فرمایا کہ اس قلعہ کے اطراف میں جائیں اور وہاں جو بت خانہ ملے تباہ کر دیں اور بتوں کو توڑ دیں۔ شاہ مرداں جب اسلامی فوج لے کر باہر نکلے راستہ میں مقرر کردہ صحابہ کی جماعت کے ساتھ خثعم کے مبازران و بہادران سے ایک جماعت سے ملاقات ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص جسے اپنے زور بازو پر کلی اعتماد تھا میدان میں نکلا اور مقابلے کے لیے طلب کیا مسلمانوں میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس مشرک کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلیں۔ آخر کار امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا۔ ہر چند حضور ﷺ کے داماد ابوالعاص الربعی نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ دوسروں کے ہوتے ہوئے امیر لشکر جنگ کی ابتدا کرے۔ شاہ مرداں شیر یزداں اس کے روکنے سے بھی نہ رکے اور کہا کہ جب کوئی دوسرا میدان میں نہیں نکلتا تو مجبوراً میں نکلا ہوں، لیکن اگر میں اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو آپ اس لشکر کے امیر ہوں گے پھر حضرت علی میدان میں نکلے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اسے دوزخ میں پہنچا دیا اور ہوازن اور ثقیف کے جو بت اس علاقہ میں ملے تمام توڑ دیئے۔ حضور ﷺ قلعہ طائف کے دروازہ پر حضرت علی کا انتظار کرتے رہے اور یہ سلطان الاولیاء یعنی حضرت علی المرتضیٰ سید الانبیاء ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ حضور ﷺ کی چشم مبارک جب علی کے چہرہ پر پڑی تکبیر کہی اور اس سے خلوت میں باتیں کیں اور راز کہنے شروع کیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مشاورۃ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ حضرت علی کے ساتھ راز کی باتیں کرتے اور خلوت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ما نتنیجته ولکن اللہ۔ انتجاہ میں اس کے ساتھ خود راز نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ راز کہتا ہے۔

حضور ﷺ کا مکہ میں قیام

آنحضرت ﷺ بارہ ذی قعدہ ۸ ھ میں جعرانہ سے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوئے اس کے مناسک ادا فرمائے اور مکہ کی امارات عتاب بن اسید کے سپرد فرمائی اور معاذ بن جبل اور موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو قرآن کی تعلیم اور دینی تعلیم دینے کے لیے مکہ میں چھوڑا اور تمام شرعی احکام کے نافذ کرنے اور ملت کو جاری کرنے کی وصیتیں فرمائی اور ابوسفیان بن حرب کو عرانہ میں جو کہ بلاد یمن میں تھا گورنر بنایا اور کثیر بن عبداللہ کو اس کی مدد و اعانت کے لیے روانہ فرمایا۔ ان مہمات سے فراغت کے بعد سید کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات مکہ سے باہر نکلے اور مرالظہر ان میں آئے اور باقی ماندہ مال غنیمت اس جگہ تقسیم فرمایا آخری ذی قعدہ یا اول ذی الحج میں مدینہ لوٹے اس سال لوگوں نے عرب کے دستور کے مطابق حج کیا۔

حضرت زینبؓ کا انتقال

اسی سال زینب خاتون بنت رسول اللہ ﷺ عالم فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئیں۔ ان کے لیے تابوت بنایا گیا یہ سب سے پہلا تابوت تھا جو اسلام میں بنا آپ ابوالعاص بن الربیع کی منکوحہ تھیں اور ان کی بیماری کا سبب وہ نیزہ تھا جو مکہ سے نکلتے وقت ہبار نے مارا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا آپ سے دو فرزند تھے ایک علی جسے حضور ﷺ نے جب بلدہ طیبہ میں داخل ہوئے فتح مکہ کے روز سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا وہ بلوغت کے قریب پہنچ کر فوت ہوئے۔ دوسری لڑکی امامہ تھیں جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت علی نے نکاح کیا۔

حضرت ابراہیمؓ کی پیدائش

اسی سال حضرت ابراہیم پسر آنحضرت ﷺ نے پردہ غیب سے عالم شہادت میں قدم رکھا ان کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں جیسا کہ ان کا ذکر گزرا یہ خوش خبری ابورافع نے حضور ﷺ کو سنائی اور حضور ﷺ نے ابورافع کو خوشخبری کے عوض ایک غلام بخشا اور ایک مینڈھا اس نور چشم کے لیے ذبح کیا اور جب ابراہیم کا سر مونڈا تو بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور آپ ﷺ کے حکم پر بالوں کو دفن کر دیا گیا۔

منبر کی آپ ﷺ سے والہانہ محبت کا اظہار

مسجد نبوی میں جب حضور ﷺ کا منبر تیار ہو گیا تو محراب کی طرف رکھا اس مسجد میں چوب خرما کا ستون تھا۔ منبر کی تیاری سے پہلے حضور ﷺ اس کے ساتھ تکیہ لگایا کرتے تھے اور وعظ فرمایا کرتے تھے، جمعہ کا روز تھا کہ حضور ﷺ ستون کے پاس سے گزر کر منبر پر چڑھے، ستون نے حضور ﷺ کی آواز سنی لیکن حضور ﷺ کو اپنے نزدیک نہ دیکھا۔ نالہ و فریاد شروع کر دی اور ایک روایت کے مطابق اس اونٹ کی مانند فریاد نکالی جس کا بچہ گم ہو گیا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ستون پھٹ گیا چونکہ حاضرین نے اسے دیکھا متعجب ہوئے حضور نے فرمایا اس لکڑی کے ٹکڑے کی حالت پر تعجب نہ کرو صحابہ اس ستون کی طرف متوجہ ہوئے اس کے رونے کو سنا وہ بہت روئے وہ اسی طرح نالہ کرتا رہا حضور منبر سے اترے اور اس ستون کے نزدیک گئے اور اسے اپنی آغوش میں لیا اور کہا اگر تو چاہے تو تجھے تیری اصلی جگہ پر پھر لگا دوں تاکہ پھر سرسبز اور خرم ہو جائے اور میوے پیدا کرے اور اگر تو چاہے تو بہشت کی زمین میں تجھے لگا دوں جنت کے چشموں اور نہروں سے پانی پئے۔ صالحین اور اولیاء تیرے میوے تناول کریں۔ اس ستون نے آخرت کو اختیار کیا اور کہتے ہیں کہ جس وقت حضور نے اس ستون کو آغوش میں لیا ہوا تھا۔ فرماتے تھے **نعم فعلت قد فعلت** ۔ حضور ﷺ سے پوچھا تو فرمایا کہ اس ستون نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ میں اسے جنت میں گاڑ دوں اور اس ستون نے کہا مجھے بہشت میں گاڑ دیں تاکہ اولیاء میرے میوے کھائیں تاکہ میں کبھی بھی بوسیدہ نہ ہوں۔ میں کہتا تھا **نعم فعلت قد فعلت** ۔ پھر حضور منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں اسے تسلی نہ دیتا تو قیامت تک وہ جدائی سے روتا رہتا۔ جب امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ حدیث منبر روایت کرتے تو کہتے کہ اے گروہ مسلماناں! جب لکڑی کا ٹکڑا رسول خدا کے شوق میں نالہ کرتا ہے تو تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ ان کی ملاقات کے مشتاق رہو۔

ابی بن کعب نے وہ ستون اٹھایا اور گھر لے گیا وہ اسی کے پاس تھا یہاں تک کہ بوسیدہ ہو گیا اور یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ مابین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة ۔ کہتے ہیں کہ حضور منبر پر بیٹھتے تھے منبر کے تین پایہ تھے تیسرے پایہ پر بیٹھتے تھے اور اپنے پاؤں مبارک دوسرے پائے مبارک پر رکھتے تھے۔ جب خلافت امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچی ادب کی رعایت کرتے ہوئے دوسرے پایہ پر بیٹھے اور پاؤں کو پہلے پایہ پر رکھا۔ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو پہلے پایہ پر بیٹھے اور پاؤں زمین پر رکھے جب خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی رسول اللہ کی جگہ پر بیٹھتے تھے۔

حضرت امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے مروان کو جو اس کی طرف سے مدینہ میں حاکم تھا' خط لکھا کہ جس طرح ہو سکے حضور کے منبر کو ہمارے لیے شام میں بھیج دو چنانچہ مروان کے حکم سے منبر کو اس جگہ سے اس ارادہ سے اکھاڑا کہ شام کو بھیجے یکدم مدینہ میں تاریکی پھیل گی اور ایک روایت کے مطابق سورج اس حد تک معلق ہو گیا کہ آسمان میں شرارہ نظر آنے لگا اور فتنہ عظیم لوگوں میں پیدا ہوا مروان نے جب یہ حال دیکھا گھر سے باہر نکلا خطبہ دیا اور کہا کہ معاویہ کا فرمان تھا کہ منبر کو جگہ سے اکھاڑ کر بلند کروں۔ مستری کو بلا کر ایک درجہ اور بڑھا دیا اور اس کا سبب یہ بتایا کہ لوگ زیادہ ہو گئے ہیں میری خواہش تھی کہ تمام لوگ خطیب کو دیکھ سکیں اور اس کی بات سنیں اور کہتے ہیں کہ اسی حال میں تھا اگر کوئی خرابی ہو جاتی تو اس کی اصلاح اسی طریق پر کر دیتے یہاں تک کہ ۵۴ھ میں مدینہ میں آگ لگی اور منبر جل گیا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

نویں سال کے واقعات

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

عدی بن حاتم کی گرفتاری

ہجرت کے نویں سال آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ قبیلہ طی میں بھیجا تاکہ فلس بت خانہ کو جوان کے ملک میں تھا' تباہ کیا جائے۔ صحابہ حضرت علی کے ساتھ روانہ ہوگئے منزلیں طے کرنے کے بعد صبح کے وقت بغیر اطلاع وخبر قبیلہ میں پہنچے اور لوٹ مار شروع کردی اور بت خانہ کو اکھاڑ کر جلا دیا اور بہت سا مال غنیمت بھیڑ بکریاں اور اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور رئیس قوم عدی بن حاتم طائی بھاگ کر شام چلا گیا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کو تقسیم کیا۔ حاتم کی بیٹی جو کہ ایک فصیح و بلیغ عورت تھی غنیمت میں داخل کر کے مدینہ لائے اور اسے اس سرائے میں جو قیدیوں کی حفاظت کے لیے بنائی تھی جگہ دی ایک روز حضور ﷺ مسجد تشریف لے جارہے تھے حاتم کی بیٹی گھر سے نکل کر حضور ﷺ کے راستہ پر کھڑی ہوگئی اور کہا یا رسول اللہ ولک الوالد و غاب الوافد فامتن علی بن اللہ علیک۔ حضور ﷺ نے پوچھا تیرا وفد کون ہے اس نے جواب دیا۔ میرا بھائی عدی بن حاتم، آنسرور ﷺ نے فرمایا وہ خدا اور رسول سے بھاگنے والا ہے آنحضرت ﷺ نے یہ بات فرمائی اور مسجد کی طرف چلے گئے۔

جب دوسرا روز ہوا حاتم کی لڑکی نے حضور ﷺ کے گذرنے کے وقت اپنی درخواست کو دہرایا اور وہی جواب سنا۔ تیسرے روز سرور انبیاء جب اس سرا کے دروازہ کے پاس سے گزرے حاتم کی لڑکی پھر کھڑی ہوگئی اور کہا یا رسول اللہ میں اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ حاتم دنیا سے رخصت ہوگیا اور بھائی دیار شام کو بھاگ گیا۔ مجھ پر احسان کیجئے اور مجھے آزاد کردیجئے تاکہ حق تعالیٰ آپ ﷺ پر احسان کرے۔ اس مرتبہ اس عورت کی درخواست قبول ہوئی۔ طے ہوا کہ اس کے واقف کاروں کی ایک جماعت مدینہ میں آئے تو آپ ﷺ اسے ان کے ساتھ وطن مالوف کو بھیج دیں گے۔ چند روز کے بعد قبیلہ طے کی ایک جماعت مدینہ میں آئی حاتم کی لڑکی نے اس صورت حال کو حضور ﷺ سے بیان کیا۔ آنسرور ﷺ نے اسے نئے کپڑے پہنائے اور کئی قسم کے انعامات واکرامات سے نوازا۔ اور رخصت کیا اس جماعت کے ساتھ جس جگہ چاہے چلی جائے۔

حاتم کی لڑکی اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے شام کی طرف گئی۔ جب بھائی کے پاس پہنچی بھائی نے اس سے پوچھا کہ مصلحت کیا ہے اس کی بہن نے کہا وہ پیغمبر ہے یا بادشاہ، ہر تقدیر پر اس کی ملازمت اور فرمانبرداری کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ عدی مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا جب مدینہ میں پہنچا آنسرور ﷺ مسجد میں تھے وہ مسجد میں آیا۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ چونکہ مدینہ مشرکین کی قیام گاہ نہیں ہے آیا ہوں آنسرور ﷺ اٹھے اور گھر کی طرف چل دیئے عدی نے موافقت کی۔ راستہ میں ایک بوڑھی کمزور عاجز عورت پیش ہوئی اور اس نے جو باتیں کہنی تھیں حضور ﷺ سے کہیں۔ حضور ﷺ کچھ دیر اس بڑھیا کے ساتھ کھڑے باتیں کرتے رہے اس کی ضرورت پوری کی

عدی بن حاتم نے جب یہ خلقِ عظیم حضور ﷺ سے مشاہدہ کیا اس نے اپنے آپ سے کہا یہ صفت تو انبیاء و رسل علیہم السلام کی ہے جب منزل مبارک میں آئے چمڑے کا تکیہ جسے کھجوروں کے پتوں سے بھرا ہوا تھا اور عدی کے بیٹھنے کیلئے زمین پر ڈال دیا اور فرمایا کہ اس پر بیٹھو۔ عدی پہلے رکا آخر حضور ﷺ کے اصرار اور مبالغہ کی وجہ سے اس جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور افلاک کی چوٹی کے سرتاج یعنی سید ابرار ﷺ زمین پر تشریف فرما ہوئے عدی نے اپنے آپ سے کہا یہ بھی بادشاہوں کی عادت سے نہیں ہے بلکہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے محاسن و خصائل سے ہے۔

بیٹھنے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اے عدی تیرا فلاں مذہب تھا اور یہ کام کرتا تھا جو تیرے مذہب و ملت میں جائز نہیں تھا۔ عدی کو اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ پیغمبر و مرسل ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اے عدی شاید تو اس لیے اسلام قبول نہ کرتا ہو کہ مسلمانوں کے پاس مال کم ہے اور مسلمان غریب ہیں۔ خدا کی قسم! عنقریب ان کے درمیان اس قدر مال ہو جائے گا کہ مال کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔ اور ممکن ہے اسلام کے قبول کرنے میں رکاوٹ دشمنوں کی کثرت اور اربابِ ملت کی قلت، خدا کی قسم اگر تیری زندگی طویل ہوئی اور تو نے لمبی زندگی پائی تو دیکھے گا کہ مسلمان زیادہ اور مسلمانوں کے دشمن کم ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک عورت قادسیہ سے تنہا اونٹ پر سوار کعبہ کے طواف کے لیے آئے گی اور اسے خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ تیرے دین میں آنے سے مانع یہ بات ہو کہ تو دیکھتا ہے کہ سلطنت و حکومت، ملت کے دشمنوں کے پاس ہے۔ خدا کی قسم بہت جلد تو سنے گا کہ بابل کی سرزمین کا قصرابیض مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ عدی نے کہا اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ گفتگو کرنے کے بعد مجھے اسلام کی دعوت دی میں زیورِ اسلام ایمان سے آراستہ ہو گیا اور حضور ﷺ نے جو واقعات بیان فرمائے تھے ان میں سے دو واقعات میں نے مشاہدہ کیے ایک قصرِ بابل کی فتح اور دوسرا عورت کا تنہا قادسیہ سے مکہ روانہ ہونا اور مجھے کوئی شک نہیں کہ دوسرے واقعات بھی ضرور ظہور پذیر ہوں گے۔

دنیا کی نعمتوں کی بجائے محبتِ رسول

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو آیت نازل ہوئی تھی پڑھی یا ایھا النبی قل لا ازواجك ان كنتن ترون الحیوة الدنیا وزینتها فتعالین امتعكن واسرحكن سراحاً جمیلا۔ وان كنتن ترون الله ورسوله والدار الاخرة فان الله اعد للمحسنات منكن اجرا عظیما۔ اور پیغمبر کے پہنچانے کی کیفیت اور کلام کی قرات اس طرح تھی کہ فرمایا اے عائشہ! میں ایک معاملہ تیرے سامنے پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو جلد جواب دے لیکن اپنے باپ کے ساتھ مشورہ کر لے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ اپنی عورتوں سے کہو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش کی طالب ہو تو آؤ تاکہ میں تمہارا مہر تمہیں ادا کر دوں اور تم سے عمدہ طریق سے جدا جاؤں۔ اور اگر خدا اور رسول کو چاہتی ہو اور سرائے آخرت کو تو خدا تعالیٰ نے نیکوکار عورتوں کے لیے انتہائی عظیم اجر تیار کر رکھا ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے لیے میں باپ سے مشورہ کروں؟ یعنی اس معاملہ میں مشورہ کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ میں خدا اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور آپ ﷺ سے میری ایک درخواست ہے کہ آپ ﷺ اپنی کسی بیوی کو بھی اس بات سے واقف نہ کریں کہ میں نے کیا اختیار کیا ہے۔ فرمایا میرے بتائے بغیر کسی عورت کو بھی معلوم نہیں ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا اختیار کیا ہے۔

ایک زانیہ کو سزائے رجم

اسی سال سبیعہ عابدیہ کو رجم کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے تین سال پہلے اس عورت نے نماند سے حضور ﷺ کے پاس آ کر کہا یارسول اللہ ﷺ مجھ سے زنا کا گناہ سرزد ہو گیا ہے مجھے پاک کیجئے یعنی شریعت کا حکم نافذ کیجئے۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا اے عورت واپس چلی جا، خدا تعالیٰ سے معافی طلب کر اور توبہ کر اور اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کر۔ اس عورت نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ مجھے اس عورت کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں زنا سے حاملہ ہوں۔ جب معلوم ہو گیا کہ زنا سے حمل ہو چکا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا جا اور صبر کر یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔ سبیعہ کو ایک انصاری کے سپرد کیا گیا تا کہ اس کے اخراجات کی کفالت کرے یہاں تک کہ اس کے حمل کا زمانہ پورا ہو جائے جب اس نے وضع حمل کر دیا تو حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی فرمایا اس وقت اسے سنگسار کرنا اس کے فرزند کو ضائع کرنا تھا اور کوئی شخص نہیں ہے جو اسے دودھ پلا سکے ایک روز سبیعہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اپنے بچے کو گردن پر رکھے ہوئے اور روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں دیئے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے بچے کا دودھ چھڑا دیا ہے۔ اب یہ روٹی کھانے کے قابل ہو گیا ہے اب خدا تعالیٰ کے حکم کو مجھ پر جاری کیجئے۔ حضور ﷺ نے اس بچے کو ایک مسلمان کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اس کے سینے کے برابر گڑھا کھودیں اس گڑھے میں اسے کھڑا کر دیا گیا اور حکم فرمایا کہ اسے سنگسار کریں۔ خالد بن ولید نے سامنے سے اس کے سر پر پتھر مارا۔ سبیعہ کے خون کے چند قطرے خالد کے چہرہ پر ٹپکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے خالد تندی نہ کر مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ سبیعہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر معاجی وہ توبہ کرتا تو یقیناً بخشا جاتا اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی تجہیز و تکفین کریں۔ آنسرور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن فرمادیا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

غزوہ تبوک اور معجزات نبوی ﷺ

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

تبوک ایک جگہ کا نام ہے جو حجر اور ناحیہ شام کے درمیان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ چونکہ لشکر السلام اس سفر میں وہاں پہنچا اس لیے یہ غزوہ، غزوہ تبوک کے نام سے موسوم ہے۔ اس غزوہ کو فضیحہ بھی کہتے ہیں۔ بعض منافقین کی اس غزوہ میں فضیحت ہوئی۔ بعض جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں۔ عسرۃ کی وجہ تسمیہ کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس غزوہ میں بہت مشقت پیش آئی۔ ان میں سے ایک یہ کہ سفر بعید تھا، ہوا سخت گرم تھی، دشمن کا لشکر بہت زیادہ اور صاحب شوکت اور مستعد تھا، قحط سالی اور لشکر میں عسرت و تنگی اس قدر تھی کہ فقرائے صحابہ میں سے ہر دس افراد کے لیے ایک اونٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ جس پر وہ باری سے سوار ہوتے تھے اور اکثر لشکر کے پاس کرم خوردہ کھجوروں اور چند سیر جو کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پانی اس قدر کمیاب تھا کہ سواریوں کی کمی کے باوجود مسلمان زیادہ تر اونٹ ذبح کرتے اور اس کے پیٹ اور معاء کی رطوبت سے اپنی زبانیں تر کرتے۔ بعض لوگ مدینہ سے باہر نکلنے کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ پھل پکنے کا وقت تھا، درختوں کے سائے پھلوں سے نفع اندوز ہونا نفس کا محبوب و مطلوب ہے، آیہ کریمہ، یا ایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیاۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل۔ اسی باب میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا آخرت میں دنیا بس اتنی ہی ہے کہ تو اپنی انگلی دریا میں ڈالے اور نکال لے۔ دیکھو دریا سے کس قدر رطوبت تیری انگلی میں آئی ہے دنیا، آخرت کے مقابلہ میں اس سے بھی کم تر ہے فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل۔

اس غزوہ کی وجہ یہ تھی کہ اس سال شام سے ایک قافلہ آیا اور روغن زیتون اور سفید آٹا لایا۔ اہل مدینہ سے کہا کہ شاہ روم نے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور قبائل خدام، عاملہ اور غسان وغیرہ عرب کے قبائل اس کے ساتھ مل گئے ہیں اور مدینہ پر حملہ کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں اور مقدمہ لشکر بلقاء میں پہنچ گیا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھا کہ یہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ ہلاک ہو گیا ہے اور اس کے اصحاب میں قحط اور تنگی واقع ہوئی اموال ضائع ہو گئے۔ اب ان کی سلطنت پر آسانی سے قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک مرد قباء نامی کو چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ کے لیے مقرر کیا۔ یہ خبر نبی کریم ﷺ کو پہنچی۔ تو آنحضرت ﷺ نے شام کا قصد پختہ فرما لیا۔ خواجہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام لشکر کو جمع کرنے کے لیے بریدۃ بن الحصیب کو قبیلہ اسلم کی طرف بھیجا اور حضرت ابوذر غفاری کو غفار میں نامزد فرمایا۔ اور اسی طرح اصحاب کو جو قوم اور قبیلہ کی طرف منسوب تھے رسالت کے لیے متعین فرمایا دوستوں کو لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔

صحابہ کا ایثار

صحابہ نے اپنی وسعت و طاقت کے مطابق جدوجہد اور کوشش کی شرائط بجالاتے تھے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر

کے تمام مال سے دست بردار ہو گئے اور جو کچھ ان کے پاس تھا راہ خدا میں خرچ کر دیا اور اس بذل اور احسان کی بناء پر تمام نیکی کرنے والوں پر سبقت لے گئے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال خرچ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسالتمآب ﷺ نے جیش عسرت کی تیاری کے لیے اس قدر تحریص کی کہ صحابہ نے اس سلسلہ میں حتی الامکان بڑی کوششیں کیں۔ میں اس روز مالدار تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں حضرت ابوبکر پر سبقت حاصل کروں گا تو آج ہی کروں گا۔ اپنے نصف مال کو آنسرور ﷺ کی خدمت میں لا رکھا۔ تاکہ اسے لشکر پر خرچ کریں۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ اہل و عیال کے لیے تم نے کیا چھوڑا میں نے عرض کی کہ اسی قدر دوسرا مال ان کے لیے چھوڑ آیا ہوں اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق (جو کچھ ان کے پاس تھا) لے آئے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے اسے اپنے مصرف پر پہنچا دیا۔ فرمایا اے ابوبکر! اپنے عیال کے لیے تو نے کیا چھوڑا ہے۔ عرض کی اوخرت اللہ ورسولہ۔ میں نے کہا اے ابوبکر میں تجھ سے کسی چیز میں بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بینکما مابین کلمتیکما۔ یعنی اے ابوبکر و عمر تمہارے درمیان مراتب کا فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ تمہاری گفتگو میں ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت شام کی طرف تجارت کے لیے قافلہ بھیجنے کی تیاری کر رہے تھے کہ غزوہ تبوک کی تیاری کا اعلان ہو گیا۔ آنسرور ﷺ منبر پر تشریف لائے دولتمندوں کو اس لشکر کی تیاری کے لیے ابھارا۔ امیر امومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مجلس میں کھڑے ہوئے انہوں نے تمام سواریوں اور مراکب سے جو شام کے لیے تیار کی تھیں ساز و سامان کے ساتھ سو اونٹ لشکر اسلام کے لیے مقرر کیے۔ حضور ﷺ نے دوبارہ صحابہ کو اس نیکی کی طرف رہنمائی فرمائی۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سو اونٹ اور بڑھا دیے۔ اور تیسری مرتبہ حضور ﷺ نے پہلی بات کا اعادہ فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو سو اونٹوں کو تین سو کر دیا۔ جب حضور ﷺ نے پھر دوستوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تین سو اونٹوں کے علاوہ ہزار مثقال طلائے احمر کا اضافہ کر دیا اور ایک روایت یہ ہے کہ پھر تین سو آراستہ اونٹ لشکر کیلئے مقرر فرمائے۔

تفاسیر میں اس آیت کی تاویل کہ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ، کہتے ہیں کہ اس روز امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہزار اونٹ ساز و سامان کے ساتھ لشکر اسلام کو عطا فرمائے۔ یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی اور دو ہزار مثقال سرخ سونا بھی لائے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ لامحالہ آنسرور ﷺ نے فرمایا اللھم ارض عثمان فانی عنہ راض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمایا کہ خدایا قیامت کے حساب کو عثمان سے اٹھا لے اور ایک روایت ہے کہ تمام دولت مندوں سے چھوٹی چھوٹی چیز کا حساب ہوگا عثمان کا حساب نہیں ہوگا پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے اور کہا میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے نصف کو اللہ کی رضامندی اور حصول ثواب کے لیے لایا ہوں اور نصف کو اہل و عیال کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو کچھ تو نے دیا ہے اور جو کچھ محفوظ رکھا ہے اس میں اللہ تعالیٰ برکت دے۔ آنسرور ﷺ کی دعا کی برکت سے ان کا مال اس حد تک پہنچ گیا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی جسے مرض موت میں طلاق دے دی تھی جو چار عورتوں میں سے ایک تھی اور اس کی عدت ختم نہیں ہوئی

تھی اس کا ربع ثمن جو اس کا حصہ بنتا تھا مبلغ اسی ہزار درہم تھے اور ایک روایت کے مطابق اسی ہزار مثقال سونے سے اس کے ساتھ صلح کی اسی طرح تمام اشراف مہاجرین وانصار نے اموال کو خرچ کرنے میں دست سخاوت کھولا اور ان کی بعض عورتوں نے ہاتھ پاؤں کے زیور اتار کر حضور ﷺ کی مجلس ہمایوں میں بھیج دیئے۔

غریب صحابہ کا جذبہ قربانی

ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے رات سے صبح تک ایک شخص کے لیے پانی کھینچا اور اس سے دو صاع کھجوریں لے کر ایک صاع اہل وعیال کے لیے چھوڑیں اور ایک صاع حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ حضور ﷺ نے اس کے ایک صاع کھجوروں کو تمام صدقات کے اوپر رکھا۔ منافقین دینے والوں اور لینے والوں دونوں کے متعلق غیبت کرنے لگے۔ حق تعالیٰ نے ان کے متعلق آیت بھیجی۔ **ان الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم**۔ القصہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان اموال کو ضرورت مندوں پر خرچ کیا تا کہ اپنی تیاری کریں اور نعلین خریدنے کی زیادہ ہدایت فرمائی اور فرماتے تھے کہ جوتے پہنو کیونکہ یہ سواری کے حکم میں ہے۔

نقل ہے کہ صلحاء اصحاب رضی اللہ عنہ میں سے چند اصحاب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سالم بن عمرو عتبہ بن یزید، ابولیلیٰ، عبدالرحمٰن بن کعب مازنی، عمرو بن عمیر، سلمہ بن ضحر، عرباض بن ساریہ، اور عبدالرحمٰن بن مقفل بن یسار اور ایک روایت میں عمرو بن الحمام ابن الجموع اور ایک روایت میں فخر بن لیدس بن عبدالرحمٰن تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم پیادہ رہ گئے ہیں ہمارے پاس گھوڑے نہیں ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ہمرکاب میدان جنگ میں پہنچیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا صدقات سے کوئی چیز جو تمہاری مہم کو کافی ہو سردست موجود نہیں ہے۔ یہ فقراء مجلس ہمایوں سے غمگین باہر نکلے اور رونے لگے۔ اس وجہ سے وہ جماعت ''گروہ بکائیں'' کے ساتھ ملقب ہوئی چنانچہ آیت کریمہ **ولا علی الذین اذا ماا توک تعملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینھم تفیض من الدمع قرنا الایجد وا ماینفقون**۔ ان رونے والوں کے حال دل کی خبر دیتی ہے۔ ابن یامین عمرو بن کعب نے کہا کہ نضری ابو یعلی اور ابن معقل کے پاس پہنچا اور ان کی سواری کے لیے ایک اونٹ دیا اور ہر ایک کو دو صاع کھجوروں کے زادراہ کے طور پر دیئے۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس نے دوسرے چند افراد کو سواریاں مہیا کیں۔

نقل ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو خیرات کرنے کا حکم فرمایا۔ عتبہ بن زید نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے خرچ طلب کرتا ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں لیکن میں نے اپنی عزت کو لوگوں کے لیے حلال کر دیا ہے جو شخص میری عزت سے تعرض کرے گا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا **قبل اللہ صدقتک**۔ منافقین میں سے بیاسی آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور معذرت کی اور اس غزوہ میں ساتھ نہ جانے کی اجازت طلب کی۔ وہ لوگ بنی اسد سے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بہت جلد خدا تعالیٰ مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا ان کے متعلق یہ آیت آئی۔ **وجاءا لمعذرون من الاعراب لیؤذن بھم وقعد الذین کذبو اللہ**

ورسوله ستصیب الذین کفروا منهم عذاب الیم ۔اور منافقین کی ایک اور جماعت عذر بیان کیے بغیر غزوہ سے پیچھے رہ گئی۔اور لوگوں کو بھی جانے سے منع کرتے رہے۔گرمی کی شدت اور ناموافق ہوا سے ڈراتے تھے۔چنانچہ آیت کریمہ فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول الله وکرهوا ان یجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل الله وقالوا لاتنفروا فی الحر قل نار جهنم اشد حرالو کانوا یفقهون۔ اس جماعت کی حالت کو بیان کرتی ہے۔

جب لشکر کی مہم مرتب ہوگئی۔حضور ﷺ نے حکم دیا کہ مدینہ کے باہر ثنیۃ الوداع میں جمع ہوں اور امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لشکر کی پیشوائی کے لیے مقرر فرمایا کہ امامت کے لیے قیام کریں اور کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سلول اپنے حلیف قبائل کے ساتھ باہر آیا اور مخلص مسلمانوں کے مقابلہ میں اترا۔جب حضور ﷺ نے ثنیۃ الوداع سے کوچ فرمایا عبداللہ منافقین کی جماعت کے (یہود جو اس کے ساتھی تھے) ساتھ واپس لوٹ گیا اور کہا محمد ﷺ رومیوں کے ساتھ جنگ کے لیے جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ آسان کام ہے۔خدا کی قسم مَیں دیکھتا ہوں کہ ان کے اصحاب قید ہو جائیں گے اور مغلوب کر کے انہیں اطراف عالم میں منتشر کر دیا جائے گا۔جب اس کی خبر نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو فرمایا اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ہم سے بے وفائی نہ کرتا۔منافقین کی ایک اور جماعت نے غنیمت کے لالچ میں اس سفر میں مسلمانوں کا ساتھ دیا،اور آتے جاتے وقت ان سے نامناسب باتیں اور ناموافق حرکات ظاہر ہوتی تھیں۔

جب حضور ﷺ مدینہ سے باہر گئے تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہاں چھوڑا تا کہ امہات المومنین کی خبر گیری کریں مدینہ کے متابعین نے کہا کہ محمد ﷺ علی رضی اللہ عنہ کو اس لیے اپنے ساتھ نہیں لے گیا اس کی مصاحبت اسے گراں گزری۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منافقین کی جب یہ بات سنی،آنحضرت ﷺ کے عقب میں روانہ ہوئے اور موضع شرف میں آنسرور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت واقعہ عرض کی اور درخواست کی کہ مجھے ساتھ لے چلیں آنسرور ﷺ نے فرمایا اما ترضیٰ ان تکون بمنزلة هارون من موسیٰ۔فرق صرف اتنا ہے کہ ہارون پیغمبر تھے اور میرے بعد پیغمبر نہیں ہے۔

یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ثنیۃ الوداع میں حضور ﷺ نصرت آیات جھنڈے ترتیب دینے کی طرف متوجہ ہوئے اور سب سے بڑا جھنڈا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے مقرر فرمایا اور دوسرا جھنڈا زبیر بن العوام کے سپرد فرمایا اوس اور خزرج کا علم اسید بن الحضیر یا ابودجانہ انصاری رضی اللہ عنہما کے سپرد فرمایا۔کہتے ہیں کہ تیس ہزار کا لشکر تھا۔بعض اسی ہزار اور ایک گروہ ایک لاکھ کہتا ہے۔کہتے ہیں کہ ان میں دس ہزار گھوڑ سوار اور بارہ ہزار شتر سوار تھے اور اس لشکر میں خالد بن ولید کو مقدمۃ الجیش بنایا،میمنہ کو طلحہ بن عبداللہ،میسرہ کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے سپرد کیا۔جب ثنیۃ الوداع سے روانہ ہوئے ہر مقام پر لشکریوں کی جماعت پیچھے رہتی رہی،جب حضور ﷺ ان کے لوٹ جانے سے واقف ہوتے رہے فرماتے اگر اس میں کوئی بھلائی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے جلد تمہارے پاس پہنچا دے گا ورنہ اس کی حجت سے تمہیں نجات دے دی۔

اسلامی لشکر تبوک میں

جب لشکر قطع منازل طے کرتا ہوا تبوک پہنچا اس مقام پر دو ماہ قیام کیا اور صبح و شام کوچ اور راستہ کے رنج سے چند روز آرام حاصل کیا ان ہی حالات کے درمیان ثابت ہو گیا کہ لشکر روم کے متعلق جو سنا تھا، کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے مہاجرین و انصار کے اشراف سے اس معاملہ میں گفتگو کی ان کی طرف سے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ آگے جانے پر مامور ہیں تو اس طرف عزم کی باگ پھیر دیجئے۔ ہم تمام آپ ﷺ کے ہمرکاب ہیں جس طرف متوجہ ہوں گے دل و جان سے سر کے بل چل کر ساتھ دیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر مَیں مامور ہوتا تو مشورہ نہ کرتا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ رومی بادشاہ کے پاس بے شمار لشکر ہے اور سامان جنگ بھی اس کی سلطنت و حکومت کے سایہ میں جمع ہے اور تیار ہے لشکر اسلام کو آپ ﷺ خود جانتے ہیں کہ کمزور اور بے سرو سامان ہے اور اس سال ان پر غربت اور قحط سالی بھی ہے۔ ان کی شوکت و ہیبت کی شہرت ان ممالک میں ہو گئی ہے اور آپ ﷺ کا رعب اور خوف ان کے دلوں پر طاری ہو گیا ہے اگر اس سال واپس جا کر آئندہ سال اس امر کے درپے ہوں تو زیادہ مناسب اور بہتر دکھائی دیتا ہے چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی، حضور ﷺ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

ہرقل والیٔ روم دامن اسلام میں

جب ہرقل والئی روم نے سنا کہ حضرت رسالتمآب ﷺ نے حدودِ شام میں پہنچ کر تبوک میں قیام کیا ہے تو اس نے بنی غسان کے ایک شخص کو مسلمانوں کے لشکر گاہ کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ وہاں جا کر حضور ﷺ کی صفات از قسم سرخی چشم، مہر نبوت، صدقہ کو رد کرنا اور ہدیہ کو قبول کرنا وغیرہ معلوم کرے۔ وہ شخص حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے تبوک میں آیا اور پوری تحقیق و تفتیش کر کے ہرقل کی خدمت میں واپس آیا اور اوصاف، صفات اور حضور ﷺ کی علامات بیان کیں، ہرقل نے اعیان و اشراف سلطنت کو جمع کر کے حکم دیا کہ ملت نصرانیت کو ترک کر کے ملت عزا اسلام کو قبول کر لو، رومی قیصر کی بات سے اس قدر مشتعل ہوئے کہ اسے سلطنت کے زوال کا خوف پیدا ہو گیا، لامحالہ اس خیال کو اس نے ترک کر دیا۔ اور کہتے ہیں کہ خود ایمان لا کر سعادت دارین سے سرفراز ہوا۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

خالد بن ولید کا لشکر دومۃ الجندل میں

جس وقت حضور ﷺ تبوک میں مقیم تھے، خالد بن ولید کو فرمایا کہ چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر بن عبدالملک (جو کہ دومۃ الجندل کا حاکم تھا) کی طرف جائے۔ خالد نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے بنی کلاب میں بہت تھوڑے صحابہ کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بہت جلد تو اکیدر پہاڑی کو شکار گاہ بنا دے گا اور بغیر جنگ کی زحمت اٹھائے اکیدر کو گرفتار کر لے گا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق قلعہ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے اور منازل طے کرتے ہوئے اس رات میں جبکہ تقدیر کے فراش نے چودھویں رات کے چاند کا خیمہ فضائے آسمان میں کھینچا ہوا تھا اور نور کی طنابوں کو میدان ظہور کے صحن میں پہاڑوں پر مضبوط کیے ہوئے تھا قلعہ اکیدر کے قریب پہنچا۔ اکیدر اس

رات اپنی حویلی کی چھت پر اپنی بیوی کے ساتھ شراب نوشی کر رہا تھا کہ اچانک ایک پہاڑی گائے قلعہ کے دروازہ پر آئی اور اپنے سینگ قلعہ کے دروازہ پر مارنے شروع کر دیئے۔ زبابہ نے چھت کی منڈیر پر آ کر صورت حال کو مشاہدہ کیا اور اکیدر کو خبر پہنچا کر کہا، تو نے کبھی ایسی رات دیکھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، کہا کبھی ایسا شکار تو نے ہاتھ سے دیا ہے، کہا نہیں، حالانکہ اکیدر کو پہاڑی گائے کے شکار کا بہت شغف تھا، چھت سے نیچے اترا گھوڑے پر زین ڈالی اور اس کا بھائی حسان چند نوکروں کے ساتھ شکار کی طلب میں قلعہ سے باہر آئے۔ گائے بھاگ نکلی۔ اکیدر نے اپنی قوم کے ساتھ اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ حضرت خالد بن ولید گھات سے باہر نکلے اور اکیدر کو اس کی قوم کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ حسان نے مقابلہ کرنے کی جستجو کی لیکن پہلی ہی ضرب سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اکیدر تقدیر و قضا کے پنجہ میں گرفتار ہوا۔ باقی نوکر قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔

چونکہ حضور ﷺ کی وصیت خالد کو تھی کہ اگر تو اکیدر پر قابو پالے تو اسے زندہ میرے پاس لانا اگر انکار کرے تو اسے قتل کر دینا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے کہا اگر تو چاہے تو تجھے جان کی امان دے کر حضور ﷺ کے پاس لے جاؤں۔ بشرطیکہ قلعہ کی کنجیاں دے کر اس کا دروازہ کھول دو۔ دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو نیزے اور چار سو زرہ ہمارے سپرد کر دے۔ یہاں کی حکمرانی حسب سابق تمہارے پاس ہی رہے گی۔ اکیدر نے حضرت خالد کی پیشکش کو قبول کر کے اسے قلعہ کے نیچے لایا اور اس کا بھائی مصاد جو قلعہ کی حفاظت کر رہا تھا پہلے قلعہ کو کھولنے سے رکا۔ آخر کار قلعہ کے دروازہ کو کھول دیا اور دونوں بھائی خالد بن ولید کی معیت میں حضور ﷺ کی قدم بوسی کے لیے چلے حضرت خالد نے لشکر کے پہنچنے سے پہلے عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا۔ اس نے دومۃ الجندل کی فتح، اکیدر کو اس کے بھائی کے ساتھ گرفتار کرنے اور حسان کے قتل ہونے کی خبر آنسرور ﷺ کو پہنچائی اور زربفت جو حسان کا لباس تھی بطور نشانی حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی، جب حضور ﷺ کے پاس لائے صحابہ اس کی لطافت اور نزاکت سے بہت متعجب ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لنا ویل سعد بن معاذ فی الجنة الهن واحسن من هذا اصفیٰ۔ کہتے ہیں کہ خالد نے وہاں سے جو کچھ لیا تھا اس میں سے چند چیزیں تحفہ کے طور پر حضور ﷺ کے لیے بھیجیں۔ خمس کو نکال کر باقی کو اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا۔ اکیدر اور مصادر کو حضور ﷺ کے پاس لایا اور ایک روایت ہے کہ ان سے صلح کی اور ان پر جزیہ مقرر کیا اور مستقصے اور تلخیص مغازی کی روایت یہ ہے کہ دونوں بھائی زیور ایمان سے سرفراز ہو کر مسلمان ہو گئے۔

میدان تبوک میں معجزات نبوی

جو معجزات اس غزوہ میں حضور ﷺ سے مشاہدہ میں آئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ودیقہ بن ثابت اور ایک جماعت جو نفاق میں ان کے ساتھ متفق تھی اور ایک روز سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اس مرد کو دیکھو کہ یہ شام کے قلعوں کو فتح کرنے نکلا ہے جبکہ یہ بات بہت بعید اور دشوار ہے۔ قطعاً ظہور پذیر نہیں ہو سکتی۔ قبیلہ اشجع کا ایک شخص جس کا نام مخش مخشی حمیر تھا ان کے ساتھ تھا اس نے کہا مجھے یہ بات پسند ہے کہ ہماری اس بات کے بدلے ہم میں سے ہر ایک کو سو تازیانے ماریں لیکن ہمارے متعلق قرآن نازل نہ ہو۔ ان ہی حالات میں آنحضرت ﷺ نے عالم غیب سے منافقین کی ناپسندیدہ گفتار پر اطلاع پا کر عمار یاسر سے فرمایا اس جماعت کے پاس پہنچو وہ تباہ ہو گئے

اور اس جماعت سے پوچھو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اور اگر انکار کریں تو کہو کہ تم اس طرح اور اس طرح کہتے تھے۔ حضرت عمار نے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا تھا اس قوم سے کہہ دیا وہ لوگ شرمندہ و خجل ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ وریقہ بن ثابت نے عرض کی کہ ہم آپس میں ہنسی مذاق سے باتیں کرتے تھے اسی اثناء میں آیت کریمہ۔ ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قل اللہ و آیاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ان نعف عن طائفۃ منکم نعذب طائفۃ بانھم کانوا مجرمین۔ نازل ہوئی۔ اور کہتے ہیں کہ مخش ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں خدا تعالیٰ نے معاف فرما دیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ شہادت سے سرفراز ہو اور اس کی قبر کسی کو معلوم نہ ہو۔ دعا کا تیر نشانے پر بیٹھا اور ایک جنگ میں شہید ہوا۔ اس کی لاش کی کسی کو خبر نہ ہوئی۔

سفرِ تبوک میں بیماری سے حفاظت

جب اسلامی فوج حضور ﷺ کی ہمرکابی میں وادئ القریٰ میں پہنچی اور حجر ثمود میں اترے تو حضور ﷺ نے فرمایا آج رات سخت ہوا چلے گی کسی شخص کو تنہا اپنے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور یہ بھی فرمایا کہ اس جگہ سے پانی بھی نہ پئیں اور نہ ہی اس سے وضو کریں اور اونٹوں کے زانو مضبوطی سے باندھیں، حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق لوگوں نے عمل کیا لیکن بنی ساعدہ کا ایک شخص تنہا باہر نکلا وہ خناق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ایک دوسرا شخص اونٹ کی تلاش میں باہر آیا ہوا تھا اس کو ہوا لے اڑی اور کوطی پر پھینک دیا۔ اس خناق والے شخص کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضور ﷺ کی دعا سے حق تعالیٰ نے اسے اس مصیبت سے نجات دی، جب حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اونٹ والے کوطی کے باشندے تحفہ کے طور پر آنحضرت ﷺ کے پاس لائے۔

پیاسوں پر بادل برسنے لگے

جب مسلمان حجر سے گذر گئے تو حضور ﷺ سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے قبلہ رو ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اس متعفن ہوا اور سخت گرمی میں آسمان کے اطراف سے بادل کے ٹکڑے نمودار ہوئے اور آپس میں مل گئے اس قدر بارش ہوئی کہ تمام سیراب ہو گئے اور اپنی مشکیں بھر لیں۔ حضور ﷺ نے انتہائی خوشی و سرور سے تکبیر کہی اسی حال میں بادل کھل گیا اور ہوا صاف ہو گئی۔ اس صورت کے وقوع کے بعد ایک مسلمان نے ایک منافق سے کہا خلوص سے ایمان لے آؤ کیونکہ اب کوئی عذر تیرا باقی نہیں رہا۔ اس بے شرم نے کہا، اس سے کیا ہوا، بادل گزر رہا تھا بارش برسا کر چلا گیا۔

منافقوں کی حجتیں

ایک منزل میں حضور ﷺ کا اونٹ گم ہو گیا۔ صحابہ اس کی تلاش میں جنگل کی طرف بھاگے، قینقاع کا ایک یہودی جو مسلمان ہونے کے بعد منافق ہو گیا تھا اور زید اللصت اس کا نام تھا۔ عمارہ بن حزام (جو کہ اہل عقبہ اور اصحاب بدر میں سے تھے) کے گھر میں کہا کیا بات ہے کہ محمد ﷺ آسمان والوں کی خبر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور نہیں جانتے کہ ان کا اونٹ کہاں ہے۔ جب وزید منافق نے بات کہی حضرت عمارہ

حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اسی وقت حضور ﷺ نے نورِ نبوت سے یہ بات معلوم کر کے فرمایا کہ اے عمارہ! ایک شخص نے ابھی بات کہی ہے خدا کی قسم میں خدا تعالیٰ کے بتلائے بغیر کسی چیز کو جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا تو اب خدا تعالیٰ نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ میرا اونٹ کہاں ہے فلاں وادی میں جاؤ میرا اونٹ اس جگہ ہے اس کی نکیل ایک درخت پر اٹکی ہوئی ہے صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور اس وادی میں گئے اسی حالت میں (جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی) اونٹ کو دیکھا۔ درخت سے نکیل کو چھڑا کر اسے لے آئے جب عمارہ اپنے گھر واپس پہنچے صورت واقعہ کو گھر والوں سے کہا آپ کے آنے سے پہلے وزید نے ایسے ایسے کہا اسی وقت عمارہ اٹھے اور ایک گھونسہ وزید کی گردن پر مار کر کہا اے مسلمانو! میرے گھر میں اس قدر بری بکواس اور اتنا بڑا شر ہوا اور میں اس سے غافل پھر وزید کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔

چشمہ تبوک میں برکت

حضور ﷺ نے اس سفر میں ایک روز فرمایا کل چاشت کے وقت ہم چشمہ تبوک پر پہنچیں گے اور جو شخص بھی وہاں پہنچے اسے چاہیے کہ اس میں ہاتھ نہ ڈالے۔ حضرت معاذ کہتے ہیں کہ دوسرے روز چاشت کے وقت ہم چشمہ پر پہنچے۔ دو آدمی ہم سے آگے بڑھ گئے تھے اور اس میں سے پانی لیا تھا اس وجہ سے پانی متحرک تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے پانی میں ہاتھ ڈالا ہے۔ حضور ﷺ نے ان دو آدمیوں کو ملامت کی پھر آپ ﷺ کے فرمان پر اس چشمہ سے تھوڑا تھوڑا پانی نکال کر ایک برتن میں ڈالا۔ حضور ﷺ نے اس میں سے اپنے ہاتھ چہرہ اقدس اور دہن مبارک اس پانی سے دھوئے اور اس پانی کو چشمہ میں گرا دیا۔ اس معاملہ کی برکت سے اس قدر پانی ہو گیا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

حضرت ابوذر غفاری میدان تبوک میں

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے تبوک کی طرف روانہ ہوئے ان کا اونٹ راستہ میں چلنے سے عاجز آ گیا تھا جو کچھ ضروری سامان تھا اپنے کندھے پر رکھا اور منزل کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے تبوک میں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا کہ ابوذر دور سے ظاہر ہوئے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دور سے ایک پیادہ ظاہر ہوا ہے جس کا رُخ ہماری طرف ہے آنسرور ﷺ نے فرمایا ابوذر ہے جب وہ نزدیک آئے تو صحابہ نے اسے پہچان لیا اور کہا خدا کی قسم ابوذر ہے۔ جب مجلس میں آئے تو حضور ﷺ سروقد کھڑے ہو گئے اور مرحبا کہتے ہوئے فرمایا کہ حق تعالیٰ ابوذر پر رحمت کرے۔ تنہا ہو گا۔ تنہا فوت ہو گا اور تنہا اٹھے گا۔ پھر اس سے اس کا حال دریافت فرمایا اور اس کی تاخیر کا سبب پوچھا۔ ابوذر نے تمام قصہ عرض کر دیا۔

نقل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں معذرت کرتے ہوئے بریدہ میں بھیج دیا وہ دوستوں، احباب سے جدا وہاں زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ مرض موت پہنچی اس وقت دوستوں میں سے کوئی ان کے پاس موجود نہ تھا۔ صرف ان کی بیوی اور ایک غلام اس وقت موجود تھا، اس وقت ان کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میری تجہیز و تکفین کرو اور میرے تابوت کو سرِ راہ رکھ دو اور اونٹ سواروں کا ایک گروہ جو سب سے پہلے تمہارے پاس پہنچے اس سے کہو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ابوذر ہے اس جماعت سے میرے دفن کرنے میں مدد طلب

کرو۔ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کی بیوی اور غلام نے اس کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے تابوت سرِراہ رکھ دیا۔ سب سے پہلا مسافروں کا گروہ جو وہاں پہنچا وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھا۔ جو عراقیوں کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لیے جا رہے تھے۔ عبداللہ نے تابوت کا حال پوچھا غلام نے صورت واقعہ بیان کی، عبداللہ بن مسعود زار و قطار روئے اور کہا، صدق رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یمشی وحدك ویموت ویبعث وحدك و یبعث و حدك۔ پھر سب سواریوں سے اترے اس پر نماز جنازہ ادا کی اور اسے دفن کیا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

عبداللہ ذوالبجارین کی جانثاری

عبداللہ ذوالبجارین کا باپ فوت ہو گیا تھا اور وہ لڑکا تھا جو بچپن میں یتیم رہ گیا تھا اور دنیا کا کوئی مال اس کے پاس نہیں تھا اس کا چچا اس کی کفالت کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا، خوبصورت، مالک مال و دولت بنا اور لونڈیوں اور غلاموں کا آقا ہوا۔ زمانہ جاہلیت میں اسے عبدالعزیٰ کے نام سے پکارتے تھے اس کی ہمیشہ یہ آرزو تھی کہ وہ مسلمان ہو جائے اور خود کو مسلمانوں میں شمار کرے لیکن وہ اپنے چچا سے خوفزدہ تھا یہاں تک کہ جب حضور ﷺ واپس آئے تو اپنے چچا سے کہا، چچا جان! ایک مدت سے میں آپ کے ایمان لانے کا انتظار کر رہا ہوں لیکن آج تک میں نے کوئی اثر آپ میں نہیں دیکھا زندگی پر مجھے کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ آپ سے اب میں توقع کرتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں کلمہ شہادت ادا کروں اور آئینۂ دل میں جمالِ غیب، مشاقان لاریب کو دکھاؤں۔ اس کے چچا نے کہا خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہو گیا اور محمد ﷺ پر ایمان لے آیا جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے لے لوں گا بلکہ تجھے ننگا کر دوں گا۔ ذوالبجارین نے کہا خدا کی قسم میں بتوں کی پرستش چھوڑ کر مسلمان ہوتا ہوں اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں اور دنیا کے مال و متاع پر جو چھوڑنے والی چیز ہے ابھی سے ہاتھ اٹھا لیتا ہوں۔ جو کچھ اس کے پاس تھا اس سے ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چچا نے اس کے کپڑے بھی اتار لیے۔

ماں کے گھر آیا۔ ماں نے اس سے کیفیت احوال پوچھی اس نے کہا میں بت پرستی اور دنیا کے مال سے بیزار ہوں اور میں محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتا ہوں اور مومن بننا چاہتا ہوں مجھے اس قدر دے دے کہ میں اسے پہن لوں۔ ماں نے ایک چادر لی اور اسے دو ٹکڑے کیا اور ایک کو تہ بند بنایا اور دوسرے حصہ کو اوڑھنے کی چادر بنایا وہ چادر یکروارتھی جسے عرب بجار کہتے ہیں چونکہ اس نے دو ٹکڑے کر کے انہیں پہنا۔ ذوالبجارین اس کا لقب ہو گیا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور صدق اور خلوص سے حضور ﷺ کے آستانہ پر آیا۔ صبح کے وقت مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ حضور ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حسب معمول لوگوں کے حالات معلوم کرنے میں مصروف تھے اسی حال میں آپ کی نظر عبداللہ ذوالبجارین پر پڑی پوچھا تو کون ہے اور کس قبیلہ سے ہے اس نے عرض کی مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہیں اور فلاں قبیلہ سے ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا آج سے تمہارا نام عبداللہ ذوالبجارین ہوگا۔ ہمارے پاس قیام کرو اور مہاجرین میں رہو۔ وہ ان کے درمیان رہتا تھا اور قرآن کی تعلیم میں مشغول رہتا تھا اور مسجد میں بلند آواز سے قرآن پڑھتا تھا جو لوگوں کی نماز اور قرأت میں مخل ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع فرمایا آنحضرت ﷺ نے فرمایا دعه یا عمر فانه خرج مهاجر الی الله و رسوله۔ کہتے ہیں کہ اسی دوران میں کہ لوگ غزوہ تبوک کا سامان مہیا کرنے میں مشغول تھے کہ

یہ عبداللہ مجلس ہمایوں میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، آنسرور ﷺ نے فرمایا جاؤ کسی درخت سے چھلکا لے آؤ۔ عبداللہ گئے اور درخت سمرہ کا چھلکا لے آئے۔ حضور ﷺ نے اس چھلکے کو عبداللہ کے بازو پر باندھا اور فرمایا خداوندا! میں نے اس کے خون کو کافروں پر حرام کر دیا۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری یہ غرض نہیں تھی۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا جب تو خدا تعالیٰ کے راستہ میں غزا کی نیت سے نکلا ہے اور اس راہ میں تجھے بخار آ جائے اور اس بخار سے تو فوت ہو جائے تو شہید ہو گا اور شہداء میں شمار ہو گا۔ جب عبداللہ حضور ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے لوگوں نے وہاں پہنچ کر آرام کیا۔ حضرت عبداللہ کو بخار ہو گیا اور چند دنوں کے بعد وفات پائی اور اسے رات کے وقت دفن کیا گیا۔ حضرت بلال نے ہاتھ میں چراغ پکڑا ہوا تھا حضور ﷺ اس کی قبر پر آئے اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے اسے قبر میں اتارا، رسول خدا ﷺ نے فرمایا خداوندا! اس نے رات میرے ساتھ گذاری میں اس سے خوش ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ عبداللہ بن مسعود نے یہ بات سن کر کہا کاش اس قبر والا میں ہوتا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

سانپ سلام کرنے آتا ہے

سہیل بن بیضاء کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں حضور ﷺ نے مجھے اپنا ردیف بنایا ہوا تھا، اس کے بعد مجھے بلند آواز سے بلایا کہ سہیل! میں نے بھی بلند آواز سے جواب دیا۔ دوسری مرتبہ بلایا میں نے جواب دیا لوگوں نے سمجھا کہ ان کو بلاتے ہیں اطراف و جانب سے آپ کے گرد جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا من اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمد واعبده ورسوله حرمه الله على النار۔ پھر ایک بڑا سانپ راستہ پر نظر آیا چنانچہ لوگ اس سے ڈر گئے اور راستہ سے دور ہو گئے۔ وہ سانپ حضور ﷺ کے سامنے آ گیا اور کھڑا ہو گیا لوگ کافی دیر تک اسے دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔ پھر بل کھا کر راستہ سے ایک طرف کو چلا گیا اور دور جا کر کھڑا ہو گیا لوگ حضور ﷺ کے پاس جمع ہو گئے آنسرور ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ سانپ کون ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ان دس جنات میں سے ہے جنہوں نے میرے پاس آ کر قرآن سنا تھا اس کا گھر اس کے نواح میں ہے میری آمد کی خبر سن کر سلام کے لیے حاضر ہوا ہے اور اپنی مشکلات کا حل مجھ سے پوچھا اور ان کا جواب سنا وہاں کھڑا تمہیں سلام پہنچاتا ہے صحابہ نے کہا علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا خدا کے بندوں کو سلام کہو جو کوئی بھی ہو۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

کھانے میں برکت

بنی سعد بن ہذیم کے ایک مرد نے کہا کہ میں تبوک میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا آپ ﷺ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا فرمایا بیٹھ جاؤ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا افلح وجهك اس کے بعد فرمایا اے بلال اس کے لیے کھانا لاؤ۔ بلال نے چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا اور قدرے خرما، روغن اور ملایا ہوا لایا اور اس چمڑے کے دسترخوان پر رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کھاؤ۔ ہم نے اس قدر کھایا کہ سیر ہو گئے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں تنہا

اس طعام کو کھاتا تو میرا پیٹ نہ بھرتا کیا بات ہے کہ اب ہم تمام کا پیٹ بھر گیا ہے۔ فرمایا الکافر یا کل فی سبعة بمعاء والمومن یا کل فی معاء واحد دوسرے روز چاشت کے وقت گیا تا کہ مَیں ایسی چیز دیکھوں جو میرے یقین کا سبب ہو مَیں نے دیکھا کہ دس اشخاص حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہیں فرمایا اے بلال ہمیں کھانا دے۔ بلال نے ایک مٹھی کھجوریں تھیلے میں سے باہر نکالیں حضور ﷺ نے فرمایا اخرج ولا تخف من ذی العرش اقتارا۔ بلال نے تھیلے سے تمام کھجوروں کو گرا دیا۔ حضور ﷺ نے ان خرما پر دست مبارک رکھ کر فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

صحابہ نے کھائیں مجھے کھجوروں کی بڑی رغبت تھی مَیں نے اس قدر کھائیں کہ کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور جب مَیں نے دسترخواں کی طرف دیکھا تو اس پر اسی مقدار میں کھجوریں موجود تھیں گویا کہ ان میں سے ایک کھجور بھی نہیں کھائی گئی۔ تین روز تم اسی طرح اس حال کو آنحضرت ﷺ سے مَیں نے مشاہدہ کیا۔

منافقین کی نشاندہی

غزوہ تبوک سے واپسی کے دوران ایک رات ایک دشوار گھاٹی پیش آئی حضور ﷺ نے منادی کو فرمایا کہ وہ ندا کرے کہ اس گھاٹی پر کوئی اس وقت تک نہ جائے جب تک رسول اللہ ﷺ اوپر نہ چلے جائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ حذیفہ الیمانی اور عمار بن یاسر کے ساتھ اس گھاٹی کے اوپر چڑھے حذیفہ نے حضور ﷺ کے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور عمار اونٹ کو پیچھے سے ہنکار رہا تھا۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اچانک چودہ سوار دیکھے جو ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ حضور ﷺ کو اس حال سے ہم نے خبردار کیا حضور ﷺ نے انہیں ڈانٹا تمام بھاگ گئے پھر فرمایا کیا تم نے اس قوم کو پہچانا ہم نے عرض کی نہیں یارسول اللہ ﷺ انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے فرمایا یہ ایک جماعت ہے جو قیامت تک منافق رہیں گے اور تمہیں کچھ معلوم نہیں کہ ان کی نیت اور مقصد کیا تھا ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ ﷺ فرمایا وہ چاہتے تھے کہ اس گھاٹی میں میرے مزاحم ہوں اور میرے اونٹ کو بھگا دیں تا کہ میں گر پڑوں اور مجھے قتل کر دیں۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ قبیلہ کے پاس لشکر اسلام کو کیوں نہیں بھیجتے کہ تمام کو قتل کر دیں اور ان کے سر آپ ﷺ کے پاس لے آئیں فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں عرب کہیں گے کہ ایک قوم کی مدد سے اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی پھر اس قوم کو قتل کر دیا پھر فرمایا خداوند ان کو دوپیلہ کی بیماری میں مبتلا کرے گا۔ مَیں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ دوپیلہ کیا ہوتا ہے۔ آگ کا شعلہ ان کے دل میں پیدا ہوگا اور انہیں ہلاک کر دے گا پھر ان کے باپوں کے ناموں حذیفہ اور عمار سے بیان کرتے ہوئے حکم دیا کہ ان کو ظاہر نہ کریں اور اس قوم کو رسوا نہ کریں۔

حذیفہ نے کہا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے بہت سے ایسے منافق ہیں جو اس وقت تک جنت کا منہ نہیں دیکھیں گے اور نہ اس کی بو سونگھیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے نہ گذر جائے اور ان میں سے آٹھ دوپیلا کی تکلیف میں مبتلا ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے سینوں میں ظاہر ہوں گے اور ان کے سینوں سے آگ کے شعلے باہر نکلیں گے۔

مسجد ضرار

ابو عامر راہب فاسق تو حضور ﷺ کے ساتھ مخالفت اور عداوت رکھتا تھا جنگ احد اور معرکہ حنین میں لشکر اسلام کی عداوت میں بڑی کوشش کی دشمنوں کی شکست کے بعد وہ ملعون شام کی طرف چلا گیا اور وہاں سے منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ مسجد قبا کے مقابلے میں محکم جگہ جو مسجد کی شکل کی ہو لیکن حقیقت میں بت خانہ ہو بنائیں اور وصیت کی کہ اسے اس طرح کشادہ رکھیں کہ وہ اعتکاف اور رہائش کے لیے تیار ہو اور وہ اور اس کے متعبین اس میں قیام کر سکیں، اس لعین کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کے ساتھ مقابلہ کرے۔ اور وہ فریب اور مکر جو منحوس دل میں پوشیدہ رکھتا ہے عمل میں لائے اس کے کہنے پر بارہ منافقوں نے اتفاق کر کے صومعہ ضرار کو جو کہ کفر تفریق اور اضرار پر مبنی تھا بنایا جس زمانہ میں حضور ﷺ لشکر تبوک کی تیاری میں مشغول تھے وہ جماعت حضور ﷺ کی خدمت میں گئی کہ ہم نے اپنے محلہ میں دوستوں کی ضرورت کے لیے مسجد تعمیر کی ہے اگر آپ ﷺ اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمائیں گے تو ہم ممنون ہوں گے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ اب تو یہ مہم درپیش ہے اس سفر سے واپسی کے بعد جو کچھ ہو سکے گا کریں گے جب تبوک سے واپس آئے منافقین نے ایفائے وعدہ کی استدعا کی۔ انہوں نے کہا پہلے آپ ﷺ اس جگہ تشریف فرما ہوں پھر مدینہ میں تشریف لے جائیں۔ جبرئیل علیہ السلام پہنچے اور منافقین کے دلی خیالات حضور ﷺ تک پہنچائے اور آیہ کریمہ **والذین اتخذوا مسجد ضرارا و کفرا و تفریقا بین المسلمین**۔ آخری چار آیات تک نازل کیں۔ حضور ﷺ نے اسی وقت مالک بن الاحشم اور مغن بن عدی کو بھیجا انہوں نے مل کر اس عمارت کو جلا کر منہدم کر دیا اور وہاں کے لوگوں کو بھگا کر متفرق کر دیا اور مذکورہ جگہ آہستہ آہستہ مدینہ والوں کا مزبلہ (کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ) بن گئی۔

جنگ تبوک کے پیچھے رہ جانے والے صحابی

مخلص دوستوں میں سے پانچ اشخاص اس غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ابوذر غفاری، ابوخثیمہ سالمی، کعب بن مالک، مرارہ بن الربیع اور بلال بن امیہ۔ اور ابوذر غفاری کا قصہ اس کا پیادہ اور تنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس جانا اور راستہ میں اس کے اونٹ کے درماندہ ہونے کا عذر بیان ہوا لیکن ابوخثیمہ کا واقعہ یوں تھا کہ آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے چند روز بعد ابوخثیمہ گرمی کے وقت گھر میں آیا اس کی دو عورتیں تھیں ہر ایک کا ایک عریش تھا جس میں پانی چھڑکا ہوا اور ٹھنڈے پانی کے کوزے رکھے ہوئے تھے اور گوناں گوں کھانے ترتیب دیے ہوئے تھے ابوخثیمہ عریش کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور اس ترتیب کو ملاحظہ کیا۔ اپنے دل سے کہا کہ حضور ﷺ بیابان میں آفتاب کی شدید حرارت اور گرم ہواؤں میں ہوں اور ابوخثیمہ عمدہ سایہ میں ٹھنڈے پانی اور گوناں گوں طعام سے آراستہ مقام میں عورتوں سے مباشرت میں ہو انصاف سے بعید ہے اس نے قسم کھائی کہ ان دو عریش میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہو گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے نہ جا ملے۔ پس طعام کی کچھ مقدار زادِ راہ کے طور پر اٹھا لی اپنے اونٹ پر اسے لادا اور باہر نکل گیا ہر چند عورتیں اس سے بات کرتی تھیں لیکن کسی کے ساتھ اس نے بات نہیں کی یہاں تک کہ وہ تبوک میں حضور ﷺ سے جا ملا اور سارا واقعہ حضور ﷺ کو تفصیل سے سنا دیا حضور ﷺ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر نوازش

کشف الغمہ میں روایت آئی ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد ایک اعرابی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا عرب کی ایک قوم وادی الرمل میں آئی ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ شبخون کے طور پر مدینہ پر حملہ کریں گے۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو اس جماعت کے شر کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اصحاب صفہ کا ایک گروہ اس کے لیے تیار ہوا۔ حضور ﷺ نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور اس گروہ پر انہیں امیر بنایا اور دشمنوں کی طرف بھیجا۔ مخالفین کا قیام ایک وادی میں تھا جس میں بہت پتھر اور درخت تھے اس وادی سے گزرنا دشوار معلوم ہوتا تھا مسلمانوں نے جب اس وادی میں داخل ہونا اور حملہ کرنا چاہا اچانک مخالفین اکٹھے ہو کر اس وادی سے نکلے اور جنگ شروع کر دی چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا اور باقی شکست کھا کر مدینہ لوٹ آئے۔

جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا ایک جھنڈا باندھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جب وہ منزل مقصود پر پہنچے اس وادی میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ مشرکین جو پتھروں اور درختوں کے پیچھے گھات لگائے ہوئے تھے نکلے اور مسلمانوں کی طرف رخ کیا جنگ وقتال کے بعد لشکر اسلام نے راہ فرار اختیار کی اور دار السلام مدینہ کی طرف لوٹے اس کے بعد عمرو بن العاص جو حسن تدبیر اور دانش مندی میں مشہور تھے حضور ﷺ سے عرض کی کہ ان پر حملے کے لیے مجھے بھیجئے تاکہ الحراب خدمته پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں کو مغلوب کروں۔ حضور ﷺ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور ایک جماعت کا امیر مقرر کر کے مخالفین کی طرف بھیجا۔ وہ بھی جب دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ساتھ جنگ وقتال کیا مگر شکست کھا کر لوٹ آئے اور بعض مسلمان شہید ہو گئے۔

عمرو بن العاص کی واپسی کے چند روز بعد حضور ﷺ نے حضرت علی کیلئے جھنڈا تیار کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ان کے حق میں اچھی دعا فرمائی اور مسجد احراب تک حضرت علی کے ساتھ تشریف لائے۔ اور حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک اور جماعت اس سفر میں حضرت علی کی رفاقت کرے اور اس کی صوابدید سے تجاوز نہ کریں۔ امیر المومنین حضرت علی وادی الرمل کے راستہ سے اعراض کر کے عراق عرب کی طرف متوجہ ہوئے منزلیں طے کرنے کے لیے مخالفین کے غارت کرنے کا ارادہ کر کے دن کے وقت راستہ سے ہٹ کر چلتے اور آرام واستراحت حاصل کرتے۔ جب مخالفین کے ٹھکانوں پر پہنچے لشکر کو حکم دیا کہ آرام کریں اور خود لشکر کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ عمرو بن العاص نے اپنی رائے کا اظہار کیا جو ان کی رائے کے خلاف تھی۔ صحابہ نے کہا ہمیں حضرت علی کی صوابدید اور رائے پر عمل کرنے کا حکم ہے ہم ان کی رائے کے خلاف نہیں کر سکتے۔

الغرض شاہ مرداں کے دل میں جو خیال آتا اس پر عمل کرتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ طلوع فجر کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچے اور حسب دلخواہ مخالفین سے انتقام لیا اور صاحب کشف الغمہ لکھتا ہے کہ سورہ والعادیات اسی باب میں نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے صحابہ کو فتح کی بشارت دی۔ جب حضرت علی لوٹ کر مدینہ کے نزدیک پہنچے تو حضور ﷺ نے صحابہ کو استقبال کرنے کا حکم فرمایا اور خود بھی صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جس وقت حضرت علی کی نظر حضور ﷺ پر پڑی گھوڑے سے اتر آئے اور پیادہ ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! سوار ہو۔ جاؤ خدا اور

اس کا رسول تجھ سے راضی ہیں۔ شاہ مرداں انتہائی خوشی سے رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ امت کے کچھ گروہ تیرے متعلق وہ کچھ کہیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لوگوں نے کہا تو میں یقیناً تمہارے متعلق چند باتیں کہتا کہ جس قوم پر بھی تو گزرتا وہ تیرے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتی۔

عبداللہ ابن ابی سلول منافق کی موت

اسی سال ماہ شوال عبداللہ مذکور بیمار ہوا تھا اور ذی قعدہ میں فوت ہو گیا۔ حضور ﷺ ان دنوں میں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے یہاں تک کہ آخری روز نزع کے وقت اس کے سرہانے بیٹھے اور فرمایا میں تجھے یہود کی دوستی سے منع کرتا تھا تو نے میری بات نہ سنی۔ ابن ابی سلول نے کہا سعد بن زراری ان کا دشمن تھا ان کی دشمنی سے اسے موت سے نجات نہیں دی پھر اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ سرزنش کا وقت نہیں ہے آپ ﷺ کے مکارم اخلاق سے درخواست ہے کہ میرے جنازہ کے ساتھ موجود ہوں گے اور اپنے پراہن کو عنایت فرما کر اس سے میرا کفن بنائیں گے۔

اور ایک روایت ہے کہ اس روز حضور ﷺ کے دو پراہن تھے ایک شعار اور دوسرا وثار، وثار کو جو کہ تہمند تھا اسے دیا اس نے قمیض کی درخواست کی کیونکہ وہ جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس کی درخواست قبول ہوئی۔ اس کے بعد اس نے کہا ایک اور درخواست ہے کہ جب میرے جنازہ پر نماز ادا فرمائیں تو میرے لیے بخشش طلب کریں تاکہ حق تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ حضور ﷺ نے یہ درخواست بھی قبول کر لی۔

ارباب سیرت نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ اس کے غسل اور تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھے اور اس کے لڑکے سے جو مخلص مومن اور کامل مسلمان تھا' تعزیت فرمائی۔ جب عبداللہ ابی سلول کی میت کو جنازگاہ میں لے گئے آنحضرت ﷺ اس پر نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے اٹھے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضور ﷺ کا دامن پکڑ کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ ادا کرتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں وقت میں ایسا اور ایسا کیا تھا۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا اے عمر! مجھے چھوڑ دے اور عمر اسی طرح منت سماجت کرتے رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کے لیے ستر بار اس کی مغفرت طلب کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا گیا ہے اور میں نے مغفرت کو اختیار کیا ہے اور اگر مجھے علم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ بخشش مانگنے سے بخشا جاتا ہے تو میں یقیناً اس کے لیے اس سے زیادہ مرتبہ بخشش طلب کرتا اور یہ بات اس کلمہ کی طرف اشارہ ہے۔ **استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔**

کہتے ہیں کہ جب عبداللہ پر نماز جنازہ ادا کی یہ آیت نازل ہوئی۔ **ولا تصل علی احدمنھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ** اور ماہرین فن سیرت کہتے ہیں کہ اس میں حکمت کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ منافق کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے پیراہن کو اسے پہناتے ہیں اس پر نماز ادا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں باوجود یہ کہ وہ نفاق میں مشہور تھا۔ یہ تھی کہ جنگ بدر کے روز جب عباس کو مسلمان نے گرفتار کیا ہوا تھا اور برہنہ کیا ہوا تھا کسی شخص کا کرتہ اس کے قد پر پورا نہیں آتا تھا اس وقت عبداللہ نے اپنے کرتے کو جو اس کے قد کے برابر تھا انہیں پہنایا۔ حضور ﷺ نے احسان اتارنے کے لیے اپنا کرتہ منافق عبداللہ کو پہنایا اور اس پر نماز جنازہ ادا کرنے کا اکرام اس وجہ سے تھا کہ مشرکین نے صلح حدیبیہ کے روز کہا کہ ہم محمد ﷺ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے لیکن تجھے ہم عمرہ ادا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ محمد ﷺ

ہمارے پیشوا ہیں ہم اس پر سبقت نہیں کرتے اس وجہ سے اس کی عزت تھی اگر چہ وہ غرض سے آلودہ تھا لیکن حضور ﷺ نے اس کی جزا دیتے ہوئے اس پر نماز ادا کر کے بخشش طلب کی لیکن اس کی عیادت اس کے لڑکے اور اس کے مسلمان رشتہ داروں کی وجہ سے تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ بیگانے بھی جب لطف و کرم کو آنسرور ﷺ سے مشاہدہ کریں تو آشنائی کے زیور سے آراستہ ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابی سلول کی موت کے دن جب منافقین نے اپنے پیشوا کو پیغمبر ﷺ کی دعا و استغفار کا محتاج دیکھا اور حضور ﷺ کے الطاف و اکرام اس دشمن کے متعلق اس طرح دیکھے ایک کثیر جماعت نے نفاق سے توبہ کر لی۔ اور خلعت اتفاق زیب تن کی اور خلوص سے مسلمان ہو گئے۔

نجاشی شاہ حبشہ کی وفات

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس روز نجاشی فوت ہوا آنسرور ﷺ نے فرمایا آج ایک مرد صالح فوت ہوا ہے اٹھو اور اس پر نماز ادا کرو۔ پس ہم نے حضور ﷺ کے پیچھے صفیں باندھیں اور اس پر نماز ادا کی۔ جابر کہتے ہیں کہ میں دوسری صف میں تھا یا تیسری صف میں کہ آنسرور ﷺ نے چار تکبیریں کہیں اور ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لیے بخشش طلب کرو۔ اور ایک روایت ہے کہ مدینہ کی جناز گاہ میں گئے اور نجاشی پر نماز ادا کی۔ بعض علماء نے نجاشی کے قصہ کو حضور ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے کہ حضور ﷺ کا نجاشی پر نماز پڑھنا اس وجہ سے تھا کہ زمین کو آپ کے لیے لپیٹ دیا گیا تھا اور میت کو حضور ﷺ کے لیے سامنے ظاہر کر دیا گیا تھا اگر چہ مقتدیوں کی نسبت سے غائب تھا یہ معاملہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھا اس لیے اس سے استدلال جائز نہیں، واللہ اعلم۔ اور نجاشی کے جنازہ کے انکشاف کی کیفیت میں حضور ﷺ پر روایات وارد ہوئی ہیں کہ اس جیسی ہرگز ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز جبرئیل علیہ السلام آئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو آگاہ کیا کہ آفتاب کے انجلا کا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ایک صحابی جسے معاویہ لیثی کہتے ہیں مدینہ میں فوت ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو اس پر نماز ادا کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اسے یہ مرتبہ کس عمل سے حاصل ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا، شب و روز، قیام و قعود اور آمد و رفت میں قل ھو اللہ احد بکثرت پڑھنے کی وجہ سے اسے یہ مرتبہ حاصل ہوا اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں تو میں زمین کو لپیٹ دیتا ہوں تاکہ آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ ادا کریں اور اس کے جنازہ کو دیکھیں حضور ﷺ نے فرمایا ہاں، جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا، ہر درخت، جنگل اور پہاڑ جو حائل تھا ہٹ گیا اور نجاشی کے جنازہ کو حضور ﷺ نے مشاہدہ فرمایا۔

امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ حج کعبہ ادا کرتے ہیں

مورخین اور علماء سیرت نے یوں بیان کیا ہے کہ آخری ذی قعدہ سال نہم ہجری میں حضور ﷺ کا حج کرنے کا ارادہ ہوا جب آپ ﷺ نے سنا کہ مشرکین جاہلیت کی رسم کے مطابق حج میں مکہ آتے اور برہنہ ہو کر طواف کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ اختلاط کی بناء پر آپ ﷺ نے ارادہ ملتوی کر دیا لیکن تین سو اشخاص پر ابوبکر صدیق کو امیر بنا کر حکم فرمایا کہ مکہ میں جائے اور لوگوں کو مناسک حج سکھائے اور اوائل سورہ برأت چالیس آیات تک لوگوں پر پڑھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر فرمان پر عمل کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اسی اثناء میں جبرئیل علیہ السلام حق و سبحانہ و تعالیٰ کا پیغام لائے۔ کہ اس پیغام کو صرف آپ ﷺ یا حضرت علی ادا کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تو یا وہ شخص جو تجھ سے ہو چونکہ حضرت

علی قبیلہ و خاندان میں سب سے زیادہ قرابت رکھتے ہیں، حضور ﷺ نے حضرت علی کو کیفیت واقعہ سے آگاہ فرمائے۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے جاؤ اور اوائل سورہ برأت کو ان سے لے لو اور موسم حج میں لوگوں پر یہ آیات پڑھے اور ان چار کلمات کو لوگوں تک پہنچاؤ، ایک یہ کہ بہشت میں صرف ایمان والے داخل ہوں گے، دوسرا یہ کہ برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کریں۔ تیسری یہ بات کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، چوتھی یہ کہ کفار و مشرکین میں سے جس نے موقت عہد خدا اور رسول کے ساتھ باندھا ہوا ہے اس سال کے ختم ہونے تک وہ مسلمان ہو جائیں۔

حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں حج گزارنے کے ارادہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تھا جب ہم مقام عروج میں پہنچے۔ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تا کہ امامت کریں ابھی نماز شروع نہیں کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی آواز انہوں نے سنی آپ نے امامت میں توقف فرمایا۔ آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے۔ شاید رسول اللہ ﷺ حج کرنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ ٹھہریئے ان کے ساتھ نماز ادا کریں جب ایک لحظہ گزرا حضرت علی حضور ﷺ کی اونٹنی پر سوار پہنچے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور۔ جواب دیا کہ مامور لیکن اوائل سورۃ برأت مجھے دیجئے کیونکہ فرمان واجب الاذعان اسی طرح نافذ ہوا ہے کہ آیات بینات کو میں لوگوں میں پڑھوں اور یہ چار کلمات کو لوگوں تک پہنچاؤں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آیات بینات کو علی المرتضٰی کے سپرد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں ادا کی۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب ہم مکہ میں پہنچے۔ ترویہ سے ایک روز پہلے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو مناسک حج سکھائے اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اوائل سورہ برأت لوگوں پر پڑھی اور چاروں باتیں لوگوں تک پہنچائیں اور مواقف حج کے ہر موقف پر امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے اور احکام حج بیان فرماتے۔ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جس بات کے لیے مامور ہوئے تھے' ادا کرتے۔ کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان چار کلمات کو پہنچایا ایک شخص نے لوگوں میں سے آواز دی کہ اے علی تیرے چچیرے بھائی اور ہم میں جو معاہدہ ہے اگر وہ ختم نہ ہو جائے تو ہم تیری اقتدا کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ کو یہ بات دشوار معلوم نہ ہوتی تو مجھے فرمایا ہے کہ واپس آنے تک تم کچھ مت کہو تو میں یقیناً تجھے قتل کر دیتا کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں پہنچے تلوار کھینچ لی اور فرمایا خدا کی قسم! جو شخص برہنہ طواف کرے گا میں اس کی تادیب کروں گا پھر جو شخص برہنہ تھا اس نے کپڑے پہن لیے۔ اور زیارت خانہ کعبہ کرتا یا اس سے احتراز کرتا۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی جب ان معاملات سے فارغ ہوئے تو مدینہ واپس آ گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی کہ آپ ﷺ نے مجھے سورہ برأت پڑھنے سے روک دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! تجھ سے کچھ غلطی تو نہیں ہوئی تو غار میں میرا ساتھی تھا اور برلب حوض کوثر میرا ساتھی ہوگا لیکن جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ یہ کلمات تو ادا کرے یا وہ شخص جو تجھ سے ہو۔ (واللہ اعلم للرشاد)

http://kitaabghar.com

دسویں سال کے واقعات

اس سال حضرت خالد بن ولید کو ایک جماعت کے ساتھ قبیلہ بنی الحارث بن کعب کی طرف بھیجا گیا اور فرمایا کہ تین مرتبہ انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر قبول کرلیں تو ان میں رہو اور ان کو قرآن وسنت کی تعلیم دو اگر قبول نہ کریں تو جنگ کرو۔ خالد بن ولید ان کی طرف گئے اور حسب الارشاد انہیں اسلام کی دعوت دی وہ تمام مسلمان ہوگئے۔ حضرت خالد نے ان میں قیام کیا اور انہیں قرآن اور احکام شریعت کی تعلیم دی۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں خط لکھا اور کیفیت حال بیان کی، حضور ﷺ نے خط کا جواب لکھا کہ جب خط پہنچے اس قوم میں سے ایک جماعت کو ساتھ لے کر مدینہ آؤ۔ جب نامہ مبارک خالد کے پاس پہنچا خالد اس قوم کی ایک جماعت کے ساتھ مجلس ہمایوں میں آیا اور سلام کیا کہا اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله۔ حضور ﷺ نے بھی فرمایا کہ مَیں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی گواہی دیتا ہوں ان میں سے ایک شخص قیس بن حصین کو ان کا سردار بنایا اور واپسی کی اجازت فرمائی اس کے بعد عمرو بن حزام کو اس جماعت کے پاس بھیجا تا کہ ان پر امیر ہو اور اس جماعت کے صدقات کو جمع کرے۔ عمرو وہاں گیا وہ اس قبیلہ میں ہی تھا کہ حضور ﷺ نے اس جہان سے رحلت فرمائی۔

حضور ﷺ اور نصاریٰ نجران کے درمیان مصالحت

اہل سیرت نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے نصاریٰ نجران کو ایک مکتوب بھیجا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اس قوم نے مشورہ کے بعد اپنی قوم سے چودہ اشخاص منتخب کر کے مدینہ بھیجے تا کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات کی تحقیق کر کے دوستوں کو ان کی خبر پہنچائیں۔ ان کا سردار، بنی کندہ کا ایک شخص تھا جس کا نام عبدالمسیح اور لقب عاتب تھا۔ اہل الرائے، مستشار اور اہل نجران کا سردار تھا۔ سید اور صاحب رجال تھا اور ایک اور مرد بنی ربیعہ سے ابوالحارث علقمہ جو بڑا دانش مند تھا اور باقی اعیان ومشاہیر قوم تھے اس ابوالحارث کا ایک بھائی تھا جس کا نام کرز بن علقمہ تھا وہ بھی ان چودہ افراد میں شامل تھا۔ راستہ میں ابوالحارث کا اونٹ گر پڑا۔ کرز نے کہا وہ شخص گرے جو ابعد ہے یعنی محمد ﷺ۔ ابوالحارث نے کہا بلکہ تو سر کے بل گرے۔ کرز نے پوچھا، بھائی جان آپ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ ابوالحارث نے کہا خدا کی قسم! محمد ﷺ اور خدا تعالیٰ کے دین کو کیوں قبول نہیں کرتے۔ اور ان کی متابعت سے کیا چیز آپ کو روکتی ہے۔ ابوالحارث نے جواب دیا کہ محمد ﷺ کی متابعت قوم کی مخالفت ہے۔ اگر اس چیز کا ہماری طرف سے ظہور ہو تو نصاریٰ کے نزدیک ہمارا کوئی اعتبار نہیں رہے گا۔ اور انہوں نے ہمیں جو کچھ عمدہ سامان اور بہترین اموال دیئے ہیں ہم سے واپس لے لیں گے۔ اس بات سے کرز کے دل میں محبت پیدا ہوئی اس نے اپنے اونٹ کو تیز بھگانا شروع کردیا جب اسے حضور ﷺ کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔

جب مدینہ میں پہنچے تو انہوں نے ریشمی لباس پہنا اور اپنے دامن زمین پر گھسیٹتے تھے۔ سونے کی انگوٹھیاں ہاتھوں میں پہن کر مسجد نبوی میں

داخل ہوئے اور سلام کیا۔ حضور ﷺ نے جواب نہ دیا اور ان سے روگردانی فرمائی۔ وہ منبر کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور نماز میں مشغول ہو گئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ کی خدمت میں آئے انہوں نے ہر چند گفتگو کی مگر کوئی جواب نہ سنا۔ مسجد سے باہر آئے۔ امیر المومنین حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما انہیں دکھائی دیئے۔ سابقہ شناسائی کی بناء پر جو نہیں ان کے ساتھ تھی ان سے پوچھا کہ تم نے ہمیں خط لکھ کر دعوت دی تھی ہم آ کر سلام وتحیت بجالائے لیکن ہم نے کوئی جواب نہیں سنا۔ ہم نے ہر چند گفتگو کی لیکن خاموشی کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ اب تم کس چیز میں مصلحت دیکھتے ہو۔ واپس اپنے ملک میں چلے جائیں یا توقف کریں۔ اس مجمع میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے حضرت علی سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ اے ابوالحسن! آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ریشمی کپڑے اور سنہری انگشتریاں اپنے آپ سے دور کر دیجئے اور متعارف کپڑے پہن لیں اور پھر حضور ﷺ کی مجلس میں جائیں اس قوم نے حضرت علیؓ کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجلس میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ حضور ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے راستی کے ساتھ مخلوقات کی طرف بھیجا ہے کہ پہلی مرتبہ جب یہ قوم میری مجلس میں آئی تو شیطان ان کے ساتھ تھا اس کی وجہ سے میں نے ان کو جواب نہ دیا اور ان کے ساتھ گفتگو میں زبان نہیں کھولی۔ پھر گفتگو فرمائی اور ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کیا اور انکار وعناد میں بڑھتے رہے۔ پھر انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ خدا کے بندے تھے اور برگزیدہ اور اس کے پیغمبر تھے اس کے بعد اسقف نے پوچھا کیا آپ ﷺ کو علم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا جس سے وہ پیدا ہوئے فرمایا نہیں، اسقف نے کہا پھر یہ کیسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بندہ اور مخلوق ہے حالانکہ کوئی بندہ اور مخلوق ایسا نہیں ہے کہ اس کا باپ نہ ہو۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا کہ آج میں اس کا جواب نہیں دیتا اس شہر میں قیام کرو تا کہ اپنے سوال کا جواب سنو۔ دوسرے روز حق تعالیٰ نے آیت بھیجی۔ **ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون۔ الحق من ربك فلا تکن من الممترین۔ فمن حاجك فيه من بعد ماجاءك ، من العلم فقل تعالوا ندع ابنأنا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين**۔ حضور ﷺ نے ان کو طلب کر کے آیات مذکورہ ان پر پڑھیں۔ انہوں نے آیت کے مضمون کا اقرار نہ کیا اور اپنے اعتقاد پر مصر رہے۔

نصاریٰ سے مباہلہ کا اعلان

حضور ﷺ نے فرمایا تم تسلیم نہیں کرتے تو آؤ ایک دوسرے کے ساتھ مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کے حق میں دعا کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر لعنت ہو۔ تمام نے کہا ہمیں مہلت دیجئے تا کہ ہم جا کر اس معاملہ میں غور وفکر کریں اور کل آ کر مباہلہ کریں گے وہ گئے اور عاتب کے ساتھ جوان کا سردار تھا مشورہ کیا اور اسے کہا کہ آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے، عاتب نے کہا اے گروہ نصاریٰ! خدا کی قسم تم یقیناً جانتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ظاہر دلیل لائے ہیں، مباہلہ نہ کرو۔ خدا کی قسم جس قوم نے بھی کسی پیغمبر سے مباہل کیا ہے وہ ہلاکت سے نہیں چھوٹی۔ اگر تم محمد ﷺ کے ساتھ مباہلہ کرو گے یقیناً ہلاک ہو جاؤ گے جب تم اپنے دین پر قائم رہنے کو پسند کرتے ہو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اس کے ساتھ مصالحت کر لو اور جزیہ قبول کرو اور اپنے ملک میں واپس چلے جاؤ۔ دوسرے روز صبح کو جب سید عالم ﷺ

اپنے حجرہ ہمایوں سے باہر نکلے تو ایک ہاتھ میں حسنؓ کے دست مبارک پکڑے حسین کو بغل میں لیے اور حضرت فاطمۃ الزہرا کو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زہرہ وباہ کی مانند اس آفتاب رسالت کے پیچھے روانہ ہوئے آنسرور ﷺ نے فرمایا جب میں دعا کروں تم آمین کہو۔ نصاریٰ نجران نے جب ان پانچ اشخاص کو اس طرح دیکھا اور دعا اور آمین کی بات کو سنا تو خوفزدہ ہو گئے۔ ابوالحارث جوان میں سے دانش منداور سمجھدار تھا کہا اے دوستو! یقیناً میں چند چہرے دیکھتا ہوں اگر وہ خدا تعالیٰ سے درخواست کریں کہ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے تو وہ یقیناً ان کے لیے ایسا کرے گا۔ ہرگز مباہلہ نہ کرنا کہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہیں رہے گا انہوں نے کہا اے ابوالقاسم ہم آپ ﷺ کے ساتھ مباہلہ نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو مسلمان ہو جا۔ انہوں نے کہا یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ فرمایا تو پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں عربوں کے ساتھ جنگ ومقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ لیکن ہم مصالحت کرتے ہیں کہ ہم ہر سال آپ ﷺ کو دو ہزار حلۂ ہزار ماہ صفر میں اور ہزار ماہ رجب میں دیں گے کہ ہر حلہ کی قیمت چالیس درہم ہو گی۔ اور آپ ﷺ کے قاصد جو ہمارے ملک سے گزریں گے ان کی مہمانداری کریں گے۔ بشرطیکہ آپ ﷺ ہمیں اپنے دین میں رہنے دیں۔ ہمیں اپنی ذمہ داری اور حفاظت میں لیں اور ہمارے ساتھ جنگ نہ کریں۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ انہوں نے کہا، تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زرہ اور تیس نیزے دیں گے اس کے بعد فریقین اس صلح پر راضی ہو گئے۔ اور صلح نامہ لکھا اس سلسلہ میں صحابہ کی ایک جماعت کی گواہی اس پر ثبت کر کے ان کو دی۔

نصاریٰ سے صلح کا معاہدہ

صلح نامہ لکھے جانے کے بعد حضور ﷺ نے اسقف سے کہا تو گویا اپنے گھر میں گیا ہے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ سویا ہے اور اس کے بعد اپنے اونٹ کے پالان کو اس کی پشت پر تو نے الٹا رکھا ہے۔ جب اسقف اپنے گھر گیا اور سویا اور پھر اٹھا اور غفلت سے اونٹ کے پالان کو اس کی پشت پر الٹا رکھ دیا۔ جب وہ صورت حال سے آگاہ ہوا اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ مروی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر اہل نجران مباہلہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے حق تعالیٰ انہیں خنزیروں کی صورت میں تبدیل کر دیتا اور یہ وادی ان پر آگ برساتی اور تمام اہل نجران جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتے جیسا کہ پرندے درختوں کی ٹہنیوں پر ہلاک ہو جاتے ہیں اور سال بھی نہ گزرتا کہ تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔

واپسی کے وقت انہوں نے کہا کہ یا محمد ﷺ اپنے صحابہ میں سے ایک امین آدمی ہمارے ساتھ بھیجئے۔ اگر ہم میں کوئی جھگڑا پیدا ہو تو وہ سچائی کے ساتھ فیصلہ کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا دوپہر کے بعد آنا۔ تاکہ میں تمہارے ساتھ امین آدمی جو امانت کا حق ادا کرے بھیجوں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس امید پر کہ یہ دولت میرے سپرد ہو ظہر کی نماز کے وقت مسجد میں گیا جب حضور ﷺ نے ظہر کی نماز کے بعد اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی۔ آپ کی چشم ہمایوں ابوعبیدہ الجراح پر پڑی۔ آنسرور ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ نصاریٰ کے ہمراہ ان کے ملک میں جاؤ اور جو امور ان میں واقع ہوں ان میں حاکم ہو۔ اور وہ منصب ابوعبیدہ الجراح کے سپرد ہوا اور وہ جماعت اپنے ملک میں واپس گئی۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد واپس آئی اور اسلام سے مشرف ہوئی۔ اور صلحنامہ ان میں رہا۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ اور

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بعض امور میں مصلحت کے مطابق تبدیلی ہوئی۔ (واللہ اعلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یمن میں جانا

حضور ﷺ نے اس طرح مقرر فرمایا کہ حضرت علیؓ یمن کی طرف جائیں اور لشکر کو موضع قبا میں متعین کیا تا کہ وہ تمام لوگ جوان کے ساتھ نامزد ہیں اس جگہ جمع ہو جائیں اور حضرت علیؓ کے لیے جھنڈا ترتیب دیا اور تین پیچ والی پگڑی آپ کے سر پر اپنے دست مبارک سے رکھی اور دو شملے رکھے ایک سامنے تقریباً ایک ہاتھ لمبا اور ایک پیچھے تقریباً ایک بالشت اور تقریباً تین سو بہادر حضرت علی کے ساتھ کر کے فرمایا میں نے تجھے بھیجا ہے اور تیری جدائی کا افسوس ہے اور فرمایا اے علی ان کی سر زمین تک چلتا جا اور ان کے ساتھ جنگ نہ کرنا جب تک وہ خود جنگ میں پہل نہ کریں اور اس قوم کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی ترغیب دے اگر یہ قبول کریں تو نماز کو قائم کرنا ان کے لیے ضروری قرار دے اگر پوری طرح مطیع و فرمانبردار ہو جائیں تو انہیں حکم دے کہ اپنے اموال کے صدقات کو اپنے فقراء پر خرچ کریں۔ اگر قبول کر لیں پھر کسی بھی وجہ سے معترض نہ ہونا۔

کہتے ہیں کہ یمن کی طرف توجہ کے دوران حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے اہل کتاب کی جماعت کے ملک میں بھیج رہے ہیں اور مَیں جوان ہوں اور علم قضا اور احکام شریعت کا چنداں علم نہیں رکھتا۔ حضور ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ حضرت علیؓ کے سینہ پر رکھ کر فرمایا اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ۔ لامحالہ علم میں اس مرتبہ پر پہنچے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اقضاکم علی مروی ہے کہ وداع کے وقت حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: واللہ لان یھدی اللہ علی یدیک رجلا واحد اخیرلک مماطلعت علیہ الشمس اوغربت۔ یعنی خدا کی قسم اگر تیرے ہاتھ خداتعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تجھے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا یا غروب ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین سو بہادر مردوں کے ساتھ یمن کا عزم کیا جب منزل کے نزدیک پہنچے نصرت پناہ کو اطراف و جوانب میں متعین فرمایا بے شمار غنیمت ان کے قبضہ میں آئی اور براء بن عازب سے منقول ہے کہ جب ہم یمن کے نواح میں پہنچے ہم نے مخالفین کے لشکر کے نشان دیکھے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے نماز کی امامت سے فراغت کے بعد جنگ کے لیے صفیں درست کیں اور اس کے بعد میدان میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کی تحریر کو اس قوم کے سامنے پڑھا اور انہیں ملت قویم اور صراط مستقیم کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ قبیلہ ہمدان اور اہل یمن فی الفور مسلمان ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سید انس و جاں کی خدمت میں عریضہ بھیج کر حضور ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ نے اس خبر سے آگاہ ہو کر سجدہ شکر ادا کیا۔

بعض کتب تاریخ میں ہے کہ جب حضرت علیؓ کی نصرت پناہ سپاہ ہر طرف جہاد اور قتال کے لیے گئی ہوئی تھی اور بے شمار غنیمت جمع کر لی۔ حضرت علیؓ نے بریدہ بن الخصیب کو غنائم کے پاس چھوڑا اور خود مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ فریقین کی ملاقات کے بعد حضرت علیؓ نے ان کی توجہ اسلام کی طرف مبذول کرائی اس گروہ نے دعوت کو قبول نہ کیا اور تیر و تفنگ پر اتر آئے۔ حضرت علی نے کچھ دیر توقف کیا اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ انہیں راہ حق کی دعوت دی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا جب آپ نے دیکھا کہ جنگ کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہا تو صفوں کو درست کیا، مسعود بن سنان ثقفی کو جھنڈا دیا۔ جب فریقین صفیں درست کرنے میں مصروف ہوئے مخالفین میں سے ایک شخص قبیلہ بنی مذحج کا میدان میں آیا اسود خزاعی ببر شیر کی

مانند مقابلہ کے لیے نکلا اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے میدان میں قدم رکھا جب مشرکین میں سے اٹھائیس اشخاص قتل ہو گئے بقیۃ السیف شکست کھا کر بھاگ گئے۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر انہیں پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی وہ تمام مسلمان ہو گئے اور حضرت امیر سے درخواست کی کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن میں نہیں ڈالا ان کے ساتھ جنگ کریں اور یہ ہمارے اموال ہیں ان میں سے خمس جدا کیجئے تاکہ صدقات کی ذمہ داری سے نکلیں۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا اور غنائم تقسیم کرنے میں مصروف ہوئے اور اس سے خمس جدا کر دیا اور ابو رافع کو اس کی حفاظت پر متعین فرمایا پھر تیز رفتاری سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ آنحضرت ﷺ حرم کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

بت خانہ ذوالخلیفہ کی تباہی

اس سال کے وفود میں سے ایک جریر بن عبداللہ بجلی کے وفد کی آمد تھی۔ اپنے قبیلہ کے ایک سو پچاس اشخاص کے ساتھ حضور ﷺ کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہوا۔ اس جماعت کی آمد سے پہلے آنسرور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس راستے سے ایک شخص تمہیں ملے گا جس کے چہرہ پر فرشتہ کی تسبیح کا اثر ہے۔ حضور ﷺ کی خبر دینے کے بعد جریر اپنی قوم کے ساتھ آ کر مسلمان ہوا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو میرے ساتھ بیعت کرتا ہے اس بات پر کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ خدا تعالیٰ بے مثل ہے۔ اقامت نماز، ادائے زکوٰۃ، رمضان کے روزے، مسلمانوں کی خیر و برکت اور والی کی اطاعت کرنے کی اگرچہ حبشی غلام ہو۔ جریر عبداللہ نے ان تمام پر بیعت کی۔ حضور ﷺ نے اس کے قرب و جوار کے قبائل کے حالات دریافت فرمائے اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان ملت اسلام عام ہو چکی ہے بت خانے منہدم ہیں مسلمان مساجد اور عبادت گاہوں میں اقامت اور جماعت میں مصروف ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ بت خانہ ذوالخلیفہ کیسا ہے اس نے کہا وہ بت خانہ اسی طرح ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو میرے دل کو اس خیال سے فارغ نہیں کرتا؟ جریر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری آرزو تھی کہ یہ مہم میرے ہاتھ سے انجام پائے اور کوئی دوسرا اسے منہدم نہ کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جریر! تو جا اور اس بت خانہ کو تباہ کر دے۔ جریر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس جگہ سے ذوالخلیفہ تک لمبی مسافت ہے میں سواری نہیں کر سکتا تاکہ تیزی سے فاصلہ طے کر لوں۔ میں جس گھوڑے پر سواری کرتا ہوں تیزی اور تندی کرتا ہے اور اگر اونٹ پر سوار ہوتا ہوں تو وہاں پہنچنے کے لیے بہت وقت چاہیے۔ جب جریر نے یہ بات عرض کی رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک جریر کے سینہ پر رکھ کر فرمایا: **اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا**۔ جریر سے منقول ہے کہ خدا کی قسم کہ حضور ﷺ کی دعا اور آپ ﷺ سے رخصت کے بعد سے میں آپ ﷺ کے پاس سے اٹھا اس خدا تعالیٰ کی قسم جس نے محمد ﷺ کو راستی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا۔ میں سرکش تند گھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ اس رات میری ران کے نیچے بھیڑ ہے۔ میں صبح و شام گھوڑے کو بھگاتا رہا۔ یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ میں نے بت خانہ ذوالخلیفہ کو آگ لگا دی اور اسے زمین کے برابر کر دیا۔ ایک قاصد مدینہ میں بھیجا اور کہتے ہیں کہ ذوالخلیفہ کے باشندے بت خانہ کے منہدم ہونے کے بعد مسلمان ہو گئے اس بت خانہ کے خزانہ میں مال و متاع اور عمدہ خوشبو بہت تھی تمام کو مدینہ میں لے آئے۔ حضور ﷺ نے جب اس صورت حال اور بتخانہ کے منہدم ہونے کی خبر سنی تو خوش ہوئے اور جریر اور اس کی قوم کے لیے

خیر و برکت کی دعا فرمائی منقول ہے کہ اسے امت کا یوسف ثانی کہتے ہیں۔

وفد بنی حنیفہ کی آمد

جب یہ مدینہ میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ کے اشارہ پر رملہ بنت الحارث کی سرائے میں ٹھہرے اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کر کے مسلمان ہو گئے۔ مسلمہ کذاب اسی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ شریعت کو قبول کرنے میں ساتھیوں کے ساتھ موافقت کی جب یمامہ میں گیا تو خدا نے مجھے نبوت و تبلیغ و رسالت میں اس کے ساتھ شریک کیا ہے۔ اور گمراہوں اور دشمنوں کی ایک بڑی جماعت اس پر ایمان لے آئی اس نے اپنے متبعین سے نماز ساقط کر دی، سود کے لینے اور شراب نوشی کو ان پر مباح کر دیا۔ اور قرآن کے مقابلے میں چند ہذیانی باتیں جمع کیں جو فصاحت کے ترازو میں رتی بھر وزن نہیں رکھتی تھیں۔ ان احمقوں کے سامنے پڑھتا اور وہ جاہل ان مہمل فقروں کو اس سے قبول کرتے۔

کہتے ہیں کہ اس نے اپنی قوم کے دس اشخاص کو سفیر بنا کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا ان کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس کی عبارت یہ تھی۔ من مسلمة رسول الله الیٰ محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم اما بعد فانی قد اشرکنی الله فی الامر معك و ان لنا نصف الارض ولقريش نصفها ولك المدد ولی ابو یر ولكن قريش بغدرون۔ یعنی یہ مسلیمہ رسول خدا کی طرف سے محمد ﷺ رسول خدا کی طرف خط ہے اما بعد تحقیق خدا تعالیٰ نے مجھے امر نبوت میں آپ کا شریک بنایا ہے۔ نصف زمین میرے لیے ہے اور نصف دوسری قریش کے لیے مد تیری ملکیت ہے اور دیر میری، لیکن قریش غدار ہیں۔ مسیلمہ کے قاصد جب مدینہ میں پہنچے انہوں نے مکتوب کو پیش کیا۔ حضور ﷺ غضبناک ہوئے مسواک کی لکڑی دست مبارک میں پکڑی ہوئی تھی فرمایا خدا کی قسم اگر وہ اس کو مجھ سے طلب کرے تو اسے نہیں دوں گا۔ پھر حضور ﷺ نے قاصدوں سے پوچھا تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا اگر قاصد کو قتل کرنا منع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مارتا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مسیلمہ کے خط کا جواب اس عبارت سے لکھیں۔ من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى مسيلمة الكذاب والسلام على من اتبع الهدیٰ كتابك كتاب الكذاب والافتراء على الله فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف خط ہے اسلام اس پر ہو جو ہدایت کی اتباع کرے۔ تمہارا خط مجھے ملا جو کذاب اور خدا پر افتراء پر مبنی تھا۔ یقیناً زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور حسن عاقبت اور نعمت عاقبت اہل تقویٰ کے لیے ہے۔ اس کے بعد فرمایا تو نے اہل یمامہ کو ہلاک کیا خدا تجھے اور تیرے متبعین کو ہلاک کرے۔

فیروز دیلمی کا وفد

فیروز دیلمی جو نجاشی کا خواہر زادہ تھا۔ مدینہ آ کر حضور ﷺ پر ایمان لایا۔ یہ فیروز وہ ہے جس نے عیسیٰ نامی شخص کو جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا قتل کر دیا تھا۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حجۃ الوداع

حضور ﷺ نے بیت اللہ شریف کی زیارت کا ارادہ کیا تو ان قبائل عرب کے پاس قاصدوں کو بھیجا جو مشرف باسلام ہو چکے تھے کہ حرم کی طرف روانگی کا ارادہ ہے۔ جو شخص حج ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ آ کر ساتھ مل جائے۔ جب یہ خبر قرب وجوار لوگوں کے پاس پہنچی تو حدوشمار سے باہر لوگ عرب کے اطراف وجوانب سے مدینہ کی طرف آنا شروع ہوئے تاکہ شروع سے حضور ﷺ کے ساتھ رہ کر مناسک حج کی تعلیم حاصل کریں۔ صحابہ جب جمع ہو گئے ذی قعدہ کی پچیسویں تاریخ دوشنبہ کے روز اور ایک روایت کے مطابق شنبہ کے روز مدینہ سے باہر نکلے۔ نقل ہے کہ خروج کے وقت غسل پاک کیا اور موئے مبارک میں تیل ڈالا سر پر کنگھی کی اور جسم اطہر کو پاکیزہ کیا دھاری دار کپڑے اتار دیئے اور ازار اور رداء اختیار فرما کر حجرہ سے باہر تشریف لائے اور چار رکعت نماز مدینہ کی مسجد میں ادا کی اور ذوالحلیفہ کی طرف روانہ ہوئے جب اس منزل میں پہنچے نماز عصر قصر ادا کی اور قربانی کے خاص چند اونٹ ساتھ لیے ان میں سے ایک کو اپنے دست مبارک سے اشعار اور تقلید فرمایا۔

ناجیہ بن جندب اسلمی کو ہدی کے اونٹوں کی حفاظت کے لیے متعین فرمایا۔ ناجیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر ان اونٹوں میں سے کوئی اونٹ ہلاک ہو جائے تو میں کیا کروں۔ آنسرور ﷺ نے جواب دیا کہ نحر کر اور اس کے قلاوہ کو خون آلودہ کر کے اس کو وہاں پر مار۔ تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اس گوشت سے کچھ نہیں کھانا چاہیے۔ اور ایک روایت ہے ناجیہ کو اجازت فرمائی کہ اگر عاجز آ جائے اور پیدل نہ چل سکے تو قربانی کے اونٹوں پر سوار ہو جائے۔ اس سفر میں حضرت فاطمۃ الزہرا اور تمام امہات المومنین نے ہودجوں میں بیٹھ کر حضور ﷺ کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا اور ایک روایت ہے کہ اس سفر میں چودہ ہزار افراد آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔

جب دوسری نماز کو ذوالحلیفہ میں ادا کیا، اپنی اونٹنی قصوی پر سوار ہو کر احرام باندھا حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں تھا۔ جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے محمد بن ابا بکر، اسماء بنت عمیس سے پیدا ہوا۔ اسماء نے حضور ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نفاس کے ساتھ کیا کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا غسل کر اور اپنی شرمگاہ کو کسی چیز کے ساتھ باندھ دے اور اپنے احرام پر قائم رہ۔ تلبیہ اس طرح تھی لبیک اللھم لبیک لا شریکلا لبیک ان الحمد و النعمۃ ولك الملك لا شریك لك۔ قطع منزل ومراحل کے بعد ذی طوی میں پہنچے اور صبح کی نماز اس منزل پر ادا کی۔ اسماء بنت ابوبکر روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے مدینہ میں حضور ﷺ سے عرض کی کہ زاملہ یعنی وہ اونٹ جس پر زاد راہ لادتے ہیں میرے پاس ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ کا توشہ اس پر لدا ہوا ہو۔ ان کی درخواست قبول ہوئی اور فرمایا کہ آٹا، ستو اور کھجور، زادراہ کے لیے ترتیب دے کر اونٹ پر لاد دو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو اس پر سوار کیا اور باہر نکلے ایک رات غلام نے اتر کر اونٹ کو بٹھا دیا اور سو گیا، جب بیدا ہوا اسے زاملہ دکھائی نہ دیا غلام پکارتا ہوا اپنے گمشدہ اونٹ کو تلاش کر رہا تھا اور حضور ﷺ منزل جرج پر اترے

ہوئے تھے، ظہر کی نماز کا وقت تھا کہ غلام آیا حضرت ابو بکر صدیق نے پوچھا کہ زاملہ کہاں ہے اس نے کہا گم ہو گیا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے زاد راہ کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے اور غلام کو مارا حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس مجرم کو نہیں دیکھتے کہ کیا کرتا ہے۔

نقل ہے کہ بنی سالم سے آل فضلہ کو اطلاع ہوئی کہ حضور ﷺ کا زاملہ گم ہو گیا ہے تو کھجوروں، پنیر اور روغن کا ایک پیالہ حضور ﷺ کے لیے بھیجا فرمایا، اے ابو بکر آؤ خدا تعالیٰ نے ہمارے لیے پاکیزہ غذا بھیج دی ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غلام کی شکایت کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر اطمینان کرو یہ معاملہ ہمارے اور غلام کے ہاتھ میں نہیں ہے اور اس میں اس کا کوئی قصور نہیں پس حضور ﷺ، آپ کے اہل خانہ اور حضرت ابو بکر صدیق نے اس میں سے تناول کیا اور سیر ہو گئے۔ نقل ہے کہ صفوان معقل اسلمی جو ساقہ لشکر پر تھا آیا اور حضور ﷺ کی زاملہ کو بٹھا دیا اور حضرت صدیق سے کہا تحقیق کر لیجیے کہ اس اونٹ پر جو سامان لدا ہوا تھا ضائع نہ ہوا ہو۔ تفتیش کی گئی تو تمام ٹھیک ہے۔ صرف ایک پیالہ جس سے ہم پانی پیتے ہیں موجود نہیں غلام نے کہا وہ پیالہ میرے پاس ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اور اس کا لڑکا قیس رضی اللہ عنہما وہ اونٹ جس پر ان کا زاد راہ لدا ہوا تھا اسی طرح حضور ﷺ کی خدمت میں لایا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم نے سنا ہے کہ آپ کا زاملہ گم ہو گیا ہے اس کے عوض اسے قبول فرمایئے حضور ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ نے ہمارے زاملہ کو صحیح وسلامت ہم تک پہنچایا ہے تو اپنے زاملہ کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے جن اموال میں آپ تصرف فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ اس مال سے جو ہمارے پاس باقی ہیں سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا، تجھے بشارت ہو کہ تو کامیابی اور فیروز مندی کو پہنچا۔ بلاشبہ حق تعالیٰ نے عمدہ اخلاق اور اچھی صفات یعنی کرم و مروت تجھے عطا فرمائی ہے۔ سعد نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ثابت بن قیس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ سعد کا قبیلہ زمانہ جاہلیت میں ہمارے پیشوا اور جوانمرد تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: الناس معاون کمعان الذهب والفقه خيارهم فى الجاهلية خيارهم فى السلام اذا نفقوا۔

حاصل کلام یہ کہ حضور ﷺ ذی طوی سے روانہ ہوئے اور اعلائے مکہ میں داخل ہوئے۔ جب باب بنی شیبہ پہنچے اور خانہ کعبہ کو دیکھا تو یہ دعا پڑھی۔ اللهم زد هذا البيت تعظيما وتشريفا وتكريما ومهابة وزد من عظمه ممن حجه واعتمر تشريفا تكريما۔ اس کے بعد مسجد الحرام میں تشریف لائے اور حجر الاسود کو استلام کیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ طواف اول میں پہلی تین مرتبہ تیزی سے چلے اور آخر چار میں سکون و آرام سے گئے اس وقت ردائے مبارک دائیں بغل کے نیچے سے باہر نکالی ہوئی اور بائیں کندھے پر ڈالی ہوئی تھی اور طواف میں حجر الاسود اور رکن یمانی کو استلام فرماتے تھے۔ اور دونوں رکنوں کے درمیان فرماتے ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم کی طرف متوجہ ہو کر آیت کریمہ واتخذ وامن مقام ابراهيم مصلى۔ معجز بیان زبان سے ادا فرمائی اور کعبہ اور مقام ابراہیم کے درمیان دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یاایھا الکفرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔ پھر حجر اسود کے قریب آئے اور پھر اسے استلام کیا اور باب الصفا سے باہر نکلے اور صفا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور آیت ان الصفا والمروة من شعائر الله پڑھی اور فرمایا میں اس چیز سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی۔ کوہ صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی جب صفا پر آئے تو قبلہ کی طرف

رخ کیا اور خانہ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر۔ لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعزہ جندہ وھزم الاحزاب وحدہ ولا شیئ بعدہ۔ اس کے بعد تین مرتبہ اس طریق پر دعا فرمائی۔ جب سعی سے فارغ ہوئے فرمایا جس شخص کے ساتھ قربانی نہیں ہے وہ احرام ترک کردے اور حلال ہو جائے اور ترویہ کے روز منا کی طرف جاتے ہوئے حج کا احرام باندھے اور جس کے پاس ہدی ہے وہ اپنے احرام پر فجر کے روز تک باقی رہے۔

اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے اب معلوم ہوا ہے اگر میں اسے پہلے جانتا تو ہدی اپنے ساتھ نہ لاتا۔ یہاں تک کہ مکہ میں آکر ضرور لیتا اور اپنے احرام کو عمرہ میں معترف کرتا۔ میں بھی اسی طرح حلال ہو جاتا جس طرح تم ہوئے ہو۔ لیکن چونکہ میرے ساتھ ہدیٰ ہے میں حلال نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہدی کو نحر نہ کرلوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ اور بعض امہات المومنین کے ساتھ ہدی نہیں تھیں حلال ہو گئیں۔ ان حالات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ یمن کی طرف سے چند اونٹ حضور ﷺ کے ہدی کی نیت سے لائے تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ جب تو نے احرام باندھا تو کیا نیت کی انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ چونکہ آپ ﷺ نے بتایا نہیں تھا کہ میں کیا نیت کروں میں نے کہا بار خدایا میں نے اسی نیت سے احرام باندھا جس نیت سے تیرے رسول ﷺ نے باندھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے حج کا احرام باندھا ہے اور قربانی کے اونٹ اپنے ساتھ لایا ہوں۔ تو اپنے احرام پر ثابت قدم رہ اور ہدی میں میرا شریک ہو۔ اسی اثناء میں حضرت علیؓ نے دیکھا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا نے رنگا ہوا کپڑا پہنا ہوا ہے اور آنکھوں میں سرمہ لگایا ہے اس پر اعتراض کیا کہ تو حلال کیوں ہو گئی اس نے جواب دیا مصطفےٰ ﷺ کے حکم سے میں نے ایسا کیا ہے اور احرام ترک کیا ہے حضرت علی اس کی تصدیق کر کے خاموش ہو گئے۔

خطبہ حجۃ الوداع

حضرت رسول اکرم ﷺ نے یک شنبہ سے پنج شنبہ تک کہ چار روز ہوتے ہیں توقف فرمایا اور پنج شنبہ کو مسلمانوں کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس جگہ آرام کر کے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز گزاری اور رات وہاں گزار کر صبح کی نماز ادا کی۔ سورج نکلنے کے بعد عرفات کی طرف متوجہ ہوئے اور اس خیمہ میں جو حضور ﷺ کے حکم سے عرفات میں نمرہ کے موضع میں لگایا گیا تھا نزول فرمایا وہاں اس قدر توقف کیا کہ سورج ڈھلنے لگا پھر ناقہ قصوی پر سوار ہوئے اور بطن وادی میں آئے اور اسی حالت میں انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اثنائے خطبہ میں فرمایا تمہارا مال واموال اور عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اس ماہ اور آج کی حرمت ہے اور فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہیے اور آگاہ ہو جاؤ کہ جاہلیت کے طور طریقے میرے قدموں کے نیچے ہیں اور ہر خون جو اسلام سے پہلے ہوا اور اس کے وارث بدلہ کے درپے ہیں وہ ختم اور باطل ہے۔ اور پہلا خون جسے میں باطل قرار دیتا ہوں ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے جو میرے باپ کے بھائی کا بیٹا ہے۔ جاہلیت کے سود کو میں نے اکھاڑ دیا ہے اور پہلا ربا جسے میں ختم کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے تاکہ خون اور مال کو میں نے خود ترک کیا ہو۔

اس کے بعد چند باتیں عورتوں کے نکاح اور اس سے متعلقہ بیان فرمائیں اس کے بعد اپنی زبان معجز سے بیان فرمایا کہ میں تمہارے

درمیان ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں فرمانبرداری کے ساتھ اس کی اطاعت کرو۔ تا کہ گمراہ نہ ہو وہ قرآن ہے۔ قیامت میں تم سے سوال کریں گے کہ محمد ﷺ نے تمہارے ساتھ کس طرح گزر بسر کی اور تبلیغ رسالت اور احکام شریعت کو کس طرح پہنچایا تم کیا جواب دو گے انہوں نے کہا ہم اس روز گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ شرائط رسالت اور لوازم اقامت میں مشغول ہوئے اور قواعد ارشاد اور مراسم نصیحت سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی اپنی انگشت سبابہ آسمان کی طرف اٹھا کر زمین کی طرف لائے اور فرمایا **اللھم اشھد اللھم اشھد۔**

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانو! تین چیزیں سینوں کو کینوں سے پاک کرتی ہیں ایک عمل میں اخلاص، دوسرے مسلمان کی خیر خواہی ،تیسرے مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا۔ جب حضور ﷺ نے تمام خطبہ بیان فرمایا تو بلال کو فرمایا اس نے نماز کے لیے اذان کہی اور اقامت کہہ کر ظہر کی نماز با جماعت کے ساتھ ادا کی پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز ادا فرمائی پھر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور موقف میں آ کر قبلہ رو ہو کر دعا میں مصروف ہوئے دعا کے معاملہ میں الحاح اور مبالغہ فرماتے تھے اس جگہ اس قدر ٹھہرے کہ سورج غروب ہو گیا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ موقف میں ٹھہرے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے دست مبارک اٹھائے ہوئے تھے اور انہیں اپنے چہرہ مبارک کے نزدیک لائے ہوئے تھے اور فرماتے تھے سب سے بہترین دعا میری اور گزشتہ پیغمبروں کی دعا جو مجھ سے پہلے ہوئے تھے یہ ہے **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر**۔ اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ عرفہ کے روز آنحضرت ﷺ نے روزہ رکھا یا نہیں، وہ گروہ یہ کہتا ہے کہ روزہ نہیں رکھا یہ ہے کہ ام فضل، عبد اللہ بن عباس نے کہا ہے جس وقت رسول اللہ ﷺ موقف میں کھڑے ہوئے میں نے دودھ کا پیالہ آنسرور ﷺ کے پاس بھیجا اور آپ ﷺ نے اس دودھ سے پیا۔ چنانچہ لوگوں نے اسے دیکھا اور جان لیا روزہ دار نہیں ہیں اور اس روز آیت کریمہ: **الیوم اکملت لکم ابنکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم لا سلام دنیا**۔ نازل ہوئی۔

کہتے ہیں کہ اس روز عرفات میں اس قدر ٹھہرے کہ سورج نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر اسامہ بن زید کو اپنا ردیف بنا کر قصوی کی نکیل کو اس طرح کھینچے ہوئے تھے کہ اونٹنی کا لراس تکیہ کے ساتھ پہنچتا تھا جو حضور ﷺ کے کجاوہ کے آگے رکھا ہوا تھا اور جب بلندی پر پہنچتے اونٹ کی مہار کو ڈھیلا کر دیتے تا کہ آسانی کے ساتھ چڑھ سکے۔ جب مزدلفہ پہنچے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ادا کی۔ رات مزدلفہ میں قیام فرمایا صبح کی نماز کو اندھیرے میں ادا کیا پھر مسجد الحرام میں آ کر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور تکبیر و تہلیل اور حمد و ثنا میں مشغول ہو گئے یہاں اس قدر توقف کیا کہ اچھی طرح روشنی ہو گئی۔ طلوع آفتاب سے پہلے مشعر حرام سے تیار ہو کر سورج نکلنے کے بعد اس جگہ سے روانہ ہوئے۔

نقل ہے کہ عید کی رات آخر روز عرفہ امت کے لیے دعا کر کے بخشش طلب کی۔ خطاب آیا کہ میں نے ان کے تمام گناہوں کو مظالم کے سوا بخش دیا کہ میں مظلوم کا انصاف ظالم سے لوں گا۔ حضور ﷺ نے رو کر عرض کی کہ بار خدایا اگر تو چاہتا ہے کہ مظلوم کو جنت ظالم کے ظلم کے بدلہ میں دے تو مظلوم راضی ہو جائے گا اور ظالم کو بخش دے ہر چند کو رات بھر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی جب صبح پھوٹی پھر دعا میں مشغول ہوئے اور الحاح کرتے تھے جبریل علیہ السلام آئے اور قبولیت کی خبر پہنچائی۔ حضرت پیغمبر ﷺ خوش ہوئے اور تبسم فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ساتھ تھے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں تبسم کا سبب کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس دشمن کو جب یہ

معلوم ہوا کہ میری دعا کو میری امت کے حق میں قبول فرمالیا گیا ہے اور مظالم وغیرہ ان کے گناہوں کو میرے سپرد کر دیا گیا ہے اس نے بدبختی کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور ویل اور ہلاکت کی دعا اپنے اوپر کرتا تھا۔

رجعنا الی حدیث۔ نقل ہے کہ حضور ﷺ نے چلتے وقت فضل بن عباس کو جو ایک خوبصورت بچہ تھا اپنا ردیف بنایا ہوا تھا فضل ہر وقت عورتوں کی طرف دیکھتا تھا آنسرور ﷺ اس کے منہ کو اپنے دست مبارک سے اس طرف سے دوسری طرف پھیرتے تھے۔ جب بطن محسر میں پہنچے اپنے اونٹ کو تھوڑا سا تیز چلایا اور قریب راستہ جو جاتا تھا اس سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جمیرۃ العقبےٰ پہنچے اور وادی کے درمیان کھڑے ہوئے اور سات کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری پھینکتے وقت تکبیر کہی۔ اس روز منا میں خطبہ پڑھا جو روز عرفہ کے خطبہ کی مانند خون، مال اور عزت کی حرمت پر مشتمل تھا اور دجال کے نکلنے اور اس کی شکل وصورت اور خصائل کو جاری اور نصیحتوں اور دوسری اشیاء پر مشتمل تھا جب اس خطبہ سے فارغ ہوئے نحر کی طرف بڑھے آنحضرت ﷺ کی قربانی کے اونٹ اور وہ اونٹ جو حضرت علیؓ یمن سے لائے تھے کی تعداد سو کو پہنچتی تھی۔ حضور ﷺ نے ان میں سے اپنی عمر کے مطابق باسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے باقی اونٹ نحر کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا پھر سر مبارک کو منڈوایا اور موئے مبارک کو صحابہ کے درمیان تقسیم فرمایا۔

موئے مبارک حضور اکرم ﷺ

آپ ﷺ نے اپنے نصف موئے مبارک ابو طلحہ انصاری کو دیئے اور دوسرے نصف ازواج مطہرات اور تمام صحابہ کو بخشے ہر ایک کو ایک یا دو بال ملے اور کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ اپنی پیشانی مبارک کے بال مجھے عنایت فرمایئے تا کہ مَیں ان سے تبرک حاصل کروں۔

حضور ﷺ نے اس کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے اپنی پیشانی مبارک کے بالوں کو اسے عطا فرمایا اور خالد نے انہیں اپنی ٹوپی میں ڈال لیا۔ اس کے بعد جس دشمن پر بھی حملہ کرتا' فتح یاب ٹھہرتا۔ بعض صحابہ نے سر منڈوا دیئے اور بعض نے بال چنے۔ متعلقین کے متعلق تین مرتبہ اور مقصرین کے متعلق ایک مرتبہ حدیبیہ کے روز بخشش ورحمت کی دعا فرمائی۔ آپ ﷺ کے حکم پر قربانی کے ہر اونٹ میں سے گوشت کی ایک مقدار لے کر دیگ میں پکائی۔ اور حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کے ساتھ اس گوشت اور شوربا سے تناول فرمایا اور اسے ہدیٰ میں اپنا شریک اور ساتھی بنایا پھر حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کے حکم سے اونٹوں کے گوشت، پوست اور پالان کو لوگوں میں تقسیم فرمایا اور چمڑہ اتارنے والے کی اجرت دوسری جگہ سے دی۔

منقول ہے کہ اپنی ازواج مطہرات کے لیے آنحضرت ﷺ نے قربانی فرمائی اور دو بھیڑیں اور ذبح کیں۔ جب احرام سے نکلے سوار ہو کر مکہ میں آئے ظہر کی نماز ادا کی اور چاہ زمزم پر گئے اور کہا اے بنی عبد المطلب! چاہ زمزم کے پانی کو کھینچو، اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم پر ہجوم کریں گے تو مَیں تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ پھر پانی کا ایک ڈول حضور ﷺ کے پاس لائے یہاں تک کہ کچھ پانی اس میں آپ ﷺ نے پیا۔ جب حضور ﷺ مناسک حج سے فارغ ہوئے کچھ دن اور مکہ شریف میں قیام فرمایا پھر مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔

طائف کے سردار کا مسلمان ہونا

جریر بن عبداللہ بجلی کو ذی الکلاع سمیع بن کرز بن مالک بن حسان بن تبع جو کہ طائف کا ایک سردار تھا' کے پاس بھیجا۔ وہ خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بہت سی مخلوق اس کی معتقد تھی کہتے ہیں کہ جریر ابھی اس کے پاس پہنچا نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا اور ذوالکلاع حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک کفر پر رہا اس زمانہ میں مدینہ آیا اس کے ساتھ اٹھارہ ہزار غلام تھے اپنے غلاموں کے ساتھ مسلمان ہو گیا ان میں سے چار ہزار کو آزاد کر دیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ذوالکلاع! جو غلام بچ گئے ہیں انہیں میرے پاس فروخت کر دے۔ ذوالکلاع نے کہا مجھے آج کا دن مہلت دیجئے تا کہ میں سوچ لوں پھر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اپنے باقی غلاموں کو بھی آزاد کر دیا۔ دوسرے روز امیر کی مجلس میں آیا امیر المومنین نے پوچھا تو نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اس نے کہا خدا تعالیٰ کے نزدیک جو چیز بہتر تھی میرے لیے بھی اور ان کے لیے بھی میں نے وہ اختیار کر لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا تمام کو میں نے خدا تعالیٰ کے لیے آزاد کر دیا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے توصیف وتحسین فرمائی پھر ذوالکلاع نے کہا اے امیر المومنین! میرا گناہ بہت بڑا ہے مجھے گمان ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے نہیں بخشے گا۔ امیر نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک روز میں اپنے عبادت گذاروں سے پوشیدہ ہو گیا اور انہیں اپنے آپ کو اونچے مقام پر دکھایا جب انہوں نے دیکھا تقریباً ایک لاکھ اشخاص نے یکدم مجھے سجدہ کیا، امیر المومنین حضرت عمر نے فرمایا حق تعالیٰ کی طرف رجوع اخلاص کے ساتھ توبہ اور دل سے تمام گناہوں کو اکھاڑ پھینکنا گناہوں کی بخشش ہے خواہ کس قدر بڑے اور زیادہ کیوں نہ ہوں۔

حضور ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات

اس روز سورج گرہن ہوا لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے یہ بات جب حضور ﷺ کے سمع ہمایوں تک پہنچی آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ آفتاب و ماہتاب خدا تعالیٰ کی آیات میں سے دو نشانیاں ہیں کسی متنفس کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔ جب اس قسم کا کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو تم نماز ادا کرنے ' دعا کرنے اور صدقہ دینے میں مشغولیت اختیار کرو۔

جگر گوشہ حضرت رسالت پناہی ﷺ کی وفات پر آنحضرت ﷺ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہمیشہ ہمیں جزع فزع سے منع فرماتے ہیں اور حضور ﷺ کی آنسوؤں کے قطرات رخسار پر انوار پر بہتے ہیں فرمایا میں نوحہ، فریاد، کپڑے پھاڑنے اور جاہلیت کے شور وفغان سے منع کرتا ہوں لیکن آنکھوں سے آنسو بہانے کی ممانعت نہیں کرتا کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے اور فرمایا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل رنج وغم سے بھرا ہوا ہے لیکن وہ بات جو حق تعالیٰ کے خلاف ہو نہیں کہی جاتی۔ اے ابراہیم! بے شک ہم تیری جدائی سے اندوہناک ہیں۔ اس کی وفات کے بعد جنت البقیع میں دفن کیا اور حضور ﷺ اس کے مدفن میں حاضر ہوئے اور فرمایا فرزند نے دنیا میں پورا دودھ نہیں پیا۔ بہشت میں اس کے لیے دو دایہ مقرر ہوئی ہیں تا کہ اس کا دودھ مکمل ہو جائے۔

حضرت جبرئیل بشری شکل وصورت میں

اسی سال حضرت جبرئیل علیہ اسلام نے سیاہ موئے مرد کی مانند سفید خوشبودار لباس اور انتہائی حسن و جمال کے ساتھ حضور ﷺ کی مجلس میں آ کر سلام کیا اور حضور ﷺ کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اس طرح کہ ان کے زانو حضور ﷺ کے زانوؤں کے ساتھ ملے ہوئے تھے، صحابہ نے ان کے حال سے تعجب کیا کیونکہ اہل مجلس میں سے کوئی بھی شخص انہیں پہچانتا نہ تھا اور اس ملک میں کسی شخص نے انہیں اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اور سفر کا اثر بھی ان کی پیشانی سے ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ دوسرے ملک سے آیا ہو پھر اپنے دونوں ہاتھ حضور ﷺ کے زانوں پر رکھے اور آخرت ﷺ سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت اور اس کی علامات کے متعلق سوال کیا۔ حضور ﷺ نے تمام باتوں کا جواب دیا۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے پھر وہ مجلس سے باہر چلے گئے پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کو انہیں بلانے کے لیے باہر بھیجا۔ اگرچہ اس نے تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ وہ تمہیں قرآن، ایمان اور اسلام کی تعلیم دینے کے لیے آئے تھے۔

مدعیان نبوت کاذب

ماہرین فن سیرت اور مورخین نے اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ جب حضور ﷺ نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی بیماری کے عوارض رسول اللہ ﷺ پر طاری ہوئے اور حضور ﷺ کی بیماری کی یہ خبر اطراف و جوانب میں مشہور ہوئی تو بعض لوگوں کو دعویٰ نبوت کا خیال پیدا ہوا۔ ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب تھا۔ اسے رحمٰن یمامہ کہتے تھے کیونکہ وہ کہتا تھا جو شخص میری طرف وحی لاتا ہے اس کا نام رحمٰن ہے۔

اور اس کے قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ دسویں سال ہجری میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ وہ مدینہ آیا اسکی قوم حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگئی۔ اس نے بھی مسلمان ہو کر درخواست کی کہ خلافت مجھے عطا کیجئے لیکن اس کی یہ درخواست قبول نہ ہوئی۔ اپنے قبیلہ کے ساتھ واپس آ کر مرتد ہو گیا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی قوم سے پیچھے رہ گیا اور اپنی منزل میں توقف کیا۔ کہتا تھا کہ اگر محمد ﷺ حکومت کا معاملہ میرے سپرد کریں تو میں ان کی متابعت کروں گا ورنہ نہیں۔ آنسرور ﷺ اپنے بعض صحابہ مثل قیس بن شماس کے ساتھ اس کی معین قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں کھجور کی شاخ تھی۔ مسیلمہ اپنی قوم کے درمیان بیٹھا ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ اس کے سر پر جا پہنچے اور فرمایا اگر تو مجھ سے اس لکڑی کی شاخ بھی طلب کرے تو میں تجھے نہ دوں گا۔ تو اللہ جل وعلا کی تقدیر سے کسی بھی طریقہ سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو خدا تعالیٰ تجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً میرا گمان یہ ہے کہ تو ہی وہ شخص ہے جسے مجھے دکھایا گیا ہے اور اس کے متعلق مجھے جو دکھایا ہے۔

اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن ہیں اس وجہ سے غمگین تھے وحی آئی کہ انہیں پھونک ماریئے میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے میں نے اپنے خواب کی تعبیر دو کذابوں سے کی ہے ایک صاحب صنعا یعنی طلحہ اسود اور دوسرا صاحب یمامہ مسیلمہ کذاب۔

نقل ہے کہ وہ لعین کفر پر اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب حضور ﷺ نے اس جہان سے رحلت فرمائی۔ مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ شروع

کر دیا اور اس کی گمراہی کا کام یہاں تک پہنچا کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد اس پر ایمان لے آئے اور ملمع سازی کی باتیں کرتا اور خود ان عادات جو اس سے ظہور پذیر ہوتیں استدراج ہوتا۔ شعبدہ بازی یا جادو تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے انڈے کو تنگ منہ والی بوتل میں ڈالا یہی شخص تھا وہ دعوی کرتا تھا کہ شیر دار ہرن پہاڑ سے اترتا ہے اور میں اس کا دودھ دوہتا ہوں۔ اور پہلے زیادہ تر اس کی خصلتیں اس طرح تھیں کہ جو شخص کسی مہم کی سرانجام دہی کے لیے اس سے التجا کرتا تو وہ پوری کرتا تھا۔

ایک عورت نے استدعا کی کہ اس کے نخلستان کے کنوئیں کے لیے برکت کی دعا مانگے۔ اور کہا کہ محمد ﷺ اس قسم کی دعا مانگتے ہیں اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ مسیلمہ نے اس سے پوچھا کہ محمد ﷺ کس قسم کا معاملہ کرتا ہے اس نے کہا وہ ایک ڈول پانی طلب کرتا ہے۔ غرغرہ کر کے اس ڈول میں ڈالتا ہے اس کے بعد اس ڈول کا پانی کنوئیں میں ڈالتے ہیں کنوئیں کا پانی زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کی برکت ہمیشہ رہتی ہے۔ مسیلمہ نے کہا کہ اسی طرح کریں اور ڈول کا پانی جس میں اس کے غرغرہ کا پانی ملا ہوا تھا اس عورت کے کنوئیں میں انہوں نے ڈالا تو وہ نخلستان خشک ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے چاہا کہ اس کا لعاب دہن تبرک کے طور پر اپنی زمین میں ڈالے جب اس نے ڈالا تو زمین شور ہو گئی۔ جس بچے کے سر پر ہاتھ رکھتا گنجا ہو جاتا اور جس بچے کے تالو پر انگلی رکھتا گونگا ہو جاتا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہا میرے دولڑکے ہیں ان کے لیے برکت کی دعا کیجیے اس نے ہاتھ اٹھا دعا کی، وہ شخص جب گھر گیا اس کے ایک لڑکے کو بھیڑیا لے گیا تھا اور دوسرا کنوئیں میں گر کر مرا ہوا تھا۔ ایک شخص کی آنکھوں میں درد تھا اس کے پاس گیا جب اس نے اپنے منحوس ہاتھ سے اسے چھوا اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ اندھا ہو گیا۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں خالد بن ولید کو بیس ہزار فوج کے ساتھ مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اس کے پاس چالیس ہزار جنگجو آدمی تھے۔ دونوں گروہوں میں شدید جنگ ہوئی چنانچہ خالد کے لشکر سے دس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ شروع میں مسلمانوں کو شکست ہوئی چنانچہ مسیلمہ کا لشکر خالد کے خیمہ میں گھس آیا۔ آخر ثابت بن قیس بن شماس اور زید بن الخطاب، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی اور براء بن مالک، انس بن مالک کے بھائی کی بہادری اور جرأت کے طفیل کفار بھاگے اور مسیلمہ نے ایک جماعت کے ساتھ بھاگ کر حدیقۃ الموت (جسے حدیقۃ الرحمن کہتے تھے) پناہ لی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ ان کے پیچھے گیا۔ اور اس باغ میں سخت جنگ ہوئی۔ وحشی قاتل حمزہ نے مسیلمہ پر حربہ پھینکا جو اس کے سینے میں اتر گیا۔ اور پشت کی طرف سے نکل گیا ایک انصاری مرد نے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا۔

طلحہ بن خویلد

وہ اعلان کرتا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں اور میرے پاس وحی لاتے ہیں۔ اس نے سجدوں کو نماز سے خارج کر دیا۔

اور پہلی چیز جو اس سے ظاہر ہو کر لوگوں کی گمراہی کا باعث بنی یہ تھی کہ ایک روز اپنی قوم کے ساتھ سفر میں تھا ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ اس پر پیاس نے غلبہ کیا اس نے کہا **ارکبوا علالا واضربوا املا لا تجد وابلالا** یعنی میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ چند میل چلو تمہیں پانی مل جائے گا۔ قوم نے ایسا ہی کیا انہیں پانی مل گیا۔ اس وجہ سے بدوی فتنہ میں پڑ گئے۔ جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی لشکر تیار کیا اور خالد بن ولید کو ان کا امیر بنایا اور طلحہ بن خویلد کی طرف بھیجا۔ خالد چلتا رہا یہاں تک کہ قبیلہ طی میں پہنچا اور وہ قبائل جو باقی رہ گئے تھے وہاں ان کے ساتھ

آ ملے اور طلحہ کے سر پر جا پہنچے ان میں جنگ ہوئی کہتے ہیں کہ طلحہ دوران جنگ ایک کونہ میں گیا اور سر پر چادر ڈال لی کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور سردار لشکر عینیہ بن حصین فزاری تھا تھوڑی دیر جنگ کرتا پھر اس کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ جبرئیل تیرے پاس آیا وہ کچھ کہتا نہیں تیسری مرتبہ اس نے کہا ہاں آیا اس نے کہا اس نے کیا کہا اس نے جواب دیا۔ اين لك وحى كرجاه وحديثا لا متناه۔ عینیہ نے کہا میرا خیال ہے کہ جلد تو بات بھول جائے گا۔ اور قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے گروہ فزارہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ خدا کی قسم یہ شخص جھوٹا ہے۔ پس فزارہ بھاگ گئے اور طلحہ کا لشکر بھی منتشر ہو گیا۔ اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہ قبائل جو مرتد ہو گئے تھے پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے اس کے بعد طلحہ بھی آ کر مسلمان ہو گیا، جہاد کیا اور درجہ شہادت حاصل کیا۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

مرض الموت کے واقعات

ماہرین فن سیرت وتاریخ نے بیان کیا ہے کہ ماہ صفر ۱۱ھ کی چھبیسویں تاریخ و دوشنبہ کے روز حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ صحابہ رومی لشکر کے مقابلہ ومقاتلہ کی تیاری کریں دوسرے روز حضور ﷺ نے اسامہ کو طلب کیا اور فرمایا تجھے میں اس لشکر کا امیر بناتا ہوں نواحی ابنی تک جا کر تیرے باپ کو انہوں نے وہاں قتل کیا ہے۔ اس جماعت پر حملہ کر کے ان کے گھروں کو آگ لگا دے تم ابھی جاؤ تاکہ خبر پہنچنے سے پہلے تم ان کے سر پر جا پہنچو۔ اور جب تم اللہ کے فضل وکرم سے فتحیاب ہو جاؤ اس جگہ پر زیادہ دیر تک قیام نہ کرنا۔ اور وہاں سے جلد واپس آجانا۔ جاسوسوں کو آگے بھیجو اور ان کے لیے راستہ متعین کر دو۔ ماہ صفر روز چہار شنبہ حضور ﷺ کو بخار ہو گیا اور سخت دردِ سر ظاہر ہوا۔ اسی مہینے کے روز پنج شنبہ کو طبیعت کی خرابی کے باوجود اپنے دست مبارک سے اسامہ بن زید کے لیے جھنڈا تیار فرمایا اسے کہا **بسم الله فی سبیل الله مقاتل من کفر بالله** اسامہ نے جھنڈا پکڑ کر بریدہ بن الخصیب کے سپرد کیا تاکہ وہ صاحب لوا ہو اسامہ نے اپنی منزل لوا میں بنائی تاکہ لشکر وہاں جمع ہو جائے۔

حضور ﷺ نے یوں حکم فرمایا کہ امیر المومنین ابوبکر، عمر، ذی النورین رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اس سفر میں اسامہ کے ساتھ موافقت کریں گے۔ اگر چہ یہ بات بعض پر گراں گذری کہ غلام زادے کو مہاجرین اولین اور انصار تابعین پر حاکم بنایا یہ طعن آمیز بات جو اس جماعت سے مجلس میں ظاہر ہوئی اور حضور ﷺ کے سمع ہمایوں میں پہنچی تو حضور ﷺ سخت رنجیدہ ہوئے اور خشمناک ہوئے اور سر پر پٹی باندھے ہوئے باوجودیکہ بخار اور دردِ سر کے منزل مبارک سے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے حضرت باری سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! یہ کیا بات ہے جو اسامہ کی امارت کے متعلق مجھ تک پہنچی ہے۔ اگر آج تم اس کی امارت پر طعن کرتے ہو تو یاد رکھو کہ اس کے باپ کی امارت پر طعن ہو گا۔ جو غزوہ موتہ میں امیر تھے۔ خدا کی قسم وہ امارت کے حقدار تھے اور ان کے بعد ان کا لڑکا امارت کا حقدار ہے۔ اور زید میرے نزدیک سب سے زیادہ دوست ہے اور اسامہ بھی سب سے زیادہ دوست ہے۔ اور دونوں نیک ہیں اب میری وصیت ان کے متعلق قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ جب حضور ﷺ اس نصیحت سے فارغ ہوئے حجرہ ہمایوں کی طرف روانہ ہوئے۔

کہتے ہیں کہ یہ واقعات دس ربیع الاول میں وقوع پذیر ہوئے۔ اس روز جس قدر طوائف تھے گئے اور اسامہ کے پاس فوج در فوج اور گروہ در گروہ آتے تھے اور حضور ﷺ کو وداع کہتے ہوئے لشکر گاہ میں جاتے تھے اس روز حضور ﷺ کی بیماری دوسرے دنوں سے زیادہ شدید تھی۔ مذکورہ مہینہ کے روز حضور ﷺ سے رخصت ہونے کے لیے حضرت اسامہ باہر نکلے اور آپ ﷺ کے بالین مبارک پر حاضری دی اور آپ ﷺ کے ہاتھ، چہرے اور سر مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور ﷺ کی بیماری اس روز اس قدر شدید تھی کہ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے۔ حضور ﷺ اپنے دست مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور اسامہ کے سر پر رکھتے تھے۔ اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے یوں محسوس کیا کہ مجھے دعائے خیر دیتے ہیں۔ پھر اسامہ حجرہ مبارک سے

باہر آئے اور لشکرگاہ میں گئے اور رات وہاں توقف کیا اور علی الصبح روز دوشنبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت حضور ﷺ کی بیماری میں کمی آ گئی تھی اسامہ کو فرمایا اعد علی بر کت اللہ۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اسامہ لشکرگاہ میں لوٹ آئے اور فرمایا کہ لشکر کوچ کرے۔ جب وہ سوار ہونے لگے تو ان کی والدہ ایمن نے پیغام بھیجا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ حالت نزاع میں ہیں اسامہ واپس آئے اور اشراف صحابہ بھی واپس آئے۔ بریدہ بن الخصیب نے جھنڈا لا کر حضور ﷺ کے دروازے پر نصب کر دیا۔ لشکر کا انتظام اس طرح تھا کہ جب دفن سے فارغ ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے حکم فرمایا کہ جھنڈے کو اسامہ کے دروازہ پر نصب کریں۔ اسامہ نے پھر لشکر کو موضع حرف میں جمع کیا اسی اثناء میں مدینہ میں خبر پہنچی کہ بعض عرب کے قبائل مرتد ہو گئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اگر اسامہ کا جانا موقوف ہو جائے تا کہ مرتدین کے قضیہ سے فارغ ہو جائیں۔ جب مخالفین سنیں گے کہ اس فرصت میں ایک قوی لشکر مدینہ سے باہر گیا ہے۔ دلیر ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ اہل مدینہ پر یلغار کر دیں۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات قبول نہ فرمائی۔ فرمایا اگر مجھے علم ہوا کہ اسامہ کے لشکر کو بھیجنے سے ہم درندوں کا لقمہ بن جائیں گے تو بھی میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف نہیں کروں گا۔ اور اسامہ سے درخواست کی کہ فاروق رضی اللہ عنہ کو اجازت دے کر ان کے پاس چھوڑ جائیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسامہ کی اجازت سے مدینہ میں توقف فرمایا۔ جب ربیع الاول کا مہینہ آیا اسامہ ابنی کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں کے لوگوں پر فتح پائی ان کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور ان کے بعض درختوں گھروں اور باغات کو جلا دیا۔ اور اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا اور بے شمار غنیمت حاصل کر کے مدینہ لوٹے۔

ماہرین فن سیرت نے اپنی معتبر کتب میں حضور ﷺ کی خبریں اپنے اصل مقدمات وفات کو متعدد روایات سے بیان کیا ہے۔ ان میں سے چار روایات بیان ہوتی ہیں۔ روایت اول یوں کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ ایک رات ماہ صفر میں بستر سے اٹھے اور جانے کا ارادہ فرمایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا اہل بقیع کی بخشش طلب کرنے کے لیے جاتا ہوں۔ اور مولہبہ کو جو آپ ﷺ کا آزاد کردہ غلام تھا اپنے ساتھ لیا اور ایک روایت میں ابورافع کی ایک روایت میں ہے کہ دونوں ساتھ تھے مولہبہ نے کہا جب ہم بقیع میں پہنچے آنسرور ﷺ اس قبرستان والوں کی استغفار کے لیے طویل مدت تک مصروف رہے اور ان قبر والوں کے لیے اس قدر دعا فرمائی کہ مجھے آرزو ہوئی کہ کاش میں بھی اس جگہ کے مردوں میں شامل ہوتا تا کہ حضور ﷺ کی دعا کا شرف حاصل کرتا۔

مولہبہ نے کہا آنسرور ﷺ ان قبروں کے مخاطبہ میں فرمایا۔ تمہارے لیے وہ عطیات الٰہی جو تم نے حاصل کیے ہیں خوشگوار ہوں، مبارکباد اس مقام کو جس طرف تم گئے ہو۔ اس کے علاوہ بھی اہل قبور کو خطاب فرمایا۔ پھر مولہبہ کی طرف منہ کر کے فرمایا اے مولہبہ! دنیا کے خزانوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا اور مجھے ان پر اختیار دیا گیا کہ میں ان میں رہوں اور پھر جنت میں چلا جاؤں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں دنیا کے خزانے اور اس میں بقا اور پھر جنت میں ہمیشگی اختیار فرمائیے۔ فرمایا نہیں یقیناً خدا تعالیٰ کی لقا اور اس کے بعد بہشت کو میں نے اختیار کیا اور دنیا کے خزانے اور جو کچھ ماسوا ہے کو اسے چھوڑ دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چونکہ میں نے صحت کے زمانہ میں حضور ﷺ سے سنا ہوا تھا کہ کوئی پیغمبر دنیا سے نہیں

جاتا جب تک اسے جانے سے پہلے دنیا اور آخرت کے درمیان مخیّر نہ کر دیا جائے۔ جب حضور ﷺ کی پسندیدہ صفات ذات پر مرض وفات پر عارض ہوئی کبھی فرماتے من الذین انعمت علیھم من النبیین والصدقین والشھدا والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ اور کبھی فرماتے مع الرفیق الاعلیٰ۔ ان کلمات سے مَیں نے سمجھا کہ آنسرور ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے اور آپ ﷺ نے عالم باقی کو اختیار فرمایا ہے۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ اس نے کہا حضور ﷺ نے اس دنیا سے جانے سے پہلے ایک ماہ اپنی وفات کی خبر دی تھی اور وہ یوں تھی کہ خواص اصحاب کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بلایا اور جب آپ کی نظر مبارک ان پر پڑی رونے لگے اور وہ گریہ ہم پر انتہائی رحم وشفقت اور ہمارے دل وجان پر حضور ﷺ کے الم فراق کی صورت کی وجہ سے تھی۔

پھر فرمایا، مرحبا بکم وحیاکم بالسلام جمعکم اللہ رحکم اللہ خیر کم اللہ نصر کم اللہ رفعکم اللہ قبلکم اللہ ھدیکم اللہ آواکم اللہ سلمکم اللہ رزقکم اللہ۔ مَیں تمہیں خدا تعالیٰ سے ڈرنے اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور حق تعالیٰ کو تم پر خلیفہ بناتا ہوں اور تمہیں خدا تعالیٰ سے ڈراتا ہوں کہ لوگوں اور اس کے ملک میں غلو اور تکبر نہ کرو۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ تلک الدار الآخرۃ تجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔ اور فرمایا الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین۔ مَیں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کی اجل کب ہوگی فرمایا جدائی کا زمانہ قریب ہے۔ خدا تعالیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ اور رفیق اعلیٰ کی طرف واپس جانے کا وقت ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ یارسول ﷺ آپ ﷺ کو کن کپڑوں میں دفن کریں فرمایا انہیں کپڑوں میں جو مَیں نے پہن رکھے ہیں اگر ہو تو مصری لباس، حلہ یمنی یا جامہ سفید، مَیں نے پوچھا آپ ﷺ کو غسل کون دے فرمایا اہل بیت کے مرد اور وہ شخص جو مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ہے، مَیں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر نماز کون ادا کرے اور ہم رونے لگے۔ حضور ﷺ بھی رونے لگے پھر فرمایا جزع نہ کرو اور صبر کرو تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اور اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور تمہارے پیغمبر کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے۔ جب تم مجھے غسل دے چکو تو کفن پہنا کر میری قبر کے کنارے پر اسی گھر میں رکھ دینا پھر باہر چلے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو کیونکہ جو شخص سب سے پہلے مجھ پر نماز ادا کرے گا وہ میرا بھائی جبرئیل علیہ السلام ہوگا۔ پھر میکائیل پھر اسرائیل پھر ملک الموت انبیاء وملائکہ کے گروہوں کے ساتھ نماز ادا کریں گے اور ایک روایت ہے کہ فرمایا اول من یصلی علی ربی۔ یعنی سب سے پہلے اس وقت جو مجھ پر خاص رحمت ہوگی فرمائے گا میرا پروردگار ہوگا جل جلالہٗ پس جبرئیل علیہ السلام اسی ترتیب سے جو مذکور ہوئی نماز گزاریں گے۔ پھر اس کے بعد تم جوق در جوق آؤ اور مجھ پر نماز ادا کرو۔ اور گریہ نوحہ اور فریاد سے مجھے تکلیف نہ پہنچانا۔ پہلے میرے اہل بیت کے مرد مجھ پر نماز ادا کریں پھر ان کی عورتیں پھر تمام صحابہ۔ اور وہ صحابہ جو غائب ہیں ان کا سلام مجھے پہنچاؤ۔ مَیں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو قبر میں کون اتارے فرمایا اہل بیت فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ کہ وہ تمہیں دیکھتے ہیں اور تم انہیں نہیں دیکھتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو ایک رات حکم ہوا کہ بقیع میں جائیں اور اہل بقیع کے لیے بخشش طلب کریں۔ حضور ﷺ نے حکم پر عمل کیا۔ بقیع سے واپس آئے حجرہ مبارک میں تشریف لے جا کر سو گئے۔ پھر انہیں حکم ہوا کہ جائیے اور اہل بقیع کے لیے

مغفرت کی دعا کیجیے حضور ﷺ دوسری مرتبہ استغفار کر کے گھر لوٹے اور آرام میں مصروف ہوئے پھر خواب میں آپ ﷺ کو دکھایا گیا کہ اٹھیے اور احد کی طرف جایئے اور شہدائے احد کے لیے دعا کیجیے جب وہاں سے لوٹے حضور ﷺ پر شدید درد طاری تھا اور دوستوں کو اپنے انتقال کی خبر دی۔

اعلام الوریٰ میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنی ذات بابرکات میں مرض کا شائبہ محسوس کیا۔ شنبہ یا یکشنبہ کا روز آخر ماہ صفر ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ایک جماعت پیچھے چلتی تھی بقیع تک گئے اہل گورستان کو سلام کیا اور چند باتیں وہاں کے ساکنین کو خطاب میں فرمائیں پھر صحابہ سے فرمایا جبرئیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ مجھے قرآن مجید سناتا تھا اس سال دو مرتبہ پیش کیا۔ یہ اس لیے کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔ پھر فرمایا اے علی مجھے اختیار دیا گیا ہے دنیا اور اس میں ہمیشہ رہنے اور بہشت اور لقا کے درمیان۔ میں نے حق تعالیٰ کی لقا کو جنت میں اختیار کیا ہے۔ جب میں اس دنیا سے انتقال کروں اے علی تو مجھے غسل دینا اور میرا ستر ڈھانپنا تا کہ کسی شخص کی نظر نہ پڑھے تا کہ وہ اندھا نہ ہو جائے جب تو غسل دے دے اور وہ پانی جو میری ناف کی گہرائی اور آنکھ کے حلقہ میں جمع ہو جائے اسے پی لے تا کہ اولین و آخرین کے پیغمبروں کی وراثت تجھے میسر ہو۔ پھر گھر تشریف لے گئے۔ تین روز تک حضور ﷺ بیمار رہے، چوتھے روز باہر آئے اور مسجد میں گئے سر مبارک بندھا ہوا تھا دایاں ہاتھ امیر المومنین حضرت علیؓ اور بایاں فضل ابن عباس پر رکھا ہوا تھا پھر حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حمد و ثنائے خدا تعالیٰ کے بعد فرمایا لوگو! وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ میں تم سے چلا جاؤں پس ہر وہ شخص جس کا مجھ پر کوئی قرض ہو مجھے بتائے کہ میں ادا کروں۔ ایک شخص اٹھا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ آپ ﷺ کا ایک وعدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں تین اوقیہ انعام دوں گا وہ مجھے دیجیے آنسرور ﷺ نے فرمایا اے فضل! وہ تین اوقیہ جو میں نے تیرے سپرد کیے ہیں اسے دے دے اور منبر سے اتر کر منزل ہمایوں میں تشریف لائے۔ جب چہار شنبہ اور پنجشنبہ گزر گیا۔ جمعہ کے روز پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ پڑھا پھر فرمایا لوگو! یقیناً خدا تعالیٰ اور کسی بندے کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے وہ دعویٰ کرے کہ اسے اچھائی دے گا یا شر کو اس سے رفع کرے گا سوائے عمل کے، اور کوئی شخص نہیں ہے جو دعویٰ کرے یا کسی چیز کی آرزو کرے اس خدا پر جس نے مجھے سچائی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا ہے کہ خدا تعالیٰ کا مکافات بندوں کی ان کے عمل یا اپنی رحمت ہی سے کرتا ہے، اگر میں جو پیغمبر ہوں گناہ کرتا تو ہلاک ہو جاتا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا اے خدایا! میں نے پہنچا دیا، تین مرتبہ فرمایا اور منبر سے اتر آئے اور لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اور اعلام الوریٰ کی روایت یہ ہے کہ وہاں سے ام سلمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور بقیا سیرت کی کتابوں کی روایت یہ ہے کہ حجرہ ہمایوں میں تشریف لائے وہاں آپ کی ذات پر بیماری نے مزید غلبہ کیا۔

ذکر مرض آنحضرت ﷺ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی بیماری کا آغاز اس کی باری کے روز میمونہ کے گھر ہوا تھا۔ وہاں سے میرے گھر تشریف لائے مجھے بھی درد سر تھا میں نے کہا وا راساہ، فرمایا تجھے کیا نقصان ہے کہ مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو اور میں تیری تجہیز و تکفین کر کے تجھ پر نماز ادا کروں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رشک سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اس کی آرزو کرتے ہیں اور آپ

ﷺ کی خواہش ہے کہ مَیں مر جاؤں اور آپ ﷺ جب دفن سے فارغ ہوں اسی روز دوسری عورت کے ساتھ میرے حجرہ میں قیام کریں۔ حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایابل انا وا راساہ۔ اور اس بات کا یہ اثر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دردِ سر صحت میں تبدیل ہوگیا اور حضور ﷺ نے اس مرض کے لاحق ہونے کی وجہ سے رحلت فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میمونہ کے گھر لوٹ گئے اور حضور ﷺ کی بیماری بڑھ گئی چنانچہ تمام ازواج مطہرات حضرت میمونہ کے گھر جلدی سے پہنچیں تاکہ شرائط تیمارداری بجالائیں۔ حضور ﷺ یہ کلمہ فرماتے تھے این انا غدا۔ یعنی مَیں کل کہاں ہوں گا۔ تمام امہات المومنین کو علم ہوگیا کہ حضور ﷺ کی خواہش ہے کہ حضرت صدیقہ کے گھر جائیں لامحالہ تمام نے رضامندی کا اظہار کیا کہ عائشہ صدیقہ کے گھر تشریف لے جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ صریحا آپ ﷺ نے فرمایا اے ازواج مجھے معذور سمجھو کہ مَیں تمہارے گھروں میں باری باری جاؤں اور تقسیم کی رعایت کروں اگر تم چاہتی ہو تو مجھے اجازت دے دو کہ میں عائشہ کے پاس چلا جاؤں اور وہاں میری تیمارداری کرو۔ دونوں تقدیروں پر جب ازواج مطہرات کی اجازت مل گئی۔ آپ ﷺ حضرت میمونہ کے گھر سے نکلے ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کندھے اور دوسرا علی بن ابی طالب کے کندھے پر رکھے ہوئے اور آپ ﷺ کے پائے مبارک زمین پر گھسیٹتے جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لائے اور کمزوری سے بستر پر لیٹ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت فرمایئے تاکہ مَیں بیماری کے دوران آپ ﷺ کی خدمت میں یہاں ہی قیام کروں۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! اگر میں اس بیماری میں تیری لڑکی کے سوا اپنی ازواج میں سے کسی دوسرے کو اپنی تیمارداری کے لیے مخصوص کروں تو ان کی تکلیف زیادہ ہوجائے گی خداتعالیٰ تجھے اجر دے۔

صعوبت مرض حضور ﷺ

اس باب میں چند روایات ہیں۔ روایت اول یہ ہے کہ حضور ﷺ بہت مضطرب اور بستر پر منقلب ہوتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کہ اگر ہم میں سے کسی سے اس قسم کی حالت ظاہر ہوتی تو یقیناً آپ اس پر غصہ فرماتے آنسرور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ میرا مرض بہت سخت ہے حق تعالیٰ مومنین اور صالحین پر انتہائی مصائب بھیجتا ہے اور کوئی مومن نہیں ہوتا جسے ایذا پہنچے یا پاؤں میں کانٹا چبھے مگر یہ کہ خداتعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔

دوسری روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں حضور ﷺ کے پاس گیا آپ کو اس قدر بخار تھا کہ مَیں نے آپ ﷺ کے سر پر ہاتھ رکھا تو برداشت نہ کرسکا۔ مَیں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا بخار بہت تیز ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا بخار اس قدر تیز ہے اس کی تپش دو افراد کے برابر ہے میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ پس آپ ﷺ کا اجر بھی دو انسانوں کے برابر ہے فرمایا ہاں۔ خدا کی قسم کوئی شخص نہیں جس کو بیماری وغیرہ سے ایذا پہنچے مگر یہ کہ خداتعالیٰ اس کے گناہ اس طرح زائل کرتا ہے جیسے پتے درخت سے گرتے ہیں۔

تیسری روایت۔ ابو سعید حذری نے کہا کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے کپڑا پہنا ہوا تھا اس کے اوپر سے میں نے تپش محسوس کی اور میرا ہاتھ یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ واسطہ کے بغیر حضور ﷺ کے جسم پر ہاتھ رکھوں۔ ہم نے تعجب کر کے سبحان اللہ کہا آنسرور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی مصیبت بھی انبیاء سے زیادہ سخت نہیں ہے جیسا کہ ان کی مصیبت دوگنی ہے اجر بھی دوگنا ہے لیکن انبیاء کی فرحت بلا پر تمہاری اس فرحت سے زیادہ ہے جو تمہیں عطا پر حاصل ہوتی ہے۔

بشر بن برا بن معرور کی والدہ کہتی ہے کہ بیماری کے دوران میں حضور ﷺ کے پاس آئی آپ ﷺ کو اس وقت شدید بخار تھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کسی شخص کو ایسا بخار نہیں دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا بخار اس لیے سخت ہے تاکہ مجھے اجر دوگنا ہو۔ اے ام برا! لوگ میری بیماری کے متعلق کیا کہتے ہیں اس نے جواب دیا کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو **ذات الجنب** ہے فرمایا کہ کرم الٰہی سے یہ مناسب نہیں کہ اس بیماری کو اپنے پیغمبر پر مسلط کرے وہ بیماری ہمزات الشیطان سے ہے اور شیطان کو مجھ پر تسلط نہیں لیکن میری یہ بیماری اس زہر آلود گوشت کا اثر ہے جسے تیرے بیٹے کے ساتھ خیبر میں ہم نے کھایا تھا اور بعض اوقات وہ تکلیف تازہ ہو جاتی ہے اور یہ وقت دنیا سے انقطاع کا وقت ہے گویا اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ کو شہادت کے مرتبہ سے حصہ ملے۔

جبرئیل علیہ السلام اس بیماری میں حق تعالیٰ کی طرف سے آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ حق تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں تو ہم شفا دے دیں اور اس مرض سے نجات دیں اور اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں تو دار البقاء میں لے جاتا ہوں اور اپنی رحمت و مغفرت سے مشرف کروں آنسرور ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل! میں نے اپنے معاملہ کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے سپرد کیا ہے تاکہ میرے متعلق جو کچھ چاہتا ہے' کرے۔

دوران مرض کے واقعات

حضور ﷺ نے استعداد مرض کے وقت حضرت فاطمہؓ الزہرا کو طلب فرمایا جب وہ فرزند ارجمند حضور ﷺ کے پاس لے کر آئیں فرمایا مرحبا یا بنتی اور اپنے پہلو میں اسے بٹھایا اور کان میں کوئی بات کہی حضرت فاطمہؓ رونے لگیں پھر اس سے پوشیدہ طور پر بات کی کہ حضرت فاطمہؓ اس بات سے خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا اے فاطمہؓ ! کوئی غم خوشی کے ساتھ اور کوئی خوشی غمی کے ساتھ۔ میں نے اس طرح متصل نہیں دیکھی۔ اس کی کیا وجہ ہے حضرت فاطمہؓ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو ظاہر نہیں کرسکتی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دار فنا سے رحلت فرمائی میں نے پھر ان سے پوچھا کہ وہ کیا باتیں تھیں جو اس دن رسول اللہ ﷺ نے تمہارے ساتھ کیں اس نے جواب دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر سال جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ میرے پاس قرآن مجید پڑھتے اس سال دو مرتبہ قرآن مجید میرے ساتھ پڑھا بظاہر میری اجل موعود نزدیک پہنچ گئی ہے۔ میں ان باتوں سے رونے لگی دوسری مرتبہ فرمایا میرے اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے میرے پاس آئے گی میں اس بشارت سے خوش ہو کر مسکرانے لگی۔

ایام مرض اور واقعہ قرطاس

سخت مرض کے وقت جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم حجرہ ہمایوں میں مجتمع تھے آنسرور ﷺ نے فرمایا دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے وصیت لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہونا۔ صحابہ نے اختلاف کیا بعض نے کہا جو کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے اور دوسرے گروہ نے کہا شاید یہ باتیں ان باتوں کی طرح ہوں جو شدت مرض میں فرماتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت ﷺ پر درد والم متولی ہے، قرآن ہمارے پاس ہے وہ ہمیں کافی ہے ایک گروہ نے فاروق اعظم کے ساتھ اتفاق کیا اور بعض نے اس کی مخالفت میں اصرار کیا۔ پس حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ احباب مجلس سے اٹھ جائیں کیونکہ اس جگہ جھگڑا مناسب نہیں باوجود اس کے تین وصیتیں فرمائیں ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دوسری یہ کہ جب قبائل عرب تمہارے پاس آئیں انہیں عطیات وانعامات دو جیسا کہ ان کو میں دیتا تھا۔ تیسری راوی کو بھول گئی تھی یا اس کے ظاہر کرنے میں مصلحت نہیں سمجھی گئی۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کا آخری خطبہ

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ایک روایت یہ ہے کہ شدت مرض کے وقت حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات سربمہر مشکیں جنہیں سات کنوؤں کے پانی سے بھرا گیا ہو لایا جائے اس پانی کو آنسرور ﷺ کے سر پر گرائیں جب فرمان کے مطابق عمل کیا گیا حضور ﷺ کے مرض میں تخفیف ہوئی۔ گھر سے باہر نکل کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ کر خطبہ پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد شہدا اُحد کے لیے بخشش طلب کی۔ پھر فرمایا، بلاشبہ گروہ انصار میرے خواص ہیں اور میرے اسرار کا محل ودیعت، ان کے نیکوں کی عزت وتکریم کرو اور بروں سے درگزر کرو، اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ یہ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو بجالائے اور مروت وجوانمردی کا راستہ اختیار کیا۔

جب انصار نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی بیماری روز بروز بڑھ رہی ہے انہیں اپنے گھروں میں صبر وآرام نہیں تھا، اضطراب کے عالم میں حیران وسراسیمہ مسجد نبوی ﷺ کے گرد پھرتے رہتے۔

حضرت عباس اور ان کا بیٹا فضل اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے حضور ﷺ کے حجرہ میں آئے اور حضور ﷺ کو انصار کی حالت بتائی۔ حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو انہوں نے بٹھا دیا۔ آپ ﷺ نے انصار کے حالات کے متعلق استفسار کرتے ہوئے پوچھا کہ انصار کیا کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا وہ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرما جائیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ آنسرور ﷺ نے اٹھنے کا ارادہ کیا صحابہ آپؐ کے بازوؤں کے نیچے آ گئے ایک ہاتھ امیر المومنین حضرت علیؓ اور ایک حضرت فضل کے کندھے پر رکھا اور حضرت عباسؓ آگے آگے چلے آپؐ کے پائے مبارک زمین پر گھسیٹتے تھے یہاں تک کہ اس طرح مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر پہلے زینہ پر تشریف فرما ہوئے اور سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ تمام مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی وہ مسجد میں جمع ہوگئے۔

خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد اس طرح فرمایا، اے لوگو! میں نے اس طرح سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو، کوئی پیغمبر ہمیشہ اپنی قوم میں نہیں رہا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہاری اور میری بازگشت خدا تعالیٰ کی طرف ہے۔ میری وصیت تمہیں یہ ہے کہ مہاجرین اولین کے ساتھ احسان ونیکی کرو۔ میں مہاجرین کو وصیت کرتا ہوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا طریقہ اختیار کریں اور سورہ کریمہ والعصر کو پڑھا اور فرمایا جب تمام امور خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ مربوط اور متعلق ہیں تمہیں کسی شے کی نشوونما میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ جلد بازی کی وجہ سے کسی کام کو نہیں کرتے جو شخص اس طرح کرتا ہے خدا تعالیٰ جل وعلا کی تقدیر پر غالب آ جائے وہ مغلوب ہو جاتا ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ دھوکا کرتا ہے وہ خود دھوکا کھا کر منہ کے بل گرتا ہے اور آیت کریمہ **قل عیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم** پڑھی پھر آنسرور ﷺ نے فرمایا اے گروہ مہاجرین! میں تمہیں انصار کے بارے میں نیکی واحسان کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں

نے سرائے ہجرت اور دارِ ہجرت کو تیار رکھا یعنی مدینہ تمہارے لیے پرسکون بنا دیا۔ تمہارے آنے سے پہلے وہ ایمان لائے تھے۔ اپنے آدھے باغات اور پیداوار تمہیں دی، اپنے گھروں میں تمہیں جگہ دی، جو شخص ان پر حاکم ہو ان کے نیکوکاروں کے ساتھ نیکی کرے اور ان کے بدکرداروں سے درگزر کرے پھر فرمایا انصار میرے بعد ایک جماعت کو تم پر ترجیح دیں گے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ کیا سلوک کریں، فرمایا صبر کرو یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھے آملو۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو حضرت عباس نے التماس کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ قریش کے متعلق کوئی وصیت فرمایئے حضور ﷺ نے فرمایا، خلافت جس سے قریش درپے ہوں گے تو لوگ قریش کے پیروکار ہیں ان کے نیکوکار قریش کے نیکوکاروں کے تابع اور ان کے بدکار قریش کے بدکاروں کے تابع ہیں اے قریش! لوگوں کے ساتھ نیکی کی وصیت قبول کرو اور ان کے ساتھ نیکی کرو۔ اے لوگو! گناہ نعمتوں کی تبدیلی کا سبب اور قسمت کی تبدیلی کا ذریعہ ہے جب لوگ نیک ہوں تو ان کے حاکم اور والی سب کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور جب بدکار ہوں تو ان کے ساتھ برائی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **وکذالک نولی بعض الظاملین بما کانوا یکذبون۔**

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شدتِ مرض کے وقت حضور ﷺ نے سر پر عصابہ باندھا ہوا تھا میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر آئے اور مسجد میں تشریف لا کر منبر پر بیٹھے اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کرے، مجھے ان کو وصیت کرنی ہے، فرمایا اے بلال! مدینہ کے بازاروں میں گھوم کر ندا کرو۔ لوگوں نے جب بلال کی آواز سنی اور اس کی استدعا کو سمجھا۔ گھر اور دکانوں کے دروازوں کو کھلا چھوڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ بڑے، چھوٹے، عورت، مرد مسجد میں جمع ہو گئے کہ مسجد میں اور آدمیوں کی گنجائش نہ رہی۔ حضور ﷺ نے فرمایا **اوسعوا لمن وراکم۔** حمد وثنا کے بعد فرمایا بلاشبہ تم میں سے میرے جدا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جس شخص کو مَیں نے ایذا دی ہو عزت یا بدن کی اسے چاہیے کہ اٹھ کر مجھ سے قصاص طلب کرے اور کسی کا مال لیا ہو تو میرے مال سے اپنا حق لے اور مجھ سے قصاص لینے میں اسے ڈرنا نہیں چاہیے کہ مَیں اس سے بغض وعداوت رکھوں گا یہ میری عادت نہیں اور مَیں اس سے دور ہوں تم میں سے میرا سب سے زیادہ دوست وہ ہے جو اپنا حق مجھ سے لے لے اور مجھے اس سے چھٹکارا دے دے اور مَیں پاک ہو جاؤں اور خوشدلی کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤں اور میرا گمان یہ ہے کہ میرا تمہیں یہ بات کہنا کافی نہیں ہے مَیں پھر کہوں گا اور اصرار کروں گا۔

فضل کہتے ہیں کہ یہ بات کہنے کے بعد آپ ﷺ منبر سے اتر آئے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر منبر پر تشریف لا کر اپنے سابقہ کلام کا اعادہ فرمایا لوگوں میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے آپ ﷺ پر تین درہم ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مَیں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا اور جو شخص اس قسم کی بات کہے گا مَیں اسے قسم نہیں دوں گا لیکن یہ بتاؤ کہ یہ تین درہم کس حیثیت سے ہیں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک روز ایک مسکین آپ ﷺ کے پاس پہنچا تھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اسے تین درہم دے دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے فضل! اسے تین درہم دے دو، پھر حضور ﷺ نے فرمایا، لوگو! جس کسی کے ذمہ میرا حق ہو اسے چاہیے کہ اپنی گردن سے اتار دے اور یہ نہ کہے کہ مَیں شرمندگی سے ڈرتا ہوں کیونکہ دنیا کی فضیحت آخرت کی فضیحت سے آسان ہے۔ اسی اثناء میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا مَیں نے تین درہم غنائم سے خیانت کی ہے اور وہ میرے ذمہ ہیں آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اس نے جواب دیا کہ مجھے ان کی ضرورت تھی حضور ﷺ نے فرمایا اے فضل! ان سے تین درہم

لے لے۔اس کے بعد فرمایا جو شخص کسی بری صفت سے متصف ہے جسے وہ برا سمجھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ کہے تاکہ میں ان کے متعلق دعا کروں،ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی میں جھوٹ بولتا ہوں اور بہت سوتا ہوں۔حضور ﷺ نے فرمایا خدایا اسے راستی عطا فرما اور نیند کو اس سے زائل فرما جب وہ بیداری کی خواہش کرے اسے عطا فرما،دوسرا اٹھا اور کہا میں دروغ گو اور منافق ہوں اور کوئی ناشائستہ اور نامبارک کام ایسا نہیں جو مجھ سے سرزد نہ ہوا ہو۔فاروق اعظم نے کہا اے مرد! تو نے اپنے آپ کو رسوا کر دیا۔حضور ﷺ نے فرمایا دنیا کی فضیحت آخرت کی فضیحت سے آسان ہے۔فرمایا خدایا! اسے صدق راستی اور ایمان عنایت فرما اور اس کے دل کو برائی سے دور رکھ اور نیکی کی طرف مائل رکھ۔

پھر امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایک ایسا کلمہ زبان سے کہا کہ حضور ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا اے عمر! تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور حق تعالیٰ عمر کے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی وہ ہے۔نقل ہے کہ ایام مرض میں جب بھی نماز کا وقت آتا حضرت بلال آنحضرت ﷺ کو بتاتے تو حضور ﷺ باہر تشریف لاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔آخری دنوں میں مرض کی شدت اور صعوبت کی بناء پر گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکے اور لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکے۔اور ایک روایت ہے کہ آخر مرض میں سترہ نمازیں حضور ﷺ کی جماعت سے قضا ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان جماعت سے فوت ہونے والی نمازوں کی ابتداء عشاء کی نماز سے ہوئی کہ حضرت بلال نے حضور ﷺ کے حجرہ ہمایوں کے دروازہ پر آکر فریاد کی کہ الصلوٰۃ یارسول اللہ ﷺ، آنسرو ﷺ مرض کی شدت کی وجہ سے باہر نہیں آسکے فرمایا کہ اسے کہو کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔حضرت عائشہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرا باپ رقیق القلب اور مثیر الحزن آدمی ہے جب آپ ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہوگا اور تلاوت شروع کرے گا یہ اس پر غلبہ کرے گا اور نماز ادا نہیں کر سکے گا۔اگر حضرت عمر کو اس کام کے لیے فرمائیں تو کیا حرج ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے اور حضرت عائشہ صدیقہ سے منقول ہے کہ کہا میں یہ اس لیے کہتی تھی کہ لوگ اس شخص کو پسند نہیں کریں گے جو نماز میں حضور ﷺ کا قائم مقام ہوگا اور اس سے بدفالی لیں گے۔میں نے نہ چاہا کہ میرے باپ کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے اس کے بعد ایک شخص نے حضرت بلال سے کہا کہ حضور ﷺ نے یوں فرمایا ہے کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم کی امامت کریں حضرت بلال روتے ہوئے لوٹے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے تھے واغوثاہ یا انقطاع رجاہ وانکسار ظہراہ۔اگر مجھے ماں نہ جنتی تو کیا ہوتا اور اگر جنا تو اس سے پہلے مرجاتا تو کیا ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ حال مشاہدہ نہ کرتا۔

حضرت بلال، حضرت ابوبکر صدیق کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح اشارہ فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

امیر المومنین ابوبکر امامت کرانے کے لیے اٹھے جب ان کی نظر محراب پر پڑی اس مقام کو رسول اللہ ﷺ کے وجود سے خالی دیکھا اپنی حالت کو ضبط نہ کر سکے اور گریہ نے ان پر غلبہ کیا اس قدر روئے کہ گر کر بے ہوش ہو گئے۔

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے رونے کا غلغلہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے سمع ہمایوں میں پہنچا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیسی فریاد ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کے اصحاب ہیں کہ آپ ﷺ کے فراق سے نالاں و گریاں ہیں۔آنسرور ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عباس کو بلا کر ان کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی۔نماز کے بعد فرمایا اے لوگو! تم خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو۔

تم پر لازم ہے کہ پرہیز گاری اور خوف خدا اختیار کرو۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری بجالاؤ کیونکہ میں دنیا سے مفارقت اختیار کروں گا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب حضرت بلال نے وقت نماز بتایا عبداللہ زمعہ حضور ﷺ کے پاس تھا فرمایا عمر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ فاروق اعظم نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر کے قرأت بلند آواز سے کی۔ حضور ﷺ نے فاروق کی آواز سن کر پوچھا یہ عمر کی آواز نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ پھر فرمایا یابی اللہ ذالك والمؤمنون، پھر کھڑکی سے سر مبارک نکال کر زبان معجز بیان سے تین مرتبہ فرمایا کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھانی چاہیے اور عمر امامت کو ترک کردے۔ امیر المومنین عمرؓ نے زمعہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے تجھے نہیں کہا تھا کہ عمر امامت کرائے۔ عبداللہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے کسی کا نام نہیں لیا تھا جب میں نے آپ کو زیادہ مناسب سمجھا دوسروں کی طرح میں نے بھی کہا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے صورت واقعہ کا علم نہیں تھا ورنہ میں یہ کام نہ کرتا۔ آخر عمر میں دوشنبہ کے روز جبکہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں تھے کہ حضور ﷺ دو اشخاص کا سہارا لے کر حجرہ کے دروازہ تک تشریف لائے اور پردہ اٹھا کر صحابہ کو دیکھا کہ صفوں میں کھڑے ہیں اس سے خوش ہو کر مسکرائے۔ جب امیر المومنین ابوبکر، حضور ﷺ کی آمد سے واقف ہوئے خیال کیا کہ آنسرور ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں پیچھے ہٹنا چاہا حضور ﷺ نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ نماز کو پورا کرو اور حجرہ کا پردہ گرا دیا۔ اور اسی روز وفات پائی۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت علی حضور ﷺ کے پاس سے باہر آئے اصحاب نے ان سے پوچھا کہ آج آنسرور ﷺ کیسے ہیں انہوں نے جواب دیا الحمدللہ بہترین حالت میں ہیں۔ حضرت عباس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور انہیں آہستہ سے کہا کہ تین روز کے بعد حضور ﷺ جوار الٰہی جل وعلا میں انتقال فرما جائیں گے کیونکہ میں عبدالمطلب کی اولاد کی پیشانی میں علامت جانتا ہوں کہ وہ موت کی نشانی ہے اور وہ نشانی حضور ﷺ کی پیشانی مبارک میں ظاہر ہوگئی ہے۔ اب آؤ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں چلیں اور خلافت کے متعلق استفسار کریں کہ حضور ﷺ کے بعد خلافت کس کے سپرد ہوگی اور اگر ہمارے پاس ہو تو فبہا اور اگر دوسرے کی ہو تو آپ سے درخواست کریں کہ ہمیں اس کے سپرد فرما دیں۔ امیر نے منع کرتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم! میں حضور ﷺ سے ہرگز یہ سوال نہیں کروں گا اور دنیا طلب نہیں کروں گا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ بے ہوش تھے مستورات نے حضور ﷺ کی ناک اور ایک روایت میں ہے کہ منہ میں دوا ڈالی حالانکہ آنسرور ﷺ ہمیشہ انہیں اس عمل سے منع فرماتے تھے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہمین نے خیال کیا کہ حضور ﷺ کے منع کرنے کا منشا طبعی کراہت ہے۔ بے ہوشی کے باوجود آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو غصہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے یہ عمل کیوں کیا انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عباس نے ہمیں اس کے لیے کہا تھا۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ کہتی ہو اور حضرت عباس کے ساتھ تہمت لگاتی ہو میں جانتا ہوں کہ تمہیں ذات الجنب کی بیماری کا خدشہ تھا اور تمہیں یہ علم نہیں کہ یہ مرض شیطان کی غرض ہے اور شیطان کو مجھ پر ہرگز تسلط نہیں اور نہ ہوگا۔

نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لیے چند سرخ دینار کسی جگہ سے لائے گئے تھے فرمایا کہ انہیں فقراء پر تقسیم کر دیں۔ مگر چھ، سات یا آٹھ دینار جیسا کہ اختلاف روایت ہے اور انہیں حضرت عائشہ کے سپرد فرمایا اس کے بعد حضور ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ سر صدیقہ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا جب پھر ہوش میں آئے فرمایا اے عائشہ! ان دیناروں کو تو نے کیا کیا عرض کی میرے پاس ہیں فرمایا انہیں فقرا پر تقسیم کر دے اور پھر بے ہوش ہو

گئے جب ہوش میں آئے تو نے انہیں خرچ کر دیا عرض کی نہیں، فرمایا ان کو لاؤ جب وہ لے آئی، آنسرور ﷺ نے انہیں ہاتھ پر رکھ کر گنا۔ اور فرمایا محمد ﷺ کو اپنے پروردگار پر کیا گمان ہوتا اگر وہ اس حال میں اللہ کے پاس جاتا کہ یہ دینار اس کے پاس ہوتے بس ان کو حضرت علی کے سپرد کیا انہوں نے فقراً میں تقسیم کر دیئے۔ اور فرمایا اس وقت مجھے راحت حاصل ہوئی۔

دوسرا واقعہ، امیر المومنین حضرت علی سے منقول ہے کہ شدت مرض کے دوران حضور ﷺ وصیتیں فرماتے۔ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ وصیتیں ایسی ہیں جیسے وداع کرنے والا کرتا ہے۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا ہاں علی! میرا دل اس دنیا سے تنگ آ گیا ہے پھر تکیہ لگایا اور ایک لحظہ آنکھیں بند فرمائیں جب بیدار ہوئے فرمایا اے جبرئیل! میرے پاس پہنچ اور جو وعدہ آپ نے کیا ہے اسے پورا کر، پھر مجھے اپنے نزدیک بلایا اور سر مبارک میری گود میں رکھا آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حال مشاہدہ کیا تو اٹھیں اور بے طاقتی سے حضرت حسن اور حسین کے ہاتھ پکڑے ہوئے فریاد کی اے ابا جان اس کے بعد آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ پر کون نظر رحمت ڈالے گا اور آپ کے فرزندوں حسن وحسین کی تیمارداری کون کرے گا انہیں دنیا کی تربیت کون کرے گا اور قبائل جو دنیا کے کونے سے آتے ہیں ان کی مہمانداری کون کرے گا۔ آپ ﷺ کی شیریں آواز میرے کان نہیں سنیں گے اور میری آنکھیں آپ ﷺ کی زیارت سے راحت حاصل نہیں کر سکیں گی۔ حضور ﷺ نے جب حضرت فاطمہ کی نوحہ وزاری سنی۔ آپ ﷺ نے آنکھیں کھولیں حضرت فاطمہ کو اپنے پاس بلایا اور فرزندار جمند کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یا خداوند! فاطمہ کو صبر عنایت فرما پھر فرمایا اے فاطمہ! تجھے خوشخبری ہو کہ تو سب سے پہلے مجھے ملے گی۔ اے میری آنکھوں کی روشنی! تیرا باپ عالم نزاع میں ہے۔ حضرت فاطمہ نے فریاد وزاری اور نالہ وبیقراری شروع کر دی امیر المومنین حضرت علی کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا اے فاطمہ! چپ رہ اور حضور ﷺ کے زخموں پر نمک نہ چھڑک۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا، اے علی! چھوڑ دو تا کہ آنکھوں کا پانی اپنے باپ پر بہائے۔

پھر حضور ﷺ نے آنکھیں بند کر لیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن وحسین سے کہا اٹھو اور والد مہربان کے پاس آؤ۔ شاید تمہیں کسی عطیہ سے نوازیں جو تمہارے پریشان دل کے آرام کا موجب ہو، بتول کے دونوں بیٹے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آئے اور حضرت حسن نے عرض کی نانا جان آپ ﷺ کی جدائی پر صبر کیسے کیا جا سکتا ہے اور دل ناتواں کا راز کس کے پاس کھولا جا سکتا ہے آپ ﷺ کے بعد میرے، میرے بھائی، میرے باپ اور میری ماں کی مراسم مہربانی کون ادا کرے گا۔ ازواج اور اصحاب کے ساتھ وہ مکارم اخلاق جو آپ ﷺ کے ہیں کون زندگی گزارے گا جو امہات المومنین حضور ﷺ کے پاس حاضر تھیں نالہ وفریاد کرنے لگیں۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں بھی بے حال ہو کر رونے لگا اور صحابہ کی ایک جماعت در اقدس پر حاضر تھی۔ انہوں نے جب میرے رونے کی آواز سنی تو بے اختیار رونے لگے کہ واہ محمد اہ من لامتك بعدك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی آپ ﷺ کے بعد امت کی غمخواری کون کرے گا اور روتے ہوئے کہا، علی! دروازہ کھولو کہ ایک مرتبہ ہم پھر رسول اللہ ﷺ کا روئے فرخندہ دیکھ لیں اور آپ ﷺ کے جمال جہاں آرا پر نظر ڈالیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اصحاب کا نالہ وفغان سن کر فرمایا کہ میرے دوستوں کے لیے دروازہ کھول دو۔ جب انہوں نے دروازہ

کھولا۔ اشراف مہاجر اور انصار آئے۔ حضور ﷺ نے انہیں صبر و سکون کی وصیت فرماتے ہوئے کہا "تم خلاصہ کائنات اور سر بر آوردہ زمانہ ہو۔ اگر چہ تمہارا ظہور دنیا میں سب سے آخر میں ہوا لیکن جنت میں تم سب سے پہلے داخل ہو گے۔ اپنے دین پر ثابت قدم رہو اور قرآن کو اپنا راہنما بناؤ۔ شریعت کے احکام سے غافل نہ ہونا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اللھم بغلت اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں اور پسینے کے قطرات چہرہ اقدس پر ظاہر ہونے لگے۔ میں نے صحابہ کو اشارہ کیا تو وہ باہر نکل گئے اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نصیحت کی درخواست کی حضور پر نور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تمہارے لیے ضروری ہے کہ اپنے گھروں میں رہو صبر اور پاکدامنی اختیار کرو چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقرن فی بیوتکن۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان باتوں سے اس قدر روئیں کہ حضور ﷺ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے اور ہر شخص کے سینہ میں آتش غم بھڑک اٹھی، حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب آپ ﷺ گناہ سے پاک ہیں تو یہ گریہ کس وجہ سے ہے فرمایا بکیت رحمۃ لامتی یعنی میرا گریہ امت پر شفقت و رحمت کی وجہ سے ہے اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ محشر کے روز میں آپ ﷺ کو کہاں ملوں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا جنت میں لوائے حمد کے نیچے تو مجھے پائے گی میں اس وقت امت کے گناہ بخشوانے کے لیے استغفار میں مصروف ہوں گا۔ عرض کی اگر وہاں شرف ملاقات حاصل نہ ہو سکے تو، فرمایا حوض کوثر کے پاس، اس وقت میں امت کو پانی پلانے میں مصروف ہوں گا عرض کی اے ابا جان اگر میں وہاں نہ پاؤں، فرمایا پل صراط کے پاس مقام میزان پر کہ میں امت کے موازین کے ثقل کی دعا میں مصروف ہوں گا، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں وہاں بھی حضوری کا شرف حاصل نہ کر سکوں تو حکم فرمایا کہ اس وقت میں دوزخ کے کنارے کھڑا ہوں گا تا کہ اپنی امت کو آتش دوزخ کے ضرر سے پر سکون رکھوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں پھر حضور ﷺ نے آنکھیں بند کر لیں۔

جبرئیل علیہ السلام عیادت کرتے ہیں

وفات سے تین روز پہلے جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد! ﷺ پروردگار آپ ﷺ کو سلام پہنچاتا ہے۔ اور آپ ﷺ سے پوچھتا ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا میں اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہیں۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا، اے امین خدا، خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں خود کو کرب، حزن اور الم میں پاتا ہوں دوسرے روز بھی اسی طرح سوال و جواب ہوئے۔

ملک الموت در اقدس پر

تیسرے روز عزرائیل علیہ السلام ایک اور فرشتہ کے ساتھ جس کا نام اسماعیل تھا (جو ستر ہزار فرشتوں اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ ملائکہ پر حاکم ہے ان میں سے ہر ایک ستر ہزار یا ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے) آئے اور حضور ﷺ کے حجرہ کے دروازے پر انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ جب جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کی عیادت سے فارغ ہوئے تو عرض کی کہ یہ ملک الموت دروازہ پر کھڑا ہے اور آپ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے حالانکہ آپ ﷺ سے پہلے اس نے کسی سے یہ اجازت حاصل نہیں کی اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کسی سے اجازت مانگے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل اسے آنے کی اجازت دو، جب ملک الموت کو اجازت مل گئی تو اندر آیا اور سلام کیا پھر عرض کی اے

محمد ﷺ حق تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کے حکم سے سرتابی نہ کروں اگر آپ ﷺ اجازت فرمائیں تو آپ ﷺ کی روح مطہر کو قبض کروں اور عالم علوی میں لے جاؤں ورنہ واپس چلا جاؤں۔ حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ روح الامین علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ آپ ﷺ کے دیدار کا مشتاق ہے حضور ﷺ نے ملک الموت کو اشارہ فرمایا کہ جس کام کا اسے حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرے۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو وداع کرتے ہوئے کہا اے احمد علیک السلام اس کے بعد وحی پہنچانے اور حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی پہنچانے کے لیے زمین پر نہیں آؤں گا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ مقصود و مطلوب تھے۔

❁......❁

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

جسمانی وصالِ مصطفوی ﷺ

علماء سیرت وحدیث نے اس طرح تحریر کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ کی وفات کے روز حق تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اے افغاس اشباح سے روحوں کو قبض کرنے والے اور روح وریحان کو استرواح کی نسیم سونگھنے والے سبز آسمان سے خاکدان دنیا کی طرف اترا، اور حجرۂ رسالت مرقد آستانہ جلالت ﷺ کے دروازہ پر جا کر اجازت طلب کرو۔ اگر اجازت فرمائیں تو میرے محبوب ﷺ کی روح اطہر قبض کرنا اور اگر اجازت نہ دیں تو لوٹ آنا۔ ملک الموت اپنے ہزاروں مددگار فرشتوں کے ساتھ جو ابلق گھوڑوں پر سوار، موتی اور یاقوت سے آراستہ لباس پہنے مشقت گاہ دنیا کی طرف متوجہ ہوئے۔ قطع مسافت کے بعد عزرائیل ایک اعرابی کی شکل میں حضور ﷺ کے حجرہ ہمایوں کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا السلام علیکم یا اھل بیت النبوت و معدن الرسالۃ و مختلف الملئکۃ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ادخلہ۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہو جاؤں۔ اس وقت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا ادخلی جنس الرجل فقالت اجرک اللہ ممتاک یا عبداللہ۔ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حال میں مشغول ہیں اس وقت ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔

دوسری مرتبہ اس نے اجازت طلب کی اور وہی جواب سنا۔ تیسری مرتبہ اس نے اپنی آواز اس طرح بلند کی کہ گھر میں ہر شخص کانپ اٹھا۔ اسی وقت حضور ﷺ جو ہوش نہیں تھے، ہوش میں آ گئے، آپ ﷺ نے چشم مبارک کھول کر پوچھا کہ کیا بات ہے، انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی دروازہ پر کھڑا اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ہر چند ہم معذرت کرتے ہیں قبول نہیں کرتا۔ آنسرور ﷺ نے پوچھا اے فاطمہ! تمہیں علم ہے کہ کس کے ساتھ بات کرتی ہو حضرت فاطمہ نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ پھر فرمایا وہ لذتوں کو توڑنے، جماعتوں کو متفرق کرنے، آرزوؤں کو ختم کرنے، عورتوں کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرنے والا ملک الموت ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے جب یہ بات سنی تو کہا یا مدینتا خربت المدینہ۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینہ مبارک کے ساتھ لگایا اور کچھ دیر اپنی آنکھیں نہ کھولیں چنانچہ حاضرین نے خیال کیا کہ قفس قالب سے مرغ روح پرواز کر گیا ہے حضرت فاطمہ نے بھی اپنا سر آنحضرت ﷺ کی طرف لے جا کر کہا ابتاہ کوئی جواب نہ سنا پھر کہا اے مہربان باپ میری جان آپ ﷺ پر فدا ہو، میری طرف دیکھیے اور بات کیجیے۔ حضور ﷺ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا اے میری بیٹی! مت رو، کیونکہ تیرے رونے سے عرش والے بھی روتے ہیں۔

حضور ﷺ اپنے دست مبارک سے بیٹی کے چہرے سے آنسو صاف کرتے تھے اس کی تسکین اور دل کی تسلی کی کوشش کرتے تھے اس کے لیے حق تعالیٰ سے صبر کی دعا فرماتے اور فرماتے کہ بیٹی! جب میری روح قبض کر لی جائے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہو، اے فاطمہ! جو مصیبت کسی کو پہنچتی ہے وہ اس کا بدلہ ہو جائے گا، حضرت فاطمہؓ نے کہا آپ ﷺ کے صبر کا بدلہ کیا ہو سکتا ہے، حضور ﷺ نے پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہانے کہا یا رسول اللہ ﷺ واکرب اباہ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے بعد تیرے باپ کو کوئی بیقراری اور غم نہیں ہوگا یعنی غم و اندوہ اور محنت تعلقات جسمانی اور اس جہاں کی قیودات کے ذریعہ سے ہیں اور بنی نوع انسان کے ساتھ شرکت کی وجہ سے ہے جب مرغ روح، گلشن سرائے قدس کی سر سے اس جسم کے پنجرے میں پیدا ہوئی ہے پھر اپنے آشیانے کی طرف پرواز کرے گی اور ان حوادث کی قیود اور ہلاکت کی تنگنائیوں سے نجات پائے گی، پھر اس کو کیا غم اور راحت وشادمانی میں کیا کمی ہے۔

جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ خطاب ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سامنے آئیں اور وصیت کی درخواست کی۔ فرمایا مَیں نے کل تجھے وصیت کی تھی آج بھی وہی بات ہے کہ فرمائے ہوئے کے مطابق عمل کرو اور شرط محافظت بجالاؤ۔ پھر فرمایا اے فاطمہ! اپنے بچوں کو لاؤ۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو حضور ﷺ کے پاس لائیں وہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ جب اپنے نانا جان کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگے اور نالہ وفریاد آسمان تک پہنچایا اور اس قدر روئے کہ اہل مجلس پر رقت طاری ہوگئی۔ حضرت حسن علیہ السلام نے اپنا چہرہ حضور ﷺ کے رخ انور پر رکھ دیا اور حضرت حسین علیہ السلام نے اپنا سر آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا۔ حضور ﷺ شفقت ورحمت سے انہیں دیکھتے ان کی پیشانی پر بوسہ دے کر عزت واحترام، محبت والفت سے انہیں وصیت فرماتے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا جب وہ آئے تو حضور ﷺ کے بستر کے قریب بیٹھ گئے۔ آنسرور ﷺ نے بستر سے سر اٹھایا تو حضرت علیؓ حضور ﷺ کی بغلوں کے نیچے آ گئے۔ اور آنسرور ﷺ کے سر مبارک کو اپنے بازوؤں پر رکھ لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! فلاں یہودی کا میرے ذمہ اتنا قرضہ ہے جو میں نے اس سے لشکر اسامہ کی تیاری کے لیے لیا تھا۔ مجھے اس ذمہ داری سے ضرور بری کر دینا۔ اے علی! حوض کوثر پر تو سب سے پہلے مجھے آ کر ملے گا۔ میرے بعد تجھے بہت سی تکالیف پہنچیں گی مگر تجھے دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ اور تحمل کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے صبر کرنا اور جب تو دیکھے کہ دنیا کی بیماری لوگوں کی پسندیدہ ہو جائے تجھے آخرت اختیار کرنی چاہیے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا۔ **الصلوة وما ملكت ايمانكم** اور ایک روایت یہ ہے کہ **الله الله فيما ملكت ايمانكم البسوا ظهورهم واستبعو بطونهم والينولهم القول** ۔ اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی مرض الموت میں چالیس غلام آزاد کیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب حضرت رسالت مآب ﷺ نے وصیتیں کر دیں تو مَیں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے چہرے پر تغیر رونما ہوا ہے جسے مَیں برداشت نہ کر سکا کہ مَیں حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھوں، لامحالہ حضرت عباسؓ کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کو ہم نے لٹا دیا۔

ملک الموت کو اجازت مل گئی

کہتے ہیں کہ اس کے بعد ملک الموت کو آنے کی اجازت مل گئی۔ عزرائیل علیہ السلام داخل ہوئے اور کہا السلام علیک ایھا النبی ﷺ، خدا تعالیٰ عزوجل آپ ﷺ کو سلام پہنچاتا ہے اور مجھے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر آپ ﷺ کی روح قبض نہ کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری روح قبض کرنے میں اتنی جلدی نہ کرو۔ جبرئیل علیہ السلام کو آجانے دو، اے عزرائیل! جبرئیل علیہ السلام کو کہاں چھوڑ آئے ہو۔ اس نے کہا آسمان دنیا میں۔ اسی گفتگو میں ہی تھے کہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور حضور ﷺ کے سرہانے بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس

سے کہا اے میرے رفیق! مجھے آپ نے ایسے وقت میں تنہا کیوں چھوڑ دیا۔ اس باب میں چند روایات نظر سے گزری ہیں۔

ایک یہ کہ روح الامین نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو خوشخبری ہو کہ میں آپ ﷺ کے لیے ایسی چیز لایا ہوں جو آپ ﷺ کی مرغوب و مطلوب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیل! کیا بشارت لائے ہو۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ آج آتش دوزخ کو بجھا دیا گیا ہے اور جنت کے باغات کو آراستہ کیا گیا ہے۔ حورعین نے خود کو آراستہ کیا ہے اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کے انتظار میں چشم براہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ سب چیزیں خوش کن ہیں لیکن مجھے ایسی چیز کی خبر دو جس سے میں خوش ہو جاؤں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا تمام انبیاء برادراں کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت بہشت میں داخل نہ ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری بشارت کو اور زیادہ کر۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا حق تعالیٰ نے چند چیزیں آپ ﷺ کو عنایت فرمائی ہیں کہ دوسرے انبیاء میں سے کسی کو بھی وہ نہیں دیں۔ حوض کوثر، مقام محمود اور شفاعت امت۔ کل قیامت کو آپ ﷺ کی امت میں سے اس قدر بخشے گا کہ آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب میرا دل خوش ہوا اور آنکھیں روشن۔ پھر ملک الموت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ملک الموت جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اب اس کی تعمیل کرو۔

ایک روایت کے مطابق جب جبرئیل علیہ السلام آنسرور ﷺ کے حجرہ مبارک میں داخل ہوئے فرمایا اے جبرئیل! **ھذا رحیل من الدنیا** ۔ اے جبرئیل! میری عمر کے صحیفہ کو لپیٹتے ہیں اور موت کا گوشوارہ ہماری بندگی کے کان میں ڈالتے ہیں۔ قیامت کا سفر درپیش ہے۔ **بشرنی مافی عند الله** ۔ اب ہمیں بادشاہ کی مہربانی اس کی بشارتوں اور غیر مختتم ذخیروں سے نشانی دے اور اس نشانی کے ذریعے مجھے بشارت دے تاکہ میں خوشدلی کے ساتھ غیبی امانت کو سپرد کر دوں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آسمان کے دروازوں کو کھول دیا گیا ہے اور مقربین صف بہ صف کھڑے ہیں۔ روح وریحان اور تحائف آپ ﷺ کی روح پاک پر نثار کرنے کے لیے انتظار میں کھڑے ہیں۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا **توجه رب الحمد** ۔ اے جبرئیل! دوسری بشارت سنائیے، کہا دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی روح پاک کے لیے فردوس اعلیٰ اور جنت الماویٰ آراستہ کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مجھے دوسری خوشخبری سنائیے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا وہ شخص جس کی سفارش لب سے پہلے قبول کریں گے اور اس کی مراد پوری کریں گے وہ آپ ﷺ ہوں گے۔ فرمایا حمد وثنا خدا تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ پھر فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام میں اور خوشخبری چاہتا ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ! اور بشارت یہ ہے کہ **ان الله مشتاق الی تمائلك**۔ بلاشبہ رحمت الٰہی آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے مشتاق ہے۔ حضور ﷺ نے حمد الٰہی جل وعلا ادا فرمائی پھر حضور ﷺ نے فرمایا **بشرنی ما فی عند الله** ، جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس سے زیادہ کیا ہوگا جو آپ ﷺ چاہتے ہیں۔ آنسرور ﷺ نے فرمایا **اسالك بغمی وهمی من یقر القرآن من بعدی من یصوم شهر رمضان من بعدی من حج البیت الحرام من الامتی المصطفاه من بعدی**۔ میرا تمام غم امت کے لیے ہے کہ زندگی گناہ میں گزاری ہوگی ان کا کیا بنے گا۔ اور کل قیامت کو ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ جبرئیل نے کہا **البشر یا حبیب الله فان الله تعالیٰ یقول قد حرم الجنة علی جمیع الانبیاء**

والامم حتی تدخلہا انت و امتک ۔یعنی وہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء اوران کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائیں۔ پہلے آپ ﷺ داخل ہوں گے پھر آپ ﷺ کی امت اس کے بعد باقی انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں داخل ہوں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا الآن طاب قلبی ۔اب میرا دل خوش ہوا اور مجھے چین نصیب ہوا ہے،اے ملک الموت،آپ اپنا کام کیجئے۔

❀......❀

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

اُمت کی بخشش کی بشارت

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

جب حضور ﷺ نے امت کے متعلق سوال کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے جناب قدس جل ذکرہ کی طرف رجوع کر کے عرض کی خداوندا! یہ تمام خوشخبریاں مَیں نے تیرے حبیب کے سمع ہمایوں تک پہنچا دیں ابھی تک ان کے خاطر مبارک کو پوری خوشی حاصل نہیں ہوئی حکم پہنچا کہ اے جبرئیل! محمد ﷺ کو میرا اسلام پہنچاؤ۔ اور کہو کہ آپ ﷺ کا پروردگار کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی امت کا ہر بندہ جس نے اپنے آئینہ روزگار کو معاصی و ضلالت کے غبار سے مکدر کیا ہوگا اگر وہ موت سے ایک سال پہلے توبہ کر کے خلوص دل سے پشیمان ہوگا میں اسے بخشش دوں گا۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور پیغام پہنچایا۔ خواجہ کائنات ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل! موت سے ایک سال پہلے کا عرصہ بہت زیادہ ہے جبکہ موت ایک ایسا امر ہے جو معلوم ہی نہیں ہے اور نفس وشیطان اسے اس امر کی اطلاع نہ ہونے دے اس لیے موت سے پہلے توبہ نہ کر سکے، جبرئیل علیہ السلام جا کر لوٹے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ حق تعالیٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہر وہ شخص جو موت سے ایک ماہ پہلے توبہ کر لے گا اگر چہ اس نے اپنی عمر کو گناہ و غفلت میں ہی گزارا ہوگا غفرت له ولا ابالی۔ مَیں اسے بخش دوں گا فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام ان شهر كثير۔ مہینہ بھی زیادہ ہے۔ جبرئیل علیہ السلام گئے اور واپس آئے کہا کہ حق تعالیٰ سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ ﷺ کی امت سے جس شخص نے تمام زندگی نافرمانی میں گزاری ہوگی جب موت سے ایک ہفتہ پہلے میری طرف رجوع کرے گا میں اس کے گذشتہ تمام گناہوں کو بخش دوں گا۔ فرمایا اے جبرئیل علیہ اسلام الجمعه كثير۔ ہفتہ بھی بہت ہے جبرئیل علیہ السلام پھر گئے اور پیغام لائے کہ جو شخص موت سے ایک روز پہلے میری طرف رجوع کرے گا میں اس کے تمام گناہ بخش دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل! ایک روز بھی بہت ہے، پھر گئے اور واپس آ کر پیغام لائے کہ جو شخص موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کر کے ہماری طرف رجوع کرے گا اس کے زندگی بھر کے گناہ بخش دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک ساعت بھی بہت ہے شاید میری امت کو میسر نہ ہو۔ جبرئیل علیہ السلام گے اور واپس آ کر پیغام دیا کہ الرب یقرئك السلام ويقول ان كانت السنة والشهر والجمعة كثير واليوم كثيرا والساعة كثيرا فمن عصانى فى جميع عمره وبلغ روحه حلقه ولم يمكن ان يجرى على لسانه التوبة فد معت عيناه وندم فعله غفرت له ولا اباحى وان لم يندم اقمتك له شفيعا يوم القيمة۔ یعنی جس شخص نے اپنی بساط عمر معاصی کے ہاتھوں طے کی ہوگی۔ جب اس کی جان کا معاملہ اس کے حنجرہ حلق تک پہنچے اور توبہ کی طاقت نہ رہی ہوگی حسرت کے آنسو آنکھوں سے بہاتا ہوگا اور اپنے کرتوت سے پشیمان ہوتا ہوگا میں اسے بخش دوں گا اگر پشیمان بھی نہ ہو تو قیامت کے روز آپ ﷺ کو اس کا شفیع بناؤں گا اور اسے تیرے سپرد کردوں گا۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو آپ ﷺ خوش ہو گئے۔

تاج المذکرین میں ہے کہ اس وقت حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ حق تعالیٰ سے مَیں اپنی تین ضرورتیں پوری کرنے کی

نیاز مندی رکھتا ہوں۔ اول یہ کہ مجھے تمام گناہگاروں کا قیامت کے روز شفیع بنادیا جائے۔ دوم یہ کہ میری امت کو گناہ کی بخشش سے پہلے تباہ نہ کرے بلکہ اگر عذاب مقرر ہو چکا ہو تو قیامت پر چھوڑ دیا جائے۔ سوم یہ کہ ہر ہفتہ میں دو روز دوشنبہ اور پنجشنبہ کو میری امت کے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں۔ کیونکہ میں اپنی امت کی مفارقت کو برداشت نہیں کرسکتا۔ بعض نے ہفتہ میں دو مرتبہ اموال و اعمال کے پیش کرنے میں یہ حکمت بیان کی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جب بندے کے اعمال میرے سامنے پیش کریں گے اگر اچھے ہوں گے تو خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر گزاری کر کے ان اعمال کو نامہ اعمال میں اس طرح ثبت کروں گا کہ کسی گناہ سے محو نہیں ہوں گے اور اگر برے ہوں گے تو انہیں استغفار سے محو کروں گا اور بندے کے نامہ اعمال میں انہیں لکھنے نہیں دوں گا۔ جبرئیل علیہ السلام گئے اور واپس آگئے۔ حق تعالیٰ نے تینوں حاجتوں کو اپنے کمال کرم سے قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا الآن طاب قلبی۔

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ امت کی محبت اور بخشش کا خیال آپ ﷺ کے دل میں کس نے پیدا کیا ہے؟ آنسرور ﷺ نے عرض کی اے میرے پروردگار! تو نے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ انا ارحم الیھم الف مرۃ سلمھم الی۔ اے محمد ﷺ میں تین ہزار مرتبہ ان پر زیادہ رحیم ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے فارغ البال ہو کر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور ملک الموت سے کہا آگے آؤ اور جس کام پر مامور ہوئے ہو اسے انجام دو۔ پس ملک الموت حضور ﷺ کی روح مقدس کو قبض کرنے میں مشغول ہوا اور حضور ﷺ پر سکرات موت نے اس طرح غلبہ کیا کہ رنگ مبارک کبھی سرخ اور کبھی زرد ہوتا تھا۔ کبھی دایاں ہاتھ اور کبھی بایاں ہاتھ کھینچتے تھے اور رخسار انور پر پسینہ آیا ہوا تھا۔ پانی کا پیالہ سامنے رکھا ہوا تھا دست مبارک اس میں ڈالتے اور اپنے چہرہ مبارک کو اس سے مسح کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اللھم اعنی سکرات الموت۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کسی ایسے شخص پر رشک نہیں کیا جس نے آسانی کے ساتھ جان دی اگر یہ طریق اچھا ہوتا تو حق تعالیٰ اسے اپنے حبیب ﷺ کے لیے اختیار فرماتا اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا اے ملک الموت! میرے امتیوں کی جان اس شدت سے ہی قبض کرے گا؟ عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم کسی شخص کی جان کو اس قدر آسانی کے ساتھ قبض نہیں کی جیسا کہ آپ ﷺ کی جان نازنین کو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت! میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ میری امت کی شدت موت اور جان دینے کی تلخی میری جان پر رکھ دے اور ان کی روح آسانی سے قبض کرنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا آنسرور ﷺ کا سر مبارک حالت نزاع میں میری گود میں تھا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں اراک درخت کی سبز مسواک تھی۔ حضور ﷺ نے انہیں اس طرح دیکھا کہ میں سمجھی آپ ﷺ مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مسواک چاہتے ہیں؟ سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں، میں نے پوچھا اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لی اور اپنے دانتوں سے اسے نرم کر کے آپ ﷺ کو دی۔ حضور ﷺ نے اسے لے لیا اور جلدی سے مسواک کی اس طرح کہ آپ ﷺ میرے سینہ پر تھے اور نظر مکان کی چھت پر ڈالتے تھے۔ اور اپنے دست مبارک اٹھا کر کہتے تھے۔ الرفیق الاعلیٰ۔ اسی اثنا میں دست مبارک نیچے گر پڑے اور آپ ﷺ کی روح اقدس دار بقا کو رحلت کر گئی۔ اور ہمایوں بال ہما اقبال کی

بلند چوٹی اور وصال کی مضبوط رسی کو پکڑ کر رب ذوالجلال سے واصل ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی روح مبارک بدن سے جدا ہوئی ایسی عمدہ خوشبو آئی کہ کبھی میں نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔

کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی روح مبارک قالب شریف سے جدائی ہوئی تمام مستورات فریاد وفغاں کرنے لگیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نالہ، آہ وفریاد اور دل سوزاں اور سینہ فروزاں سے بلند کرتے ہوئے کہتی تھیں واابتاہ آپ ﷺ نے خدا کی دعوت کو قبول کر لیا واابتاہ جنت الفردوس میں نزول فرمایا واابتاہ آپ ﷺ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام سے کون کہے گا۔ واابتاہ آپ ﷺ کے بعد وحی کس پر اترے گی اور جبرئیل علیہ السلام کس کی طرف آئیں گے۔ خداوندا! فاطمہ کی روح کو ان کی روح کے پاس پہنچا دے، خداوندا مجھے اپنے رسول ﷺ کے دیدار سے بہرہ ور کر۔ بارخدایا مجھے اپنے حبیب ﷺ کے ثواب سے محروم نہ کر اور قیامت کے روز آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ کر۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فریاد کی افسوس کہ وہ پیغمبر جس نے فقر کو غنا اور درویشی کو تونگری پر اختیار کیا اور افسوس وہ دین پرور کہ گنہگار امت کے غم میں ایک رات بھی آرام وراحت اور خواب کے بستر پر نہیں سویا، اور ہمیشہ ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے صبر اور مجاہدہ نفس کیا اور آرام نہ فرمایا اور آرام کی طرف نظر نہ ڈالی۔ کفار کی ایذا رسانی اور اشرار کی گمراہی سے آپ ﷺ کے دل اطہر پر ملال کا غبار نہ بیٹھا اور ارباب فقر واحتیاج پر فضل وامتنان کے دروازے بند نہ کیے موتیوں کے سے دندان مبارک سنگین دل دشمنوں کے سنگ ستم سے شکستہ ہوئے مگر پیشانی پر بل نہ پڑا اور مسلسل دو روز تک شکم سیر نہ ہوئے۔

وہ اصحاب جو مسجد میں معتکف تھے۔ صبح کے وقت انہوں نے اہل بیت کے گریہ کو سنا جس کے ذات بابرکات حضرت رسالت مآب ﷺ کی فوتیدگی ظاہر ہوتی تھی۔ سراسیمہ اور متحیر ہوئے۔ چنانچہ ان کی زبانیں بند ہو گئیں اور بعض کی عقل جاتی رہی اور ادراک واحساس سے عاری ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عقل اس واقعہ سے مختل ہو گئی وہ فریاد کرتے تھے اور قسم کھاتے تھے کہ رسول خدا ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ انہیں موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوشی طاری ہوئی ہے۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ حضور ﷺ اس وقت تک دنیا میں رہیں گے جب تک منافقین اور جھوٹوں کے ہاتھ اور زبان کاٹ نہیں دیتے۔ منافقین کہتے تھے کہ اگر محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہوتے تو انہیں فوت نہیں ہونا چاہیے تھا۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اس بات کو سنا۔ میان سے تلوار کھینچ لی اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہا جو شخص کہے گا کہ پیغمبر ﷺ فوت ہو گئے میں تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ لوگوں کے دل میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے آپ ﷺ کی وفات میں شبہ پیدا ہو گیا یہاں تک کہ اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آنسرور ﷺ کے دونوں کندھوں میں ڈالا تو مہر نبوت کو نہ پایا اس نے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً حضور ﷺ فوت ہو گئے۔ کیونکہ مہر نبوت آپ ﷺ کی وفات سے مرتفع ہوئی ہے اور اس بات سے بعض وہ لوگ جنہیں وفات میں شک تھا کو یقین ہو گیا۔

اس وقت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے جب انہیں اس واقعہ کی خبر ملی جلدی سے حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ کی طرف گئے اور راستہ میں فریاد کرتے جاتے تھے وا محمداہ و انقطع ظهراہ اور روتے تھے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے لوگوں کو پریشان حال دیکھا کسی کی طرف التفات کیے بغیر حضرت عائشہ کے گھر گئے اور چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی۔ اور حضور ﷺ کی نورانی پیشانی پر بوسہ دے کر کہا واصفیاہ پھر فریاد بلند کی اور روئے اور دوبارہ حضور ﷺ کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا واصفیاہ۔ پھر فریاد بلند کی اور روئے اور پھر پیشانی مبارک کو

بوسہ دے کر کہاوا فیلاہ اس کے بعد آپ ﷺ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ طبت حیا و میتاً۔ زندگی میں بھی اور فوتیدگی کے وقت بھی پاکیزہ، اور آپ ﷺ اس سے بہت بزرگ ہیں کہ آپ ﷺ کے لیے روئیں۔ اگر اختیار کی باگ ڈور ہمارے اختیار میں ہوتی تو اپنی جانوں کو آپ ﷺ پر قربان کر دیتے اور اگر آپ ﷺ نے رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو آپ ﷺ پر اس قدر روتے کہ ہماری آنکھوں سے پانی کے چشمے بہہ نکلتے۔ بارخدایا! آپ ﷺ کو ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ والحمداہ ہمیں اپنے پروردگار کے پاس یاد کر پھر حجرہ مقدس سے نکل آئے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ فوت نہیں ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ کو چند مرتبہ کہا کہ بیٹھ جایئے۔ فاروق اعظم نے تسلیم نہ کیا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق نے کہا ایھا الرجل یقیناً حضرت رسول خدا ﷺ فوت ہو گئے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ خدا تعالیٰ ان کو فرماتا ہے انک میت و انھم لیمتون اور وہ یہ بھی کہتا ہے وما جعلنا بشر من قبلک الخلدا فان مت فھم الغالبون۔ پھر پیغمبر ﷺ کے منبر پر کھڑے ہوئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لوگوں کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے خطبہ (جو حق تعالیٰ کی مدح و ثنا اور حضور ﷺ پر درود پر مشتمل تھا) پڑھا پھر کہا۔ من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ یعنی جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، محمد ﷺ تو بلاشبہ فوت ہو گئے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو بلاشبہ خدا تعالیٰ زندہ ہے جو ہرگز نہیں مرے گا اس کے بعد یہ آیت کریمہ۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ آخر آیت تک پڑھی کہ انک میت و انھم لیمتون۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی قسم! میں نے یہ آیت نہیں سنی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنی، میں کانپنے لگا، میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہمارے سامنے پردہ پڑا ہوا تھا۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے اٹھ گیا اس کے بعد مدینہ کے لوگوں نے حضور ﷺ کے فوت ہونے کو تسلیم کر لیا اور زبان سے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پڑھا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے تعزیت کی اور تسلی دیتے ہوئے کہا تم غسل اور تجہیز و تکفین جو تمہارے متعلق ہے کرو اور خود اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے تاکہ معاملہ خلافت کو طے کریں۔

وصال نبوی کے بعد اہل بیت کے مردوں نے حجرہ ہمایوں پر آ کر عورتوں اور مردوں کے درمیان پردہ لٹکا دیا اس وقت انہوں نے ایک آواز سنی جس کا قائل نظر نہیں آتا تھا کہتا تھا۔ السلام علیک اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما تفرفون اجورھم یوم القیمۃ۔ جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مصائب کا ثواب اور تکالیف کا اجر خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ خدا کی مہربانی اور فضل پر یقین رکھو۔ جزع نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو کیونکہ در حقیقت مصیبت رسیدہ وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے۔ جب یہ بات سنائی دی حضرت علیؓ نے پوچھا جانتے ہو یہ کہنے والا کون ہے جواب دیا نہیں اس نے کہا حضرت خضر علیہ السلام تھے جنہوں نے تمہاری تعریف کی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کے جسم اطہر کی تجہیز و تکفین

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

جب غسل اور تجہیز و تکفین کا معاملہ اہل بیت کے ساتھ طے پا گیا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ حجرہ کے دروازہ کو عام لوگوں سے خالی کر دیں۔ جب انہوں نے غسل دینے کا ارادہ کیا کسی شخص نے حجرہ کے باہر سے آواز دی کہ آپ ﷺ کو غسل نہ دیا جائے کیونکہ آپ ﷺ طاہر اور مطہر ہیں، غسل کے محتاج نہیں، ہر چند انہوں نے تلاش کیا مگر کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے سنا کہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو غسل دو۔ کیونکہ پہلا کہنے والا ابلیس تھا اور مَیں خضر ہوں۔ اس کے بعد حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل اور حضرت قثم عباس رضی اللہ عنہم کے بیٹے اور حضرت اسامہ بن زید اور حضور ﷺ کا آزاد کردہ صالح جو شقران سے ملقب تھا ان کے علاوہ مردوں میں سے کوئی شخص نہیں تھا۔ ایک یمانی پردہ لٹکا دیا گیا اور حضور ﷺ کو اٹھا کر اس پردہ میں لے گئے ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا کہ حضور ﷺ کو دوسرے اموات کی طرح لباس اتار کر غسل دیا یا لباس کے اندر ہی نہلائیں۔ اسی بحث و تمحیص میں ہی خدا تعالیٰ نے ان پر اونگھ کا غلبہ کر دیا چنانچہ انہوں نے اپنی ٹھوڑیاں سینوں پر رکھیں اس وقت ہاتف نے گھر کے ایک گوشہ سے آواز دی کہ حضور ﷺ کو برہنہ نہ کرو آپ ﷺ کو ان کے لباس میں ہی غسل دو۔ جب اہل بیت نے یہ آواز سنی آپ ﷺ کے غسل کی کیفیت کو معلوم کر لیا۔ لباس کے ساتھ حضور ﷺ کو غسل کی جگہ لائے واقدی لکھتا ہے کہ جب حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ حجرہ کا دروازہ لوگوں پر بند کر دو تو انصار نے حجرہ ہمایوں کے باہر سے آواز دی کہ اے اہل بیت! ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں اور ہمارا حق قرابت اور حضور ﷺ کے ساتھ سب پر ظاہر ہے اور ہماری حسن عقیدت اور صفائی قلب شریعت غزا میں تمام لوگوں کو معلوم و مقرر ہے۔ ہم آپ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص آپ کے پاس ہوتا کہ ہمیں شرف حاصل ہو اور حضور ﷺ کی خدمت سے محروم اور بے نصیب نہ رہیں۔ انصار میں سے اوس بن خولی نے آواز دی کہ اے علی! آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے اجازت دیجئے تا کہ مَیں اندر آؤں۔ القصہ اوس کو اجازت مل گئی اور حضور ﷺ کے غسل میں حاضر ہوئے لیکن غسل کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں دیا۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کو پٹڑے پر انہوں نے اس طرح لٹایا کہ آپ ﷺ کا سر مبارک مشرق کی طرف تھا پائے مبارک مغرب کی طرف تھے۔ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ اپنے سینہ مبارک کے ساتھ ملا لیا اور ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر پیراہن مبارک کے اندر لائے اور فضل بے مثال بدن سے پیراہن کو جدا رکھا تھا حضرت علیؓ آسانی سے جسد اطہر کو دھوتے اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت عباسؓ جسد اطہر کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف پھیرتے تھے اس معاملہ میں بھی غیب سے امداد پہنچی تھی چنانچہ تھوڑی سی تحریک سے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ ہو جاتے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ غیب سے آواز سنتے تھے کہ کہنے والا کہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاگت کے ساتھ معاملہ کرو ہم تمہیں

غیب سے امداد دیتے ہیں جب حضرت علی آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کوئی میل جیسا کہ باقی اموات کے ساتھ ہوتی ہیں نہیں دیکھتے تھے کہتے تھے فداك امي وابي اطيبك حيا و ممتا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا ہے جو آپ کو حیات و ممات میں پاک و معطر رکھتی ہے۔ روایت ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خالص پانی سے غسل دیا گیا دوسری مرتبہ بیری کے پتوں کے پانی سے اور تیسری دفعہ کافور کے پانی سے۔ کہتے ہیں کہ غسل کے پانی کے چند قطرے گوشہ چشم اور ناف کے گڑھے میں جمع ہو گئے تھے امیر المومنین حضرت علیؓ نے حسب الارشاد انہیں پی لیا جوان کے علم و فضل کی زیادتی کا سبب ہوا اور اس وسیلہ سے علوم لدنیہ کے چشمے آپ کے سینہ بے کینہ میں جاری ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے فارغ ہوئے تو اس پیراہن اور قمیض کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر تھی اسے نچوڑ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک پر حنوط لگایا اور کافور اور گھسی ہوئی کستوری مفاصل پر لگائی اور تین سفید سوتی کپڑوں میں اور ایک روایت کے مطابق دو سوتی کپڑے اور نجرانی چادر میں کفن دیا۔ اور عود کے ساتھ خوشبو لگائی۔ پھر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی جگہ سے اٹھا کر تخت پر لٹا دیا اور جسد اطہر کو ڈھانپ دیا اور پہلے سے کی گئی وصیت کے مطابق تنہا چھوڑ دیا اور سب باہر چلے گئے یہاں تک کہ فرشتوں نے فوج در فوج حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی پھر مسلمان گروہ در گروہ آئے اور ہر شخص نے بغیر اس بات کے کہ کوئی امامت کرائے نماز ادا کی۔ کہتے ہیں کہ پہلے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس اور پھر بنو ہاشم اس دولت سے سرفراز ہوئے۔ پھر مرد صحابہ گروہ در گروہ حجرہ میں جاتے تھے اور ایک ایک نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی تا کہ ہر شخص کو کامل ثواب حاصل ہو اور یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر مبنی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں کوئی شخص امامت نہ کرے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے دنوں میں بھی اور وصال کے اوقات میں بھی تمہارے امام ہیں۔ بعض فقہائے اسلام نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں تاخیر ہوئی۔ چنانچہ دوشنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اور آخر چہار شنبہ کو مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ صحابہ میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کریں۔ ایک گروہ نے کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہو۔ ایک جماعت نے مسجد اور بعض قبرستان جنت بقیع میں دفن کرنے کے لیے کہتے رہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا کہ ہر پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں اس کی روح قبض ہوتی ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک روئے زمین میں اس جگہ سے زیادہ کوئی جگہ عزیز نہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہر کو قبض کیا گیا ہے بہر صورت اکابر مہاجرین و انصار کی رائے اس بات پر طے پائی کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں سے روح مطہر نے اعلیٰ علیین کو پرواز کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک

مدینہ میں قبر کھودنے کے دو طریقے رائج تھے۔ ایک ابوعبیدہ جراح بطور شق مہاجرین کے لیے کھودتے تھے اسے گور سامی کہتے اور دوسرا ابو طلحہ انصاری انصار کے لیے کھودتے وہ لحد بناتے تھے۔ حضرت عباسؓ نے دونوں کو بلانے کیلئے آدمی بھیجا اور کہا کہ جو شخص پہلے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

اسی طریق پر قبر کھودیں جو اس کا طریق ہے وہ شخص جو ابوعبیدہ کے لیے گیا تھا وہ اسے نہ ملے اور ابوطلحہ کا طلبگار اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ اس نے اپنے دستور کے مطابق حضور ﷺ کے لیے لحد کھودی۔ حضرت علی، عقیل، فضل، قثم، شقران، اسامہ اور اوس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبر میں اترے۔ شقران نے وہ چادر جو فتح خیبر میں آپ ﷺ کو ملی تھی اور کبھی خود پہنتے اور کبھی کندھے پر رکھتے تھے۔ حضور ﷺ کی قبر میں بچھائی اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بات حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق تھی ایک اور روایت ہے کہ حضور ﷺ کی لحد پر کھینچ لیا اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اینٹوں کی تعداد جو لحد پر چنیں گئیں نو تھی۔ اور جو شخص سب سے آخر میں قبر سے نکلا وہ قثم بن عباس ؓ تھے اور بعض اہل تذکرہ کی کتابوں میں قثم سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کہا وہ شخص جس نے قرب میں سب سے آخر میں حضور ﷺ کے رخ انور کو دیکھا میں تھا۔ جب میں نے حضور ﷺ کی قبر میں نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ اپنے لب مبارک کو ہلاتے تھے میں نے کان حضور ﷺ کے منہ کے نزدیک کیا، فرماتے تھے امتی امتی۔

پھر آنسرور ﷺ کی قبر پر مٹی ڈالی اور آنسرور ﷺ کی قبر کی شکل سطح ایک اور روایت کے مطابق کوہان دار بنائی۔ ایک بالشت زمین سے بلند کر کے اس پر پانی چھڑکا اور تمام صحابہ نے قبر سے واپس ہو کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور وہاں جا کر تعزیت کی۔ جگر گوشہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ پیغمبر ﷺ کو آپ نے دفن کر دیا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں، فرمایا تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ اس نبی الرحمۃ پر مٹی ڈالو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک! ہم بھی اس صورت حال سے ملول و محزون ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

نقل ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی زندگی میں خواب میں دیکھا تھا کہ چاند اس کے گھر میں اترا ہے۔ اس نے اس واقعہ کو حضرت ابوبکر صدیق سے بیان کیا فرمایا انشاء اللہ بہتری ہوگی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ میرے گھر میں دفن ہوئے میرے باپ نے مجھے کہا۔ ھذا اتمارك وھوا خیرھا۔ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ حضرت عائشہ کے گھر مدفون ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غمزدہ ہو کر دن رات روتیں، شمع کی مانند دل سوزاں اور چشم گریاں کے ساتھ زندگی گزارتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بھی حسن و حسین کو دیکھتی تھیں اپنی اور بچوں کی یتیمی پر نالہ و آہ کرتی تھیں اور دل سے آگ اگلتی تھیں اور آنکھوں سے خون دل بہاتی تھیں۔ تمام احباب اور ازواج اس کی موافقت میں روتے تھے، اور حضور ﷺ کے خطاب میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔

اے خواجہ از شکستہ دلاں تا چہ دیدہ ... کز مارسیدہ جائی وگر جار میدہ
نشا ختم قدر توئی سایہ خدا ... زاں روئے سایہ از سرما وا کشیدہ
ایں تنگنائی فرش چودر خورد تو بنود ... مسکن فراز عرش معلا گزیدہ
تو مرغ آستانہ قدسی غریب نیست ... چوں باز ازیں قفس سوئے گلشن پریدہ
در کام جان تشنہ لباں جرعۃ بریز ... زاں خمر بے خمار کہ از حق چشیدہ

کہتے ہیں کہ جب حضرت رسالت مآب ﷺ نے دارفنا سے داربقا کی طرف رحلت فرمائی۔ روز روشن سیاہ رات کی طرح ہو گیا۔ اس قدر اندھیرا ہو گیا کہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں دیکھتے تھے۔ انس جان مالک سے منقول ہے کہ فرمایا کہ کوئی روز اس سے زیادہ بہتر اور نورانی نہیں تھا جس میں حضور ﷺ نے وہاں نزول فرمایا اور کوئی روز اس روز سے زیادہ سیاہ و تاریک نہیں تھا جس روز حضور ﷺ نے وفات پائی۔ ابھی ہم دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دلوں میں تغیر پیدا ہو گیا۔

اور عبداللہ زید انصاری رضی اللہ عنہ سے جو مستجاب الدعوات اور واقعہ اذان والے میں سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ جب جمال محمد ﷺ پردہ میں مستور ہو گیا میں نے دل میں کہا خداوندا چشم جہاں میں تو میں نے تیرے حبیب کی زیارت کے لیے طلب کیا تھا اب جبکہ ان کا دیدار پردہ میں چھپ گیا ہے روشن آنکھ کو میں کیا کروں گا الٰہی میری آنکھوں کی روشنی واپس لے لے اس وقت اس صاحب دولت کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔

اصحاب عزت اور احباب نے حضور ﷺ کی ذات عالی صفات کی مفارقت پر ہر ایک نے ایسے مرثیے جو خون جگر اور آنسوؤں سے پروئے ہیں اور مبسوط کتب میں وہ مذکور ہیں اس مختصر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب زیارت کے لیے آئیں تو خاک کی مٹھی اٹھائی اسے سونگھا اور آنکھوں پر رکھ کر رونے لگیں۔

خاکدان زمین کی عظمت

کتب اہل تذکیر میں بیان ہوا ہے کہ جب روح پرفتوح حضرت رسالت مآب ﷺ کو اعلیٰ علیین میں بلایا آپ کے جسد اطہر کے لیے جنت سے ایک تابوت بنا کر حضور ﷺ کو دکھایا اور آپ ﷺ کو اختیار دیا کہ اگر آپ ﷺ چاہیں تو آپ کا مدفن مبارک اور مرقد متبرک بوستان سرائے جنت میں ترتیب دیں اور اگر آپ ﷺ کا دل چاہے تو ساتویں آسمان پر آپ کی آرام گاہ متعین کریں اگر آپ ﷺ پسند کریں تو اس گنج گرانمایہ کو کنج زاویہ خاک میں مدفون کریں۔ خواجہ عالم ﷺ جو ہمیشہ امت کے متعلق شفقت کی رعایت فرماتے تھے، نے جواب دیا اے جبرئیل علیہ السلام حق سبحانہٗ نے فرمایا ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں اپنی امت سے دور ہو جاؤں۔ اے جبرئیل علیہ السلام اس کنج زاویہ خاک کو ان غمگین مجبوروں کے دل کی خاطر میں نے اختیار کیا ہے۔ تاکہ میں ان سے جدا نہ ہوں اور وہ بھی میرے فراق میں مبتلا نہ ہوں جب تک میں ان میں رہوں گا وہ دنیا و آخرت کے عذاب سے محفوظ ہوں گے۔

کتاب گھر کی پیشکش

تدفین کے بعد چند اہم واقعات

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

جب آنسرور ﷺ کی روح پرفتوح عالم فنا کی تنگنا ہی سے عالم بقا کی گلشن سرا کی فضا میں پرواز کر گئی۔ مدینہ اس مسبط ایمان وسکینہ ﷺ کی مفارقت میں اس طرح سیاہ اور تاریک ہو گیا کہ جب ہاتھ سامنے کرتے تھے تو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اور یہ تاریکی حضور ﷺ کے دفن سے فارغ ہونے تک رہی۔ اصحاب پریشان ہو گئے۔ بعض سراسیمہ وحیران ہو گئے گویا کہ وہ بے روح جسم تھے اور بعض کی زبانیں بند ہو گئیں۔ بعض کے پاؤں میں چلنے کی سکت باقی نہ رہی اور کھڑے کے کھڑے رہ گئے، بعض بیمار ہو گئے اور بعض مخبوط الحواس ہو گئے۔ اور حضور کے بلال کا حال زاران مہاجرین میں سے جنہوں نے وہاں سے ہجرت اختیار کی۔ ایک حضرت بلال ایسے تھے جنہوں نے شام جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کہا اگر آپ مدینہ میں رہیں تو بہتر ہے اور وہ کام جو حضور ﷺ کے زمانہ میں کرتے تھے وہ کریں تو زیادہ مناسب ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ کے بغیر اس ملک میں رہوں۔ مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں جس جگہ چاہوں چلا جاؤں۔ حضرت ابوبکر روئے اور حضرت بلال کو اجازت دے دی۔ حضرت بلال شام کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں ایک عرصہ قیام کیا۔ پھر حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے کہا اے بلال تو نے ہم سے جفا کی اور ہمارے پڑوس سے چلا گیا اب ہماری زیارت کے لیے واپس آ جاؤ۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو مدینے کا رخ کیا۔ ان ہی دونوں حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تھا۔

جب مدینہ میں پہنچے تو ہر ایک سے ملاقات کرتے تھے اور اہل بیت کے حالات پوچھتے تھے۔ اسے جواب دیتے تھے کہ علی، حسن، حسین اور ازواج مطہرات سب سلامت ہیں۔ لیکن حضرت فاطمہ کا حال کوئی نہیں بتاتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت حسن وحسین کے پاس گئے ان دونوں صاحبزادوں سے پوچھا۔ تو یہ قرۃ العین رسول خدا اور جگر گوشہ بتول رضی اللہ عنہا رونے لگے اور کہا اے بلال! وہ مادر مہربان اور یادگار سید انس وجان علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دار فانی سے گلشن سرائے آنجہانی میں رحلت فرما گئیں ہیں۔

حضرت بلالؓ رو پڑے اور کہا اے جگر گوشہ رسول خدا ﷺ جلد پدر بزرگوار کے ساتھ جا ملو گے۔ دوستوں نے حضرت بلالؓ سے استدعا کی ظہر کی نماز کا وقت ہے اگر پرانی سنت کو زندہ کرتے ہوئے نماز کی اذان کہیں تو بہت خوب ہے۔ بہت اصرار اور مبالغہ کے بعد حضرت بلالؓ مسجد نبوی کی چھت پر نماز کی اذان دینے کے لیے چڑھے۔ مدینہ کے باشندے حضرت بلالؓ کی اذان سننے کے لیے جمع ہو گئے۔ حضرت بلال نے جب اللہ اکبر کہا مدینہ کے تمام گھروں سے فغان اور شور اٹھا اور جب کلمہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہا حضور ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے بے ہوش ہو گئے اور اذان مکمل نہ کر سکے۔ ازواج مطہرات اپنے حجروں سے باہر آ گئیں اور کہا اے بلال! ہم میں تیری اذان سننے کی طاقت نہیں ہے۔ جبکہ رسول خدا ﷺ قبر میں مدفون ہوں۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت بلال نے اذان کو کلمہ اشہدان محمد رسول اللہ تک پہنچایا مدینہ میں کوئی شخص نہ رہا جو رویا نہ ہو اور فریاد و واویلا نہ کیا ہو، وہ روز حضور ﷺ کی وفات کے روز جیسا تھا جب نماز کی اذان ختم کی کہا دوستو! تمہیں بشارت ہو جو آنکھ حضور ﷺ کے فراق میں روتی ہے دوزخ کی آگ کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

القصہ دوسری مرتبہ ملک شام کو چلے گئے اور ہر سال ایک بار مدینہ میں آتے زیارت کرتے اور نماز کی اذان پڑھتے اور واپس چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ شام میں ہی فوت ہوئے، اور مہر محمدی ﷺ میں قابض ارواح کے سپرد کی۔

زہرۃ الریاض میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ اجیبو داعی اللہ کو قبول کرتے ہوئے آپ ﷺ کی طائر سدرۃ نشیں کی روح نازنین نے اوج علیین پر پرواز کی اور آپ ﷺ کا بدن مبارک روضہ متبرکہ میں پردہ کے اندر چھپ گیا اس واقعہ سے دس روز گذرے کہ اچانک ایک اعرابی کہیں سے مدینہ منورہ آ پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازہ پر آیا تازیانہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے کہا السلام علیکم یا اصحاب رسول اللہ ﷺ جو کچھ تم سے فوت ہوا ہے خدا تعالیٰ اجر عطا فرمائے۔ ان کان محمد قدمات فان اللہ حی لایموت ابداً اعظم اللہ اجرکم وغفر ذنبکم ما اعظم مصیبتکم یموت سیدکم صلوات اللہ علیہ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو سید کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی تعزیت کرنے کے بعد کہا تم میں سے وصی پیغمبر کون ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر سلام وتحیت بجا لایا کہا السلام علیک یا فتی، امیر المومنین حضرت علیؓ نے کہا وعلیک السلام یا مضر یا صاحب البیر، حضرت ابوبکر حاضرین صحابہ کے ساتھ حضرت علی کے جواب سے حیران ہوئے۔ اعرابی نے کہا اے جوان! میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا اور مجھے صاحب بیر کس طرح کہا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے حضرت رسالت مآب ﷺ نے خبر دی تھی اور تیرے حال کی کیفیت مجھے دکھائی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو جو کچھ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے تم سے بیان کروں۔ اعرابی نے کہا تیرا نام کیا ہے کہا علی بن ابی طالب جو پیغمبر ﷺ کا چچا زاد بھائی ہے، اعرابی نے کہا الحمد للہ۔

پھر حضرت علیؓ نے فرمایا تو عرب کا ایک مرد ہے تیرا نام مضر ہے تیرے باپ کا نام مجھے یاد نہیں تیری عمر تین سو ساٹھ سال ہو چکی ہے جس وقت تیری عمر سو سال ہوئی تو نے اپنی قوم کو حضور ﷺ کی بعثت کی خبر دی تھی اور آنسرور ﷺ کے اوصاف میں تو نے قوم کو یہ کہا کہ تہامہ میں ایک آدمی کھڑا ہوا ہے جس کے رخسار چاند سے زیادہ منور، گفتگو شہد سے زیادہ شیریں، جو شخص اس کی پیروی کرے گا نجات پائے گا مساکین اور یتیموں کا باپ ہوگا۔ صاحب شمشیر ہوگا، گدھے پر سوار ہوگا، اپنے جوتے کو خود پیوند لگائے گا، شراب نوشی اور زنا کو حرام قرار دے گا، قتل اور سود سے منع کرے گا خاتم الانبیاء اور سید اولیاء ہوگا۔ پانچ وقت نماز پڑھیں گے رمضان المبارک کے روزے رکھیں گے حج بیت اللہ کریں گے۔ اے گروہ! اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی تصدیق کرو۔ جب تو نے اس امر کی طرف انہیں رہنمائی کی تو وہ تیرے ساتھ ظلم وستم، حرب وضرب اور طعن پر اتر آئے اور تجھے گہرے کنوئیں میں ڈال دیا اور تیرے تردد سے اپنے دل کو سکون بخشا۔ اب تک تو اس کنوئیں میں قید تھا جب حضرت محمد ﷺ کی بساط حیات لپیٹ دی گئی تیری قوم کو سیلاب سے ہلاک کر دیا اور تجھے اس قید خانہ سے نجات عطا کی اس کے بعد تیرے کانوں میں غیب سے آواز پہنچائی کہ اے مضر، بلاشبہ محمد ﷺ جسمانی طور پر اس دنیا میں نہیں رہے تو اس کے صحابہ میں سے ہے مدینہ کی طرف جا اور آپ ﷺ کے روضہ کی زیارت کر۔ تو شب وروز

قطع منازل طے مراحل کے بعد اب اپنے مقصد کو پہنچا ہے تاکہ حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو۔

جب اس نے حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی رونے لگا اور کہا اے علی! تو نے یہ قصہ کیسے معلوم کیا حالانکہ کسی شخص کو اس کی خبر نہیں پھر تجھے کیسے خبر ہوگئی۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھے آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے فرمایا کہ میری وفات سے ایک مدت بعد معمر میری قبر پر آئے گا جب تو اس سے ملے تو میرا اسلام اسے پہنچانا۔ معمر نے جب حضور ﷺ کے سلام کی خوشخبری سنی اور اس پیغام کی سعادت سے مشرف ہوا۔ آگے بڑھا اور حضرت علیؓ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے درخواست کی کہ اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا دے۔ معمر نے جب اپنے چہرہ سے پردہ اٹھایا تو ان کی پیشانی سے ایسا نور چمکا کہ مسجد نبوی منور ہوگئی۔

اس کے بعد کہا اے علیؓ! مجھے تم سے کچھ سوال کرنے ہیں آپ پیغمبر نہیں پیغمبر کے وصی ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا سوال کرو۔ معمر نے کہا اے علی! ہمیں ایسے نر کے متعلق جس کا باپ اور ماں نہیں اور ایسی مادہ بغیر ماں باپ کے موجود ہوئی ہو، اور ایسا رسول جو نہ جن ہو نہ انسان اور نہ ہی فرشتوں میں سے ہو چوپاؤں اور درندوں میں سے بھی نہ ہو اور ایسی قبر جس نے قبر والے کو اپنے ساتھ سیر کرائی ہو، ایسا حیوان جس نے اپنے ساتھیوں کو ڈرایا ہو، ایسا جسم جس نے ایک بار کھایا پیا نہیں، ایسا زمین کا حصہ جہاں ایک مرتبہ سورج چمکا اور پھر آج تک نہیں چمکا، اور قیامت تک نہیں چمکے گا، پھر ایسا پتھر جس سے زندہ پیدا ہوا، وہ عورت جس سے تین ساعت میں لڑکا پیدا ہوا۔ دو ساکن جو حرکت نہیں کرتے، دو متحرک جو ساکن نہیں ہوتے، دو دوست جو دشمن نہیں ہوتے، دو دشمن جو دوست نہیں ہوتے، سب سے بری چیز اور سب سے اچھی چیز کی ہمیں خبر کیجئے۔ اور ہمیں شے اور لاشے سے اور اس سے جو پہلے رحم سے متعلق ہوتی ہے اور اور اس سے جو آخر میں قبر میں جاتی ہے' سے خبر دیجئے۔ جب معمر نے یہ بیس سوال حضرت علی سے پوچھے تو حضرت علی نے ان کا تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا تو نے پہلے اس نر کے متعلق پوچھا ہے جس کا ماں باپ نہیں اور وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور وہ مادہ جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئی حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور وہ نر جو بغیر باپ کے پیدا ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ رسول جو جن، انسان فرشتوں سے نہیں تھا' کوا تھا جسے حق تعالیٰ نے قابیل کو تعلیم کے لیے بھیجا تھا۔ فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض۔ اور وہ قبر جس نے صاحب قبر کو اپنے ساتھ سیر کرائی وہ مچھلی تھی جس نے یونس علیہ السلام کو پیٹ میں تین روز تک رکھا اور سمندر کے اطراف و جوانب میں پھرتی رہی اور وہ حیوان جس نے اپنے ساتھیوں کو ڈرایا تھا چیونٹی تھی جو خوراک کی طلب کے لیے باہر نکلی تھی کہ دوسری چیونٹیاں ایک ستون پر چڑھتی تھیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سر کے اوپر تھا اس چیونٹی نے اپنی قوم سے کہا آگاہ رہو کہ تمہارے گذرنے سے مٹی نہ گرے۔ خدا کا پیغمبر تم سے تکلیف اٹھائے گا اور وہ جسم جس نے ایک بار کھایا، پیا نہیں اور قیامت تک نہیں کھائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے۔ جس نے جادوگروں کے جادو کو ایک لقمہ میں ختم کر دیا چنانچہ اس کی شان میں آیا ہے تلقف ما یافکون۔ اور وہ زمین کا ٹکڑا جہاں ایک مرتبہ سے زیادہ سورج نہیں چمکا وہ دریائے نیل تھا کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پھاڑ اور اس کی گہرائی کی زمین دکھائی دینے لگی۔ سورج اس پر چمکا چنانچہ اس کے نیچے سے غبار اٹھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے گذر جانے کے بعد وہ مل گیا اور اپنی پہلی حالت میں آ گیا، اور پتھر جس سے حیوان پیدا ہوا وہ ایک پتھر تھا جس سے حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کی اونٹنی پیدا ہوئی۔ اور وہ دو ساکن غیر متحرک زمین اور آسمان ہیں اور تحریک سے یہاں مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہے۔ اور وہ دو متحرک جو

ہرگز ساکن نہیں ہوتے چانداور سورج ہیں اور وہ عورت جس نے تین ساعت میں بچہ جنا حضرت مریم رضی اللہ عنہا تھیں کہ تین ساعت میں حضرت عیسیٰ ان سے پیدا ہوئے۔اور وہ دو دوست جو ہرگز دشمن نہیں ہوتے جسم اور جان ہیں اور وہ دو دشمن کہ ہرگز دوست نہیں ہوتے موت اور حیات ہیں، شی مومن اور لاشی کافر ہے۔احسن اشیاء صورت بنی آدم ہے اور سب سے قبیح بغیر سر کے بدن ہے، رحم میں سب سے پہلے جس کی شکل بنتی ہے انگشت شہادت ہے اور قبر میں سب سے آخر میں جو چیز فنا ہوتی ہے بندہ کے سر کی ہڈی ہے جو انفضاء بہشت میں ہوتی ہے۔

اے مضر! تیرے بیس سوالات کے یہ جوابات ہیں، مضر نے جب اپنے سوالات کے جوابات سنے تو اٹھ کر شاہ مرواں کے سر مبارک پر بوسہ دیا۔اور اصحاب رسول اللہ ﷺ جو اس مجلس میں حاضر تھے انہوں نے بھی آپؓ کے سر کو بوسہ دیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کے علوم کا وارث جان کر فضائل اور مدح و تعریف بیان کی۔اس کے بعد مضر نے کہا اے علی! مجھے آنسرور ﷺ کی قبر بتایئے تاکہ میں اس عالی صفات ذات کی رحلت پر آنسو بہاؤں۔حضرت علیؓ نے ایک آدمی ساتھ کر دیا۔مضر جب حضور ﷺ کے روضہ اطہر کے دروازہ پر آیا آنسرور ﷺ کی قبر کو بغل میں لے لیا اور اس ایمان و سکینہ کے صندوقچے کے ساتھ اپنا سینہ لگا دیا حضرت علیؓ نے کہا مضر کو کچھ دیر اپنی حالت میں رہنے دو کیونکہ دنیا سے اس کی جدائی کا وقت پہنچ گیا ہے ایک ساعت کے بعد آئے تو دیکھا کہ اس نے اپنا سر قبر پر رکھا ہوا ہے اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی ہے۔صحابہ نے کہا وہ اس عالم سے رخصت ہو گیا۔انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسے دفن کر دیا۔

ایک یہودی قبر رسول پر

زہرۃ الریاض اور تاج المذکرین میں فقیہ ابو مالک ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ شام میں ایک یہودی تھا شنبہ کے روز ہمیشہ وہ توراۃ کی تلاوت میں مشغول ہوتا۔ایک رات اس نے توراۃ کھولی اس میں اس نے چار جگہ حضرت محمد ﷺ کی نعت دیکھی اس نے اسے پھاڑ دیا اور آگ میں جلا دیا۔دوسری رات حضور ﷺ کی نعت آٹھ جگہ پر اس نے دیکھی۔اسے بھی اس نے پھاڑ کر جلا دیا۔تیسری رات حضور ﷺ کی منقبت بارہ جگہ پر ثبت تھی حیران رہ گیا اس نے کہا میں جس قدر صفات کمال اور سفوت جمال محمدی ﷺ کو توراۃ سے مٹاتا ہوں اور زیادہ لکھی جاتی ہیں نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ تمام توراۃ نعت محمد ﷺ سے بھر جائے۔پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رجوع کر کے حضور ﷺ کے حالات دریافت کیے۔انہوں نے کہا یہ محمد ﷺ ہیں جو حال ہی میں یمامہ میں مبعوث ہوئے ہیں، نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کا نہ دیکھنا بہتر ہے یہودی نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے منع نہ کرو تاکہ میں جا کر ان کی زیارت کروں۔

وہ وہاں سے نکلا اور اپنی سواری پر بیٹھ گیا اور مدینہ کا رخ کیا۔شب و روز مراحل طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس کی ملاقات حضرت سلیمان فارسیؓ سے ہوئی۔ حضرت سلمانؓ خوش وضع شخص تھے یہودی نے خیال کیا شاید پیغمبر ﷺ یہ ہیں۔سلمان سے پوچھا، انت محمد، حالانکہ حضور ﷺ کو رحلت فرمائے تین روز ہو چکے تھے سلمان رونے لگے اور کہا میں محمد نہیں ہوں لیکن محمد کا غلام ہوں۔یہودی نے کہا اب محمد ﷺ کہاں ہیں سلمان سوچ میں پڑ گئے کہ کیا جواب دے اگر میں کہتا ہوں کہ فوت ہو گئے ہیں تو طالب مطلوب تک پہنچے بغیر نا امید واپس ہو جائے گا۔اور اگر کہتا ہوں کہ زندہ ہیں تو خلاف واقعہ ہوگا اس نے کہا، آؤ تمہیں ان کے اصحاب کے پاس پہنچا دوں، حضرت سلمانؓ یہودی کے ساتھ مسجد

کے دروازہ پر آئے تمام اصحاب غمگین مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، یہودی نے اس خیال سے کہ حضور ﷺ ان میں ہیں کہا السلام علیک یا ابا قاسم السلام علیک یا محمد ﷺ۔

جب اجنبی آدمی نے حضور ﷺ کا نام لیا یکدم شور و غوغا صحابہ سے اٹھا اور گریہ و فغاں کی آواز اس مجلس سے بلند ہوئی، ان میں سے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر پوچھا تو کون ہے جس نے ہمارے غم کو تازہ کر دیا اور زخموں پر نمک چھڑکا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تو اس ملک کا نہیں ہے اور حضور ﷺ کی فوتیدگی کا تجھے علم نہیں، تین روز کا عرصہ ہو گیا کہ ماہ فلک رسالت پردہ میں چلا گیا ہے اور دوستوں کے دل آتش فراق میں ہیں۔ یہودی ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا اور کہتا تھا واحر تاہ وضاع سفری بالتینی تلانی امی ۔کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر میں پیدا ہو گیا تو تورایت نہ پڑھتا۔ اور اگر مَیں نے اسے پڑھا تو محمد ﷺ کی نعت نہ پڑھتا اور اگر مَیں نے اس کی نعت دیکھ لی تو ان کے دیدار سے مشرف ہوتا اس کے بعد اس نے کہا یہاں کوئی ہے جو حضور ﷺ کی صورت و سیرت بیان کر سکے۔ امیر المومنین حضرت علی نے کہا حضور ﷺ کی تعریف مجھ سے سنو، یہودی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے آپ نے کہا میرا نام علی ہے اس نے کہا بلاشبہ مَیں نے آپ کے نام کو تورایت میں لکھا ہوا پایا ہے۔ اب حضرت محمد ﷺ کی تعریف کیجئے۔

فرمایا حضور ﷺ کی صورت مبارک اس طرح تھی کہ آپ ﷺ کا قد مبارک نہ بلند تھا اور نہ پست اور آنحضرت ﷺ کا سر مبارک گول تھا اور آپ ﷺ کی پیشانی کشادہ، آنکھیں شہلا اور آپ ﷺ کے ابرو ہمایوں پیوستہ تھے اور آپ ﷺ کے دندان مبارک ایک دوسرے سے جدا تھے۔ جب تبسم فرماتے آپ ﷺ کے سامنے کے دانتوں پر ستاروں کی مانند نور چمکتا، اور گھر کے کام ہاتھوں سے کرنے کی وجہ سے ہاتھوں کی ہتھیلیاں کندھوں کے درمیان گوشت، پوست اور خون کے درمیان قدرتی طور پر کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا اور اس کے اوپر توجہ حیث شیت فانک منصور لکھا ہوا تھا جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی علامات اور نشانیاں اس طرح بیان کیں یہودی نے کہا صدقت یا علی! مَیں نے انہیں تورایت میں اسی طرح پایا ہے۔ جیسا کہ آپ نے بیان کیا، اے علی! حضور ﷺ کے لباس میں سے کوئی کپڑا چاہیے جسے مَیں سونگھوں حضرت علی نے کہا ہاں، اے سلمان! فاطمہ کے گھر جاؤ اور ان سے حضور ﷺ کا جبہ مبارک طلب کر کے مجلس میں لاؤ۔ حضرت سلمان ؓ حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر آئے۔ حضرت فاطمہ کے رونے کی آواز سنی جو حضور ﷺ کے فراق میں رو رہی تھیں حضرت حسن و حسین ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ مل کر رو رہے تھے۔

جب حضرت سلمان ؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت فاطمہ نے اندر سے آواز دی کہ یتیموں کا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے کون ہے جو یتیموں کا حال پوچھتا ہے؟ حضرت سلمان ؓ نے جواب دیا آستانہ اہل بیت کا خادم سلمان ہے۔ حضرت علیؓ نے مجھے حضور ﷺ کے جبہ مبارک کی استدعا کے لیے بھیجا ہے حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ میرے پدر بزرگوار کا جامہ کون پہنے گا، اس کام کے کرنے کی کس میں ہمت ہے۔ حضرت سلمان ؓ نے یہودی کے واقعہ کو بیان کر کے صورت حال بیان کی حضرت فاطمہ پیوند لگا ہوا خرقہ لائیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سات جگہ پر اس کے کھجور کے چھلکے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ حضرت سلمان ؓ کے ہاتھ مجمع میں بھیجا۔ پہلے صحابہ نے اسے سونگھا، بوسہ دیا اور سر اور آنکھوں پر ملا پھر یہودی کے سپرد کیا۔ یہودی نے سونگھا

اور اس کی پاکیزہ خوشبو حاصل کی آنحضرت ﷺ کی قبر پر آیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ ﷺ۔ خدایا میں نے تیری وحدانیت کا اقرار کیا اور اس قبر والے کی نبوت و رسالت کا اعتراف کیا پھر کہا اللھم ان قبلت اسلامی فاقبض روحی الساعۃ۔ خداوندا! اگر تو نے میرے اسلام کو قبول کر لیا ہے تو میری جان کو اسی وقت قبض فرما۔ یہ کہا گرا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس کی تجہیز و تکفین کر کے جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ

نقل ہے کہ جب معاذ بن جبل کو حضور ﷺ یمن کی طرف بھیج رہے تھے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ جاؤ میرا عمامہ لاؤ، آنسرور ﷺ نے اپنا عمامہ اپنے دست مبارک سے معاذ کے سر پر باندھا اسے سوار کر کے خود مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے ساتھ پیدل چلے۔ اسے وصیتیں فرماتے تھے، معاذ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں سوار اور آپ ﷺ پیدل، مجھے اترنے کی اجازت فرمائیے، حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ میں یوں خیال کرتا ہوں کہ میں یہ قدم خدا کی راہ میں اٹھاتا ہوں، اے معاذ میں تجھے تقویٰ، صدق گفتار، حسن کردار، امانت داری، خواہشات کے چھوڑنے، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، پڑوسیوں کے حقوق کی محافظت گفتگو میں نرمی، سلام میں پہل کرنے، روز جزا سے ڈرنے، اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی وصیت کرتا ہوں، اے معاذ! کسی مسلمان کو گالی نہ دے اور کسی جھوٹے پر اعتبار نہ کر، اور کسی راست گو کو نہ جھٹلا، اور امام عادل کی نافرمانی نہ کر، اے معاذ! میں تیرے لیے ہر وہ چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور جو چیز اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں تیرے لیے پسند نہیں کرتا۔ اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف دے اور دائرہ راستی سے باہر قدم نہ رکھ۔ خدا تعالیٰ کے راستہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تجھ پر اثر نہ کرے۔ پھر فرمایا اے معاذ! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان اس کے بعد ملاقات ممکن ہوتی تو لازماً میں تھوڑی وصیت کرتا لیکن قیامت تک ہم نہیں مل سکیں گے۔

جب معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضور ﷺ سے سنی تو بجھے ہوئے دل، روتی ہوئی آنکھوں اور مجروح سینہ کے ساتھ آنسرور ﷺ سے وداع ہو کر یمن کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب مسافت طے کرتے ہوئے یمن کے دار السلطنت صنعا میں پہنچا تو لوگ اس کی خدمت کیلئے بڑھے اور اس سے استدعا کی کہ اس قیام گاہ میں آرام فرمائیں جو انہوں نے پہلے سے تیار کی ہوئی تھی معاذ نے کہا پناہ بخدا! میں آراستہ منزل اور فرش بچھی ہوئی جگہ کی طرف رغبت کروں۔ مجھے تو میرے حبیب ﷺ نے بیماروں کی عیادت، کمزوروں کی امداد، یتیموں کی قربت، فقیروں کے ساتھ ہم نشینی، اپنی ذات سے انصاف دینے اور عام مخلوق کے حالات کی دیکھ بھال اور انہیں نصیحت کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔ ضروری ہے کہ میں اس وصیت پر عمل کروں اور راحت و نشاط اور عیش و انبساط کے دروازہ کو اپنے آپ پر نہ کھولوں۔

اس کے بعد اپنی رہائش ایک گوشہ میں اختیار کر لی۔ خزانہ سے قوت لایموت حاصل کرتا اور اسی سے گذارا کرتا تھا اور اس ملک کی حکومت کرتا تھا۔ ایک رات اس نے آواز سنی کہ اے معاذ تو بستر راحت پر آرام کر رہا ہے جب کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ سکرات موت میں ہیں۔ معاذ

روتے ہوئے نیند سے اٹھے اور خیال کیا کہ شاید قیامت قائم ہوگئی ہے۔ جب دنیا کے اوضاع کو اپنی حالت پر دیکھا اسے نفسیاتی خیال سمجھ کر پھر آرام کیا، دوسری رات ہاتف نے آواز دی اے معاذ! تجھے کیسے آرام حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت محمد ﷺ رحلت فرما چکے ہیں۔ حضرت معاذ اپنے بستر سے اچھل کر کھڑے ہوگئے اور اونچی آواز سے آہ وزاری شروع کر دی۔ وامحمداہ ﷺ کہتے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔ القصہ اس قدر فریاد و فغاں کی کہ عورتیں اور مرد بیدار ہوکر گھروں سے باہر نکل آئے اور ان کے گرد جمع ہوگئے نالہ وزاری اور سوگواری کے طریق میں اس سے موافقت کی۔ جب آفتاب عالمتاب نے مطلع سے سر نکالا حضرت معاذ اپنی سواری پر سوار ہوکر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب مدینہ سے تین فرلانگ پہنچے غیب سے ایک آواز سنی اے خدائے محمد ﷺ، معاذ کو خبر پہنچادے کہ حضرت محمد ﷺ نے شربت مرگ پی کر دوستاں کی صحبت سے مفارقت اختیار کی ہے۔ حضرت معاذ نے آواز دی کہ اے پکارنے والے تو کون ہے اور اس تاریک رات میں یہ وحشت ناک خبر دیتا ہوا کہاں جا رہا ہے۔ اس نے کہا میں عمار بن یاسر ہوں جو یمن کی طرف جا رہا ہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا میرے پاس اس مضمون کا ایک خط ہے کہ محمد ﷺ جوار رحمت میں پہنچے، جب حضرت معاذ کو حضور ﷺ کی وفات کا یقین ہوگیا آہ وزاری اور اضطراب کر کے دھاڑیں مارنے لگے۔

اس کے بعد حضرت معاذ نے کہا اے عمار! تجھے محمد ﷺ کے خدا کی قسم اصحاب کو تو نے کس حال میں چھوڑا۔ اس نے جواب دیا ایسے گلہ کی مانند جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ اس نے پوچھا کہ تو نے مدینہ کو کیسے چھوڑا۔ اس نے کہا دنیا میں خوش مزاجی کے باوجود ان پر حلقہ، انگشتری سے بھی تنگ ہے۔ اس کے بعد معاذ وامحمداہ ﷺ کہتے ہوئے مدینہ کے نواح میں پہنچے۔ ایک بوڑھی عورت اس علاقہ میں بھیڑیں چراتی تھی۔ اس نے حضرت معاذ کے درد کو سنتے ہوئے کہا اے بندہ خدا میں نے محمد ﷺ کو نہیں دیکھا لیکن میں نے ان کی بیٹی کو دیکھا ہے کہ اپنے باپ کی موت پر روتی تھی اور کہتی تھی یا ابتاہ، آسمان سے خبر منقطع ہوگئی، یا ابتاہ، اس کے بعد ہماری طرف وحی نہیں آئے گی اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو روتے تھے اور کہتے تھے اے یتیموں اور بیواؤں کے ملجاء و ماویٰ۔ آپ ﷺ کے بعد کون ان کا غم کھائے گا۔ اور غریبوں کے حالات کا کون خیال کرے گا اور بیواؤں کی مدد کو کون پہنچے گا۔"

میں نے حسن و حسین کو دیکھا جو روتے اور کہتے تھے آقائے دو جہاں آپ ﷺ نے ہم سے اپنا سایہ کیسے اٹھالیا اور ہمیں کس کی نگرانی میں چھوڑ دیا۔ حضرت معاذ نے جب یہ باتیں سنیں، شور ساق اور آتش اشتیاق جو اس کے سینہ میں مشتعل تھی بھڑک اٹھی اور آنسوؤں کے قطرات، آبدار مرجان کے موتیوں، خونبار آنکھوں سے صفحات رخسار پر بہاتے تھے۔ رات مدینہ میں داخل ہوکر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس رات میں بیواؤں کے غمکدہ کا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے۔ معاذ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا خادم معاذ بن جبل ہوں۔ حضرت عائشہ نے لونڈی سے کہا اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت معاذ روتے ہوئے آئے اور سلام کیا۔ حضرت عائشہ نے جواب کے بعد سید کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات کی ذات بابرکات کی فوتیدگی پر اظہار حسرت وافسوس کیا۔ دونوں بہت روئے پھر معاذ نے عرض کیا یا ام المومنین مجھے سید المرسلین ﷺ کے مرض الموت کی کیفیت سے آگاہ فرمایئے۔

فرمایا، معاذ مجھ میں حضور ﷺ کے درد و رنج کو دیکھنے کی ہمت نہیں تھی اس لیے میں کبھی آپ ﷺ کے بالین سے دور ہو جاتی تھی یہ

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کریں کیونکہ وہ شروع بیماری سے آخر رحلت تک موجود رہی ہیں۔ حضرت معاذ نے گھر سے نکل کر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کا رخ کیا جب دروازہ پر پہنچے حضرت فاطمہ کو معلوم ہو گیا کہ معاذ آ رہے ہیں۔ حسینؓ کو فرمایا کہ دروازہ کھول دے شرائط خدمت گاری بجالانے کے بعد پیغمبر ﷺ کے حالات پوچھے۔ حضرت فاطمہؓ نے شدت مرض، صعوبت اور ملک الموت کے آنے کی کیفیت، جبرئیل علیہ السلام کی بشارت حضرت معاذؓ سے بیان کی اس پر آپ اس قدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے حضرت فاطمہؓ نے اس سے کہا جس وقت حضور ﷺ رحلت فرما رہے تھے مجھے وصیت فرماتے تھے کہ اے فاطمہ! معاذ کو میرا اسلام پہنچا دینا اور اسے بتانا کہ وہ میری امت کے علماء کا امام ہوگا۔ حضرت معاذؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں ایسے وقت میں آپ ﷺ نے مجھے یاد فرمایا ہے اور سلام و پیام پہنچایا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک اعرابی کفر و فجور کے باوجود حضور ﷺ کی قبر کے پاس سے گزرا۔ جب اس کی نظر قبر منور اور مرقد مطہر پر پڑی اس نے کہا اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ۔ اس سے لوگوں نے پوچھا۔ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ قبر پیغمبر ﷺ کی ہے۔ اس نے قسم کھائی کہ میں نے اس قبر کو نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی مجھے اس کا علم تھا لیکن خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ خیال ڈالا۔ میری ایمان و عرفان کی طرف رہنمائی کی میں نے کلمہ توحید پڑھ لیا۔ اور حضور ﷺ اور اللہ کے سچا ہونے کی گواہی دی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا حضور ﷺ کی تدفین کے بعد اعرابی آیا اور خود کو آنسرور ﷺ کی قبر پر ڈال دیا اور قبر سے اس نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور اپنے سر پر ملی اور کہا یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے صدقے ہم نے سنا۔ آپ ﷺ نے اللہ سے حاصل کیا اور ہم نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں آیا ہے۔ **اذا ظلموا انفسھم جائوک فاستغفر اللہ والستغفر لھم الرسول لوجد اللہ توابا** ۔ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے گناہ گار اور تباہ روزگار ہوں اب میں حاضر ہوا ہوں تاکہ میرے لیے بخشش طلب کریں۔ اعرابی نے یہ عرض کی تو تین مرتبہ قبر سے آواز سنی کہ تجھے بخش دیا گیا ہے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ شیخ محمد بن عبداللہ عتبی اکابر مفسرین میں سے ہے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضور ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدوی داخل ہوا اور حضور ﷺ کی قبر پر سلام کیا۔ پھر کہا جب آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد حق ہے **ولو انھم اذا ظلموا** (الآیۃ) حالانکہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ اب میں آپ ﷺ کے روضہ پر حاضر ہوا ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ سے درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ مجھے معاف فرما دے۔ شیخ محمد کہتے ہیں کہ جب میں نے اعرابی سے یہ بات سنی۔ میں زیارت کر کے واپس آیا۔ میں سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے عتبی اس اعرابی سے ملو اور اسے بشارت دو کہ خدا تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے، میں بیدار ہو کر اعرابی کے پیچھے گیا۔ اور اسے یہ خوشخبری سنائی۔ کیسی اچھی ہے وہ جان جو آپ ﷺ جیسے سلطان کی نوید رحمت اور امید شفاعت سے مخصوص ہو اور کسی قدر آسودہ ہے وہ جسم جو آپ ﷺ کی حریم قرب میں روئے نیاز آستانہ غریب نواز پر رکھے۔

شیخ محمد جنید قدس سرہٗ نے کہا کہ مدینہ جاتے ہوئے راستہ بھول گیا۔ چھ روز تک سرگرداں رہا ساتویں روز بھوکا پیاسا مدینہ پہنچا۔ حضور ﷺ کی زیارت کو جا کر سلام کیا میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ فقیر اور بھوکا ہوں میرا کوئی نہیں ہے آج رات میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔ جب میں سو گیا تو خواب میں میں نے جمال پر کمال محمد ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی۔ نصف میں نے خواب میں کھالی جب خواب سے بیدار ہوا تو دوسری نصف میرے ہاتھ میں تھی مجھے یقیناً آپ ﷺ کی زیارت ہوئی کہ فرمایا من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل لي۔ اس کے بعد میں نے ندا سنی۔ یا ابا عبداللہ لایزور قبری الاغفرلہ وقال شفاعتی عذا۔ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا اس کے گناہ معاف ہوں گے اور قیامت کو اسے میری شفاعت حاصل ہوگی وہ خوش ہو جائے گا۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنسرور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری وفات کے بعد آئے گا اور مجھ پر ایک بار سلام کہے گا اس کے سلام کا جواب دس مرتبہ دوں گا اور حق تعالیٰ دس خاص فرشتوں کو بھیجیں گے جو اس پر سلام بھیجتے رہیں گے اور اگر کوئی شخص اپنے شہر، محلہ یا گھر میں مجھ پر سلام بھیجتا ہے حق تعالیٰ میرے بدن میں روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اے جمال محمد ﷺ کے عاشقو! تم کیوں خاموش ہو۔ اور اے اے وصال احمدی ﷺ کے طالبو! کیوں جوش میں نہیں آتے اور روح پر فتوح آنحضرت ﷺ پر کثرت سلام کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

حضور ﷺ سے نقل ہے کہ فرمایا ما من امتی لہ سعۃ لم یزانی فلیس لہ عذر یوم القیمۃ۔ میری امت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جسے رزق اور مال و اسباب میں وسعت اور کشادگی حاصل ہو اس کے باوجود میری زیارت نہ کرے قیامت کے روز اس کا کوئی عذر نہیں ہوگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرتا ہے اس پر میری شفاعت واجب ہوتی ہے۔ واللہ الموافق اللھم ارزقنی زیارت الکعبۃ الاسلام وقبر نبیك محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام واسعدنی مع جمیع المؤمنین بشفاعۃ یوم القیمۃ یا ذالجلال والاکرام اللھم اغفرلی ولوالدی والاستاذی وجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات لا حیاء منھم ولا حوات انك مجیب الدعوات ومنزل البرکات برحمتك یا ارحم الرحمین۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

نعت

شاعر: نعیم ہاشمی

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

مدینے کے والی ، سارے نبی تیرے در کے سوالی
شاہِ مدینہ ﷺ

جلوے ہیں سارے تیرے ہی دم سے ، آباد عالم تیرے کرم سے
باقی ہر اک شے ، نقش خیالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی
شاہِ مدینہ ﷺ

تیرے لیے ہی دنیا بنی ہے ، نیلے فلک کی چادر تنی ہے
تو اگر نہ ہوتا ، دنیا تھی خالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی
شاہِ مدینہ ﷺ

تو نے جہاں کی محفل سجائی، تاریکیوں میں شمع جلائی
ہر سمت چھائی تھی، رات کالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی
شاہِ مدینہ ﷺ

قدموں میں تیرے عرش بریں ہے ، تجھ سا جہاں میں کوئی نہیں ہے
کاندھے پہ پھر بھی کملی ہے کالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی
شاہِ مدینہ ﷺ

مذہب ہے تیرا سب کی بھلائی، مسلک ہے تیرا مشکل کشائی
دیکھ اپنی امت کو خستہ حالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی
شاہِ مدینہ ﷺ

ہے نور تیرا شمس و قمر میں ، تیرے لبوں کی لالی سحر میں
پھولوں نے تیری خوشبو چرا لی ، سارے نبی تیرے در کے سوالی
شاہِ مدینہ ﷺ

خدا سے محمد ﷺ کا در مانگ لوں گا

شاعر: طاہر سلطان

خدا سے محمد ﷺ کا در مانگ لوں گا
خیابان جنت میں گھر مانگ لوں گا
سفر ہی لکھا ہے جو قسمت میں میری
مدینے کا رب سے سفر مانگ لوں گا
جو کعبہ سے سیدھی مدینے کو پہنچے
محبت کی وہ رہ گزر مانگ لوں گا
خدا نے جو پوچھا کہ کیا چاہتا ہے
میں اپنے نبی ﷺ کا نگر مانگ لوں گا
مجھے اور کوئی بھی حاجت نہ ہوگی
مدینے کے شام وسحر مانگ لوں گا
رہے نم ہمیشہ جو یاد نبی ﷺ میں
میں آقا ﷺ سے وہ چشم تر مانگ لوں گا
نظر آئیں چاروں طرف ان ﷺ کے جلوے
خدا سے میں ایسی نظر مانگ لوں گا
میں رو رو کے طاہر در مصطفیٰ ﷺ پر
دعاؤں میں اپنی اثر مانگ لوں گا

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com